بانی: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (مصلح موعود)

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ
الفضل

صد سالہ جوبلی سووینئر 1913-2013ء

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

سیدنا حضرت مصلح موعود الفضل کے پہلے پرچہ میں دعائیں کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:۔
لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔ (الفضل 18 جون 1913ء ص 3)

- 18 جون 1913ء۔ ہفت روزہ الفضل کا آغاز
- 26 تا 28 دسمبر 1913ء۔ روزانہ لوکل ایڈیشن
- 28 مارچ 1914ء۔ ہفتہ میں تین بار
- 11 دسمبر 1925ء۔ الفضل ہفتہ میں دوبار
- 8 مارچ 1935ء۔ الفضل روزنامہ ہوگیا
- 15 ستمبر 1947ء۔ لاہور سے اجراء ہوا
- 17 ستمبر 1947ء۔ قادیان سے الفضل کا آخری پرچہ
- 26 دسمبر 1950ء۔ پہلا سالانہ نمبر
- 31 دسمبر 1954ء۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ کا اجراء
- 7 جنوری 1994ء۔ لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا آغاز
- 3/ اکتوبر 2002ء۔ الفضل انٹرنیٹ پر میسر ہوگیا۔
- 18 جون 2013ء۔ سوسال مکمل ہوگئے۔
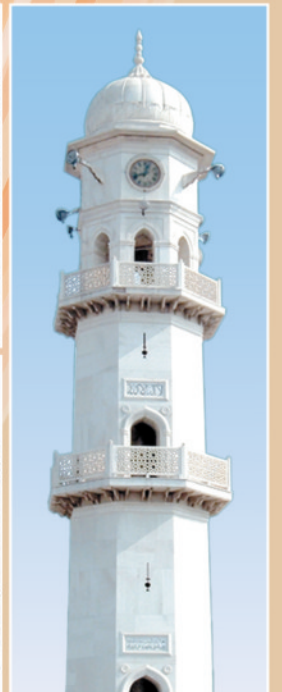
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے الفضل کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر محبت بھرا خصوصی پیغام

الفضل کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچانا ہے

ہندوستان سے اور پھر پاکستان سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا جماعت کا یہ قدیم اور اہم اخبار ہے، اس کا آغاز بڑی قربانیوں سے ہوا

یہ اخبار خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں نہایت حکمت عملی سے جاری ہے اور اپنوں اور غیروں میں اس کی پہچان ہے

میری طرف سے تمام قارئین، الفضل کی انتظامیہ اور کارکنان کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد

پیارے قارئین الفضل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزنامہ "**الفضل**" کو جاری ہوئے سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ محترم ایڈیٹر صاحب نے اس موقع پر "**الفضل**" کے خاص نمبر کے لئے مجھ سے پیغام بھجوانے کی درخواست کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت ہر لحاظ سے بہت بابرکت فرمائے اور اس کی تیاری میں حصہ لینے والوں اور مضمون نگاروں کی خدمات قبول فرمائے۔ آمین

یہ دور دورِ آخرین ہے۔ قرآن کریم کی پیشگوئی واذا الصحف نشرت کے مطابق دورِ آخرین کتب و رسائل کی نشر و اشاعت کا دور ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد مبارک میں 1913ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے استخارہ کر کے "**الفضل**" کا اجراء فرمایا۔ پہلے ہندوستان سے اور پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا جماعت کا یہ ایک قدیم اور اہم اخبار ہے۔ اس کا آغاز بڑی قربانیوں سے ہوا۔ اس کے اجراء کے وقت حضرت اماں جان نے اپنی ایک زمین عنایت فرمائی۔ حضرت ام ناصر نے اپنے دو زیورات پیش فرمائے جس میں سے ایک انہوں نے اپنے لئے اور ایک ہماری والدہ حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے استعمال کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بھی نقد رقم اور زمین پیش فرمائی۔

"**الفضل**" کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود کی تعلیمات سے آگاہ کرنا خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچانا نیز جماعتی ترقی اور روزمرہ کے اہم جماعتی حالات و واقعات سے باخبر رکھنا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت مسیح موعود کے ملفوظات اور ارشادات شائع ہوتے ہیں۔ خلفائے احمدیت کے خطبات و خطابات اور تقاریر وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور یہ خلیفہ وقت اور احباب جماعت کے مابین رابطے اور تعلق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی مراکز کی رپورٹیں چھپتی ہیں جن سے (مربیان) اور سلسلہ کے مخلصین کی نیک مساعی کا علم ہوتا ہے اور جماعت کی ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ "**الفضل**" میں مختلف موضوعات پر اہم اور مفید معلوماتی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جو احباب جماعت کی روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور ان کی دینی، اخلاقی اور علمی تعلیم و تربیت کا سامان کرتے ہیں۔ الفضل کا مطالعہ بہت سی بھٹکی روحوں کی ہدایت کا ذریعہ بھی ہے۔

"**الفضل**" تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ ہے۔ اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ لیکن ماضی میں "**الفضل**" ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

یہ دور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ ہر طرف آزادی صحافت اور آزادی ضمیر کی باتیں ہو رہی ہیں مگر اس ترقی یافتہ دور میں بھی "**الفضل**" پر کئی قسم کی قدغنیں ہیں۔ اخبار میں دینی اصطلاحات وغیرہ کی اشاعت پر بہت سی پابندیاں ہیں۔ اس کے سو سالہ سفر میں اخبار کی انتظامیہ پر متعدد مقدمات بنائے گئے۔ مختلف انداز میں ہراساں کیا گیا۔ ان نامساعد حالات اور پابندیوں کے پیش نظر توقفات بھی آئے اور اخبار کو بند بھی کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ وقتی مشکلات اور دقتوں کو دور فرماتا رہا اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں نہایت حکمت عملی اور خوش اسلوبی سے جماعت نے اسے جاری رکھا ہوا ہے۔ اس کی اپنوں اور غیروں میں نہایت اعلیٰ پہچان ہے۔ اس کے قارئین میں بہت سے ایسے ہیں جنہیں ایک کے بعد اگلے شمارے کا بڑی بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ اگرچہ آج کے جدید دور میں انٹرنیٹ پر بھی بیشمار لوگ اس کا مطالعہ کر لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں یہ سہولت میسر نہیں یا وہ اس کا استعمال نہیں جانتے اور وہ چھپے ہوئے اخبار ہی کا مطالعہ کرتے ہیں ایسے قارئین کی تعداد کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔

میری طرف سے تمام قارئین اور **الفضل** کی انتظامیہ اور کارکنان کو **الفضل** کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد۔ اللہ تعالیٰ سب کے علم و عمل میں برکت بخشے اور ایمان و ایقان میں بڑھائے۔ آمین

لندن
4-11-12

والسلام خاکسار
مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

علم اور قلم کے ذریعہ دنیا پر حق کے غلبہ کے لئے انقلاب آفریں تحریرات

سلطان القلم حضرت مسیح موعود کے ذریعہ کارخانہ تالیف وتصنیف کا قیام۔ آپ کے اپنے قلم سے

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

بعثت کی غرض

''اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے۔ اس سے ان کو پاک صاف کردوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں اس نور کو جو (دین) میں ملتا ہے ان کو جو حقیقت کے جویاں ہیں دکھاؤں''۔

(ملفوظات جلد اول ص38)

''اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔

(مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد15 ص13)

''اس چودھویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا تا کہ میں اندرونی طور پر جو غلطیاں (دین) میں پیدا ہوگئی ہیں۔ ان کو دور کروں اور (دین) کی حقانیت دنیا پر ظاہر کروں اور بیرونی طور پر جو اعتراضات (دین) پر کئے جاتے ہیں۔ ان کا جواب دوں اور دوسرے مذاہب باطلہ کی حقیقت کھول کر دکھاؤں''۔

(ملفوظات جلد اول ص221)

''خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا میں اس زمانہ کے اوہام دور کروں اور ٹھوکر سے بچاؤں اور مجھے اس نے توفیق عنایت کی ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد5 ص269)

''خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریخ اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کر کے اور تا (-) کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں''۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد5 ص251)

''(دین) کے ضعف اور غربت اور تنہائی کے وقت میں خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تا میں ایسے وقت میں جو اکثر لوگ عقل کی بداستعمالی سے ضلالت کی راہیں پھیلا رہے ہیں اور روحانی امور سے رشتۂ مناسبت بالکل کھو بیٹھے ہیں۔ (-) تعلیم کی روشنی ظاہر کروں''۔ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3 ص514)

''مسیح کا آنا اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا کہ تا تمام قوموں پر دین (-) کی سچائی کی حجت پوری کرے تا دنیا کی ساری قوموں پر خدا تعالیٰ کا الزام وارد ہو جائے اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے یعنی دلائل بینہ اور براہین قاطعہ کی رو سے وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3 ص131)

''اس حکیم وقدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت (-) کو منقسم کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف وتصنیف کا سلسلہ ہے جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا ہے اور وہ معارف ودقائق سکھلائے گئے جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور انسانی تکلف سے نہیں بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دیے گئے''۔ (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد3 صفحہ 12,11)

میرے اندر آسمانی روح بول رہی ہے

حضرت مسیح موعود کو الہاماً یہ نوید عطا ہوئی کہ:

''در کلام تو چیزے است کہ شعراء دراں دخلے نیست۔ کلام افصحت من لدن رب کریم''۔

(تذکرہ صفحات 558,508)

ترجمہ: تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں ہے۔ تیرا کلام خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد22 ص106)

''میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3 ص403)

''میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے''۔

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد18 ص434)

''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ...... جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا''۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد3 ص104)

تائید الٰہی

''یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں۔ میں ان کا نام وحی والہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں''۔

(سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد8 ص416,415)

''میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے''۔ (ملفوظات جلد2 ص483)

حق کے طالبوں کے لئے

''ہمارا مدعا یہ ہونا چاہئے کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور ہر وقت یہ امر ہمارے مدنظر رہنا چاہئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سم قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں''۔

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 27)

''جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ''۔ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد18 صفحہ 403)

قلم کی تلوار

''اس وقت ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جاتی ہیں اور اعتراض کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی قوتوں کو بیکار نہ کریں اور خدا کے پاک دین اور اس کے برگزیدہ نبی ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنی قلموں کے نیزوں کو تیز کریں''۔ (ملفوظات جلد اول ص150)

اداریہ

خوشیوں کا ایک نیا دور

جماعت احمدیہ پر خوشیوں کا کیسا دن طلوع ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے 1882ء میں دعویٰ ماموریت فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1982ء میں فرمایا کہ خدا کی تقدیر بتا رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی کے واقعات اس دور میں نئے رنگ سے دہرائے جائیں گے۔ چنانچہ

1984ء میں براہین احمدیہ کے سو سال پورے ہوئے۔

1986ء میں پیشگوئی مصلح موعود کی صد سالہ تقریب منائی گئی۔

1989ء میں جماعت کا صد سالہ جشن تشکر منایا گیا۔

1991ء میں جماعت کا صد سالہ جلسہ سالانہ منعقد کیا گیا۔

1994ء میں چاند سورج گرہن کا نشان پورا ہونے کے موقع پر تقریبات منعقد ہوئیں۔

1996ء جلسہ مذاہب عالم لاہور میں حضرت مسیح موعود کے مضمون ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے متعلق عالمگیر تقریبات منائی گئیں۔

1997ء میں لیکھرام کی عبرتناک موت کے سو سال پورے ہوئے۔

2002ء میں ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کے سو سال ہو گئے۔

2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی وفات ہوئی۔ خلافت خامسہ قائم ہوئی اور خدا کے فضلوں کا سلسلہ جاری رہا۔

2005ء میں نظام وصیت کے 100 سال مکمل ہوئے۔

2006ء میں جامعہ احمدیہ کے قیام کی صد سالہ تقریبات منائی گئیں۔

2007ء میں ڈوئی کی ہلاکت پر 100 سال پورے ہو گئے۔

2008ء میں خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی منائی گئی اور کل عالم میں عظیم الشان اجتماعات اور تقریبات کا انعقاد ہوا۔

2013ء میں برطانیہ اور بنگلہ دیش میں جماعت کی صد سالہ تقریبات منائی جا رہی ہیں۔

اب خدا کے فضل سے وہ دن آئے ہیں جب خدام خلافت بھی اپنے سو سال مکمل کر رہے ہیں۔ ان میں سب سے اہم **اخبار الفضل** ہے جس کی بنیاد 2 مقدس خلفاء کے ہاتھوں سے رکھی گئی اور اس کے سو سال محض ان کی دعاؤں اور برکتوں سے عبارت ہیں۔ الفضل ایک فضل ہے جو سیدنا محمود کے ذریعہ **18 جون 1913**ء کو عالم احمدیت پر نور الدین کی دعاؤں کے جلو میں ظاہر ہوا اور دیوانہ وار خلافت احمدیہ کی روشنی اور اس کی برکات کو دنیا بھر میں ظاہر کرتا رہا۔ یہ خلافت کا پروانہ، اس کے ہاتھ کا مہرہ، اس کا بگل اور اس کی قرناء ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس غلام کے 100 سال پورے ہونے پر اسے یہ اعزاز بخشا ہے کہ اس کی صد سالہ تقریبات میں ایک خاص نمبر شائع کرنے کی منظوری دی جس میں اس کی تاریخ اور خدمات کو اجاگر کیا جائے تا نئی نسلوں کو اس سے زیادہ تعلق اور دلچسپی پیدا ہو۔ اس کے مطالعہ کی طرف توجہ ہو۔ اس کے علمی خزانوں سے استفادہ کا موقعہ میسر آئے۔

الفضل خلافت احمدیہ کی سو سالہ تجلیات اور جماعت کی والہانہ عقیدت کا آئینہ دار ہے اور اس کا ہر صفحہ اس دو طرفہ محبت کے عطر سے مملو ہے۔

الفضل نے ہی ہمیں بتایا کہ خلافت ثانیہ کے آغاز پر فتنہ انکار خلافت نے کس طرح سر اٹھایا اور پسر موعود نے کس طرح اسے کچل کر رکھ دیا۔

الفضل نے ہی اطلاع دی کہ بیرون پاکستان برطانیہ میں پہلے باقاعدہ مشن کا آغاز کیسے ہوا۔ بیت الفضل لندن کی بنیاد کن متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ رکھی گئی۔ الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پہلے دورہ یورپ سے لے کر آج تک خلفاء سلسلہ کے سفروں کی روداد کا حامل ہے۔ خلفاء نے کس طرح ایشیا، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا اور افریقہ کو ہوشیار کیا انہیں مسیح موعود کا پیغام پہنچایا۔ کس طرح اشاعت حق کے منصوبے بنائے اور قضیہ زمیں برسر زمین طے کیا۔

آج دنیا کے 202 ممالک میں احمدیت کا نفوذ ہو چکا ہے۔ الفضل نے ہر ملک اور ہر بڑے چھوٹے شہر میں پیغام حق پہنچانے کی تاریخ محفوظ کی ہے۔ مربیان کو کس طرح ملکانہ میں بھوکا پیاسا پھرنا پڑا یورپ میں مشنوں کے اخراجات کس طرح پورے کئے گئے۔

کئی ملکوں میں قاتلانہ حملے ہوئے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ الفضل نے ہی خلفاء کے مقدس ارشادات کو لفظ بہ لفظ محفوظ کیا اور یہ روحانی دودھ ہمیشہ اس نہر میں بہتا رہے گا اور بڑھتا رہے گا۔

الفضل نے ہمیں بتایا کہ جب جماعت کی مالی حالت نہایت کمزور تھی اس وقت بھی مصلح موعود مشرق و مغرب کی فتوحات کی داغ بیل ڈال رہے تھے۔ مالی اور جانی قربانیوں کی تحریک کر رہے تھے۔ پھر الفضل نے اس دلگداز داستان کو بھی اپنے سینہ میں سمیٹ لیا اس کو پڑھتے ہوئے آپ کے آنسو الفضل کے صفحات پر گرتے ہیں مگر انہیں کمزور نہیں کرتے مزید مضبوط کر دیتے ہیں۔

تقسیم ہند کے وقت جب جماعتیں بکھر چکی تھیں حضرت مصلح موعود نے الفضل کے ذریعہ انہیں اکٹھا کیا اور وادی غیر ذی زرع میں لا کر بسا دیا جو آج ایک شہر بے مثال ہے۔ خلافت رابعہ میں ہجرت لندن کے بعد بھی الفضل جماعت کو خلافت کے نئے نئے پروگراموں سے باخبر کرتا رہا اور اسی کی کوکھ سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل نے جنم لیا۔

جماعتی ادارے کس طرح پروان چڑھے۔ تحریک جدید، وقف جدید اور ذیلی تنظیموں نے کس طرح ارتقائی مراحل طے کئے۔ مجلس شوریٰ کے لئے خلفاء نے کس طرح محنت کی۔ اشاعت قرآن اور اشاعت لٹریچر کے لئے کیا جانفشانیاں کی گئیں۔ خدمت مخلوق کو کس طرح جماعت احمدیہ کے دل میں راسخ کیا گیا۔ نماز اور دیگر عبادات کے قیام کے لئے جو سرگرمیاں جاری رہیں یہ سب الفضل کے دامن کے خوبصورت پھول ہیں۔

احمدیت کی تاریخ شہادتوں سے بھرپور ہے الفضل نے ایک ایک شہید کی داستان شہادت کو محفوظ کیا۔ اسیروں کے دکھوں اور آلام کی کہانیاں لکھیں۔ بزرگوں، فدائیوں اور خدمت گزاروں کی داستانیں آنسوؤں کے ساتھ تحریر کیں۔ ان کی تصاویر کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

خلافت ثانیہ تا خامسہ کے قیام پر جو خدائی نشان ظاہر ہوئے جو خدائی بشارات ملیں۔ جس طرح دشمن کی جھوٹی خوشیاں پامال ہوئیں وہ سب الفضل کے حافظے میں ہے۔

اسے سجانے سنوارنے، بڑھانے میں بزرگوں سمیت ہر طبقہ زندگی کے احمدیوں نے حصہ لیا۔ شاعر ادیب اور قلمکار اس دستے کے سرخیل تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں سے اسے مہکایا اور دلوں کو گرمایا۔

اس مبارک موقع پر یہ سارے لوگ یاد آ رہے ہیں اور ان کے لئے دل دعا گو ہے۔ **ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور تمام جماعت احمدیہ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔**

اس شمارہ میں ایک طرف تو الفضل کے سو سال پر پھیلے ہوئے کارناموں پر کہیں تفصیلی اور کہیں طائرانہ نگاہ ڈالی گئی ہے اور دوسری طرف الفضل سے احباب جماعت کی بے تابانہ محبت کے نظارے ہیں۔ ان بزرگوں کی یادیں ہیں جو ہر صبح الفضل کے منتظر رہتے تھے اس کے مطالعہ سے دن کو مہکاتے اور راتوں کو جگمگاتے تھے۔ بچوں سے کہتے تھے پڑھ کر سناؤ تا کہ انہیں بھی شوق پیدا ہو۔ اس طرح انہوں نے متعدد بار حضرت مسیح موعود اور خلفاء کی کتب اور ارشادات کا مطالعہ کیا اور خلافت کے فدائی بن کر ابھرے ان پاک دل لوگوں کی کہانیاں بھی ہیں جو الفضل پڑھ کر چشمہ ہدایت تک آ پہنچے اور عشاق احمدیت میں شامل ہو گئے۔ پرانے بزرگوں کی تحریرات کے نمونے بھی شامل اشاعت ہیں۔

ان کی داستانیں بھی ہیں جو پہلے اعداء میں شامل تھے اور الفضل کی برکت سے انصار دین بن گئے۔ وہ بھی ہیں جو ہر روز دعائیہ اعلان پڑھ کر خدا کے حضور جھولی پھیلاتے ہیں۔ وہ بھی جو نظام کی آواز سن کر فوری لبیک کہتے ہیں۔

الفضل کے دامن میں سلسلہ کی 100 سالہ تاریخ ہے۔ کامیاب معمور اور خدا کے فضلوں اور جماعت کی جاں نثاریوں سے مرصع۔ یہ سب آپ کے سامنے ہے اور دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار۔ عبدالسمیع خان

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دار النصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 300 روپے

فہرست مضامین روزنامہ الفضل صد سالہ جوبلی سوونیئر 2013ء

بزرگوں کے تاثرات

بزرگوں کے تبرکات۔ نظم ونثر

مختصرات

تاریخی عکس

تصاویر

فرخ سلمانی

الفضل خلافت احمدیہ کی آواز

1913ء تا 2013ء۔ قدم قدم کہانی۔ ہر موڑ سنگ میل

تاریخ	واقعہ
18 جون 1913ء	ہفت روزہ الفضل کا پہلا پرچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ادارت میں شائع ہوا۔ آپ ہی اس کے پروپرائٹر پرنٹر اور پبلشر تھے۔ پہلا پرچہ $\frac{26x20}{4}$ کے 16 صفحات پر مشتمل تھا۔ یہ 12 رجب 1331ھ کا دن تھا۔ پہلے پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جون 1913ء درج کیا گیا۔ ابتدائی سرمایہ حضرت اماں جان، حضرت ام ناصر اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے عنایت فرمایا۔
26 تا 28 دسمبر 1913ء	الفضل کا روزانہ لوکل ایڈیشن شائع ہوا۔
14 مارچ 1914ء	خلافت ثانیہ کے قیام پر فتنہ انکار خلافت کے خلاف الفضل نے زبردست مہم چلائی اور غیر مبائعین کے اعتراضات اور وساوس کا قلع قمع کیا۔
21 مارچ 1914ء	حضرت مصلح موعود کے خلیفہ بننے کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب الفضل کے ایڈیٹر بنے۔ الفضل کو 27/اگست تک یہ اعزاز حاصل رہا۔
28 مارچ 1914ء	الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہونے لگا۔
7 جون 1914ء	الفضل کا سائز $\frac{22x18}{4}$ کر دیا گیا۔
اگست 1914ء	الفضل کی عملی ذمہ داری حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب ادا فرماتے رہے۔
3 دسمبر 1914ء	الفضل کے پرنٹر اور پبلشر حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی مقرر ہوئے۔
10 نومبر 1915ء	الفضل کو ہفتہ میں دو بار کر دیا گیا۔
8 تا 28 دسمبر 1915ء	الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا رہا۔
جنوری تا جون 1916ء	الفضل ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا رہا۔
4 جولائی 1916ء	الفضل کی ادارت محترم خواجہ غلام نبی صاحب نے سنبھالی جو 1946ء تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔
جولائی 1924ء	الفضل اپنے ابتدائی سائز $\frac{26x20}{4}$ پر شائع ہونے لگا۔
31 جولائی 1924ء تا 8 دسمبر 1925ء	حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ کی رپورٹنگ کے لئے الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا رہا۔
25 نومبر 1924ء	حضرت مصلح موعود کے دورہ یورپ سے واپسی پر الفضل نے خیر مقدم نمبر شائع کیا۔
11 دسمبر 1925ء	الفضل ہفتہ میں دو بار کر دیا گیا۔
12 جون 1928ء	سیرۃ النبیؐ کے بابرکت جلسوں کے حوالہ سے الفضل نے خاتم النبیّین نمبر 7 ہزار کی تعداد میں شائع کیا جسے دوبارہ بھی شائع کیا گیا۔ اس طرح کے نمبر کئی سال شائع ہوتے رہے۔ 1929ء میں خاتم النبیّین نمبر 15 ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔
15/اپریل 1930ء	فتنہ مستریاں کی سرکوبی کے لئے الفضل ہفتہ میں 4 بار شائع ہونے لگا۔
30 مئی 1930ء	ہفتہ میں 3 بار شائع ہونے لگا۔
8 مارچ 1935ء	الفضل روزنامہ ہو گیا۔ حضرت مصلح موعود نے خاص پیغام عطا فرمایا۔
26 مارچ 1935ء	الفضل کے صفحات 8 کر دیئے گئے۔
یکم جولائی 1936ء	الفضل کے صفحات عام طور پر 12 اور خطبہ نمبر کے صفحات 16 کر دیئے گئے۔
20/اکتوبر 1937ء	الفضل کے صفحات 8 کر دیئے گئے تاہم خطبہ نمبر 16 صفحات پر شائع ہوتا رہا۔
28 دسمبر 1939ء	الفضل نے خلافت ثانیہ جوبلی نمبر شائع کیا۔
1939ء	آغاز سے 1939ء تک الفضل پر 3 مقدمات بنائے گئے۔
15 ستمبر 1947ء	لاہور سے روزنامہ الفضل کا اجرا ہوا۔ اس وقت الفضل قادیان سے بھی جاری تھا۔
17 ستمبر 1947ء	الفضل کا آخری پرچہ قادیان سے شائع ہوا۔
26 دسمبر 1950ء	الفضل نے سالانہ نمبر شائع کرنا شروع کیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔
27 فروری 1953ء	روزنامہ الفضل کو حکومت نے ایک سال کے لئے بند کر دیا۔
15 مارچ 1954ء	الفضل ایک سال کے جبری تعطل کے بعد دوبارہ لاہور سے شروع ہوا۔
31 دسمبر 1954ء	الفضل ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے شائع ہونے لگا۔ الفضل کا دفتر دارالرحمت غربی ربوہ میں تھا۔
12 دسمبر 1984ء	الفضل پر حکومت نے پابندی لگا دی۔
28 نومبر 1988ء	الفضل 3 سال 11 ماہ 9 دن کے بعد دوبارہ جاری ہوا۔ ایڈیٹر مکرم نسیم سیفی صاحب مقرر ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خاص پیغام بھجوایا۔ دفتر الفضل جدید پریس ربوہ کی عمارت میں منتقل ہوا۔
25 مارچ 1989ء	الفضل نے احمدیہ صد سالہ جشن تشکر نمبر شائع کیا۔
1988ء تا 2005ء	الفضل کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف 100 کے قریب مقدمات درج کئے گئے۔
21 جون تا 20/اگست 1990ء	الفضل پر پھر پابندی لگا دی گئی۔
7 جنوری 1994ء	لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا آغاز۔
7 فروری تا 8 مارچ 1994ء	الفضل کے ایڈیٹر نسیم سیفی صاحب، پبلشر و مینیجر آغا سیف اللہ صاحب اور پرنٹر قاضی منیر احمد صاحب گرفتار رہے۔
1998ء	الفضل کے مضامین کا سال وار انڈیکس شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔
1999ء تا 2011ء	الفضل کے سالانہ نمبرز کے عناوین درج ذیل ہیں۔ سیرت صحابہ رسولؐ۔ توحید باری تعالیٰ۔ انٹرنیشنل جلسہ سالانہ جرمنی 2001ء۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء۔ سیدنا طاہر نمبر۔ دورہ افریقہ 2004ء۔ نظام وصیت۔ دورہ مشرق بعید 2006ء۔ قرآن نمبر۔ خلافت نمبر۔ نماز نمبر۔ صفائی، وقار عمل اور شجرکاری نمبر۔ خدمت خلق نمبر
3/اکتوبر 2002ء	الفضل انٹرنیٹ پر میسر ہو گیا۔ تازہ ترین شمارہ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔
6 تا 10/اگست 2005ء	الفضل پر پابندی۔
یکم جنوری 2008ء	الفضل کے مضامین 1913ء تا 1965ء پر مشتمل انڈیکس شائع کیا گیا۔

الحکم اور البدر کو حضرت مسیح موعود نے اپنا بازو قرار دیا تھا۔ آج یہی فریضہ اور یہی اعزاز الفضل کے حصہ میں آیا ہے۔

آج مرکز سلسلہ اور بیرونی ممالک سے شائع ہونے والے تمام رسائل و جرائد اور بلیٹن ایک پہلو سے الفضل ہی کے خوشہ چین ہیں۔ کیونکہ وہ الفضل میں شائع ہونے والے حضور کے تازہ ترین خطبہ کا خلاصہ یا ترجمہ نقل کرتے ہیں نیز حسب ضرورت دیگر مضامین بھی اصل یا ترجمہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔

روزنامہ الفضل کی 100 سالہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار یا تعلیمی مجلّہ خلافت احمدیہ کی آواز ہے۔ تاریخ احمدیت کا ماخذ ہے۔ مرحوم بزرگوں کی سیرت و سوانح کا ریکارڈ ہے۔ جماعت احمدیہ میں ہونے والی ولادتوں، وفاتوں، نکاحوں اور شادیوں کا روزنامچہ ہے۔ علمی، ادبی، سائنسی، تاریخی، جغرافیائی اور طبی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اختلافی مسائل کا ذخیرہ ہے۔ موصیان کا رجسٹر ہے۔ انقلابات زمانہ اور سیاسی خبروں کا خلاصہ ہے۔ شاعری کا چمن ہے اور یہ باغ احمدیت کی وہ نہر ہے جو ہر صبح بیشمار دلوں کی پیاس بجھاتی ہے۔

آخری زمانہ کے متعلق قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشگوئیاں جو پوری ہوگئیں

آسمانی اور زمینی انقلابات۔ ذرائع آمد و رفت اور رسل و رسائل کی ترقی۔ مسیح موعود کی آمد

ابن رشید

گروہ آخرین

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔ (الجمعۃ:4,3)

یوم موعود

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اور موعود دن کی۔ اور ایک گواہی دینے والے کی اور اس کی جس کی گواہی دی جائے گی۔ (البروج:2 تا4)

ہزار سالہ دور

وہ فیصلے کو تدبیر کے ساتھ آسمان سے زمین کی طرف اتارتا ہے۔ پھر وہ ایک ایسے دن میں اس کی طرف عروج کرتا ہے جو تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتا ہے۔ (السجدہ:6)

اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔ (الفرقان:31)

فجر کا طلوع

قسم ہے فجر کی۔ اور دس راتوں کی۔ اور جفت کی اور طاق کی۔ اور رات کی جب وہ چل پڑے۔ کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لئے کوئی قسم ہے؟ (الفجر:2 تا6)

غلبہ حق

وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں۔ (الصّف:10,9)

یاجوج و ماجوج

اور قطعاً لازم ہے کسی بستی کے لئے جسے ہم نے ہلاک کر دیا ہو کہ وہ لوگ پھر لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھولا جائے گا اور وہ ہر اونچی جگہ سے دوڑے چلے آئیں گے۔ (الانبیاء:97,96)

اور اس دن ہم ان میں سے بعض کو بعض پر موج در موج چڑھائی کرنے دیں گے اور صور پھونکا جائے گا اور ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔ (الکہف:100)

کسوف وخسوف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا تو (جواب دے کہ) جب نظر چندھیا جائے گی اور چاند گہنا جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جائیں گے۔ (القیامہ 7 تا10)

سائنسی ترقیات اور انقلابات

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔ اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔ اور جب نفوس ملا دیئے جائیں گے۔ اور جب زندہ درگور کی جانے والی (اپنے بارہ میں) پوچھی جائے گی۔ (کہ) آخر کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی ہے؟ اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔ اور جب آسمان کی کھال ادھیڑ دی جائے گی۔ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ (التکویر:2 تا13)

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے جھڑ جائیں گے۔ اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔ اور جب قبریں اکھاڑی جائیں گی۔ ہر نفس کو علم ہو جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ (الانفطار:2 تا6)

پس جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ اور جب آسمان میں (طرح طرح کے) سوراخ کر دیئے جائیں گے۔ اور جب پہاڑ جڑوں سے اکھیڑ دیئے جائیں گے۔ اور جب رسول مقررہ وقت پر لائے جائیں گے۔ (المرسلٰت:9 تا12)

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور اپنے رب کی طرف کان دھرے گا اور یہی اس پر لازم کیا گیا ہے۔ اور جب زمین کشادہ کر دی جائے گی۔ اور جو کچھ اس میں ہے نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔ اور اپنے رب کی طرف کان دھرے گی اور یہ اس پر لازم کیا گیا ہے۔ (الانشقاق:2 تا6)

جب زمین اپنے بھونچال سے جنبش دی جائے گی۔ اور زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔ کیونکہ تیرے رب نے اسے وحی کی ہوگی۔ (الزلزال:2 تا6)

سورۃ المرسلات کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ المرسلات میں اس زمانہ کی سائنسی ترقی کے ذکر کو گواہ ٹھہرایا گیا ہے کہ جس اللہ نے ان غیبی امور کی خبر دی ہے وہ ہر قسم کے انقلاب برپا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ چنانچہ کچھ ایسے اڑنے والوں کا ذکر ہے جو آغاز میں آہستہ آہستہ اڑتے ہیں اور پھر تیز آندھیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ فی زمانہ تیز ترین جہازوں کا بھی یہی حال ہے کہ آہستہ آہستہ روانہ ہوتے ہیں اور پھر ان کی رفتار میں بے حد سرعت پیدا ہوتی ہے اور ان جہازوں کے ذریعہ دشمن سے لڑائی کے دوران کثرت سے اشتہار پھینکے جاتے ہیں اور یہ فرق ظاہر کیا جاتا ہے کہ اگر تم ہمارے ساتھ ہو تو ہم تمہارے مددگار ہوں گے ورنہ ہماری پکڑ سے تمہیں کوئی بچا نہیں سکے گا۔

سورۃ المرسلات میں آئندہ جنگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ تین شعبوں والی ہوں گی یعنی بری بھی، بحری بھی اور فضائی بھی اور آسمان سے ایسے شعلے برسیں گے جو قلعوں سے مشابہ ہوں گے، گویا وہ جوگیا رنگ کے اونٹ ہیں۔ ان آیات نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ یہ باتیں تمثیلی رنگ میں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی ایسی جنگ کا تصور موجود نہیں تھا جس میں آسمان سے شعلے برسیں۔ اس لئے لازماً یہ اس علیم و خبیر ہستی کی طرف سے ایک پیشگوئی ہے جو مستقبل کے حالات بھی جانتا ہے۔

آسمان سے قیامت کے دن تو شعلے نہیں برسائے جائیں گے۔ اس لئے یہاں ایک ایٹمی جنگ کی پیشگوئی معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر سورۃ دخان میں بھی ملتا ہے کہ اس دن آسمان ان پر ایسی ریڈیائی لہریں برسائے گا کہ اس کے سائے تلے وہ ہر امن سے محروم ہو جائیں گے۔

سورۃ التکویر کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ التکویر میں یہ پیشگوئی ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ چلائے جائیں گے یعنی پہاڑوں کی طرح بڑے بڑے سمندری جہاز بھی اور فضائی جہاز بھی سفر اور بار برداری کے لئے استعمال ہوں گے اور اونٹنیاں ان کے مقابل پر بیکار کی طرح چھوڑ دی جائیں گی۔ یہ وہ زمانہ ہوگا جب کثرت سے چڑیا گھر بنائے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا اور اس زمانہ کے چڑیا گھر بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ اتنے بڑے بڑے جانور سمندری اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ ان میں منتقل کئے جاتے ہیں کہ اس زمانہ کے انسان کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

سورۃ التکویر میں سمندری لڑائیوں کی پیشگوئی ہے جب کثرت سے سمندروں میں جہاز رانی ہوگی اور اس کے نتیجہ میں دُور دُور کے لوگ آپس میں ملائے جائیں گے یعنی صرف جانور ہی اکٹھے نہیں کئے جائیں گے بلکہ بنی نوع انسان بھی ملائے جائیں گے۔ وہ دور قانون کا دور ہوگا یعنی تمام دنیا پر قانون کی حکمرانی ہوگی یہاں تک کہ

جب صحیفے پھیلائے جائیں گے

حضرت مصلح موعود سورۃ التکویر کی آیت 11 کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

واذا الصحف نشرت کے 3 معنے ہیں۔ 1۔ جبکہ صحیفے پھیلائے جائیں گے۔ 2۔ جبکہ وہ کھولے جائیں گے۔ 3۔ وہ صحیفے پھر زندہ کئے جائیں گے۔ یہ تینوں معنے اس زمانہ میں بڑی شان کے ساتھ پورے ہو رہے ہیں۔ (1) کے مطابق کتابوں اور اخبارات کی اشاعت کیلئے پریس موجود ہیں اور ذرائع مواصلات کے ذریعہ کتب اور اخبارات سارے جہان میں پھیل جاتی ہیں۔ (2) کے مطابق کتابوں کے پڑھنے اور لائبریریوں کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ (3) کے مطابق آثار قدیمہ کی لائبریریاں نکل آئی ہیں۔ (تفصیل کے لئے تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 224)

انسان کو یہ بھی اختیار نہیں دیا جائے گا کہ خود اپنی اولاد کے ساتھ ظلم کا سلوک کرے۔ یہ دور کثرت سے کتب ورسائل کی اشاعت کا دَور ہوگا اور آسمان کے رازوں کی جستجو کرنے والے گویا آسمان کی کھال ادھیڑ دیں گے۔ اس دن دوزخ بھی بھڑکائی جائے گی جو جنگ کی دوزخ بھی ہوگی اور آسمانی غضب کی دوزخ بھی ہوگی۔ اس کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں گے اور اس پر ثابت قدم رہیں گے ان کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی ہر شخص کو علم ہو جائے گا کہ اس نے اپنے لئے آگے کیا بھیجا ہے۔

سورۃ القلم کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ القلم لفظ ''ن'' سے شروع ہوتی ہے جس کا ایک معنی دوات کا ہے اور قلم سے لکھنے والے تمام اس کے محتاج رہتے ہیں اور انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے۔ اگر انسانی ترقی میں سے تحریر کو نکال دیا جائے تو انسان جہالتوں کی طرف لوٹ جائے اور پھر کبھی اسے کوئی علمی ترقی نصیب نہیں ہوسکتی۔

سورۃ الطّور کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ الطّور میں ایک ایسی لکھی ہوئی کتاب کی قسم کھائی گئی ہے جو چمڑے کے کھلے صحیفوں پر لکھی ہوئی ہے۔ چونکہ پرانے زمانہ میں چمڑے پر لکھنے کا رواج تھا اس لئے وہ کتاب چمڑے کے صحیفوں پر لکھی ہوئی بتائی گئی ہے اور اس کتاب میں ہی بیت اللہ کی پیشگوئی موجود ہے جو متقیوں اور روحانیت سے معمور ہوگا اور پھر اونچی چھت والے آسمان کو گواہ ٹھہرایا گیا اور جوش مارتے ہوئے سمندر کو بھی جن دونوں کے مابین پانی مسخر کر دیا گیا ہے اور وہ زندگی کا سہارا بنتا ہے۔ ان تمام آسمانی گواہیوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ یہ انذار فرماتا ہے کہ جس دن آسمان سخت لرزہ کھائے گا اور پہاڑوں جیسی بڑی بڑی دنیاوی طاقتیں اکھیڑ پھینکی جائیں گی اور سب دنیا میں پراگندہ ہو جائیں گی، اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے دنیا ہی میں بہت بڑی ہلاکت ہوگی۔

سورۃ الذاریات کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ الذاریات کے آغاز میں فرمایا: ''قسم ہے بیج بکھیرنے والیوں کی ......'' اب ظاہری طور پر لفظاً لفظاً بھی یہ پیشگوئی پوری ہوچکی ہے کیونکہ واقعی آجکل ہوائی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ بیج بکھیرے جاتے ہیں اور بہت بڑے بڑے بوجھ اٹھا کر جہاز اُڑتے ہیں اور باوجود ان بوجھوں کے سبک رو ہوتے ہیں اور اہم اطلاعات ان جہازوں کے ذریعہ مختلف غالب قوموں کو بھی پہنچائی جاتی ہیں اور مغلوب اور مقہور قوموں کو بھی۔

اس کے بعد یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ بیج بکھیرنے والیاں اور بوجھ اٹھانے والیاں کوئی زمین پر بوجھ اٹھا کر چلنے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ آسمان پر اُڑنے والے وجود ہیں۔ چنانچہ اس آسمان کو گواہ ٹھہرایا گیا جو فضائی رستوں والا آسمان ہے۔ چنانچہ آج نظر اٹھا کر دیکھیں تو ہر جگہ جہازوں کے رستوں کے نشان ملتے ہیں۔ پس ان سب امور کا نتیجہ یہ نکالا گیا کہ تم آخرت کا انکار کر کے شدید گمراہی میں مبتلا ہو چکے ہو۔

سورۃ النازعات کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ النازعات میں بڑی وضاحت کے ساتھ ایسی جنگوں کا ذکر ہے جن میں آبدوز کشتیاں استعمال ہوں گی۔ والنّازعَاتِ غَرْقًا کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ لڑائی کرنے والیاں اس غرض سے ڈوب کر حملہ کرتی ہیں کہ دشمن کو غرق کر دیں اور پھر اپنی ہر کامیابی پر خوشی محسوس کرتی ہیں اور اسی طرح جنگ وجدال کی یہ دوڑ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں صرف ہو جاتی ہے اور دونوں طرف سے دشمن بہت بڑی تدبیریں کرتا ہے۔ وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا سے تیرنے والیاں مراد ہیں خواہ سمندر کے اندر غرق ہو کر تیریں یا سطح سمندر پر اور بسا اوقات آبدوز کشتیاں اپنی فتح کے بعد سطح سمندر پر اُبھر آتی ہیں۔

سورۃ الانشقاق کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ الانشقاق میں زمین کے پھیلا دیئے جانے کا ذکر ہے۔ ویسے تو زمین اس دنیا میں پھیلائی ہوئی دکھائی نہیں دیتی لیکن نزول قرآن کے زمانہ میں انسان کے علم میں صرف آدھی دنیا تھی اور آدھی دنیا امریکہ وغیرہ کی دریافت کے ذریعہ معناً پھیلا دی گئی اور یہی وہ دور ہے جس میں سب سے زیادہ زمین اپنے مدفون رازوں کو اٹھا کر باہر پھینک دے گی، گویا خالی ہو جائے گی۔ یہ نیا سائنسی ترقی کا دور امریکہ کی دریافت سے ہی شروع ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ پیشگوئی ہے کہ جب دن اندھیروں میں تبدیل ہو رہا ہوگا اور پھر رات چھا جائے گی اور ایک دفعہ پھر دین کا چاند طلوع ہوگا، اُس دن تم درجہ بدرجہ اپنی ترقی کی آخری منازل طے کر رہے ہوگے۔

سورۃ البروج کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:

اس سورۃ کا گزشتہ سورۃ سے تعلق یہ ہے کہ اس میں ازسرنو (دین) کے چاند کے طلوع ہونے کا ذکر تھا۔ یہ واقعہ کب رونما ہوگا اور اس کا مقصد کیا ہوگا؟ یاد رہے کہ آسمان کے بارہ برج ہیں تو گویا بارہ سو سال کے بعد اس پیشگوئی کے ظہور کا وقت آئے گا اور جس طرح چاند سورج کی گواہی دیتا ہے اسی طرح ایک آنے والا شاہد اپنے عظیم مشہود یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی گواہی دے گا اور اس گواہی میں اس کے سچے متبعین بھی شامل ہوں گے۔ ان کا اس کے سوا کوئی جرم نہیں ہوگا کہ وہ آنے والے پر ایمان لے آئے لیکن اس کے باوجود ان کو انتہائی ظالمانہ سزائیں دی جائیں گی یہاں تک کہ آگ میں جلایا جائے گا اور دیکھنے والے آرام سے اس کا تماشا دیکھیں گے۔ یہ تمام واقعات من وعن پاکستان میں مخلص احمدیوں کے خلاف مسلسل ہو رہے ہیں۔

اس سورۃ کے آخر پر اس بات کی بشدت تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ پہلی قوموں نے بھی جب اس قسم کے مظالم کئے تھے تو ان کے مظالم نے انہیں گھیر لیا تھا۔ پس اس قرآن کی قسم ہے جو لوح محفوظ میں ہے کہ تم بھی اپنے جرموں کی سزا پاؤ گے۔

سورۃ الانفطار کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ الانفطار میں ستاروں کے ٹوٹ جانے کا ذکر ہے کہ کلیۃً انسان رات کے اندھیروں میں ستاروں کے نور سے بھی محروم کر دیا جائے گا اور پھر سمندر کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات دہرائی گئی کہ صرف سمندروں میں ہی کثرت سے جہاز رانی نہیں ہوگی اور ان کے راز دریافت کرنے کے لئے ان کو پھاڑا نہیں جائے گا بلکہ خشکی پر بھی آثار قدیمہ والے گزشتہ زمانہ کی مدفون تہذیبوں کی قبریں اکھیڑیں گے۔ اس دن انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے پہلے بنی نوع انسان اپنے آگے کیا بھیجتے رہے ہیں اور بعد کے دَور کے آنے والے بھی کیا آگے بھیجیں گے۔

سورۃ الدخان کی پیشگوئی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

اس جگہ دخان سے ایٹمی دھوئیں کی طرف بھی اشارہ مراد ہوسکتا ہے جس کے سائے کے نیچے کوئی چیز بھی محفوظ نہیں رہ سکتی بلکہ طرح طرح کی ہلاکتوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جدید سائنسدانوں کی طرف سے یہ تنبیہ ہے کہ ایٹمی دھوئیں کے سائے کے نیچے زندگی کی ہر قسم مٹ جائے گی یہاں تک کہ زمین کے اندر دفن جراثیم بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ایسا ہوگا تب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے کہ اے اللہ! اس نہایت دردناک عذاب کو ہم سے ٹال دے۔ یہاں یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ اس قسم کا عذاب وقفہ وقفہ سے آئے گا۔ یعنی ایک عالمی جنگ کی ہلاکت خیزیوں کے بعد کچھ عرصہ مہلت دی جائے گی، اس کے بعد پھر اگلی عالمی جنگ نئی ہلاکتیں لے کر آئے گی۔

سورۃ الدخان کے متعلق آنحضرت ﷺ کو یہ علم دیا گیا تھا کہ اس کی پیشگوئیوں کے ظہور کا زمانہ دجال کے ظہور سے تعلق رکھتا ہے۔

سورۃ القارعہ کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

یہ سورۃ گزشتہ سورۃ کی تنبیہ کا ہی اعادہ کر رہی ہے کہ کبھی کبھی انسان کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے ایک ہولناک آواز اس کے دروازے کھٹکھٹائے گی۔ یہ کھٹکھٹانے والی آواز کیا ہے؟ پھر غور کرو کہ یہ آواز کیا ہے؟ جب ہولناک جنگوں کی تباہ کاری کے نتیجہ میں انسان ٹڈی دل کی طرح پراگندہ ہو جائے گا اور گویا پہاڑ بھی دھنی ہوئی اون کی طرح ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ یہاں پہاڑوں سے مراد بڑی بڑی دنیاوی طاقتیں ہیں اور یقیناً کوئی اخروی قیامت کا ذکر نہیں کیونکہ اس میں تو کوئی پہاڑ ریزہ ریزہ نہیں کئے جائیں گے۔ اس وقت جن قوموں کے پاس زیادہ بھاری جنگی سامان ہوں گے وہ فتحیاب ہوں گی اور جن کے جنگی سامان نسبتاً ہلکے ہوں گے وہ جنگ کی ھاویہ میں گرائی جائیں گی۔ یہ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

سورۃ الھمزہ کی پیشگوئیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

سورۃ العصر کے بعد سورۃ الھمزۃ آتی ہے جو اموال کی حریص قوموں کے لئے اب تک بیان فرمودہ انتباہات میں سے سب سے بڑا انتباہ ہے۔ فرمایا کیا اس زمانہ کا بڑا انسان یہ گمان کرے گا کہ اس کے پاس اس کثرت سے دولت اکٹھی ہوچکی ہے اور وہ اسے بے دریغ اپنے دفاع میں خرچ کر رہا ہے گویا اب اسے اس دنیا میں ابدی برتری حاصل ہوگئی ہے؟ خبردار وہ ایک ایسی آگ میں جھونکا جائے گا جو چھوٹے سے چھوٹے ذروں میں بند کی گئی ہے اور تجھے کیا پتہ کہ وہ کونسی آگ ہے؟

یہ سوال طبعی طور پر اٹھتا ہے کہ چھوٹے سے ذرہ میں آگ کیسے بند کی جاسکتی ہے؟ لازماً اس میں اس آگ کا ذکر ہے جو ایٹم میں بند ہوتی ہے اور لفظ حطمہ اور ایٹم (Atom) میں صوتی مشابہت ہے۔ یہ وہ آگ ہے جو دلوں پر لپکے گی اور ان پر لپکنے کے لئے ایسے ستونوں میں بند کی گئی ہے جو کھینچ کر لمبے ہو جائیں گے۔

یہ ساری سورۃ انسان کو سمجھ آ ہی نہیں سکتی جبکہ اس ایٹمی دور کے حالات اس پر روشن نہ ہوں۔ وہ ایٹمی مادہ جس میں یہ آگ بند ہے وہ پھٹنے سے پہلے عمد ممددۃ کی شکل اختیار کرتا ہے یعنی بڑھتے ہوئے اندرونی دباؤ کی وجہ سے پھیلنے لگتا ہے اور اس کی آگ انسانوں کے بدن جلانے سے پہلے ان کے دلوں پر لپکتی ہے اور انسانوں کی حرکت قلب بند ہو جاتی ہے۔ تمام سائنسدان گواہ ہیں کہ بالکل یہی واقعہ ایٹم بم پھٹنے سے رونما ہوتا ہے۔

(باقی صفحہ 12 پر)

دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا۔ (الہام حضرت مسیح موعود 11 فروری 1906ء۔ تذکرہ ص 508)

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود

جن کے موعود بیٹے نے الفضل جاری کیا اور جن کے پیغام کی اشاعت کے لئے الفضل ہمہ وقت کوشاں ہے

آخری زمانہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیاں۔ احادیث، بزرگان امت اور صحف سابقہ سے

موعود کی بشارات

ایمان کی واپسی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ نے آیت و آخرین منھم کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے سوال کیا کہ اے خدا کے رسول یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس سائل نے دو تین مرتبہ یہ بات پوچھی۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں ہمارے درمیان سلمان فارسی موجود تھے نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ سلمان پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا ستارہ کی بلندی تک بھی چلا گیا تو ان لوگوں یعنی قوم سلمانؓ میں سے کچھ لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس حدیث نمبر 4618)

فارسی الاصل کی پیشگوئی

حضرت زرتشت ایک پیشگوئی میں فرماتے ہیں۔

شریعت عربی پر ہزار سال گزر جائیں گے تو تفرقوں سے دین ایسا ہو جائے گا کہ اگر خود شارع (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی اسے پہچان نہ سکے گا......اور ان کے اندر انشقاق اور اختلاف پیدا ہو جائے گا اور روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے...... جب ایسا ہو گا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو تیرے لوگوں سے (فارسی الاصل) ایک شخص کو کھڑا کروں گا جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا۔ میں پیغمبری و پیشوائی (نبوت و خلافت) تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا۔

(سفرنگ دساتیر صفحہ 190 ملفوظات حضرت زرتشت مطبوعہ 1280ھ مطبع سراجی دہلی)

مجدد دین کی آمد

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ کھڑے کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المئۃ حدیث نمبر 3740)

73 فرقوں کی پیشگوئی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ کا حال ہوا اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

(ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ حدیث نمبر 2564)

خلافت علیٰ منہاج النبوت کا قیام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اندر نبوت موجود رہے گی جب تک خدا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو گی جب تک خدا چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ یہ نعمت بھی اٹھا لے گا پھر ایک طاقتور اور مضبوط بادشاہت کا دور آئے گا جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گا پھر اسے بھی اٹھا لے گا اور ظالم و جابر حکومت کا زمانہ آئے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہو گی اس کے بعد رسول اللہؐ خاموش ہو گئے۔

(مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

نزول ابن مریم

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اے مسلمانو!) تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تمہارے اندر نازل ہوں گے اور وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ تمہاری امامت کرائیں گے اور تم میں سے ہوں گے۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ حدیث نمبر 3193 و مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ حدیث نمبر 224)

غلبہ حق

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے تب اللہ تعالیٰ مہدی کو ظاہر ہونے کا ارشاد فرمائے گا اس کے ذریعہ اسلام کو غلبہ بخشے گا اور اس کی تجدید کرے گا۔

(ینابیع المودۃ جلد 3 ص 100 شیخ سلیمان۔ طبع دوم مطبع عرفان بیروت)

آخری زمانہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب فتنے زوروں پر ہوں گے اور لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے تب اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا جو گمراہی کے قلعوں اور بند دلوں کو فتح کرے گا۔ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر گئی تھی۔

(ینابیع المودۃ جلد 3 ص 93۔ شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم طبع دوم۔ مطبع عرفان۔ بیروت)

قیامت اشرار پر

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا معاملات شدت اختیار کرتے جائیں گے۔ دنیا اخلاق پستی میں بڑھتی چلی جائے گی اور لوگ حرص و بخل میں ترقی کرتے چلے جائیں گے اور صرف برے لوگوں پر ہی قیامت آئے گی اور کوئی مہدی مسیح کے سوا نہیں ہو گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان حدیث نمبر:4029)

آسمانی نشانات

چانداور سورج کی گواہی

حضرت امام محمد باقرؒ (حضرت امام علی زین العابدین کے صاحبزادے اور حضرت امام حسینؓ کے پوتے) روایت کرتے ہیں کہ ہمارے مہدی کی سچائی کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے وہ کسی کی سچائی کیلئے اس طرح ظاہر نہیں ہوئے۔ چاند کو اس کے گرہن کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ (یعنی 13) کو گرہن ہو گا اور سورج کو اس کے گرہن کی تاریخوں میں سے درمیانی تاریخ (یعنی 28) کو گرہن ہو گا اور جب سے اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا، ان دونوں کو اس سے پہلے بطور نشان کبھی گرہن نہیں ہوا۔

(سنن دار قطنی کتاب العیدین باب صفۃ صلوٰۃ الخسوف والکسوف حدیث نمبر 1816)

الہامی قصیدہ

حضرت سید نورالدین المعروف شاہ نعمت اللہ ولی زمانہ 8 ویں صدی ہجری الہامی قصیدہ میں لکھتے ہیں:

میں چاند کا چہرہ سیاہ دیکھ رہا ہوں سورج کا دل زخمی دیکھ رہا ہوں۔

(آٹھ صد سالہ پیشگوئی ص 26 ناشر ایچ ایم سرور نظامی فیصل آباد)

مولوی محمد بن بارک اللہ لکھو کے لکھتے ہیں۔

تیرھویں چن ستیہویں سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ہک روایت والے

(احوال الآخرت پنجابی ص 23 بیان علامات کبریٰ قیامت)

ابن آدم کی آمد

متی کی انجیل میں لکھا ہے سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے۔ اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی تب ابن انسان کا نشان آسمان پر ظاہر ہو گا۔ (متی باب 24 آیت 29,30)

اس مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور آسمان کے ستارے گریں گے۔

(مرقس باب 13 آیت 25,24)

سورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے۔

(لوقا باب 21 آیت 25)

کلکی اوتار

ہندو مذہب میں مہاتما سورداس جی کا مقام خدا رسیدہ لوگوں میں بہت بلند ہے اور ان کے اقوال ہندو قوم کے لئے حجت ہیں۔ وہ شری کرشن جی کی بعثت ثانی کی علامات اپنے شعروں میں یوں بیان کرتے ہیں:

چاند اور سورج کو راہو پکڑ کر کھا لے گا۔ اس دور میں موتا موتی بہت ہو گی۔ اس وقت کلکی اوتار شری کرشن جی مبعوث ہو کر لوگوں کی اصلاح کر رہے ہوں گے۔ ایسا یوگ (اجتماع اجرام فلکی و گرہن) 1900 سال بکرمی (1844ء) گزرنے کے بعد واقع ہو گا۔

(سورساگر مجموعہ کلام مہاتما سورداس جی منقول از چیتاونی ص 103,102)

سورج چاند ساتھ ہوں گے

سکھ مذہب کی مقدس کتاب گوروگرنتھ کے ایک اقتباس اور اس کی شرح میں لکھا ہے مہاراجہ کرشن جب منہ کلنک ہو کر تشریف لائیں گے تو اس وقت سورج اور چاند اس کے ساتھ ہوں گے اور اس کی صداقت پر گواہ ہوں گے۔

(گوروگرنتھ ص 1403)

دمدار ستارے کی پیشگوئی

عن کعب انه قال يطلع نجم من المشرق قبل خروج المهدي له ذناب

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ مہدی کے خروج سے قبل مشرق سے ایک ستارہ نکلے گا جس کی ذناب ہو گی۔ لفظ ذناب کا مطلب ہے وہ رسی جس سے اونٹ کی دم باندھی جائے اور چیز کے پچھلے حصے کو بھی ذناب کہتے ہیں۔

(الفتن تالیف نعیم بن حماد بن معاویہ، ناشر دارالکتب العلمیہ بیروت طبعۃ ثانیہ، باب ما یذکر من علامات من

السماء فیھما فی انقطاع ملک بنی عباس ص152)

چمکتی دم والا ستارہ

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ ''مہدی کے خروج سے قبل مشرق سے ایک ستارہ نکلے گا جس کی چمکتی ہوئی دم ہوگی''۔

(عقد الدرر فی اخبار المنتظر، مؤلف یوسف بن یحیٰی بن علی، ناشر مکتبہ عالم الفکر، قاہرہ 1979ء ص111، فی الفصل الثالث فی الصوت والھدۃ والمعمعۃ والحوادث)

زمینی نشانات

1200 سال کے بعد

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خاص نشانات وعلامات کا ظہور دوسو سال بعد ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الایات حدیث نمبر 4047)

حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ بھی امکان ہے کہ المئتین کے لفظ میں ''ال'' کی تخصیص سے مراد ہزار سال بعد دو سال ہوں (گویا بارہ سو سال بعد خاص نشانات کا ظہور ہوگا) اور یہ زمانہ ظہور مسیح و مہدی اور دجال کا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ جلد 5 صفحہ 185 مصر)

زلزلے آئیں گے

حضرت مسیح علیہ السلام نے آخری زمانہ کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہوں گی۔ (متی باب 24:7,8)

قتل وغارت کی کثرت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

قیامت اس وقت آئے گی جب علم قبض کر لیا جائے گا اور زلزلے کثرت سے آئیں گے اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل وغارت کی کثرت ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعہ باب فی الزلازل حدیث نمبر:978)

اختلافات

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو لوگوں کے اختلاف اور زلازل کے وقت آئے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

(مسند احمد۔ حدیث نمبر:10898)

قدیم سواریاں ترک کر دی جائیں گی

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:۔

خدا کی قسم ابن مریم حکم عدل بن کر نازل ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو ختم کریں گے اور جوان اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان پر سفر نہیں کیا جائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ حدیث نمبر 221)

فتنوں کے بعد

ہندوستان کے ایک خدا رسیدہ بزرگ نعمت اللہ ولیؒ (زمانہ 560ھ) نے آنے والے موعود کی پیشگوئی کرتے ہوئے اشعار میں فرمایا:

ہندوستان میں اور اس کے کناروں میں بڑے بڑے فتنے اٹھیں گے اور جنگ اور ظلم ہوگا۔ امیر غریب اور فقیر امیر ہو جائے گا۔ ہندوستان کی پہلی بادشاہی جاتی رہے گی اور نیا سکہ چلے گا۔ تب مہدی اور عیسیٰ آئے گا۔

(اربعین فی احوال المہدیین۔ مطبوعہ 1268ھ)

دجال اور یاجوج ماجوج

دجال کی قوت وشوکت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا نوح علیہ السلام اور ان کے بعد نبیوں نے اس سے ڈرایا اور وہ (دجال) تمہارے اندر ضرور ظاہر ہوگا اور اس کی جو حالت وکیفیت اب تم پر مخفی ہے وہ اس وقت کھل جائے گی۔ تمہارا رب یک چشم نہیں ہے اور دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے گویا اس کی آنکھ کا ڈیلا ابھرا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع حدیث نمبر 4051)

دجال کا حلیہ

حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث نمبر 6590)

اس کی بائیں آنکھ بہت چمکتی ہوئی ہوگی گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔

(کنز العمال جلد 14 ص137 خروج الدجال حدیث 38784)

اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا جسے پڑھا ہوا اور ان پڑھ دونوں پڑھ سکیں گے۔ (مسند احمد حدیث نمبر 12674)

دجال کے دونوں کانوں میں سے ہر ایک کی لمبائی تیس ہاتھ ہوگی۔

(کنز العمال جلد 14 ص259 کتاب القیامہ من قسم الافعال باب الدجال حدیث 39702)

دجال کے کارنامے

حضرت نواس بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

دجال روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ساتھ لے کر چلے گا اور بڑی تیزی سے دنیا میں پھیلے گا اور ہر طرف فتنہ وفساد اور تباہی پھیلائے گا اور جسے چاہے گا قتل کرے گا اور جسے چاہے گا زندہ کرے گا اس کے حکم پر بارش بھی برسے گی، زمین کھیتی اگائے گی اور ویرانے اس کے حکم سے خزانے باہر نکالیں گے۔

(مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث نمبر 5228)

خر دجال

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دجال کے گدھے کے ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں کا فاصلہ ایک دن اور ایک رات کے برابر ہوگا اور وہ ساری زمین کا سفر کرے گا وہ بادلوں کو پکڑنے پر قادر ہوگا اور سورج کے غروب ہونے کی جانب سفر کرتے ہوئے سورج سے بھی آگے نکل جائے گا۔ وہ سمندر میں چلے گا اور سمندر کا پانی اس کے ٹخنوں تک ہوگا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ اور پیچھے سبز رنگ کا پہاڑ ہوگا۔ جب وہ سفر کرے گا تو بلند آواز سے یہ اعلان کرے گا اے میرے دوستو میری طرف آجاؤ۔ اے میرے دوستو میری طرف آجاؤ۔

(کنز العمال جلد 14 ص259 کتاب القیامہ من قسم الافعال باب الدجال۔ حدیث 39702)

دجال ایک ایسے گدھے پر ظاہر ہوگا جس کی نسل نہیں ہوگی۔

(نزھۃ المجالس جلد 1 ص109 عبد الرحمان الصفوری مطبع میمنیہ مصر)

دجال ایک ایسے گدھے پر سوار ہوگا جو چاند کی طرح روشن ہوگا اور اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہوگا۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد 3 ص960 محمد بن طاہر۔ دار الصمیعی ریاض 1415 طبع اول)

دجال کا پانی اور آگ

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

دجال کے ساتھ پانی بھی ہوگا اور آگ بھی۔ مگر درحقیقت اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور اس کا پانی آگ ہوگا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث نمبر 6597)

دجال کا قتل

حضرت نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کس تیزی سے زمین میں چلے گا۔ فرمایا اس بادل کی طرح جسے ہوا اڑا کر لے جائے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا اور وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد چادروں میں لپٹے ہوئے، دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لائیں گے...... اور اسے باب لد پر پکڑیں گے اور اسے قتل کریں گے...... دریں اثناء اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو وحی فرمائے گا کہ میرے ایسے بندے بھی ہیں کہ آج کسی کو ان سے جنگ کی طاقت نہیں پس میرے بندوں کو طور پہاڑ کی طرف لے جا اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھڑا کرے گا اور وہ ہر بلندی سے چڑھ دوڑیں گے۔

(مسلم کتاب الفتن باب الذکر الدجال حدیث نمبر 5228)

یاجوج ماجوج کا ظہور

حضرت زینب بنت جحشؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ ان کے پاس آئے اور فرمایا۔

لاالہ الا اللّٰہ۔ عرب کے لئے اس شر کی وجہ سے ہلاکت ہے جو قریب آگیا ہے۔ آج کے دن یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں سوراخ ہو گیا ہے اور آپ نے انگوٹھے اور انگلی کو ملا کر سوراخ کا حجم دکھایا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب لایدخل الدجال المدینۃ حدیث نمبر 6601)

موعود کا علاقہ

زمین سمیٹی جائے گی

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

مجھے دکھایا گیا کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق سے شرقی جانب اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے سفید منارہ سے نکلیں گے...... وہ اس حال میں چلیں گے کہ ان پر سکینت طاری ہوگی اور زمین ان کے لئے سمیٹی جائے گی...... اور جو اس وقت عیسیٰ ابن مریم کا دامن پکڑے گا لوگوں میں بڑی مرتبت والا ہوگا۔

(کنز العمال کتاب القیامہ ذکر یاجوج ماجوج قسم الافعال حدیث نمبر 39725)

خوش نصیب اہل مشرق

حضرت عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

مشرق سے کچھ لوگ نکلیں گے جو مہدی کے

لئے راہ ہموار کریں گے یعنی اس کی روحانی سلطنت کو دنیا میں قائم کریں گے۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن باب خروج المہدی حدیث نمبر 4078)

نصرت واجب ہے

حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ماوراء النہر سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو حارث کے نام سے پکارا جائے گا اس کے مقدمۃ الجیش کے سردار کو ''منصور'' کہا جائے گا۔ وہ آل محمدؐ کے لئے مضبوطی کا ذریعہ ہوگا۔ جس طرح قریش (میں سے اسلام قبول کرنے والوں) کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی حاصل ہوئی۔ ہر مومن پر اس کی مدد و نصرت اور قبولیت فرض ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب المہدی حدیث نمبر 3738)

کدعہ سے ظہور

حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔

(جواہر الاسرار صفحہ 43 قلمی نسخہ از علی حمزہ بن علی شمارہ خطی کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان)

ہر مشکل آسان کی جائے گی

شیعہ کتاب بحارالانوار میں امام مہدی کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

وہی ہے جس کے لئے زمین سمیٹی جائے گی اور ہر مشکل اس کے لئے آسان کی جائے گی، دور دراز ملکوں سے اہل بدر کی تعداد یعنی 313 کے مطابق اس کے ساتھی اس کے پاس جمع ہوں گے۔

(بحارالانوار جلد 52 صفحہ 322، بحارالانوار جلد 11 صفحہ 288-289)

قدون کا رشی

ہندوؤں کی مقدس کتاب اتھروید میں لکھا ہے۔

انسانوں کی روحوں کو حرکت دینے کے لئے ایک نیا انسان صداقت کی تعریف کرے گا اور اس رشی کا بہادری دکھانے کا مقام قدون ہوگا۔

(اتھروید کانڈ نمبر 20 سوکت 97,69,50 منتر نمبر 3)

جٹ زمیندار

حضرت باوا نانک نے ایک گورو کے بارہ میں پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:۔

وہ جٹ زمیندار ہوگا اور نواح بٹالہ میں آئے گا۔

(جنم ساکھی بھائی بالا والی وڈی ساکھی ص 251 مفید عام پریس لاہور)

حلیہ اور کارنامے

حضرت عیسیٰؑ کا حلیہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

کہ میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ کا (حلیہ یہ تھا کہ وہ) سرخ رنگ کے گھنگریالے بال اور چوڑے سینہ والے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب واذکر فی الکتاب حدیث نمبر 3183)

مسیح موعود کا حلیہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

آج رات رؤیا میں خانہ کعبہ کے پاس میں نے گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جو گندم گوں لوگوں میں حسین ترین نظر آنے والا تھا اور اس کے لمبے بال بھی جن کی کنگھی کی ہوئی تھی لمبے بال والوں میں نہایت خوبصورت نظر آتے تھے اس کے بالوں سے پانی ٹپکتا تھا اور اس نے دو آدمیوں کا سہارا لیا ہوا تھا اور خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عیسیٰ بن مریم ہے۔

(صحیح بخاری کتاب اللباس باب الجعد حدیث نمبر 5451)

خوشخبری دیں گے

حضرت نواس بن سمعانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم دجال کو باب لد پر قتل کریں گے پھر ان کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جن کو اللہ نے دجال سے بچا لیا تھا۔ وہ اس قوم کے چہروں کو برکت بخشیں گے اور انہیں جنت میں ان کے درجات سے مطلع کریں گے۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال حدیث نمبر: 5228)

تائید یافتہ

شیعہ کتاب بحارالانوار میں روایت ہے۔

مہدی رعب و نصرت کے ساتھ تائید یافتہ ہو گا، زمین اس کے لئے سمیٹی جائے گی اور اس کے لئے خزانے ظاہر کئے جائیں گے اور اس کی سلطنت مشرق و مغرب تک پہنچے گی اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے دین کو غلبہ بخشے گا خواہ دشمن اسے کتنا ہی ناپسند کیوں نہ کریں۔

(بحارالانوار للعلامہ شیخ محمد باقر المجلسی جلد 52 صفحہ 191 باب علامات ظہورہ علیہ السلام من السفیان والدجال حدیث 24 دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ لبنان)

مسیح موعود کے اہم کام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن مریم ضرور بالضرور حکم عدل بن کے تشریف لائیں گے اور لازماً وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور اونٹنیاں ضرور متروک ہو جائیں گی اور ان کو تیز رفتاری کیلئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور مسیح موعود کے ذریعہ کینہ اور بغض وحسد دور کر دیئے جائیں گے اور وہ مال کی طرف بلائے گا مگر کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔

(مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حدیث نمبر: 221)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

عیسیٰ اتریں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ صلیب کو مٹائیں گے۔ ان کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی وہ مال دیں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا۔ خراج ختم کریں گے وہ الروحاء نامی مقام پر اتریں گے اور وہاں سے حج اور عمرہ کا احرام باندھیں گے۔ (یعنی آپ کا مقصد بعثت اور قبلۂ توجہ کعبہ کی عظمت اور اس کی حفاظت ہوگا)

(مسند احمد حدیث نمبر: 7562)

اندھیروں کا خاتمہ

حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

ھو السید المھدی من آل احمدؐ
ھو الصارم الھندی حین یبید
ھو الشمس یجلوا کل غم و ظلمۃ
ھو الوابل الوسمی حین یجود

وہ سردار مہدی آل احمد یعنی رسول اللہ ﷺ کی روحانی نسل سے ہوگا۔ وہ ہندوستانی تلوار ہے جو دشمن کو ختم کر دے گی۔ وہ سورج کی مانند دہریت کے اندھیروں کو ختم کرے گا اور وہ اس برسات کی مانند ہوگا جو وقت پر ہوتی ہے۔

(الفتوحات المکیہ جلد 3 ص 328 مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام مہدی کا علم قرآن

حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی باقر سے مروی ہے کہ:۔

کتاب اللہ اور سنت رسول کا علم ہمارے مہدی کے دل میں اسی طرح نشوونما پائے گا جیسے خوبصورت کھیتی اگتی ہے۔

(بحارالانوار جلد 13 صفحہ 182 علامہ باقر مجلسی مطبوعہ ایران)

عظیم دلائل

مشرق وسطیٰ کے پانچویں صدی ہجری کے بزرگ حضرت یحییٰ بن عقب نے امام مہدی کا اپنے قصیدہ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

شہروں اور ملکوں کے رہنے والے ان کی اطاعت کریں گے اور وہ ان علاقوں سے کفر اور گمراہی کو مٹا دیں گے اور وہ ایسے براہین اور دلائل پیش کریں گے جن کو خلقت پورے کمال کے ساتھ تسلیم کرے گی۔

(شمس المعارف الکبریٰ ص 340 (حصہ سوم) شیخ احمد بن علی البونی متوفی 622ھ۔ مطبع مصطفی البابی الحلبی مصر)

مطبوعہ کتاب

حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارہ میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔ ''در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از کدعہ باشد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ و یصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلا ومعہ صحیفۃ مختومۃ (ای مطبوعۃ) فیھا عدد اصحابہ باسمائھم وبلادھم وخلالھم۔ یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے {یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے} اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کریگا۔ اور دور دور سے اسکے دوست جمع کریگا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ۳۱۳ ہونگے۔ اور ان کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔

اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اسکے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اسکے دوستوں کے نام ہوں۔ لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو ۳۱۳ نام درج کر چکا ہوں۔ اور اب دوبارہ اتمام حجت کیلئے تین سو تیرہ ۳۱۳ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی۔

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11 ص 41,40)

مذکورہ کتاب کا حوالہ ہے۔ جواہر الاسرار ص 37 مؤلف علی حمزہ علی شمارہ خطی 3059 کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان

عالمی مواصلاتی نظام

آسمانی آواز

حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں۔

آسمان سے ایک منادی امام قائم کے نام سے منادی کرے گا جسے مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے۔ ہر سونے والا اسے سن کر جاگ اٹھے گا اور کھڑا ہونے والا بیٹھ جائے گا اور بیٹھنے والا اس آواز کے جلال سے کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس پر جو اس آواز کو درخور اعتنا سمجھے اور لبیک کہے۔

(بحار الانوار جلد 52 ص 230 شیخ محمد باقر مجلسی۔ داراحیاء التراث العربی۔ بیروت)

امام کی زیارت

حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں۔

ہمارے امام قائم جب مبعوث ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے گروہ کی شنوائی اور آنکھوں کی بینائی کو بڑھا دے گا۔ یہاں تک کہ یوں محسوس ہو گا کہ امام قائم اور ان کے درمیان فاصلہ ایک برید یعنی ایک سٹیشن کے برابر رہ گیا ہے چنانچہ جب وہ امام ان سے بات کریں گے تو وہ انہیں سنیں گے اور ساتھ دیکھیں گے۔ جبکہ امام اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا رہے گا۔

(بحار الانوار جلد 52 ص 376۔ شیخ محمد باقر مجلسی داراحیاء التراث العربی۔ بیروت)

سیٹلائٹ ملاقات

حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔

مومن جو امام قائم کے زمانہ میں مشرق میں ہو گا اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مغرب میں ہوگا اور اسی طرح جو مغرب میں ہوگا وہ اپنے اس بھائی کو دیکھ لے گا جو مشرق میں ہوگا۔

(بحار الانوار جلد 52 ص 391۔ شیخ محمد باقر مجلسی داراحیاء التراث العربی۔ بیروت)

ہر آدمی تک پہنچنے والی آواز

علامہ قمی کہتے ہیں کہ ایک منادی امام قائم اور اس کے باپ علیہما السلام کے نام کی ندا دے گا اس طرز پر کہ اس کی آواز ہر آدمی تک برابر انداز میں پہنچے گی۔ قمی کہتے ہیں کہ صیحہ سے مراد یہ ہے کہ قائم کی آواز آسمان سے آئے گی۔ حضرت امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ یہ رجعت یعنی امام مہدی کا زمانہ ہوگا۔

(تفسیر صافی۔ سورۃ ق زیر آیت نمبر 43,42۔ از ملا حسن فیض کاشانی انتشارات کتاب فروشی محمودی)

ہر قوم اپنی زبان میں سنے گی

زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا ایک منادی امام قائم کے نام سے منادی کرے گا۔ میں نے پوچھا یہ منادی خاص ہوگی یا عام۔ فرمایا عام ہوگی اور ہر قوم اپنی اپنی زبان میں اسے سنے گی۔

(بحار الانوار جلد 52 ص 205۔ شیخ محمد باقر مجلسی داراحیاء التراث العربی بیروت)

عالمی پیغام

حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ ایک منادی آسمان سے آواز دے گا جسے ایک نوجوان لڑکی پردے میں رہتے ہوئے بھی سنے گی اور اہل مشرق و مغرب بھی سنیں گے۔

(بحار الانوار جلد 52 صفحہ 285 ملا محمد باقر مجلسی داراحیاء التراث العربی۔ بیروت)

عام ندا

نواب نور الحسن خان صاحب امام مہدی کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ایک عام ندا ہوگی جو ساری زمین والوں کو پہنچے گی۔ ہر زبان والا اپنی اپنی زبان میں اوس کو سنے گا...... آسمان سے ایک منادی بنام مہدی ندا کرے گا۔ مشرق و مغرب والے اوس کو سنیں گے کوئی سوتا نہ رہے گا مگر جاگ اٹھے گا۔ کوئی کھڑا نہ ہوگا مگر بیٹھ جائے گا۔ کوئی بیٹھا نہ ہوگا مگر دونوں پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا۔ یہ ندا اس ندا کے سوا ہے جو بعد ظہور مہدی کے ہوگی۔

(اقتراب الساعہ ص 67۔ از نور الحسن خان مطبع مفید عام 1301ھ)

(بقیہ از صفحہ 8 قرآنی پیشگوئیاں)

اس کے آتش گیر مادہ کے پہنچنے سے پہلے پہلے نہایت طاقتور ریڈیائی لہریں دلوں کی حرکت بند کر دیتی ہیں۔

اس کا ایک اور معنی یہ بھی ہے کہ انسانی جسم کے ذرات میں بھی ایک آگ مخفی ہے۔ جب وہ ظاہر ہوگی تو پھر انسانی دل پر لپکے گی اور اسے ناکارہ بنا دے گی۔

سورۃ الناس کی پیشگوئیاں

یہ سورۃ یہودیت اور عیسائیت کی ان تمام مجموعی کوششوں کو خلاصۃً پیش کرتی ہے جن کے خدوخال یہ ہوں گے کہ وہ بنی نوع انسان کی ربوبیت کا دعویٰ کریں گے یعنی ان کی اقتصادیات کے بھی مالک بن بیٹھیں گے اور اسی طرح ملوکیت کا بھی دعویٰ کریں گے یعنی ان کی سیاست پر قبضہ کر لیں گے اور پھر گویا خود معبود بن جائیں گے اور جو ان کی عبادت کرے اس کو تو وہ عطا کریں گے اور جو ان کی عبادت کا انکار کرے اس کو وہ رسوا کر دیں گے۔

ان کا سب سے خطرناک ہتھیار یہ ہوگا کہ ایسے وسوسے پیدا کرنے والے کی طرح ہوں گے جو خناس ہوگا یعنی دلوں میں وسوسہ پیدا کر کے پھر آپ غائب ہو جائیں گے۔ یہی حال اس زمانہ کی بڑی طاقتوں یعنی Capitalism کا بھی ہوگا اور عوامی طاقتوں یعنی اشتراکیت (Communism) کا بھی ہوگا۔ پس جو بھی ان تمام امور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے گا اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا۔

اردو کو بشارت

دلی کے مشہور ولی حضرت خواجہ میر درد کا ارشاد

اے اردو گھبرانا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے خوب پھلے پھولے گی تو پروان چڑھے گی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن حدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آ جائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی۔

(میخانۂ درد مرتبہ حکیم خواجہ سید ناصر نذیر فراق دہلوی مارچ 1910ء جید برقی پریس)

☆......☆......☆......☆

(بقیہ از صفحہ 14: مطالعہ اخبارات)

آ گیا ہے۔ یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن، جوان، صالح اور ہر یک طور سے لائق جن کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائم مقام منشی محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔

میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اس کو ایسا لائق اور صالح ایڈیٹر ہاتھ آیا۔ خدا تعالیٰ یہ کام ان کے لئے مبارک کرے اور ان کے کاروبار میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین

خاکسار مرزا غلام احمد 23 محرم الحرام 1323ھ علی صاحبہا التحیہ والسلام 30 مارچ 1905ء

حضرت مولانا نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا:

میرا دل گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ قادیان سے کوئی مفید سلسلہ جاری ہو اور وہ رک جاوے۔ البدر کا چند روزہ وقفہ رنج تھا۔ سردست اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تدبیر نکالی ہے کہ میاں معراج الدین عمر جن کو دینی امور میں اللہ تعالیٰ نے خاص جوش بخشا ہے۔ اس طرف متوجہ ہوئے اور نصرت اللہ یوں جلوہ گر ہوئی کہ اس کی ایڈیٹری کے لئے میرے نہایت عزیز مفتی محمد صادق ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان کو منتخب کیا گیا اور اس تجویز کو حضرت امام نے بھی پسند فرمایا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہمارے احباب اس نعم البدل پر بہت خوش ہوں گے۔ نور الدین (البدر 6/ اپریل 1905ء ص 1)

نصرت دین اور تجارت

حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں بدر کے ایک پرچہ میں حضرت مولانا نور الدین صاحب سے بذریعہ خط کئے جانے والے سوال اور ان کا جواب۔

سوال: ☆امداد لنگر، مدرسہ، میگزین فرض ہے یا نفل

☆باقی رسالجات تعلیم الاسلام و تشحیذ الاذہان خریدنا فرض ہے یا نفل

☆اخبارات الحکم و بدر خریدنا فرض ہے یا نفل

جواب:۔ ☆امداد لنگر، مدرسہ، میگزین وغیرہ کو جو لوگ تعاون علی البر یقین کرتے ہیں ان پر بعض قسم ضروری اور بعض قسم اچھا اور غیر ضروری ہوگا۔ امداد لنگر ان لوگوں کے لئے ہے جو یہاں ہم لوگوں کے نزدیک دین سیکھنے کو آتے ہیں اور ایسے لوگوں کے واسطے قرآنی خاص حکم ہے۔ للفقراء الذین ...... پر غور کرو۔ مدرسہ و میگزین کی غرض یہی فی سبیل اللہ ہے۔

☆رسائل کا مسئلہ بعینہٖ وہی ہے جو پہلے عرض ہوا۔ عزیز من! ہم لوگ ان رسائل کو نصرت دین الٰہی یقین کرتے ہیں اور کونوا انصار اللّٰہ کا صریح حکم قرآن مجید میں ہے۔

☆اخبارات الحکم اور البدر میں دو قسم کے مضامین ہوتے ہیں ایک حصہ ان میں نصرت دین کا ہوتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جس سے اخبار فائدہ اٹھاتے ہیں پس حصہ اولیٰ اوامر الٰہیہ کے نیچے ہوگا اور حصہ ثانیہ، کسب و تجارت کے ماتحت اور کسب و تجارت مستحب بھی ہے اور ضروری بھی۔

(بدر 11 جولائی 1907ء ص 3)

اخبار کے لئے دورے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود مجھے فرمایا کرتے تھے کہ آپ اخبار کی اشاعت کے واسطے دورے کرو۔ چنانچہ مفتی صاحب نے 27 فروری سے 18 مئی 1909ء تک پونے تین ماہ گورداسپور، امرتسر، جالندھر تین اضلاع اور ایک ریاست کپورتھلہ میں دورے کئے۔ 60 افراد حلقہ بگوش دین ہوئے۔ بدر کو 80 نئے خریدار ملے۔ (بدر 4 مارچ 1909ء)

نئے اخبار کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود نے 11 فروری 1906ء کو فرمایا:

الہاماً میری زبان پر جاری ہوا دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا۔ (تذکرہ ص 508)

اس وقت جماعت میں الحکم اور البدر جاری تھے۔ اس لئے اس سے مراد کسی آئندہ زمانہ میں شائع ہونے والا اخبار ہے۔ جس کا مصداق الفضل بھی ہو سکتا ہے۔

''دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہو گیا'' کے اعداد اپنے اندر عجیب حکمت رکھتے ہیں جس کا ایک تعلق الفضل انٹرنیشنل سے ہے۔ اس کی تفصیل الفضل انٹرنیشنل سے متعلقہ مضمون میں آ رہی ہے۔

آخری زمانہ میں پریس کی ایجاد اور کثرت اشاعت۔قرآنی پیشگوئیاں اور حضرت مسیح موعود کے ارشادات

اب دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔اس زمانہ کی سہولتیں ہماری خادم ہیں

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت اور بھی پیشگوئیاں ہیں ان میں سے ایک یہ پیشگوئی بھی ہے(۔) یعنی آخری زمانہ وہ ہوگا جبکہ کتابوں اور صحیفوں کی اشاعت بہت ہوگی گویا اس سے پہلے کبھی ایسی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کلوں کی طرف اشارہ ہے جن کے ذریعہ سے آج کل کتابیں چھپتی ہیں اور پھر ریل گاڑی کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔

ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کہ(۔) یعنی آخری زمانہ میں ایک یہ واقعہ ہوگا کہ بعض نفوس بعض سے ملائے جاویں گے یعنی ملاقاتوں کے لئے آسانیاں نکل آئیں گی اور لوگ ہزاروں کوسوں سے آئیں گے اور ایک دوسرے سے ملیں گے۔ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 ص322)

خدا نے اس آخری زمانہ کے بارے میں جس میں تمام قومیں ایک مذہب پر جمع کی جائیں گی صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اور بھی کئی نشان لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ.........ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جس کے ذریعہ سے کتابیں بکثرت ہو جائیں گی (یہ چھاپنے کے آلات کی طرف اشارہ ہے) اور ایک یہ کہ ان دنوں میں ایک ایسی سواری پیدا ہو جائے گی کہ اونٹوں کو بیکار کر دے گی اور اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو بآسانی خبریں پہنچا سکیں گے......... یہ سب علامتیں اس زمانہ میں پوری ہوگئیں۔ (لیکچر لاہور۔روحانی خزائن جلد20 ص183)

''ملائے جانے کے ان اسباب میں ایک خطوط کا سلسلہ بھی ہے جس کے بھجوانے کے وسائل بہت عمدہ بنا دیئے گئے ہیں۔تم دیکھ رہے ہو کہ خطوط کیسے دنیا کے کناروں تک بھیجے جا سکتے ہیں اور اگر تم اس بارے میں غور کرو تو تمہیں ان کی کثرت ترسیل تعجب میں ڈالے گی اور تم اس کی پہلے زمانوں میں نظیر نہیں پاؤ گے اور اسی طرح تم کو مسافروں اور تاجروں کی کثرت بھی تعجب میں ڈالے گی۔سو یہ سب لوگوں کے آپس میں ملانے اور ان کے آپس میں تعارف کے اسباب وذرائع ہیں جن کا اس سے قبل نام ونشان تک بھی نہ تھا اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے اس سے قبل کبھی ایسا دیکھا یا کیا تم نے اس سے قبل کتابوں میں یہ سب باتیں پڑھی ہیں۔ اور نشر صحف سے اس کے ان وسائل یعنی پریس وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کو پیدا کیا جس نے آلات طبع ایجاد کئے۔ دیکھو کس قدر پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں''۔

(عربی عبارت سے ترجمہ آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد5 ص472)

اس زمانہ کے عجائبات کا تذکرہ تھا کہ ریل تار ڈاک وغیرہ کس قدر سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں۔فرمایا:

اسی واسطے ہم کو الہام ہوا۔(۔) کیا ہم نے تیرے ہر امر میں سہولت نہیں کر دی۔حقیقت میں یہ اشیاء کسی کے لئے ایسی مفید نہیں ہوئیں جیسی کہ ہمارے واسطے ہوئی ہیں۔ہمارا مقابلہ دین کا ہے اور ان اشیاء سے جو نفع ہم اٹھاتے ہیں وہ دائمی رہنے والا ہے۔لوگ بھی چھاپے خانوں سے فائدے اٹھاتے ہیں لیکن ان کے اغراض دنیوی اور ناپائیدار ہیں۔

برخلاف اس کے ہمارے معاملات دینی ہیں۔اس واسطے یہ چھاپے خانے جو اس زمانے کے عجائبات ہیں دراصل ہمارے ہی خادم ہیں۔

(ملفوظات جلد چہارم ص282)

خدا تعالیٰ نے (دعوت الی اللہ) کے سارے سامان جمع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ مطبع کے سامان، کاغذ کی کثرت، ڈاکخانوں، تار، ریل اور دخانی جہازوں کے ذریعہ کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور پھر نت نئی ایجادیں اس جمع کو اور بڑھا رہی ہیں کیونکہ اسباب (دعوت الی اللہ) جمع ہو رہے ہیں۔اب فونوگراف سے بھی (دعوت الی اللہ) کا کام لے سکتے ہیں اور اس سے بہت عجیب کام نکلتا ہے۔اخباروں اور رسالوں کا اجراء۔غرض اس قدر سامان (دعوت الی اللہ) کے جمع ہوئے ہیں کہ اس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں ہم کو نہیں ملتی۔ (ملفوظات جلد دوم ص49)

یہ زمانہ اس قسم کا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے وسائل پیدا کر دیئے ہیں کہ دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور واذاالنفوس زوجت کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔اب سب مذاہب میدان میں نکل آئے ہیں اور یہ ضروری امر ہے کہ ان کا مقابلہ ہو اور ان میں ایک سچا ہوگا اور غالب آئے گا۔ (ملفوظات جلد دوم ص349)

اس وقت ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جارہی ہیں اور اعتراضوں کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنی قوتوں کو بے کار نہ کریں اور خدا کے پاک دین اور اس کے برگزیدہ نبی ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنی قلموں کے نیزوں کو تیز کریں۔

(ملفوظات جلد اول ص150)

ایڈیٹر

حضرت مسیح موعود کا مطالعہ اخبارات۔ الحکم والبدر کی خدمات اور ایڈیٹرز کو ہدایات

اخبار پڑھنے کی عادت

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود کو اخبار پڑھنے کی بھی عادت تھی۔ اپنی بعثت سے پہلے اخبار وکیل ہندوستان، سفیر ہند امرتسر، نور افشاں لودہانہ، برادر ہند لاہور، وزیر ہند سیالکوٹ، منشور محمدی بنگلور، ودیا پرکاش امرتسر، آفتاب پنجاب لاہور، ریاض ہند امرتسر اور اشاعۃ السنہ بٹالہ خرید کر پڑھا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض اخبارات میں خود بھی مضامین لکھتے تھے۔ اخبار بینی کا مذاق آپ کو دائمی تھا۔ بعثت کے بعد مختلف زبانوں کے اخبارات قادیان میں آنے لگے۔ جو براہ راست غیر زبانوں کے اخبارات آپ کے پاس آتے تھے آپ ان کا ترجمہ کرا کر سنتے اور اگر ان میں کوئی مضمون اسلام کے خلاف ہوتا تو اس کا جواب لکھوا کر شائع کرتے تھے اور جو خود پڑھ سکتے تھے وہ ضرور پڑھتے اور اخبار کے پڑھنے کے متعلق آپ کا معمول یہ تھا کہ تمام اخبار پڑھتے اور معمولی سے معمولی خبر بھی زیر نظر رہتی۔ آخری زمانہ میں اخبار عام کو یہ عزت حاصل تھی کہ آپ روزانہ اخبار عام کو خریدتے تھے اور جب تک اسے پڑھ نہ لیتے رومال میں باندھ رکھتے تھے اور بعض اوقات اخبار عام میں اپنا کوئی مضمون بھی بھیج دیتے تھے اخبار عام کی بے تعصبی اور معتدل پالیسی کو پسند فرماتے تھے۔

(سیرت مسیح موعود ص71)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

میں نے تو حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے آپ راتوں کو بھی کام کرتے اور دن کو بھی کام کرتے اور اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ رکھتے۔ اسی تحریک کے دوران میں خود اکتوبر سے لے کر آج تک بارہ بجے سے پہلے کبھی نہیں سویا اور اخبار کا مطالعہ کرنا بھی نہیں چھوڑا۔

(خطبات محمود 1935ء جلد 16 ص36)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:

ایک دن میں قرآن شریف لے کر حضرت مولوی نورالدین صاحب کا درس سننے کے واسطے اپنے کمرے کے دروازے سے نکل رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے مجھے بلایا اور فرمایا میری آنکھوں کو تکلیف ہے، آپ مجھے آج اخبار سنادیں۔

حضور اخبار عام روزانہ باقاعدہ روزانہ منگوایا کرتے تھے اور پڑھتے تھے۔ اوپر صحن میں عاجز راقم حضرت کے حضور میں بیٹھ گیا اور میرا لڑکا عبدالسلام سلمہ اللہ تعالیٰ اس وقت قریباً دو سال کا تھا۔ یہ بھی میرے پاس بیٹھا تھا اور جیسا کہ بچوں کی عادت ہے۔ بیٹھا ہوا ہلنے لگا اور ہوں ہوں کرنے لگا جیسا کچھ پڑھتا ہے میں نے اسے روکا کہ چپ بیٹھو۔ حضور نے فرمایا اسے مت روکو جو کرتا ہے کرنے دیں۔ (ذکر حبیب ص87)

الحکم اور البدر کی خدمات

حضرت مسیح موعود نے 20 دسمبر 1902ء کو قادیان کے اخبارات الحکم اور البدر کی نسبت فرمایا۔

یہ بھی وقت پر کیا کام آتے ہیں الہامات وغیرہ جھٹ چھپ کر ان کے ذریعے سے شائع ہو جاتے ہیں ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھپتے بھی کتنی دیر لگ جاتی ہے اور اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔

(البدر 2 جنوری 1903ء صفحہ 74)

3 جون 1905ء کو فرمایا۔

یہ اخبار ہمارے دو بازو ہیں الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے اور گواہ بنتے ہیں۔

(بدر 8 جون 1905ء صفحہ 2۔ ملفوظات جلد 4 صفحہ 292)

بدر کا مطالعہ

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر فرماتے ہیں:۔

اس اخبار (بدر) کو حضرت مسیح موعود بغور پڑھا کرتے تھے اور اگر کچھ غلطی ہوتی تھی تو اصلاح کرادیا کرتے تھے۔

(الفضل 21 جولائی 1938ء ص4)

نومبائعین کی فہرست

21 اپریل 1903ء کو حضور نے فرمایا کہ اس سے پیشتر بیعت کرنے والوں کے نام اخباروں میں چھپا کرتے تھے مگر اب نظر نہیں آتے اور ان لوگوں نے اس التزام کو چھوڑ دیا ہے اگر ان کی اخباروں سے ہمارے سلسلہ کی اتنی بھی امداد نہ ہوئی تو پھر یہ کس کام کے۔ پھر تو صرف دنیا ہی دنیا ہے کہ اسی کے کمانے کے واسطے یہ سب کاروبار ہوا۔ اگرچہ یہ مشکل امر ہے کہ کاموں میں انسان کو اخلاص حاصل ہو اور محض خدا کی رضا کو مدنظر رکھ کر صرف دین کے واسطے ان کو کیا جاوے مگر تاہم اگر ملونی ہی ہو تو بھی کچھ حصہ دین کا مل ہی جاتا ہے اور بالکل دنیاداری کی حد سے وہ نکل جاتا ہے بیعت کے نام یکجا چھپے ہوئے ہونے سے اس سلسلہ کا ایک رعب اور ایک اثر ہوتا ہے۔ مخالف اور مکذبین کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوششوں کا کیا انجام ہے اور یہ ایک بڑا نشان الٰہی ہے۔ یہ ان لوگوں سے بڑی غلطی ہوئی ہے کہ اس کی اشاعت کو ترک کر دیا ہے اب توبہ کریں اور آئندہ ایسا نہ کریں۔ ایک صفحہ پورا اخبار میں بیعت کے ناموں کے واسطے ہونا چاہئے۔ لکھتے لکھتے جو ان لوگوں نے بند کر دیا۔ یہ ان کی سستی ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان سست ہوتا ہوتا بہت دور تک چلا جاتا ہے۔ اس لئے آئندہ اس کی اصلاح کریں یہ شیطانی وساوس ہوتے ہیں ہمیشہ ان کا خیال رکھنا چاہئے۔

(ضمیمہ البدر 24 اپریل 1903ء ص1)

اس پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر لکھتے ہیں:۔

اس تقریر پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ اس سے پیشتر ہی یہ امر میری زیر نظر تھا کہ رجسٹر بیعت کنندگان کی اشد ضرورت ہے اور اس تقریر نے اس ارادہ کو اس طرح اصلاح کر دی ہے کہ اشاعت بیعت کو اخبار کا ضمیمہ نہ رکھا جاوے کہ کم استطاعت احباب پر اس کی خریداری دوبھر ہو۔ بلکہ اخبار کے مضمون کا ایک جزو اعظم قرار دے کر اس کے 8 صفحوں میں سے ایک صفحہ اس کو دیا جاوے اسی امر کی اطاعت کی نیت سے اس دفعہ یہ الگ شائع کیا جاتا ہے اور آئندہ اخبار کا صفحہ 8 اسمائے مبائعین کے واسطے ہوا کرے گا۔

(ضمیمہ البدر 24 اپریل 1903ء ص1)

منظوم کلام

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:

18 اپریل 1903ء کو حضرت مسیح موعود نے بعد نماز مغرب ایک ذکر پر فرمایا کہ اخبار میں ایک حصہ نظم کا لگاتار ہونا چاہئے اور وہ ہمارے سلسلہ کے متعلق ہوا کرے۔

(ضمیمہ البدر 24 اپریل 1903ء ص1)

پرچوں کا تبادلہ جاری رکھنا چاہئے

مولوی ثناء اللہ صاحب کے پرچہ اہل حدیث کے تبادلہ میں یہاں سے میگزین اردو جاتا تھا۔ مینیجر ریویو نے بدیں خیال کہ یہاں اہل حدیث اور دفتروں میں آتا رہتا ہے ضروری نہ سمجھا کہ اس کے ساتھ تبادلہ وہ بھی جاری رکھیں اس واسطے بند کر دیا تھا جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے نام ایک کارڈ لکھا کہ کیا یہ تجویز آپ کی منظوری سے ہوئی ہے اس پر حضور نے دریافت کیا کہ تبادلہ کیوں بند کیا گیا ہے؟

اور پھر فرمایا کہ

''تبادلہ جاری رکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ مولوی صاحب پر اتمام حجت ہوتا رہے گا اور شاید کوئی بندۂ خدا ان کے دفتر میں اس کو پڑھ کر اس سے مستفید ہو جائے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 270)

مرکزی اخبارات کو محتاط رہنے کی ہدایت

''2 نومبر 1902ء کو حضرت مسیح موعود نے الحکم اور البدر کے ایڈیٹروں کو بلا کر تاکید فرمائی کہ وہ مضامین قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں درج ہو جاوے یا کسی الہام کے الفاظ غلط شائع ہوں تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مضامین ...... دکھا لیا کریں اس میں آپ کو بھی فائدہ ہے اور تمام لوگ بھی غلطیوں سے بچتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 478)

صدقہ جاریہ

ایڈیٹر البدر تحریر فرماتے ہیں:۔

پرچے سالانہ البدر کے خرید کر ان کم استطاعت احباب کو دیویں یا خاص طور پر البدر کی امداد فرماویں کیونکہ کارخانہ ابھی تک اس قابل نہیں ہے کہ صرف اپنے اخراجات کی آپ برداشت کرے۔

اسی غرض کی تکمیل کے لئے میں نے 9 فروری کی سیر میں حضرت امام الزمان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی اخبار کسی غریب شخص کے نام جاری کروا کر اس کا ثواب کسی متوفی کو پہنچایا جاوے تو پہنچتا ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہنچتا ہے بشرطیکہ وہ دینی اخبار ہو۔ (البدر 16 فروری 1904ء ص8)

اخبار کی قسمت جاگ اٹھی

مارچ 1902ء میں حضرت منشی محمد افضل خان صاحب ایڈیٹر البدر کی وفات ہوئی تو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو ایڈیٹر البدر مقرر کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کی طرف سے تہنیت کے اعلانات شائع ہوئے۔

حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا:

میں بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ منشی محمد افضل مرحوم ایڈیٹر اخبار البدر قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے ان کا نعم البدل اخبار کو ہاتھ

(باقی صفحہ 12 پر)

مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ مورخ احمدیت

جماعت احمدیہ کی پہلی صدی میں

مرکزِ احمدیت میں صحافت کا ارتقاء

قادیان اور ربوہ کے اخبارات ورسائل کا مختصر تذکرہ

قادیان ایک گمنام سی بستی تھی جہاں کوئی پریس نہیں تھا اور حضرت مسیح موعود کو دعویٰ ماموریت 1882ء سے قبل اپنی کتابوں کے چھپوانے اور پروف پڑھنے کے لئے امرتسر کا تھکا دینے والا سفر بارہا اختیار کرنا پڑتا تھا۔ حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی جو پہلی بار 1885ء میں قادیان تشریف لائے اپنی چشم دید شہادت میں اس دور کے قادیان کا دردناک نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

''جدھر نظر اٹھاؤ ویرانہ کھنڈر، عمارات برباد اور مکانات مسمار، بچے کھچے اکثر مقفل و بے چراغ، خال خال کوئی آباد اور جو آباد بھی تھے ان پر بھی ایک قسم کی اداسی برستی دکھائی دیا کرتی تھی جیسے کسی اجڑے دیار کا سوگ منا رہے ہوں.....زیادہ سے زیادہ پانچ سو نفوس رہتے ہوں گے......تعلیم کا یہ حال تھا کہ (حضور کے) اس خاندان اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو الگ کر کے بمشکل ایک یا زیادہ سے زیادہ دو فیصدی معمولی نوشت وخواند کے آدمی مل سکتے ہوں گے۔''

(الحکم 14 فروری 1940ء)

قادیان سے ہجرت کے بعد حضرت مصلح موعود نے 20 ستمبر 1948ء کو ضلع جھنگ کی ایک وادی غیر ذی زرع ایک لق و دق صحرا بلکہ ایک ایسے ویرانہ میں ربوہ کی بنیاد رکھی جہاں پانی اور گھاس تک کا نام ونشان نہ تھا۔ تا حد نظر کوئی آبادی نظر نہ آتی تھی۔ قیام پاکستان سے قبل میں خود اس علاقہ سے گزرا ہوں۔ یہ ایسا پر ہول بیابان تھا کہ یہاں دن کے وقت بھی ہر طرف دہشت طاری رہتی تھی اور مسافروں کے دل لرز جاتے تھے۔

اس پس منظر میں احمدیت کی مرکزی صحافت کی ابتداء اکتوبر 1897ء میں اخبار ''الحکم'' کے اجراء سے ہوئی جو سلسلہ احمدیہ کا پہلا اخبار تھا اور جسے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی) نے پہلے امرتسر اور 1898ء میں قادیان سے جاری کیا تھا۔ اس کے بعد اکتوبر 1902ء سے حضرت منشی محمد افضل صاحب کی زیر ادارت اخبار ''البدر'' نکلا۔ ان دونوں اخبارات کو حضرت مسیح موعود نے اپنا دست و بازو قرار دیا اور یہ جماعت احمدیہ کی ابتدائی تاریخ کے حامل وامین ہیں۔

ناظرین یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ 1898ء سے 1988ء تک قادیان اور ربوہ سے جو اخبارات و رسائل جاری ہوئے ان کی تعداد قریباً چالیس تک پہنچ گئی۔ یہ جرائد ورسائل اردو، عربی، انگریزی، گورمکھی اور ہندی زبانوں میں ہیں اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ مذکورہ ماحول کے مدنظر، اس رنگ کی صحافتی ترقی کا کوئی نمونہ مغربی دنیا بھی پیش کرنے سے سراسر قاصر ہے۔

ان تمہیدی الفاظ کے بعد مراکز احمدیت کے اخبارات ورسائل کی فہرست ہدیہ قارئین ہے۔

قادیان

اخبار الحکم (8/اکتوبر 1897ء)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو، رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی (جنوری 1902ء ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے)

اخبار البدر (اکتوبر 1902ء دوسرے ایڈیٹر حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

ماہنامہ تشحیذ الاذہان (یکم مارچ 1906ء ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد)

رسالہ تعلیم الاسلام (جولائی 1906ء نگران حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب)

رسالہ تفسیر القرآن (اوائل 1907ء زیر اہتمام صدر انجمن احمدیہ قادیان)

اخبار نور (اکتوبر 1909ء ایڈیٹر حضرت شیخ محمد یوسف صاحب سابق سورن سنگھ)

رسالہ احمدی خاتون (ستمبر 1912ء) ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی الاسدی)

اخبار الفضل (18 جون 1913ء ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود)

اخبار فاروق (7/اکتوبر 1915ء ایڈیٹر حضرت میر قاسم علی صاحب)

اخبار صادق (جون 1916ء ایڈیٹر حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

ماہنامہ رفیق حیات (1919ء ایڈیٹر حکیم مرزا عطا محمد صاحب)

ماہنامہ اتالیق (1919ء حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی)

ماہنامہ البشریٰ انگریزی (1922ء ایڈیٹر حضرت چوہدری غلام محمد صاحب بی۔اے سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول)

رسالہ مصباح (15 دسمبر 1926ء ایڈیٹر حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

رسالہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میگزین، اردو انگریزی (1930ء ایڈیٹر میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی بی۔اے)

رسالہ جامعہ احمدیہ (اپریل 1930ء ایڈیٹر اردو حصہ مولانا چراغ الدین صاحب ایڈیٹر عربی حصہ مولانا محمد صادق صاحب کنجاہی)

رسالہ سالار (1931ء ایڈیٹر محمد سلیمان صاحب عرفانی)

رسالہ گلدستہ تعلیم الدین (1936ء حکیم محمد عبداللطیف صاحب گجراتی)

ماہنامہ فرقان (1942ء ایڈیٹر خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری)

رسالہ ست بچن گورمکھی (1945ء ایڈیٹر گیانی عباد اللہ صاحب ریسرچ سکالر)

ماہنامہ ست سندیش ہندی (قبل 1947ء ایڈیٹر چوہدری عبدالواحد صاحب بی۔اے واقف زندگی)

رسالہ الطارق (جنوری 1945ء ترجمان خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

رسالہ درویش (ستمبر 1951ء ایڈیٹر مولوی مبارک علی صاحب طالب پوری)

اخبار بدر کا دوبارہ اجراء (مارچ 1952ء ایڈیٹر مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔اے)

رسالہ رفقاء احمد (مئی 1955ء ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

رسالہ مشکوٰۃ (مارچ 1982ء ایڈیٹر منیر احمد صاحب خادم)

ربوہ

رسالہ مصباح کا دوبارہ اجراء (اپریل 1950ء۔ مدیرہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ بنت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب)

رسالہ الفرقان (وسط 1951ء۔ ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب)

رسالہ التبلیغ (یکم اگست 1951ء ایڈیٹر مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ سابق سوداگرمل)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی کا دوبارہ اجراء (جنوری 1952ء صوفی مطیع الرحمان صاحب بنگالی مجاہد امریکہ)

رسالہ خالد (اکتوبر 1952ء ایڈیٹر مولانا غلام باری صاحب سیف، مولانا خورشید احمد صاحب شاد، مولانا محمد شفیع صاحب اشرف)

اخبار الفضل کی لاہور کے بعد ربوہ سے اشاعت (31 دسمبر 1954ء ایڈیٹر شیخ روشن دین تنویر۔ بی اے ایل ایل بی)

رسالہ المنار کی لاہور کے بعد ربوہ سے اشاعت (دسمبر 1955ء نگران پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب)

رسالہ تشحیذ الاذہان کا دوبارہ اجراء (جون 1957ء ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب)

البشریٰ عربی (اکتوبر 1957ء پہلے ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب، دوسرے ملک مبارک احمد صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ)

رسالہ انصار اللہ (نومبر 1960ء ایڈیٹر مسعود احمد صاحب دہلوی)

مجلۃ الجامعہ (جنوری 1964ء ایڈیٹر ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ)

رسالہ تحریک جدید (اگست 1965ء ایڈیٹر مولانا نسیم سیفی صاحب)

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ سب اخبارات ورسائل اکناف عالم میں علم ومعرفت کا نور پھیلا رہے ہیں اور اس یقین سے لبریز ہیں کہ دنیا بھر کے ممالک جلد یا بدیر دین حق کے پرچم تلے جمع ہو کر رہیں گے۔

مٹا کے نقش ونگار دیں کو یونہی ہے خوش دشمن حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم

قادیان کے اخبارات

آٹھ دس اخبار بھی جاری ہیں واں ہیں وہی تو ارمغان قادیاں
ریویو، تشحیذ، الفضل و حکم درحقیقت ہیں زبانِ قادیاں
نور و فاروق و اَتالیق و رَفیق یہ بھی ہیں سب مخبرانِ قادیاں

بخار دل

علم الٰہی سے استعانت

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ استخارہ کے وقت جو دعا کرتے تھے اس کا پہلا حصہ یہ ہے:۔

اے اللہ! میں تیرے علم کے ساتھ بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ تیری تقدیر خیر کا طلب گار ہوں اور تیرا فضل عظیم تجھی سے مانگتا ہوں کیونکہ تجھے سب طاقت ہے اور مجھے کوئی طاقت نہیں اور تو سب علم رکھتا ہے اور میں بالکل بے علم ہوں بلکہ تو تو غیب کا جاننے والا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الاستخارہ حدیث نمبر 5903)

میں نہیں بھولتا

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دعا میں نے رسول کریم ﷺ سے ایسی سیکھی جسے پڑھنا میں کبھی نہیں بھولتا دعا کا ترجمہ یہ ہے۔

اے اللہ مجھے ایسا بنادے کہ میں تیرا بہت زیادہ شکر کروں اور بہت زیادہ تجھے یاد کروں اور تیری نصائح کی پیروی کروں اور تیرے حکموں کی حفاظت اپنے عمل سے کروں

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب ادعیۃ النبی حدیث نمبر :3530)

اخبار الفضل کے مقاصد اور اس کے اجراء پر کی جانے والی مقبول دعائیں

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (مصلح موعود) نے 18 جون 1913ء کو ہفتہ وار الفضل جاری فرمایا اور اس کے پہلے پرچہ میں اس کے مقاصد اور ان کی قبولیت کے لئے دعائیں کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''خدا کا نام اور اس کے فضلوں اور احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے نصرت و توفیق چاہتے ہوئے میں الفضل جاری کرتا ہوں...... میں بھی اپنے ایک مقتدر اور راہنما اپنے مولا کے پیارے بندے کی طرح اس بحر ناپیدا کنار میں الفضل کی کشتی کے چلانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور بصد عجز و انکسار یہ دعا کرتا ہوں کہ بسم اللّٰہ........... اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اس کی برکت سے اس کا چلنا اور لنگر ڈالنا ہو۔ تحقیق میرا رب بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے۔ اے میرے قادر مطلق خدا، اے میرے طاقتور بادشاہ، اے میرے رحمان، رحیم مالک، اے میرے رب، میرے مولا، میرے ہادی، میرے رازق، میرے حافظ، میرے ستار، میرے بخشنہار، ہاں اے میرے شہنشاہ جس کے ہاتھوں میں زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں اور جس کے اذن کے بغیر ایک ذرہ اور ایک پتہ نہیں ہل سکتا جو سب نفعوں اور نقصانوں کا مالک ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب چھوٹوں اور بڑوں کی پیشانیاں ہیں۔ جو پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ جو مار کر پھر جلائے گا اور ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ جو ایک ذلیل بوند سے انسان کو پیدا کرتا ہے۔ جو ایک چھوٹے سے بیج سے بڑے بڑے درخت اگاتا ہے۔ ہاں اے میرے دلدار میرے محبوب خدا تو دلوں کا واقف ہے۔ اور میری نیتوں اور ارادوں کو جانتا ہے۔ میرے پوشیدہ رازوں سے واقف ہے۔ میرے حقیقی مالک۔ میرے متولی تجھے علم ہے کہ محض تیری رضا حاصل کرنے کے لئے اور تیرے دین کی خدمت کے ارادہ سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے۔ تیرے پاک رسول کے نام کے بلند کرنے اور تیرے مامور کی سچائیوں کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے یہ ہمت میں نے کی ہے۔ تو میرے ارادوں کا واقف ہے۔ میری پوشیدہ باتوں کا رازدار ہے۔ میں تجھی سے اور تیرے ہی پیارے چہرہ کا واسطہ دے کر نصرت و مدد کا امیدوار ہوں۔ تو جانتا ہے کہ میں کمزور ہوں میں ناتواں ہوں۔ میں ضعیف ہوں۔ میں بیمار ہوں۔ میں تو اپنے پہلے کاموں کا بوجھ بھی اٹھا نہیں سکتا۔ پھر یہ اور بوجھ اٹھانے کی طاقت مجھ میں کہاں سے آئے گی۔ میری کمر تو پہلے ہی خم ہے۔ یہ ذمہ داریاں مجھے اور بھی کبڑا کردیں گی۔ ہاں تیری ہی نصرت ہے جو مجھے کامیاب کرسکتی ہے۔ صرف تیری ہی مدد سے میں اس کام سے عہدہ برآ ہوسکتا ہوں۔ تیرا ہی فضل ہے۔ جس کے ساتھ میں سرخرو ہوسکتا ہوں اور تیرے ہی رحم سے میں کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہوں۔ دین...... کی ترقی اور اس کی نصرت خود تیرا کام ہے اور تو ضرور اسے کرکے چھوڑے گا مگر ثواب کی لالچ اور تیری رضا کی طمع ہمیں اس کام میں حصہ لینے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ پس اے بادشاہ ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے دلوں سے زنگ دور کر۔ (دین) کی ترقی کے دن پھر آئیں اور پھر یہ درخت بارآور ہو اور اس کے شیریں پھل ہم کھائیں اور تیرا نام دنیا میں بلند ہو تیری قدرت کا اظہار ہو۔ نور چمکے اور ظلمت دور ہو۔ ہم پیاسے ہیں اپنے فضل کی بارش ہم پر برسا اور ہمیں طاقت دے کہ تیرے سچے دین کی خدمت میں ہم اپنا جان و مال قربان کریں اور اپنے وقت اس کی اشاعت میں صرف کریں۔ تیری محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو اور تیرا عشق ہمارے ہر ذرہ میں سرایت کرجائے۔ ہماری آنکھیں تیرے ہی نور سے دیکھیں اور ہمارے دل تیری ہی یاد سے پُر ہوں اور ہماری زبانوں پر تیرا ہی ذکر ہو تو ہم سے راضی ہوجائے اور ہم تجھ سے راضی ہوں تیرا نور ہمیں ڈھانک لے اے میرے مولا اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی رستہ دکھا۔ **لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔** اس سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔ میری نیتوں کا تو واقف ہے، میں تجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میرے دل میں خیال آنے سے پہلے تجھے اس کی اطلاع ہوتی ہے۔ پس تو میرے مقاصد و اغراض کو جانتا ہے اور میری دلی تڑپ سے آگاہ ہے لیکن میرے مولا میں کمزور ہوں اور ممکن ہے کہ میری نیتوں میں بعض پوشیدہ کمزوریاں بھی ہوں تو ان کو دور کر اور ان کے شر سے مجھے بچالے اور میری نیتوں کو صاف کر اور میرے ارادوں کو پاک کر تیری مدد کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ پس اس ناتوان وضعیف کو اپنے دروازہ سے خائب و خاسر مت پھیر یو کہ تیرے جیسے بادشاہ سے میں اس کا امیدوار نہیں تو میرا دستگیر ہو جا اور مجھے تمام ناکامیوں سے بچالے۔ آمین ثم آمین ثم آمین''۔

(الفضل 18 جون 1913ء ص3)

الفضل کے بڑے سائز کے پہلے پرچہ کے لئے حضرت مصلح موعود کا تحریر فرمودہ مضمون (4 جولائی 1924ء)

یاد ایام الفضل کا اجراء اور اس کی ابتدائی تاریخ کا ایمان افروز بیان

زندگی کے دور

1913ء میں میری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ جس طرح 1889ء 1898ء، 1900ء، 1906ء، 1908ء، اور بعد میں 1914ء میں میری زندگی کے نئے دور شروع ہوئے۔

پیدائش و بیعت

1889ء میں پیدا ہوا۔ 1898ء میں میں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا۔ مگر یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا ہونے کی علامت تھی۔

1900ء کا قابل یادگار سال

1900ء میرے قلب کو دینی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبہ لایا تھا۔ میں نے آپ سے وہ جبہ لے لیا تھا۔ کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے میں اسے پہن نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں کے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا پر کیوں ایمان لاتا ہوں۔ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے۔ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔ جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہوگیا۔ میں اپنے جاموں میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا آج میں پینتیس سال کا ہوں۔ مگر آج بھی میں اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں میں آج بھی یہی کہتا ہوں۔ خدایا! تیری ذات کے متعلق مجھے کوئی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زیادہ تجربہ ہے اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود کا ایک جبہ

بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ میں لکھ رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود کا ایک جبہ میں نے مانگ لیا تھا جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود کا ہے اور متبرک ہے۔ یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا۔ پہن لیا۔

نماز کے متعلق گیارہ سالہ زندگی میں عزم

تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا۔ اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا، خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا۔ اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی۔ گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے زمانہ کے ابھی باقی تھے۔ کاش! یہ عزم مجھ میں اب بھی ہوتا۔ میرا وہ عزم میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔

میں کیوں رویا

مجھے نہیں معلوم میں کیوں رویا۔ فلسفی کہے گا اعصابی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ مذہبی کہے گا تقویٰ کا جذبہ تھا۔ مگر میں جس سے یہ واقعہ گزرا کہتا ہوں مجھے معلوم نہیں میں کیوں رویا۔ ہاں یہ یاد ہے کہ اس وقت میں اس امر کا اقرار کرتا تھا کہ پھر کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا۔ یہ رونا کیسا بابرکت ہوا۔ وہ افسردگی کیسی راحت بن گئی۔

وہ آنسو کیا تھے؟

جب اس کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ آنسو ہسٹیریا کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے پھر وہ کیا تھے۔ میرا خیال ہے وہ شمس روحانی کی گرم کر دینے والی کرنوں کا گرایا ہوا پسینہ تھے۔ وہ مسیح موعود کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ اور اگر یہ نہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے۔

1906ء کا زمانہ

اس کے بعد 1906ء آیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیمار ہوئے۔ میری عمر سترہ سال تھی اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحب بیمار تھے۔ اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے ایک دن یخنی لے کر میں مولوی صاحب کے لئے گیا تھا اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ اس زمانہ کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا کہ مولوی صاحب فوت ہی نہیں ہوسکتے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود کے بعد فوت ہوں گے مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی۔ ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے۔ پھر چھوڑ دیئے اس سے زیادہ ان سے تعلق نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود کا دایاں اور بایاں فرشتہ

ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود کا دایاں فرشتہ کون سا ہے اور بایاں کون سا ہے۔ بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں۔ بعض حضرت استاذی المکرّم خلیفہ اول کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں۔ علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت ہی نہ تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفہ اول مجھ سے کیا کرتے تھے میں نورالدینیوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (۔) سے بھی دریافت کیا اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔

مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات اور اس کا اثر

غرض مولوی عبدالکریم صاحب سے کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں سوائے اس کے کہ میں ان کے پرزور خطبوں کا مداح تھا اور ان کی محبت مسیح موعود کا معتقد تھا۔ مگر جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سنی۔ میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے گزر گئی۔ جس وقت میں نے آپ کی وفات کی خبر سنی مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی۔ دوڑ کر اپنے کمرے میں گھس گیا اور دروازے بند کر لئے۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ وہ آنسو نہ تھے ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی۔ مولوی صاحب کی محبت مسیح اور خدمت مسیح کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے کاموں میں بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اب آپ کو بہت تکلیف ہوگی اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا تھا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن میں نہ کھانا کھا سکا نہ میرے آنسو تھمے۔ حتیٰ کہ میری لاابالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود کو بھی تعجب ہوا۔ اور آپ نے حیرت سے فرمایا۔ محمود کو کیا ہوگیا ہے اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا۔ یہ تو بیمار ہو جائے گا۔

زندگی میں سب سے زیادہ تغیر کس طرح پیدا ہوا

خیر مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دور کو شروع کیا۔ اس دن سے میری طبیعت میں دین کے کاموں میں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی اور وہ بیج بڑھتا ہی چلا گیا۔ سچ یہی ہے کہ کوئی دنیاوی سبب حضرت استاذی المکرّم مولوی نورالدین صاحب کی زندگی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات سے زیادہ میری زندگی میں تغیر پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا ان کی روح مجھ پر آ پڑی۔

حضرت مسیح موعود کا سال وصال

1908ء کا ذکر میرے لئے تکلیف دہ ہے وہ میری کیا سب احمدیوں کی زندگی میں ایک نیا دور شروع کرنے کا موجب ہوا۔ اس سال وہ ہستی جو

ہمارے بے جان جسموں کے لئے بمنزلہ روح کے تھی اور ہماری بے نور آنکھوں کے لئے بمنزلہ بینائی کے تھی اور ہمارے تاریک دلوں میں بمنزلہ روشنی کے تھی۔ہم سے جدا ہوگئی۔یہ جدائی نہ تھی ایک قیامت تھی۔پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور آسمان اپنی جگہ پر سے ہل گیا۔اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔اس وقت نہ روٹی کا خیال تھا نہ کپڑے کا صرف ایک خیال تھا اگر ساری دنیا بھی مسیح موعود کو چھوڑ دے میں نہیں چھوڑوں گا اور پھر اس سلسلہ کو دنیا میں قائم کروں گا۔میں نہیں جانتا میں نے کس حد تک اس عہد کو نباہا ہے مگر میری نیت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ اس عہد کے مطابق میرے کام ہوں۔

1913ء کا افسوسناک سال

اس کے بعد 1913ء آیا۔مسیح موعود سے بُعد اور نور نبوت سے علیحدگی نے جو بعض لوگوں کے دلوں پر زنگ لگا دیا تھا۔اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ سلسلہ پاش پاش ہو جائے گا۔نہایت تاریک منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔مستقبل نہایت خوفناک نظر آتا تھا۔بہتوں کے دل بیٹھے جاتے تھے۔کئی ہمتیں ہار چکے تھے۔ایک طرف وہ لوگ تھے جو سلسلے کے کاموں کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔دوسری طرف وہ لوگ تھے جو کسی شمار میں ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو عہد میں نے کیا تھا وہ بار بار مجھے اندر ہی اندر ہمت بلند کرنے کے لئے اکساتا تھا۔مگر میں بے بس اور مجبور تھا۔میری کوششیں محدود تھیں۔میں ایک پتے کی طرح تھا جسے سمندر میں موجیں ادھر سے ادھر لئے پھریں۔

سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت

''بدر'' اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا ''الحکم'' اول تو ٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھی نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں۔بہت گراں گزرتا تھا۔''ریویو'' ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔میں بے مال و زر تھا۔جان حاضر تھی مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔**اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ان کی سستی کو جھاڑے۔ان کی محبت کو ابھارے۔ان کی ہمتوں کو بلند کرے** اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش،نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔امید بر آنے کی صورت ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔

حرم اول کا بے نظیر ایثار

خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح...... کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی۔انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنوئیں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا۔اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کردوں ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے یہ ابتدائی سرمایہ الفضل کا تھا۔الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا۔اور میرے لئے تو اس کا ہر اک پرچہ گونا گوں کیفیات کا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔بار ہا وہ مجھے جماعت کی وہ حالت یاد دلاتا ہے جس کے لئے اخبار کی ضرورت تھی بار ہا وہ مجھے اپنی بیوی کی وہ قربانی یاد دلاتا ہے جس کا مستحق نہ میں اپنے پہلے سلوک کے سبب سے تھا نہ بعد کے سلوک نے مجھے اس کا مستحق ثابت کیا۔وہ بیوی جن کو میں نے اس وقت تک ایک سونے کی انگوٹھی بھی شاید بنا کر نہ دی تھی اور جن کو بعد میں اس وقت تک میں نے صرف ایک انگوٹھی بنوا کر دی ہے ان کی یہ قربانی میرے دل پر نقش ہے۔اگر ان کی اور قربانیاں اور ہمدردیاں اور اپنی سختیاں اور تیزیاں میں نظر انداز بھی کردوں تو ان کا یہ سلوک مجھے شرمندہ کرنے کے لئے کافی ہے اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا ایک نیا ورق الٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبب پیدا کر دیا۔کیا ہی یہ سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے۔اس کی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے۔لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں مگر اس گلاب کا کسی کو خیال نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا۔میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا۔اور میرے لئے خدمت کا کون سا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روز مرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دور کیا جاسکتا۔

الفضل کے پہلے شمارہ کا پہلا صفحہ

الفضل

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

جلد ۱ — ۱۸۔جون ۱۹۱۳ء مطابق ۱۲۔رجب — نمبر ۱

خطبہ جمعہ

حضرت اماں جان کے احسان

دوسری تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت اماں جان کے دل میں پیدا کی۔اور آپ نے اپنی ایک زمین جو قریباً ایک ہزار روپیہ میں بکی الفضل کے لئے دے دی۔مائیں دنیا میں خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں مگر ہماری والدہ کو ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ احسان صرف ان کے حصہ میں آیا ہے۔اور احسان مندی صرف ہمارے حصہ میں آئی ہے۔دوسری ماؤں کے بچے بڑے ہو کر ان کی خدمت کرتے ہیں۔مگر ہمیں یا تو اس کی توفیق ہی نہیں ملی کہ ان کی خدمت کرسکیں یا شکر گزار دل ہی نہیں ملے جو ان کا شکریہ ادا کر سکیں۔بہر حال جو کچھ بھی ہو اب تک احسان کرنا انہیں کے حصے میں ہے۔اور حسرت و ندامت ہمارے حصے میں۔وہ اب بھی ہمارے لئے تکلیف اٹھاتی ہیں اور ہم اب بھی کئی طرح ان پر بار ہیں۔دنیا میں لوگ یا مال سے اپنے والدین کی خدمت کرتے ہیں یا پھر جسم سے خدمت کرتے ہیں۔کم سے کم میرے پاس دونوں نہیں۔مال نہیں کہ خدمت کرسکوں۔یا شاید احساس نہیں کہ سچی قربانی کرسکوں۔جسم ہے مگر کیا؟ صبح سے شام تک جس کو ایک نہ ختم ہونے والے کام میں مشغول رہنا پڑتا ہے بلکہ راتوں کو بھی۔پس بار منت کے اٹھانے کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔میں جب سوچتا ہوں حسرت و ندامت کے آنسو بہاتا ہوں کہ خدایا میرے جیسا نکما وجود بھی دنیا میں کوئی ہوگا جس نے خود تو کبھی کسی پر احسان نہیں کیا۔مگر چاروں طرف سے لوگوں کے احسانات کے نیچے دبا ہوا ہے۔کیا میں صرف احسانوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے ہی دنیا میں پیدا ہوا تھا۔

خدا تعالیٰ کے فضل

باپ ملا تو وہ کہ اس پر احسان کرنے کا خیال تو کجا احسان کا بدلہ دینے کی امید بھی علامت جنون ہے۔والدہ ملیں تو وہ کہ پیدائش سے اس وقت تک ان کی طرف سے احسان ہی احسان ہیں اور یہاں کسی بدلے کا خیال بھی ایک نہ پوری ہونے والی امیدوں کا سلسلہ۔بیوی اللہ تعالیٰ نے وہ دی کہ اس نے ہر تکلیف میں محبت اور دلجوئی سے کام لیا۔اور بغیر اس کے کہ میں نے اسے آرام دیا ہو میرے لئے اس نے قربانی اور ایثار کا نمونہ دکھایا۔اب ایک جماعت کا امام بنایا تو ایسے لوگوں کو ماتحت بنا دیا جو اپنے ایثار اور اپنے اخلاص اور اپنی محبت کے اظہار سے ہمیشہ شرمندہ ہی کرتے رہتے ہیں۔ان کی دینی قربانیاں میرے لئے قابل رشک اور ان کا مذہبی جوش میرے لئے لائق

اقتداء ہے۔ پھر میں کس مرض کی دوا دنیا میں پیدا کیا گیا ہوں۔اے کاش! میں بھی کسی کام کا ہوتا۔اے کاش! میں بھی کسی کے احسان کا بدلہ احسان سے دے سکتا۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی امداد

تیسرے شخص جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے تحریک کی وہ مکرمی خان محمد علی خان صاحب ہیں آپ نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لئے دی۔ پس وہ بھی اس رو کے پیدا کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے ''الفضل'' کے ذریعہ چلائی حصہ دار ہیں۔اور السابقون الاولون میں سے ہونے کے سبب سے اس امر کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس قسم کے کام لے۔اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی مصائب سے محفوظ و مامون رکھ کر اپنے فضل کے دروازے ان کے لئے کھولے۔

''الفضل'' نام کس نے رکھا

غرض جب اس طرح روپیہ کا انتظام ہو گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے میں نے اخبار کی اجازت مانگی اور نام پوچھا۔آپ نے اخبار کی اجازت دی اور نام ''الفضل'' رکھا۔چنانچہ اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام ''الفضل'' فضل ہی ثابت ہوا۔اسی زمانہ میں ''پیغام صلح'' لاہور سے شائع ہوا۔تجویز پہلے میری تھی مگر پیغام صلح الفضل سے پہلے شائع ہوا کیونکہ ان لوگوں کے پاس سامان بہت تھے۔

الفضل کی اشاعت کا ایک خاص معاون

جب الفضل نکلا ہے اس وقت ایک شخص جس نے اس اخبار کی اشاعت میں شاید مجھ سے بھی بڑھ کر حصہ لیا وہ قاضی ظہورالدین صاحب اکمل ہیں۔اصل میں سارے کام وہی کرتے تھے۔اگر ان کی مدد نہ ہوتی تو مجھ سے اس اخبار کا چلانا مشکل ہوتا۔رات دن انہوں نے ایک کر دیا تھا۔اس کی ترقی کا ان کو اس قدر خیال تھا کہ کئی دن انہوں نے مجھ سے اس امر میں بحث پر خرچ کئے کہ اس کے ڈیکلریشن کے لئے مجھے منگل کو نہیں جانا چاہئے کیونکہ یہ دن نامبارک ہوتا ہے۔مگر مجھے یہ ضد کہ برکت اور نحوست خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔مجھے منگل کو ہی جانا چاہئے تا یہ وہم ٹوٹے۔ میرا خیال ہے اس امر میں مجھے قاضی صاحب پر فتح ہوئی۔کیونکہ میں منگل کو ہی گیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈیکلریشن بھی مل گیا۔جس کی نسبت قاضی صاحب کو یقین تھا کہ اگر میں منگل کو گیا تو کبھی نہیں ملے گا۔اور اخبار بھی مبارک ہوا۔بعد میں گو ایک مینیجر رکھ لیا گیا مگر شروع میں قاضی صاحب ہی مینیجری کا بھی بیشتر کام کرتے تھے اور مضمون نویسی میں بھی میری مدد کرتے تھے۔

الفضل کے دوسرے مددگار

دو مددگار اور بھی تھے ایک صوفی غلام محمد صاحب اور ایک ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر۔صوفی صاحب اس وقت اردو اچھی نہیں لکھ سکتے تھے اور میرا خیال ہے کہ میری ظالمانہ جرح وتعدیل سے ان کی زبان میں بہت کچھ اصلاح ہوئی ہے۔مگر زیادہ مدد قاضی صاحب ہی کی تھی۔کیونکہ اس وقت میرے دوستوں میں سے جو شخص صحیح مشورہ اخبار کے متعلق دے سکتا تھا وہ قاضی اکمل صاحب ہی تھے۔

''الفضل'' کی مخالفت

آخر ''الفضل'' نکلا اور دشمن نے جب دیکھا کہ خدا نے صداقت کے اظہار کے لئے بھی ایک دروازہ کھول دیا ہے۔تو اس کی مخالفت اور بھی چمک اٹھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جب پہلا نمبر ''الفضل'' کا پڑھا تو فرمایا کہ ''پیغام'' بھی میں نے پڑھا ہے۔الفضل بھی مگر یہاں شتان بینہما۔ یعنی کجا وہ کجا یہ۔یہ تو ایک مبصر کی رائے تھی۔مگر ہر شخص مبصر نہیں ہوتا۔چاروں طرف سے اس کی مخالفت کی آوازیں اٹھنی شروع ہوئیں اور میں نے سمجھا کہ جماعت اس وقت الفضل کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔مگر میں اس امر کے لئے تیار تھا کہ الفضل کی مخالفت ہوگی اور یہی وجہ تھی کہ دو تین ہزار روپیہ پہلے جمع کر کے میں نے اخبار کے نکالنے کا ارادہ کیا تھا۔ہر پرچہ جو نکلتا مخالفت کی ایک لہر پیدا کر دیتا اور اس کے خلاف جس قدر ممکن ہو سکتا جھوٹ اور فریب سے کام لیا جاتا۔اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت یہ امر معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود کا قائم کردہ ایمان کیا مضبوط تھا۔

جماعت کی توجہ الفضل کی طرف

باوجود مخالفت کے جماعت کی توجہ آہستہ آہستہ الفضل کی طرف پھرنی شروع ہوگئی اور تھوڑے ہی دنوں میں باوجود پیغام کی مخالفت اور بدر کی پیغام کے حق میں غیر جانبدارانہ ہمدردی کے الفضل کی خریداری بڑھنے لگی۔''الحکم'' ان دنوں اول تو نکلتا ہی کم تھا دوسرے اس وقت اس کو صاحبان پیغام نے اس قدر بدنام کر دیا ہوا تھا کہ اس کی تائید مخالفوں کی مخالفت سے زیادہ خطرناک تھی اور ہمارے شیخ صاحب باوجود ایک مخلص دل رکھنے کے گورنمنٹ کے ایجنٹ فری میسن خفیہ سازشوں کے بانی دشمنان سلسلہ کے ہتھیار اور نہ معلوم کن کن ناموں سے مشہور تھے۔

ایک نوجوان

الفضل کا دفتر اس وقت نواب محمد علی خان صاحب کے مکان میں تھا اور وہیں مرزا محمد اشرف صاحب جو اب محاسب صدر انجمن احمدیہ ہیں رہا کرتے تھے۔ان کے پاس اس وقت ان کے وطن کا ایک نوجوان رہتا تھا۔جس کی مونچھیں اور داڑھی ابھی نہ نکلی تھیں۔یہ نوجوان ایک اور نوجوان سے مل کر عین الفضل کے سامنے بیٹھ کر پیغام صلح کی تائید اور الفضل کی غلطیوں پر بڑے زور سے بحثیں کیا کرتا تھا۔ہمارے قاضی صاحب کو اس کی یہ حرکت بہت ناپسند تھی اور وہ مجھے بعض دفعہ کہتے کہ الفضل کے دفتر میں ایسی گفتگو سخت مضر ہے۔مگر میرے دل میں اس نوجوان کی یہ بات دو متضاد جذبات پیدا کرتی تھی۔میں اس کے ناواقفی کے اعتراضوں کو ناپسند بھی کرتا اور اس کے فعل کو کہ عین دفتر الفضل کے دروازہ کے سامنے بیٹھ کر اس بحث کو چھیڑتا تھا۔استعجاب کی نگاہ سے بھی دیکھتا تھا۔یہ نوجوان بعد میں قادیان سے چلا گیا۔اور اس نے پیغام صلح میں ہمارے مخالف بعض مضامین بھی لکھے۔اس وقت اسے یہ معلوم نہ تھا کہ غیب نے اس کے لئے کیا مقدر رکھا ہوا ہے۔قدرت اس کو کسی اور راہ پر چلانا چاہتی تھی اور وہ قدرت کے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جا سکتا تھا۔آخر گرفتار ہوا اور میری بیعت کی اور کچھ دنوں کے بعد اسی دفتر میں جس کے دروازہ پر بیٹھ کر وہ الفضل اور پیغام کا مقابلہ کیا کرتا تھا اور پیغام صلح کی پالیسی کو ترجیح دیا کرتا تھا۔وہ داخل ہو گیا اور آج اس کی ایڈیٹری کے عہدہ پر ممتاز ہے۔آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ نوجوان میاں غلام نبی صاحب بلانوی ایڈیٹر الفضل تھے۔خدا کی قدرتیں بھی عجیب ہیں۔سفر کہاں سے شروع ہوا اور کہاں آ کر ختم ہوا۔ والامور بخواتیمها

خدا کے عطا کردہ نئے کارکن

1914ء کا دور جو میرے لئے بھی الفضل کے لئے اور ساری جماعت کے لئے بھی نیا دور تھا۔وہ تو غالباً بہتوں کو یاد ہوگا۔اس دور میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی حقیقت کو دنیا پر واضح طور پر ظاہر کیا۔ہمیں نئے نئے کارکن عطا کئے۔حافظ روشن علی صاحب مکرم میر محمد اسحٰق صاحب،عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب،چوہدری فتح محمد صاحب،ماسٹر محمد الدین صاحب،صوفی غلام محمد صاحب، ماسٹر نیر صاحب اسی دور جدید کی یادگاریں ہیں اور کئی پودے جڑیں پکڑ رہے ہیں۔اللّٰھم زدفزد

الفضل کو ترقی مبارک ہو

الفضل نے بھی اس عرصہ میں کئی رنگ بدلے اور اب وہ پھر اپنے پرانے سائز پر چھپنا شروع ہوا ہے۔خدا تعالیٰ یہ ترقی مبارک کرے۔ترقی اس لئے کہ گو سائز اس کا پرانا ہوگا مگر اب وہ ہفتہ میں دو بار نکلے گا۔اور پہلے وہ ہفتہ میں ایک بار نکلتا تھا۔

تغیرات سے پاک صرف ایک ہستی ہے

چیزیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔آدمی پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔کام شروع ہوتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔کہیں ترقی ہے کہیں تنزل ہے۔ کہیں خوشی ہے کہیں رنج ہے۔مگر ایک ہستی ہے جو ان سب تغیرات سے پاک ہے۔وہی وارث ہے سب کی۔جب دوست اور اولاد انسان کو بھلا دیتے ہیں۔جب پسینہ کی جگہ خون بہانے والے لوگوں کے دلوں میں ایک ہلکے نقش کی طرح ایام سلف کی یاد باقی رہ جاتی ہے اس وقت وہی ہستی اس کی یاد کو تازہ رکھتی ہے پس اصل میں وہی وارث ہے۔

نیک کام قائم رہتا ہے

کہتے ہیں نیک کام دنیا میں قائم رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیک کام قائم رہتا ہے مگر یہ غلط ہے کہ دنیا میں قائم رہتا ہے کئی نیک کام ہیں جو دنیا سے غائب ہو گئے اور بھلا دیئے گئے ہیں۔ کئی نبی ہیں جن کے نام تک ہمیں معلوم نہیں۔ نیک کام اس ہستی کے پاس قائم رہتا ہے جو اصل وارث ہے ھو الاول و الاخر انسان کو اسی نے پیدا کیا اور آخر اسی کے پاس وہ جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے اس کے کام اور اس کی ذات قائم رہتی ہے۔ابتداء بھی اسی نے پیدا کیا تھا۔انجام بھی صرف اسی کے ہاتھ میں ہے پس وہی اول ہے وہی آخر ہے۔وہی مورث ہے وہی وارث ہے۔ وہی فوق ہے وہی تحت ہے۔

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 365 تا 375)

اردو کا پہلا اخبار

27 مارچ 1822ء کو کلکتہ سے نہری ہرونت نے ہفت روزہ اخبار ''جام جہاں نما'' جاری کیا۔ اسے اردو صحافت کی تاریخ میں پہلا اخبار ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔ ''جام جہاں نما'' کے مدیر منشی سدا سکھ لعل تھے جبکہ اسے شائع کرنے کی ذمہ داری ولیم پکنس پٹیرس اینڈ کمپنی کے سپرد تھی۔ چند ہفتوں بعد ناشرین نے محسوس کر لیا کہ اردو اخبار کی مانگ بہت کم ہے اس لئے وہ اسے فارسی زبان میں شائع کرنے لگے۔تاہم یہ رسالہ زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔

الفضل کے ایڈیٹرز

(1) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی)
18 جون 1913ء تا 20 مارچ 1914ء

(2) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب 21 مارچ 1914ء تا 27/اگست 1914ء

(3) حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب 28/اگست 1914ء سے

(4) حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی 12 جنوری 1916ء تک

(5) حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلال پوری 13 جنوری 1916ء سے

(6) حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب 3 جولائی 1916 تک

(7) محترم خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی 4 جولائی 1916ء سے 17 نومبر 1946ء تک

(8) محترم روشن دین تنویر صاحب 18 نومبر 1946ء سے 3 مئی 1971ء تک

(9) محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی 4 مئی 1971ء سے 27 نومبر 1988ء تک

نوٹ (12 دسمبر 1984ء تا 27 نومبر 1988ء الفضل بندش کا شکار رہا۔)

(10) محترم مولانا نسیم سیفی صاحب 28 نومبر 1988ء سے 10 مارچ 1998ء تک

(11) محترم عبدالسمیع خان صاحب 11 مارچ 1998ء تا حال

الفضل کے مینیجرز

(1) حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب 8 جولائی 1913ء تک

(2) محترم مرزا عبدالغفور بیگ صاحب 9 جولائی 1913ء سے

(3) محترم خواجہ غلام نبی صاحب

(4) محترم رحمت اللہ شاکر صاحب ستمبر 1927ء تا 1950ء الفضل سے منسلک رہے

(5) محترم چوہدری عبدالواحد صاحب 1947-48ء

(6) محترم عبداللہ اعجاز صاحب 1954ء تک

(7) محترم ملک محمد عبداللہ صاحب 1954ء تا 1955ء

(8) محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب دسمبر 1955ء تا 1960ء

(9) محترم گیانی عباداللہ صاحب 1960ء تا 30 جون 1984ء

(10) محترم آغا سیف اللہ صاحب یکم جولائی 1984ء تا ستمبر 2006ء

(11) محترم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب اکتوبر 2006ء تا 31 مارچ 2010ء

(12) محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب یکم اپریل 2010ء تا حال

صدران بورڈ الفضل وممبران 1975 تا 2013ء

نمبر	سال	صدر بورڈ	سیکرٹری	ممبران
1	1975	مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی	مکرم گیانی عباداللہ صاحب	مکرم نسیم سیفی صاحب۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری
2	1977 تا 1979	مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی	مکرم گیانی عباداللہ صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم نسیم سیفی صاحب
3	1980	مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی	مکرم گیانی عباداللہ صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم نسیم سیفی صاحب۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ مکرم فضل الٰہی انوری صاحب
4	1980 تا 1981	مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی	مکرم گیانی عباداللہ صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم نسیم سیفی صاحب۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب صادق
5	1983 تا 1986	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم نسیم سیفی صاحب۔ مکرم گیانی عباداللہ صاحب۔ مکرم سلطان محمود انور صاحب۔ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب
6	1986 تا 1990	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم نسیم سیفی صاحب۔ مکرم آغا سیف اللہ صاحب۔ مکرم سلطان محمود انور صاحب۔ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب
7	1990 تا 1998	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم یوسف سہیل شوق صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم نسیم سیفی صاحب۔ مکرم آغا سیف اللہ صاحب۔ مکرم سلطان محمود انور صاحب
8	1998 تا 2001	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم یوسف سہیل شوق صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم آغا سیف اللہ صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب
9	2001	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم یوسف سہیل شوق صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم آغا سیف اللہ صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ مکرم مبشر احمد ایاز صاحب
10	2002 تا 2006	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم فخر الحق شمس صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم آغا سیف اللہ صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ مکرم مبشر احمد ایاز صاحب۔ مکرم محمد محمود طاہر صاحب
11	2007 تا 2009	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	مکرم فخر الحق شمس صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم گلزار احمد ہاشمی صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ مکرم مبشر احمد ایاز صاحب۔ مکرم محمد محمود طاہر صاحب۔ مکرم ملک خالد مسعود صاحب
12	2010 تا 2011	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ مکرم فخر الحق شمس صاحب۔ مکرم مبشر احمد ایاز صاحب۔ مکرم محمد محمود طاہر صاحب۔ مکرم ملک خالد مسعود صاحب
13	3/جنوری 2012	مکرم ملک خالد مسعود صاحب	طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب۔ مکرم مبشر احمد ایاز صاحب۔ مکرم محمد محمود طاہر صاحب۔ مکرم فخر الحق شمس صاحب

الفضل کی تاریخ ۔ 100 سالہ سفر ۔ فدائیت اور خدمت کی داستان

1913ء میں مصلح موعود کے ہاتھ سے لگایا ہوا پودا خلافت احمدیہ کی راہنمائی میں تناور درخت بن چکا ہے

عبدالسمیع خان ۔ ایڈیٹر الفضل

پیشگوئی مصلح موعود عظیم الشان پیشگوئیوں کا وسیع اور لہر در لہر سلسلہ ہے جس میں صرف ایک وجود کی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ قائم ہونے والے نظام اور جماعت کی لامتناہی ترقیات کی خبر دی گئی ہے۔

پیشگوئی کا خاص حصہ جو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب مصلح موعود سے تعلق رکھتا ہے وہ اس جملہ سے شروع ہوتا ہے۔

''اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا'' اور واقعی مصلح موعود کی پیدائش کے ساتھ ہی فضلوں کی جھڑیاں لگ گئیں کہ روحانیت کے ندی نالے ابل پڑے اور آج بیسیوں نہروں کی شکل میں گلشن احمدیت کو سیراب کر رہے ہیں۔ انہی روحانی نہروں میں سے ایک الفضل بھی ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود سے خلافت اولیٰ میں رکھوائی تاکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی دعائیں اور برکات بھی اس کے شامل حال رہیں۔ یہ بھی تقدیر الٰہی ہے کہ اس کا نام پہلے فضل سوچا گیا مگر بعد میں الفضل کے نام سے شائع ہوا۔ اس اخبار کا قیام خود اپنی ذات میں ایک معجزہ ہے۔

اخبار کی دنیا کے لئے 25 سالہ ناتجربہ کار نوجوان جس کی دنیاوی اور صحافتی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ قادیان جیسی گمنام بستی جہاں سے کئی اخبارات پہلے سے نکل رہے تھے اور الحکم اور البدر کے کہنہ مشق ایڈیٹرز اور ان کا حلقہ احباب تھا۔

جماعت میں خریداری کی استعداد کم تھی۔ قادیان میں کاتب، پریس، اس کی مشینوں اور دیگر ٹیکنیکل امور سے تعلق رکھنے والے احباب قلیل تھے اور سارے اخبارات و رسائل دباؤ کا شکار رہتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے کاموں اور مرمت کے لئے امرتسر یا لاہور جانا پڑتا تھا۔ متعدد رسائل مگر جماعت کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اخبارات کے لئے مضمون نگاروں کا حصہ رسدی بھی کم ہو گیا تھا۔

خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والوں کی نظر میں محمود ناقابل برداشت تھا کجا یہ کہ ایک اخبار کے ذریعہ وہ مزید شہرت پاتا۔ ان تمام حالات میں جس کی کسی قدر تفصیل آگے درج کی جائے گی الفضل کا اجرا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر بعد میں حکومت کی طرف سے مشکلات اور 1947ء کے پُرآشوب دور میں قادیان سے پاکستان لاہور منتقلی خدا کی نصرتوں اور فضلوں کا ایک دلکش باب ہے۔ پھر حکومت پاکستان کی طرف سے متعدد بار پابندیاں اور مقدمات اس کے سد راہ نہیں بنے بلکہ مہمیز لگاتے چلے گئے اور آج 100 سال بعد پہلے سے کہیں زیادہ عظمت اور شان کے ساتھ الفضل دنیا کے پردہ پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔

الفضل کے اجراء کی ابتدائی داستان خود حضرت مصلح موعود نے اپنے قلم معجز رقم سے تحریر فرمائی ہے۔ جو نہایت ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ اس کی روشنی میں مزید معلومات احباب کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

وجہ آغاز

خلافت اولیٰ کے آغاز سے ہی منکرین خلافت کی طرف سے ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ مدرسہ احمدیہ کو بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ خلافت کے اختیارات کو کم کرنے اور مقام کو گھٹانے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مسیح موعود کے نام، مقام اور حوالہ کے بغیر دین کو پیش کرنے کے منصوبے بنائے گئے جس کا دعوت الی اللہ پر بھی بہت برا اثر پڑا۔

ان حالات میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سلطان نصیر بن کر کھڑے ہو گئے اور ہر پہلو سے اپنے امام کی اطاعت اور فدائیت کے بے مثال نمونے پیش کئے۔

حضور فرماتے ہیں:۔

''1913ء آیا مسیح موعود سے بُعد اور نور نبوت سے علیحدگی نے جو بعض لوگوں کے دلوں پر زنگ لگا دیا تھا۔ اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ پاش پاش ہو جائے گا۔ نہایت تاریک منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ مستقبل نہایت خوفناک نظر آتا تھا۔ بہتوں کے دل بیٹھے جاتے تھے۔ کئی ہمتیں ہار چکے تھے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو سلسلہ کے کاموں کے سیاہ و سپید کے مالک تھے۔ دوسری طرف وہ لوگ تھے جو کسی شمار میں ہی نہ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو عہد میں نے کیا تھا وہ بار بار مجھے اندر ہی اندر ہمت بلند کرنے کے لئے اکساتا تھا۔ مگر میں بے بس اور مجبور تھا۔ میری کوششیں محدود تھیں۔ میں ایک پتے کی طرح تھا جسے سمندر میں موجیں ادھر سے ادھر لئے پھریں۔ ''بدر'' اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا اور ''الحکم'' ٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھی نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں۔ بہت گراں گزرتا تھا۔ ''ریویو'' ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں بے مال و زر تھا۔ جان حاضر تھی۔ مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے، ان کی سستی کو جھاڑے۔ ان کی محبت کو ابھارے، ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش، نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔'' (انوارالعلوم جلد 8 ص 369)

ایک اور موقعہ پر فرمایا:۔

''1913ء میں دو اور اہم واقعات ہوئے۔ حج سے واپسی کے وقت مجھے قادیان کے پریس کی مضبوطی کا خاص طور پر خیال پیدا ہوا جس کا اصل محرک مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کا اخبار ''الہلال'' تھا۔ جسے احمدی جماعت بھی کثرت سے خریدتی تھی اور خطرہ تھا کہ بعض لوگ اس کے زہریلے اثر سے متاثر ہو جاویں۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے خاص کوشش شروع کی اور حضرت خلیفۃ المسیح سے اس امر کی اجازت حاصل کی کہ قادیان سے ایک نیا اخبار نکالا جائے جس میں علاوہ مذہبی امور کے دنیاوی معاملات پر بھی مضامین لکھے جاویں تاکہ ہماری جماعت کے لوگ سلسلہ کے اخبارات سے ہی اپنی سب علمی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ جب میں حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت حاصل کر چکا تو مجھے معلوم ہوا کہ لاہور سے ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب بھی ایک اخبار نکالنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا علم ہوتے ہی میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لاہور سے مجھے اطلاع ملی ہے کہ فلاں فلاں احباب مل کر ایک اخبار نکالنے لگے ہیں چونکہ میری غرض تو اس طرح بھی پوری ہو جاتی ہے حضور اجازت فرماویں تو پھر اس اخبار کی تجویز رہنے دی جاوے۔ اس کے جواب میں جو کچھ حضرت خلیفۃ المسیح نے تحریر فرمایا اس کا مطلب یہ تھا کہ اس اخبار اور اس اخبار کی اغراض میں فرق ہے۔ آپ اس کے متعلق اپنی کوشش جاری رکھیں۔ اس ارشاد کے ماتحت میں بھی کوشش میں لگا رہا۔''

(آئینہ صداقت۔ انوارالعلوم جلد 6 ص 214)

حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحب لکھتے ہیں:۔

''پیغام'' کے اجراء سے پہلے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ ارادہ تھا کہ مرکز سے ایک اخبار نکالا جائے۔ چنانچہ جن مقاصد کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا وہ آپ نے ایک پراسپکٹس کی شکل میں شائع بھی فرما دیئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت گرامی میں حصول اجازت کے لئے رقعہ لکھنے لگے تو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ بھی صاف صاف وضاحت سے لکھ دیا کہ لاہور سے اخبار پیغام صلح نکل آیا ہے۔ میں نے اصرار سے عرض کیا کہ یہ نہ لکھئے اس طرح الفضل کے جاری کرنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ مگر حضور نے فرمایا میں تو ساری کیفیت لکھوں گا۔ اجازت چاہے ملے یا نہ ملے۔ اجازت و منظوری کے بعد ڈیکلریشن دیا گیا۔''

(الفضل 28 دسمبر 1939ء ص 29)

استخارہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اجازت

اخبار کے اجرا سے قبل آپ نے استخارہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں اجازت کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا:۔

''جس قدر اخبار میں دلچسپی بڑھے گی خریدار خود بخود پیدا ہوں گے۔ ہاں تائید الٰہی، حسن نیت، اخلاص اور ثواب کی ضرورت ہے۔ زمیندار، ہندوستان، پیسہ میں اور کیا اعجاز ہے وہاں تو صرف دلچسپی ہے اور یہاں دعا نصرت الٰہیہ کی امید بلکہ یقین تو کلاً علی اللہ کام شروع کر دیں''۔

الفضل کا نام بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے عطا فرمایا اور الفضل 1914ء کے ایک اداریہ میں درج ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا:۔

مجھے رویا میں بتایا گیا ہے کہ الفضل نام رکھو۔

(الفضل19 نومبر1914ء ص3)

چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ اس مبارک انسان کا رکھا ہوا نام ''الفضل'' فضل ہی ثابت ہوا۔ (انوارالعلوم جلد8 ص371)

ڈیکلریشن کا حصول

حضرت مصلح موعود نے الفضل کے ڈیکلریشن کے سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

1913ء میں حضرت خلیفہ اول کے عہد خلافت میں جب میں نے ''الفضل'' جاری کیا تو ڈیکلریشن کے لئے گورداسپور جانے لگا۔ ایک دوست نے دریافت کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ میں نے بتایا تو کہنے لگے کہ آج تو منگل ہے، آج نہ جائیں۔ میں نے کہا کہ منگل ہے تو کیا حرج ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تو بڑا منحوس دن ہے۔ آپ نہ جائیں۔ میں نے کہا میں نے تو اس کی نحوست کوئی نہیں دیکھی اور اگر اللہ تعالیٰ کی برکت ہو تو منگل کی نحوست کیا کرسکتی ہے اور میں تو ضرور آج ہی جاؤں گا۔ کہنے لگے کہ آپ چلے جائیں لیکن یاد رکھیں کہ اول تو تانگہ رستہ میں ہی ٹوٹے گا نہیں تو ڈپٹی کمشنر دورہ پر ہوگا اور اگر وہ دورہ پر نہ ہوا تو بھی اسے کوئی ایسا کام درپیش ہوگا کہ مل نہیں سکے گا اور اگر ملنے کا موقع بھی مل جائے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ درخواست رد نہ کردے مگر میں نے کہا کہ چاہے کچھ ہو میں تو ضرور منگل کو ہی جاؤں گا۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی بھی میرے ساتھ تھے۔ چنانچہ ہم گئے تو ڈپٹی کمشنر وہیں تھا۔ ہم اس کے مکان پر گئے اور جاکر اطلاع کرائی کہ ڈیکلریشن داخل کرنا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کچہری چلیں میں ابھی آتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوراً کچہری آگیا اور چند منٹ میں اس نے ڈیکلریشن منظور کرلیا اور ہم جلدی ہی فارغ ہوگئے۔ یہاں سے کوئی سات آٹھ بجے چلے تھے اور کوئی تین چار بجے واپس آگئے۔ چونکہ ان دنوں اکوں میں سفر ہوتا تھا اور اس کے یکطرفہ سفر پر ہی کئی گھنٹے لگ جاتے تھے، جب اس دوست نے ہمیں واپس آتے دیکھا تو یقین کرلیا کہ یہ اس قدر جلد جو واپس آئے ہیں تو ضرور ناکام آئے ہوں گے اس لئے دیکھتے ہی کہا کہ اچھا آپ واپس آگئے۔ ڈپٹی کمشنر غالباً وہاں نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ وہ وہیں تھا، مل بھی گیا اور کام بھی ہوگیا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ میں مان ہی نہیں سکتا کہ اس نے اتنی جلدی آپ کو فارغ کر دیا ہو۔ میں نے کہا منگل جو تھا۔

(الفضل22 جون1938ء)

حضور نے الفضل کے 8 مقاصد بیان فرمائے جن کی تفصیل دوسرے مقامات پر آرہی ہے۔

الفضل کا اداریہ نویس لکھتا ہے:۔

الفضل ایک چراغ ہے اور چراغ بھی وہ جس کو خود مسیح موعود نے ایک رویا میں ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ چند آدمی اندھیرے میں جارہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ آگے آنے والے گڑھوں میں گر جائیں۔ اس وقت محمود (ہمارے موجودہ امام الفضل کے سابق ایڈیٹر) دوڑ کر ایک لیمپ اٹھا لائے اور ان کو راستہ دکھایا۔

(الفضل29 دسمبر1914ء)

پہلا پرچہ

ہفت روزہ الفضل کا پہلا پرچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی ادارت میں 18 جون 1913ء بروز بدھ شائع ہوا۔ یہ 26x20/4 کے 16 صفحات پر مشتمل تھا۔ حضور خود ہی اس کے پروپرائٹر، پرنٹر اور پبلشر تھے۔ ہجری لحاظ سے یہ 12 رجب 1331ھ کا دن تھا۔ (اس پرچہ کے متعلق مزید تفصیلات الگ درج کی جارہی ہیں)

حضرت خلیفہ اول کی راہنمائی

الفضل کے پہلے پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا تازہ خطبہ جمعہ 13 جون 1913ء درج کیا گیا اور حضور کی راہنمائی اور دعائیں ہمیشہ اخبار کو میسر رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول الفضل بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ضروری ہدایات دیتے تھے۔ چنانچہ الفضل میں قادیان کی خبروں کے تحت لکھا ہے۔

''حضور اخبار الفضل کو بڑے شوق سے مطالعہ فرماتے ہیں''۔

(الفضل8 اکتوبر1913ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے الفضل کے پہلے شمارہ میں ایک خاص مضمون ''اسلامی اخبارات کے لئے دستور العمل'' بھی تحریر فرمایا۔

حضور کی جو راہنمائی الفضل کو میسر تھی اس کے متعلق ادارہ الفضل لکھتا ہے:۔

''ان (قادیان سے نکلنے والے اخبارات) سے اگر کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے تو خلیفۃ المسیح فوراً اس پر نوٹس لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک اخبار آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ الفضل کا اجرا اس غرض سے بھی ہوا تھا کہ جب کوئی امـــر مـن الـخـوف والامـن پیش آئے تو خلیفۃ المسیح کی زبان بن کر گائیڈ کرنے کے لئے ایک اخبار ضروری چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جب کوئی مضمون لکھا جس میں جماعت کو کسی خاص روش پر چلنے کی تاکید ہو تو خلیفۃ المسیح کو دکھا کر اور ان سے تصدیق لکھوا کر شائع کیا۔

(الفضل3 ستمبر1913ء ص9)

اس ضمن میں ایک احمدی کا خواب بھی بہت ایمان افروز ہے۔

مولوی میر اسحٰق علی صاحب احمدی سررشتہ دار عدالت گدوال (حیدرآباد دکن) تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت خلیفہ اول کی صحت وعافیت اور احمدی بیماروں کی شفایابی کے لئے دعا کرکے سویا تھا **خواب میں حضرت خلیفہ اول نے الفضل خریدنے کی تاکیدی ہدایت فرمائی اور روپے خود اپنی جیب سے نکال کر دیئے۔**

(الفضل23 دسمبر1915ء ص2)

خریداری میں مشکلات

الفضل کو آغاز میں نہایت مالی تنگی کا سامنا رہا۔ قدیم اخباروں اور پیغام صلح کی موجودگی میں خریداروں کی اس طرف توجہ بہت مشکل تھی۔

جماعت کے ایک مخصوص عنصر نے تو شروع ہی سے جو آپ کا مخالف تھا ڈٹ کر مقابلہ کرنا شروع کردیا۔ قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔ خصوصاً ادارہ ''پیغام صلح'' نے تو حد ہی کردی۔ مگر آپ نے اس کی چنداں پرواہ نہیں کی بلکہ اس مزاحمت کو نیک فال سمجھا اور خدائی بشارتوں کے ماتحت اپنا قدم اور آگے کو بڑھاتے چلے گئے۔

(الفضل19 نومبر1914ء ص3)

چنانچہ خدا کے فضل سے اس مخالفت کے باوجود جماعت کا رجحان ''الفضل'' کی طرف بڑھنا شروع ہوا اور اخبار پیغام صلح اور اس کے ہمنواؤں کی مخالفت کے باوجود الفضل کی خریداری بڑھنے لگی۔

ریکارڈ کے مطابق دسمبر1914ء تک الفضل کی خریداری 562 تھی۔

(الفضل29 دسمبر1914ء ص3)

حضرت منشی برکت علی خان صاحب شملوی رفیق حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب غیر مبائعین نے اخبار پیغام صلح جاری کیا تو بہت سے دوستوں نے اسے خریدنا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں حضرت خلیفہ ثانی نے اخبار الفضل نکالا۔ اس وقت جو اختلاف لاہوری ارکان اور حضرت خلیفہ ثانی کے درمیان تھا اس کا علم شملہ کی جماعت کو بھی ہوچکا تھا اور اس کا اکثر چرچا رہتا تھا۔ مگر یہاں کی جماعت کے اکثر دوست خواجہ صاحب وغیرہ کی طرف جھکے ہوئے تھے اور انہوں نے الفضل کا خریدنا منظور نہ کیا۔ اتنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تشریف لے آئے۔ یہ 1913ء کی بات ہے۔ میرا قاعدہ تھا کہ جب کبھی آپ شملہ آتے تو میں جماعت کی ایک میٹنگ ضرور آپ کے مکان پر آپ کی موجودگی میں کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس دفعہ بھی میں نے ایک میٹنگ آپ کے مکان پر کی اور اس میں دیگر امور کے علاوہ الفضل کی خریداری کا معاملہ بھی پیش کیا۔ بعض لوگوں نے برا منایا۔ مگر کچھ آپ کے لحاظ سے اور کچھ ہمارے کہنے سننے سے کہ جب تک دونوں اخبار نہ پڑھے جائیں مخالف خیالات کا پتہ نہیں لگ سکتا اور نہ ان سے صحیح نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے خریداری منظور کرلی۔''

(الفضل3 فروری1940ء)

مجلس مشاورت 1937ء میں حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔

''میں بتانا چاہتا ہوں کہ ''الفضل'' کے سوا کوئی ڈیلی اردو اخبار ایسا نہیں جس کا مستقل خریدار اٹھارہ سو کیا ایک ہزار بھی ہو۔ وہ سب ایجنسی کے ذریعہ چلتے ہیں اور جو اخبار ایجنسی کے ذریعہ چلنے والے ہوں ان کی تعداد اتنی جلدی بڑھتی گھٹتی ہے کہ اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ''زمیندار'' بعض دفعہ ایک ایک ہزار یا اس سے کم چھپتا رہا ہے اور بعض دفعہ پندرہ پندرہ ہزار بھی۔ پس یہ عذر بھی بالکل فضول ہے۔ الفضل کے اتنے مستقل خریدار ہیں کہ ہندوستان کے کسی مسلمان اردو روزنامہ کو اتنے خریدار حاصل نہیں۔''

(خطبات شوریٰ جلد2 ص229)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد لکھتے ہیں:۔

''سیدنا حضرت مصلح موعود نے جب اخبار الفضل جاری فرمایا تو منکرین خلافت کے زیر اثر احمدیوں تک نے اس کی زبردست مخالفت کی اور بعض جماعتوں نے اس کی خریداری سے بالکل انکار کردیا۔ **ان ہی دنوں آپ کو خواب میں دکھایا گیا کہ ایک ستارہ ٹوٹا ہے اور بجائے نیچے جانے کے اوپر کی طرف چلا گیا ہے۔**'' (مکتوب مصلح موعود بنام شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی)

(الفضل انٹرنیشنل لندن30 جولائی1993ء نمونہ کا پرچہ ص4)

چنانچہ وہ ستارہ اوپر ہی چلتا چلا گیا۔ ابتدائی مختصر سرمایہ بلکہ خلوص اور محبت کو خدا نے قبول فرمایا اور نہ صرف اس اخبار کو لمبی زندگی عطا فرمائی بلکہ اس معمولی رقم کو بھی لاکھوں میں بھی تبدیل کردیا۔

اجراء الفضل کے وقت اپنی بے بضاعتی کا ذکر کرتے ہوئے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع پر 19 اکتوبر1956ء کو افتتاحی خطاب میں حضور نے فرمایا:

''میں نے الفضل جاری کیا تو اس وقت بھی میرے پاس روپیہ نہیں تھا۔ حکیم محمد عمر صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں آپ کو کچھ خریدار بنا کر لا دیتا ہوں اور تھوڑی دیر میں وہ ایک پوٹلی روپوں کی میرے پاس لے آئے۔ غرض ہم نے پیسوں سے کام شروع کیا اور آج ہمارا لاکھوں کا بجٹ ہے اور ہماری انجمن کی جائیداد کروڑوں کی ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ میں خود گزشتہ بیس سال کی تحریک جدید میں تین لاکھ ستر ہزار

روپیہ چندہ دے چکا ہوں۔ اسی طرح ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ میں نے صدر انجمن احمدیہ کو دیا ہے اور اتنی ہی جائیداد اسے دی ہے گویا تین لاکھ صدر انجمن احمدیہ کو دیا ہے اور تین لاکھ ستر ہزار روپیہ تحریک جدید کو دیا ہے۔''

(الفضل 24/اپریل 1957ء)

حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحب 1939ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک وقت تھا کہ الفضل ایک دستی پریس میں چند سو چھپتا اور اگر کاتب و پریس مین بیمار ہوتے تو ان کا بدل ملنا مشکل ہو جاتا اور مضامین و انتظام کے لئے بھی ذمہ داری ایک ہی شخص پر تھی۔ پھر وہ وقت بھی انہی آنکھوں سے دیکھا کہ الفضل مستقل طور پر ہفتہ میں دو بار پھر تین بار اور گاہے گاہے چار بار حتیٰ کہ روزانہ بھی شائع ہوا اور آخر کئی سال سے روزانہ شائع ہو رہا ہے۔''

''دستی پریس کی بجائے دو دستی پریس پھر مشین پریس جسے ہاتھ سے چلایا جاتا۔ پھر انجن آ گیا اور اب برقی پریس ہے اور اس کی خاطر دو مشینیں ہیں۔ ایڈیٹوریل سٹاف الگ ہے۔ مینیجنگ سٹاف الگ۔ کاتب ایک کی بجائے پانچ ہیں۔''

''الفضل نے مطبع اور سامان طباعت (مشین و انجن) بھی اپنے ہی سرمایہ سے مہیا کیا بلکہ دوسرے اخبارات انجمن کو بھی اپنی مالی امداد سے چلایا۔'' (الفضل 28 دسمبر 1939ء ص 29)

ابتدائی سرمایہ

جیسا کہ حضور نے تحریر فرمایا ہے الفضل کے لئے ابتدائی سرمایہ حضرت اماں جان، آپ کی اہلیہ حضرت امّ ناصر اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے عطا فرمایا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''1913ء میں حضرت مصلح موعود نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر صاحبہ نے ابتدائی سرمائے کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریمؐ کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی) جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا۔ آپ نے اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے (سونے کے) اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کیلئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو میں وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے اور اس سے پھر یہ اخبار الفضل جاری ہوا۔

(الفضل 4 جولائی 1924ء ص 4)

''قارئین الفضل حضرت مصلح موعود کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بے شک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا اور یہ الفضل جو ہے، آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔''

(الفضل 20 ستمبر 2011ء ص 7)

پہلا دفتر

الفضل کے ابتدائی دفتر کے لئے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے اپنے مکان کی نچلی منزل کا ایک حصہ عطا فرمایا۔ اس کے اولین کاتب محمد حسین صاحب اور مینیجر مرزا عبدالغفور بیگ تھے۔

3 دسمبر 1914ء سے الفضل کے پرنٹر و پبلشر حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی مقرر ہوئے جو 1947ء میں تقسیم ہند تک یہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔

لائحہ عمل

الفضل کے لئے حضرت مصلح موعود نے ایک لائحہ عمل شروع سے طے کر دیا تھا اور دیگر مصروفیات علاوہ الفضل کے مضامین کی طرف خاص توجہ فرماتے۔

جلسہ سالانہ 1913ء کی مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے۔

''صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے مشاغل کا حال اس سے واضح ہے کہ دونوں وقت خود پاس کھڑے ہو کر دو ہزار آدمی کا کھانا تقسیم کراتے اور سب مہمانوں کے کھا چکنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور دن میں کئی بار مختلف دفاتر متعلقہ انتظام جلسہ میں جا کر نگرانی و مناسب ہدایات فرماتے رہے پھر مہمانوں کی خاطر یہاں تک منظور تھی کہ ان کے لئے تازہ خبروں کے بہم پہنچانے کے واسطے الفضل کا دو ورقہ پرچہ ہزار کی تعداد میں تقسیم ہوتا رہا جس میں الفضل کے تمام ہیڈنگ برقرار رکھے گئے تھے اور ہر عنوان کے ماتحت ایک مکمل و دلچسپ مضمون دیا جاتا رہا۔ جیسا کہ مرسلہ الفضل سے ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ عام احباب سے ملاقات اور مختلف مقالات آپ نے تقویٰ کے حصول کے ذرائع پر ایک تقریر دلپسند فرمائی جو انشاء اللہ چھاپی جائے گی۔''

(الفضل 31 دسمبر 1913ء ص 1)

حضرت مصلح موعود کے ادارےاور مضامین

خبروں کے علاوہ سیرت النبیؐ، الاسلام، تصدیق المسیح، امر بالمعروف، مذاکرات۔

حضور نے سیرت النبیؐ کے موضوع پر نئے اور اچھوتے انداز سے قلم اٹھایا تھا۔ یہ مضمون بعد کو کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ تازہ ملکی حالات پر شذرات لکھنا بھی الفضل کی مستقل پالیسی میں شامل تھا۔ اسی طرح آپ کے زمانہ ادارت میں جو اہم تحریکات اٹھیں یا قومی و ملی مسائل پیدا ہوئے ان سب میں آپ نے کمال فراست اور بالغ نظری سے مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔ اس تعلق میں آپ کے بعض قیمتی اداریے حسب ذیل ہیں۔

1۔ گورنمنٹ اور حجاج (اپنے مشاہدات کی بناء پر حجاج کی مشکلات پر تبصرہ اور اس کا حل)

2۔ السنہ شرقیہ کی بے قدری (علمائے السنہ شرقیہ کے گریڈ میں اضافہ کی اپیل)

3۔ مسجد کانپور (حضرت خلیفہ اول نے اس مضمون کی نسبت فرمایا جزاک اللہ احسن الجزاء خوب لکھا ہے کچھ زائد شائع کر دو)

4۔ اصطلاحات شرعیہ کی ہتک (مجاہد، غازی، مہدی، ولی و عالم اور شہید کی شرعی اصطلاحات کے غلط استعمال پر نقد و تبصرہ)

5۔ بین الاقوامی طبی کانفرنس (لندن کی ایک طبی کانفرنس کی خدمت خلق سرگرمیوں پر اظہار مسرت اور مسلمان ممبر کی عدم موجودگی پر اظہار تاسف)

6۔ مسلمانوں کی سیاست (قرون اولیٰ کے مسلمان سیاستدانوں کا بیسویں صدی کے شورش پسندوں سے مقابلہ)

7۔ دہلی میں امن کانفرنس (مسلم زعماء کی قیام امن کانفرنس کے مقاصد کی پُر زور تائید اور راہ اعتدال اختیار کرنے کی تحریک)

8۔ یونیورسٹی احتیاط کرے (بی اے کے کورس میں مسلم آزار فقرات کے خلاف احتجاج)

9۔ گائے کی قربانی (آنحضرت ﷺ کی طرف گائے کے گوشت کو مضر ثابت کرنے کے لئے ایک جعلی حدیث منسوب کرنے کی مخالفت)

10۔ انتہا پسند اور اعتدال پسند گروہ (ہندوستانی مسلمانوں کی سیاست پر بے لاگ تبصرہ)

11۔ میڈیکل کالج کے طلباء کی سٹرائیک (احمدی طلباء کو سٹرائیک سے الگ رہنے کا مشورہ اور پرنسپل کے ناروا رویہ پر حکومت کو دخل دینے کی اپیل)

ان مضامین کے علاوہ ''خلافت اولیٰ'' کے عہد میں آپ کے قلم سے الفضل میں اور بھی بہت سے مضامین شائع ہوئے یہ سب مضامین بھی نہایت قیمتی اور نئے تقاضوں کے مطابق بڑے ہی ضروری اور شہرت دوام کے حامل ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر صرف چند عنوانات ہی درج کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

میرا محمدؐ۔ ایک اور عظیم الشان نشان (ترکی سے یمن و نجد کی علیحدگی) ''کانپور کی مسجد کے معاملہ میں احمدی جماعت کی پوزیشن''۔ ''ایڈیٹر زمیندار کی کارروائی''۔ ''ترقی کا وہمی بت سرنگوں ہو گیا''۔ ''طریق تبلیغ''۔ ''اے احمدی جماعت تجھے مبارک ہو''۔ ''قابل توجہ حکام صوبہ سرحدی''۔ ''جلسہ سالانہ''۔ ''لارڈ ہیڈلے''۔ ''من انصاری الی اللہ''۔ ''دعوت الی الخیر فنڈ''۔ ''زمیندار پریس''۔ ''کشش قلم پریس ایکٹ''۔ ''الفضل کا خطاب اپنے ناظرین سے''۔ ''مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع''۔ ''پیغام حق پہنچانے کے لئے ایک عظیم الشان جدوجہد کی ضرورت ہے''۔ ''زمانہ نازک ہے''۔ ''ہم میں سے کس کا حق ہے کہ سست ہو''۔ ''جماعت کو ایک نصیحت''۔ ''چھ مارچ''۔ ''وطن نے رجوع کر لیا''۔ ''ایسی باتوں سے کیا فائدہ؟''

الفضل کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ خلیفہ بننے کے بعد الفضل نے حضور کے خطبات، تقاریر، مجالس و عرفان، خطبات نکاح کثرت سے اپنے دامن میں محفوظ کئے۔ جو آج متعدد کتابوں کی شکل میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ بھی حضور خصوصی مضامین تحریر فرماتے رہے جن سے الفضل کا دامن مالا مال ہے۔

1947ء میں ''الفضل'' کے ابتدائی پاکستانی دور کی ایک بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اس زمانہ میں خود حضرت المصلح الموعود اپنی گوناگوں اور بیشمار مصروفیات کے باوجود ''الفضل'' کے لئے پورے التزام کے ساتھ نہایت درجہ معلومات افزا مضامین تحریر فرماتے۔ جو (حضور کا نام لکھے بغیر) ادارہ کی طرف سے شائع کئے جاتے تھے۔ حضور کی اس خصوصی توجہ اور غیر معمولی راہنمائی کی بدولت یہ نیا جاری شدہ اخبار جلد ہی پاکستان کے معیاری روزناموں میں اپنا خاص مقام پیدا کرنے کے قابل ہو گیا۔

ذیل میں حضور کے لکھے ہوئے ان بلند پایہ رشحات قلم کی فہرست دی جاتی ہے جو بطور اداریہ سپرد اشاعت کئے گئے اور جن میں اسلامی دنیا خصوصاً پاکستان کے اہم مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی تھی۔ یہ فہرست محترم مولانا دوست محمد

صاحب شاہد نے مرتب کی ہے۔

نمبر شمار	عناوین	تاریخ اشاعت
1	پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات	20 ستمبر 1947ء
2	برطانیہ اور مسلمان	20 ستمبر 1947ء
3	گوالیار کے مسلمان خطرے میں	20 ستمبر 1947ء
4	قومیں اخلاق سے بنتی ہیں	2/اکتوبر 47ء
5	مشرقی اور مغربی پنجاب کا تبادلہ آبادی	3/اکتوبر 1947ء
6	پاکستان کی سیاست خارجہ	4/اکتوبر 47ء
7	کچھ تو ہمارے پاس رہنے دو	8/اکتوبر 47ء
8	قادیان	9/اکتوبر 47ء
9	سیاست پاکستان	14/اکتوبر 47ء
10	پاکستان کا دفاع	15/اکتوبر 47ء
11	پاکستان کا دفاع (2)	16/اکتوبر 47ء
12	پاکستانی فوج اور فوجی مخزن	17/اکتوبر 47ء
13	کشمیر اور حیدر آباد	19/اکتوبر 47ء
14	کشمیر کی جنگ آزادی	7 نومبر 47ء
15	پاکستان کی اقتصادی حالت	9 نومبر 47ء
16	کشمیر	12 نومبر 47ء
17	کشمیر اور پاکستان	14 نومبر 47ء
18	سپریم کمانڈر کا خاتمہ	15 نومبر 47ء
19	مسٹر ایٹلی کا بیان	16 نومبر 47ء
20	صوبہ جاتی مسلم لیگ کے عہدیداروں میں تبدیلی	20 نومبر 47ء
21	کانگرس ریزولیوشن	21 نومبر 47ء
22	کانگرس ریزولیوشن	23 نومبر 47ء
23	تقسیم فلسطین کے متعلق روس اور یونائیٹڈ سٹیٹس کے اتحاد کا راز	28 نومبر 47ء
24	مسلم لیگ پنجاب کا نیا پروگرام	29 نومبر 47ء
25	کشمیر کے متعلق صلح کی کوشش	30 نومبر 47ء
26	آخر ہم کیا چاہتے ہیں	15 مئی 48ء
27	خطرہ کی سرخ جھنڈی	28 جنوری 48ء

(تاریخ احمدیت جلد 11 ص 56، 57)

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب ابتدائی دور کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

مضامین کے لئے ایک خاص پروگرام تھا جس کی پابندی بڑے اہتمام سے کی جاتی۔ لیڈنگ آرٹیکل (حضرت صاحبزادہ صاحب) خود لکھتے۔ الاخبار و الآراء اور مدینۃ المسیح نیز بعض متفرق ضروری مضامین اور نظمیں میں لکھتا۔ اسلام کی خصوصیات۔ احمدیت کی تصدیق اور جوابات اعتراضات اور سیاسی وتمدنی مضامین کے لئے بھی صفحات مقرر ہوئے۔ جناب صوفی حافظ غلام محمد صاحب مربی ماریشس اور الحاج مولانا عبدالرحیم صاحب نیر نے ان مضامین کے بیشتر حصے کا ذمہ لیا۔ (الفضل 28 دسمبر 1939ء ص 29)

اخبار احمدیہ

شروع میں مدینۃ المسیح اور ایوان خلافت کے عنوان سے خلیفۃ المسیح اور جماعت کی اہم خبروں کا سلسلہ صفحہ اول پر شروع کیا گیا تھا۔ 2 فروری 1915ء سے اخبار احمدیہ کے عنوان سے نیا کالم شروع کیا گیا جس میں احباب جماعت کی دیگر خبریں اور حالات درج کئے جانے لگے تا کہ باہمی محبت واتحاد ترقی کرے۔

پہلے صفحہ پر ضروری جماعتی اعلانات کے علاوہ یہ سلسلہ اب اطلاعات واعلانات کے نام سے صفحہ 7 پر جاری ہے جس میں نکاح، شادی، ولادت، وفات، آمین تعلیمی کامیابی، بیماری اور دیگر متفرق اعلانات شائع کئے جاتے ہیں جو باہمی محبت و مودت کو ترقی دینے کا ذریعہ ہیں۔ نیٹ کے ذریعہ اخبار اسی دن تمام دنیا میں پھیل جاتا ہے جبکہ پاکستان میں ڈاک کے ذریعہ دیر سے پہنچتا ہے اس لئے کئی دفعہ اہل پاکستان کو ضروری خبریں ان کے بیرون ممالک رشتہ داروں کے ذریعہ فون پر الفضل کے حوالہ سے ملتی ہیں۔

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب

الفضل کے ابتدائی خدمت گاروں میں حضرت مصلح موعود نے حضرت قاضی ظہور الدین کا خصوصیت سے اور نہایت محبت سے ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''جب الفضل نکلا ہے اس وقت ایک شخص جس نے اس اخبار کی اشاعت میں شاید مجھ سے بھی بڑھ کر حصہ لیا وہ قاضی ظہور الدین صاحب اکمل ہیں۔ اصل میں سارے کام وہی کرتے تھے۔ اگر ان کی مدد نہ ہوتی تو مجھ سے اس اخبار کا چلانا مشکل ہوتا۔ رات دن انہوں نے ایک کر دیا تھا۔'' (الفضل 4 جولائی 1924ء)

خود حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں:۔

''خلافت ثانیہ قائم ہوئی اور ساتھ ہی الفضل کو اندرونی اختلافات کے متعلق جدوجہد کا فرض ادا کرنا پڑا۔ اس کے لئے اور طباعت وغیرہ کے انتظام کے لئے خدا تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق سے دو تین سال متواتر یہ کام کیا جاتا رہا اور الفضل کو ہفتہ وار سے ہفتہ میں تین بار نکالا گیا۔ اس کا سرمایہ تو بہت قلیل تھا۔ مالی مشکلات کا پیدا ہو جانا قدرتی تھا۔ مگر اس کی بنیاد نیک نیتی اور تقویٰ پر تھی۔ اس لئے اسے ابتداء ہی سے ایسا عملہ ملتا رہا جس نے یہ کام بطور ملازمت کبھی نہ کیا بلکہ اپنے لئے سعادت دارین جانتے ہوئے اپنی تمام قابلیت اور طاقت کو اس میں خرچ کرتا رہا۔ جسے صدق واخلاص دیانت وامانت اور پھر سب سے بڑھ کر حضور کی توجہات مبارکہ نے کامیاب بنایا۔''

(الفضل 28 دسمبر 1939ء ص 29)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بطور ایڈیٹر

سیدنا حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے 14 مارچ 1914ء کو منصب خلافت پر فائز فرمایا تو الفضل کی ادارت کی ذمہ داری اپنے چھوٹے بھائی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد فرمائی اور 21 مارچ 1914ء تا 27/اگست 1914ء آپ کا نام بطور مدیر شائع ہوتا رہا۔

حضرت مصلح موعود کی مالی اعانت

الفضل کسی تجارتی مقصد کے لئے جاری نہیں کیا گیا۔ اس کا مقصد خالص خدمت دین اور اشاعت حق تھا۔ اس لئے احباب سے خریداری میں کم سے کم رقم وصول کی جاتی رہی اور پرچے معمول سے زیادہ شائع کئے جاتے رہے اس لئے اخبار مدتوں زیر بار رہا اور سیدنا حضرت مصلح موعود اپنے پاس سے رقم عطا فرما کر نقصان پورا کرتے رہے۔ الفضل کے پہلے سال میں آنے والی مشکلات اور مالی نقصان کا تذکرہ کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں۔

''ایسے ہی آخری سہ ماہی میں ایک اندرونی تنازع پیش آ گیا۔ جسے سلجھانے کے لئے اخبار کو ہفتہ میں تین بار کر دینا پڑا اور اس طرح اس کا حجم بھی ڈیوڑھا ہو گیا اور محصول ڈاک تگنا اور محنت دگنی۔ الفضل نے اس خصوص میں خدا کے فضل و توفیق سے وہ کام کیا کہ منکران خلافت کے چھکے چھڑا دیئے اور تین ماہ کے پرچوں پر نظر کرنے سے ثابت ہو چکا کہ سینکڑوں ایسے دلائل ہیں جن کا جواب اس کے حریف مطلق نہیں دے سکے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ چونکہ چندہ سالانہ چار روپے کے حساب سے لیا جاتا رہا۔ اس لئے خرچ بہت ہی بڑھ گیا اور یوں بھی الفضل پر جو کاغذ خرچ ہوتا ہے اور اس کی چھپوائی کا جو خرچ ہے۔ وہ لاہور کے اخباروں سے دگنا بلکہ بعض صورتوں میں دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ مثلاً جو کاغذ پیغام یا زمیندار کو لگتا ہے اس کا ایک رم ایک روپیہ تین آنہ تک مل جاتا ہے۔ مگر الفضل کا کاغذ یہاں ہمیں دو روپے نو آنے میں رم پڑتا ہے۔ اسی طرح لاہور میں چھپوائی پونے دو روپے رم ہے۔ یہاں دستی پریس میں ایک رم کی چھپوائی سوا تین روپے ہے۔ اس تھوڑی سی بات سے آپ کو اخراجات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو الفضل کا چندہ پیشگی وصول کرنے کا قاعدہ ہے مگر پھر بھی خرچ آمد سے بہت بڑھا رہا۔ چنانچہ اس سال میں 3-14-3442 آمد ہوئی اور 6-2-5158 خرچ ہوا گویا پروپرائٹر (مالک) کو 3-4-1715 اپنے پاس سے دینے پڑے۔

''اگر الفضل کا اجراء کسی تجارتی یا دنیاوی غرض پر ہوتا تو پھر سترہ سو روپیہ اپنے پاس سے دے کر اس کو جاری نہ رکھا جاتا۔ لیکن مقصد تو حق کی اشاعت اور احمدی جماعت کو لیڈ کرنا ہے۔ اس لئے موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ خدا کے فضل وکرم کے بھروسہ پر یہ اخبار مستقل طور سے ہفتہ میں تین بار کیا جاتا ہے۔'' (الفضل 11 جون 1914ء)

پھر ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:۔

''جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے الفضل جاری کیا تو علاوہ اس ذاتی محنت اور مشقت کے جو حضور خود اخبار کے لئے کرتے رہے۔ ایک رقم خطیر اس پر صرف فرمائی اور جب خدا تعالیٰ نے منصب خلافت پر ممتاز فرما کر جماعت کی ہر طرح کی حفاظت اور نگہبانی تعلیم و تربیت اور دیگر بیشمار فرائض آپ کے سپرد کئے۔ تو بھی حضور کو الفضل کا خاص خیال رہا اور جیب خاص سے اس کے اخراجات مرحمت فرماتے رہے۔ پہلے سال کے خاتمہ پر جب آمد وخرچ کا مقابلہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ قریباً چار ہزار روپیہ حضور کو اپنی گرہ سے دینا پڑا۔ اس کے بعد بھی حضور ذاتی مصارف سے الفضل کے اخراجات پورے فرماتے رہے۔ ایک دفعہ کے متعلق مجھے یاد ہے کہ جب روپیہ کی کمی کی وجہ سے کام رکنے لگا تو حضور نے ایک نہایت عمدہ موقع کا قطعہ زمین فروخت کر کے روپیہ اخبار پر صرف کرنے کا ارشاد فرمایا اور چونکہ تنگی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اس لئے اعلان اس طرح کیا گیا کہ جو صاحب بذریعہ تار روپیہ بھیجیں گے۔ انہیں وہ زمین دی جائے گی۔ اس طرح وہ قطعہ فروخت کر کے اخراجات چلائے گئے۔ یہ صرف ایک واقعہ عرض کیا گیا ہے۔ ورنہ بیسیوں دفعہ حضور نے اخبار کے لئے تکلیف اٹھائی۔

''ان حالات میں سے گزر کر جب اخبار خدا کے فضل سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اپنے اخراجات خود برداشت کرنے کے قابل ہو گیا تو حضور نے اخبار مع کئی ہزار کے سازوسامان کے سلسلہ کے لئے وقف فرما دیا اور اس کی آمدنی سلسلہ کے سپرد کر دی۔''

(الفضل 11 جولائی 1924ء ص 3)

اخبار کا نام تجویز کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''مجھے رویا میں بتایا گیا ہے کہ الفضل نام رکھو''۔ (الفضل 19 نومبر 1914ء)
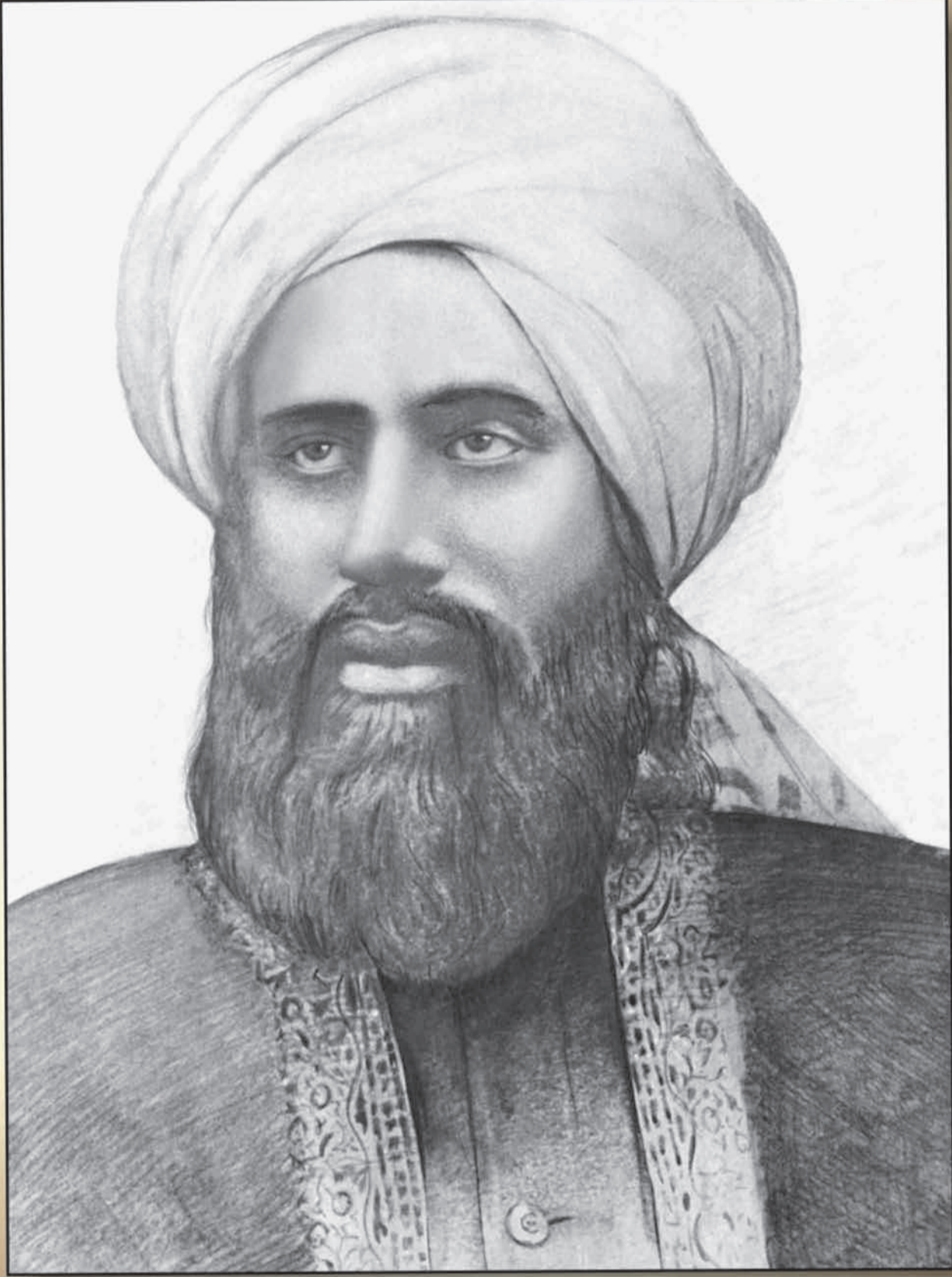
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول

حضور نے الفضل کے پہلے شمارہ کے لئے مضمون ''اسلامی اخبارات کے لئے دستور العمل'' تحریر فرمایا

خدمت کے لئے

وقف اخبار

الفضل کو وقف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے ذاتی روپیہ سے اخبار جاری کیا اور پھر 1917ء میں اسے جماعت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور یہی اس کی لمبی زندگی کی علامت بن گیا۔ وقف کی تفصیل اس طرح ہے کہ

حضرت مصلح موعود نے تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1917ء میں علم حاصل کرنے کے 7 طریق بیان کئے۔

1۔مرکز سلسلہ قادیان میں بار بار آنا اور حضور سے علم سیکھنا۔

2۔دوسرے مقامات پر درس قرآن میں شرکت

3۔اسباق القرآن (تحریری مواد جو ڈاک کے ذریعے ملے گا)۔

4۔جتنا علم آتا ہے دوسروں کو سکھایا جائے۔

5۔کتب حضرت مسیح موعود کا مطالعہ۔

6۔اخبارات اور رسائل سلسلہ کا مطالعہ۔

7۔رمضان میں حضور کا درس قرآن

چھٹے طریق کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

''چھٹا طریق ایسا ہے جس کی طرف متوجہ کرنے کا مجھے ایک مدت سے خیال ہے لیکن ایک مجبوری کی وجہ سے اسے بیان نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مجبوری یہ ہے کہ یہاں کے اخباروں میں سے ایک کے ساتھ میں بھی تعلق رکھتا ہوں چونکہ مجھ میں بڑی غیرت ہے اس لئے یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ اخبارات کے ذریعہ بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں نے اخبارات اور رسالے خریدنے کی طرف توجہ نہیں دلائی کیونکہ ایک اخبار سے مجھے بھی تعلق ہے اس کے لئے میں نے سوچا کہ اس اخبار کو کسی اور کے سپرد کر دوں اور موجودہ تعلق کو ہٹا کر تحریک کروں مگر اس وجہ سے کہ ابھی تک وہ اخبار گزشتہ گھاٹے میں ہے کسی کے سپرد نہیں کر سکا۔ اب ایک اور طریق خیال میں آیا ہے اور وہ یہ کہ اس اخبار کو وقف کر دوں، اس کے سرمایہ میں ایک اور صاحب کا بھی روپیہ ہے لیکن ان کی طرف سے بھی مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اپنا روپیہ چھوڑ دیں گے۔ پس میں آج سے اس اخبار کو بلحاظ اس کے مالی نفع کے وقف (اس تقریر کے بعد گورداسپور جا کر میں نے باقاعدہ طور پر ''الفضل'' کو انجمن ترقی اسلام کی ملکیت میں دیئے جانے کی درخواست دے دی اور اب وہ انجمن ترقی اسلام کی ملکیت میں ہے۔ خاکسار مرزا محمود احمد) کرتا ہوں۔ ہاں اگر خدانخواستہ نقصان ہوا تو اس کے پورا کرنے کی میں انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ ہم اس کی کمی کے پورا کرنے کی تو کوشش کریں گے لیکن جو نفع ہوگا اسے نہ میں لوں گا اور نہ وہ۔ بلکہ اشاعت (حق) میں خرچ کیا جائے گا۔

''اس اعلان کے بعد چونکہ مالی منافع کے لحاظ سے کسی اخبار کے ساتھ میرا تعلق نہیں رہا اس لئے اب میں تحریک کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اخبارات کو خریدیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اس زمانہ میں اخبارات قوموں کی زندگی کی علامت ہیں کیونکہ ان کے بغیر ان میں زندگی کی روح نہیں پھونکی جا سکتی۔ گزشتہ زمانہ میں مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوتے تھے وہ ایک محدود دائرہ کے اندر گھرے ہوئے تھے اس لئے ان کے جوابات کتابوں میں دے دیئے جاتے تھے اور ان کتابوں کا ہی پاس رکھنا کافی ہوتا تھا مگر اس زمانہ میں روزانہ نئے نئے اعتراضات اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے جواب دینے کے لئے اخباروں ہی کی ضرورت ہے اور اسی لئے ہمارے سلسلہ کے اخبار جاری کئے گئے ہیں لیکن اکثر لوگ ان کی خریداری کی طرف توجہ نہیں کرتے جس سے وہ دین کا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے تکلیف اٹھا کر بھی ان کو خریدیں۔......

پس جہاں تک ہو سکے اخباروں کی اشاعت بڑھاؤ، انہیں خریدو اور ان کے ذریعہ علوم حاصل کرو۔ اس وقت الفضل، فاروق، نور، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ جاری ہیں ان کے خریدار بنو''

(انوار العلوم جلد 4 ص 141)

حضور نے فرمایا:

''الفضل میرے ذاتی روپے سے جاری ہوا اور 1920ء تک میں نے اس کو چلا کے اس کی خریداری بڑھائی۔ جب چل گیا اور ایک بڑا اخبار بن گیا تو میں نے مفت بغیر معاوضہ کے وہ انجمن کو تحفہ دے دیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد 19 ص 68)

الفضل کا سائز

مختلف وقتوں میں الفضل کا سائز کاغذ کی دستیابی، قومی ضرورتوں اور مالی وسائل کے مطابق بدلتا رہا۔ مثلاً 7 جون 1914ء سے 22x18/4۔ جولائی 1924ء سے 26x20/4 رہا۔ قریباً 1947ء سے 30x20/4 سائز پر شائع ہو رہا ہے۔

ہفتہ وار سے روزنامہ تک

الفضل کو شروع میں ہفت روزہ تھا لیکن آغاز سے ہی جماعت کی خواہش تھی کہ یہ روزانہ ہو جائے مگر یہ ایک لمبا تکلیف دہ سفر تھا اور منزل تک پہنچنے کے لئے لمبی مسافت طے کرنی پڑی۔ جس میں سب سے زیادہ مالی مسائل حائل رہے تاہم اس سفر کے چند نمایاں نشان یہ ہیں۔

26 تا 28 دسمبر 1913ء۔ الفضل کا روزانہ لوکل ایڈیشن شائع ہوا۔

28 مارچ 1914ء۔ الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہونے لگا۔

10 نومبر 1915ء۔ ہفتہ میں دو بار

8 تا 28 دسمبر 1915ء۔ ہفتہ میں 3 بار

جنوری تا جون 1916ء۔ ہفتہ میں دو بار

31 جولائی 1924ء تا 8 دسمبر 1925ء۔ حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ کی رپورٹنگ کے لئے ہفتہ میں 3 بار۔

11 دسمبر 1925ء۔ ہفتہ میں دو بار

15 اپریل 1930ء۔ فتنہ مستریاں کی سرکوبی کے لئے ہفتہ میں 4 بار

30 مئی 1930ء۔ ہفتہ میں بار بار شائع ہوتا رہا۔

الفضل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احباب جماعت کی روزانہ الفضل کی خواہش 1920ء تک شدت اختیار کر چکی تھی۔ چنانچہ 12 جولائی 1920ء کے الفضل میں اداریہ میں حافظ عبدالعزیز صاحب صدر جماعت سیالکوٹ کا خط شائع ہوا ہے جس میں الفضل کو روزانہ کرنے کی تحریک کی گئی ہے۔

حضرت مصلح موعود لاہور سے ایک الگ روزنامہ نکالنے کا بھی خیال رکھتے تھے۔

19 مارچ 1931ء کو حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ مدیران انقلاب مولانا غلام رسول صاحب مہر اور مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے اخبار الفضل کے کام کی تعریف کی اور کہا۔ اس میں حالات حاضرہ اور مسلمانوں کی ضروریات کے مطابق بروقت اور موزوں مضامین شائع ہوتے ہیں اور کوئی امر جس پر لکھنے کی ضرورت ہو رہ نہیں جاتا۔ جماعت احمدیہ کو سرمایہ کی مشکلات بھی نہیں۔ پھر الفضل کو روزانہ کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ جب انہیں یہ بتایا گیا کہ ضروری سامان اور اسباب میسر نہ ہونے کی وجہ سے قادیان سے روزانہ اخبار چل نہیں سکتا تو انہوں نے کہا اسے پھر لاہور لے آنا چاہئے۔ کہا گیا قادیان میں جو کام الفضل کر رہا ہے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایات کے ماتحت ہے۔ لاہور میں یہ راہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے متعلق انہوں نے کہا۔ پریس ٹیلیگرام کے ذریعہ روزانہ ہدایات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

حضور نے یہ ساری گفتگو سن کر فرمایا۔ الفضل تو ہمارا مذہبی اخبار ہے۔ مجبوراً اس سے سیاسی کام لیا جاتا ہے۔ اسے کسی صورت میں بھی مرکز سے باہر نہیں لے جایا جا سکتا۔ ہاں مسلمانوں کا پریس چونکہ بہت کمزور ہے۔ اس لئے لاہور سے ایک روزانہ اخبار جاری کرانے کا سوال میرے زیر غور ہے۔ (الفضل 31 مارچ 1931ء)

26 جنوری 1935ء کو جماعت احمدیہ چھاؤنی لاہور کے غیر معمولی اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ حضور کی خدمت میں الفضل کو روزنامہ بنانے کی درخواست کی جائے۔

(الفضل 3 فروری 1935ء)

اس کے بعد دیگر جماعتوں نے بھی حضور کی خدمت میں بار بار درخواستیں کیں۔

5 فروری 1935ء کے الفضل کی رپورٹ ہے کہ احباب جماعت کی کثرت سے درخواستوں پر حضور نے فیصلہ فرمایا ہے کہ الفضل کو فی الحال 6 ماہ کے لئے روزانہ کر دیا جائے اور اشاعت کی صورت یہ ہو کہ ہفتہ میں 3 پرچے حسب معمول 12 صفحات کے اور باقی 3 دن 4 صفحے کا پرچہ شائع ہو۔ الفضل نے درخواست کی کہ فوراً ہر جگہ الفضل کی ایجنسیاں قائم کر کے زیادہ سے زیادہ پرچے اکٹھے منگانے کا انتظام کیا جائے۔ مکمل پرچہ کی قیمت ایک آنہ اور چار صفحہ کے پرچہ کی قیمت ایک پیسہ ہو گی۔ ایجنسیوں کو 10 پرچوں تک ساڑھے 12 فیصدی 19 تک 20 فیصدی اس سے زیادہ 25 فیصدی کمیشن دیا جائے گا۔

5 مارچ 1935ء کے الفضل کی رپورٹ کے مطابق الفضل روزانہ شائع کرنے کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی طرف سے اطلاع پہنچ گئی ہے اب محکمہ ڈاک کی اطلاع کا انتظار ہے۔

چنانچہ 8 مارچ 1935ء وہ مبارک دن تھا

رویا میں الفضل

☆حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی حضرت مصلح موعود کی خدمت میں تحریر کرتے ہیں:۔

تین چار روز ہوئے میں نے رویا میں ایک کاغذ بصورت اخبار دیکھا جو ہمارے دروازے پر آویزاں ہے اور اس پر جلی قلم سے الفضل لکھا ہے۔ خاکسار نے شکریہ میں ایک سال کے لئے الفضل کا مبارک اور پُر از فضل پرچہ اپنی طرف سے کسی غیر مستطیع کے نام جاری کرنے کے لئے لکھ دیا ہے۔

یہ خط الفضل میں شائع کرتے ہوئے ایڈیٹر الفضل محترم غلام نبی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

مولانا موصوف نے بچہ کے پیدا ہونے اس کو برکات احمد قرار دیئے جانے اور اپنی کنیت ابوالبرکات رکھنے کی رویا مجھے بھی سنائی تھی۔ پوری ہوئی۔ مولانا کو مبارک ہو۔ (الفضل 30 اکتوبر 1917ء ص 1)

جب الفضل روزنامہ ہو گیا اور 6 ماہ کی بجائے ہمیشہ کے لئے ہو گیا۔ یہ احباب کے لئے انتہائی خوشی کا موجب تھا۔ حضور انور نے اس موقع پر خاص پیغام بھی عنایت فرمایا۔

حضرت اقدس کے ذہن میں الفضل کی اشاعت بڑھانے، الفضل کو جلد از جلد جماعت تک پہنچانے اور اس میں مذہبی علوم کے علاوہ عام سیاسی و دنیاوی خبریں اور معلومات شائع کرنے کا جو وسیع نقشہ تھا اس کو حضور نے متعدد بار بیان فرمایا اس کا ایک نمونہ حضور کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے جو حضور نے الفضل کے روزنامہ ہونے پر ارشاد فرمایا:

20 / اپریل 1935ء کو مجلس مشاورت میں فرمایا:

''الفضل دوستوں کی تحریک سے روزانہ کر دیا گیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہر جگہ اس کے ایجنٹ ہوں۔ میں نے بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ہماری جماعت کے لکھے پڑھے مگر بیکار لوگ ہر طرف توجہ کریں۔ ہوشیار اور محنتی آدمی کافی آمدنی پیدا کر سکتا ہے۔ اپنے سلسلہ کے اخبارات جن میں سے ایک روزانہ ہے اور دو ہفتہ وار، کے علاوہ دوسرے اخبارات میں سے بھی وہ لئے جا سکتے ہیں جو ہمارے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور یہ کام قصبات اور شہروں میں چل سکتا ہے۔ کم از کم دو اڑھائی سو شہر ایسے ہیں جہاں یہ کام کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان شہروں میں کام کرنے والوں کو ماہوار دس پانچ روپے ہی آمدنی ہو تو بیکار رہنے سے بہت اچھا ہے۔

پھر ایجنٹوں کے ذریعہ اخبار جلد بھی پہنچ سکتا ہے جیسا کہ الفضل والوں نے اعلان کیا ہے۔ ایجنٹوں کو صبح کی گاڑی سے اخبار بھیجا جائے گا اور اس طرح آج کا پرچہ آج ہی جہاں جہاں ایجنسی ہو گی پہنچ جائے گا۔

اسی طرح الفضل والے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ یہاں کے ڈاک خانہ کا تار کا وقت بڑھ جائے۔ تو خبر رساں ایجنسیوں کی تاریں لینے کا انتظام کیا جائے۔ اس کے بعد موٹر سائیکل یا سائیکلوں کے ذریعہ امرتسر، لاہور اور دوسرے شہروں میں صبح ہی صبح اخبار پہنچا دیا جائے۔ یہ کام اس وقت تک شروع نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ تاریں وقت پر نہ ملیں۔ خبر رساں ایجنسیوں کی تاریں رات کو آتی ہیں مگر یہاں تار گھر رات کو بند ہوتا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ تاریں حاصل ہونے کا انتظام ہو جائے۔ جب یہ صورت ہو گئی تو صبح ہی الفضل دو دو سو میل تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ اب بھی صبح کی گاڑی سے روانہ ہو جایا کرے گا مگر یہ سارے انتظامات اسی وقت کئے جا سکتے ہیں جبکہ الفضل کے خریدار بڑھائے جائیں اور اس کی اشاعت کے لئے خاص کوشش کی جائے۔'' (خطابات شوریٰ جلد اول ص 625)

27 دسمبر 1951ء کو فرمایا:

''سالہا سال سے اس کی اشاعت 20 اور 25 سو کے درمیان ہی گھوم رہی ہے۔ حالانکہ جماعت پھیل رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روزنامہ اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا چندہ زیادہ ہے۔ مگر کمزور جماعتیں مل کر خرید سکتی ہیں۔ اسی طرح اگر افراد بھی اکیلے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تو وہ دو دو تین تین چار چار مل کر خرید سکتے ہیں۔ پس میں احباب کو تحریک کرتا ہوں کہ الفضل کی اشاعت کو بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش کرو۔'' (الفضل 31 دسمبر 1952ء ص 3)

نصرت الٰہی کی مثال

الفضل کی زندگی ابتداء سے ایک معجزہ ہے اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی جو نصرت اور خلافت کی دعائیں ہیں اس کے لئے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''لیکن ہمارا جس کے ساتھ تعلق ہے وہ ہستی خدا تعالیٰ ہے۔ 1913ء میں جب میں نے الفضل نکالا تو سید انعام اللہ شاہ صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ نے مسجد کانپور کے متعلق مضمون لکھ دیا ہے۔ مولوی ظفر علی کہتا ہے کہ میں قلم کی ایک جنبش سے احمدیت کو تباہ کر دوں گا۔ میں نے جواب دیا احمدیت تو خدا کی چیز ہے اسے کون تباہ کر سکتا ہے اس واقعہ کو پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ ظفر علی کا پریس گورنمنٹ نے ضبط کر لیا۔ اس نے پھر ہمارے خلاف لکھنے کی کوشش کی مگر دوبارہ ضبط کر لیا گیا۔'' (خطبات محمود 1931ء جلد 13 ص 277 نیز الفضل 9 / اگست 1934ء ص 7)

1935ء میں الفضل نے مولوی ظفر علی خان صاحب کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مالی مدد کی تحریک کی۔ لکھا ہے

''مسلمان اخبارات میں مینیجر تاج کمپنی لاہور کی طرف سے ایک اپیل شائع ہوئی ہے جس میں مولوی ظفر علی صاحب کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''مولانا ظفر علی خان کی حالت اس وقت بہت خراب ہو رہی ہے۔ زمیندار جاری کرنے کے لئے کم از کم دس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس رقم کی فراہمی تو درکنار فی الحال مولانا ممدوح کے ذاتی اخراجات کے لئے کوئی معقول انتظام ضرور ہونا چاہئے......آہ آج نظر بندی نے انہیں نان و نفقہ کا محتاج کر دیا ہے۔ دس روپے کی حقیر رقم سے ظفر علی خان فنڈ کھول دیا ہے۔ برادران اسلام سے جس قدر ہو سکے جو کچھ وہ روانہ کر سکیں۔ روانہ کرتے جائیں۔''

''مولوی ظفر علی صاحب کا جماعت احمدیہ کے متعلق جو رویہ رہا ہے۔ وہ سب پر ظاہر ہے لیکن باوجود اس کے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان مولوی صاحب کی اس وقت جبکہ وہ بے حد مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں دل کھول کر مدد کریں۔'' (الفضل 2 جنوری 1935ء ص 4)

ڈاکخانہ کا عدم تعاون

الفضل کو مقامی ڈاکخانہ کی طرف سے متعدد اوقات میں مشکلات کا سامنا رہا۔ خصوصاً ڈاکخانہ کے عملہ نے کئی دفعہ جماعت کے دفاتر کو دق کیا جس میں الفضل بھی شامل تھا۔ بعض مثالیں ریکارڈ کے لئے درج ہیں۔

الفضل 15 ستمبر 1914ء لکھتا ہے۔

''اخبار الفضل جو ٹرائی ویکلی پرچہ ہے وقت پر ڈاک سے روزانہ اخبارات کے موصول نہ ہونے کی وجہ سے تازہ خبریں شائع نہیں کر سکتا۔ جس سے باہر کی احمدیہ قوم کو تازہ خبروں سے محروم رہنا پڑتا ہے اور اس سے اشاعت میں فرق پڑتا ہے۔ اس لئے اگر دو دفعہ روزانہ ڈاک نہ کرنے میں ہی کوئی مصلحت ہے اور کارپردازان ڈاک کو اپنا ہی فائدہ مدنظر ہے۔ تو یہ تو ضرور ہو جانا چاہئے کہ ڈاک یہاں ایسے وقت پر پہنچے کہ آسانی اور اطمینان سے خطوط کا جواب دیا جا سکے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ 1936ء میں ڈاکخانہ نے الفضل کے متعلق نہایت مذموم رویہ اختیار کیا چنانچہ رجسٹرڈ نمبر کی تجدید میں بھی رکاوٹ ڈالی اور اس وجہ سے 3 جنوری کا پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ (الفضل 5 جنوری 1936ء)

شمارہ 16 فروری 1936ء میں الفضل کے پرچوں کی تقسیم نہ ہونے اور مالی نقصان پہنچانے پر 2 کالمی نوٹ لکھا گیا ہے۔

یکم مارچ 1936ء کے شمارہ میں گجرات کے ایجنٹ الفضل کی طرف سے پرچے نہ ملنے کی شکایت درج ہے۔

11 مارچ 1936ء کے شمارہ میں جہلم، گجرات اور سیالکوٹ کے احمدیوں کی طرف سے مذکورہ بالا شکایت کا اعادہ ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 27 مارچ 1936ء کے خطبہ جمعہ میں جماعت کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور شرارتوں کے ذکر میں فرمایا:

''چوتھا امر ڈاکخانہ کا رویہ ہے یہ بھی قریب کے عرصہ سے جاری ہے۔'' اس کے بعد حضور نے اپنی ڈاک کے لیٹ ہونے کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

''اسی طرح الفضل کو دق کیا جا رہا ہے اور متواتر اس کے پرچے لیٹ کئے جاتے ہیں یا بعض دفعہ پرچے خریداروں کو پہنچتے ہی نہیں۔ اسی طرح جوابی کارڈ غلط مہریں لگا کر بعض دفعہ خط لکھنے والوں کو واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ کارروائیاں ہو رہی ہیں اور ان کی طرف متواتر افسروں کو متوجہ کیا جاتا ہے مگر اب تک کوئی توجہ نہیں کی گئی۔'' (الفضل 4 / اپریل 1936ء)

یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

قادیان سے لاہور منتقلی

1947ء میں فسادات اور نامساعد حالات کے باوجود الفضل بڑی شان سے نکلتا رہا اور فتنہ کی آگ کو سرد کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا۔ لیکن ہجرت مقدر تھی اور ہو کر رہی۔ تقسیم کے اولین منصوبے میں ضلع گورداسپور (اور قادیان) پاکستان میں شامل تھا مگر بعد میں اسے بھارت میں شامل کر دیا گیا اور جماعت کا ایک حصہ اپنے امام کے ساتھ قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔

حضرت مصلح موعود نے لاہور میں مرکز قائم کیا اور فوری طور پر الفضل کے پاکستان سے باقاعدہ اجراء کی کوششیں شروع کر دیں جو 2 ہفتوں کے اندر نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور حکومت نے روزنامہ الفضل کی منظوری دے دی اور 15 ستمبر 1947ء سے اسے مکرم روشن دین تنویر صاحب کی ادارت میں جاری کر دیا گیا۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس دوران الفضل قادیان سے مسلسل شائع ہو رہا تھا اور 17 ستمبر 1947ء کو اس کا آخری پرچہ قادیان سے شائع ہوا تھا۔ اس طرح 3 دن ایسے تھے جب الفضل پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں سے شائع ہو رہا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر مولانا تنویر صاحب، جناب شیخ خورشید احمد صاحب اور مکرم احمد حسین صاحب کاتب 9 ستمبر 1947ء کو قادیان سے لاہور پہنچے۔ ان دنوں الفضل کے مینیجر صاحب چوہدری عبدالواحد صاحب (سابق مدیر اصلاح سرینگر) تھے اور طابع و ناشر قاضی عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی مقرر ہوئے۔ طباعت گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ میں ہوتی تھی۔ اخبار کا ابتدائی کام مسجد لاڈو کے سامنے ایک کوٹھی میں نہایت بے سروسامانی میں شروع کیا گیا۔ بعد ازاں دفتر پہلے رتن باغ میں پھر 21 / اکتوبر 1947ء کو پنجاب نیشنل بینک (فلیٹ نمبر 3) میں منتقل ہو گیا۔ 1949ء سے مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب کو طابع و ناشر مقرر کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 ص 54)

الفضل ہندوستان میں اہل حق کا قدیم ترین زندہ اخبار ہے۔ یہی وہ واحد اخبار ہے جو قیام پاکستان کے بعد ہندوستان سے پاکستان منتقل ہوا۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:۔

''اتنے غیر مسلم اخباروں کی روانگی کے باوجود ہندوستان کا کوئی مسلم روزنامہ لاہور نہ آیا

البتہ جماعت احمدیہ کا روزنامہ الفضل قادیان سے لاہور منتقل ہو گیا......اب یہ ربوہ سے نکلتا ہے۔''
(داستان صحافت ص126 مطبع مکتبہ کارواں لاہور)

الفضل کی اشاعت کا مقصد

دنیا کے بدلتے ہوئے حالات میں الفضل نے جو نئے مقاصد سامنے رکھے۔ اس کی تفصیل اس کے پہلے شمارہ میں بایں الفاظ درج تھی۔

روزنامہ الفضل کا کیا مقصد ہے اور وہ کن عزائم کا علمبردار ہے اس کا جواب الفضل کی 35 سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق دے رہا ہے۔

(دین) کے خوبصورت اور حسین چہرہ پر بیگانوں کی عداوت اور اپنوں کی غفلت کی وجہ سے شکوک وشبہات کے جو تاریک پردے پڑ چکے تھے انہیں دور کر کے دنیا کو حقیقی (دین) سے روشناس کرانا اور......کو اس کی عملی شکل میں قائم کرنا یہ وہ عظیم الشان مقدس فریضہ ہے جسے حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود نے جماعت احمدیہ کا مقصد وحید قرار دیا ہے اور اسی مقصد کی تکمیل میں اپنی بساط کے مطابق حصہ لینا الفضل کا پہلا اور آخری فرض ہے۔ اس فرض کو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات اور ہدایات کی روشنی میں سرانجام دینے کی کوشش کی جائے گی۔ الفضل لاہور (دین) کی حقیقی تعلیمات کو دنیا پر ظاہر کرنے اور اسے اپنی عملی صورت میں دنیا میں قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ الفضل لاہور جماعت احمدیہ اور اس کے اندرونی نظام کو حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت کی روشنی میں مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی کوشش کرے گا اور احباب جماعت کو سلسلہ کی اہم ضروریات سے آگاہ کرے گا۔ کیونکہ یہی نظام دنیا میں (دین) کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بننے والا ہے۔

اس وقت مسلمان جس نازک دور میں سے گزر رہے ہیں اور ہندوستان اور پاکستان میں مسلمانوں کے لئے جو اہم اور پیچیدہ مسائل پیدا ہو چکے ہیں ان کے سلسلے میں الفضل حضرت امام جماعت احمدیہ کے اہم اور گرانقدر ارشادات اور ہدایات کو جلد سے جلد اپنے قارئین تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرے گا۔ اس وقت ملک میں جو ہولناک فسادات شروع ہیں۔ الفضل انہیں دور کرنے اور امن وامان کی فضا پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔ جماعت احمدیہ کے مسلمہ اصول کے مطابق الفضل قیام امن کے لئے اور دیگر اہم امور کے سلسلہ میں حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے گا اور اس سلسلہ میں حکومت کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔ احباب سے درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ الفضل ملک وقوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکے اور اپنے اغراض و مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین

الفضل میں شذرات کا دلچسپ سلسلہ

غیروں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے اور الفضل کو پہلے سے زیادہ مفید بنانے کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعود کی خصوصی ہدایت پر شذرات کا ایک دلچسپ علمی سلسلہ شروع کیا گیا جو 20/اگست 1952ء سے لے کر 27 فروری 1953ء تک جاری رہا۔

اس نئے کالم کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ حضور نہایت باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے۔ حضور کے ملاحظہ کے بعد اس کا مسودہ روزانہ لاہور بھجوا دیا جاتا تھا جہاں سے ان دنوں اخبار الفضل کی طباعت واشاعت ہوتی تھی۔

اس تعلق میں حضرت مصلح موعود نے 22/اگست 1952ء کو ایک ضروری مکتوب رقم فرمایا جس سے اس کے پس منظر کا پتہ چلتا ہے۔ حضور نے ایڈیٹر صاحب الفضل کو لکھا۔

''آپ کو ہدایت جا چکی ہے کہ ایڈیٹوریل چھوٹا لکھا کریں اور موجودہ فتنوں کے متعلق اور قومی مسائل پر زیادہ لکھا کریں اور ایڈیٹوریل کے بعد مولوی دوست محمد صاحب کے لکھے ہوئے شذرات شائع کیا کریں۔......الفضل کے متعلق عام شکایت آرہی ہے کہ اس کا سٹینڈرڈ گر رہا ہے سوائے خاتم النبیین نمبر کے کہ اس کی بیشک بہت تعریف آئی ہے۔ کثرت سے اعتراض ہوتے ہیں جن کے کوئی جواب نہیں دیئے جاتے اور اسی لئے ہم نے شذرات لکھوانے شروع کئے ہیں۔''
(تاریخ احمدیت جلد 15 ص 412)

الفضل کی نگرانی اور رہنمائی

حضرت مصلح موعود نہ صرف الفضل کے بانی تھے بلکہ ایک مقدس اور دوربین نظر رکھنے والے روحانی لیڈر بھی تھے اس لئے الفضل پر ہمیشہ آپ کی کڑی نگاہ رہی۔

اچھے مضامین پر حوصلہ افزائی فرماتے اور غلط باتوں پر مدلل تنقید کر کے جماعت کی راہنمائی فرماتے۔ اس کے چند نمونے پیش ہیں۔

حضرت مصلح موعود خطبہ جمعہ 29 جون 1923ء میں اخبارات پڑھنے کے شوق اور دلچسپی کے متعلق فرماتے ہیں (اس وقت الفضل ہفتہ میں 2 بار شائع ہوتا تھا)

''الفضل'' ہفتہ میں دوبار میرے سامنے آتا رہا ہے اور میں اس لحاظ سے کہ سلسلہ کا آرگن سمجھا جاتا ہے اور اس لحاظ سے کہ چونکہ اس کے مضامین ہماری طرف سے سمجھے جاتے ہیں اور ہماری طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ دیکھنے کے لئے کہ اگر کوئی غلطی ہو۔ یوں تو انسان سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی ایسی غلطی ہو جس سے سلسلہ پر حرف آتا ہو۔ تو اس کی اصلاح کروا دی جائے الفضل سارا پڑھتا ہوں اور ہمیشہ پڑھتا ہوں۔ (الفضل 6 جولائی 1923ء)

4 فروری 1938ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''میں نے دیکھا ہے کام کی کثرت کی وجہ سے کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادھر میں کھانا کھا رہا ہوتا ہوں اور ادھر اخبار پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ بیویاں کہتی بھی ہیں کہ اس وقت اخبار نہ پڑھیں کھانا کھائیں مگر میں کہتا ہوں میرے پاس اور کوئی وقت نہیں۔''
(خطبات محمود سال 1938ء جلد 19 ص 66)

سفر یورپ 1924ء کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی لکھتے ہیں:۔

8 ستمبر 1924ء کو ملاقات کے بعد حضرت مصلح موعود نے میرے ہاتھ میں اخبار دیکھ کر فرمایا اخبار آ گیا؟ میں نے عرض کیا حضور الحکم ہے۔ فرمایا الفضل نہیں آیا؟ میں نے پٹنی کے دوستوں سے الفضل بھی منگایا ہوا تھا عرض کیا حضور ہے۔ فرمایا لاؤ۔ میں تو بہت تلاش میں ہوں چنانچہ وہ پیش کیا اور حضور اسے لے کر کمرہ میں تشریف لے گئے۔ (سفر یورپ 1924ء ص 211)

حضور نے خطبہ 29 جون 1923ء میں فرمایا:

''جمعہ کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے میں جو غسل کرنے کے لئے کمرہ میں داخل ہوا تو دروازہ بند کرتے ہوئے الفضل کا ایک ٹکڑا میری آنکھوں کے سامنے آ گیا اور وہ اس کا پہلا صفحہ تھا۔ جو دروازہ کے اوپر چسپاں تھا۔ اس کے اوپر ایک عبارت تھی جو خود بخود میری آنکھوں کے سامنے آ گئی اور وہ یہ تھی کہ میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

یہ الہام ایک لمبا عرصہ تک الفضل پر لکھا جاتا رہا ہے۔'' (الفضل 6 جولائی 1923ء)

اس کے بعد حضور نے اس مضمون پر تفصیلی خطبہ ارشاد فرمایا:

17 ستمبر 1924ء کو حضور لندن میں تھے۔ الفضل میں ایک نظم پڑھ کر فرمایا کہ ''نظم بالکل غلط ہے۔ الفضل کیوں ایسی نظموں کو چھاپ دیتا ہے۔ اس سے تو اخبار کی بھی ہتک ہوتی ہے اور بعض باتیں تو اس میں قادیان اور حضرت مسیح موعود پر اعتراض ہیں بلکہ کفر تک بھی بن جاتی ہیں۔''
(سفر یورپ ص 279)

فرمایا کہ ''الفضل نے ایک بڑی غلطی کی ہے وہ یہ کہ شائع کیا ہے کہ چونکہ ہمارے اخبارات کابل نہیں جا سکتے۔ لہٰذا مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کے متعلق نفرت کے ریزولیوشن یہاں نہ بھیجے جائیں۔ یہ ٹھیک نہیں تھا۔ ہمارے اخبارات کابل میں جاتے یا نہ جاتے۔ لوگوں کو دلوں کی بھڑاس تو نکال لینے کے لئے موقعہ دینا چاہئے تھا۔ ایک آدمی کسی جنگل بیابان میں ہوتا ہے۔ اس کو کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی آواز کوئی نہیں سن رہا اور کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ مگر وہ روتا پکارتا اور چیختا ہے۔ یہ ایک طبعی امر ہے۔ اس کو روکنا گویا فطرت کو مارنا ہے۔'' (الفضل 15 نومبر 1924ء ص 6)

حضور نے خطبہ جمعہ 28/اگست 1936ء میں فرمایا:

''پچھلے جمعہ میں نے الفضل میں ایک دلچسپ بحث دیکھی اور وہ یہ کہ جماعت احمدیہ کا ماٹو کیا ہونا چاہئے اس مضمون پر دو دوستوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو اخبار الفضل میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ دونوں اصحاب میرے ماموں ہیں۔ اسی ماٹو کے بارہ میں ایک تیسرا مضمون بھی میری نظر سے گزرا ہے۔ جس کے بارہ میں مجھے ابھی تک یہ علم نہیں ہے کہ وہ اخبار میں بھی شائع ہوا ہے یا نہیں؟'' (الفضل 26 دسمبر 1936ء ص 1)

اس کے بعد حضور نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

الفضل کا عربی ایڈیشن

سیدنا حضرت مصلح موعود خطبہ جمعہ 9 مارچ 1945ء میں فرماتے ہیں:

میری ہمشیرہ مبارکہ بیگم صاحبہ ان دنوں بیمار ہیں۔ کل میں ان سے ملنے گیا تو ان کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ میرے وہاں پہنچتے ہی انہوں نے کہا کہ جب سے نواب صاحب فوت ہوئے ہیں، میں نے ان کو خواب میں نہ دیکھا تھا۔ آج رات پہلی دفعہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا ہے اور انہوں نے جو خواب سنایا، وہ بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ نواب صاحب مرحوم اپنے خاندان کا ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں بیمار تھا تو بیماری کی حالت میں بھی ان کو (دعوت الی اللہ) کرتا رہا اور جب میری زبان بند ہو گئی تو میں اشاروں سے ان کو (دعوت الی اللہ) کرتا رہا۔ یہ بات کہتے کہتے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ بڑی خوشی کی خبر آئی ہے، بڑی خوشی کی خبر آئی ہے۔ **مصر اور لیبیا وغیرہ عربی ممالک میں احمدیت خوب پھیل گئی ہے۔ یہاں تک کہ اب الفضل کا ایک عربی ایڈیشن بھی شائع ہونے لگا ہے** اور عربی ممالک کے بادشاہ اور بڑے بڑے لوگوں کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ وہ اسے پڑھ نہ لیں۔ (الفضل 14 مارچ 1945ء)

مجلس مشاورت 1937ء میں فرمایا:

''کچھ دن ہوئے الفضل میں حضرت عمرؓ کی سادگی کے متعلق بعض مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں یہ لکھا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر 12 پیوند ہوتے تھے۔ اب ایک دفعہ کے متعلق تو یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن 12 پیوند ہوتے تھے کے معنے تو یہ ہیں کہ جب بھی وہ کوئی نیا کپڑا پہنتے تھے۔ اس میں قینچی سے 12 موریاں کر کے 12 پیوند لگا لیتے تھے۔ حالانکہ اسے کوئی عقل تسلیم نہیں کرسکتی۔ پھر 12 پیوند لگانے کوئی ذاتی خوبی نہیں کہ اسے بیان کیا جائے اور اس پر زور دیا جائے۔''

اس کے بعد حضور نے تفصیل سے اپنا مؤقف بیان فرمایا ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد2 ص217)

حضور نے تحریر فرمایا:

19 دسمبر کے الفضل میں ایک افتتاحیہ حکومت برطانیہ میں تازہ انقلاب کے نام سے چھپا ہے میں اس کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں گو جو کچھ الفضل میں شائع ہوتا ہے ضروری نہیں کہ میری نظروں سے گزرے نہ یہ ضروری ہے کہ اسے پڑھ کر اگر مجھے اختلاف ہو تو میں اس اختلاف کا اظہار کروں کیونکہ الفضل اجمالی طور پر جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے نہ کہ تفصیلی طور پر۔ تفصیلی طور پر لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر اختلاف پر گرفت کی جائے بعض باتوں کو ایسی اہمیت نہیں دی جاتی کہ علم ہونے پر بھی ان کی تردید کی جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کی تردید ضروری ہے کیونکہ اس میں بعض اصول کا سوال ہے۔ (الفضل 22 دسمبر 1936ء ص1)

اس کے بعد حضور نے تفصیلی دلائل دے کر الفضل کے مضمون سے اختلاف کیا اور راہنمائی فرمائی۔

الفضل میں حضرت یحییٰ کی شہادت کے متعلق کئی مضامین شائع ہوئے جن میں سے بعض حضرت مسیح موعود کی واضح تحریرات کے خلاف تھے۔ اس کا نوٹس لیتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

''پھر مجھے الفضل پر بھی تعجب آتا ہے۔ الفضل سلسلہ کا آرگن ہے اور الفضل کے ایڈیٹر گو عالم نہ ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ نے ان کو دماغ دیا ہوا ہے۔ کیا ان کا یہ فرض نہیں تھا کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کی نصوص صریحہ پیش ہو جانے کے بعد کسی شخص کا مضمون نہ لیں۔ چاہے وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو الفضل کے 26 جون کے پرچہ میں نصوص صریحہ کے ساتھ یہ بات ثابت کی جاچکی ہے کہ حضرت مسیح موعود قتل یحییٰ کے قائل تھے۔ مگر ان نصوص کے شائع ہو جانے کے دو ماہ بعد ایڈیٹر اٹھتا ہے اور ایک اور مضمون شائع کر دیتا ہے۔ جو صراحتاً حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے خلاف ہے۔ محض اس لئے کہ وہ مولوی ابوالعطاء صاحب کا ہے۔ جو سلسلہ کے نوجوان علماء میں سے سابقون میں نظر آرہے ہیں۔ حالانکہ مولوی ابوالعطاء کیا۔ اگر اس مضمون پر مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ یا میر محمد اسحٰق صاحب یا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا نام بھی لکھا ہوا ہوتا تو الفضل والوں کا فرض تھا کہ وہ کہتے تم سب شاگرد اور تابع ہو اپنے آقا کے جب تمہارا آقا اور مطاع یہ کہتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے تو تمہارا کیا حق ہے کہ اس کے خلاف لب کشائی کرو۔

الفضل سلسلہ کا اخبار ہے وہ اس لئے جاری نہیں کہ اس میں حضرت مسیح موعود کی باتوں کی تردید کی جائے بلکہ اس لئے جاری ہے کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم اس کے ذریعہ دنیا میں پھیلائی جائے اور گو یہ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو دنیا میں پھیلائے۔ مگر جو شخص اسی بات کی تنخواہ لیتا ہو اس کی تو یہ انتہائی بددیانتی ہوگی اگر وہ دیدہ و دانستہ ایسا کرے اور سلسلہ کا کارکن ہوتا ہوا کام وہ کرے جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کو رد کرنے والا ہو۔ ان کو تو مقرر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ ان باتوں کو شائع کریں جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی اشاعت کرنے والی ہوں۔''

(الفضل 3 دسمبر 1938ء ص13)

خطبہ جمعہ 18 نومبر 1938ء میں فرمایا:

''چار دن ہوئے الفضل میں قاضی اکمل صاحب کا ایک مضمون حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی کے متعلق شائع ہوا ہے جو تحریک جدید کے ذریعہ پوری ہوئی۔ وہ دراصل ایک پرانا کشف ہے جو حضرت مسیح موعود نے دیکھا۔ یہ رویا حضرت مسیح موعود کو 5 ہزار سپاہی ملنے کے متعلق ہے اس رویا کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ اس رویا کے متعلق میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ تحریک جدید میں قربانیاں کرنے والوں کے ذریعہ پورا ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں نے منشی برکت علی صاحب فنانشل سیکرٹری سے پوچھا کہ تحریک جدید کے چندہ میں حصہ لینے والوں کی کس قدر تعداد ہے تو انہوں نے بتایا کہ پانچ ہزار چار سو بائیس۔ چونکہ ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ نادہند ہوتے ہیں اس لئے اگر ان کو نکال دیا جائے تو پانچ ہزار ہی تعداد بنتی ہے۔''

(خطبات محمود 1938ء جلد19 ص826)

جلسہ جوبلی 28 دسمبر 1939ء کو فرمایا:

''جب سے یہ خلافت جوبلی کی تحریک شروع ہوئی ہے میری طبیعت میں ہمیشہ ایک پہلو سے انقباض سا رہتا آیا ہے اور میں سوچتا رہا ہوں کہ جب ہم خود یہ تقریب منائیں گے تو پھر جو لوگ ''برتھ ڈے'' یا ایسی دیگر تقاریب مناتے ہیں انہیں کس طرح روک سکیں گے۔ اب تک اس کے لئے کوئی دلیل میری سمجھ میں نہیں آسکی اور میں ڈرتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں ایسی رسوم جماعت میں پیدا نہ ہو جائیں جن کو مٹانے کے لئے احمدیت آئی ہے۔ ...... میں یہی سوچتا رہا ہوں کہ ایسا کرتے ہوئے ہم کوئی ایسا روشن دان تو نہیں کھول رہے کہ جس سے شیطان کو حملہ کا موقع مل سکے اور اس لحاظ سے مجھے شروع سے ہی ایک قسم کا انقباض سا رہا ہے کہ میں نے اس کی اجازت کیوں دی اور اس کے متعلق سب سے پہلے انشراح صدر مجھے مولوی جلال الدین صاحب شمس کا ایک مضمون الفضل میں پڑھ کر ہوا جس میں لکھا تھا کہ اس وقت گویا ایک اور تقریب بھی ہے اور وہ یہ کہ سلسلہ کی عمر پچاس سال پوری ہوتی ہے۔ تب میں نے سمجھا کہ یہ تقریب کسی انسان کے بجائے سلسلہ سے منسوب ہوسکتی ہے اور اس وجہ سے مجھے خود بھی اس خوشی میں شریک ہونا چاہئے۔''

(خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جلد2 ص33)

مجلس مشاورت 1941ء میں فرمایا:۔

ہم لوگوں پر بڑی ذمہ داری ہے آئندہ نسلیں ہم کو انتہائی ادب اور احترام کی نظر سے دیکھیں گی۔ اس زمانہ میں ایک یہ خرابی پیدا ہو چکی ہے کہ روایات بہت غلط ہو جاتی ہیں کیونکہ اس زمانہ میں کتابوں کی اشاعت عام ہو جانے کی وجہ سے حفظ کرنے کی عادت بہت کم ہو گئی ہے۔ پچھلے دنوں ''الفضل'' میں بعض غلط روایات شائع ہوئیں میں نے خود تو ان کی تردید مناسب نہ سمجھی مگر بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے کہا کہ آپ کو تو سب واقعات کا علم ہے آپ کیوں صحت نہیں کرتے؟ میاں مہر اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ ایک دفعہ یہاں ڈپٹی کمشنر آیا تو حضرت مسیح موعود خود اس کے استقبال کے لئے گئے۔ حالانکہ ڈپٹی کمشنر نہیں بلکہ فنانشل کمشنر آیا تھا اور آپ خود تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ آپ نے مجھے دوسرے دوستوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ (خطابات شوریٰ جلد2 ص526)

مجلس مشاورت 1941ء میں فرمایا:۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزنامہ اخبار کی ضرورت نہیں ہفتہ وار ہی کافی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں کیوں فرض کر دیں جبکہ ہر نماز میں وہی بات دہرائی جاتی ہے، ساری عمر میں ایک ہی نماز کافی تھی۔ ہر دو تین گھنٹے کے بعد نماز کا حکم کیوں دے دیا گیا؟ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے نماز کا تکرار ضروری قرار دیا ہے اسی طرح دین کی باتوں کا تکرار بھی ضروری ہے۔ یہ بات بھی صحیح نہیں کہ مولوی ابوالعطاء کے مضامین کے سوا الفضل میں کام کا کوئی مضمون ہی نہیں ہوتا۔ میں علماء کے مضامین کا اس وقت ذکر نہیں کرتا۔ لاہور کے ایک طالب علم خورشید احمد صاحب کے مضامین بعض اوقات الفضل میں چھپتے ہیں جو بہت اچھے ہوتے ہیں اور میں ہمیشہ ان کو دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ حوالے بھی گو بالکل نئے تو نہیں ہوتے تاہم ایسے ضرور ہوتے ہیں جو عام طور پر مستعمل نہیں ہیں۔ پس یہ بالکل صحیح نہیں کہ مولوی ابوالعطاء کے مضامین کے سوا کوئی اچھا مضمون نہیں ہوتا۔ پھر میر محمد اسحٰق صاحب کا درس حدیث چھپتا ہے۔ اس کی کسی بات سے مجھے اختلاف بھی ہوسکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت مفید سلسلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور آپؐ کی زندگی کے واقعات نہایت مؤثر پیرایہ میں اور تکرار کے ساتھ سامنے آتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ علمی اور عملی دونوں لحاظ سے بہت مفید ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد2 ص541)

جلسہ سالانہ 1951ء کے دوسرے دن 27 دسمبر کو الفضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

''میں اصل تقریر سے قبل الفضل کی اشاعت کو بڑھانے کی بھی تحریک کرتا ہوں۔ اس سال

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے تاثرات

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی سے ان کے دفتر میں محترم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل اور خاکسار نے الفضل کے حوالے سے کچھ بات چیت کی۔ آپ ماشاءاللہ 81 سال کی عمر کے باوجود ہمہ وقت اور ہشاش بشاش اتنے اہم مناصب کے جملہ امور سرانجام دیتے ہوئے نظر آئے۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب سابق ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر ایم اے انگریزی کیا اور ٹی آئی کالج ربوہ میں تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہوگئے۔ آپ بچپن سے ہی واقف زندگی ہیں۔ تدریس کے بعد آپ کو اہم عہدوں پر خدمت کا موقع ملا۔ آپ ناظر خدمت درویشاں، ناظر امور خارجہ، ناظر امور عامہ، صدر مجلس انصاراللہ پاکستان اور پھر اب آپ صدر، صدر انجمن احمدیہ، امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔

الفضل کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا، ہم نے گھر پر الفضل بچپن سے ہی دیکھنا شروع کیا۔ ہمارے ابا جان جہاں بھی سروس کی غرض سے شفٹ ہوتے وہاں الفضل باقاعدگی سے آتا تھا۔ لاہور، فیروزپور اور قصور وغیرہ میں ہم الفضل سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ حضور انور کے خطبات اور خطابات کا انتظار ہوتا تھا۔ قادیان کی خبریں بھی پتہ لگ جاتی تھیں۔ ہماری والدہ صاحبہ بڑے شوق سے مطالعہ کرتی تھیں بلکہ سارا گھر ہی الفضل پڑھتا تھا۔

(مرتبہ: مکرم فخر الحق شمس صاحب)

الفضل کا خاتم النبیّین نمبر شائع ہوا تھا اور وہ فتنے کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے باقی سارے لٹریچر سے زیادہ کامیاب رہا۔ اس کا مضمون ایک تھا۔مگر اس کے متعلق مختلف پہلوؤں کو جمع کر دیا گیا تھا۔ گویا وہ ایک باغیچہ تھا جس میں مختلف پھل اور پھول جمع کر دیئے گئے تھے۔مگر خوبی یہ تھی کہ وہ سب ایک ہی قسم کے تھے۔ چنانچہ ختم نبوت کے مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تحریریں۔ قرآن مجید کی آیات، احادیث نبوی اور ائمہ سلف کے خیالات کو جمع کر دیا گیا تھا تا کہ ہر قسم کی طبائع کو اپنے اپنے مذاق کے مطابق مواد مل سکے۔ جماعتوں کی طرف سے جو اطلاعیں آئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مخالفوں نے بھی مانگ مانگ کر یہ پرچہ پڑھا ہے۔ ان میں سے متعدد نے بعد میں اس خیال کا اظہار کیا کہ پہلے ہم احمدیت کو ایک خلاف (دین) تحریک سمجھتے تھے مگر اس نمبر کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ احمدی (دین) کے یا قرآن کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے ان کا اختلاف محض تاویل کا اختلاف ہے۔ متعدد جماعتوں نے خاتم النبیّین نمبر کے متعلق لکھا کہ اس کی اشاعت کے بعد مخالفت کی رو بدل گئی۔ پس الفضل کی اشاعت کو بڑھانے کی کوشش کرو۔''

(الفضل 31 دسمبر 1952ء ص 3)

کئی بار مجالس شوریٰ میں الفضل سے متعلق تجاویز پیش ہوئیں۔ بعض احباب نے جب الفضل پر تنقید کی تو حضور نے جماعت کو الفضل کی مشکلات اور وسائل سے مطلع فرمایا اور ادارہ کو بھی اپنی کارکردگی بہتر بنانے کی تاکید فرمائی۔

مجلس مشاورت 1941ء میں فرمایا:

''ایک دوست نے کہا ہے کہ خبریں چار روز کی باسی ہوتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے بعض دوست ایسی غلط باتیں کہنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ ممکن ہے کوئی ضروری خبر ایک دن رہ جائے تو بعد میں بھی دے دی جائے۔ اگر کسی ایسی خبر کی بناء پر خبروں کو باسی کہا گیا ہے تو ایسی باسی خبریں تو سول اور سٹیٹسمین میں بھی ہوتی ہیں۔ ورنہ یوں میں نے دیکھا ہے کہ الفضل کی خبریں سول کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ایک خبر میں صبح الفضل میں پڑھ لیتا ہوں تو بعد میں سول آتا ہے تو اس میں بھی وہی ہوتی ہے۔ (آنریبل سر ظفراللہ خان صاحب نے بھی اس بات کی تائید آہستہ سے کی) پس یہ بالکل غلط ہے کہ چار چار روز کی باسی خبریں اس میں ہوتی ہیں۔ خبریں سول کے ساتھ ہوتی ہیں بلکہ بعض لوگ تو یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ یہ خبریں کہیں سے چوری کی جاتی ہیں۔......الفضل والوں کے پاس کوئی ہوائی جہاز تو ہیں نہیں کہ اسی روز اخبار کالا باغ پہنچا دیں۔ انسان کو چاہئے کہ بات کرنے سے پہلے دیکھ لے کہ اس میں معقولیت کہاں تک ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سول اور دوسرے اخبار جو لاہور سے نکلتے ہیں دوسرے شہروں میں پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ لاہور سے صبح سویرے گاڑیاں چلی جاتی ہیں اور الفضل وہاں بعد میں پہنچتا ہے۔ اگر تو گاڑیاں شام کو چلیں تو الفضل بھی ان کے ساتھ پہنچ سکتا ہے مگر وہ تو لاہور سے صبح سویرے پوسٹ ہو جاتے ہیں اور الفضل شام کو لاہور پہنچتا ہے، ایسی صورت میں دونوں کا مقابلہ کس طرح ہو سکتا ہے۔''

(خطبات شوریٰ جلد 2 ص 541)

حضور الفضل کے بجٹ پر بھی خصوصی نظر رکھتے تھے۔ مجلس شوریٰ 1937ء میں فرمایا:

''جب میں نے الفضل کے بجٹ کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ الفضل کا مالی پہلو خطرناک ہو رہا ہے۔ چونکہ خود میں نے الفضل جاری کیا تھا اس لئے مجھے بھی چھپوائی کا تجربہ ہے اور میں بجٹ کو دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہوں کہ اس میں کس جگہ غلطی ہو رہی ہے۔ اسی وجہ سے میں نے الفضل کے بجٹ کی تفصیلات محکمہ متعلقہ سے طلب کیں۔''

پھر حضور نے تفصیل سے بجٹ کے بارہ میں ہدایات دیں۔

(خطابات شوریٰ جلد 2 ص 226)

ایم ٹی اے اور الفضل

ہم شاخیں درخت وجود کی ہیں سر پر ہے خلافت کا سایہ
افسوس ہے ان کی حالت پر جو تپتی دھوپ میں جلتے ہیں

ہم بندھ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے اپنے لگتے ہیں

وہ لطف جو ایم ٹی اے میں ہے دنیا کے کسی چینل میں نہیں
اخبار ہے اک الفضل کہ جس میں خیر کی خبریں پڑھتے ہیں

ا۔ب۔ناصر

الفضل کی بندش 1953ء

1953ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات میں ایک ظالمانہ فعل یہ بھی کیا گیا کہ صوبہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے 27 فروری 1953ء کو جماعت احمدیہ پاکستان کے واحد روزنامہ الفضل کی اشاعت ایک سال کے لئے جبراً بند کر دی۔

الفضل کی بندش پر لاہور ہی سے ہفت روزہ فاروق مکرم مولوی شفیع صاحب اشرف کی ادارت میں جاری کیا گیا تھا۔ یہ اخبار بھی 4 مارچ و 11 مارچ 1953ء کی دو اشاعتوں کے بعد بند کر دینا پڑا۔ (تاریخ احمدیت جلد 15 ص 489)

حضور نے خدا تعالیٰ کی تحریک خاص سے 3 مارچ 1953ء کو جماعت احمدیہ کے نام پُرشوکت پیغام دیا۔ جو 4 مارچ کو ہفت روزہ فاروق کے صفحہ اول پر جلی قلم سے شائع ہوا اور ملک بھر میں پہنچ گیا۔ فرمایا:

الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اس میں سب طاقت ہے ہم مختلف اخباروں میں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں میں بھی دعا کرتا ہوں، انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آرہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔ تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔ سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔

(خاکسار مرزا محمود احمد 53-3-3)

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے 15 جولائی 1950ء سے پندرہ روزہ اخبار المصلح جاری کیا تھا۔ الفضل لاہور کی بندش کے بعد المصلح کراچی کو روزنامہ کی شکل دینے کی کوشش شروع ہوئی جو 29 مارچ 1953ء کو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 30 مارچ 1953ء کو اس اخبار کی روزانہ اشاعت کا آغاز ہو گیا۔ اب المصلح کراچی عملاً الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا۔ اس کی اشاعت اور ادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔ اس کا دفتر احمدیہ ہال میگزین لین کراچی میں تھا۔ ابتداء میں یہ کلیم پریس لارنس روڈ، بعد ازاں علی پرنٹنگ پریس اور پھر آرمی پریس میں چھپتا رہا اور 31 مارچ 1954ء تک یعنی الفضل کے دوبارہ اجراء تک نہایت باقاعدگی سے روزنامہ کی شکل میں شائع ہوتا رہا۔

(تاریخ احمدیت کراچی جلد 2 ص 169)

اس کے علاوہ بھی الفضل کو متعدد بار بندش اور دیگر ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔ چنانچہ 1984ء میں 4 سال، 1990ء میں 2 ماہ 2005ء اور 2006ء میں بھی ایسے ہی اقدامات کئے گئے۔

الفضل جسے ایک ملک میں پابندیاں کا نشانہ بنایا گیا اسے خدا نے عالمی شہرت عطا کی اور 1994ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجراء کیا۔

الفضل انٹرنیٹ پر

الفضل کی تاریخ میں ایک نہایت اہم موڑ اس وقت آیا جب اسے انٹرنیٹ سے منسلک کیا گیا۔ چنانچہ 3/اکتوبر 2002ء سے الفضل کے تمام شمارے جماعت کی مرکزی ویب سائٹ اور الفضل کی اپنی ویب سائٹ www.alfazl.org پر میسر ہے اور یہ روحانی نہر تمام دنیا کو سیراب کرتی ہے۔ ساری دنیا میں بیک وقت الفضل پڑھنے کو ملتا ہے۔ اس طرح حضرت مصلح موعود کا خواب، آپ کے خیالات اور امنگوں کا ترجمان اور خلافت احمدیہ کی آواز آج اپنے 100 ویں سال میں رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کا یہ سفر اور خدمات سدا جاری رکھے۔ آمین۔

آپ پڑھ سکتے ہیں انٹرنیٹ کے ذریعے بھی اسے
صفحۂ برقی پہ ہر پل ضو فشاں ہے الفضل

☆☆☆☆☆☆☆☆

مکرم محمد محمود طاہر صاحب

اخبار الفضل کا پہلا پرچہ۔ 18 جون 1913ء

14 صفحات پر مشتمل پرچے کی صفحہ بہ صفحہ اور عنوان وار تفصیل

اخبار الفضل کا پہلا پرچہ 18 جون 1913ء کو قادیان سے شائع ہوا۔ پہلے صفحہ پر اخبار کے نام کی پٹی تقریباً نصف صفحہ پر شائع ہوئی۔ پیشانی پر ایک آیت درج تھی جو سال ہا سال تک اس کی پیشانی پر درج ہوتی رہی ہے اس کا ترجمہ یوں ہے "تو کہہ دے کہ فضل یقیناً اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ واسع اور علیم ہے۔ قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کردے۔"

اخبار کی پیشانی پر ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام درج تھا اور نیچے جلد نمبر 1، 18 جون 1913ء مطابق 12 رجب المرجب 1331ھ بروز بدھ کا حوالہ تحریر تھا۔ یہ اخبار ضیاء الاسلام پریس قادیان سے طبع ہوا۔ پہلے پرچے کے 14 صفحات تھے اور ہر صفحہ تین کالموں پر مبنی تھا۔

اب ہم صفحہ وار معلومات اور موضوعات کا جائزہ لیتے ہیں: ☆ **صفحہ نمبر 1** پر دو عناوین درج تھے (1) "خطبہ جمعہ" اس عنوان کے تحت لکھا تھا کہ ارادہ ہے اور اللہ اسے پورا کرنے والا ہے کہ ہر جمعہ کا خطبہ بالالتزام شائع کیا جاوے۔ چنانچہ پہلے پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول حکیم نور الدین صاحب کا خطبہ فرمودہ 13 جون 1913ء درج کیا گیا ہے۔

☆ **صفحہ نمبر 1** پر دوسرے عنوان کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بارہ میں خبریں تھیں کہ آپ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو ہر روز دو رکوع پڑھاتے ہیں۔ بخاری کی جلد اول ختم ہونے والی ہے۔ حضرت صاحبزادہ نے بھی دو درس شروع فرمائے ہیں اور کالج کے ان طلبہ کا نمونہ قابل تقلید ہے جو امتحان دینے کے بعد قرآن مجید اور دین سیکھنے قادیان آگئے ہیں۔

☆ **صفحہ نمبر 2** پر "مختلف خبریں" کی سرخی درج تھی۔ اس عنوان کے تحت جنگ بلقان کا ذیلی عنوان دیا گیا تھا۔ اس زمانہ میں بلقان کی جنگ ہو رہی تھی۔ بلقان کا علاقہ موجودہ بوسنیا، بلغاریہ، البانیہ کا ہے۔ یہ اس زمانے میں ترک سلطنت کے تحت تھے لیکن اب ترک سلطنت شکست و ریخت اور زوال کا شکار ہو رہی تھی۔ شوکت پاشا ترک وزیر اعظم کے قتل کی خبر بھی دی گئی ہے۔ جنہیں حملہ آوروں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ "دیگر خبریں" کے ذیلی عنوان کے تحت مختلف ممالک کی مختلف خبریں درج ہیں۔

☆ **صفحہ نمبر 3** پر الفضل کے تحت اخبار الفضل نکالنے کی غرض و غایت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے درج فرمائی۔ گویا یہ الفضل اخبار کا پہلا اداریہ ہے۔ ادارتی صفحہ اور دیگر صفحات پر تاریخ 19 جون 1913ء تحریر شدہ ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب اللہ کے نام کے ساتھ اور اس سے دعائیں مانگتے ہوئے اخبار الفضل جاری کرتے ہیں اور تحریر کرتے ہیں "اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا اور اس کے سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔"

اداریہ کے آخر پر حضرت صاحبزادہ صاحب الفضل کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ ارادہ ہے کہ آئندہ 16 صفحات پر مبنی الفضل ہو اور پھر ہر صفحہ کی ہیڈنگ بھی بیان کی ہیں کہ الفضل میں کیا کچھ شائع ہوا کرے گا۔ ان میں اخبار قادیان، تازہ اخبار، ضروری مضمون، تاریخ اسلام، اسلام کی خوبیاں، سلسلہ کی تائید میں مضمون بدعات اور بدرسومات کے خلاف مضامین دو کالم عورتوں کے لئے اور آخری دو صفحات اشتہارات کے لئے ہوں گے۔

☆ **صفحہ نمبر 4، 5** پر مختلف خبروں پر نوٹ تحریر کئے گئے ہیں گویا یہ صفحات شذرات کے لئے مخصوص تھے۔ جن خبروں پر نوٹ تحریر کئے گئے ہیں ان میں:۔ پنجاب گورنمنٹ کا خرچ پادریوں پر۔ ماورائے ایران ریلوے، آرمینیا کے مسیحی، ترکوں میں فساد، شوکت پاشا کا قتل، آزادی کی مخالفت (دو عیسائی فرقوں کی کشمکش) مراکو میں ہسپانیوں کا حشر، افریقہ میں دو بیوی والوں کا حشر، مسلمانوں کی تعلیم کی طرف گورنمنٹ کی توجہ، حاجیوں کے لئے نیا انتظام، گورنمنٹ کا انصاف، پارلیمنٹ میں آٹے کی بارش، ٹرکی کا مستقبل، ہندوستان کا اتفاق، نئے مجوزہ قوانین۔

☆ **صفحہ نمبر 6** پر "سید ادریسی کا خط" بنام امام یحیٰ حمید الدین درج کیا گیا ہے۔ یہ خط سید ادریسی امیر عسیر نے امام یحیٰ امیر یمن کے نام ارسال کیا ہے جس میں وہ تمام مجبوریاں بیان کی ہیں جن کی وجہ سے وہ حکومت عثمانیہ کی اطاعت سے گریزاں ہے۔ اس خط کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک افسران انتظام مملکت سے کیسے غافل ہیں اور کس طرح مختلف اقوام کے امراء کو اپنی غفلتوں سے ناراض کر رہے ہیں۔

☆ **صفحہ 7** پر "تاریخ اسلام" کا عنوان ہے جس میں سیرۃ النبیؐ کی ذیلی سرخی دی ہے۔ اس کے تحت حضرت صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں احادیث میں سے سیرۃ النبیؐ تحریر کروں گا اور وہ بھی صرف بخاری میں سے۔ چنانچہ آپ نے پہلے باب میں آپ کا حلیہ، لباس بات کرنے کا طریق اور کھانے پینے کے متعلق سیرت بیان فرمائی ہے۔

☆ **صفحہ 8** پر "الاسلام" کے تحت "سچے دل سے مسلمان ہی عبادت کرسکتا ہے" کا ذیلی عنوان ہے۔ اس کے تحت آپ نے مذاہب کی غرض، عبادات کا طریق، خدا کی محبت، ایک گناہ کے بدلے ہزاروں جونیں فطرت کے مطابق مذہب کے متعلق تحریرات لکھی ہیں۔

☆ **صفحہ 9** میں تصدیق (تصدیق النبی) کا عنوان درج کر کے مضمون تحریر کیا گیا ہے۔ اس صفحہ پر حضرت اقدس کی پرانی نظموں کا ذیلی عنوان درج ہے۔ لکھا گیا ہے کہ حضرت اقدس کی پرانی نظمیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں۔ اخبار الفضل میں چھپا کریں گی۔ اس شمارے میں حضرت اقدس بانی سلسلہ کے فارسی منظوم کلام سے (9) اشعار درج کئے گئے ہیں۔

☆ **صفحہ نمبر 10** پر "امر بالمعروف" کی سرخی درج کی گئی ہے۔ اس کے تحت "وقت کی قدر کرو" کا ذیلی عنوان ہے۔ اس عنوان کے تحت حضرت صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "پیشتر اس کے کہ مختلف قسم کی بدعات اور رسومات اور کمزوریوں پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا جائے میں اپنے بھائیوں کو ایک نہایت ضروری امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ وقت کی قدر ہے۔ جو قومیں وقت کی قدر کرنا نہیں جانتیں اور اسے ضائع کرتی ہیں وہ کبھی بھی سرسبز و شاداب نہیں ہوتیں اور ہمیشہ ذلیل اور رسوا رہتی ہیں۔"

پھر تحریر فرماتے ہیں۔ "ہمارے لئے تو دو نمونے بھی موجود ہیں حضرت صاحب اس بیماری اور ضعف میں بھی سارا دن تصنیف و تالیف کے کام میں لگے رہتے تھے اور کسی وقت فارغ نہ بیٹھتے تھے اور جس وقت دیکھو دین کی فکر میں محو تھے۔ یہ تو ہے ہمارے امام کا نمونہ۔ دوسرا نمونہ اس کے جانشین کا ہے جو لوگ قادیان آتے جاتے رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس بڑھاپے میں حضرت صبح سے شام تک علم کے حاصل کرنے اور علم پڑھانے میں کس طرح مشغول رہتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں نے محنت سے منع کیا ہے مگر آپ ان دونوں شغلوں سے ایک دم فارغ نہیں رہ سکتے پس ان دونوں نمونوں کے ہوتے ہوئے اگر ہم اپنے اوقات ضائع کریں تو کس قدر افسوس ہے۔"

☆ **صفحہ نمبر 11** پر "تادیب النساء" کا عنوان درج ہے۔ اس کے ذیلی عنوان "کون ذمہ وار ہے" کے تحت حضرت صاحبزادہ صاحب نے مردوں کو عورتوں کے حقوق، تربیت اولاد، ماؤں کا بچوں کی تربیت کرنا کے بارہ میں تحریر کیا ہے۔

☆ **صفحہ نمبر 12** پر "میرا محمد ﷺ" کی سرخی درج کی گئی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے آپؐ کا تذکرہ ایک تمثیل بیان کر کے کیا ہے۔ اس صفحہ پر "لطیفہ" کے عنوان کے تحت محقق اور پادری کا مکالمہ درج کیا گیا ہے جس میں مسیحؑ کا نیک ہونا اور آدم کا گناہ گار ہونے کے حوالے سے لطیف مکالمہ بیان کیا گیا ہے۔

☆ **صفحہ نمبر 13** پر "فضل اور تجارت" کے عنوان پر حضرت حکیم محمد حسین قریشی۔ کارخانہ مفرح عنبری لاہور کا مضمون شائع ہوا ہے۔ مضمون سے قبل ایڈیٹر صاحب الفضل مضمون نگار کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ: مندرجہ ذیل مضمون حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے لاہور سے الفضل کے لئے بھیجا ہے۔ حکیم صاحب حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلصین میں سے ہیں اور ان چند لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو حضرت صاحب بے تکلفی سے کام بتا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اکثر کام جو لاہور کے متعلق ہوتے تھے ان کی نسبت حضرت صاحب حکیم صاحب کو ہی لکھا کرتے تھے اور اس طرح آپ کو حضرت صاحب کی دعاؤں سے فائدہ اٹھانے کا خاص موقع ملتا تھا۔

☆ **صفحہ 14** پر "ضروری اطلاع" کی جلی سرخی کے تحت ایڈیٹر صاحب الفضل نے لکھا ہے کہ یہ نمونہ کا پرچہ بہت سے دوستوں کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ وہ خود پڑھیں اور دوستوں کو دکھائیں اور خریدار پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں اطلاع دی گئی تھی الفضل بغیر درخواست کے یونہی روانہ نہیں کیا جائے گا جن کو اس کی خریداری منظور ہو وہ اطلاع کریں۔ اس کی سالانہ قیمت چار روپے مقرر کی گئی ہے جو پیشگی لی جائے گی۔ درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں۔

(مرزا محمود احمد۔ قادیان دارالامان گورداسپور۔ پنجاب)

الفضل کی قدر و قیمت

حضرت مصلح موعود نے الفضل کے مطالعہ اور اس کی قدر و قیمت کا متعدد بار ذکر کیا۔ فرماتے ہیں:

"آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے"۔

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

الفضل: خلافتِ احمدیہ کی خدمت کے سو سال

مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ

الفضل کا آغاز جون 1913ء میں ہوا تھا۔ یہ خلافتِ اولیٰ کا دور تھا بلکہ خلافتِ اولیٰ کا آخری سال شروع ہو چکا تھا۔ ہر تاریخی واقعہ کی اہمیت کا جائزہ اس کے پس منظر میں ہی لیا جا سکتا ہے۔ ہم الفضل کے اجراء سے چند سال پہلے کے واقعات کا ایک انتہائی مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

اُس دور میں بالخصوص دور افتادہ احبابِ جماعت کیلئے اخبارات اور رسائل رابطہ کا واحد ذریعہ تھے۔ خلافتِ اولیٰ کے دوران ابھی جماعت کے تمام حصوں میں خلافت کے احترام کی اعلیٰ روایات مستحکم نہیں ہوئی تھیں۔ ایک حصہ پر نظامِ خلافت کی اہمیت واضح نہیں تھی۔ اس وجہ سے جماعت کے جرائد پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ خلیفہ وقت اور جماعت کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنیں اور اس حوالے سے جماعت کی مسلسل تربیت میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس نازک موڑ پر ذرا سی لغزش بھی خوفناک نتائج پیدا کر سکتی تھی۔ لیکن ایک طبقہ کی طرف سے جو رویہ ظاہر ہو رہا تھا وہ اپنے زیر اثر احباب کو نظام خلافت سے دور لے جانے والا تھا۔ چونکہ یہ حقائق جماعت میں معروف ہیں۔ اس لئے زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں۔ جب حضرت مسیح موعود کا وصال ہوا تو اس وقت ریویو آف ریلیجنز میں جو مضمون شائع ہوا اس کے آخری حصہ درج کیا جاتا ہے۔

The great works of the secular and religious education of the ...... and the propagation of......which he had commenced will now be conducted, as they were conducted in his lifetime since the publication of his will, by the Sadr Anjaman Ahmadiyya, while Maulvi Hakeem Noor- ud-Din has been selected as the successor of the Promised Messiah in the leadership of the Movement.

(ریویو آف ریلیجنز انگریزی۔ جون 1908 صفحہ 280)

ترجمہ :......کی دنیاوی اور مذہبی تعلیم کا اور (دعوت الی اللہ) کا جو عظیم کام مسیح موعود نے شروع فرمایا تھا، وہ اب صدر انجمن احمدیہ جاری رکھے گی۔ جیسا کہ وہ الوصیت کی اشاعت کے بعد آپ کی زندگی میں یہ کام سرانجام دے رہی تھی۔ جبکہ جماعت کی قیادت کیلئے مولوی حکیم نور الدین صاحب کو مسیح موعود کا جانشین منتخب کیا گیا ہے۔

اس تحریر سے تو یہ تاثر ملتا ہے کہ اصل میں تو سارے کام انجمن کرے گی البتہ حضرت مسیح موعود کے جانشین حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب ہوں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت مسیح موعود کی زندگی کے آخری سالوں میں بھی سب کام صدر انجمن احمدیہ ہی کر رہی تھی۔ ایک تو اس اعلان میں ہی خلافت کی اہمیت کو بہت کم کر کے دکھایا گیا لیکن اس کے بعد ریویو انگریزی کے اگلے کئی شماروں میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس طرز عمل سے اپنے اور غیروں پر ایک نہایت غلط تاثر پیدا کیا جا رہا تھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ریویو آف ریلیجنز اردو کی پالیسی مختلف تھی۔ اس میں حضرت مسیح موعود کی وفات کے بارے میں خلیفۃ المسیح الاول کا مضمون بھی شائع ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس وقت اخبار الحکم اور بدر نے جماعتِ احمدیہ اور خلیفہ وقت میں رابطہ کا اہم کردار ادا کیا۔ اور ان دونوں اخبارات میں باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے خطبات، آپ کے ارشادات، آپ کے پیغامات شائع ہوتے تھے۔ اس وقت حضرت مفتی محمد صادق صاحب بدر کے اور حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی الحکم کے ایڈیٹر تھے۔ اور اس طرح بڑی حد تک اس رویہ کا ازالہ کیا گیا، جس کی ایک مثال ریویو آف ریلیجنز کے حوالے سے ہم درج کر چکے ہیں۔ بدر اور الحکم کے صفحات کے ذریعہ سے خلیفہ وقت کے خطبات، ہدایات اور ارشادات احبابِ جماعت تک پہنچتے رہے۔

اعلیٰ روایات ایک دن میں اپنے کمال کو نہیں پہنچتیں۔ اس عمل کیلئے مسلسل جدو جہد درکار ہوتی ہے۔ خاص طور پر یہ پس منظر ذہن میں حاضر رہنا چاہئے کہ ایک گروہ اس راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ اور ہر مشکل وقت میں معاند یہ راگ الاپنا شروع کر دیتے تھے کہ اب یہ سلسلہ ختم ہونے کو ہے۔ خلافتِ اولیٰ میں قادیان سے شائع ہونے والے اخبارات میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی صحت کے بارے میں خبر شائع ہوتی یا دوسرے فرمودات شائع ہوتے۔ تو بسا اوقات انہیں درمیان کے صفحات میں مثلاً صفحہ 2 یا صفحہ 3 یا صفحہ 7 میں شائع کیا جاتا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے فرمودات اکثر درمیان کے صفحات میں شائع کئے جاتے۔ پہلے صفحہ پر بسا اوقات اشتہارات یا دوسرے اعلانات شائع ہوتے تھے۔ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات پر ارشاداتِ امیر یا فرمودات امیر کا عنوان تحریر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال میں بہتری کی ضرورت تھی۔

الفضل نے اپنے آغاز ہی سے ایک ایسا انداز اختیار کیا جو ایک اعلیٰ روایت کے طور پر جماعت میں مستحکم ہو گیا اور اب دنیا بھر میں جماعتی اخبارات اور رسائل اسی طرز کو اپنائے ہوئے ہیں۔ الفضل کا شائع ہونے والا پہلا شمارہ ہی دیکھ لیں۔ پہلے صفحہ کے پہلے کالم کا آغاز خطبہ جمعہ سے ہوتا ہے جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے 13 جون 1913ء کو ارشاد فرمایا تھا۔ اور اس کے بعد پہلے صفحہ پر مدینۃ المسیح کے عنوان سے جو خبریں ہیں اس میں پہلی خبر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی مصروفیات کے بارے میں ہے۔ اور بعد کے شماروں میں بھی الفضل کی یہ روایت رہی کہ پہلے صفحہ پر پہلے کالم کا آغاز مدینۃ المسیح اور ایوانِ خلافت کے عنوان کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی صحت کی خبر، آپ کی مصروفیات اور آپ کے ارشادات سے ہوتا تھا۔

الفضل کے ساتھ ہی 10 جولائی 1913ء کو لاہور سے اخبار پیغامِ صلح جاری ہوا۔ اس کے آنریری ایڈیٹر محترم خواجہ کمال الدین صاحب تھے اگرچہ وہ اس وقت انگلستان جا چکے تھے۔ دوسرے ایڈیٹر مکرم احمد حسین صاحب فرید آبادی تھے۔ اور لاہور کے کچھ احمدی احباب اسے چلا رہے تھے۔ ان میں سرِ فہرست مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب تھے۔ اس کے پہلے شمارے میں حضرت مسیح موعود کی تصنیف پیغامِ صلح کا حوالہ درج تھا۔ اور پہلے صفحہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ارشاد درج تھا۔ جس کا عنوان تھا مسلمانوں میں باہمی صلح کیسے ممکن ہے اس ارشاد کے آخری الفاظ تھے۔

......سب لوگ کفر بازی میں نرمی اختیار کریں۔ صریح قرآن اور صریح حدیث کو سب مانیں اس کو فہم میں اختلاف ہو تو اس پر جھگڑا نہ کریں۔ یا خفیف جھگڑا رکھیں۔ ہر ایک کو اس کے فہم پر چلنے دیں۔

اس کے بعد پیغامِ صلح کے اگلے دو ماہ کے شماروں کا جائزہ لینے پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی ایک شمارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا کوئی خطبہ یا آپ کی تحریر یا آپ کے فرمودات شائع نہیں ہوئے۔ حالانکہ ایک ہفتہ میں تین مرتبہ یہ اخبار شائع ہوتا۔ صرف آپ کا ایک خط شائع ہوا تھا جو کانپور کے مشہور واقعہ کے متعلق تھا۔ اور اس میں بھی اس پالیسی کے خلاف اظہار تھا جس کے حق میں پیغامِ صلح میں مضامین شائع ہو رہے تھے۔ 15 جولائی 1913 کے پیغامِ صلح میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کا ایک مختصر مضمون اکسیر کے نام سے شائع ہوا تھا۔ جس کے اوپر یہ معذرت درج تھی کہ آپ نے یہ مضمون تحریر فرمایا تھا مگر مضامین میں گڑبڑ کی وجہ سے یہ پہلے شائع نہیں ہو سکا۔ لندن میں مکرم خواجہ کمال الدین صاحب کی مساعی کے بارے میں تفصیلی رپورٹیں شائع ہوتی رہی تھیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہے کہ یہ اخبار خلیفہ وقت اور جماعت میں رابطہ کا کام نہیں دے رہا تھا۔ اس کے کئی شمارے گذر جاتے لیکن اس میں خلیفہ وقت کا کوئی ذکر نہ ہوتا۔ دنیا بھر کی خبریں اس میں شائع ہوتیں۔ ترکی میں کیا ہو رہا ہے، بلقان میں کیا ہوا۔ لندن میں کیا ہوا۔ یورپ میں کیا ہوا۔ حتیٰ کہ ظفر علی خان صاحب لاہور پہنچے تو اس کی خبر بھی شائع کی جاتی۔ سر آغا خان نے لندن میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کی خبر شائع ہوتی۔ لیکن اگر کچھ شائع نہ ہوتا تو یہ نہ شائع ہوتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے کیا فرمایا، آپ نے کیا خطبہ ارشاد فرمایا؟ آپ کی ہدایات کیا ہیں؟ آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟ اس سے جماعت کی تربیت میں کیا نقص پیدا ہو سکتے تھے اس پر کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اس کے پہلے دو ماہ کے شماروں میں بلقان کے سیاسی حالات کا خلیفہ وقت اور قادیان کے حالات سے زیادہ ذکر تھا۔ بلکہ قادیان کا نام بھی اس اخبار میں کبھی کبھی ہی شائع ہوتا تھا۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات سے کچھ روز قبل اس اخبار میں حضور کی وصیت کی خبر اور آپ کے کچھ فرمودات شائع ہوئے تھے۔

الفضل کے آغاز کے کچھ دیر ہی بعد جماعتِ احمدیہ کی تاریخ کا ایک نہایت نازک دور شروع ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی آخری بیماری کا آغاز ہو گیا۔ اور آخر میں آپ کے لئے یہ بھی ممکن نہیں رہا کہ آپ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے یا درس دیتے۔ اس نازک دور میں الفضل خلیفہ وقت اور جماعت میں رابطہ کا ذریعہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے جو مختصر ارشادات جو کہ الفضل کے صفحہ اول پر شائع ہوئے، وہ دل پر ایسا اثر پیدا کرتے ہیں جو کہ لمبی لمبی تقریروں یا طویل تحریروں سے ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

18 رفروری 1914ء کے الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت اس ہفتہ بدستور علیل رہی۔ 9 فروری کو دو تین دست آنے سے طبیعت بہت نڈھال ہو گئی۔ مگر دوسرے دن افاقہ ہو گیا۔ پہلے پہر آرام ہوتا ہے پچھلے پہر خفیف سی حرارت۔ ضعف کا یہ حال ہے کہ بغیر سہارے سے بیٹھنا تو درکنار باوجود سہارے کے سر کو خود نہیں تھام

سکتے۔اس حالت میں ایک دن (ہفتہ) فرمایا کہ بول تو میں سکتا ہوں۔خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔درس کا انتظام کروتا کہ میں قرآنِ مجید سنا دوں۔یہ آپ کے پاک جذبے کا اظہار تھا۔ورنہ درس نہیں کرا سکتے۔

25فروری1914ء کے الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حضور کی کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ اوراس کے آخر میں یہ لکھا تھا

......حضور اس حالت میں انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق ہدایات دیتے رہے۔جس کا یہ طریق ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات سن کر آپ ضروری اشارات فرما دیتے ہیں۔

4مارچ 1914ء کو الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی۔

اس ہفتہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت بدستور علیل رہی۔ضعف بھی بہت ہے۔حرارت بھی ہو جاتی ہے۔کھانسی رات کے وقت زیادہ ہوتی ہے۔حضور کو تین القاء ہوئے...... بتایا گیا کہ اکثر بیماریوں کا علاج ہوا۔پانی اور آگ سے اور دردوں کا آگ اور پانی سے۔ پھر فرمایا بہت حکمتیں کھلی ہیں۔انشاءاللہ طبیعت اچھی ہو جانے پر بتاؤں گا۔پس ہوا اور پانی سے علاج کرنے کے واسطے تبدیلِ آب و ہوا کی تجویز ہوئی۔اور بعض دوستوں کی رائے کے مطابق دارالعلوم کے بورڈنگ ہاؤس کی بالائی منزل خالی کرائی گئی...... لیکن بعداز نمازِ جمعہ نواب محمد علی صاحب کی مکرر درخواست کی بناء پر حضور کو نواب صاحب کی کوٹھی (دارالسلام) پہنچایا گیا۔راہ میں بورڈرز صف بستہ عرض کر رہے تھے اسلام علیک یا...... حضور نے ڈولی ٹھہرانے کا حکم دیا۔ان کیلئے باچشمِ پرآب دعا کی۔اور مولوی محمد علی صاحب کو فرمایا۔ان کو نصیحت کر دینا۔

اس طرح اس نازک دور میں، جب احبابِ جماعت خلیفہ وقت کے خطبات ،درس اور ارشادات سننے سے محروم تھے،الفضل جماعت اور خلیفہ وقت میں رابطہ بنا ہوا تھا اور خلیفہ وقت کے دعائیں اور فرمودات اُن تک پہنچا رہا تھا۔

پھر جماعت کی تاریخ کا وہ نازک مرحلہ آیا جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات ہوئی، جماعتِ احمدیہ مبائعین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور جیسا کہ متوقع تھا ، ایک گروہ کی طرف متوقع پروپیگنڈا سامنے آ گیا۔اس کی نوعیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات 13 مارچ 1914ء کو ہوئی اور 15 مارچ کے پیغامِ صلح کے پہلے صفحہ پر ’’بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک ضروری خط‘‘ کے عنوان سے مکرم خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک خط شائع ہوا تھا اور اندر کے صفحہ پر ’’ہائے نورالدین چل بسا‘‘ کے عنوان سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔اس خبر کے آخر میں لکھا تھا۔

’’......اب یہ جاننے کے لئے کہ آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہوگا۔احباب کو جناب مولانا محمد علی صاحب کے ذیل کے ضروری اعلان کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔‘‘

پھر اس کے نیچے مکرم مولوی محمد علی صاحب کا ایک اعلان شائع ہوا تھا۔اس کے شروع میں لکھا تھا کہ اس وقت مجھے یہ قطعاً علم نہیں کہ کون شخص حضرت خلیفۃ المسیح کا جانشین منتخب ہوگا۔ پھر اس کے نیچے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا کہ الوصیت میں حضرت مسیح موعود نے جہاں یہ ذکر فرمایا ہے کہ جس کے متعلق چالیس مومن اتفاق کریں وہ میرے نام پر بیعت لے سکتا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے خلفاء ایک وقت میں گاؤں گاؤں میں ہو سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ان کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے لوگوں سے بیعت لیں۔مگر ان کو سلسلہ میں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہو سکتا۔اور جو لوگ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہیں ان کو کسی نئی بیعت کی ضرورت نہیں۔انجمن کو حضرت مسیح موعود نے خود قائم فرمایا تھا اور اسے اپنا جانشین قرار دیا تھا۔

اس طرز کے خیالات پھیلانے سے کیا کیا نتائج نکل سکتے تھے وہ کسی وضاحت کے محتاج نہیں۔اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ احمدیوں کو نظام خلافت سے دور لے جایا جائے۔اور ان کے دل میں خلافت کی عظمت کو ختم کیا جائے۔اگر گاؤں گاؤں میں علیحدہ خلیفہ ہو سکتا تھا تو پھر اس کا مقصد ہی کیا تھا۔اور اس کے بعد اتحاد کا کیا حشر ہونا تھا اس کا اندازہ ایک بچہ بھی لگا سکتا ہے۔

اس نازک مرحلہ پر الفضل تھا جو کہ لوگوں کو نظام خلافت کی طرف بلا رہا تھا۔اس وقت الفضل روزنامہ نہیں تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد الفضل کا پہلا شمارہ 18 مارچ کو شائع ہوا۔اس کے پہلے صفحہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے ساتھ آپ کی آخری نصائح بھی درج تھیں جو آپ نے صاحبزادہ عبدالحی صاحب کو بلا کر فرمائی تھیں۔ان میں آپ کے اس خداداد یقین کا اظہار بھی تھا کہ قوم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے پورا اطمینان ہے کہ وہ ضائع نہیں کرے گا۔تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں خداتعالیٰ کی کتاب پڑھنا اور عمل کرنا۔میں نے بہت کچھ دیکھا مگر قرآن جیسی چیز نہیں دیکھی۔ بیشک یہ خداتعالیٰ کی اپنی کتاب ہے۔باقی خدا کے سپرد۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے جنازہ کی تفصیلات درج تھیں اور یہ خبر تھی۔

’’ہفتہ کے روز......سو کے قریب احباب کے دستخط اس بات پر لوگوں نے پیش کئے کہ ضرور جماعت میں ایک خلیفہ ہونا چاہئے جو ہمارا ایسا ہی مطاع ہو جیسے مسیح موعود و خلیفۃ المسیح تھے...... (بیت) نور میں اجتماع ہوا۔تو صاحبزادہ صاحب نے ایک تقریر دعاؤں کی طرف متوجہ ہونے کیلئے فرمائی مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار تفصیل سے فرمایا۔

جیسا کہ الفضل صفحہ 3 پر مفصل لکھا ہے حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت ہوئی۔ اور 4:43 بجے حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کا جنازہ کھلے میدان میں پڑھا گیا۔ 11 صفیں تھیں۔ہر صف میں قریباً 160 آدمی ۔ پیچھے عورتوں کی بھی تین صفیں تھیں۔دو سو کے قریب ہوں گی۔پھر جنازہ اُٹھایا گیا۔اور مقبرہ بہشتی میں حضرت مسیح موعود کے دائیں طرف (بجانب مغرب) آپ کو سوا چھ بجے دفن کیا گیا۔اگرچہ 14 سو کے قریب آدمیوں کے تو اسی وقت بیعت ہو چکے تھے۔مگر اس کے بعد بھی ہر نماز کے بعد اور دوسرے وقتوں میں بیعت کا سلسلہ جاری ہے اور باہر سے خطوط و تار آ رہے ہیں......‘‘

پھر اسی الفضل میں بہت سے نمایاں بزرگان کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کا اعلان شائع کیا گیا تھا۔صفحہ 3 پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کے تفصیلات درج تھیں اور آپ کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الہامات درج تھیں۔

اس طرح اس وقت جب ایک طرف یہ کوششیں کی جا رہی تھیں کہ احباب کو نظام خلافت سے دور لے جایا جائے اور اس بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جائیں ، الفضل لوگوں کو خلافت سے وابستہ رہنے کی طرف بلا رہا تھا۔ اور اس بارے میں حقائق شائع کر رہا تھا۔اس وقت غلط فہمیاں پھیلانے کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ الفضل کے اگلے شمارے میں، جو کہ 21 مارچ 1914ء کو شائع ہوا تھا،حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وہ تقریر جو کہ آپ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے معاًبعد فرمائی تھی شائع کی۔جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی تھیں کہ نہ خلافت کی ضرورت ہے اور نہ کسی بیعت کرنے کی ضرورت ہے، اس کا جواب ان غلط فہمیاں پھیلانے والوں کی اپنی سابقہ تحریروں سے دیا گیا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کی تفاصیل درج کی گئی تھیں۔اور پھر ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قیادت میں ہونے والی کاوشوں کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کی بھاری اکثریت خلافت سے وابستہ ہوگئی۔اس دور میں الفضل سب سے اہم ذریعہ تھا جو کہ خلیفہ وقت کی آواز کو ،آپ کی راہنمائی کو احبابِ جماعت تک پہنچا رہا تھا۔یہ جدوجہد ایک دو ماہ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ کئی سال کی جدوجہد تھی جس نے تمام ذہنوں پر خلافت کی اہمیت کو بالکل واضح کر دیا۔اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت سرخرو ہو کر اس آزمائش سے نکلی تو بہت سی مستحکم روایات احمدیوں کے ذہنوں میں اچھی طرح رچ بس چکی تھیں۔

اب ہم ایک اور نازک دور کی طرف آتے ہیں۔ یہ دور 1947ء کا دور تھا۔اس وقت دنیا کی جماعتوں کی اکثریت برصغیر میں موجود تھی۔ اور برصغیر کی جماعتوں کی اکثریت پنجاب میں موجود تھی۔اور تقسیم ہند کے پُرآشوب دور میں یہی صوبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا تھا اور قادیان سے مرکز کی منتقلی کی وجہ سے جماعت کو جن مہیب مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ سب پر عیاں ہے۔ قادیان کی حفاظت کا مسئلہ جان، مال اور وقت کی قربانی کا تقاضا کر رہا تھا۔احمدیوں کی بڑی تعداد خود بے سروسامانی کے عالم میں مغربی پنجاب میں منتقل ہو رہی تھی یا مشرقی پنجاب میں محصور حالت میں مدد کے منتظر تھے۔ بہت سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے تھے اور ان کے لواحقین کی مدداب جماعت کا فرض تھی۔ یہ پیشِ نظر رہنا چاہئے کہ 1947ء کا یہ دور وہ دور تھا جب حکومتوں کی مشینری بھی بے بس نظر آ رہی تھی۔

تقسیم برصغیر کے وقت حضرت مصلح موعود 31/اگست 1947ء کو قادیان سے لاہور تشریف لائے۔حضور فرماتے ہیں کہ یہاں آ کر میں نے محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے۔اس وقت حالات کتنے سنگین تھے اس کا اندازہ تو سب کو ہے۔اس وقت ابھی ایک بڑی تعداد میں احمدی قادیان میں اور مشرقی پنجاب میں محصور حالت میں تھے۔قادیان کی جدائی سب کو مغموم کر رہی تھی۔ مہیب مالی مسائل ان کے علاوہ تھے۔لیکن لاہور میں اپنے قیام کے اگلے ہی روز حضور نے پاکستان میں نظام جماعت کو قائم کرنے کے کام کا آغاز فرما دیا۔یکم ستمبر کو ہی جودھا مل بلڈنگ میں حضور کی صدارت میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔اور اسی روز پاکستان میں مقیم تحریکِ جدید انجمن احمدیہ کے ممبران کا تقرر بھی کر دیا گیا۔ ان نازک حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ خلیفہ وقت کی ہدایات، راہنمائی اور آپ کی آواز کو احبابِ جماعت تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ان ہنگامی حالات میں اور مالی وسائل کی اس شدید کمی کے باوجود فوری طور الفضل کو پاکستان سے جاری کرنا ایک نہایت مشکل کام نظر آ رہا تھا۔ اخبار جاری کرنے کے لئے قانونی اجازت لینے کے مرحلے سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔لیکن ان سب مشکلات کے باوجود حضور کی آمد کے صرف پندرہ روز کے بعد، یعنی 15 ستمبر 1947ء کو لاہور سے

مکرم روشن دین تنویر صاحب کی ادارت میں الفضل کو جاری کر دیا گیا۔اب تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ جس طرح 1913ء میں نہایت نازک حالات میں مالی وسائل کی شدید کمی کے باوجود قادیان سے حضرت مصلح موعود نے الفضل جاری فرمایا تھا۔اب 1947ء میں نہایت خطرناک حالات میں مالی وسائل کی شدید کمی کے باوجود لاہور سے الفضل جاری کیا جا رہا تھا۔ لاہور سے شائع ہونے والے پہلے شمارے کے صفحہ اول پر حضرت مصلح موعود کا تحریر فرمودہ جو پیغام شائع ہوا، اس کا عنوان تھا۔

''کیا آپ سچے احمدی ہیں؟''

اس پیغام کا ابتدائی حصہ درج کی جاتا ہے، جس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے، کہ اس وقت حالات کتنے سنگین تھے۔حضور تحریر فرماتے ہیں۔

(1) اگر آپ سچے احمدی ہیں تو آج ہی سے اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں۔ دعاؤں پر زور دیں۔ نمازوں پر زور دیں۔اگر آپ کی بیوی نماز میں کمزور ہے اسے سمجھائیں۔باز نہ آئے طلاق دے دیں۔اگر آپ کا خاوند نماز میں کمزور ہے اسے سمجھائیں ۔اگر اصلاح نہ کرے اس سے خلع کرالیں۔اگر آپ کے بچے نماز میں کمزور ہیں تو ان کا اس وقت تک کے لئے مقاطعہ کر دیں کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔

(2) جب موقع ملے نفلی روزہ رکھیں۔ اور گزشتہ رمضانوں کے روزوں میں سے کوئی کمی رہ گئی ہوتو جلد سے جلد وہ قرض اتاریں۔

(3) ان دنوں میں مسلمانوں پر بڑی مصیبت آئی ہوئی ہے۔آپ اس مصیبت میں حکومت اور افراد کی پوری مدد کریں۔

(4) آج ہی اپنے دل میں عہد کرلیں کہ قادیان کی حفاظت کرتے چلے جانا ہے۔اور اس بارے میں جو سکیم بنی ہے اس پر فوری عمل شروع کر دیں۔وہ سکیم دوسری جگہ پر درج ہے۔ اور اگر ہندوستانی حکومت کے دباؤ سے ہمیں قادیان خدانخواستہ خالی کرنا پڑے۔تو ہر ایک احمدی قسم کھائے کہ وہ اسے واپس لے کر چھوڑے گا۔اور اگر اس میں دیر ہو تو ہر بچہ جوان ہو اس سے قسم لی جایا کرے۔یاد رکھو قادیان خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ مرکز ہے ۔اور ضرور تمہارے پاس رہنا چاہیے۔ اور رہے گا انشاءاللہ............''

الفضل کے اسی شمارے میں حضرت مصلح موعود کی طرف سے یہ پیغام شائع ہوا کہ تمام جماعتیں 18 سال سے 55 سال کے افراد کی فہرست بنا کر قرعہ اندازی کر کے ان کا 1/8 حصہ قادیان کی حفاظت کے لئے بھجوائیں اور قادیان کی آبادی کا 1/5 حصہ قادیان میں قادیان کی حفاظت کے لئے رہے گا۔اس سے اگلے شمارے میں جو کہ 17 ستمبر 1947 کو شائع ہوا حضور کا وہ خطبہ جمعہ شائع ہوا جو کہ حضور نے 5 ستمبر 1947ء کو ارشاد فرمایا تھا۔اس وقت الفضل میں جماعت کے انتظامی اعلانات ہو رہے تھے۔ پناہ گزینوں کی راہنمائی کی جا رہی تھی ۔ جماعتی عہدیداروں کے نام پیغامات شائع کئے جا رہے تھے۔احبابِ جماعت کو مالی قربانیوں کی طرف توجہ دلائی جا رہی تھی۔سب سے بڑھ کر خلیفہ وقت کے پیغام شائع کئے جا رہے تھے۔ الفضل حضرت مصلح موعود کی راہنمائی پہنچانے کا سب سے بڑا ذریعہ بنا ہوا تھا۔اور اس ذریعہ سے جماعت اور خلیفہ وقت کے درمیان مسلسل رابطہ قائم تھا۔

اس دور میں جتنی جلدی احمدیوں کو منظّم کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا گیا تھا اس کا اعتراف اشد ترین دشمن بھی کرتے رہے۔ چنانچہ جماعت کے اشد مخالف جریدے میں جماعت کے خلاف مضمون شائع ہوا لیکن اس میں بھی یہ اعتراف کیا گیا۔

'' تقسیمِ ملک کے وقت مشرقی پنجاب کی یہ واحد جماعت تھی۔جس کے سرکاری خزانہ میں اپنے معتقدین کے لاکھوں روپیہ جمع تھے ۔اور جب یہاں مہاجرین کی اکثریت بے سہارا ہو کر آئی۔تو قادیانیوں کا یہ سرمایہ جوں کا توں محفوظ پہنچ چکا تھا۔اور اس سے ہزاروں قادیانی بغیر کسی کاوش کے ازسرِ نو بحال ہو گئے تھے......''

(ہفت روزہ المنیر 12 مارچ 1956 ص 10)

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مخالف بیرونی حملوں سے نقصان پہنچانے میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر اندرونی فتنہ پیدا کر کے یا اس کی مدد کر کے نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے ۔اور تاریخی طور پر ایسے منصوبوں میں سب سے زیادہ نظامِ خلافت کو نشانہ بنا کر یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سے خلافت کا احترام ختم کیا جائے ان کے۔ دلوں میں بدظنیاں پیدا کی جائیں، جھوٹی افواہیں پھیلا کر اپنا مطلب حاصل کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے فتنوں کی دردناک تاریخ ایسی نہیں جسے فراموش کیا جا سکے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کی مثال لی جائے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ چند بے حیثیت لوگ باتیں بنا رہے یا اعتراض کر رہے ہیں۔یا بظاہر مجمع میں ایک غیر معروف آدمی خلیفہ وقت کے متعلق بے بنیاد اعتراض کر رہا ہے اور اسی مجمع میں اس کو اس کا مناسب جواب بھی دے دیا گیا ہے۔ اس وقت ایک بھاری اکثریت ان باتوں کو کسی قسم کی اہمیت دینے پر تیار نہیں تھی۔لیکن بہت کم آنکھیں یہ دیکھ پا رہی تھیں کہ یہ سب کچھ ایک مکروہ منصوبے کے تحت کیا جا رہا تھا۔اس کے پیچھے عبداللہ بن سبا کا ہاتھ تھا جو کہ پہلے یہودی تھا اور پھر بعد میں اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔ان فتنہ پروروں کے مراکز تھے۔کوفہ، مصر، بصرہ اور دوسرے مقامات میں ان کے مراکز تھے اور اُس دور میں بھی یہ ایک دوسرے سے مسلسل خطوط کے ذریعہ رابطہ میں تھے۔مختلف شہروں کے دورے کر کے لوگوں سے جھوٹ بول کر انہیں بھڑکاتے تھے۔مختلف شہروں میں خط بھجوا کر انہیں بھڑکا رہے تھے۔جب یہ فتنہ اپنی انتہا کو پہنچا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو تو وہ لوگ جو کل تک انہیں کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں تھے اب اس بات کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ ان کو روک سکیں۔تاریخ میں بار بار اسی طرز پر فتنے برپا کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔1956ء کے حالات میں حضرت مصلح موعود نے فرمایا تھا۔

'' اس فتنہ کے بانی اچھی طرح حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی سکیم کا مطالعہ کر رہے ہیں۔اور ان کی سکیموں پر چلنا چاہتے ہیں۔''

(الفضل 30 جولائی 1956 ص 1)

لیکن حضرت مصلح موعود نے اپنی خداداد فراست سے پہچان لیا تھا کہ یہ وسوسہ اندازی اس وقت تک ہی اثر انداز ہوسکتی ہے جب تک اصل حقائق لوگوں کی نظر سے اوجھل رہیں۔ جب ان وساوس کو پیدا کرنے والوں کی اصلیت اور وساوس کے بارے میں اصل حقائق سامنے آ جائیں تو ان کا تدارک ویسے ہی ہو جاتا ہے۔ اس وقت بہت سے غیر از جماعت اخبارات نے حسبِ سابق یہ راگ الاپنا شروع کیا اب جماعت احمدیہ کے اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔حضرت مصلح موعود کی ہدایات کی روشنی اس وقت پھیلائی جانے والی افواہوں اور وسوسوں کے بارے میں حقائق الفضل میں شائع ہونے لگے۔جن لوگوں کے نام لے کر جھوٹی باتیں کی جا رہی تھیں ان کے اپنے بیانات الفضل میں شائع ہونے لگے۔اس طرح الفضل کے ذریعہ ایک منظّم انداز میں وسوسہ اندازی اور فتنہ پروری کا مقابلہ کیا گیا۔ یہ سب کچھ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ جماعت مخالف اخبارات جو کہ کل تک بغلیں بجا رہے تھے کہ اب جماعت کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا، اب کئی اخبارات اس بات پر ٹسوے بہا رہے تھے کہ جماعت کے اتحاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور لکھ رہے تھے کہ قادیانی اندھی عقیدت کا شکار ہیں۔ (نوائے وقت 9 ستمبر 1956 ص 3) اور جو گروہ افواہ سازی میں مشغول تھا وہ اس بات پر ماتم کرتا نظر آیا کہ خواہ مخواہ غیر اہم چیزوں کو بڑھا چڑھا کر اہمیت دی جا رہی ہے۔الٰہی جماعتوں میں پیدا کئے جانے والے فتنوں کی تاریخ ایک وسیع مضمون ہے اور ان سے پہنچنے والے نقصانات سے سب واقف ہیں۔ 1956ء میں ان کا جس طرز پر کامیاب مقابلہ کیا گیا وہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں اپنا مقام حاصل کر چکا ہے۔حضرت مصلح موعود کے مبارک دور میں اس طرز پر جماعت کی جو مسلسل تربیت کی گئی اس کی نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پہلو سے جماعتِ احمدیہ کو اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ گئی۔

جب خلافتِ ثالثہ کا آغاز ہوا۔اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بہت سی تحریکات کا آغاز فرمایا۔جب بھی خلفاء کی طرف سے کوئی تحریک کی جائے تو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس تحریک کو احمدیوں تک پہنچایا جائے۔ تا کہ لوگ اس تحریک میں حصہ لیں۔خلیفہ وقت کی ہدایت پر عمل کریں۔خواہ وقفِ عارضی کی تحریک ہو یا نصرت جہاں آگے بڑھو کی تحریک ہو یا دوسری بابرکت تحاریک ہوں۔اُس دور میں الفضل خلیفہ وقت کے ارشادات کو احبابِ جماعت تک پہنچاتا رہا اور وہ ان تحاریک میں شمولیت کر کے ثواب

قیام خلافت ثانیہ کے متعلق الفضل کی تحریر

اعلان!

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح ...... نورالدین ...... فانی سے دارِ جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ ......

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وایدہ خلیفہ قرار پائے اور اسی وقت قریب ...... نے ایک مختصر تقریر اور دعا کے بعد ہائی سکول کے شمالی جانب میدان میں نماز جنازہ پڑھائی۔ ......

حضرت مغفور قرار گزین ہوئے۔ ...... جو احباب اس موقعہ پر حاضر ہوئے ......

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ وایدہ کے ہاتھ پر بیعت ...... شائع کئے جائیں گے۔ حضرت ...... واہل بیت خلیفۃ المسیح نے بیعت کر لی ہے۔

حاصل کرتے رہے۔ مخالف طبقہ بھی الفضل کی اہمیت سے سے بخوبی واقف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی طرف سے 1974ء کی کارروائی کے دوران جماعتی اخبارات اور جرائد میں سے سب سے زیادہ الفضل کے حوالے پیش کئے اور سب سے زیادہ غیظ کا اظہار بھی ان کے بارے میں کیا گیا۔

آخر میں 1984ء کے دور میں جاری ہونے والے آرڈیننس کا ذکر ضروری ہے۔ اس آرڈیننس کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ کم از کم پاکستان میں احمدیوں میں اس بات سے محروم کر دیا جائے کہ خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچ سکے۔ قانون سازی اتنی ظالمانہ تھی کہ اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ لیکن اس پُر آشوب دور میں بھی، تمام تر پابندیوں کے باوجود الفضل خلیفہ وقت کے فرمودات کو احباب جماعت تک پہنچانے کا فرض ادا کرتا رہا۔ پابندیاں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی اس راہ میں حائل نہیں ہو سکیں۔

1984ء کے بعد شروع کے سالوں میں تو ایم۔ٹی۔اے کی سہولت بھی میسر نہیں تھی اس لئے الفضل کا یہ کردار کلیدی اہمیت کا حامل تھا۔

اس طرح ان سو سال میں بہت سی مشکلات پیدا ہوئیں، بہت سے کڑے وقت آئے اور چلے گئے لیکن الفضل خلیفہ وقت اور جماعت میں رابطہ کا کردار ادا کرنے کا فرض ادا کرتا چلا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ادا کر رہا ہے۔

مطالعہ اور تحریر کی عادات ذہن کو بڑھاپے میں صحت مند رکھتی ہیں

مطالعہ اور تحریر جیسی عادات کے ذریعے انسانی ذہن کو بڑھاپے میں بھی صحت مند رکھا جا سکتا ہے۔ یہ بات شکاگو میں قائم رش یونیورسٹی میڈیکل سنٹر اور الینوائے انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے ماہرین کی طرف سے کی گئی مشترکہ تحقیق میں سامنے آئی ہے۔ تحقیق کے مطابق بڑھاپے میں باقاعدگی سے لائبریری جا کر مطالعہ کرنے' خطوط نویسی' شطرنج جیسے کھیل اور اس طرح کی دیگر مصروفیات سے انسانی ذہن کے سفید مادے پر مشتمل حصے پر صحت افزا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جو پورے ذہن کو صحت مند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق بڑھاپے میں انسانی ذہن کے سفید مادے میں پانی کے خلیوں کی نقل و حرکت کی رفتار سست پڑ جاتی ہے جس کو مطالعہ اور تحریر جیسی عادات کے ذریعے تیز کیا جا سکتا ہے۔ تحقیق میں 81 سال اوسط عمر کے 152 افراد کے دماغ کے مطالعہ کیلئے ایم آر آئی طریق کار استعمال کیا گیا۔

(روزنامہ دنیا 2 دسمبر 2012ء)

مکرم مبارک صدیقی صاحب لندن

امام وقت کا پیغام پہنچانے والا قاصد

الفضل بظاہر پانچ حروف کا ایک مجموعہ ہے لیکن درحقیقت یہ نام ہے اُس قاصد کا جو مسیح زمانہ اور امام وقت کا پیغام گھر گھر پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ یہ نام ہے اُس گلدستے کا جو کلام اللہ، احادیث، کلام الامام، خلیفۃ المسیح کے ارشادات، علمی و تحقیقی مضامین اور خوشخبریوں سے مزین ہر صبح ہمیں ملتا ہے اور ہماری روح کو مہکاتا ہے۔ یہ وہ خط ہے جس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات لفظ بہ لفظ درج ہوتے ہیں جو بہت سی تشنہ روحوں کی سیرابی اور روحانی ترقیات کا باعث بنتے ہیں۔

امام وقت کے جو قیمتی خطبات ہوتے ہیں
ہمارے واسطے سونے کی وہ سوغات ہوتے ہیں
دعاؤں کے خزانے، چھاؤں جیسی بات ہوتے ہیں
نہیں کچھ اور وہ حمد و ثنا اور نعت ہوتے ہیں

کہاں 1913ء کا وہ زمانہ کہ جب قادیان جیسی گمنام بستی میں حضرت مصلح موعود کے بابرکت ہاتھوں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ بزرگ اور پاک ہستیاں اپنے زیورات بیچ کے اس کی اشاعت میں معاونت کرتی ہیں۔ کہاں آج دنیا کے کسی خطے میں چاہے وہ یورپ ہو چاہے ایشیا ہو چاہے افریقہ ہو امریکہ ہو آسٹریلیا ہو یہ اخبار اپنے اصلی رنگ میں یعنی کاغذ پر چھپا ہوا یا انٹرنیٹ پر میسر ہے۔

وہی اپناپن، وہی محفل، وہی رونق، وہی سادگی وہی خوشبو، سچ بات تو یہ ہے کہ

نہ وہ تم بدلے نہ ہم طور ہمارے ہیں وہی
فاصلے بڑھ گئے ہیں قرب تو سارے ہیں وہی

معروف ادبی شخصیات سے اور مشہور علمی و ادبی جریدوں سے قریبی تعلق جتانے کا رواج بڑا پرانا ہے سو اس روایت کو نبھاتے ہوئے میں کہوں گا کہ میری تو پیدائش ہی ربوہ میں الفضل کی گلی کی ہے۔ دارالرحمت غربی کی الفضل والی گلی میں ہمارے گھر سے تین چار منٹ پیدل چلنے کے بعد کونے پر الفضل کا دفتر ہوا کرتا تھا اور ہم بچے کھیلتے کھیلتے پورے دفتر میں گھومتے پھرتے تھے۔ آج سے کہیں زیادہ امن اور سکون کا دور تھا سو اخبار لکھنے والے خوش نویس ہماری کھیل کود کے باوجود بھی اپنے کام میں مصروف رہتے بلکہ ہم اُن سے اپنی سکول کی کاپیوں پر بھی اپنے نام خوش خط لکھوا لاتے۔ اگر کبھی اخبار ہم تک نہ پہنچ پاتا تو خاکسار ابا جان کے حکم پر الفضل کے دفتر دوڑا چلا جاتا اور اخبار لے آتا۔ مختلف ادوار میں الفضل سے منسلک بزرگ ہستیوں سے ملاقات کا اور دعائیں لینے کا شرف بھی پاتے رہے۔ مکرم محترم مسعود احمد دہلوی صاحب، محترم روشن دین تنویر صاحب محترم مولانا نسیم سیفی صاحب جیسے پیارے لوگوں سے ہم دوڑ دوڑ کے ملا کرتے تھے اور خوب خوب دعائیں لیا کرتے تھے۔ میرے دادا جان حضرت حکیم محمد صدیق صاحب میانوی رفیق حضرت مسیح موعود گھر میں ہم بچوں کو اکٹھا بٹھا کے الفضل سنایا کرتے تھے۔ پھر میرے پیارے ابا جان محترم بشیر احمد صدیقی صاحب مرحوم کو تو الفضل سے اور الفضل کے کارکنان سے دلی عقیدت تھی ربوہ میں بھی اور پھر لاہور ہجرت کے بعد بھی صبح ہوتے ہی صحن میں ٹہلنا شروع کر دیتے تھے اور اخبار فروش کا انتظار شروع کر دیتے تھے اور پھر اخبار ملتے ہی اس کا مطالعہ کرتے اور پھر ناشتہ کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ ربوہ میں ہی جب ہم بچے تھے ابا جان ہمیں الفضل اخبار میں سے حضرت اقدس مسیح موعود کے اور خلفائے کرام کے ارشادات بلند آواز سے اور کلام کا حق ادا کرتے ہوئے سنایا کرتے تھے اور یہ سلسلہ ابا جان کا آخر دم تک جاری رہا۔

دنیا والوں نے سماجی تعلقات قائم رکھنے کے لئے بہت سی ویب سائٹ بنا دی ہیں جہاں آپ اپنے دوستوں پیاروں کے حالات جان سکتے ہیں لیکن اپنی سوشل ویب سائٹ، اپنا قاصد، اپنا نامہ بر آج بھی الفضل ہی ہے۔ الفضل کے ذریعے سب کی خیر خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے۔

بہت سے میرے ایسے دوست ہیں جو میرے ساتھ دسویں جماعت تک کلاس فیلو رہے اور پھر تعلیم یا روزگار کے سلسلے میں شہر سے یا ملک سے ہجرت کر گئے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکی لیکن الفضل کے ذریعے ہم سب ایک دوسرے سے رابطے میں ہیں۔ کم از کم شاعروں سے تو خوب رابطہ رہتا ہے کہ کون آجکل کیا لکھ رہا ہے۔

برطانیہ میں اور خاص طور پر لندن میں رہنے والوں کی ایک بہت بڑی خوش نصیبی، خوش بختی اور سعادت یہ بھی ہے کہ ہم حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دن بھر کی مصروفیات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیرون ملک تشریف لے جاتے ہیں تو پھر ان بابرکت دوروں کی پل پل کی تفصیل ہمیں الفضل سے معلوم ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایم ٹی اے انٹرنیشنل کا بھی بہت بڑا کردار ہے کہ ہم وہ سارے مناظر اپنی آنکھوں سے براہ راست دیکھ پاتے ہیں۔ لیکن ایم ٹی اے کے ساتھ ساتھ الفضل کی افادیت اپنی جگہ قائم ہے۔ خاص طور پر آجکل حضور انور کے دورہ جات کی ساری کارروائی جس تفصیل سے درج ہوتی ہے وہ یقیناً قابل تعریف ہے۔

اس کے علاوہ کہاں جلسہ ہوا، کہاں اجتماع ہوا، کس کی شادی ہوئی، کس کو اللہ نے اولاد سے نوازا یہ ساری خبریں ہمیں اس ایک خط سے روزانہ ملتی ہیں اور انٹرنیٹ پر ہونے کی سہولت سے تو یہ بھی بڑا فائدہ ہے کہ ہم یہاں برطانیہ میں دن کے کوئی دس بجے ہی اس دن کا شمارہ پڑھ سکتے ہیں۔ میری یہاں لندن میں پچھلے پندرہ سالوں سے روٹین ہے کہ صبح کام پر پہنچ کر سب سے پہلے تلاوت قرآن پاک سنتا ہوں اور پھر ساتھ ہی انٹرنیٹ کے ذریعے الفضل پڑھتا ہوں۔ پاکستان کے بہت سے شہروں میں اور دیہات اور قصبوں میں شاید اخبار اگلے روز بذریعہ ڈاک پہنچتا ہے لیکن جن کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہے وہ اسے شائع ہونے کے چند گھنٹوں بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔ صحافت کی زبان میں دو الفاظ بڑے اہم ہیں قرب مکانی اور قرب زمانی۔ قرب مکانی سے مراد یہ ہے کہ اخبار کے قاری کو اپنے نزدیک ہونے والی خبر سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر کسی کو اپنے آبائی علاقے سے ایک خاص تعلق اور پیار ہوتا ہے۔ میرا تعلق میری پیدائش میرا بچپن میری تعلیم سب ربوہ سے ہے تو قدرتی طور پر میں ربوہ کی خبریں زیادہ شوق سے پڑھتا ہوں اور میرے ساتھ بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے ربوہ فون کر کے اپنے دوستوں عزیزوں کو بتایا کہ فلاں محلے میں یہ تقریب ہوئی ہے یا فلاں دوست کے ہاں اولاد ہوئی ہے بلکہ الفضل میں شائع ہونے والے اشتہارات بھی اتنی توجہ سے پڑھتا ہوں اور اپنے دوستوں عزیزوں کو بتاتا ہوں کہ فلاں چیز اُس دکان پر اتنے کی میسر ہے۔ میرے دوست کہتے ہیں کہ لگتا ہے آپ ربوہ میں ہی کہیں موجود ہیں۔

ہر چند کہ اس اخبار کو ہمیشہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ الفضل کے کارکنان پر کوئی ایک سو کے قریب مقدمات بنائے جا چکے ہیں اور اخبار کی پروف ریڈنگ کرنے والے جہاں کتابت کی غلطیاں تلاش کرتے ہیں وہاں کتابت کی غلطیوں سے بھی زیادہ انہیں اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ کوئی ایسا لفظ تو نہیں لکھا گیا جو اُس قانون کی خلاف ورزی ہو جس کے تحت احمدیوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کیا گیا ہے۔ تو ان تمام مشکلات کے باوجود اس اخبار کا ہمیشہ ترقیات کی منازل طے کرتے چلے جانا یقیناً احمدیت کی صداقت کا اور خلافت کی برکات کا ایک زندہ نشان ہے۔

الفضل کی توسیع اشاعت اور مطالعہ کے حوالہ سے خلفاء سلسلہ کی توقعات و ارشادات

الفضل ہمارے سلسلہ کا آرگن ہے، یہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شائع ہونے والے اخبارات میں سے سب سے مقدم ہے (حضرت مصلح موعود)

سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث)

مرتبہ: مکرم مبشر احمد خالد صاحب

الفضل کا دستور العمل

حضرت حافظ حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں۔

برادران و عزیزان و بزرگان اخبار میں وہ مضمون دو جس میں نفسانیہ خواہشات، سوءظن، تفرقہ و امراء پر اعتراض اور اس میں ناعاقبت اندیشی خودغرضی، طمع، دین الٰہی سے بے خبری، نفاق جو بدعہدیوں سے پیدا ہوتا ہے اور حکام کی نااہلی، ترک افشاء سلام (خصوصاً ہندوستان میں یہ مبارک دعا معیوب یقین کی گئی) ترک جمعہ و جماعات امراء میں تعلّی، عادات بدنی نے کہاں نوبت پہنچائی ہے کا علاج۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

(الفضل 18 جون 1913ء ص 16)

الفضل کے اجراء کا پس منظر

حضرت مصلح موعود الفضل کے اجراء کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اس بات کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی جان سکتا ہے کہ کن کن دعاؤں اور استخاروں کے بعد ہم نے الفضل کی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لیا ہے چونکہ خدا تعالیٰ کے سوا علیم و خبیر اور کوئی ہستی نہیں۔ اس لئے ہمارے اس دکھ اور تکلیف کا بھی کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا جو اس اخبار کے اجراء کا موجب ہوا۔

..........تمام بنی نوع انسان کے لئے بالعموم میرے دل میں پوشیدہ تھے۔ سمجھنا ہر ایک انسان کا کام نہ تھا اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا تھا کہ کس دکھ اور درد نے مجھے اس طرف مائل کیا کہ میں ایک اخبار کے ذریعہ سے ان نقائص کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ جو اس وقت (جماعت احمدیہ) میں پیدا ہو رہے ہیں۔

میں جب اس کام کے لئے اٹھا تو دور تاریکی میں ایک آواز تھی جس کے بلانے پر میں اٹھا اور ایک صدا تھی جس کے جواب دینے کے لئے میں نے حرکت کی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ دراصل کیا ضرورت ہے جس کے پورا کرنے کے لئے میں جدوجہد کرنے لگا ہوں۔ میں لوگوں کو ضروریات بتاتا تھا۔ مگر خود غافل تھا جس طرح خواب میں ایک شخص آنے والے واقعات کو اونچی آواز سے بیان کر دیتا ہے۔ سننے والے سن لیتے ہیں اور وہ خود بے خبر ہوتا ہے یہی میری حالت تھی کہ میں لوگوں کو آنے والے خطرات سے ڈراتا تھا لیکن خود ان کی اہمیت سے ناواقف تھا کیونکہ مستقبل کی آفات سے کوئی شخص کیونکر واقف ہو سکتا ہے۔ میں بھی ایک انسان تھا اور میرا معاملہ دوسروں سے علیحدہ نہ تھا آخر وقت نے ثابت کر دیا کہ میں نے جو نہ سمجھا تھا وہ حرف بحرف پورا ہوا اور جس کا مجھے علم نہ تھا وہ خدا کے علم میں تھا زمانہ نے خود بتا دیا کہ الفضل کی ضرورت تھی اور سخت تھی۔ یہ ڈوبتے ہوؤں کے لئے ایک تنکا تھا اور کہتے ہیں کہ ڈوبتے ہوؤں کے لئے ایک تنکا کا بھی سہارا کافی ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بارش تھی جو عین وقت پر ہوئی میں نہیں جانتا کہ الفضل نے کیا کیا اور اس کا اثر کیا ہوا۔ خدا تعالیٰ خود اسے ثابت کرے گا اور مستقبل کے تاریک پردہ میں سے اس کے اثرات کی روشن تصویر خود بخود سامنے آ جائے گی نہ مجھے اس کا علم ہے اور نہ مجھے اس کے جاننے سے کچھ فائدہ ہے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ اس اخبار کی ضرورت تھی اور یہی وجہ ہے کہ ایک قدوس ذات مجھے آگے دھکیل رہی تھی۔ میں جو پہلے لوگوں کو اس کی ضروریات سمجھاتا رہا تھا۔ آنکھ کھلنے پر حیران ہوں کہ میں خود ناواقف تھا اور لوگوں کو واقف کرتا رہتا تھا۔

(روزنامہ الفضل 15 اکتوبر 1913ء)

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آ رہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی لیکن کوتاہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے۔

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

لکھنے والوں کو بعض نصائح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی الفضل میں مضامین لکھنے والوں کو بعض نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اسی طرح دوستوں کو اور علمی مسائل کے متعلق کتابیں لکھنی چاہئیں، مگر وہ مسائل علمی ہونے چاہئیں۔ دوسروں کی اندھی تقلید میں رٹ نہیں لگانی چاہئے۔..........پس جو اصولی نیکیاں ہیں ان کو پیش کرنا چاہئے اور انہی پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ لیکن اگر کسی کی کوئی ایسی نیکی پیش کرتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت مسیح موعود میں نہیں پائی جاتی تھی تو ہم حضرت عمرؓ یا کسی اور کی تعریف نہیں کرتے بلکہ رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود کی ہتک کرتے ہیں۔

اسی طرح آگے چل کر فرمایا کہ

الفضل ہمارے سلسلہ کا آرگن ہے لیکن اس میں متعدد دفعہ ایسے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ پہلے ایک لکھتا ہے اور دو چار مہینے کے بعد وہی مضمون اپنے الفاظ میں نقل کر کے کوئی دوسرا دوہرا دیتا ہے اور اس بات کو بالکل نہیں سمجھا جاتا کہ ان مضامین کے نتیجہ میں رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود پر اعتراض واقعہ ہو جائے گا اور مخالف کہے گا کہ اگر یہ نیکی ہے تو آیا یہ نیکی ان میں بھی پائی جاتی تھی جن کو تم نبی، رسول اور دنیا کا نجات دہندہ سمجھتے ہو۔

(خطبات شوریٰ جلد دوم صفحہ 217 تا 218)

الفضل کی اشاعت میں اضافہ کی ضرورت

سیدنا حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1938ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

روزنامہ الفضل سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شائع ہونے والے اخبارات میں سے سب سے مقدم الفضل ہے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت اخبارات اور لٹریچر کی اشاعت کی طرف اتنی توجہ نہیں جتنا متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اتنی وسیع جماعت میں جو سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے اور جس کی سینکڑوں انجمنیں ہیں صرف دو ہزار کے قریب الفضل کی خریداری ہے حالانکہ اتنی وسیع جماعت میں الفضل کی اشاعت کم از کم پانچ سات ہزار ہونی چاہئے۔ ایک علمی اور مذہبی جماعت میں الفضل کی اس قدر کم خریداری بہت ہی افسوسناک ہے۔

(الفضل 16 نومبر 1960ء)

الفضل خرید کر پڑھنے کی تحریک

سیدنا حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

میرے سامنے جب کوئی کہتا ہے کہ الفضل میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اسے خریدا جائے تو میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ مجھے تو اس میں کئی باتیں نظر آ جاتی ہیں آپ کا علم چونکہ مجھ سے زیادہ وسیع ہے اس لئے ممکن ہے کہ آپ کو اس میں کوئی بات نظر نہ آتی ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کسی کے دل کی کھڑکی بند ہو جائے تو اس میں کوئی نور کی شعاع داخل نہیں ہو سکتی پس اصل وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اپنے دل کا سوراخ بند ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اخبار میں کچھ نہیں ہوتا۔

اس سستی اور غفلت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اخباری زندگی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ ہونی چاہئے حالانکہ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے اور اس زمانہ میں اشاعت کے مراکز کو زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہئے۔

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 543)

کم از کم 20 ہزار احمدی احباب اخبار خرید سکتے ہیں

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر اخبارات کے متعلق ہماری جماعت کی وہی حالت ہو جائے جو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تھی تو اخبار الفضل کے روزنامہ ہونے کے باوجود کم از کم پانچ ہزار خریدار پیدا ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے دوستوں کے اندر وہی روح پیدا ہو جائے کہ وہ کہیں ہم نے بہرحال اخبار خریدنا ہے چاہے ہمیں پڑھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو اور اسی روح سے کام کرنے کے نتیجے میں باقی رسائل وغیرہ کے بھی ہزار دو ہزار خریدار

ہوسکتے ہیں کیونکہ اس وقت پنجاب میں ہماری ایک لاکھ سے زیادہ معلوم جماعت ہے۔وہ لوگ جو کمزوری کی وجہ سے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتے یا دل میں تو احمدی ہیں مگر ہمیں ان کی احمدیت کا علم نہیں وہ اس سے الگ ہیں اور اگر سارے ہندوستان کو دیکھا جائے تو اس میں جو ہماری معلوم جماعت ہے اس کو شامل کرلیا جائے تو یہ تعداد دو لاکھ تک ہو جاتی ہے اور اگر بیرون ہند کی معلوم جماعت کو اس میں شامل کرلیا جائے تو یہ تعداد تین ساڑھے تین لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔گویا وہ احمدی جو ہمارے ریکارڈ کے لحاظ سے ہمیں معلوم ہیں اور جو اپنے آپ کو ایک نظام میں شامل کئے ہوئے ہیں۔وہ تین چار لاکھ سے کم نہیں۔اگر یہ لوگ اپنے اندر زندگی کی حقیقی روح پیدا کریں اور عورتوں اور بچوں اور ان لوگوں کو نکال بھی دیا جائے جو انتہائی غربت کی وجہ سے کسی اخبار کے خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم بیس ہزار لوگ یقیناً ہماری جماعت میں ایسے موجود ہیں جو سستا یا مہنگا کوئی نہ کوئی اخبار خرید سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اس طرف توجہ نہیں کی جاتی اور ان کا نفس یہ عذر تراشنے لگ جاتا ہے کہ اور چندوں کی کثرت کی وجہ سے ہم اخبار نہیں خرید سکتے حالانکہ اس قسم کے چندے حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں بھی تھے اور گو اس وقت عام چندہ کم تھا مگر ایسے مخلص بھی موجود تھے جو اپنا تمام اندوختہ حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔

(انوار العلوم جلد 14 ص 543)

خریداروں میں اضافہ کی ضرورت

حضرت مصلح موعود نے 7/نومبر 1954ء کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ہمارے ملک میں اخبارات اور رسائل پڑھنے کا شوق بہت کم ہے۔الفضل ہمارا مرکزی اخبار ہے لیکن اس کی اشاعت بھی ابھی دو ہزار ہے حالانکہ ہماری جماعت بہت بڑھ چکی ہے۔اگر جماعت کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے پانچ فیصدی بھی اخبار کی اشاعت ہوتی تو دس ہزار اخبار چھپنا چاہئے تھا اور صرف مردوں میں اس کی خریداری ہوتی تب بھی پانچ ہزار خریدار ہونے چاہئے تھے۔مگر الفضل کا خطبہ نمبر 24 سو چھپتا ہے اور یہ تعداد بھی بڑا زور مارنے کے بعد ہوئی ہے ورنہ پہلے تو بہت ہی بدتر حالت تھی۔صرف گیارہ بارہ سو اخبار چھپتا تھا۔میں نے زور دیا تو چھبیس سو تک اس کی خریداری پہنچ گئی لیکن پارٹیشن کے بعد چونکہ میں نے ذاتی طور پر اس کی اشاعت میں دلچسپی نہیں لی اس لئے پھر اس کی خریداری بیس سو تک آ گئی ہے۔لیکن میں سمجھتا ہوں اگر جماعت توجہ کرے تو چار پانچ ہزار تک اس کی بکری ہو سکتی ہے اور پھر ایسی صورت میں الفضل کا حجم بھی بڑھایا جا سکتا ہے اور اس کے مضمون میں بھی تنوع پیدا کیا جا سکتا ہے۔

(مشعل راہ جلد اول ص 701)

خریداری کی میں سفارش کرتا ہوں

حضرت مصلح موعود بانی الفضل نے جلسہ سالانہ 27/دسمبر 1941ء پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

پس دوستوں کو اخبارات کی اشاعت کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے اور دوسروں کو بھی اس کی تحریک کرنی چاہئے۔ہماری جماعت اتنی ہی نہیں جتنی یہاں موجود ہے۔ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے بہت زیادہ ہے۔کسی زمانہ میں ساری جماعت عورتیں 2 بچے ملا کر بھی اتنی ہی ہو گی جتنی اب یہاں موجود ہے مگر اس وقت سلسلہ کے اخبارات کی اشاعت ڈیڑھ دو ہزار ہوتی تھی۔مگر اب الفضل کے خریدار صرف بارہ سو ہیں حالانکہ اگر کچھ نہیں تو پانچ چھ ہزار اس وقت ہونے چاہئیں۔لوگ غیر ضروری باتوں پر روپے خرچ کر دیتے ہیں۔امراء کے گھروں میں بیسیوں چیزیں ایسی رکھی رہتی ہیں جو کسی کام نہیں آتیں۔..........ایسی غیر ضروری چیزوں پر تو لوگ روپے خرچ کر دیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی باتوں پر نہیں کرتے۔ان کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ وہ دہرائی جاتی ہیں حالانکہ اخبارات نہ صرف ان کے فائدہ کی چیز ہیں بلکہ ان کی اولادوں کے لئے بھی ضروری ہیں۔میں تو یہاں تک کوشش کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے ایک کتاب کی کئی کئی جلدیں مہیا کر کے رکھوں۔میرے دل پر یہ بوجھ رہتا ہے کہ میری اولاد خدا تعالیٰ کے فضل سے زیادہ ہے ایسا نہ ہو کہ سب کے لئے کتب مہیا نہ ہو سکیں۔میرے پاس بعض کتابوں کے تین تین چار چار نسخے ہیں۔..........تو کتابوں کا رکھنا اولاد کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ایک دن آئے گا کہ وہ دنیا میں نہ ہوں گے اس وقت ان کی اولادیں ان اخبارات کو پڑھیں گے اور اپنے ایمان کو تازہ کریں گی۔بعد میں ان کے لئے ان کا حاصل کرنا مشکل ہو گا۔

دیکھو آج پرانے الفضل اور ریویو وغیرہ کے پرچے کس قدر مشکل سے ملتے ہیں۔کئی دوستوں نے مجھ سے بھی شکایت کی ہے کہ پرانے پرچے نہیں ملتے۔پس آج دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور ان چیزوں کو خرید کر فائدہ اٹھانا چاہئے اور پھر اپنی اولادوں کے لئے ان کو محفوظ کر دینا چاہئے۔

سلسلہ کے اخبارات میں سے الفضل روزانہ ہے۔جہاں کوئی فرد نہ خرید سکے وہاں کی جماعتیں مل کر اسے خریدیں۔ مجلس شوریٰ میں بھی اس سال یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ جن جماعتوں کے افراد کی تعداد بیس یا اس سے زیادہ ہے وہ لازمی طور پر روزانہ الفضل خریدیں اور جس جماعت کے افراد کی تعداد بیس یا اس سے کم ہو وہ الفضل کا خطبہ نمبر یا فاروق خریدے۔..........دوستوں کو چاہئے کہ کثرت سے ان اخبارات اور رسائل کو خریدیں اور انہیں خریدنا اور پڑھنا ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا زندگی کے لئے سانس ضروری ہے۔یا جیسے وہ روٹی کھانا ضروری سمجھتے ہیں۔..........

اخباروں اور رسائل کا خریدنا اور بھی ضروری سمجھا جائے۔میں امید کرتا ہوں کہ اس دفعہ ضرور احباب توجہ کریں گے اور اخبارات و رسائل کی خریداری کو ضروری سمجھیں گے۔الفضل،فاروق،نور،سن رائز اردو انگریزی،ان سب کی خریداری کی سفارش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری اس دفعہ کی سفارش کو دوست ضرور قبول کریں گے۔

(انوار العلوم جلد 16 ص 245)

الفضل کا مطالعہ ضروری ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

خصوصیات سلسلہ کے لحاظ سے یہاں کے اخباروں میں سے دو اخبار الفضل و مصباح کا مطالعہ ضروری ہے اس سے نظام سلسلہ کا علم ہوتا ہے بعض لوگ اس وجہ سے ان اخباروں کو نہیں پڑھتے کہ ان کے نزدیک ان میں بڑے مشکل اور اونچے مضامین ہوتے ہیں ان کے سمجھنے کی قابلیت ان کے خیال میں ان میں نہیں ہوتی اور بعض کے نزدیک ان میں ایسے چھوٹے اور معمولی مضامین ہوتے ہیں کہ وہ اسے پڑھنا فضول خیال کرتے ہیں۔یہ دونوں خیالات غلط ہیں۔..........پس تکبر مت کرو اور اپنے علم کی بڑائی میں رسائل اور اخبار کو معمولی نہ سمجھو۔قوم میں وحدت پیدا کرنے کے لئے ایک خیال بنانے کے لئے ایک قسم رسائل کا پڑھنا ضروری ہے۔

(انوار العلوم جلد 11 صفحہ 67)

الفضل بطور تریاق

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست تھے جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ان کے لڑکے نے ایک دفعہ مجھے لکھا کہ میرے والد صاحب میرے نام الفضل جاری نہیں کرواتے۔میں نے انہیں لکھا کہ آپ کیوں اس کے نام الفضل جاری نہیں کراتے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مذہب کے معاملہ میں اسے آزادی حاصل رہے اور وہ آزادانہ طور پر اس پر غور کر سکے۔میں نے انہیں لکھا کہ الفضل پڑھنے سے تو آپ سمجھتے ہیں اس پر اثر پڑے گا اور مذہبی آزادی نہیں رہے گی۔لیکن کیا اس کا بھی آپ نے کوئی انتظام کر لیا ہے کہ اس کے پروفیسر اس پر اثر نہ ڈالیں۔اس کی کتابیں اس پر اثر نہ ڈالیں۔اس کے دوست اس پر اثر نہ ڈالیں اور جب یہ سارے کے سارے اثر ڈال رہے ہیں تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسے زہر تو کھانے دیں اور تریاق سے بچایا جائے۔

(تفسیر کبیر جلد 7 ص 329)

ہر گھر الفضل لگوانے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو۔ابھی جماعت کے حالات ایسے ہیں کہ شاید ہر گھر میں الفضل نہیں پہنچ سکتا۔لیکن جماعت کے حالات ایسے نہیں کہ ہر گھر اس سے فائدہ بھی نہ اٹھا سکے۔اگر ہر جماعت میں الفضل پہنچ جائے اور الفضل کے مضامین وغیرہ دوستوں کو سنائے جائیں تو ساری جماعت اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔خصوصاً خلیفہ وقت کے خطبات اور مضامین اور درس اور ڈائریاں وغیرہ ضرور سنائی جائیں۔خصوصاً میں نے اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ بنایا ہے۔..........ہر جماعت میں کم از کم ایک پرچہ الفضل کا جانا چاہئے اور اس کی ذمہ داری امراء اضلاع اور ضلع کے مربیان پر ہے اور اس کی تعمیل دو مہینے کے اندر اندر ہو جانی چاہئے۔ورنہ بعض دفعہ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ ایسے مربیوں کو جو ان باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کام سے فارغ کر دیا جائے اگر ان لوگوں نے خلیفہ وقت کی آواز جماعت کے ہر فرد کے کان تک نہیں پہنچانی تو اور کون پہنچائے گا اس آواز کو اور اگر وہ آواز جماعت کے کانوں تک نہیں پہنچے گی تو جماعت بحیثیت جماعت متحد ہو کر غلبہ(۔) کے لئے وہ کوشش کیسے کرے گی جس کی طرف اسے بلایا جا رہا ہے۔پس الفضل کی اشاعت کی طرف جماعت کو خاص توجہ دینی چاہئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو الفضل خریدنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک وہ آواز پہنچنی چاہئے جو مرکز کی طرف سے اٹھتی ہے اور خلیفہ وقت جو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ ہے اس کی طرف آپ کے کان ہونے چاہئیں اور اس کی طرف آپ کی آنکھیں ہونی چاہئیں اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں (۔) جلد تر غالب

ہو جائے۔

(روزنامہ الفضل 28 مارچ 1967ء)

الفضل کی ضرورت

بحیثیت قوم ترقی کرنے کے لئے الفضل کا مطالعہ ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

لوگ کہہ دیتے ہیں الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ میں بھی کہتا ہوں الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں (بعض لوگ) کہ اگر الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا نہیں ہوگا تو اس کو لے کے پڑھنے کی کیا ضرورت۔ میں کہتا ہوں کہ اگر الفضل کا ایک مضمون بھی اعلیٰ پایہ کا ہے تو اسے لے کے اسے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ میں اس سے بھی آگے جاتا ہوں میں کہتا ہوں اگر الفضل میں ایک ایسا مضمون ہے جس میں ایک بات ایسی لکھی ہے جو آپ کو فائدہ پہنچانے والی ہے تو اس فائدہ کو ضائع نہ کریں آپ۔ اگر آپ نے بحیثیت قوم ترقی کرنی ہے۔

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1979ء)

(الفضل 24 فروری 1980ء)

شکرگزاری کے لئے الفضل پڑھیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث 15/اکتوبر 1971ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

بڑا افسوس ہے کہ جماعت میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو الفضل کو پڑھتے نہیں ایک نظر ڈالا کریں شاید اس میں دلچسپی کی کوئی چیز مل جائے اور خصوصاً اللہ تعالیٰ کے جو فضل جماعت پر نازل ہو رہے ہیں ان کو پڑھا کریں، اس کے بغیر آپ شکر نہیں ادا کر سکتے کیونکہ جس شخص کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنی رحمتیں اور برکتیں اس پر نازل کر رہا ہے وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کرے گا اور احساس کیسے پیدا ہوگا جب تک آپ اپنے علم کو up to date نہ کریں یعنی آج تک جو فضل نازل ہوئے ہیں اس کا پورا علم نہ ہو۔

(خطبات ناصر جلد 3 ص 463)

اشاعت 20 ہزار کی تحریک

جلسہ سالانہ 1982ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے الفضل کی اشاعت 10 ہزار تک بڑھانے کی تحریک فرمائی اور جب مارچ 1984ء میں مینیجر الفضل کی طرف سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں ایک چھٹی لکھی گئی جس میں یہ ذکر تھا کہ ماہ فروری 1984ء میں الفضل کی اشاعت سات ہزار تھی (خطبہ نمبر کی اشاعت آٹھ ہزار تھی) اس پر حضور انور نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا۔

”ابھی تک اشاعت تھوڑی ہے۔ دس ہزار تو میں نے کم سے کم کہی تھی۔ پندرہ بیس ہزار ہونی چاہئے۔“

الفضل کے لئے دعائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1988ء میں الفضل کے اجراء پر ایڈیٹر الفضل کے نام لکھا:

الفضل شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ بے حد خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور پہلے سے بہت بڑھ کر ہر پہلو سے ترقی کرے۔ علمی معیار بھی بلند ہو اور تعداد میں بھی ریکارڈ اضافہ ہو۔ ...... سب کارکنان کو میری طرف سے محبت بھرا سلام کہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔

(الفضل 21 دسمبر 1988ء ص1)

32 دشمن دانتوں میں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایڈیٹر الفضل کے نام خط میں تحریر فرمایا:

بڑی توجہ سے الفضل کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ ......آپ کی کوششیں قابل تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ میں دعا میں اس نکتے کو یاد رکھتا ہوں کہ الفضل کی زبان محض 32 دانتوں میں نہیں بلکہ 32 دشمن دانتوں میں گھری ہوئی عمدگی سے مافی الضمیر ادا کرنے کی توفیق پا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی حفاظت فرمائے۔ چشم بد دور۔ اپنے ساتھیوں کو میری طرف سے محبت بھرا سلام کہیں۔ آپ سب کو نیا سال مبارک ہو۔ قارئین الفضل تک میرا محبت بھرا سلام اور سال نو کی مبارک بھی پہنچا دیں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

(الفضل 18 جنوری 1989ء ص1)

الفضل پڑھنے کی تلقین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ نے اجتماع انصاراللہ یوکے سے خطاب کرتے ہوئے 4۔اکتوبر 2009ء کو فرمایا:

کوئی یہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتا کہ ہم نے کتب کو پڑھ لیا ہے۔ یا قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ لیا ہے یا تفسیریں پڑھ لی ہیں یا کچھ احادیث پڑھ لی ہیں اس لئے اب ہم اتنے قابل ہوگئے ہیں کہ اب مزید علم کی ضرورت نہیں۔ علم کو تو بڑھاتے چلے جانا چاہئے۔ جو اپنے آپ کو اپنے زعم میں بہت بڑا علمی آدمی سمجھتے ہیں ان کی سوچیں بڑی غلطی ہیں۔

حضرت مصلح موعود نے ایک مرتبہ فرمایا کہ الفضل جماعت کا اخبار ہے۔ لوگ وہ نہیں پڑھتے اور کہتے ہیں کہ اس میں کون سی نئی چیز ہوتی ہے، وہی پرانی باتیں ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعود جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بتایا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا، وہ فرماتے ہیں کہ شائد ایسے پڑھے لکھوں کو یا جو اپنے زعم میں پڑھا لکھا سمجھتے ہیں کوئی نئی بات الفضل میں نظر نہ آتی ہو اور وہ شائد مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہوں لیکن مجھے تو الفضل میں کوئی نہ کوئی نئی بات ہمیشہ نظر آ جایا کرتی ہے۔

(انوارالعلوم جلد 14 صفحہ 545,546)

تو جس کو علم حاصل کرنے کا شوق ہو وہ تو پڑھتا رہتا ہے اور بغیر کسی تکبر کے جہاں سے ملے پڑھتا رہتا ہے۔ جو علم رکھتے ہیں انہیں اپنا علم مزید بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو کم دینی علم رکھتے ہیں ان کو بھی اس طرف توجہ دینے چاہئے تا کہ پھر یہ علم جہاں ان کی اپنی معرفت بڑھانے کا باعث بنے وہاں ان کے بچوں کے لئے بھی نمونہ قائم کرنے والا ہو۔ جب بچے دیکھیں گے کہ گھروں میں اپنی کتابیں پڑھی جا رہی ہیں تو ان میں بھی رجحان پیدا ہوگا۔ اکثر ان گھروں میں جہاں یہ کتابیں پڑھی جاتی ہیں ان کے بچے شروع میں ہی چھوٹی عمر میں ہی کتابیں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور یہ علم پھر سب سے بڑھ کر دعوت الی اللہ کے میدان میں کام آتا ہے۔

(الفضل 28 جنوری 2010ء)

الفضل کا پہلا صفحہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جامعہ احمدیہ یو۔کے کی کلاس سے 17 مارچ 2007ء کو خطاب کرتے ہوئے دریافت فرمایا:۔

”الفضل ربوہ آتا ہے“ اور تلقین فرمائی کہ الفضل کا پہلا صفحہ ملفوظات والا پڑھا کرو۔ اگر کوئی کتاب نہیں پڑھ رہے تو وہی پڑھو، رسالوں میں کوئی نہ کوئی اقتباس چھپا ہوتا ہے۔ اس میں سے پڑھا کرو۔ ابھی سے یادداشت میں فرق پڑ جائے گا اور عادت پڑ جائے گی“۔

(الفضل 18 جون 2008ء)

الفضل کا ایک مضمون

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8 مئی 2009ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

گزشتہ دنوں مَیں الفضل میں ایک مضمون دیکھ رہا تھا۔ مالی قربانی پہ کسی لکھنے والے نے لکھا۔ ربوہ میں کسی احمدی کا واقعہ تھا کہ وہ صاحب گوشت کی دکان پر کھڑے گوشت خرید رہے تھے۔ وہاں سے سیکرٹری مال کا سائیکل پر گزر ہوا تو اس شخص کو دیکھ کر جو سودا خرید رہا تھا، سیکرٹری مال صاحب وہاں رک گئے اور صرف یاددہانی کے لئے بتایا کہ آپ کا فلاں چندہ بقایا ہے۔ تو اس شخص نے پوچھا کہ کتنا بقایا ہے؟ جب سیکرٹری مال نے بتایا تو وہ کافی رقم تھی۔ تو انہوں نے وہیں کھڑے کھڑے وہ سیکرٹری مال کو ادا کر دی اور رسید لے لی۔ اور قصائی سے جو گوشت خریدا تھا وہ اس کو واپس کر دیا کہ آج ہم گوشت نہیں کھا سکتے۔ سادہ کھانا کھائیں گے۔ (الفضل 23 جون 2009ء صفحہ 4)

الفضل کی سعادت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے جلسہ سالانہ 2009ء کے انتظامات کا معائنہ کرتے ہوئے 19 جولائی 2009ء کو فرمایا:

چند دن ہوئے میں نے الفضل میں ایک مضمون پڑھا، پروازی صاحب کا تھا کہ جلسہ کے دنوں میں ایک خاتون بڑی مستعدی سے اپنے ٹائلٹ میں جو بھی کوئی جاتا تھا اس کے بعد فوری طور پر صفائی کرتی تھیں اور بڑا صاف رکھا ہوا تھا۔ Gloves پہنے ہوئے اور دیکھنے میں بڑی رکھ رکھاؤ والی خاتون لگتی تھیں۔ تو خیر ایک خاتون جو اندر گئی Washroom استعمال کرنے کے بعد ان کو بڑا خیال آیا پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کیونکہ یہ لگتا ہے بڑی رکھ رکھاؤ والی خاتون ہیں۔ لیکن مستعدی سے یہ کام کر رہی ہیں عورتوں کے لئے میں خاص طور پر یہ بات کر رہا ہوں۔ بتانے والے نے ان کو بتایا کہ چوہدری شاہنواز صاحب کی بیگم ہیں اور ہر سال یہ کہہ کر یہاں ڈیوٹی لگواتی ہیں۔ کہ میری ڈیوٹی جو ہے وہ صفائی میں لگائی جائے .... لکھنے والے نے لکھا کہ کئی دفعہ ان کو کہا بھی گیا کہ کہیں اور ڈیوٹی دے دیں لیکن وہ زور دے کر صفائی کے اوپر ڈیوٹی لگواتی تھیں اور بڑی مستعدی سے کام کیا کرتی تھیں۔

(الفضل 18 جون 2010ء)

الفضل علم بڑھانے کا اہم ذریعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین نو کلاس مورخہ 12 دسمبر 2010ء میں فرمایا:۔

الفضل اخبار جو ہے اس میں مختلف مضمون لوگ لکھتے ہیں۔ تو اس کی اشاعت بہت کم تھی۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطبہ میں کہا کہ لوگ الفضل نہیں پڑھتے کہ اس میں تو بہت سے مضمون آتے ہیں، ہم نے پڑھے ہوئے ہیں، ہمارا اتنا علم ہے۔ جیسے لوگ مضمون لکھتے ہیں اتنا ہمیں علم ہے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس پر لکھا کہ شاید لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ الفضل کوئی ایسی کام کی چیز نہیں ہے، ہمارا علم اس سے زیادہ ہے۔ ان کا

شاید علم زیادہ ہوتا ہو لیکن میرا علم تو اتنا زیادہ نہیں میں تو الفضل روزانہ پڑھتا ہوں اور کوئی نہ کوئی نئی بات مجھے پتہ لگ جاتی ہے۔

اور وہ آدمی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے الہام کیا تھا کہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ ان کو تو علم مل رہا ہے الفضل سے اور بعض جو نام نہاد ہوتے ہیں اپنے آپ کو صرف ظاہر کرنے والے ہم بہت علمی آدمی ہو گئے ہیں، ان کو نہیں ملتا تو نہ ملے۔ اس لئے ہر چیز جو یہاں سنو کسی نہ کسی میں کوئی کام کی بات ہوتی ہے۔ ہر لڑکا جو کہتا ہے کچھ نہ کچھ بات، کام کی بات کر جاتا ہے۔

(الفضل 18 جون 2011ء)

پریس کے قیام کی تحریک

جماعت کا اپنا پریس نہ ہونے کی وجہ سے اشاعت قرآن کے منصوبہ میں دیر ہوئی تھی اور دیگر مشکلات پیش آئی تھیں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اللہ تعالیٰ کی منشاء سے 9 جنوری 1970ء کے خطبہ میں پریس کے قیام کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا:۔

بڑے زور سے میرے دل میں یہ خیال پیدا کیا گیا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دو چیزیں ہمارے پاس اپنی ہوں۔ ایک تو ہمارے پاس بہت اچھا پریس ہو...... اس اچھے پریس کے لئے ہمیں 10,5 لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی...... اگر اپنا پریس ہوگا تو قرآن کریم سادہ یعنی قرآن کریم کا متن بھی ہم شائع کر لیا کریں گے اس کی اشاعت کا بھی تو ہمیں بڑا شوق اور جنون ہے یہ بات کرتے ہوئے بھی میں اپنے آپ کو جذباتی محسوس کر رہا ہوں ہمارا دل تو چاہتا ہے کہ ہم دنیا کے ہر گھر میں قرآن کریم کا متن پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ہی اس میں برکت ڈالے گا تو پھر بہتوں کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ ہم یہ زبان سیکھیں یا اس کا ترجمہ سیکھیں پھر اور بھی بہت سارے کام ہیں جو ہم صرف اس وجہ سے نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس پریس نہیں لیکن میرے دل میں جو شوق پیدا کیا گیا ہے اور جو خواہش پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سارے پاکستان میں اس جیسا اچھا پریس کوئی نہ ہو اور پھر اس پریس کو اپنی عمارت کے لحاظ سے اور دوسری چیزوں کا خیال رکھ کر اچھا رکھا جائے۔ عمارت کو ڈسٹ پروف (Dust Proof) بنایا جائے تاہم ایک دفعہ دنیا میں اپنی کتب کی اشاعت کر جائیں۔

(خطبات ناصر جلد 3 ص 25,24)

اس تحریک کی روشنی میں جدید پریس دارالنصر غربی ربوہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جہاں آج کل دفتر الفضل اور نمائش قائم ہے۔

میری تدریس کا گھوارہ

مکرم ملک منیر احمد صاحب۔ ٹوکیو جاپان

میری عمر ابھی بارہ سال کی تھی۔ جب الفضل اخبار کے ساتھ پہلی بار ایک ایسا تعلق قائم ہوا کہ اُس نے مجھے ربوہ کے بہت سے معزز گھرانوں اور ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ تعلق کا ذریعہ بنا دیا۔

میں کوئی 17 برس کا تھا تو مجھے اپنے خالو جان جو فوج میں حوالدار تھے کے ہاں کوئٹہ پاکستان میں گرمیوں کی چھٹیوں میں جانے کا موقع ملا۔ وہاں مجھے فوجی ہسپتال میں آنکھوں کے علاج کیلئے میرے خالو جان نے داخل کروا دیا۔ خالو جان کے گھر میں اس وقت اخبار الفضل آیا کرتا تھا۔ ہسپتال میں علاج کے دوران میں اخبار الفضل پڑھنے کیلئے منگوا لیتا تھا۔ جس وارڈ میں میں تھا وہاں کوئی 20 بیڈ تھے۔ ان دنوں زیر علاج مریضوں میں میں سب سے چھوٹی عمر کا تھا۔ مجھے نماز پڑھتے دیکھتے اخبار پڑھتے دیکھتے تو تعجب کرتے کہ میں کون سا اخبار پڑھتا ہوں۔ میں نے ایک پوچھنے والے کو بتایا کہ یہ بہت اچھا اخبار ہے۔ اُس وارڈ میں سب ہی میرا بہت خیال رکھتے اور میری باتوں سے بہت خوش ہوتے۔

ایک دن میرے ساتھ والے بیڈ کے مریض نے جو غالباً سرگودھا چک 44 کے رہنے والے تھے۔ مجھ سے پوچھا کہ کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے بتایا کہ سرگودھا کے قریب ایک بستی ربوہ ہے وہاں کا رہنے والا ہوں۔ وہ شخص ربوہ کو نہ جانتا تھا۔ بہر حال وہاں موجود چند مریض میری باتیں سنتے جو میں اخبار کے حوالے سے انہیں سناتا۔ وہ سب یہ باتیں سن کر بہت سکون پاتے اور خوش ہوتے۔ وہاں موجود تقریباً سب ہی مجھے کسی پڑھے لکھے عالم فوجی کا بیٹا سمجھتے تھے۔ وہاں کوئی ایک ماہ 17 دن بعد ڈسچارج ہوا تو آنکھوں میں کچھ بہتری محسوس کرنے لگا تھا۔ اگرچہ مکمل طور سے ابھی آنکھیں ٹھیک نہ ہوئی تھیں۔ گرمیوں کی چھٹیاں ختم ہونے پر میں واپس ربوہ آ گیا۔

جب میں 12 برس کا تھا تو میرے چچا ملک سعادت احمد (جو آجکل جرمنی میں ہوتے ہیں) نے لاہور سے آ کر ربوہ میں ایک دکان کھولی اور میرے والد محترم ملک بشارت احمد (واقف زندگی ابن حضرت ملک مولا بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعود) کے باہمی مشورہ کے بعد دکان کا نام ''ملک جی برادرز'' رکھا۔ یہ کوئی 1958ء کی بات تھی۔ **دکان میں جنرل سٹور کی اشیاء کے علاوہ اخبار الفضل کی ایجنسی بھی لے رکھی تھی۔** چند سال بعد میرے چچا کو واپس لاہور جانا پڑا۔ تو بعد میں اباجی نے اس دکان پر مجھے بٹھا دیا۔ جب سے اخبار الفضل کی ترسیل کا کام میرے سپرد ہوا۔ ہمارے پاس ربوہ میں اخبار کو گھر گھر پہنچانے کیلئے دو ہاکر (Hawker) تھے۔ کبھی کبھار اُن میں سے کوئی بیمار ہوتا تو یہ کام مجھے کرنا پڑتا۔ اس طرح **ربوہ میں اُس زمانہ میں تقریباً اڑھائی سو سے کچھ زائد خریداروں کا حساب اور ہر ماہ اُن سے ماہانہ وصولیوں کیلئے گھر گھر جانا ہوتا تھا۔** مجھے چونکہ پڑھنے کا بہت شوق تھا اس لئے بعد ازاں میں نے دکان کو کتابوں کی دکان میں تبدیل کر لیا اور اخبار الفضل کے علاوہ پاکستان سے شائع ہونے والے بہت سے اخبار اور مشہور رسائل کی ایجنسی بھی لے لی تھی اور یہ سلسلہ میرے 1972ء میں جاپان آ جانے کے بعد بھی اب تک جاری ہے۔

1972ء تک مجھے ربوہ میں بہت سے بزرگان دین، سکول و کالج کے اساتذہ سے دوستوں کی حد تک بہت تعلق رہا تھا۔ جن سے گاہے بگاہے ملاقاتوں اور اُن کی انمول نصائح اور پُر شفقت رفاقت نے مجھے طاقت اور میرے علمی فقدان کی تعمیر کو پرواز بخشی اور ساتھ کے ساتھ اخبار الفضل نے مجھے جس احساس کمتری سے نکالا وہ میرے لئے نعمت غیر مترقبہ بن گئی۔

مکرم شیخ خورشید احمد صاحب نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل کے گھر بعض مسودات پہنچانے کے سلسلہ میں آنا جانا رہتا تھا۔ انہوں نے شاید میرے شوق کو بھانپ لیا تھا۔ ایک دن جب انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ'' کیا تم رسالہ تشحیذ الاذہان کی تالیف و ترتیب میں میرا ہاتھ بٹا سکو گے۔ یہ سن کر جیسے دل کے ارمان کو تعبیر مل گئی ہو۔ میں نے بخوشی حامی بھر لی اور اس طرح چند ماہ تک اُن کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ بلکہ کافی حد تک رسالے کی تالیف و ترتیب کا کام مجھ پر چھوڑ دیا۔ یہ کوئی 1964ء کی بات تھی۔ اس طرح چند ماہ خدا نے میری دلی پذیرائی کا سامان کیا۔

مکرم نسیم سیفی صاحب کے ساتھ میرا یہ معاملہ تھا کہ میں اُن کے پاس اپنی ٹوٹی پھوٹی تحریریں لے جا کر ٹھیک کروایا کرتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ میری تحریر بہت کچی ہے لیکن انہوں نے کبھی بھی میری دل شکنی نہ کی۔ بلکہ ہمیشہ حوصلہ بڑھایا اور ہمت دلائی۔ اس لئے اُن کے زمانہ میں مجھے اخبار الفضل کیلئے کبھی کبھی کچھ لکھنے کا موقع ملا۔

جاپان میں آنے کے بعد کچھ عرصہ تک الفضل اخبار کا خریدار رہا۔ البتہ 1993ء سے ہنوز ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن باقاعدگی سے گھر آتا ہے۔ جب کمپیوٹر کے تکنیکی نظام نے ترقی کی تو کمپیوٹر پر ربوہ کا الفضل اخبار پڑھنے کی سہولت نے ہر جہت سے ہماری روحانی تسکین کے ساتھ تربیتی و دینی سامان مہیا کر رکھا ہے۔

الفضل اخبار میری زندگی کا چھوٹی عمر سے ہی میری تدریس کا گھوارہ رہا ہے۔ کبھی کبھی خلافت لائبریری میں جاتا تو دیر تک پرانے اخبار الفضل کی ورق گردانی کرتا اور اپنی پسند کے اور دل پر اثر کرنے والے مضامین اور واقعات کو اپنی نوٹ بک میں درج کر لیتا تھا۔

ہاتھ سے لکھا جانے والا دنیا کا واحد اردو روزنامہ

چنائی (بھارت) ''روزنامہ مسلمان'' دنیا کے پرانے ترین اردو اخباروں میں سے ایک ہے، یہ اخبار بھارتی شہر چنائی سے شائع ہوتا ہے اور دنیا کا واحد اخبار ہے جو ابھی تک مکمل طور پر ہاتھ سے لکھا جاتا ہے، پرنٹنگ کی دنیا میں جدید ٹیکنالوجی کے متعارف ہونے کے باوجود شام کا یہ اخبار اپنی اولین صورت کو برقرار رکھے ہوئے ہے، 4 صفحات پر مشتمل اس اردو اخبار کا آغاز 1927ء میں سید عظمت اللہ نے کیا تھا اور یہ اخبار مسلسل 82 سالوں سے ہاتھ سے لکھا اور شائع کیا جا رہا ہے، اس اخبار کا دفتر ایک کمرے پر مشتمل ہے جہاں بیک وقت 4 کاتب بیٹھتے ہیں، ہر کاتب نے اخبار کا ایک صفحہ تیار کرنا ہوتا ہے اور کسی ایک کاتب کے چھٹی کرنے کی صورت میں دیگر کاتب اضافی کام کرتے ہیں، ایک کاتب کی یومیہ اجرت 60 روپے ہے جبکہ اخبار کی قیمت صرف 75 پیسے ہے، اس اخبار کے پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً 23 ہزار ہے۔

(روزنامہ دنیا 13 جنوری 2013ء)

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس

اپنے بچوں کے نام ''الفضل'' جاری کراؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہیں۔

اس قول سے ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ والدین کی تربیت کا بچوں کی آئندہ زندگی پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ پس ....کو چاہئے وہ اپنی اولاد کی ایسے طور پر تربیت کریں۔ کہ جب وہ بڑے ہوں تو حقیقی .... ہوں۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماؤں کے متعلق فرمایا ہے۔ الجنة تحت اقدام الامهات کہ جیسے ماں بچہ کی تربیت کرے گی ویسا ہی بچہ بڑا ہو کر کام کرے گا پس اگر وہ چاہتی ہیں کہ ان کے بچے جنت کے وارث ہوں۔ تو جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ انہیں چاہئے وہ اپنے بچوں کی ایسے طور پر تربیت کریں کہ وہ بڑے ہو کر جنتیوں والے اعمال بجالائیں۔ تا جنت کے وارث ہوں۔

بنا بریں افراد جماعت احمدیہ پر واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد کی احمدیت کے طریقہ پر تربیت کریں۔ تا ایسا نہ ہو کہ جب ان کے بچے سن رشد کو پہنچیں۔ تو وہ بھی دیگر..........کی طرح سوائے احمدیت کے نام کے اور کچھ نہ جانتے ہوں۔ پس بچپن سے ہی انہیں احمدیت کے عقائد و اعمال سے واقف کرنا چاہئے۔

اس کے لئے میں ایک تجربہ شدہ طریق پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس قدر سلسلہ کے اخبارات و رسائل قادیان سے شائع ہوتے ہیں۔ والدین کو اپنی اولاد سے پڑھوا کر سننے چاہئیں۔ میرے والد صاحب کا یہی طریق تھا کہ جب میں ابتدائی مدرسہ کی تیسری جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس وقت سے اخبار الحکم والبدر و رسالہ ریویو آف ریلیجنز و تشحیذ الاذہان کے پرچوں میں سے جب کوئی پرچہ آتا تو آپ مجھ سے سنا کرتے تھے۔ اس طرح بچپن میں ہی مجھے بہت سی باتیں سلسلہ کے متعلق معلوم ہو گئیں اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت مسیح موعود کے حق میں کسی سے برا کلمہ سننا گوارا نہیں تھا۔

پس احمدی دوستوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی سلسلہ کے اخبارات اور کتب کے مطالعہ کا شوق دلائیں اور بعض اوقات خود پڑھنے کی بجائے ان سے اپنے سامنے پڑھوایا کریں۔

(الفضل 19 فروری 1929ء)

روزنامہ الفضل

صنعتِ توشیح (تمام پہلے حروف ملا کر نام بنایا جاتا ہے)

ر۔ ر سے روز آنا ترا سو سال تک
اپنے ہاتھوں، مصلح موعود نے
ہیں تراشے تیرے خدوخال تک

و۔ و سے وارث اصولوں کا ہے تُو
بوستانِ فکرِ مہدی کا امیں
اور حُدی خواں اس کے پھولوں کا ہے تُو

ز۔ ز سے ہے زادِ سفر، علم و ادب
اک صدی سے راہِ حق پہ گامزن
ہے صلے کی نہ ستائش کی طلب

ن۔ ن سے نظمیں بھی ہیں غزلیں بھی ہیں
دینی موضوعات پر مضمون بھی
سائنس و طب کی نئی فصلیں بھی ہیں

ا۔ الف سے اللہ کا فضل خاص ہے
اک صدی سے پا پیادہ چل کے بھی
تازگی کا آج بھی احساس ہے

م۔ م سے محمود ہے بانی ترا
سو برس کے معرکۂ علم میں
کون سا اخبار ہے ثانی ترا

ہ۔ ہ سے ہرگز آندھیوں سے تو نہ ڈر
ہے لڑائی جس کی اندھیروں کے ساتھ
اس دیئے کو کیا ہواؤں کا خطر

ا۔ الف سے الفضل سو سالہ جواں
جابجا پاؤں میں چھالے ہیں مگر
سر اٹھائے اپنی منزل کو رواں

ل۔ ل سے لازم ہے سب اس کو پڑھیں
ہاتھ میں لے کر دلیل روشنی
ہم صراطِ صدق میں آگے بڑھیں

ف۔ ف سے فانوس محبت تیرا نام
افراتفری کے اٹے ماحول میں
امن و صلح و آشتی تیرا پیام

ض۔ ض سے ضائع نہ ہو گا وہ کبھی
ہر گھڑی اس عہد بے توقیر میں
فکر جس کو اپنے عملوں کی رہی

ل۔ ل سے لشکر لئے الفاظ کا
نظم لکھ کر صنعت توشیح میں
جشنِ صد سالہ میں آ شامل ہوا

عبدالکریم قدسیؔ

اخبار الفضل جاری کرنے کے لئے خدائے قدوس نے مجھے خود آگے دھکیلا

یہ ڈوبتے ہوؤں کے لئے ایک تنکا تھا اور ایک بارش تھی جو عین وقت پر ہوئی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (المصلح الموعود) نے 18 جون 1913ء کو الفضل جاری فرمایا۔ اس کے چار ماہ بعد 15 اکتوبر 1913ء کے شمارہ میں خریداروں میں اضافہ کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

چند ہی ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ ہم نے الفضل کو جاری کرنے کے لئے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں اس بات پر پورے طور سے بحث کی گئی تھی کہ اس وقت فلاں فلاں ضروریات کی وجہ سے احمدی جماعت میں ایک نئے اخبار کی ضرورت ہے اور آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت کے ماتحت اس کام کو اپنے ذمہ لینے کا اعلان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اس ارادہ میں کامیاب کیا اور الفضل کے پراسپکٹس کے شائع ہونے کے بعد خود بخود ان تمام رکاوٹوں کو جو اس کے راستہ میں تھیں دور کر دیا۔ حتیٰ کہ بغیر کسی ضمانت کے اجراء اخبار کی اجازت بھی دلوادی اور اسی طرح دیگر ضروریات کے پورا کرنے کے لئے بھی سامان مہیا کروادیئے۔ یہ سب کام خدا کی حکمت کے ماتحت ہوئے اور ہماری سمجھ سے باہر تھا کہ کس طرح ہر ایک مشکل دور ہوتی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کس طرح پردہ غیب سے ہر ایک رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے۔

اس بات کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی جان سکتا ہے کہ کن کن دعاؤں اور استخاروں کے بعد ہم نے الفضل کی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے سوا علیم وخبیر اور کوئی ہستی نہیں۔ اس لئے ہمارے اس دکھ اور تکلیف کا بھی کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا جو اس اخبار کے اجراء کا موجب ہوا۔ بیسیوں ہڈیوں، گوشت اور جھلیوں کے پیچھے چھپے ہوئے دل کی کیفیات کو سمجھنا کسی انسان کا کام نہیں۔ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک بے فکر لاپرواہ، خوش وخرم انسان بیٹھا ہے لیکن بارہا ایسا دیکھا گیا ہے کہ خوشی کے پس پردہ رنج وغم کے پہاڑ کھڑے ہوتے ہیں اور ہنستے ہوئے چہرہ کے باوجود روتا ہوا دل زندگی کو تلخ کرتا رہتا ہے۔ پس میری دلی کیفیات اور غموں کو جو احمدی جماعت کے لئے بالخصوص اور تمام بنی نوع انسان کے لئے بالعموم میرے دل میں پوشیدہ تھے۔ سمجھنا ہر ایک انسان کا کام نہ تھا اور کوئی انسان نہیں کہہ سکتا تھا کہ کس دکھ اور درد نے مجھے اس طرف مائل کیا کہ میں ایک اخبار کے ذریعہ سے ان نقائص کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ جو اس وقت (جماعت احمدیہ) میں پیدا ہو رہے ہیں۔ بہت ہیں جنہوں نے اخبار کے اجراء کو فضول قرار دیا۔ بہت ہیں جنہوں نے اسے ایک مشغلہ قرار دیا۔ بہت ہیں کہ جنہوں نے اسے دنیاوی مفاد کا ایک ذریعہ سمجھا اور بہت ہیں کہ جنہوں نے اسے شہرت کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ بہت ہیں جنہوں نے اسے اپنے وقت کو مصروف کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا لیکن بات وہی تھی کہ ؎

کسی نے ثانی شیطاں بنا دیا مجھ کو
کسی نے لیکے فرشتہ بنا دیا مجھ کو
نہ اس کے بغض نے پیچھے ہٹا دیا مجھ کو
نہ اس کے پیار نے آگے بڑھا دیا مجھ کو
یہ دونوں میری حقیقت سے دور ہیں محمود
خدا نے تھا جو بنانا بنا دیا مجھ کو

اگر کسی نے اخبار الفضل کی اشاعت کو ایک گنہ اور قوم کے لئے باعث فتنہ وفساد قرار دیا تو کسی نے اسے رحمت اور فضل یقین کیا۔ لیکن اصل بات یہی تھی کہ ایک دکھا ہوا دل آہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک ٹوٹی ہوئی کمر سیدھی ہونا چاہتی تھی اور ایک گری ہوئی ہمت اپنے ڈوبتے ہوئے دوستوں کے لئے آخری جدوجہد کرنے کے لئے اپنے خون کے آخری قطرے کے گرانے کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ کوئی پاک وجود اسے ابھار رہا تھا اور آفات کے وسیع سمندر میں وہ اوپر ہی اوپر جا رہی تھی۔

یہ الفضل کے اجراء کا باعث اور اس کی اشاعت کا سبب تھا۔ دوست دشمن اس کے کچھ ہی معنی کریں۔ حقیقت اس سے زیادہ نہیں اور واقعات خیالات وقیاسات سے تبدیل نہیں ہو سکتے۔

میں جب اس کام کے لئے اٹھا تو دور تاریکی میں ایک آواز تھی جس کے بلانے پر میں اٹھا اور ایک صدا تھی جس کے جواب دینے کے لئے میں نے حرکت کی میں نہیں جانتا تھا کہ دراصل کیا ضرورت ہے جس کے پورا کرنے کے لئے میں جدوجہد کرنے لگا ہوں میں لوگوں کو ضروریات بتاتا تھا مگر خود غافل تھا جس طرح خواب میں ایک شخص آنے والے واقعات کو اونچی آواز سے بیان کر دیتا ہے۔ سننے والے سن لیتے ہیں اور وہ خود بے خبر ہوتا ہے یہی میری حالت تھی کہ میں لوگوں کو آنے والے خطرات سے ڈراتا تھا۔ لیکن خود ان کی اہمیت سے ناواقف تھا۔ کیونکہ مستقبل کی آفات سے کوئی شخص کیونکر واقف ہو سکتا ہے۔ میں بھی ایک انسان تھا اور میرا معاملہ دوسروں سے علیحدہ نہ تھا۔ آخر وقت نے ثابت کر دیا کہ میں نے جو نہ سمجھا تھا وہ حرف بحرف پورا ہوا اور جس کا مجھے علم نہ تھا وہ خدا کے علم میں تھا۔ زمانہ نے خود بتا دیا کہ الفضل کی ضرورت تھی اور سخت تھی۔ یہ ڈوبتے ہوؤں کے لئے ایک تنکا تھا اور کہتے ہیں کہ ڈوبتے ہوؤں کے لئے ایک تنکا کا بھی سہارا کافی ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بارش تھی جو عین وقت پر ہوئی۔ میں نہیں جانتا کہ الفضل نے کیا کیا اور اس کا اثر کیا ہوا۔ خدا تعالیٰ خود اسے ثابت کرے گا اور مستقبل کے تاریک پردہ میں سے اس کے اثرات کی روشن تصویر خود بخود سامنے آجائے گی۔ نہ مجھے اس کا علم ہے اور نہ مجھے اس کے جاننے سے کچھ فائدہ ہے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ اس اخبار کی ضرورت تھی اور یہی وجہ ہے کہ ایک قدوس ذات مجھے آگے دھکیل رہی تھی۔ میں جو پہلے لوگوں کو اس کی ضروریات سمجھا رہا تھا۔ آنکھ کھلنے پر حیران ہوں کہ میں خود ناواقف تھا اور لوگوں کو واقف کرتا تھا۔

میں نے الفضل کے لئے جو وعدے کئے تھے وہ پورے ہوئے یا نہ ہوئے یہ خود الفضل کے خریدار فیصلہ کر سکتے ہیں ہاں میں یہ جانتا ہوں کہ بعض وعدوں کے پورا کرنے میں ابھی توقف ہے اور اس لئے نہیں کہ وہ بھول گئے ہیں بلکہ اس لئے کہ ان کے لئے سامان مہیا کئے جا رہے ہیں اور خدا تعالیٰ چاہے تو عنقریب وہ بھی پورے ہو جائیں گے۔ ہاں مجھے یہ بھی علم ہے کہ خریداران الفضل نے اسے پسند کیا ہے اور ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے مفید سمجھتے ہیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ **میں نے متواتر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں کہ خدایا یہ کام عبث نہ ہو۔ الفضل کے اجراء میں میرا وقت ضائع ہو نہ اسے روپیہ دے کر خریدنے والے اپنے روپیہ اور وقت کے قاتل ہوں کہ ہم دونوں اس سے فائدہ اٹھائیں اور مجھے امید ہے، نہیں بلکہ یقین ہے کہ میری پُر درد دعائیں ضائع نہ ہوں گی۔** مگر میں خریداران الفضل سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جو کام میں نے کرنا تھا وہ کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ہماری امیدوں سے بڑھ کر اسے مدد دی ہے لیکن بعض فضل ایسے ہوتے ہیں کہ جو عام کوشش کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ نماز باجماعت کا جو ثواب ہے وہ اکیلے ادا کرنے سے نہیں حاصل ہو سکتا۔ پس جو فضل کہ مجموعی کوششوں سے حاصل ہوتے ہیں ان کے لئے مجھ اکیلے سے امید رکھنا عبث ہوگا۔ وہ تو آپ سب کی ہمت مردانہ سے ہی حاصل ہوں گے اور اسی وقت کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا جب مل کر ہمت کرو گے۔

آج قریباً چار ماہ الفضل کو جاری ہوئے ہو چکے ہیں اور آپ خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کے جاری رکھنے کی ضرورت ہے یا نہیں میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ تین ہزار خریداروں کے بعد ایک اخبار اپنے آپ کو قائم رکھنے کے قابل ہوتا ہے پس آپ کا فرض ہے کہ اس تعداد کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اس وقت تک صرف متعدد دوست ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ کی ہے اور کچھ خریدار مہیا کئے ہیں لیکن سینکڑوں دوست اپنے اس فرض سے غافل ہیں یہ سستی کا وقت نہیں خریداری کا اثر اخبار پر پڑتا ہے اور خریداروں کی دلچسپی ان کی عملی کوششوں سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر ہمارے سب خریدار پانچ پانچ خریدار عنایت کریں تو بہت جلد یہ تعداد پوری ہو سکتی ہے اور انشاء اللہ اخبار ان اخراجات کو پورا کرنے کے قابل ہو سکتا ہے جن سے وہ زیادہ دلچسپ اور مفید بن سکے۔ اخبار کے موجودہ خرچ کو ہی پورا کرنے کے لئے ابھی چھ سو خریدار کی ضرورت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ محبان الفضل (اور الفضل کو کون نہیں چاہتا) اس بارہ میں پوری تندہی سے کوشش کریں گے ہم آئندہ ان دوستوں کے نام شائع کرتے رہیں گے جو خریدار مہیا کریں گے اور اجر تو ان کو وہی ہستی دے گی جس نے الفضل کے اجراء کے سامان مہیا کئے ہیں۔ میں پھر اپنے احباب کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس طرف متوجہ ہوں۔ اب تک میں نے پورے طور سے اس لئے زور نہیں دیا کہ دو تین ماہ میں خریدار خود دیکھ لیں گے کہ الفضل کیا ہے۔ اب جبکہ آپ اس کا اندازہ لگانے کے قابل ہیں مجھے اس کی خریداری کے بڑھانے کے لئے اعلان کرنے میں کچھ ہرج نہیں معلوم ہوتا ایک ہمت کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ خود مددگار ہوگا جس نے اس کام کو شروع کرایا ہے۔ وہ خود ہی سامان مہیا کر دے گا۔ الفضل کا قیام خدا تعالیٰ کے ہاتھوں میں ہے مگر احباب خریداری بڑھانے کی کوشش سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

(الفضل 15 اکتوبر 1913ء)

خدا کے نام اور اس کے فضلوں اور احسانوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے نصرت و توفیق چاہتے ہوئے میں الفضل جاری کرتا ہوں۔ (الفضل 18 جون 1913ء)
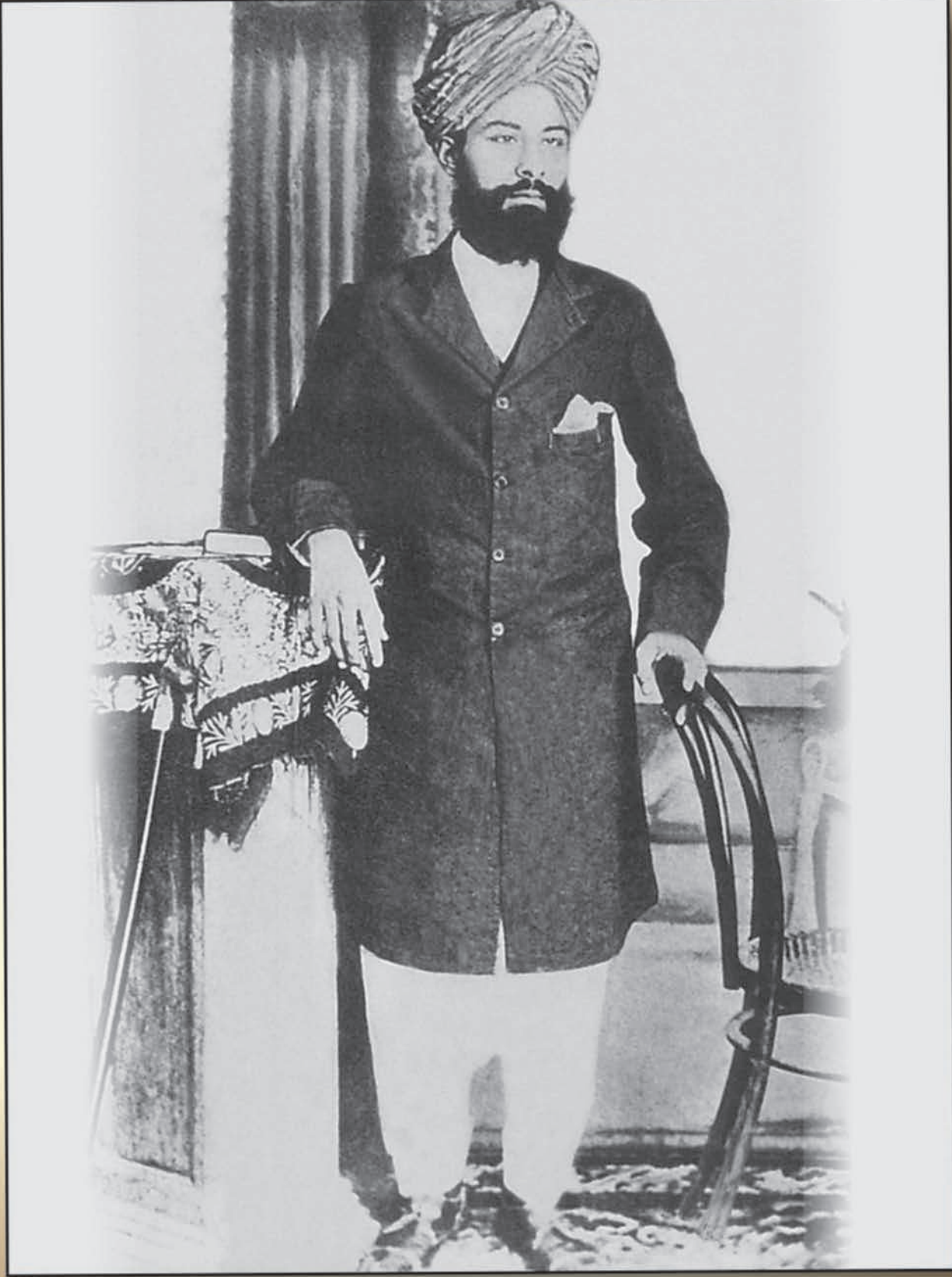
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود۔ بانی الفضل

آپ کی دعا ”لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں تک وسیع کر“

گزشتہ صدی کے جماعتی ابتلاؤں میں الفضل کا شاندار اور پُرحکمت کردار

الفضل نے خلافت احمدیہ کے سلطانِ نصیر ہونے کے اپنے پاکیزہ مقصد کو کبھی فراموش نہیں کیا

مقام خلافت کی پاسداری، وحدت جماعت، تاریخ سلسلہ کی حفاظت اور دیگر اندرونی و بیرونی فتنوں کا کمال حکمت عملی سے مقابلہ

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب۔ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی

الفضل نے خلافت کے **''سلطان نصیر''** ہونے کے اپنے پاکیزہ مقصد کو کبھی فراموش نہیں کیا۔چنانچہ گزشتہ سو سالہ تاریخ میں الفضل نے جماعت میں پیدا ہونے والے اندرونی و بیرونی ہر فتنہ کا پوری قوت کمال حکمت عملی سے مقابلہ کیا۔

1913ء میں الفضل کے اجراء کے معاً بعد جماعت میں پیدا ہونے والا پہلا فتنہ انکار خلافت کا تھا جس کے ردّ کے لئے الفضل نے عظیم خدمت سرانجام دی اور خلافت کی حقیقی عظمت اور اصلی شان جماعت کے دلوں میں قائم کی۔چنانچہ آغاز سے ہی الفضل کے پہلے صفحہ پر مدینۃ المسیح اور ایوان خلافت کے عنوان کے تحت حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی مصروفیات کے بارہ میں رپورٹ پیش کی جانے لگی۔جس سے احباب جماعت کا رابطہ حضرت خلیفہ وقت سے مستحکم ہوا۔

انتخاب خلافت ثانیہ

18 مارچ 1914ء کے الفضل کے اسی کالم میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات، حضور کی آخری وصیت، تجہیز وتکفین اور خلافت ثانیہ کے انتخاب کے حالات ریکارڈ کرتے ہوئے الفضل نے لکھا:۔

'' 14 مارچ کو عصر کی نماز کے وقت بیت نور میں قریباً دو ہزار کے مجمع میں نواب محمد علی خان نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وہ نصیحت سنائی جو حضور نے 4 مارچ 1914ء کو 100 آدمیوں کی موجودگی میں جن میں مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور میاں معراج دین صاحب وغیرہ شامل تھے اپنے قلم سے لکھ کر بطور امانت نواب صاحب کے حوالہ کر دی تھی۔وصیت سنانے کے بعد نواب صاحب نے کہا اب اس کے مطابق انتخاب کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔یہ بات کہہ کر آپ ابھی بیٹھنے نہ پائے تھے کہ میاں صاحب میاں صاحب کی آوازیں بلند ہوئیں اور سب نے بیک آواز میاں صاحب سے بیعت لینے کا اصرار کیا۔پھر مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے باصرار عرض کیا کہ بیعت لیں اور چاروں طرف سے لوگ حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔بار بار کے اصرار پر حضرت میاں صاحب نے بیعت لی۔''

الفضل کو یہ اعزاز بھی نصیب ہے کہ اس نے خلافت ثانیہ سے لے کر خلافت خامسہ تک نہ صرف ہر خلافت کے انتخاب کی کارروائی ریکارڈ کی بلکہ ہر نو منتخب خلیفہ کا جماعت سے پہلا خطاب بھی شائع کر کے ہمیشہ کے لئے تاریخ میں محفوظ کر دیا۔چنانچہ 18 مارچ 1914ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پہلی یادگار تقریر ان الفاظ میں موجود ہے۔

''تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو۔میں انسان ہوں اور کمزور انسان ہوں۔مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا۔تم سے غلطیاں ہوں گی میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگزر کروں گا اور میرا اور تمہارا متحد کام اِس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض وغایت کو عملی رنگ میں پورا کرنا ہے......اور میں اپنے مولیٰ کریم پر بڑا بھروسہ رکھتا ہوں مجھے یقینِ کامل ہے کہ میری نصرت ہوگی......اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعود کے بعد قائم کیا ہے، اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں......مجھے کبھی پہلے بھی دعا کیلئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو''۔

(الفضل، 18 مارچ 1914ء)

تجدید بیعت اور اس کی ضرورت

الفضل کی رپورٹ کے مطابق خلافت ثانیہ کے انتخاب کے موقع پر ہی چودہ سو افراد کے قریب بیعت کر چکے تھے۔پھر ہر نماز کے بعد بیعت کا سلسلہ جاری رہا اور بیرونی جماعتوں سے بذریعہ تار وخط بیعت کی درخواستیں موصول ہوتی رہیں۔بعد میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلیفہ وقت کی دعاؤں کے طفیل الفضل کی رپورٹ کے مطابق ایک دن میں باہر سے آمدہ بیعتوں کی تعداد 1400 تک پہنچ گئی۔خلافت کا یہ استحکام بلاشبہ مومنوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔جس میں الفضل نے نمایاں کردار ادا کیا۔

چنانچہ الفضل نے احباب جماعت کو خلیفہ وقت کی بیعت کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتے ہوئے راہنمائی کی کہ یہ بیعت واجب ہے تاکہ اہل لاہور کی پھیلائی ہوئی اس غلط فہمی کو دور کیا جائے جو ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کو کافی قرار دے کر کسی اور بیعت کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔الفضل نے اس موقع پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا یہ ارشاد تمام احمدیوں کی راہنمائی کیلئے شائع کیا کہ

''کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب ہم حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مانتے ہیں تو اب علامہ نورالدین کی بیعت کی کیا ضرورت ہے۔یاد رکھو کہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس میں وحدت نہ ہو اور وحدت بغیر اس کے ناممکل ہے جب تک کہ ایک بزرگ کے تحت میں ہو کر کام نہ کیا جاوے ......کسی انجمن کے عہدے دار، کسی جگہ کی جماعت کے امام کا بیعت کر لینا کافی نہیں ہوسکتا۔ہر ایک کو بیعت کیلئے خط لکھنا چاہئے''۔

(الفضل 21 مارچ 1914ء ص3)

مقام خلافت کی پاسداری

خلافت ثانیہ کے آغاز پر ہی الفضل نے حضرت خلیفۃ المسیح کی حیثیت اور پوزیشن کا مسئلہ بھی کھول کر واضح کر دیا جب کہ اخبار بدر 30 دسمبر 1909ء میں حضرت خلیفۃ المسیح کو محض انجمن کا پریذیڈنٹ ظاہر کرنے کی مذموم حرکت کی گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات پر بھی جو ٹریکٹ اہل پیغام نے شائع کیا۔اس میں خلافت کی عدم ضرورت کا سوال اٹھایا گیا تھا۔چنانچہ 6 جنوری 1910ء کے بدر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی راہنمائی میں شائع ہونے والے اس مضمون کا وہ حصہ بھی الفضل نے اس موقع پر پھر شائع کیا کہ

''آپ تمام قوم کے مسلمہ امیر ہیں اور صدر انجمن ہو یا کوئی اور انجمن یا گروہ احمدیہ ان کی کثرت رائے کے فیصلہ پر آپ ایسے ہی حاکم ومختار ہیں اور ہمارے مطاع جیسے کہ مسیح موعود تھے......ان کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جائے۔نظام وحدت کیلئے یہ امر ضروری ہے کہ ہماری رائیں اور تجاویز اور فیصلے ایک امیر اور امام کے ماتحت ہوں''۔

وحدت جماعت اور تاریخ سلسلہ کی حفاظت

انتخاب خلافت ثانیہ کے بعد جب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہم نواؤں نے خلافت ثانیہ کی بیعت نہ کی اور ناراض ہو کر لاہور چلے گئے۔اس نازک موقع پر الفضل نے خلافت ثانیہ اور جماعت کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا اور اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔چنانچہ الفضل میں تمام مخلص اور خلافت سے محبت رکھنے والے احمدیوں کی بیعت کے خطوط شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا جن میں مولوی محمد علی صاحب کے خلافت کے خلاف لکھے گئے ٹریکٹ اور پیغام صلح کے موقف کا رد ہوتا تھا۔اس کے نتیجہ میں بھی جماعت مبائعین میں وحدت پیدا ہوئی۔

الفضل نے خلافت ثانیہ کے اُس نازک موڑ کی جب اہل لاہور خلافت ثانیہ کی بیعت نہ کر کے جدا ہو رہے تھے سلسلہ کی درست اور سچی تاریخ کو بھی ہمیشہ کیلئے ریکارڈ کر دیا ہے۔چنانچہ مثلاً مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے 21 صفحات کا ''نہایت ضروری اعلان'' کے عنوان پر مشتمل رسالہ حضرت خلیفہ اول کی جانشین کی وصیت کے برخلاف چھپوا کر رکھ دینا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کی شام اسے تقسیم کرنا، حضور کی زندگی میں اس بات کا اظہار نہ کرنا اور وفات کے بعد یہ موقف اختیار کرنا کہ کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور اگر ہو تو کسی بیعت کی ضرورت نہیں اور پھر یہ کہ وہ خلیفہ انجمن کا ماتحت ہو۔ان تمام صحیح واقعات کو الفضل نے ریکارڈ کر کے مخالفین کے

ارادوں کو بے نقاب کیا۔

فتنہ انکار خلافت اور اس کا ردّ

جماعت مبائعین کے لیے خلافت ثانیہ کے قیام پر انکار خلافت کا فتنہ بہت نازک اور ہلا کر رکھ دینے والا تھا۔ جماعت مبائعین نے اسے جس شدّت سے محسوس کیا اس کا اندازہ اِن دنوں الفضل میں شائع ہونے والے ان مراسلات سے بھی ہوسکتا ہے۔ بطور نمونہ مکرم عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر لاہور کا ایک خط ملاحظہ ہو۔ انہوں نے لکھا

''احمدیہ قوم پر جو ابتلا اِس وقت آیا ہے وہ اپنے رنگ میں بالکل نیا ہے اور اس وجہ سے زیادہ رنجیدہ معلوم ہو رہے ہیں۔ ہم غیر احمدیوں سے تو ہر طرح کی باتیں سننے کے عادی تھے لیکن اس وقت ایک ایسا گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے جو اسی جماعت کے چند ممبروں کا جتھا ہے اس کے ممبر مختلف شہروں میں دورہ کر کے لوگوں میں غلط فہمی پھیلا رہے ہیں...... بعض احباب تو اپنے شہر کے کسی بڑے آدمی کا انتظار کر رہے ہیں کہ اگر وہ بیعت کر لیں گے تو ہم بھی کر لیں گے۔ یہ بڑی غلط اور خطرناک راہ ہے۔ ہر شخص اپنے ایمان کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس میں کسی دوسرے کی تقلید ہرگز نہیں کرنی چاہئے''۔

(الفضل 25 مارچ 1914ء)

غیر مبائعین کی طرف سے اپنے ہفت روزہ پیغام صلح میں جو اعتراضات کئے جاتے تھے ان کے جوابات بھی الفضل نے بھرپور اہتمام کیا۔ خاص طور پر منکرین خلافت کا یہ اعتراض کہ ''رسالہ الوصیت'' کے مطابق خلیفہ کی ضرورت نہیں اور اگر ہو تو اس کی بیعت کی حاجت نہیں اور ایک وقت میں متعدد خلفاء ہو سکتے ہیں، اور صدر انجمن کے لئے اس کی اطاعت ضروری نہیں وغیرہ۔ ان اعتراضات کے جواب میں الفضل نے خود ان لوگوں کے مسلمات شائع کر کے انہیں لاجواب و ساکت کیا۔

30 مارچ 1914ء کے الفضل میں بھی ''چند غور طلب باتیں'' کے زیر عنوان اس زمانہ میں اٹھنے والے تمام اعتراضات کے جواب دئے گئے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب اپنے ذاتی مسلک کے مطابق کہ خلافت سے انکار کر کے وحدت کو قائم کرنے کے لئے محض ''امیر ہونا کافی ہے'' پر متفق تھے۔ حالانکہ رسالہ الوصیت میں خلافت کا ذکر تھا پھر خود حضرت خلیفہ اول کی بیعت بھی بطور خلیفہ کے کی گئی تھی اور آپ کی وصیت تھی کہ میرا جانشین ہو۔ پیغام صلح لاہور کے مختلف شماروں میں جو اعتراضات خلافت اور خلیفہ وقت کی ذات پر کئے جاتے تھے ان کے خلاف الفضل نے علم بلند کئے رکھا۔ الفضل 30 مارچ 1914ء میں پیغام صلح کے کئی نمبروں پر ریویو کیا گیا ہے اور اس ہولناک فتنہ میں واقعی خلافت اور جماعت کا سلطان نصیر بن کے دکھایا اور ایک تابناک تاریخ رقم کی۔

خطبات امام

اس خطرناک وقت میں سب سے زیادہ ضرورت احباب جماعت سے مضبوط رابطے کی تھی جس کا حق الفضل نے ادا کیا۔ اور نہ صرف جماعت مبائعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے دکھایا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطبات جمعہ کو شائع کر کے احباب جماعت کی استقامت اور ازدیاد ایمان کے سامان کئے جو احمدیوں کے لئے بڑی ڈھارس بنتے تھے۔

انتخاب خلافت کے اگلے جمعہ 20 مارچ 1914ء کے خطبہ کا خلاصہ 25 مارچ کے ہفت روزہ الفضل میں شائع ہو گیا۔ جب حضور نے سورۃ احزاب کے دوسرے رکوع کی تلاوت کر کے ابتلاؤں کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

''آزمائش اور امتحان ایک تسلّی دینے کے لئے ہوتے ہیں اگر ان کے بغیر انبیاء اور ان کی جماعتوں کو انعامات مل جائیں تو اعتراض ہوتا۔ اگر ہم بھی ان مصائب سے نکل جاویں تو ہم دشمن پر فتحیاب ہوں گے''۔

(الفضل 25 مارچ 1914ء)

پھر حضور نے منکرین خلافت کے فتنہ کو غزوہ احزاب کی طرح آخری ابتلا قرار دیا اور غزوہ احزاب پر رسول اللہ ﷺ کو عطا ہونے والی فتوحات کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ ایک آخری ابتلاء ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے تو دشمن کو پھر کبھی خوشی کا موقع نہ ملے گا..... یہ فتنہ احزاب والا ہے۔ جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت ہوئی وہی اب دشمن کے ساتھ ہوگی''۔

(الفضل 25 مارچ 1914ء)

پھر دشمن کے مقابلہ کیلئے جماعت کو کس درد سے اور دعا کے لئے ابھارا اور فرمایا:

تمہیں چاہئے کہ تم آگے بڑھو، دعاؤں میں لگ جاؤ کہ زلزلہ کے دن دور ہوں اور یہ جو ہمارے درمیان فرق پڑ گیا ہے یہ فرق مل جاوے اور یہ تفرقہ اتحاد ہو جائے۔ بچھڑے ہوئے مل جاویں۔ جو ٹوٹے ہوئے ہیں وہ جڑ جاویں اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح سے وعدے کئے تھے ہمارے ہاتھ پر پورے ہوں۔

آج جمعہ کا دن ہے یہ قبولیت کا دن ہوتا ہے۔ آج شام تک بیٹھ کر ہر ایک آدمی جس طرح اس سے ہو سکے وہ دعاؤں میں لگا رہے اور اگر کسی کو طاقت ہو تو وہ روزے رکھے اور صدقہ دو، خیرات کرو۔ یہ ہماری کوتاہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور رحم کرے۔ یہ فتنہ دور ہو، ترقیات ملیں جیسے احزاب کے موقعہ پر صحابہ کو مدد ملی تھی ہمیں بھی وہ مدد ملے''۔

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے مسند خلافت پر فائز ہو جانے کے بعد الفضل کی ادارت کی اہم ذمہ داری حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے سنبھال لی۔ آپ کی زبردست علمی سرپرستی اور حضرت مولانا ظہور الدین اکمل صاحب کے تعاون سے یہ اخبار حضرت مصلح موعود کے زیر نگرانی پروان چڑھا۔ الفضل کے 28 مارچ 1914ء کے پرچے میں حضرت خلیفہ اول کی وہ تقریر شائع کی گئی جو آپ نے احمدیہ بلڈنگز لاہور میں خلافت کے موضوع پر فرمائی تھی اور آپ کی زندگی میں بدر کے 4 تا 11 جولائی 1912ء کے پرچہ میں شائع ہو چکی تھی۔ جس میں آپ نے قرآن وسنت کے مطابق فرمایا خلیفہ خدا بناتا ہے اور انکار کرنے والے رافضی ہیں۔ خلافت کے استحقاق کے سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے کیا خوب فرمایا تھا۔

''خلافت کا حق کس کا ہے۔ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خان کو کہیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب کا حق ہے یا (اماں جان) کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں...... مجھے بدر کے ایک فقرہ سے بہت رنج ہوا کہ کوئی مرزا صاحب کا رشتہ دار نور الدین کا مرید نہیں یہ سخت غلطی ہے جو کی گئی ہے۔ مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا...... ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے۔ بیوی صاحبہ کے منہ سے بیسیوں مرتبہ میں نے سنا ہے کہ میں تو آپ کی لونڈی ہوں۔ ایڈیٹر البدر کا فرض تھا کہ وہ ایسی تحریر کی فوراً تردید کرتا اور لکھ دیتا کہ یہ جھوٹ ہے۔''

(الفضل 28 مارچ 1914ء ص 5)

1912ء کی اس تحریر سے بھی الفضل کے اجراء کی ضرورت کا خوب احساس ہوتا ہے جب بدر پر اس کے ایڈیٹر سے زیادہ مالکان کا اختیار غالب دکھائی دیتا تھا۔ الغرض الفضل ان تمام وساوس کا ازالہ کر رہا تھا جو فتنہ منکرین خلافت کے نتیجہ میں پیدا ہو رہے تھے۔

دوسرا اندرونی فتنہ اور اخبار

مباہلہ کا ردّ

1930ء میں بعض جماعت مخالف قوتوں نے گہری سازش کے ساتھ احباب جماعت کو خلیفہ وقت سے بدظن کرنے کا ارادہ کیا اور جماعت میں ایک دوسرے فتنہ نے سر اٹھایا جسے مستریوں کا فتنہ کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ دشمن نے خلافت کے ادارہ کی بجائے خلیفہ وقت کی ذات کو حملہ کا نشانہ بنایا تھا۔ یہ فتنہ کئی سالوں سے اندر ہی اندر پنپ رہا تھا۔ جس کی پشت پناہی بعض فتنہ پرداز مرتدین کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت کی برکت اور دعاؤں کے طفیل یہ فتنہ اور سازش ناکام ہوئی تاہم اس میں الفضل نے بھی جو اس وقت ہفتہ وار کی بجائے ہفتہ میں چار بار شائع ہونے لگا تھا، نہایت اہم کردار ادا کیا اور احباب جماعت کو دشمن کے منصوبوں سے باخبر رکھتے ہوئے جہاں دعاؤں کی تحریک کی وہاں جماعت کی نمائندگی میں پرزور قلمی احتجاج کرتے ہوئے اس فتنہ کا پوری قوت سے مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں مختلف جماعتوں کی طرف سے خلافت کے ساتھ محبت و وفا اور فتنہ پردازوں کے خلاف احتجاجی متفقہ قراردادیں اور مراسلے پاس ہو کر الفضل میں شائع ہونے لگے۔

دراصل مستری عبدالکریم اور اس کے بعض ساتھیوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مقدس ذات، آپ کے اہل خانہ پر نہایت اوچھے اور شرمناک حملے کرنے کی جسارت کی اور اس پر مستزاد یہ کہ مخالف اخبارات کے ذریعہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ انہیں قتل کرنے کی ناکام کوشش کے بعد انہیں قادیان بدر کر دیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات اور آپ کے مقدس خاندان کے خلاف ہر قسم کی بیہودہ ہرزہ سرائی اور ہزلیات سے کام لیتے ہوئے شرارت کی حد کر دی اور اپنے بے سروپا، کمینے الزامات میں وزن پیدا کرنے کے لئے انہیں دنوں میں مباہلہ کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا جس میں نہایت ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے غیر اخلاقی اور غیر شرعی مطالبات کئے گئے اور کہا کہ اگر ان کے الزامات غلط ہیں تو خلیفہ وقت ان سے مباہلہ کر لے۔ اپنی انہی شرارتوں سے ایک طرف وہ قادیان میں رہنے والے احمدیوں کو انگیخت کر کے فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے اور یہاں تک دیدہ دلیری کی کہ ان کے بعض اوباش ساتھی فساد کے ارادہ سے بیت اقصیٰ میں امام جماعت احمدیہ کے خطبہ جمعہ کے دوران سوچی سمجھی سازش کے تحت شرارتیں کرنے لگے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 ص 185)

دوسری طرف دیگر جماعت مخالف احراری نواز اخبارات زمیندار وغیرہ کو اپنا ہم نوا بنا کر یہ جھوٹے الزام شائع کروائے کہ خلیفہ قادیان اپنی جماعت کو مشتعل کر کے ہمیں قتل کروانا چاہتے ہیں اور ہمیں قادیان میں اپنے ملکیتی گھروں میں رہنے کی اجازت نہیں۔

مستری فتنہ کا سدّ باب

الفضل نے 18/اپریل 1930ء کے پرچہ میں اس ظالمانہ سازش کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہوئے اپنے اداریئے کا عنوان دیا کہ ’’کمینی اور شرم ناک شرارتیں برداشت نہیں کی جا سکتیں۔ گورنمنٹ اور فتنہ انگیز کان کھول کر سن لیں‘‘۔

انہی دنوں اس فتنہ انگیز مہم کے خلاف احتجاجی جلسوں کا ایک سلسلہ بھی شروع ہوا۔ الفضل نے قادیان کے کھلے میدان میں ہونے والے ایک احتجاجی جلسہ کی روئیداد ایڈیٹر جناب غلام نبی صاحب کی طرف سے شائع ہوئی۔ جس میں بطور خاص شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کی صدارتی تقریر جو اس موقع پر ریکارڈ کروانے کے لئے تحریر کی گئی تھی شائع کی۔ جس میں فاضل مقرر نے واشگاف لفظوں میں سازش اور اس کی سرپرستی کرنے والوں کو کھول کر سنا دیا کہ امتحان کے اس وقت میں ہر مخلص احمدی غیرت دینی کا مظاہرہ کرے گا اور پولیس کے غیر منصفانہ رویّے یعنی فتنہ پردازوں کو پکڑنے کی بجائے احمدیوں پر گرفت کرنے پر احتجاج کرتے ہوئے، احمدیوں کو تحریک کی گئی کہ ہر قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔

الفضل کی بروقت کاوشوں کے نتیجہ میں بعض امن پسند اور حق گو اخبارات نے اخبار مباہلہ اور اس کے حامی اخبارات کے رویہ پر کڑی تنقید کی۔ الفضل نے ان اخبارات کے تراشے بھی شائع کرنے شروع کئے۔ چنانچہ 20/اپریل 1930ء کے الفضل میں اخبار تازیانہ 17/اپریل پر تبصرہ شائع ہوا جس میں انہوں نے اخبار مباہلہ کو اپنی تحریروں میں اعتدال اور شرافت پیدا کرنے اور اناپ شناپ لکھنے کی مذموم روش کا قلع قمع کرنے کی طرف توجہ دلائی اور تمام اخبار نویسوں کو تحریک کی کہ اس قسم کے فسادی لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔ اسی طرح الفضل نے غیر از جماعت شرفاء کے وہ احتجاجی مراسلے بھی شائع کئے جن میں مستریوں کے گندے پروپیگنڈے سے نفرت کا اظہار کیا گیا تھا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ الفضل نے اس دور میں خلیفہ وقت کی ذات پر ہونے والے پے در پے حملے کے آگے سر سپر ہو کر چومکھی لڑائی لڑی۔ کہیں وہ اخبار مباہلہ کا رد کر رہا تھا، کہیں اخبار زمیندار کی کارروائیوں کے رد میں مصروف ہو کر اس کے ایڈیٹر ظفر علی خان کی گیدڑ بھبکیوں کا جواب دے رہا تھا اور کہیں جماعت کے مخالف دیانندی اخباروں کی احمدیوں سے بائیکاٹ کی تحریک اور فتنہ کا سدباب کر رہا تھا۔

’’مطالبہ مباہلہ‘‘ کا ردّ

جہاں تک کہ مستریوں کے مباہلہ کی سازش کا تعلق ہے وہ یہ جانتے ہوئے کہ اخلاقی الزامات کے ردّ کا شرعی طریق سے مباہلہ نہیں، یہ دعوت دے کر واہ واہ کروا کر بلا مقابلہ فاتح بننا چاہتے تھے۔ الفضل نے ان کی اس سکیم کو بھی ملیامیٹ کر دیا اور خود انہیں ایک دعوت مباہلہ دے کر ان کو ناکام و نامراد کر دیا۔ چنانچہ الفضل نے اپنی 27 اپریل کی اشاعت میں یہ عنوان سجایا کہ "آؤ مباہلہ کر لو‘‘ اور ان مباہلہ کرنے والوں کو جو امام جماعت احمدیہ سے شرعی حدود کے بارہ میں الزام لگا کر مباہلہ کا مطالبہ کر رہے تھے ان سے تقاضا کیا گیا کہ وہ ایسے مباہلہ کی کوئی مثال تاریخ سے ثابت کریں اور اگر فی الواقعہ انہیں مباہلہ کا شوق ہے تو آئیں اور مسنون طریق پر صداقت احمدیت پر مباہلہ کر لیں۔ یا بیشک امام جماعت احمدیہ کے سچے خلیفہ ہونے پر مباہلہ کر لیں اور اگر حضور کی ذات کے بارہ میں ہی مباہلہ کرنا چاہتے ہیں تو اس سے بھی انکار نہیں وہ سامنے آئیں ہم میں سے ان کے پایہ کے اتنے ہی افراد اس امر پر مباہلہ کرنے پر بھی تیار ہیں کہ حضرت مصلح موعود کی ذات ان تمام الزامات سے پاک ہے جو یہ مستری لگا رہے تھے۔

الفضل نے اپنی اسی اشاعت میں قادیان کی لوکل جماعت کی طرف سے ایک عام دعوت مباہلہ کا بھی ذکر کیا ہے جسے باقاعدہ شائع کر دیا گیا تھا مگر مباہلہ کی رٹ لگانے والوں میں سے کسی کو بھی مدمقابل آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

تحریک احرار اور الفضل کا کردار

تحریک احرار دراصل سیدنا حضرت مصلح موعود کی بطور صدر کشمیر کمیٹی غیر معمولی خدمات کا مخالفانہ ردّعمل تھا جس کے نتیجہ میں کشمیریوں میں خصوصاً اور مسلمانوں میں عموماً آپ کی ہر دلعزیزی اور جماعت کی مقبولیت پیدا ہوئی تھی۔ اس کے ردّعمل کے طور پر مجلس احرار نے 1930ء میں جماعت مخالف کارروائیوں کا آغاز کر دیا تھا۔ جس کا اظہار چوہدری افضل حق مفکر احرار نے سر سکندر حیات کی کوٹھی پر حضرت مصلح موعود کی موجودگی میں کر دیا تھا کہ ہم احمدیت کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ تحریک احرار کے اور بھی کئی سیاسی مقاصد تھے۔ اس سازش پر عمل درآمد کے لئے حکومتی افسران کی سرپرستی میں ایک منصوبہ تیار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں قادیان میں ڈیڑھ مرلہ کی جگہ حاصل کر کے فتنہ کا اڈا بنانے کے لئے احرار کی مسجد سے کام کا آغاز کیا گیا۔ پھر 1933ء کے جماعت کے جلسہ سالانہ کے بعد احرار نے قادیان میں اپنی مخالفانہ کانفرنس کی جس کا مقصد قادیان کے پرامن احمدیوں کو اشتعال دلا کر فساد پیدا کرنا تھا۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ دوبارہ اکتوبر 1934ء کے آخر میں احرار نے کانفرنس کا پروگرام بنایا جس کے بارہ میں مستند اطلاعات تھیں کہ اس دفعہ ان کا ارادہ بہرحال فتنہ پیدا کرنے کا ہے۔ اس موقع پر بعض حکمتوں کے تحت اخبار الفضل وغیرہ میں احراریوں کی کارروائیوں کے متعلق عمداً کوئی ذکر نہیں کیا گیا اور نہ ہی احرار کے اس فتنہ انگیز جلسہ کے بارہ میں جماعت کو کوئی تحریک کی گئی۔ جماعت کے امام سیدنا حضرت مصلح موعود کی بھی یہی ہدایت تھی کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ شورش کریں۔ تاہم الفضل میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے خطبات جمعہ شائع ہوتے رہے جن میں احراری سازشوں سے پردہ اٹھایا جاتا تھا۔ الفضل مرکز سلسلہ قادیان کا مرکزی ترجمان تھا۔ جب جماعتی پالیسی کے مطابق الفضل نے کچھ عرصہ تک احراری سازش کے بارہ میں کچھ نہ لکھا تو باہر کی جماعتوں سے لوگوں کے خطوط آنے لگے کہ ہم حیران ہیں کہ الفضل میں احراری فتنہ کے بارہ میں کوئی خبر نہیں ہوتی۔ ان احباب جماعت کو صبر کی تلقین کی جاتی کہ وہ مرکزی پالیسی پر اعتماد کریں۔

(ملخص از خطبہ جمعہ، 28/اکتوبر 1934ء)

چنانچہ ماہ اکتوبر 1934ء سے الفضل میں احرار کی شورش کے خلاف مختلف طبقہ ہائے زندگی کی طرف سے بیزاری اور نفرت کے حقیقی اظہار پر مشتمل بیانات شائع ہونے لگے۔ 4/اکتوبر کے الفضل میں مسلمان زمینداروں کی طرف سے بدوملہی سیالکوٹ میں ہونے والے جلسہ اور اس میں احراریوں کے ریزولوشن سے بیزاری کا کھلم کھلا اظہار کیا گیا۔

دراصل اس زمانہ میں احرار کی مذہب کے نام پر ایجی ٹیشن اور شورش کا ایک سیاسی مقصد سر فضل حسین کی ایگزیکٹو کونسل سے فراغت کے بعد ان کے جانشین کیلئے مخلص احمدی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مخالفت کر کے بعض دوسرے امیدواروں کی راہ ہموار کرنا تھا۔ چنانچہ ایسے موافق جلسوں کی قراردادوں میں حضرت چوہدری صاحب کی تائید میں بھی ریزولوشن کئے جاتے تھے جو الفضل میں شائع ہوتے تھے۔

4/اکتوبر 1934ء کے الفضل میں ہی مسلمانان بنگال کے واحد ترجمان روزانہ اخبار کی طرف سے بھی احراریوں کے چوہدری صاحب کے مخالفانہ رویہّ کے ردّ میں مسلم بنگال لیڈرز کی طرف سے اظہار نفرت شائع کیا گیا۔ سر فضل حسین کے جانشین کے حوالہ سے احرار کی شورش کی تردید میں الفضل نے معاصر اخبارات سول اینڈ ملٹری گزٹ، عزیز ہند جھانسی، دور جدید لاہور، حقیقت لکھنو وغیرہ کے حوالے سے درست خبریں اپنے 7/اکتوبر کے پرچہ میں شائع کیں۔ جس کے مطابق گورنمنٹ آف انڈیا نے احرار کی شورش کے علی الرغم بالآخر حضرت چوہدری صاحب کی تقرری کی سفارش کو منظور کر لیا گیا۔

احرار کی شرارتیں طشت از بام کرنا

الفضل نے احراریوں کے جلسوں کی مفروضہ رپورٹس کے پول بھی اپنے 4/اکتوبر کے شمارے میں کھولے۔ اس زمانہ میں اخبار زمیندار نے احرار کی آواز بن کر جماعت احمدیہ پر اعتراضات کا ایک سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا تا کہ حضرت چوہدری صاحب کو بطور احمدی غیر مسلم ثابت کر کے گورنمنٹ آف انڈیا سے ان کی تقرری رکوائی جائے الفضل نے اس محاذ پر احرار کا مقابلہ کیا اور اخبار زمیندار میں شائع ہونے والے اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ شروع کیا 7/اکتوبر کے الفضل میں اخبار زمیندار کے ایسے اعتراضات کے بالتفصیل جواب دیئے گئے۔

الفضل نے 4/اکتوبر کے پرچہ میں احراریوں کے مؤید اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خان کو یاد کروایا کہ جب راجپال کے مشہور مقدمہ میں مسلم آؤٹ لک کے کیس میں میاں سر محمد شفیع صاحب مرحوم کی کوٹھی پر ایک پرائیوٹ جلسہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو سوائے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے کوئی......آگے نہ بڑھا۔ پھر چوہدری صاحب نے عدالت میں جب یہ کیس پیش کرتے ہوئے وہ تاریخی جملے کہے کہ جب راجپال جیسے شخص کے ایک لعنتی کتاب کے لکھ دینے سے سرور دو عالم کی کوئی ہتک نہیں ہوئی وہ نبی جس کی یاد میں ہزاروں جرنیلوں اور شہنشاہوں کے سر جھکتے ہیں تو پھر آؤٹ لک کی تحریر سے ہائی کورٹ کی بھی کوئی توہین نہیں ہوئی اس وقت مولوی ظفر علی خان نے آگے بڑھ کر چوہدری صاحب کے ہاتھ چومے اور کہا آپ نے حق......ادا کر دیا ہے۔

الفضل نے احرار کی شرارتوں سے بھی پردہ اٹھانا شروع کیا جو کہ اپنے تخریبی جلسہ کرنے کے لئے حکومت کی مدد چاہتے تھے جبکہ دوسرے لوگوں کے جلسہ میں غنڈہ گردی کر کے وہ ناکام کرنے کی کوششیں کرتے تھے جن کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ خود ان کے جلسے ناکام ہونے لگے اور ان میں پڑھی جانے والی اشتعال انگیز نظمیں ہی ان کے جلسوں کے منتشر ہونے کا موجب بن گئیں۔

ع: چاہ کن را چاہ در پیش

(الفضل 18/اکتوبر 1934ء)

1934ء میں تحریک احرار کی مخالفانہ لہر کے بعد الفضل کی اہمیت اور ضرورت کو زیادہ شدت سے محسوس کرتے ہوئے 8 مارچ 1935ء سے الفضل کو سہ روزہ کی بجائے روزنامہ کر دیا گیا اور جماعت اس کی برکات سے زیادہ مستفیض ہونے لگی۔

الفضل کا پاکستان سے اجراء

تقسیم ملک کا سال 1947ء ملک وقوم کے دیگر افراد کی طرح احمدیوں پر بھی ایک سخت ابتلا اور کٹھن امتحان کا سال تھا۔ جماعت احمدیہ کے امام حضرت سیدنا محمود کی دور بین نگاہ نے اس نازک وقت کے خطرات بھانپ کر دعا اور تدبیر کے ذریعہ احمدی قوم کو اس نقصان سے بچالیا جس کا سامنا ہجرت کے وقت ہندوستان کے دیگر مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ قادیان سے الفضل کا آخری پرچہ 17 ستمبر 1947ء کو جاری ہوا۔ ہجرت کے بعد دیگر اہم ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت الفضل کا پاکستان میں احیاء تھا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے اسی بنیادی کام کو اتنا مقدم اور اہم سمجھا کہ قادیان سے الفضل کے بند ہونے سے دو روز قبل 15 ستمبر 1947ء سے لاہور سے روزنامہ الفضل جاری ہوگیا۔ اور جناب روشن دین تنویر صاحب ہی اس کے ایڈیٹر رہے اگرچہ الفضل نے مسلمانوں کے علاوہ سکھوں اور ہندوؤں کی بھی راہنمائی کی مگر صرف احمدی ہی اس سے فیض یاب ہوکر کامیاب وکامران ہوئے۔

تقسیم ملک سے قبل ماہ جون 1947ء میں ہی الفضل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا مضمون پنجاب کی ناگزیر تقسیم کے عنوان سے شائع ہوا جس میں آپ نے آخری وقت تک جدوجہد جاری رکھنے اور باؤنڈری کمیشن کی وسیع تر ضرورت کی طرف بھی توجہ دلائی۔

(الفضل 14 جون 1947ء)

اس سے قبل آپ سکھوں کی راہنمائی کے لئے ''خالصہ ہوشیار باش'' کے عنوان سے نہایت قیمتی مضمون رقم فرما چکے تھے۔ اس موقع پر اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے توجہ دلائی۔

امام جماعت کا احمدیوں سے رابطہ

اس خطرناک وقت میں الفضل کی بڑی خدمت اپنے امام کی آواز اور نصائح کو احمدیوں تک پہنچانے کے اہم فریضہ کی خوش اسلوبی سے ادائیگی تھی۔ 16 جون کے الفضل میں سیدنا حضرت مصلح موعود کا خطبہ جمعہ دعاؤں پر زور دینے کے حوالہ سے شائع ہوا۔ جس میں تمام احمدی بالغ مرد اور عورتوں کو نماز تہجد کیلئے اٹھنے کی تحریک کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ناقابل برداشت فتنوں سے بچائے جن کے دروازے تقسیم کے نتیجہ میں ہندوستان کی تمام قوموں پر کھلنے والے تھے۔ اس موقع پر سیاسی راہنماؤں کو سمجھ بوجھ سے کام لے کر اپنے لوگوں کو نقصان سے بچانے کی تلقین کی گئی۔

19 جون 1947ء کے الفضل میں ''سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل'' کے نام سے امام جماعت احمدیہ کا پیغام بھی شائع کیا گیا جس میں ان پر واضح کیا کہ سکھوں کا فائدہ مغربی پنجاب میں شامل ہونے میں ہے۔ استصواب رائے کے مرحلہ پر بلوچستان کے پاکستان میں شامل ہونے کو منظور کر لینے کے بعد صوبہ سرحد کی رائے شماری کے موقع پر 2 جولائی 1947ء کے الفضل نے ہندوستان کے لیڈروں کو انتباہ کیا کہ وہ سرحدی صوبہ کو الگ پٹھانستان بنانے سے ہندوستان کو بچالیں۔

2 جولائی 1947ء کے الفضل میں ہی تقسیم ملک کے وقت پنجاب میں ہونے والے فسادات کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کی ایک رویا بطور نشان صداقت ونصیحت شائع کی گئی۔ 7 جولائی کے پرچہ میں حضرت مصلح موعود کے شائع ہونے والے خطبہ جمعہ میں دعاؤں کے ساتھ دینی پرامن تعلیم کو اجاگر کیا گیا۔ 19 جولائی کے الفضل میں قیام پاکستان میں مسلمانوں کے فرض کے موضوع پر تربیتی لحاظ سے ایک قیمتی مضمون میں مکرم سعود احمد صاحب نے نئے ملک کے قیام کے موقع پر بانی اسلام کی سیرت اور نمونہ پر چل کر انقلاب برپا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ 15 جولائی کے الفضل نے سکھ لیڈروں کی بے جا دھمکیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں پرامن رہنے کی نصیحت کی۔

الفضل میں پاکستان کی مسلم قیادت یعنی قائداعظم پر ہندوستانی قیادت، گاندھی جی کے سیاسی حملوں اور اعتراضوں کے جواب بھی دیئے جاتے رہے۔

19 جولائی کے الفضل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نہایت قیمتی مضمون ''پنجاب باؤنڈری کمیشن کے غور کے لئے'' مفید اصولی نوٹ کے تحت شائع ہوا جس میں ٹرمز آف ریفرنس کے مطابق منصفانہ تقسیم کے پہلو اجاگر کئے گئے۔

4 راگست کو پاکستان کے قیام سے دس روز قبل الفضل کو پاکستان میں قائم ہونے والی حکومت کی فکر تھی۔ چنانچہ نہایت دانش مندی سے اس موضوع پر ملک وقوم کی راہنمائی کے لئے قلم اٹھایا گیا۔ مسلمانوں کی ماضی کی تاریخ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بنیادیں رکھنے کی تلقین کی گئی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کے الفضل میں شائع شدہ خطابات ملک وقوم کے لئے راہنما ثابت ہوتے تھے۔ 15 راگست کا خطبہ جمعہ 16 اگست کے الفضل میں شائع ہوا جس میں پاکستان اور انڈیا کو عدل وانصاف قائم رکھنے کی طرف متوجہ کیا گیا۔

فسادات 1953ء اور الفضل کا کردار

1952ء میں احرار کی باسی کڑی میں پھر ابال آیا۔ اس دفعہ پنجاب مسلم لیگ کی قیادت نے مرکزی حکومت کے خلاف احرار کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی سازش کی۔ احراریوں نے اپنے حلقوں میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے نعرے کے ساتھ ساتھ حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب، وزیر خارجہ کی برطرفی کا مطالبہ بھی شروع کر دیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے الفضل کو اس دور کے فتنوں اور قومی مسائل پر زیادہ لکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایڈیٹر الفضل کو یہ ہدایت فرمائی کہ مختصر ایڈیٹوریل کے بعد مولوی دوست محمد شاہد صاحب کے لکھے ہوئے شذرات شائع کریں۔ یہ دراصل احرار کی سازش کے لئے دفاعی کارروائی تھی۔ جس کے ذریعہ ان کی قیادت کے حقیقی افکار وخیالات، تضادات اور غلط بیانیوں کے پول عوام کے سامنے کھولے گئے۔ پھر اسی دوران الفضل میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے افاضات اور خطبات جمعہ شائع ہوتے رہے جن سے جماعت کو اس آنے والے ابتلاء کے لئے روحانی وجسمانی ہر دو لحاظ سے تیار کرنا مقصود تھا اور جن کا آغاز 1952ء سے ہی ہوگیا تھا۔ جن میں جماعت کو سالانہ پروگرام بنا کر کام کرنے، محاسبہ نفس، اخلاق فاضلہ کے قیام کی جدوجہد، خدا سے زندہ تعلق کیلئے دعاؤں کی پرزور تحریکات اور مسئلہ اقلیت سے متعلق ایک اہم خطبہ بطور خاص قابل ذکر ہے۔

1953ء کے آغاز میں جہاں دشمن کی تحریک مخالفت میں شدت آئی۔ الفضل نے اس کا پوری قوت کے ساتھ دفاع کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ چنانچہ اس سال کے آغاز میں ہی پیش آمدہ ابتلا ومخالفت کی مناسبت سے سیدنا حضرت مصلح موعود نے (1) نفلی روزے رکھنے (2) اشاعت دین (3) اور دعاؤں کے علاوہ (4) دشمن کے جھوٹے پراپیگنڈے کے مقابل پر سچ بولنے کی تحریک فرمائی۔ ادھر احراری تحریک کے ہم نوا مسلم لیگی اجلاس کے بعد فیصلہ کیا کہ اگر حکومت پاکستان نے 22 فروری 1953ء تک ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے تو وہ ختم نبوت کی باغی حکومت کے خلاف ڈائریکٹ ایکشن کریں گے۔ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے جماعت اسلامی بھی احرار کے ساتھ مل گئی۔

مسلم لیگی دولتانہ حکومت پنجاب کی آشیر باد پہلے سے اس تحریک کو حاصل تھی۔ جس کے نتیجہ میں اس تحریک نے زور پکڑا۔

جوں جوں ڈائریکٹ ایکشن کی تاریخ قریب آتی گئی، احراری جلسوں، جلوسوں اور اشتعال انگیز تقریروں میں شدت آگئی اور فساد برپا کر کے احمدیوں کو ظلم کا نشانہ بنانے کا سلسلہ شروع ہوا، جس میں دیگر انصاف پسند ملکی اخبارات کے ساتھ الفضل نے بھی اپنا کردار آخری سانس تک ادا کیا۔ چنانچہ 13 فروری 1953ء کو حضرت مصلح موعود نے اپنے پرجلال خطبہ جمعہ میں اپنی مظلوم جماعت کو قیام امن کی احتیاطی اور حفاظتی تدابیر بتائیں اور حضور کے منشاء کے مطابق 15 فروری کو یہ خطبہ الفضل میں شائع ہوگیا جس میں مقامی جماعتوں کو اجلاس بلا کر ممکنہ خطرات کے علاج تجویز کرنے کے لئے ہدایت تھی۔ احرار کی اس ایجی ٹیشن کے بارہ میں فروری 1953ء میں حضرت مصلح موعود نے انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے نمائندے کو ایک اہم انٹرویو دیا جو 24 فروری کے الفضل میں شائع ہوگیا۔

الفضل کی ایک سالہ بندش

جہاں الفضل کی یہ مساعی احمدیوں کے لئے انتہائی قابل ستائش تھی وہاں فسادات کی سرپرست صوبائی حکومت کو جماعت احمدیہ کے امام کا اپنی جماعت سے رابطے کا یہ اہم واسطہ الفضل ایک خار کی طرح کھٹک رہا تھا۔ چنانچہ صوبہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے 27 فروری 1953ء کو جماعت احمدیہ پاکستان کے واحد روزنامہ الفضل کی اشاعت پر ایک سال کے لئے پابندی لگادی۔ اس ظالمانہ اقدام کا مقصد احمدی جماعتوں کا رابطہ اپنے مرکز اور امام سے کاٹنے کے علاوہ یہ بھی تھا کہ مظلوم احمدیوں کی چیخ وپکار بھی سنائی نہ دے اور ان کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا جائے خیر دشمن کی یہ سازش تو پوری نہ ہوئی۔ حضرت مصلح موعود نے الفضل کی بندش پر جو تاریخی پیغام دیا اس سے بھی الفضل کی اہمیت کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی پیاری جماعت کے نام تحریر فرمایا

''الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے۔ پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اس میں سب طاقت ہے۔ ہم مختلف اخباروں میں یا خطوں کے ذریعہ سے آپ تک سلسلہ کے حالات پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں گے اور انشاء اللہ آپ کو اندھیرے میں نہیں رہنے دیں گے۔ آپ بھی دعا کرتے رہیں میں بھی دعا کرتا ہوں۔ انشاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ چالیس سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کبھی مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا وہ اب مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ انشاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ سمجھ لو کہ وہ میری مدد کے لئے دوڑا آرہا ہے۔ وہ میرے پاس ہے، وہ مجھ میں ہے۔ خطرات ہیں

اور بہت ہیں ۔مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔تم اپنے نفسوں کو سنبھالو اور نیکی اختیار کرو۔سلسلہ کے کام خدا خود سنبھالے گا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد:15ص:493-492)

الفضل کے بغیر جماعت کی زندگی مفلوج ہوکر رہ جانے کا خطرہ تھا اور جماعت ایک سال تک کے لئے انتظار نہیں کرسکتی تھی۔ اس لئے فوری متبادل کے طور پر بانی الفضل حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر یہ راہ نکالی گئی کہ کراچی سے جاری ہفت روزہ المصلح کا روزنامہ کیلئے ڈیکلریشن لے کر 30مارچ 1953ء سے اس اخبار کی باقاعدہ روزانہ اشاعت کا انتظام الفضل کے عملہ نے سنبھال لیا۔ 1953 کے پرآشوب فسادات کے دور میں الفضل نے المصلح کے روپ میں کردار ادا کرکے احباب جماعت کا اس مشکل گھڑی میں ساتھ دیا۔

1974ء کا ابتلا اور الفضل کا کردار

1970ء کے انتخابات میں محبّ وطن احمدیوں نے متشدد دینی جماعتوں کے مقابل پر پیپلز پارٹی کے حق میں حق رائے دہی استعمال کرنے کو ترجیح دی۔اس کے سربراہ بھٹو نے برسراقتدار آکر اپنے محسنوں کو زیر کرنے کے مختلف ہتھکنڈے آزمائے۔سب سے پہلے تو پاکستان کے آئین میں صدر اور وزیراعظم کے حلف نامہ میں پہلی دفعہ ختم نبوت پر ایمان لانے کی شق شامل کر کے احمدیوں کو ایسے عہدوں سے محروم رکھنے کی سازش کی گئی۔اگلا قدم احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا تھا جس کی راہ ہموار کرنے کے لئے پہلے ربوہ ریلوے سٹیشن کا واقعہ کروایا گیا۔جس کے بعد ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق ملک بھر کے اخبارات میں احمدیوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا شروع ہوگیا جس کے نتیجہ میں احمدیوں کے جان و مال،ان کے گھر،دکانیں،املاک اور جائیدادیں غیر محفوظ ہوکر رہ گئیں۔حکومت و پولیس کی سرپرستی میں ملکی سطح پر لوٹ کھسوٹ کا ایسا بازار گرم ہوا کہ احمدیوں کو بے تحاشا جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

الفضل نے 29 مئی 1974ء کو ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کی طرف سے کی جانے والے ہنگامہ کی خبر اپنے 31 مئی کے شمارہ میں شائع کی اور روزنامہ مساوات لاہور 31 مئی کے حوالہ سے تحریر کیا کہ 22 مئی کو ملتان سے چناب ایکسپریس کے ذریعہ تفریحی دورہ پر جاتے وقت ربوہ ریلوے سٹیشن پر ان طلباء نے اخلاق سوز حرکات کیں اور خواتین پر فحش آوازے کسے۔29 مئی کو واپسی پر انہوں نے ربوہ کی حدود میں داخل ہوتے ہی فساد شروع کر دیا اور باہمی لڑائی کے نتیجہ میں 10 افراد معمولی زخمی ہوئے۔

درست صورتحال سے جماعت کو باخبر رکھنا

یکم جون کے الفضل میں 29 مئی کے واقعہ کے بعد پنجاب کے متعدد شہروں فیصل آباد، سرگودھا، چنیوٹ، گوجرہ،ملتان،بہاولپور، چک جھمرہ،راول پنڈی وغیرہ میں احمدیوں کے خلاف پُرتشدد مظاہروں اور جلوسوں کی رپورٹ شائع ہوئی۔ پھر 2 جون کے الفضل کے اداریہ میں ربوہ واقعہ کی حقیقت بیان کی گئی اور بعض دیگر شہروں سیالکوٹ،منٹگمری، عارف والا وغیرہ میں احمدیوں کے مکانوں اور دکانوں کی لوٹ مار کی رپورٹ بھی شائع ہوئی۔ 8 جون 1974ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اہم دعائیہ پیغام شائع ہوا جس میں صبر دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگنے کی طرف توجہ دلائی۔حالات کی نزاکت کے باعث حضور کا دوسرا پیغام 9 جون 1974ء کے الفضل میں شائع ہوا۔

اسی دوران الفضل میں وقت کی ضرورت کے مطابق صبرو استقامت اور دعا کے موضوع پر مضامین بھی شائع کئے جاتے رہے ۔13 جون 1974ء کے الفضل میں احمدیوں کے خلاف رونما ہونے والے مخالفانہ حالات اور بعض جماعتی عہدیداروں کی گرفتاری کے بعد الفضل میں احتجاج کے طور پر ملکی مفاد سے کھیلنے کی انتہائی مذموم روش کے عنوان پر رپورٹ شائع ہوئی۔اس عرصہ میں حضور کے تازہ خطبات کا خلاصہ بھی الفضل احباب جماعت تک پہنچاتا رہا جیسا کہ 14 جون 1974ء کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ 15 جون 1974ء کے الفضل میں شائع ہوا۔15 جون کو ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام دوبارہ شائع ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس زمانہ میں جو اعتراضات اٹھ رہے تھے مثلاً ’’وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کا اپنی ریڈیو تقریر میں اعلان کہ ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان نہیں ہے‘‘ شائع کرنے کے بعد الفضل کے پہلے صفحہ پر حضرت بانی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ شائع کیا گیا کہ

’’یہ ہم پر افتراء عظیم ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے ۔‘‘اس عرصہ میں الفضل مسلسل دیگر اخبارات میں مذکور فتنہ انگیز خبروں پر احتجاج بھی کرتا رہا اور اپنے عقائد کی وضاحت بھی کرتا رہا اور جھوٹی اور بے بنیاد خبروں کی تردید بھی کرتا رہا ہفت روزہ لاہور کے حوالہ سے نومبر 1970ء کی بھٹو کی تقریر کا حوالہ بھی 19 جون کو شائع کیا جس میں مذہب کے نام پر مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑانے کا ذکر تھا۔

چنانچہ الفضل 23 جون میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا 11 جون کا تفصیلی خطبہ بھی شائع ہوا۔ جس میں مذہبی آزادی کے حق کے ساتھ احمدیوں کو اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے پرامن رہنے کی تلقین کی ۔ 26 جون کے الفضل کے پہلے صفحہ پر نمائندہ خصوصی کے قلم سے فسادات 1974ء کے بارہ میں سرکاری ترجمان کے حوالہ سے بے لاگ تبصرہ شامل اشاعت کیا گیا۔مختلف اخبارات یعنی مشرق،مساوات وغیرہ میں شائع ہونے والے مضامین کے جوابات یکم جولائی کے پرچہ میں اور دیگر حالات حاضرہ کے حوالہ سے ضروری تبصرے اور جواب شائع کئے گئے۔

فسادات کی دوسری لہر

واقعہ 29 مئی 1974ء کے بعد ابتدائی چند ماہ نسبتاً زیادہ شورش والے تھے۔ان میں الفضل نے امام وقت کی ہدایت کے مطابق غیر جانبدارانہ حکمت علمی اختیار کی تا کہ جماعت سے رابطہ کا واحد ذریعہ 1953ء کی طرح بندش کی زد میں نہ آجائے تاہم 7 ستمبر 1974ء کو احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد احمدیوں کے خلاف فسادات اور تشدد کی ایک نئی لہر اٹھی ۔ الفضل ایسے موقع پر پھر میدان میں آگیا اور اپنے اداریوں کے ذریعہ ابتلاؤں میں مومنوں کے ردعمل کے حوالہ سے جماعت کو صبرو استقامت اور دعاؤں کی طرف توجہ دلائی جیسا کہ 3/اکتوبر کے الفضل کے اداریہ سے ظاہر ہے۔اس زمانہ میں پریس کی طرف سے جماعت مخالف مہم کا مقابلہ کرنے میں بھی الفضل نے موثر کردار ادا کیا اور معاند معاصرین نوائے وقت وغیرہ میں جماعت کے خلاف شائع ہونے والی خبروں کی پُرزور تردید کرتے ہوئے صحیح صورتحال سے احباب جماعت اور دنیا کو آگاہ کیا۔ چنانچہ 6/اکتوبر 1974ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبہ جمعہ 20 ستمبر کا غلط خلاصہ روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہونے پر اس کی پُرزور تردید کی۔

الفضل نے احمدیوں پر ہونے والے مظالم، مکانوں اور دکانوں پر حملے، لوٹ مار اور آتش زنی کی تفاصیل شائع کر کے احباب جماعت اور دنیا کو اس سے آگاہ کیا۔ چنانچہ 6/اکتوبر کے الفضل میں سرگودھا میں احمدیوں کے مکانوں اور دکانوں پر حملوں اور رکنری ضلع تھرپارکر میں احمدیوں کے خلاف لوٹ مار کے افسوسناک احوال شائع کئے گئے۔جس کا ایک مثبت نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت کے وزیراعلیٰ پنجاب محمد حنیف رامے نے 6/اکتوبر کو سرگودھا آکر پریس کانفرنس کی اور ایک روز قبل ہونے والے فسادات کی بنا پر کمشنر اور ڈی آئی جی پولیس کو برطرف کر دیا اور 17 پولیس افسروں کو معطل کرنے کا اعلان کیا۔الفضل نے اس کانفرنس کی مکمل رپورٹ 8/اکتوبر کے الفضل میں شائع کی۔اس کے بعد الفضل کی آئندہ اشاعت میں 5/اکتوبر کے سانحہ سرگودھا کی مزید تفصیلات سے بھی آگاہی دی گئی۔ 22/اکتوبر کے الفضل کے اداریے میں ایک دفعہ پھر مومنوں پر آنے والے ابتلاؤں پر خاص حکمت سے تفصیلی روشنی ڈالی گئی۔

1984ء کا ابتلا اور الفضل کا کردار

1984ء کا ابتلاء بھی جماعت کے لئے ایک ہولناک امتحان تھا جس میں حملہ کا نشانہ بیک وقت خلافت اور جماعت کو بنایا گیا۔مولوی اسلم قریشی کے جھوٹے مقدمہ اغوا و قتل کے نام پر ایک طرف حضرت خلیفۃ المسیح پر ہاتھ ڈال کر خلافت احمدیہ کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو دوسری طرف صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کی طرف سے 26/اپریل 1984ء کو آرڈیننس نمبر20 جاری کر کے احمدیوں کے تمام مذہبی

مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب وکیل اعلیٰ کے تاثرات

14 جولائی 2012ء کو الفضل کے حوالہ سے ربوہ میں منعقد ہونے والے سیمینار میں صدارتی خطاب میں مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب نے فرمایا:

الفضل کے مقام اور کام کے تھوڑے سے پہلو ہی آج ان تقریروں میں آئے ہیں۔انشاءاللہ آئندہ جو پروگرام ہوں گے یا جو نمبر چھپے گا اس میں بہت بھاری مواد آئے گا میں اس موقع پر یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ الفضل پڑھنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے کسی نے کہا تھا کہ الفضل میں ہوتا ہی کیا ہے حضور نے فرمایا کہ مجھے تو باوجود اس کے کہ میرا علم بہت ہے اس میں مجھے بہت سی کارآمد باتیں مل جاتی ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہوتا تو جماعتی، ایمان اور اعتقاد کے مواد کے علاوہ اور بھی بہت سا مواد ہوتا ہے جو آدمی نے پہلے پڑھا نہیں ہوتا یا سنا نہیں ہوتا اس لئے الفضل کو اپنے گھروں میں اپنے بچوں میں پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور پڑھنے کی عادت تبھی ڈالیں گے کہ اگر پہلے خرید نہیں رہے تو الفضل خریدیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو الفضل کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور الفضل صدیوں جاری رہے۔

حقوق سلب کر لئے گئے۔

الفضل نے اس دور ابتلاء میں بھی احباب جماعت کے حوصلے قائم رکھنے اور بڑھانے میں شاندار کردار ادا کیا۔ 28/اپریل 1984ء کے الفضل کا اداریہ ’’مامورین الٰہی کا عظیم الشان معجزہ‘‘ کے عنوان پر شائع ہوا جس میں الٰہی جماعتوں کی قبولیت دعا کا ذکر کر کے جماعت کو دعا کی تحریک کی گئی۔ 29/اپریل 1984ء کے الفضل میں حضرت مسیح موعود کے ارشادات کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا جو ابتلاؤں میں استقامت سے تعلق رکھتا تھا، جو صفحہ اول پر شائع ہونے لگے۔

اس نازک دور میں جماعت اور خلیفۃ المسیح کے درمیان رابطہ کی خدمت الفضل ہی نے احسن رنگ میں انجام دی۔ خصوصاً ان حالات میں جب جماعت کو اپنے امام سے جدا کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ احمدی اپنے پیارے امام کے لئے بہت متفکر تھے اور خلیفۃ المسیح کا پاکستان میں رہ کر دینی خدمات بجا لانا ناممکن ہو گیا تھا۔ چنانچہ مجبوراً حضور کو بیرون ملک ہجرت کرنا پڑی اور یہ کام نہایت رازداری اور خوش اسلوبی سے ہونے کے بعد 2 مئی 1984ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح کے بیرون ملک دورہ کے سلسلہ میں لندن میں قیام پذیر ہونے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے بعد کے پرچوں میں حسب حالات مضامین الفضل میں شائع ہوتے رہے۔ 2 مئی کے ہی الفضل میں مصائب سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل مضمون شائع ہوا۔

خلافت رابعہ کی ہجرت کے دوران جماعت سے رابطہ کا اہم فریضہ

4 مئی کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا بیرون ملک روانگی سے ایک دن قبل 28/اپریل 1984ء کو بعد نماز عشاء ہونے والا مختصر الوداعی خطاب صفحہ اول پر شائع ہوا جس میں صبر اور کثرت سے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اگر آپ ایسا کریں تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی آپ کو کچھ نہیں کہہ سکیں گی۔ 4 مئی 1984ء کو حضور کے بیرون ملک روانگی کے بعد جو پہلے کے خطبہ میں حضور نے ارشاد فرمایا، اس کا خلاصہ 6 مئی 1984ء کے الفضل میں شائع ہوا۔

8 مئی کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا تازہ پیغام احباب کے نام الفضل کے صفحہ اول پر شائع ہوا جس میں آپ نے جماعت کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اپنی قربانیوں سے ثابت کر دکھائیں کہ آپ صف اول کے محبّ وطن ہیں۔

اس دور میں جماعت کے بارہ میں شائع ہونے والی من گھڑت خبروں کی تردید کا سلسلہ بھی الفضل میں جاری رہا۔ مثلاً لندن یا ربوہ میں خصوصی اجلاسات کے انعقاد، بہشتی مقبرہ میں آمدورفت پر پابندی اور احمدیوں کے ارتداد جیسی افواہوں کا رد۔ مئی 1984ء کے دوران یوم القدس کے موقع پر عربوں پر بہیمانہ مظالم سے متعلق لندن سے موصولہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیغام 19 مئی کی الفضل میں شائع ہوا۔

7 جون 1984ء کی الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا ایک مکتوب مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اعلیٰ کے نام الفضل نے صفحہ اول پر شائع کیا۔ جس میں احباب جماعت کو دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا سلام پہنچانے کے علاوہ یہ پیغام بھی تھا کہ ’’میری آپ سب کے حق میں دردناک دعائیں قبول ہو رہی ہیں۔ اللہ کے کچھ فضل تو آپ نازل ہوتا دیکھ رہے ہیں لیکن جو ابھی پردہ اخفاء میں ہیں ان کا آپ ابھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔‘‘

اس دوران الفضل ابتلاؤں، دعاؤں، واقعہ ہجرت میں صحابہ رسول ﷺ کے صبر و استقامت اور الٰہی جماعتوں کی تائید و نصرت وغیرہ ضروری موضوعات کو عنوان بنا کر مختلف مضامین میں شائع کرتا رہا۔

27 جون کے الفضل نے روزنامہ امن کراچی کے 20 جون کے شمارہ کا جمعہ خان کے قلم سے لکھا ہوا یہ مضمون بلا تبصرہ شائع کیا کہ فرقہ وارانہ اختلاف قومی اتحاد کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

بذریعہ ٹیلی گرام 5 جولائی کے الفضل میں عید الفطر کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیغام عید ناظر صاحب اعلیٰ ربوہ کے نام شائع ہوا جس میں حضور نے جماعت کو یہ نوید دی کہ ’’اللہ آپ کو اس سے بھی بڑی عید سے نوازے گا۔ اس دور ابتلاء میں دنیا بھر کے احمدیوں نے جو استقامت کا مظاہرہ کیا ہے اللہ آپ کو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ آخر کار حقیقی عید آپ کو ہی عطا ہوگی‘‘۔ 15 جولائی 1984ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی طرف سے مکرم صوفی غلام محمد صاحب ناظر اعلیٰ ثانی کے خط کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا جملہ احباب جماعت کو میری طرف سے محبت بھرا سلام پہنچا دیں۔

شرعی عدالت کی کارروائی کی رپورٹنگ

جنرل ضیاء الحق نے آرڈیننس نمبر 20 کے ذریعہ پاکستان کے احمدیوں پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے، نماز کے لئے اذان کہنے، اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے، دینی شعار و اصطلاحات استعمال کرنے اور تبلیغ کرنے پر جو پابندی عائد کی تھی۔ جو خلاصۃً دینی تعلیم اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے منافی تھیں۔ چنانچہ اس بناء پر مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کے ساتھ دیگر بعض درخواست دہندگان کی طرف سے وفاقی شرعی عدالت میں ان پابندیوں کو کالعدم قرار دینے کی درخواست دائر کی گئی۔ جس کی سماعت کی کارروائی 15 جولائی کو شروع ہوئی۔ الفضل نے 16 جولائی کے شمارہ میں عدالت کے رجسٹرار کا جاری کردہ پریس ریلیز پہلے صفحہ پر شائع کیا۔ اس کے بعد شرعی عدالت کی رپورٹنگ کا یہ سلسلہ سماعت تک جاری رہا چنانچہ 21، 30، 31 جولائی، یکم، 6/اگست 1984ء کے الفضل کے شماروں میں اس سے متعلق رپورٹس شائع ہوتی رہیں۔

لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی مصروفیات کی رپورٹس

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی لندن میں دینی و تربیتی مصروفیات بھی گاہے بگاہے الفضل کی زینت بنتی رہیں جیسے 5/اگست 1984ء کی الفضل میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ انگلستان میں حضور کی موجودگی سے یورپین ممالک میں جو انقلاب انگیز تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی ہے چند ماہ میں ہی اس کا اندازہ ہو گیا چنانچہ حضور کی ہجرت کے صرف تین ماہ بعد لندن میں مجالس ہائے خدام الاحمدیہ یورپ کا پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا جس میں 11 ممالک سے 800 کے قریب خدام شامل ہوئے، جس میں حضور نے بنفس نفیس شامل ہو کر ولولہ انگیز تاریخی خطاب ارشاد فرمائے۔

لندن میں حضور کے قیام کی دوسری اہم برکت انگلستان اور خصوصاً لندن کی نواحی جماعتوں کی تعلیم و تربیت تھی۔ حضور نے مجالس عرفان کا معلوماتی سلسلہ الگ شروع فرمایا۔ 28/اگست 1984ء کے الفضل میں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے چھپنے والی رپورٹس سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ 9 ستمبر 1984ء کے الفضل میں عید الاضحیہ کے موقع پر حضور کا محبت بھرا پیغام اور عید کا تحفہ شائع ہوا۔ جس میں یہ حوصلہ افزا الفاظ شامل تھے: ’’وہ حقیقی عید جو بالآخر قربانیوں کے نتیجہ میں ملتی ہے وہ تمہارے لئے ہی مقدر ہے، اس ایمان اور یقین پر قائم رہو اور ثبات قدم اور استقامت کا ثبوت دیتے چلو۔‘‘

الفضل پر دوبارہ پابندی

اس کے بعد 12 دسمبر 1984ء کو الفضل پر پابندی لگا دی گئی۔ جو 28 نومبر 1988ء کو ختم ہوئی۔ اس دوران الفضل تقریباً 4 سال پابندی کا شکار رہا۔ اس دوران الفضل کے پیدا ہونے والے خلا کو پورا کرنے کے لئے چاروں تنظیموں کے ماہنامہ کے ہفتہ وار ضمیمے شائع ہوتے رہے جن میں حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات اور دیگر ارشادات شائع ہوتے رہے۔ اور تربیتی امور کے حوالہ سے امام اور جماعت کا رابطہ منقطع ہونے نہیں دیا گیا۔ تاہم اس دوران یہ احساس شدت سے محسوس ہوا کہ الفضل کا کوئی بہتر متبادل عالمی سطح پر ہونا چاہئے۔ چنانچہ 30 جولائی 1993ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر الفضل انٹرنیشنل کا پہلا پرچہ شائع ہوا۔ پھر 7 جنوری 1994ء کو لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کی باقاعدہ اشاعت شروع ہوئی جو خلافت رابعہ کا ایک عظیم کارنامہ شمار ہوتا رہے گا۔

الغرض الفضل کا 100 سالہ بے داغ، شاندار کردار، حب الوطنی، ہمدردی ملت و قوم، سچائی، محبت اور امن و آشتی سے عبارت ہے۔ اس نے جماعت کی سچی تاریخ محفوظ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور الفضل کے اس احسان کو جماعت نے کبھی فراموش نہیں کیا بلکہ آئندہ زمانہ کے مؤرخ شکرانے اور رشک کے ساتھ ان خدمات کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ جماعت اور خلافت کے رابطے کے اس نظام کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے اور جماعت کو اس کی حقیقی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خلافت خامسہ میں خدمات

خلافت خامسہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدمات سلسلہ کا یہ سفر جاری ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات، خطابات، مجالس عرفان، دوروں کی رپورٹس، پیغامات اور ہدایات کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس سے الفضل کا دامن لبریز ہے ایک طرف جماعتی تربیت کا کام ہو رہا ہے۔ دعوت الی اللہ ہو رہی ہے اور ہر قسم کے فتنوں کا پیشگی قلع قمع ہو رہا ہے۔

زندگی بخش ھے فضل کی نھر ھے

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے	نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے
ہے عمل کامیابی کا ضامن کہ ہاں	بے عمل علم ہے تو فقط زہر ہے
ہے یہ جوئے سعادت رَواں دیکھیے	دَجل کی دھوپ میں ماہ ہے مہر ہے
حکمتوں کے خزانے لُٹاتا ہے یہ	چھوڑنا دین کو دعوتِ قہر ہے

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

عزمِ فضلِ عمر نے جلایا دِیا	محترم بیبیوں نے بھی زیور دیا
دعوتِ فکر ہے تیری ہر اِک اَدا	روشنی ابتدا روشنی انتہا
تجھ میں ذکرِ خدا کی انوکھی صدا	تجھ میں عشقِ محمدؐ کا ہے معجزہ
جامِ کوثر ہے تُو، تُو ہے رَدّ بلا	ضامنِ فیض ہے صفحہ صفحہ ترا

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

اک خدا ہے نبی اُس کے معصوم ہیں	تُو ہے خادم تو یہ تیرے مخدوم ہیں
حکمتوں کے خزانے لُٹاتے سبھی	تیرے مضمون ہیں یا کہ منظوم ہیں
تجھ میں مہدی کے چھپتے دفینے بھی ہیں	ہم پہ ظاہر ہیں منکر پہ مکتوم ہیں
قسمتوں کے دَھنی ہیں جو پائیں تجھے	ہیں وہ محروم جو تجھ سے محروم ہیں

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

تُو ہے اَدیانِ باطل پہ حجت کڑی	پشت پر احمدی کے ہے ہر دم کھڑی
تُو ہے الفضل جو معدنِ دین ہے	ہیں مضامین جوں موتیوں کی لڑی
لاجرم انگ ہے احمدیت کا تُو	ہے ضرورت ہر اک احمدی کو بڑی
آنکھ والے ہی سمجھیں گے دیکھیں تجھے	تُو مہربان ہے رحمتوں کی جھڑی

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

تجھ سے ہم کو بشارات ملتی رہیں	تیرے ماتھے پہ آیات سجتی رہیں
تجھ سے تعلیم حکمت کی پائیں سبھی	تا قیامت عنایات بٹتی رہیں
عاجزانہ دعائیں ہماری ہیں یہ	فیض کی تیری لہریں یہ چلتی رہیں
عمر سو سال اب جب کہ تیری ہوئی	فضل کی تیری نہریں یہ بہتی رہیں

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے
نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

محمد مقصود احمد منیبؔ

جس درخت کو پانی نہ ملتا رہے وہ خشک ہوجاتا ہے

اس زمانہ کے لحاظ سے اخبار قوم کے لئے پانی کا رنگ رکھتے ہیں

روزنامہ الفضل پڑھنے اور خریداری بڑھانے کے لئے حضرت مصلح موعود کے ارشادات

حضور نے جلسہ سالانہ 1941ء پر 27 دسمبر کو خطاب میں فرمایا:۔

''اپنے مضمون کو شروع کرنے سے قبل میں حسب سابق تمام دوستوں کو پھر ایک بار بلکہ شاید بیسویں بار بلکہ اس سے بھی زیادہ بار توجہ دلاتا ہوں کہ سلسلہ کے اخبارات اور رسائل کی اشاعت بڑھانا ان کا اہم فرض ہونا چاہئے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جس درخت کو پانی نہ ملتا رہے وہ خشک ہوجاتا ہے اور اس زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اخبار پانی کا رنگ رکھتے ہیں اور اس لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ یہ بات میں کئی بار کہہ چکا ہوں مگر افسوس ہے کہ دوست توجہ نہیں کرتے بلکہ بعض تو نادانی سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اخباروں میں وہی باتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں حالانکہ جو بات مفید ہو اسے دہرانا ضروری ہوتا ہے۔

اگر دہرانا ایسا ہی برا ہے تو ایسے لوگ روٹی کھانے اور پانی پینے کے فعل کو کیوں دہراتے ہیں۔ جس طرح انسان کا جسم تحلیل ہوتا رہتا ہے اور اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ انسان پھر روٹی کھائے اور پانی پیئے۔ اسی طرح دماغی تحلیل بھی ہوتی رہتی ہے اور اس لئے پھر ان باتوں کا دہرانا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ان کو دہرایا نہ جائے تو اثر قائم نہیں رہ سکتا۔ پس دہرانا بری بات نہیں بلکہ ضروری ہے۔ (نداء) دن میں پانچ بار دہرائی جاتی ہے۔ یہ اخبار کا ذکر تو کوئی دہراتا ہو تو مہینہ یا سال کے بعد دہرائے گا مگر (نداء) تو دن میں پانچ بار دہرائی جانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہم پر ڈالی ہے۔ پھر نماز دن میں پانچ بار دہرانے کا حکم ہے۔ وہی بسم اللہ...... وہی اعوذ باللہ...... ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے، وہی سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے، وہی ہر نماز اور ہر رکعت میں سینے پر ہاتھ رکھے جاتے ہیں، وہی سجدہ اور وہی رکوع دہرایا جاتا ہے۔ نماز بالکل اسی طرح دن میں پانچ بار دہرائی جاتی ہے جس طرح رسول کریم ﷺ سے لے کر اب تک چلی آتی ہے۔ رسول کریم ﷺ سے لے کر اب تک ہمارے باپ دادا، ان کے باپ دادا اور پھر ان کے باپ دادا بالکل اسی طرح دہراتے چلے آئے ہیں اور اگر دہرانا عیب ہے تو اسے کیوں دہرایا جاتا ہے اور وہی نماز جو کل پڑھی تھی۔ آج دہرائی جاتی ہے۔ وہی روٹی کھانے اور پانی پینے کا عمل ہر روز دہرایا جاتا ہے۔ وہی دن جو کل چڑھا تھا آج پھر چڑھا ہے اور وہی رات ہر روز آتی ہے اور کبھی کوئی نہیں کہتا کہ دن دوبارہ نہ چڑھے اور رات دوبارہ نہ آئے۔ کیونکہ کل بھی دن تھا اور رات تھی۔ اس لئے آج دن ہو اور نہ رات۔ ذرا غور کرو کہ اگر انسان کی نیند اڑ جائے تو اسے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ میرا اپنا گزشتہ شب کا تجربہ ہے کہ مجھے نیند نہ آتی تھی اور صبح تقریر کرنی تھی۔ میں نے ڈرام یا نصف ڈرام برومائیڈ پی لی۔ مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ اتنی خوراک درست بھی ہے یا زہریلی ہوجاتی ہے۔ مگر چونکہ نیند نہ آرہی تھی میں نے پی لی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر رات کو نیند نہ آئی تو صبح نہ کوئی کام کرسکوں گا اور نہ تقریر کرسکوں گا تو کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ میں کل بھی سویا رہا ہوں آج نہ سوؤں۔ بلکہ شدید خواہش رکھتا ہے کہ وہی نیند جو کل آئی تھی اور جو روز آتی ہے ہر روز آتی رہے۔ پس کسی بات کا دہرایا جانا قابل اعتراض بات نہیں بلکہ مفید چیزوں کا دہرایا جانا ضروری اور مفید ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کے متعلق آتا ہے کہ کلما رزقوا منہا...... جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں وہی رزق دہرائے جائیں گے۔

پس محض دہرانا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہر روز کئی باتیں دہرائی جاتی ہیں اور انسان چاہتا ہے کہ وہ دہرائی جائیں۔ ان کا نہ دہرایا جانا اسے کبھی پسند نہیں ہوتا۔ پس یہ کہنا غلطی ہے کہ یہی بات ہمیشہ دہرائی جاتی ہے۔ **جماعت کے دوستوں کو اس طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے کہ سلسلہ کے اخبارات کو خریدیں انہیں پڑھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ میں تو جہاں تک ہوسکے پڑھتا ہوں اور بسا اوقات فائدہ بھی اٹھاتا ہوں۔** میں نے تو کبھی کوئی ایسا مضمون نہیں پڑھا جو دوبارہ شائع ہوا ہو لیکن اگر کوئی مضمون دوبارہ بھی شائع ہوا ہو تو بہرحال اس کا اسلوب اور طرز بیان جدا ہوتا ہے اور اس چیز سے بھی فائدہ ہوتا ہے بعض عام باتیں بھی بہت بڑے فائدہ کا موجب ہوتی ہیں۔ کل ہی میرا علمی مضمون ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو آپ لوگ دیکھیں گے کہ ان میں سے بہت سی باتیں ایسی ہیں جو عام ہیں اور روزمرہ ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اپنی کمزوریوں کی وجہ سے میں انہیں بیان کرسکوں یا نہ اور کس حد تک بیان کرسکوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو آپ لوگ دیکھیں گے کہ ایسی ہی مثال ہوگی جیسے معمولی معمولی چیزوں سے ایک عجوبہ تیار کرلیا جائے جس رنگ میں یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے وہ بالکل نرالا ہے اور اگر اسے سننے کے بعد کوئی کہے کہ یہ تو وہی باتیں ہیں جو عام طور پر ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں تو گو اس کی یہ بات صحیح تو ہوگی لیکن اگر وہ ان کی ترتیب کو دیکھے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ اس رنگ کی ہے کہ یہ مضمون کسی کے ذہن میں پہلے نہیں آیا اور وہ محسوس کرے گا کہ یہ قرآن کریم کا بڑا کمال ہے کہ اس کے اندر سے نئے نئے علوم نکلتے رہتے ہیں۔ میں قرآن کریم پر بہت غور کرنے والا آدمی ہوں اور اس مضمون کی ترتیب کو دیکھ کر میں خود حیران ہوں کہ جو آیات روزانہ ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں ان میں سے بعض ایسے نئے مضامین پیدا ہوئے ہیں کہ مجھے خود حیرت ہوتی ہے اس لئے یہ عذر کہ وہی باتیں دہرائی جاتی ہیں بالکل غلط ہے۔

پس دوستوں کو اخبارات کی اشاعت کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے اور دوسروں کو بھی اس کی تحریک کرنی چاہئے۔ ہماری جماعت اتنی ہی نہیں جتنی یہاں موجود ہے۔ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے بہت زیادہ ہے۔ کسی زمانہ میں ساری جماعت عورتیں اور بچے ملا کر بھی اتنی ہی ہوگی جتنی اب یہاں موجود ہے مگر اس وقت سلسلہ کے اخبارات کی اشاعت ڈیڑھ دو ہزار ہوتی تھی۔ مگر اب الفضل کے خریدار صرف بارہ سو ہیں حالانکہ اگر کچھ نہیں تو پانچ چھ ہزار اس وقت ہونے چاہئیں۔ لوگ غیر ضروری باتوں پر روپے خرچ کردیتے ہیں۔ امراء کے گھروں میں بیسیوں چیزیں ایسی رکھی رہتی ہیں جو کسی کام نہیں آتیں۔ مگر لوگ ان پر اس لئے روپے خرچ کرتے ہیں کہ کبھی کسی مہمان کے آنے پر اس کے سامنے لائی جائے تو وہ دیکھ کر کہے کہ اچھا خان صاحب آپ کے پاس یہ چیز بھی موجود ہے۔ بس اتنی سی بات سن کر ان کا دل خوش ہوجاتا ہے اور وہ پچاس روپیہ کی رقم جو اس پر خرچ کی ہوتی ہے گویا اس طرح وصول ہوجاتی ہے۔ تو ایسی غیر ضروری چیزوں پر تو لوگ روپے خرچ کردیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی باتوں پر نہیں کرتے۔ ان کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ وہ دہرائی جاتی ہیں حالانکہ **اخبارات نہ صرف ان کے فائدہ کی چیز ہیں بلکہ ان کی اولادوں کے لئے بھی ضروری ہیں۔ میں تو یہاں تک کوشش کرتا ہوں کہ جہاں تک ہوسکے ایک کتاب کی کئی کئی جلدیں مہیا کرکے رکھوں۔** میرے دل پر یہ بوجھ رہتا ہے کہ میری اولاد خدا تعالیٰ کے فضل سے زیادہ ہے ایسا نہ ہو کہ سب کے لئے کتب مہیا نہ ہوسکیں۔ میرے پاس بعض کتابوں کے تین تین چار چار نسخے ہیں۔ میں نے چند روز ہوئے ''مُسلم'' جو حدیث کی کتاب ہے منگوانے کو کہا۔ مولوی نور الحق صاحب دو مختلف قسم کی کتابیں لائے کہ ان میں سے کون سی منگوائی جائے؟ میں نے کہا دونوں منگوالیں بچوں کے کام آئیں گی۔ تو کتابوں کا رکھنا اولاد کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ ایک دن آئے گا کہ وہ دنیا میں نہ ہوں گے اس وقت ان کی اولادیں ان اخبارات کو پڑھیں گے اور اپنے ایمان کو تازہ کریں گی۔ بعد میں ان کے لئے ان کا حاصل کرنا مشکل ہوگا۔

دیکھو آج پرانے ''الفضل'' اور ریویو وغیرہ کے پرچے کس قدر مشکل سے ملتے ہیں۔ کئی دوستوں نے مجھ سے بھی شکایت کی ہے کہ پُرانے پرچے نہیں ملتے۔ پس آج دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے اور ان چیزوں کو خرید کر فائدہ اٹھانا چاہئے اور پھر اپنی اولادوں کے لئے ان کو محفوظ کردینا چاہئے۔

سلسلہ کے اخبارات میں سے ''الفضل'' روزانہ ہے۔ جہاں کوئی فرد نہ خرید سکے وہاں کی جماعتیں مل کر اسے خریدیں۔ مجلس شوریٰ میں بھی اس سال یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ جن جماعتوں کے افراد کی تعداد بیس یا اس سے زیادہ ہے وہ لازمی طور پر روزانہ الفضل خریدیں اور جس جماعت کے افراد کی تعداد بیس یا اس سے کم ہو وہ ''الفضل'' کا خطبہ نمبر یا ''فاروق'' خریدے......

دوستوں کو چاہئے کہ کثرت سے ان اخبارات اور رسائل کو خریدیں اور **انہیں خریدنا اور پڑھنا ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا زندگی کے لئے سانس لینا ضروری ہے۔ یا جیسے وہ روٹی کھانا ضروری سمجھتے ہیں۔** دیکھو ایک زمانہ تھا جب آٹا دو روپیہ من بکتا تھا اس وقت بھی لوگ روٹی کھاتے تھے، پھر سولہ سیر ہوا پھر بھی کھاتے رہے، پھر دس سیر ہوا اس وقت بھی کھاتے رہے، پھر آٹھ سات بلکہ ساڑھے چھ سیر تک پہنچ گیا تو اس وقت بھی کھاتے رہے اور اب تو قیمتوں پر گورنمنٹ نے حد بندی لگادی ہے ورنہ اگر تین چار سیر بھی بھاؤ ہوجاتا تو بھی ضرور کھاتے اس لئے کہ اسے زندگی کا جُزو سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اخباروں اور رسائل کا خریدنا اور بھی ضروری سمجھا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس دفعہ ضرور احباب توجہ کریں گے اور اخبارات و رسائل کی خریداری کو ضروری سمجھیں گے۔ ''الفضل، فاروق، نور، سن رائز، ریویو اردو انگریزی'' ان سب کی خریداری کی میں سفارش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میری اس دفعہ کی سفارش کو دوست ضرور قبول کریں گے۔ (انوار العلوم جلد 16 ص 245)

الفضل کے روزانہ اجراء پر حضرت مصلح موعود کا پیغام

اللہ تعالیٰ اس کو جماعت کے لئے نفع منداور احمدیت کے لئے موجب ترقی کرے

روزنامہ الفضل 8مارچ 1935ء کو روزنامہ کے طور پر شائع ہونا شروع ہوا اس موقع پر حضرت مصلح موعود نے ذیل کا مضمون رقم فرمایا جو 8مارچ 1935ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اس کا متن پیش خدمت ھے۔

الفضل جسے میں نے اپنی بیوی کے زیورات فروخت کر کے، حضرت (اماں جان) نے اپنی زمین فروخت کر کے اور برادرم مکرم نواب محمد علی خان صاحب حفظ اللہ نے بھی کچھ نقد دے کر اور کچھ زمین فروخت کر کے ہفتہ وار جاری کیا تھا۔ ہفتہ وار سے سہ روزہ ہوا۔ سہ روزہ سے دو روزہ ہوا اور اب روزانہ شائع ہوتا ہے۔ لکڑیوں اور لوہے کی کشتیوں اور جہازوں کے چلنے پر جب ہمارے رب نے ہمیں سکھایا۔ کہ ہم کہیں کہ بسم الله مجرها و مرسها۔ تو اس کاغذی ناؤ کے لئے اور وہ بھی اس تلاطم کے وقت میں کیوں اس دعا کی ضرورت نہیں؟ اسی لئے میں نے عنوان پر اس دعا کو درج کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کشتی کا مددگار ہو اور اسے والفلک....... کا مصداق بنائے اور اس کو جماعت کے لئے نفع منداور (احمدیت) کے لئے موجب ترقی کرے۔ اللھم آمین

میں دوستوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ کوشش کریں گے کہ ''الفضل'' کی خریداری ترقی کرے۔ یہاں تک کہ روزانہ کے بعد پھر دو روزہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اور اب جو روزنامہ ہوا ہے تو روزانہ ہی رہے کیونکہ ہماری ضرورتیں اب ایک روزانہ اخبار کی بہ شدت داعی ہیں۔ **علاوہ اس کی باقاعدہ اشاعت بڑھانے کے دوستوں کو تمام بڑے شہروں میں اس کی ایجنسیاں کھولنے کی بھی ضرورت ہے۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ بیکار نوجوان کام کریں ایک یہ کام ان کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اگر روزانہ دو چار آنہ بھی وہ کما سکیں تو یہ ان کے مال کی زیادتی، اخلاق کی درستی اور ان کے والدین کے بوجھ کی کمی کا موجب ہوگا۔** کاش میری اس نصیحت کی قیمت ہماری جماعت کے ذہنوں میں آجائے اور ہزاروں نوجوان جو گھروں میں بیٹھے آئندہ کی خوابیں دیکھ رہے ہیں اور حقیقتاً خودکشی کر رہے ہیں۔ اپنی بیوقوفیوں سے باخبر ہو کر اپنے پر اور اپنی جماعت پر بھی رحم کریں۔ اللھم آمین

روزانہ اخبار کے لئے مضامین کی بھی ضرورت زیادہ ہوگی دوستوں کو اپنے اپنے حلقہ کی خبروں سے بھی عملاً اخبار کو اطلاع دیتے رہنا چاہئے اور مضامین بھی لکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ادارۂ اخبار کے ساتھ بھی اور ہمارے ہر کام کو بابرکت کرے، مستقل کرے اور باثمر بنائے۔ اللھم آمین

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح

(6مارچ 1935ء)

دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہو گیا

(1988ء میں الفضل کی 4 سالہ بندش کے بعد اجراء پر)

دوستو! الفضل تو مجموعہ انوار ہے
جس جگہ پہنچا اندھیرا دور سارا ہو گیا

حضرتِ احمد کے لے کر جگمگاتے اقتباس
شش جہت میں نور پھیلانے کا تارا ہو گیا

چلچلاتی دھوپ تھی ننگا بدن جلنے لگا
پیرہن بھی مل گیا اور سر پہ سایہ ہو گیا

تشنہ روحوں کو ملے گا شربتِ وصل و بقا
جو ہوا تھا بند پھر جاری وہ دھارا ہو گیا

جس کا ہر اک لفظ دلکش اور دلآویز ہے
''دیکھو میرے دوستو اخبار شائع ہو گیا''

مٹ گیا ہے خالق و مخلوق میں نقش دوئی
''آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا''

رات لمبی تھی مگر فضل خدا سے کٹ گئی
ظلمتیں جاتی رہیں ہر سُو اجالا ہو گیا

رفتہ رفتہ زخم اکثر مندمل ہونے لگے
اب تو عابدؔ تیرے غم کا بھی مداوا ہو گیا

لئیق احمد عابدؔ

مکرم طارق حیات صاحب مربی سلسلہ

الفضل جاری کرنے کے اغراض ومقاصد اور وہ کیسے پورے ہوئے

عمارت سازی کے فن کے ماہرین کا ماننا ہے کہ جتنی مضبوط، اونچی اور دیرپا عمارت بنانا مقصود ہو اتنی ہی زیادہ مضبوط اور وسیع بنیادوں کی تیاری ناگزیر ہوا کرتی ہے۔ ایمانیات میں اسی مضمون کو نیت کی اہمیت یا عقیدہ کی درستگی کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔

اب اگر اس اصول کی روشنی میں اس منصوبہ کا مطالعہ کیا جائے جو ''علوم ظاہری وباطنی سے پُر'' وجود نے آغاز فرمایا تھا تو یقیناً یہ مطالعہ ہمیں روز روشن کی طرح واضح کردے گا کہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بانی روزنامہ الفضل نے بالکل آغاز میں اس اخبار کے وہ عظیم الشان مقاصد سوچے اور بیان فرمائے کہ یہ ان کا ہی خاصہ تھا۔ آپ نے زمانہ کی رفتار اور نبض پر وہ مشفقانہ ہاتھ رکھا کہ ہر ایک مرض اور کمزوری کا مکمل ادراک حاصل کرکے اس اخبار کی صورت میں علاج معالجہ تجویز فرمایا۔

آپ نے 18 جون 1913ء کو الفضل کا اجراء فرمایا اور اس اخبار کا اجراء نہ صرف جماعت احمدیہ بلکہ دین اور اہل وطن کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہوا ان کی تفصیل آپ نے اخبار کے پراسپکٹس میں بیان فرمائی تھی۔ (یہ ''فضل کا پراسپکٹس'' کے عنوان سے وزیر ہند پریس امرتسر سے طبع ہوا تھا اور تاریخ احمدیت کی جلد سوم کے صفحہ:488 کے مطابق اس پراسپکٹس کا ایک نسخہ احمدیہ بلڈنگز کی لائبریری میں موجود ہے)

☆......**پہلی ضرورت**

آپ نے ''**پہلی ضرورت**'' کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا کہ:

''بڑھنے والی ضروریات میں سے ایک نئے اخبار کی ضرورت ہے۔ بے شک ایک وہ زمانہ تھا جب کہ جماعت قلیل تھی ۔ اور پھر اکثر لوگ زمیندار طبقہ میں سے تھے۔ لیکن اب علاوہ اس مخلص جماعت کی ترقی کے ہزاروں مخلص تعلیم یافتہ پیدا ہوگئے۔ جن کے علوم کو وسعت دینے کے لئے اخبار کی اشد ضرورت ہے''

بلاشبہ حضرت مسیح موعود کی حیات مبارکہ میں آپ کی منادی کو سن کر حق کو قبول کرنے والوں میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والی سعید روحیں شامل تھیں لیکن قدیمی سنت کے موافق ان روشن ستاروں میں اکثریت غرباء کی تھی یعنی دنیاوی معیاروں کے لحاظ سے غریب اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں نہایت ہی قیمتی وجودوں کی۔ اور یہ ایک ایسی عالمگیر حقیقت ہے کہ بازنطینی تخت پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے والے قیصر نے بھی ابوسفیان کے سامنے گواہی دی تھی کہ اللہ کی طرف سے بھیجے جانے والوں کو آغاز میں غرباء ہی قبول کیا کرتے ہیں لیکن سچائی کا گھیرا بہت تیزی سے نیک فطرتوں کو شرق وغرب سے ایک ہاتھ پر جمع کرتا چلا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود نے اسی ضرورت کو اپنی دوراندیشی سے محسوس فرمایا اور اس بابت تیاری شروع فرمادی۔

اب ان ہزارہا مخلص تعلیم یافتہ لوگوں کی نظر و فکر کے لئے اساسی مواد کی فراہمی اور ان نوواردین کے لئے تازہ بتازہ خوان مہیا کرنے کی ذمہ داری الفضل کی ٹھہری اور الفضل نے اس کو نبھایا بھی کیا خوب ہے۔ ہم دیکھتے ہیں خلفاء وقت کے خطبات اور خطابات تازہ اور ناگزیر علم کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں ایم ٹی اے اور خطبات کے کتابی شکل میں آنے تک خلیفہ وقت کی آواز بذریعہ الفضل ہی لوگوں تک پہنچا کرتی تھی۔ اور خلفاء وقت کے خطبات وخطابات سے استفادہ کرنے والے اپنے خطیب کے پیچھے پیچھے دینی اور دنیاوی علوم کے ذخائر سمیٹا کرتے تھے۔ مثلاً ان خوش نصیبوں کو محض الفضل کا مطالعہ کرکے جہاں تاریخ اسلام سے شناسائی ہوتی تھی ویسے ہی وہ تاریخ عالم سے بھی ناآشنا نہیں رہا کرتے تھے۔ انہیں جون آف آرک کی کہانی بھی معلوم تھی اور مسٹر چیمبرلین برطانوی وزیر اعظم کی پالیسیوں کا پس منظر اور پیش منظر واضح ہوا کرتا تھا۔ وہ لوگ الفضل سے مستفید ہوکر باتو خان، اور بیرم خان اور برمکی خاندان کے کارنوموں سے متعارف ہوا کرتے تھے۔ وہ راک فیلر کو بھی اتنا ہی جانتے تھے جتنا رنبیر سنگھ کو۔ وہ آسٹریلیا کے ابری جنیز کی تاریخ ونسل کشی کی سازشوں سے مطلع ہوتے رہتے تھے اور کلکتہ کے بلیک ہول کی حقیقت سے شناسا بھی۔

ان قارئین کو جنگ عظیم اول دوئم کے زمانہ میں اصل صورت حال کا بخوبی اور درست تجزیات ساتھ بروقت علم ہوتا چلا جاتا تھا۔ نیز بذریعہ وحی والہام وغیر معمولی خداداد فراست کی مدد سے الفضل کے قارئین کو وقوعات جنگ سے قبل ہی باخبر کردیا جاتا تھا مثلاً بیلجئم کے بادشاہ لیوپولڈ کی معزولی، برطانیہ فرانس کو اشتراک عمل کی پیشکش، امریکہ کی طرف سے برطانیہ کو 2800 جہاز کی روانگی، سفارت خانوں کے کاغذات کو نذر آتش کیا جانا، جرمن لیڈر ہر ہیس کا انگلستان میں اترنا، ایک سال کے اندر جنگ کا رخ یکسر پلٹ جانا، جنگ کے یونان تک پہنچنے کے بعد روس کی شمولیت اور امریکہ کا سرگرم عمل ہونا، امریکن فوج کی ہندوستان میں آمد اور لیبیا کے محاذ جنگ کا حیرت انگیز نظارہ وغیرہ وغیرہ جبکہ باقی عوام کی نظر میں تو بس ''بھلی کی توپ کی ملکیت کا جھگڑا چل رہا ہے۔'' وغیرہ

☆......**دوسری ضرورت:**

''بعض احمدی ہیں جو احمدی تو ہوگئے ہیں لیکن ان کو ابھی معلوم نہیں کہ احمدی ہوکر ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور کس طرح ہمیں دوسروں کی نسبت رسومات وبدعات اور مقامات اسراف سے بچنا چاہئے؟''

نومبائعین کو اولاً مبادیات دین سکھانا اور پھر اس بابت انہیں ترقی دینا ایسا ناگزیر امر ہوا کرتا ہے کہ اس بابت چشم پوشی اقوام کی فلک بوس عمارت کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھا جایا کرتی ہے۔ نئے شامل ہونے والے خواہ کسی قدر مروجہ علوم سے تعلیم یافتہ ہی کیوں نہ ہوں اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور لایا کرتے ہیں۔ ان کو نہایت حکمت و دانائی سے درست طریق سمجھا کر غلط عقیدہ، سوچ اور چھوٹے بڑے عمل سے باز کرنا یقیناً یقیناً ایک کار دشوار ہوا کرتا ہے اس بابت بھی الفضل نے اپنی ذمہ داری احسن ترین رنگ میں نبھائی۔ نہ صرف امور دینیہ کے ابتدائی احکام وضوابط کھول کھول آسان زبان میں بصورت مضامین شائع کئے بلکہ مشکل فلسفیانہ بحثیں اور نازک موضوعات پر نہایت دیانت دارانہ اور عصر حاضر سے ہم آہنگ مضامین کو بھی جگہ دی مثلاً بیت الذکر کے آداب، اپنی زبان میں دعائیں کرنا، نداء کے وقت دنیاوی امور پر گفتگو کرنا، اعتکاف اور اس کے مسائل، اول وقت میں نمازیں ادا کرنے کی حکمت، بدروحوں کا علاج بذریعہ نماز وروزہ، پچھلی رات کی تراویح، سنتیں ادا کرنے کی تاکید، لیلۃ القدر کی اہمیت اور دعا، (بیوت الذکر) فتنہ کو پناہ نہیں دیتی ہیں، مسئلہ جمع بین الصلوٰتین، نماز اور اس کے لوازمات، نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسنون طریق، نماز وتر اور اس کے پڑھنے کا طریقہ، ورد اور وظیفے کا صحیح طریق، عیدالاضحیٰ کے متعلق ضروری احکامات، عیدفنڈ، اغوا اور زنا بالجبر کے نتیجہ میں حاملہ ہونے والی عورتیں، انشورنس کے متعلق جماعتی نظریہ، بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کی حکمت، پتنگ بازی کے ضرر رساں اثرات، پینے کی چیز میں اگر مکھی پڑ جائے، تشہد میں سبابہ انگلی کھڑی کرنے کی حکمت، تصویر کی حلت وحرمت، چھوٹی ہوئی نماز پہلے پڑھے یا امام کے ساتھ شامل ہوجائے، دادا کا ترکہ اور یتیم پوتا، ڈھیلے کے ساتھ استنجا، ذبح کا سائنٹفک طریق، رویت ہلال کا مسئلہ، سجدہ تلاوت کے متعلق فتویٰ، تناسخ، سور کی کھال کا استعمال، شب برات اور آتش بازی، قبروں پر پھول چڑھانا، کیا خودکشی بہادری ہے؟ مسئلہ رہن، نعش کو بطور امانت دفن کرنا، ہنگامہ آرائی اور ہڑتالوں کے خلاف جماعت کا مسلک، شادی بیاہ کے فضول اخراجات وغیرہ وغیرہ

بدرسوم ورواج کا قلع قمع کرنا آخری زمانہ کے امام کی نشانیوں اور اس کی ذمہ داریوں میں سے ایک تھا جس کی طرف اشارہ "یحیی الدین ویقیم الشریعة" میں کیا گیا تھا اور آج خلیفۃ المسیح کے خطابات وخطبات میں مذکور ہونے والے مسائل اور ان کا حل، تنظیموں اور شعبہ جات کو قدم قدم پر رہنمائی مہیا کرنا ہی اس زمانہ کے لئے شراب زندگی ہے کیونکہ خلیفہ بہترین استاد ہوتا ہے اور اس کے علم کا منبع وہ ذات ہے جس نے خود خلیفہ کو چنا ہے۔ پس خلیفۃ المسیح تازہ مسائل اور کمزوریوں کی نشاندہی کرکے حل تجویز فرماتے ہیں اور الفضل اس کو عام کرنے کی سعادت پاتا ہے اور الفضل سے اخذ کرکے تعلیم وتربیت سے متعلقہ نظارتیں رسوم ورواج کے موضوعات پر الگ الگ اور اجتماعی کتب، پمفلٹ، دوورقے تیار کرکے گھر گھر پہنچانے کا انتظام کرتی ہیں اور یوں قوم کے ہر فرد تک ہر نئے جراثیم کا تدارک اور ہر زہر کا تریاق مہیا ہوتا جاتا ہے۔

جس ضرورت کی تکمیل کے لئے الفضل نے یہ بیڑا اٹھا تھا وہ اس قدر طویل اور سلسلہ در سلسلہ ہے کہ صاحب ذوق ضرور حظ اٹھاتے ہیں، اولاً الفضل خلیفۃ المسیح کے زندگی بخش، علم ومعرفت سے بھرپور تازہ بتازہ پیغام افراد جماعت تک پہنچاتا ہے اور پھر الفضل میں شائع کرنے کے لئے جب مضامین کی ضرورت پوری کرنی ہو تو ان مضامین کی تیاری میں خلفاء کی تقاریر سے ہی خوشہ چینی کی جاتی ہے۔

پس خلفاء کے مقدس لبوں سے نکلنے والے تمام تر موتی اور جان بخش تعویذ اپنے پیارے متبعین تک اولاً الفضل کے صفحات کے توسط سے ہی پہنچا کرتے ہیں اور شروع سے یہ طریق رہا ہے کہ الفضل پہلے ہر خطاب کا خلاصہ یا مکمل متن پیاسوں تک پہنچاتا ہے اس تازہ بتازہ نور سے تمام جماعت فیض اٹھاتی ہے اسی خلاصہ یا متن کے متفرق زبانوں میں تراجم دنیا بھر میں پھیلی جماعتوں تک پہنچتے ہیں اور خطبات کا یہی متن بعد ازاں مبسوط کتابی شکل اختیار کرکے ریفرنس بک بن جاتے ہیں بطور مثال خطبات محمود کی جلدیں،

خطبات ناصر کی جلدیں، خطبات طاہر کی جلدیں اور خطبات مسرور ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس کی ہر سال شائع ہونے والی زندگی بخش جلدیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہ لائبریریوں کی زینت بننے والے خوبصورت اور ضخیم کتب کے سیٹ اولاً الفضل میں شائع ہوئے اسی طرح خلیفۃ المسیح الثانی کی تقاریر وخطابات اولاً الفضل میں ہی شائع ہوئیں اور پھر انوار العلوم کی متعدد جلدوں میں کتابی شکل پکڑی۔

☆......**تیسری ضرورت:**

احمدی جماعت کو تاریخ اسلام سے واقفیت دلانا ضروری ہے۔ خصوصاً رسول کریم ﷺ (فداہ امی وابی) اور صحابہ کی تاریخ سے۔

الفضل کے مضامین کی خاص ممتاز کرنے والی خوبی یہ ہے کہ سیرت النبی ﷺ اور صحابہ کی سیرت وسوانح پر یہ مضامین محض عمومی سیرت کے مضامین نہ ہیں بلکہ ہر پہلو سے احاطہ کرنے والے ہیں یہ اس زمرہ اخیار کے حسن کی تصویر بھی دکھاتے ہیں اور احسان کا شمار کی کرنے کی بھی سعی کرتے ہیں تا دنیا کو ان ستاروں کی روشنی سے اندھیری راتوں میں مشعل نور مہیا ہوسکے جو ہر چھوٹے بڑے گھڑے میں گرنے سے بچالیں۔ الفضل کے اس بابت مضامین میں زمانہ حال یا ماضی کے تمام معترضین کے ہر چھوٹے بڑے اعتراض کا کافی و شافی جواب مل سکتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس میدان میں بھی سب سے زیادہ حصہ خلفاء احمدیت کا ہے۔ اور اس نعمت باری تعالیٰ یعنی خلافت کی دی ہوئی روشنی اور اصولوں کی پابندی کرکے احمدی محققین صحابہ کرام کی شان میں مضامین تیار کر کے الفضل کو بھجواتے ہیں۔ الفضل میں قسط وار چھپنے والے یہی مضامین ازاں بعد کتابی صورت اختیار کر کے ریفرنس بک بن جاتے ہیں۔

(اس موضوع پر ایک الگ مضمون پیش کیا جارہا ہے)

☆......**چوتھی ضرورت:**

ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی اکثر قوموں میں اس وقت بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف بغض وعناد کا دریا جوش مار رہا ہے.......... اور اس سلسلہ میں ہندوستان میں بھی ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا...... کہ عجیب عجیب رنگ سے بدظنیاں پھیلا رہا ہے...... اور چونکہ ہمارا کوئی ایسا اخبار نہیں کہ جو سیاست کے اہم مسائل پر اس نقطہ خیال سے روشنی ڈالے کہ جو حضرت صاحب نے قائم کی ہے۔ اس لئے خطرہ ہے کہ ہم میں سے بعض احباب اس رو میں نہ بہہ جائیں اس لئے ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حضرت صاحب کی تحریروں کی روشنی سے روشنی ڈالی جائے اور احمدیوں میں اس سیاست کو رائج کیا جائے جو حضرت صاحب نے پیش کیا۔

سیاسی میدان میں جماعت احمدیہ کی بذریعہ الفضل خدمات کا سلسلہ اس قدر وسیع اور ناقابل فراموش ہے کہ الگ جامع مضمون کا متقاضی ہے۔ اور اس کا سلسلہ روز اول سے جاری وساری ہے۔ مثلاً ایک دفعہ علم ہوا کہ صدر خلافت کمیٹی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی نجات ان کی اپنی تنظیم میں مضمر ہے لہٰذا مسلمانوں کو اپنے تمام اختلافات دفن کرکے متحد طور پر کام کرنا چاہئے۔ الفضل نے اس مشورہ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔

اور جب ایک لمبی اور گھمبیر جدوجہد کے بعد مسلمانوں کے الگ وطن کا خواب پورا ہوگیا تو جب بھی مادر وطن کو، آج تناور درخت کی صورت میں قائم ہے، اپنی نشوونما، تعمیر وترقی کے لئے خون جگر کی ضرورت درپیش ہوئی تو الفضل صف اول میں رہا۔ آج اگر کوئی کہتا پھرے کہ یہ وطن ہمارا نہیں تو اس کی مرضی۔

اگر وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو کبھی امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ کہہ کر عالمی سربراہان کو مجموعی پیغام حق پہنچایا جاتا ہے اور پھر الٰہی اشارے کے ماتحت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بین الاقوامی سطح پر قابل ذکر صدران و وزراء اعظم کو فرداً فرداً انفرادی خطوط لکھ کر تیسری عالمی جنگ کے شعلوں پر پانی پھینکنے کی سعی میں مصروف ہیں اور بانی جماعت احمدیہ اور مسیح ومہدی آخر زمان کے خلیفہ کی حیثیت سے مخاطب ہوکر تحریر کردہ ان خطوط کا اردو مفہوم درج کر کے الفضل اپنے قارئین کو درست طرز تخاطب بھی سکھاتا ہے اور امن عالم کی اصل صورت حال سے بھی دنیا کو بین السطور مطلع کررہا ہے۔

اس ضرورت کے بیان میں بانی الفضل حضرت مصلح موعود جس ہندوستانی گروہ کا تذکرہ فرما رہے ہیں اس کا پس منظر یہ ہے کہ اس گروہ کے قائد مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر ''الہلال'' تھے جو سید جمال الدین افغانی کو عہد آخر کے پیغمبرانہ اوصاف رکھنے والے مصلح یقین کرتے تھے۔

(الہلال 12 جولائی 1912ء صفحہ 5 کالم 2)

اور مسلمانان ہند کو بالآخر کانگریس کی چوکھٹ پر جھکا دینے کی درپردہ کوششوں میں مصروف مسلمانوں کا بیشتر حصہ ان کے عزائم سے ابتداء بے خبر تھا۔ مگر حضرت مصلح موعود نے ان کے طرز تحریر سے ان کے مقاصد کو بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ وہی آزاد جنہوں نے پہلے عالم اسلام کے مسائل میں گہری دلچسپی لے کر مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرلی تھیں۔ الہلال 10 دسمبر 1913ء میں کھل کر کہنے لگے:

''وہ زمانہ گیا جب انڈین نیشنل کانگریس کی شرکت کے تصور سے مسلمان کانپ اٹھے تھے.......... کسی مسلمان کے لئے سب سے بڑی گالی یہ تھی کہ اسے کانگریسی کہہ دیا جائے اب تو وہ کلمہ حق جو حسین بن منصور کی زبان سے نکلا تھا خود علی گڑھ کی در و دیوار سے اثبات وجود کررہا ہے.......... اب مسلمان کانگریس میں شریک ہوں یا نہ ہوں مگر ملک کی ایک ہی سچی اور صادق العمل جماعت نے اپنی استقامت اور راستبازی سے ان کی ضد اور ہٹ پر فتح ضرور پانی ہے۔'' قبل ازیں 3 دسمبر 1913ء کے شمارہ میں انہوں نے صفحہ اول پر گاندھی جی کی تصویر شائع کی اور نیچے لکھا۔ ''رئیس الاحرار مسٹر گاندھی''

یہ تو بیرونی خطرات کی ایک جھلک تھی جس کے سدباب کے لئے بروقت درست طریق پر الفضل نے اپنی کامیاب مساعی شروع کردی۔ بانی الفضل کو اندرونی لوگوں کی بھی حقیقی اصلاح مقصود تھی اور بیرونی اثرات کی رو میں بہہ کر اپنے لوگ حضرت مسیح موعود کے حقیقی پیغام سے روگردانی نہ شروع کردیں۔ اس خطرہ کا ایک نظارہ تاریخ احمدیت کی جلد سوم کے صفحہ 488 کے اس اقتباس ہوتا ہے:

''یہ خطرہ ایک حقیقی خطرہ تھا جس کی بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے تبلیغ اسلام پر جہاں دوسرے مسلم زعماء سے ساز باز کی وہاں مولانا آزاد اور ان کے الہلال سے بھی گہرے روابط پیدا کر لئے تھے چنانچہ انہوں نے الہلال میں متعدد مضامین لکھے۔ مولانا آزاد نے صرف کلکتہ میں خواجہ صاحب کے حق میں پرجوش تقریر کرکے ریزولیوشن پاس کرایا بلکہ الہلال میں ان کی زبردست تائید کی اور لکھا ''خواجہ صاحب کی نسبت مجھے یقین ہے کہ وہ خلوص وایثار کے ساتھ اس خدمت میں مصروف ہیں'' الہلال کے کالموں میں مشہور سیاسی لیڈر مسٹر بشیر حسین قدوائی کا ایک خط چھپا جو انہوں نے لندن سے بھیجا تھا کہ ''جب سے میں آیا ہوں ہر جمعہ کی نماز میں شریک ہوا ہوں اور خواجہ کمال الدین صاحب کے وعظوں کو دلچسپی اور غور سے سنا ہے کبھی کسی وعظ میں سہو سے بھی انہوں نے احمدی ہونے کا خیال نہیں کیا۔ ان سے گفتگو ہوئی۔ معلوم ہوا کہ گو وہ احمدی ضرور ہیں مگر اس کو محض ایک ذاتی معاملہ سمجھتے ہیں.......... وہ خالص احمدیت کی تبلیغ ہرگز ہرگز نہیں کرتے۔ حاشا نہیں کرتے۔ وہ خالص ...... کی تبلیغ کرتے ہیں اس (دین) کی تبلیغ کرتے ہیں جو قرآن میں ہے۔'' ان حالات میں بالکل واضح بات ہے کہ سیدنا بانی الفضل حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی فہم وفراست سے پھوٹنے والا خدشہ ظاہر کرنا کہ احمدیہ جماعت اور احمدی احباب الہلال کا ہمنوا پاکر کہیں مولانا آزاد کی سیاسی تحریک میں نہ بہہ جائیں ہرگز بے محل نہیں تھا''

تحریک پاکستان کی جدوجہد کے سلسلہ میں الفضل نے جس بے لوث اور بے غرض رہنمائی کا بیڑہ اٹھایا تھا وہ قیام پاکستان کے بعد ترک نہ کردیا۔ تحریک پاکستان کے ہر ایک مرحلہ پر اور ہر نازک موقع پر بانی الفضل نے جامع ومانع رہنمائی اور مدد فرمائی وہ اولین الفضل کے توسط سے متحدہ ہندوستان کے وسیع ترین رقبہ کے کونے کونے میں پہنچا کرتی تھیں۔ ملت کے فدائی المصلح الموعود کے قیام پاکستان کے بعد لابدی امور پر لیکچرز کا مضمون وسیع تر طبقہ تک الفضل کے ذریعہ پہنچا۔ حتی کہ قوم کے درد سے پُر سینے والے اس وجود نے قیام پاکستان کے بعد الفضل کے متعدد اداریئے خود تحریر کئے یا کروائے تا قوم کی درست سمت میں رہنمائی ہوسکے اور نوزائیدہ مملکت کی مستقیم اور مضبوط بنیادیں استوار ہوسکیں۔

اسی سلسلہ میں کشمیر کمیٹی کا پروپیگنڈا جس نے ظالم حکمرانوں اور بے حس امراء کو خواب غفلت سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا، تب بھی دکھی عوام کی اس خدمت میں یہ بڑا حصہ الفضل کو نصیب ہوا۔ جنگ عظیم اول کا پس منظر ہو یا جنگ عظیم دوم کی تباہ کاریاں اور مستقبل کے خدشات، عرب ممالک کی آزادی کا مطالبہ ہو یا دنیا میں بسنے والے کسی بھی مسلمان طبقہ کے حقوق کی حفاظت کا سوال ہو پر درد دل کے مالک اور تمام انسانیت کے بہی خواہ خلیفۃ المسیح کی طرف سے مسلم دنیا کو اعانت الفضل کے اوراق سے آگے بڑھا کرتی تھی۔

الغرض الفضل نے روز اول سے جماعت احمدیہ کے ایک ننھے پودے کو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی حتی المقدور سعی شروع فرمادی اور حضرت مسیح موعود کے خداداد علم الکلام کو کماحقہ درست ترین شکل میں زمانہ کی ضرورت کے عین موافق روز بروز قارئین کو پہنچا رہا ہے۔

پانچویں ضرورت:

''احمدی جماعت میں تعلیم کا پھیلانا''

احمدیوں کے علاوہ عام مسلمانوں میں تعلیمی صورت حال پر بھی گہری نظر رکھتے ہوئے الفضل نے متعدد کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ اس بابت دقت نظری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ افواہ مشہور ہوئی کہ اورینٹل کالج لاہور اور السنہ شرقیہ کی حیثیت اور وقعت کم کرنے کی تجاویز پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقاتی کمیشن کے زیرغور ہیں۔ اخبار الفضل نے اس پر لکھا کہ ''مسلمان قطعاً برداشت نہیں کریں گے کہ وہ زبانیں جو ان کی تہذیب، ان کے تمدن، ان کی شاندار روایات، ان کے اسلاف کے بے مثال کارناموں اور ان کے علوم کی حامل ہونے کے علاقہ ان کے مذاہب کی بھی محفوظ کئے ہوئے ہیں انہیں ایسے صوبہ میں جہاں تمام دوسری اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے نذر تغافل ہونے دیں۔ اور الفضل کی ایسی ہی کوششوں کی قدردانی تھی کہ ایک

وقت آیا کہ پنجاب یونیورسٹی نے السنہ شرقیہ کے امتحانات کا امتحانی مرکز ہی قادیان میں قائم کرنا شروع کردیا۔

تعلیم کے پھیلاؤ کے لئے جماعت احمدیہ کی روز اول سے جو کوششیں رہی ہیں ان کا احاطہ اور قدردانی تاحال ایک قرض ہے، خلفاء احمدیت کی اس بابت بہت زیادہ توجہ اور رہنمائی رہی ہے مثلاً خدام الاحمدیہ کی ایک اہم اور بنیادی ذمہ داری قرار پائی تھی کہ ان پڑھ لوگوں کو مرحلہ وار ایک نظام کے تحت لکھنا پڑھنا سکھائیں گے، مدارس کا قیام، تعلیم بالغاں، اعلیٰ تعلیم کی تحریکات، تعلیمی وظائف، تعلیم الاسلام کالج کی تاریخی خدمات، پائلٹ بننے کی تحریک، فوجی فنون سیکھنے کی تحریک، خلیفۃ المسیح الثالث کا وسیع تعلیمی منصوبہ، تقریباً تمام بڑے ممالک کی یونیورسٹیوں میں غیر معمولی تعلیمی کارنامے سرانجام دینے والے طلباء میں گولڈ میڈلز کی تقسیم، ایک باقاعدہ انتظام کے تحت احمدی طلباء وطالبات کی سہولت اور مدد کے لئے تمام ملکی تعلیمی اداروں میں داخلہ جات اور دیگر ضروری معلومات وغیرہ احمدی احباب تک بذریعہ الفضل پہنچا کرتی ہیں۔

احمدی طلباء کی تعلیمی کامیابیوں کا اعلان الفضل کے توسط سے جب لوگوں میں عام ہوتا ہے تو اس سے جہاں وہ طالب علم ذاتی طور پر اپنی تعلیم اور زیادہ سنجیدہ ہوجاتا ہے وہاں دیگر احمدی طلباء کے لئے مشعل راہ اور ہمت افزائی کا موجب بنتا ہے نیز کسی بھی احمدی کی کامیابی اور ترقی پر جماعت کے بزرگان کی غائبانہ دعاؤں کی موجودگی سے لحہ بھر بھی انکار مشکل ہے۔ الفضل کا یہ شعبہ اتنا جامع اور دلچسپ ہے کہ جماعت احمدیہ کے واحد نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے میٹرک سے نوبیل انعام تک تعلیمی اور تحقیقاتی سفر کے حوالے بصورت اعلان وخبر الفضل کے اوراق سے میسر آسکتے ہیں۔

چھٹی ضرورت:

''آپس میں تعارف اور میل ملاپ کو ترقی دینا اور مصالحت''

اس اساسی ضرورت کی تکمیل کے لئے الفضل نے روز اول سے ہمہ گیر اقدامات کئے۔ دراصل نظام خلافت کی روح کو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ خلیفہ وقت اور ساری جماعت ایک ہی وجود کی طرح باہم منسلک ہوتے ہیں۔ اولاً خلیفۃ المسیح کی صحت وسلامتی اور معمولات کا علم احباب جماعت کے لئے زندگی کی ڈوریں ہیں۔ تاریخ احمدیت بتاتی ہے کہ جب ایک دفعہ ناعاقبت اندیش گھٹیا دشمن نے خلیفۃ المسیح کی اچانک وفات کی جھوٹی خبر بنا کر وسیع الاشاعت اخبار میں شائع کروادی تو مخلصین کی گردنوں پر چھریاں چل گئیں، دل بند ہوگئے۔ اور جماعت کی خلیفۃ سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ اس افواہ کی تردید مل جانے کے باوجود لوگ دیوانہ وار اپنے اہل وعیال سمیت روتے پیٹتے لمبے سفر کرکے پہنچے کہ کسی طرح اپنی آنکھوں سے خلیفۃ المسیح کو بسلامت تمام دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرسکیں۔ ایسی جماعت کے لئے الفضل کا ''مدینۃ المسیح'' کا کالم جام زندگی سے بڑھ کر ہے۔ اور یہ چار سطریں اطلاعات واعلانات کے شعبہ کی سرتاج ہیں جن کو پڑھ کر چار دانگ عالم میں بسنے والے احمدی خلیفۃ المسیح کی صحت وسلامتی اور خاندان حضرت مسیح موعود کے احوال سے واقفیت پاتے تھے اور آج یہ سلسلہ ''دورہ جات خلیفۃ المسیح کی رپورٹنگ'' کی شکل میں تشنگی کو کم بھی کر رہا ہے اور بڑھاتا بھی ہے۔

اب اگر ایک طرف جماعت احمدیہ کے مخلصین خلیفہ وقت کی صحت وسلامتی کی خبر پا کر سجدہ شکر بجالاتے ہیں اور بیماری کا سن کر اس شعر کے مصداق بن جاتے ہیں:

قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

وہاں ایسے واضح اشارے موجود ہیں کہ جماعت کے دکھ درد کی اطلاع جہاں انفرادی طور پر خلیفۃ المسیح تک پہنچتی ہے وہاں الفضل کا شعبہ اطلاعات واعلانات بھی ایک وسیلہ کا کام دیتا ہے۔ بلکہ خود خلیفۃ المسیح ایسے مخلصین کے سامنے اظہار فرما چکے ہیں کہ فلاں کی وفات کی اطلاع الفضل سے ملی۔ وغیرہ وغیرہ

اطلاعات واعلانات کے ضمن میں میرا اندازہ ہے کہ الفضل تاحال یکتائے روزگار ہے۔ ذرہ اندازہ کریں کہ ایک احمدی کی زندگی کا روز اول سے وفات تک تمام ریکارڈ الفضل سے جمع کیا جاسکتا ہے اور جہاں یہ الفضل کی بہت خاص خدمت ہے وہاں احمدیہ جماعت کے مربوط نظام اور الفضل کی ساکھ پر غیر معمولی اعتماد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مثلاً ایک احمدی اس مادی دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو الفضل پر اعلان ولادت کے عنوان کے تحت اس کی ولادت کی تاریخ، والدین، آباء واجداد کا ذکر آجاتا ہے حتیٰ کہ اس نوزائیدہ احمدی کا نام تجویز کرنے والی ہستی کا بھی تذکرہ مل جاتا ہے۔ یہ احمدی ذرا بڑا ہوتا ہے تو قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کرنے کی سعادت پاتا ہے تو الفضل کے توسط سے ساری جماعت کو علم ہوجاتا ہے کہ فلاں احمدی نے اتنی عمر میں قرآن کریم کا دور مکمل کرلیا ہے اس کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت کس کے حصہ میں آئی اس آمین کے اعلان سے ایک وسیع طبقہ اثر لیتا ہے یوں الفضل قوم میں قرآن پڑھنے اور پڑھانے کی مہم میں مہمیز کا کام کرتا ہے۔ یہ احمدی جب اپنے زمانہ طالب علمی میں کوئی خاص علمی، ورزشی کام کرتا ہے تو الفضل پھر خدمت میں حاضر ہے۔ الفضل پر اپنے بے پناہ اعتماد کا ثبوت ہر ایک احمدی اس طرح دیتا ہے کہ وصیت کے نظام میں شامل ہوکر الفضل کے ذریعہ ہر خورد وکلاں کو اپنے تمام تر اثاثوں کی تفصیل مہیا کردیتا ہے حالانکہ دنیا میں اس کام کے لئے محکمے مخصوص ہوتے ہیں جو اکثر ممالک میں تمام تر وسائل کے باوجود لاحاصل یا نامکمل سعی ہی کرپاتے ہیں۔ لیکن آفرین ہے الفضل پر کہ احمدی خود اپنے اثاثوں کی تمام تر تفصیل درج کروادیتے ہیں۔ آگے بڑھیں تو یہی احمدی جب نکاح وشادی کا مرحلہ طے کرتا ہے تو اپنے اور نئے ملنے والے خاندان کا تعارف، حق مہر، نکاح خواں، مقام نکاح وغیرہ سب کچھ الفضل کے ذریعہ عام کردیتا ہے۔ اولاد کی نعمت ملتی ہے تو خوشی خوشی الفضل کو بتادیتا ہے۔ اپنی عملی زندگی میں کوئی بھی خاص خوشی یا کامیابی ملتی ہے تو پھر الفضل سے رابطہ کرتا ہے۔ قضاء وقدر سے خود پر یا کسی پیارے پر کوئی بیماری یا تکلیف وارد ہوتی ہے تو الفضل کے قارئین کو دعا کے لئے کہتا ہے۔ بالآخر جب دم واپسیں آتا ہے تو اس احمدی کے ورثاء الفضل کے ذریعہ ساری جماعت کو اطلاع دیتے ہیں کہ وہ احمدی بچہ جس کی ولادت کی خبر تمام قارئین نے پڑھی تھی وہ فلاں تاریخ کو فلاں بیماری سے فلاں جگہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا ہے، جنازہ، تدفین، ورثاء کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ چیدہ چیدہ خوبیوں اور صفات کا مختصر الفاظ میں ذکر کرکے قارئین کو دعا مغفرت کا پیغام پہنچادیا جاتا ہے۔

ساتویں ضرورت:

''احمدی جماعت کو دنیا کی ترقی سے آگاہ کرنا''

دنیا میں اخبارات عموماً ایک رنگ اور طرز لے کر چلا کرتے ہیں لیکن الفضل کا یہ خاصہ رہا ہے کہ اس میں صرف مذہبی زندگی سے متعلقات ہی جگہ نہیں پاتے بلکہ خشک علماء کے نزدیک دین سے دور قرار پانے والے موضوعات بھی زینت بنا کرتے ہیں۔ مثلاً دنیاوی ترقیات میں شعبہ طب سے متعلقہ جدید معلومات نہ صرف الفضل میں شائع ہوتی ہیں بلکہ قارئین کی ایک کثیر تعداد اس سے استفادہ کرتی ہے مثلاً ٹیکہ Hepolon اور اس کے استعمال میں ضروری احتیاط، علم یوگا کی حقیقت، فن جراحی کی حیرت انگیز ترقی، فوائد کے لحاظ سے گائے بہتر ہے یا بھینس؟ پراسرار بیماریوں کے تباہی خیز اثرات، مچھر مکھی اور چوہے، وغیرہ وغیرہ جیسے مضامین شائع ہوئے۔ جب دنیا کے کونے کونے میں خدمات میں مصروف مربیان کی مساعی الفضل میں شائع ہوتی ہے تو قارئین کو تازہ اور باوثوق معلومات میسر آتی ہیں۔ الفضل میں سفرنامے شائع ہونے سے قارئین کو مالٹا جیسے چھوٹے سے ملک کا رہن سہن بھی معلوم ہے اور انہیں افسانوی طرز پر معروف افریقہ کے تپتے صحراؤں کی بجائے وہاں جابجا موجود فطرت کی رنگینیوں اور بدلتے ہوئے طرز زندگی پر اطلاع ملتی ہے۔ الفضل کے قارئین بیٹھے بٹھائے درہ شمشال کا سفر تمام تر جزئیات کے ساتھ کرآتے ہیں اور ایک ہی نشست میں ملک شام کے تین تین قلعے بھی گھوم آتے ہیں الغرض الفضل اپنے قارئین کو تاریخی لحاظ سے اہم مقامات پر بھی لے جاتا ہے اور جدید سائنس کے کرشمے بھی دکھاتا ہے اور ان سے عجائبات عالم میں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں رکھتا ہے۔ احمدی احباب الفضل پڑھ کر یورپ میں بمقام سرن قائم دنیا کی جدید ترین اور اب تک کی سب سے مہنگی سائنسی تجربہ گاہ کا حال جزئیات سمیت، وہاں مصروف کار ایک احمدی ماہر فن کے حوالہ سے معلوم کرلیتے ہیں۔

آٹھویں ضرورت:

(دعوت الیٰ اللہ) کے لئے کوشش کرنا اور جن ممالک میں (دعوت الیٰ اللہ) نہیں ہوئی۔ ان کی طرف توجہ کرنا اور دشمنان دین کی تبلیغی کوششوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

اس عظیم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے الفضل اس حد تک مستعد تھا کہ ہر بظاہر چھوٹے سے چھوٹے معاملہ پر بھی گہری تحقیق کے بعد پراثر بات بیان کیا کرتا تھا جیسے متحدہ ہندوستان میں مانگرول کاٹھیاواڑ میں ایک چھوٹی سی مسلمان ریاست تھی۔ ہندو ذبیحہ گائے کا سوال اٹھا کر اس میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور آریہ اخبار نواب صاحب مانگرول کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ جس کے خلاف الفضل نے آواز بلند کی۔

ساری دنیا میں دعوت الی اللہ کے منصوبے، یوم پیشوایان مذاہب کی تمام تقاریب کی رپورٹنگ، اس کے اثرات اور دور رس نتائج، دعوت اللہ کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹیں، مصائب، ایمان افروز واقعات، میدان عمل میں اٹھنے والے فتنے، اعتراضات، ان کے جوابات، مشن ہاؤسز کی کارگزاریاں، بیوت الذکر، جلسے، تربیتی اور تعلیمی کانفرنسز، تراجم قرآن کریم، نمائشیں، مصیبت زدہ مخلوق خدا کی ہیومینٹی فرسٹ کے توسط سے بےلوث دادرسی اور اس کے ثمرات الغرض وسیع تر تناظر میں اس مذکورہ بالا ضرورت کی تکمیل میں الفضل کی خدمات نہایت غیر معمولی اور بیش از پیش ہیں۔

بلاشبہ بانی الفضل کی دوربین نگاہ کے فیض سے الفضل کی صورت میں وہ ہیرا تراشہ گیا ہے کہ اس کی عملی تاثیر کا ثبوت اس نقشہ سے واضح ہوسکتا

ہے۔مثلاً ایک گھر میں عام اخبار آتا ہے وہ قارئین صبح سویرے اخبار کے صفحات پلٹتے جاتے ہیں اور قتل، اغوا، بدکاری، نت نئے جرائم، سفاکی کی داستانوں ،کرپشن، رشوت، جھوٹ ، دھوکے اور فحاشی کے سیلاب کی زد میں آتے جاتے ہیں۔ جب ان سے اگلے دروازے پر احمدی گھر میں اخبار کا پرچہ آتا ہے اس خاندان کو اخبار کھولتے ہی قال اللہ اور قال الرسول سے واقفیت ہوجاتی ہے، بانی جماعت احمدیہ، خلفاء راشدین وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، خلفائے احمدیت اور مقدس رفقاء کی سیرت اور اقوال قاری کو نئی روح دیتے ہیں۔ صفحہ اول پر ہی دائیں کالم میں خلفاء احمدیت کی تحاریک میں کسی تحریک کا اعادہ قوت فیصلہ کا مددگار بن جاتا ہے۔اسی کالم میں کسی احمدی کی کامیابی کا ذکر مہمیز کا کام دیتا ہے اور جماعتی خدمت میں اپنی عمر عزیز خرچ کرنے والے کسی بزرگ کی بیماری کی اطلاع، کسی شہید کے اوصاف کا تذکرہ کسی بھی زندہ انسان کو جسم سے روح تک گداز کرنے کو کافی ہوا کرتا ہے الغرض الفضل کا قاری اخبار کے اوراق پلٹتا جاتا ہے ایمان و یقین، حقیقی علم، معرفت اور تعلق باللہ، ہمدردی مخلوق اور خداخوفی میں ترقی اور رفعت پاتا جاتا ہے۔

الغرض ان آٹھ ضروریات اور ان سے چھوٹے والی دیگر ذیلی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے الفضل کے اجراء سے آج کل جو قطرات حیات یا کلیاں جمع ہوتی رہیں وہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق اب کئی جلدوں میں اہل علم کے لئے بالافراط میسر ہیں۔جس کی چند مثالیں خطبات محمود وغیرہ کے علاوہ مضامین بشیر، مضامین میر اسماعیل وغیرہ وغیرہ ہیں۔

زمانہ حال میں خلیفۃ المسیح کے عالمگیر دورہ جات کی رپورٹنگ شائع کرکے الفضل زیر نظر آٹھوں کی آٹھوں ضروریات کو کما حقہ پورا کر رہا ہے۔ کیونکہ آج تمام مومنین کی انفرادی زندگی اور احمدیت من حیث الجماعت، خداتعالیٰ کی قائم کردہ خلافت حقہ احمدیہ کے آسمانی اور بے مثل نور سے خطرناک گھاٹیوں میں راہ پکڑتی، اسی دست شفا سے سراغ زندگی پاتی، اسی سنگ پارس سے مس ہو کر ذرہ بے نشاں سے بدل کر اپنی وقعت بناتی، اسی چراغ سے اندرونی وبیرونی اندھیرے مٹاتی، اسی پنگھٹ سے شراب زندگی پیتی، اسی مسیحا سے روحانی وجسمانی حیات کی ضمانت حاصل کرتی، اسی کی نگاہ میں پناہ تلاش کرتی اور پھر اسی ہاتف سماوی کی اطاعت کرنے اور اسی دلبر پر قربان ہونے کا عزم کرکے ہمیشگی کی وارث بننے کی سعی سعید میں شب وروز مصروف ہے۔اور الفضل گزشتہ ایک سو برس سے اس نادر روزگار سفر میں ایک مفید ترین وسیلہ بننے کی سعادت سمیٹ رہا ہے!!!!اللھم زد فزد..........

ترجمان اہلِ وفا

یہ خزانہ ہے جو ہے سارے کا سارا آپ کا
یہ جریدہ اور اس کا ہر شمارہ آپ کا

حضرتِ فضلِ عمر کے عزم و ہمت کا نشاں
حوصلے بڑھا رہا ہے ہر اشارہ آپ کا

اس میں ملفوظات و ارشادات کی ہے روشنی
جس سے روشن ہوگا قسمت کا ستارہ آپ کا

ہر ورق پہ ہیں رقم اس کے روایاتِ کہن
ہے یہ تہذیب و تمدّن کا ادارہ آپ کا

راہ سے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھلاتا رہا
بحرِ ظلمت میں ہے یہ روشن منارہ آپ کا

آئینہ بن کے دکھایا آپ کے احوال کو
یہ کراتا آپ کو ہے خود نظارہ آپ کا

آپ کا اس کو تعاون ہر گھڑی مطلوب ہے
ہاں یہ پرچہ ہے جو ہے سب کا ہمارا آپ کا

اہل 'پیغامِ صلح' کو اس نے یہ بتلا دیا
قادیاں کے بِن نہیں ہوگا گزارا آپ کا

ترجماں اہلِ وفا کا یہ رہا ہر دور میں
اس نے ہر اک عہد میں قرضہ اُتارا آپ کا

''ہے رضائے ذاتِ باری اب رضائے قادیان''
ہے خدائے قادیاں ہی خود سہارا آپ کا

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ

مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

الفضل کے ذریعہ تعارف ہوا

اخبار الفضل سے خاکسار کا گہرا تعلق 1998ء میں پیدا ہوا۔مکرم عبدالسمیع خاں صاحب اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے تو ان کی ترغیب وتحریص اور راہنمائی سے خاکسار جیسا ایک اناڑی بھی لکھاری بن گیا۔روزناموں کے علاوہ الفضل کے خاص نمبرز میں بھی خاکسار کے مضامین شائع ہونے لگے۔

''شذرات'' کے عنوان سے ہفتہ وار کالم بھی تقریباً دواڑھائی سال تک خاکسار کے نام سے شائع ہوتا رہا۔جو احباب جماعت میں دلچسپی سے پڑھا جاتا رہا۔ایک دفعہ خاکسار اوکاڑہ شہر کی مرکزی احمدیہ بیت الذکر میں موجود تھا۔مکرم مربی صاحب جو اس وقت وہاں متعین تھے انہوں نے ایک احمدی نوجوان سے مجھے ملوایا اور بتایا کہ یہ نوجوان آپ کو ملنے کا بڑا مشتاق تھا۔اس کو آپ کا کالم شذرات بہت پسند ہے۔ خیر اسی طرح اندرون اور بیرون ملک اس کالم کی وجہ سے خاکسار کا دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احباب جماعت میں تعارف پیدا ہوا۔الفضل کے ذریعہ ہمارے گھرانے کے بزرگوں اور عزیزوں کے حالات آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ ہوئے۔

میرے دادا جان محترم چوہدری محمد علی صاحب پٹواری آف چونڈہ ضلع سیالکوٹ جو رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔انہوں نے اپنے وصیت فارم پر اپنی بیعت کا سن اپنے ہاتھ سے 1904ء لکھا تھا۔ ان کے حالات زندگی دو دفعہ الفضل میں شائع ہوئے۔ پھر والدہ محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ اور دو بھائیوں مکرم مظفر احمد باجوہ صاحب اور مکرم مبارک احمد باجوہ صاحب کے حالات زندگی الفضل میں شائع ہوکر محفوظ ہوئے۔

جہاں خاکسار کو اس اخبار کے ذریعہ عزت اور شہرت ملی وہاں اس اخبار کی ایک اہم خدمت بھی خاکسار کو توفیق ملی۔1998ء سے 2011ء تک سال وار (سوائے 2010ء کے) انڈیکس کا بڑا حصہ مرتب کرنے کا موقع ملا۔جس میں عمومی موضوعات کے علاوہ شخصیات، مقامات اور کتابیات کا حصہ بھی شامل ہے۔اس خدمت کا موقع بھی محترم مولانا عبدالسمیع خاں صاحب کی تحریک سے ہی ملا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دل کی گہرائیوں سے

الفضل کی صد سالہ جوبلی مبارک

نذیر حسین نعیم
ناظم علاقہ واراکین عاملہ واراکین انصاراللہ علاقہ بہاولپور
رحیم یارخان ۔ بہاولنگر

خلیفہ وقت کی محبت وشفقت اور دعاؤں کے فیض کا سلسلہ بہت وسیع ہے

چوہدری حمید اللہ باجوہ
ناظم ضلع واراکین عاملہ وزعماء ضلع
واراکین انصاراللہ ضلع بہاولپور

''الفضل'' کے قارئین ۔ انتظامیہ اور کارکنان کو صد سالہ اشاعت پر بہت بہت مبارکباد اللہ تعالیٰ جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقیات سے نوازے ۔ آمین

اراکین وممبران مجلس عاملہ انصاراللہ

ضلع اسلام آباد

محبت سب کے لئے ۔ نفرت کسی سے نہیں

صدرواراکین عاملہ واراکین جماعت احمدیہ چک 6/11-L
ضلع ساہیوال

جماعت احمدیہ کے بابرکت دور کی ترقیات اور الفضل کی صد سالہ جوبلی مبارک ہو

زعیم واراکین عاملہ واراکین مجلس انصاراللہ چک 6/11-L
ضلع ساہیوال

خونِ شہیداں امت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا

صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماء اللہ واراکین ناصرات الاحمدیہ
چک 6/11-L ضلع ساہیوال

پیارے آقا کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں

صدر لجنہ ضلع

وصدران لجنہ ضلع واراکین عاملہ ضلع
واراکین لجنہ اماء اللہ ضلع
واراکین ناصرات الاحمدیہ
ضلع رحیم یارخاں

محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن

بچپن سے بڑھاپے تک کا رفیق سفر

روزنامہ الفضل سے میرے تعلق تعارف اور استفادہ کا سفر ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ پر پھیلا ہوا ہے۔ قادیان دارالامان سے ہجرت کے بعد ہم کچھ عرصہ چینوٹ میں رہے پھر احمد نگر آ گئے اور بچپن کا زمانہ وہیں گزرا۔ سب سے پہلے میں نے الفضل اسی جگہ دیکھا۔ پرائمری سکول میں تھا اور اردو لکھنا پڑھنا سیکھ رہا تھا۔ ان دنوں گھر میں الفضل آتا تو اسے دیکھتا اور پڑھنے کی کوشش کرتا۔ یہ گویا میرا پہلا تعارف تھا اس عظیم روزنامہ اخبار سے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر دور میں جماعت کا ترجمان اور خلافت سے تعلق کا از حد مفید ذریعہ رہا ہے۔ **اب تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی سفر یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے چند دن الفضل پڑھنے کا موقع نہ مل سکے تو زندگی میں ایک خلاء محسوس ہونے لگتا ہے۔** اسی عرصہ میں غالباً 1952ء میں مجھے اپنے خالو مکرم و محترم خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب کے ہاں نوشہرہ میں کچھ وقت رہنے کا موقع ملا۔ اس دوران بھی الفضل نظروں میں آتا رہا۔ پوری طرح پڑھ اور سمجھ تو نہ سکتا تھا لیکن ہر روز الفضل پر نظر ڈالنا روزانہ کے معمولات میں شامل رہا۔

احمد نگر میں کئی سال قیام کے دوران الفضل سے یہ تعلق رفتہ رفتہ بڑھنے لگا۔ اس دور کی ایک عجیب یاد یہ ہے کہ ان دنوں الفضل میں ایک اعلان بڑی باقاعدگی سے شائع ہوا کرتا تھا جس کا عنوان تھا: **''قبر کے عذاب سے بچو''**

نیچے لکھا ہوتا تھا: کارڈ آنے پر مفت یہ اعلان یا اشتہار حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب آف سکندر آباد کی طرف سے ہوتا تھا۔ مجھے بڑا تجسس ہوا اور میں نے انہیں ایک کارڈ لکھ دیا۔ چند دنوں کے بعد مجھے اس کے جواب میں بذریعہ ڈاک ایک چھوٹا سا پمفلٹ موصول ہوا۔ اپنے نام یہ پمفلٹ پا کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے اسے بڑے شوق سے پڑھا اور سمجھنے کی کوشش کی۔ معلوم ہوا کہ یہ احمدیت کا پیغام غیروں تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے جو آپ نے اختیار کیا ہوا تھا اور سالہا سال یہ سلسلہ جاری رہا۔

اس کے بعد ہم نقل مکانی کر کے ربوہ آ گئے۔ ہماری رہائش ابتداء میں تحریک جدید کے کوارٹرز میں تھی۔ الفضل کے ساتھ جو تعلق قائم ہو چکا تھا وہ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگا اور مضامین پڑھنے میں بھی دلچسپی پیدا ہونے لگی۔ مجھے یاد ہے کہ ان دنوں روزانہ عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے اخبار تقسیم کرنے والا آیا کرتا تھا۔ کبھی تو وہ دروازہ میں اخبار اٹکا دیتا اور کبھی دروازہ کے اوپر سے گھر کے اندر پھینک دیتا تھا۔ گھر میں یہ معمول بن گیا تھا کہ **جونہی اخبار آنے کی آہٹ محسوس ہوتی تو فوراً اسے اٹھالیا جاتا اور گھر کے سب افراد باری باری بڑے شوق سے استفادہ کرتے** اور بعد میں ایک مقررہ جگہ پر اسے محفوظ کر لیا جاتا۔ یہ گویا ہمارا روز کا معمول بن گیا اور الفضل کا مطالعہ روزانہ زندگی کا حصہ بن گیا تھا۔ ان دنوں ابھی ٹیلی فون کا نظام ربوہ میں نہیں تھا اس لئے جماعتی حالات اور احباب کی خیرو عافیت اور دیگر اطلاعات کا سب سے اہم ذریعہ اخبار الفضل ہی تھا۔

1961ء یا 1962ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ میں اور میرے بڑے بھائی مکرم عطاء الرحیم حامد صاحب (حال مقیم امریکہ) غالباً ڈیڑھ دو ماہ کی گرمیوں کی تعطیلات میں کوٹلی آزاد کشمیر گئے۔ وہاں میاں علم الدین صاحب کے ہاں ہمارا قیام تھا۔ ساری نمازیں احمدیہ بیت الذکر میں ادا کرتے۔ ان دنوں ماسٹر امیر عالم صاحب امیر جماعت تھے اور محترم مولانا محمد الدین صاحب مربی سلسلہ تھے۔ ظفر میڈیکل ہال کوٹلی کے بڑے بازار میں احمدیوں کی معروف دکان تھی۔ روزانہ کا معمول کچھ اس طرح تھا کہ ہم دونوں بھائی دوپہر سے قبل شہر سے کچھ فاصلہ پر منڈی نامی ایک چشمہ پر نہانے کے لئے جاتے تھے۔ اس چشمہ کا پانی بہت ٹھنڈا ہوتا تھا۔ اتنا زیادہ کہ پانی کے دھارے کے نیچے ایک منٹ تک ٹھہرنا بھی مشکل ہوتا تھا۔ ہم وہاں جی بھر کر نہاتے سخت گرمی کی وجہ سے خوب لطف آتا۔ نہانے کے بعد سر پر تولیہ رکھ کر واپس شہر آتے اور ظفر میڈیکل ہال سے روزانہ آنے والا اخبار الفضل حاصل کرتے۔ کوٹلی میں ان دنوں ہمارے لئے پڑھنے کی کتب کچھ زیادہ نہ تھیں۔ ان حالات میں الفضل کا تازہ پرچہ ایک عظیم نعمت ثابت ہوتا۔ ہم گھر واپس آ کر باری باری الفضل کے تازہ پرچہ کو شروع سے لے کر آخر تک ایک ایک لفظ پڑھ ڈالتے کیونکہ تازہ ترین ارشادات، اطلاعات، جماعتی خبروں اور دیگر اطلاعات کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ہم دونوں الفضل کے مضامین تو شوق سے پڑھتے ہی تھے ان کے علاوہ نکاح و شادی کے اعلانات، وفات اور تدفین کی خبریں، تلاش گمشدہ کے اعلان حتیٰ کہ الفضل میں شائع ہونے والے سرکاری ٹینڈر نوٹس بھی اسی شوق میں پڑھ جاتے۔ اس طرح الفضل کو خوب اچھی طرح کھنگال کر اگلے روز وہ پرچہ دکان پر واپس کر دیتے اور نیا پرچہ گھر لے آتے۔ یہ سلسلہ سارے عرصہ قیام میں جاری رہا۔

1959ء میں میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور کالج میں داخلہ لیا۔ 1965ء تک وہاں ایف۔ اے بی۔ اے اور ایم۔ اے (عربی) کرنے کی توفیق ملی۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے حضرت ابا جان نے محلّہ دارالرحمت وسطی میں نصف کنال زمین پر اپنا مکان بنوانے کی سعادت پائی۔ اس کا نام آپ نے ''بیت العطاء'' رکھا۔ یہ مکان ربوہ کے مشہور ٹھیکیدار مکرم ولی محمد صاحب نے تعمیر کیا۔ 1963ء میں اس کی تعمیر مکمل ہونے پر ہم کوارٹرز تحریک جدید سے اس مکان میں منتقل ہو گئے۔

تازہ اخبار اٹھانے کا مقابلہ

اس مکان کے حوالہ سے الفضل کی ایک دو یادیں ذہن میں تازہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر روز عصر کے قریب جب اخبار تقسیم کرنے والا آتا تو اخبار الفضل کے نیچے گرنے کی آواز اسے جو بھی قریب ہوتا وہ چونک جاتا اور فوراً دوڑ کر جاتا اور اخبار اٹھا لاتا۔ مجھے یاد ہے کہ **بعض اوقات تو ایک مقابلہ کی صورت بن جاتی کہ کون پہلے جا کر اخبار اٹھانے میں کامیاب ہوتا ہے** اور ظاہر ہے کہ جو اخبار اٹھاتا اسی کا اولین حق بنتا تھا کہ وہ سب سے پہلے اخبار کا مطالعہ کرے۔ یہ شوق جذبہ اور مسابقت کی روح بھی کیا روح پرور یاد ہے۔ جس کو سوچ کر آج بھی لطف آتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہماری بیٹھک میں پاکستان کے اطراف سے آنے والے احمدی اور غیر احمدی اخبارات و رسائل باقاعدہ ترتیب کے ساتھ لٹکائے ہوئے ہوتے تھے۔ الفضل ان سب میں افضل اور مقدم ہوتا تھا۔ اپنے نام کے لحاظ سے بھی اور مقام کے لحاظ سے بھی۔ الفضل کے لئے میں نے سب سے پہلا مضمون کب لکھا اور کس موضوع پر لکھا یہ امور تحقیق طلب ہیں۔ البتہ مجھے اپنے ابتدائی مضامین میں سے ایک مضمون بہت اچھی طرح یاد ہے۔ خلافت ثالثہ کی پہلی عام بیعت میں شرکت کی سعادت پائی اور اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو اس موقعہ پر ایک مضمون لکھنے کی توفیق دی جس میں اس موقع کی تفاصیل کے علاوہ احباب جماعت کی دلی کیفیات اور مخلصانہ جذبات کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ الحمدللہ کہ یہ قلم برداشتہ مضمون انہی دنوں میں الفضل میں شائع ہو گیا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کالج کے زمانہ میں بھی بعض مضامین الفضل کے لئے لکھے اور پھر 1965ء سے 1969ء تک جامعہ میں تعلیم کے دوران بھی چند مضامین لکھنے کی توفیق ملی۔ ایک مضمون کا عنوان تھا: حضرت مسیح موعود کا مقصد بعثت۔ یہ مضمون کئی قسطوں میں تھا ان دنوں میرا معمول یہ تھا کہ میں مضمون لکھ کر دارالرحمت وسطی کی بیت نصرت میں نماز کی ادائیگی کے لئے جاتے ہوئے یا واپسی پر اسے محترم شیخ خورشید احمد صاحب نائب ایڈیٹر الفضل کے گھر کے لیٹر بکس میں ڈال دیتا تھا جو چند دنوں کے بعد شائع ہو جایا کرتے تھے۔ مضمون کی اشاعت سے خوشی بھی ہوتی اور مزید مضامین لکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا تھا۔

ایک غیر از جماعت عالم کا شوق

الفضل کے فیض کا دائرہ صرف احمدی احباب وخواتین تک محدود نہیں بلکہ غیر از جماعت عوام اور خواص بھی اس روحانی مائدہ سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔ 1967ء میں مجھے محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب اور مکرم ملک فاروق احمد صاحب آف ملتان کے ساتھ مری میں وقف عارضی پر جانے کا موقعہ ملا۔

اسی وقف عارضی کے دوران ایک روز خیال آیا کہ اس علاقہ میں پیر صاحب موہڑہ شریف کا مرکز بھی دیکھا جائے۔ چنانچہ ہم تینوں کوہ مری کے ایک نشیبی علاقہ کلڈنہ سے مزید نشیب میں پہاڑوں کے دامن میں اتر گئے اور کافی لمبا سفر کرنے کے بعد بالآخر منزل پر پہنچ گئے۔ پیر صاحب فرشی قالین پر گدی پر بیٹھے تھے۔ درمیانی عمر، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کھلے ذہن کے مالک تھے۔ بہت اچھے ماحول میں بات چیت ہوئی۔ ہم نے اپنا تعارف کروایا تو بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ وہ احمدیت سے خوب متعارف ہیں۔ یہ ذکر کرتے ہوئے **انہوں نے اس قالین کا (جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے) ایک کونہ اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ اس کے نیچے الفضل اور الفرقان کے تازہ پرچے تھے۔** انہوں نے بتایا کہ یہ دونوں جرائد ان کے پاس باقاعدہ آتے ہیں اور وہ بڑے شوق سے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ **میں ان جرائد کو قالین کے نیچے رکھتا ہوں تا کہ باقی لوگوں کی نظر نہ پڑے۔** 1970ء میں یہ عاجز پہلی بار اعلائے کلمہ حق کی خاطر ملک سے باہر گیا۔ میری تقرری لندن میں ہوئی۔ میں نے احمدیت کی برکت سے پہلی بار ہوائی جہاز کا سفر کیا۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا اشتیاق

لندن میں 1970ء سے 1973ء تک کے

جن کی والدہ حضرت ام ناصر صاحبہ اور بہن حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کے زیورات الفضل کے ابتدائی سرمایہ میں شامل تھے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

فرمایا: ’’سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو‘‘

عرصہ قیام میں **حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب** کے ساتھ انتہائی یادگار وقت گزرا۔ یہاں صرف ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اور اس کا تعلق اخبار الفضل سے ہے۔ حضرت چوہدری صاحب لندن میں مختصر قیام کے لئے **جب بھی ہالینڈ سے لندن تشریف لاتے تو ان کی خواہش ہوتی کہ اولین فرصت میں انہیں الفضل کے گزشتہ چند پیکٹ مل جائیں تا کہ اگر کوئی پرچہ یا اس کا کچھ حصہ مصروفیات کی وجہ سے ان کی نظر سے نہ گزرا ہو تو وہ اس کا مطالعہ کر لیں۔** ہر بار بڑی باقاعدگی اور اہتمام سے الفضل کا مطالعہ کرتے اور اسی طرح رسالہ الفرقان کا بھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں بڑے شوق سے ان جرائد کو پڑھتا ہوں اور ہمیشہ اس موقع کا منتظر رہتا ہوں۔

خود میرے لئے بھی مرکز سلسلہ سے باہر جانے کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ ربوہ میں تو روزانہ الفضل کا مطالعہ زندگی کا حصہ تھا اب یہاں یہ صورت نہ تھی یہاں ان دنوں پیکٹ ہفتہ وار آتا تھا۔ گویا ایک پورے ہفتہ کے ''روزہ'' کے بعد الفضل کا پیکٹ ملتا تو جی چاہتا کہ باقی معمول کے کام چھوڑ کر فوراً اس مائدہ سے ''افطار'' کیا جائے۔ بہت لطف آتا اور عام طور پر ایک شام میں ہی سارے اخبارات کا مطالعہ کر لیتا اور پھر انتظار شروع ہو جاتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت میں ہم نے روزانہ اخبار بھی لگوا لیا تھا اور ہفتہ وار پیکٹ بھی اسی طرح جاری رکھا۔ الفضل کے ذریعہ حضور کے ارشادات، جماعتی ہدایات اور خبروں کا علم ہوتا جن سے احباب جماعت کو بھی مطلع کر دیا جاتا۔

میرے لندن میں قیام کے دوران غالباً 1972ء میں ہالینڈ کے مربی انچارج محترم مولانا ابوبکر ایوب صاحب کی وفات ہوگئی۔ اس صورتحال میں مجھے وہاں جانے کی ہدایت کی گئی چنانچہ مولانا عبدالحکیم اکمل صاحب مرحوم کے ہالینڈ آنے تک کے ایک ماہ کے عرصہ میں مجھے وہاں خدمت کی توفیق ملی۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس سارے عرصہ میں اخبار الفضل نے میرا خوب ساتھ دیا۔ دیگر مصروفیات کے بعد میرا اکثر وقت الفضل کے تازہ اور پرانے پرچے پڑھنے میں صرف ہوتا۔ مشن میں کبھی کبھار کوئی آتا۔ الفضل ایک خاموش دوست کے طور پر میرے ساتھ رہا اور اس کا مطالعہ علمی لحاظ سے بہت فائدہ مند رہا۔

جاپان میں واحد دوست

لندن میں تین سال اور پھر ربوہ میں قریباً ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد 1975ء میں مجھے جاپان جانے کا ارشاد ملا اور میں فروری میں وہاں پہنچ گیا۔ جاپان ایک لحاظ سے دنیا کا کونہ ہے۔ ان دنوں جماعت بھی بہت چھوٹی تھی۔ ویسے بھی پاکستان سے آنے جانے والوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ جب میں وہاں گیا تو اردو دان احمدی کوئی بھی وہاں نہ تھا اور مجھے جاپانی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں آتا تھا حتیٰ کہ جب میں ٹوکیو کے Haneda ائر پورٹ پر اترا تو مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ جاپانی لوگ اپنے ملک کو کس نام سے پکارتے ہیں۔ میرے خیال میں تو ملک کا نام جاپان تھا لیکن معلوم ہوا کہ جاپانی لوگ تو اپنے ملک کو Nippon کہتے ہیں۔ **مرکز سے ہزاروں میل دور اس عالم تنہائی میں میرا ایک خاموش اور وفادار دوست الفضل تھا جس کی آمد کا مجھے ہمیشہ بہت ہی اشتیاق رہتا۔** ان دنوں یہ طریق تھا کہ جماعتی ڈاک مرکزی ڈاکخانہ کے پوسٹ بکس کے پتہ پر آتی تھی۔ ہر ہفتہ الفضل کا پیکٹ بڑی باقاعدگی سے آتا۔ پیکٹ دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی۔ ڈاکخانہ میں بیٹھ کر پڑھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اکثر میں اس جگہ بیٹھ کر، گھر آنے سے قبل، وہیں پر الفضل پر ایک سرسری نگاہ کر لیتا۔ شوق کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اکثر گاڑی میں بیٹھ کر الفضل کا مطالعہ جاری رکھتا جبکہ میرے اردگرد کے جاپانی لوگ بڑی حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے کبھی مجھے دیکھتے اور کبھی الفضل کو۔ میں اس نظارہ سے خوب لطف اندوز ہوتا۔

1983ء میں میری جاپان سے واپسی ہوئی۔ ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے شرف ملاقات اور ہدایات حاصل کرنے کے بعد میں نومبر 83ء میں لندن آ گیا۔ لندن کا شہر تو میرے لئے نیا نہیں تھا لیکن نئی ذمہ داریاں اور کام کی وسعت کا احساس بہت غالب تھا۔ یہاں آئے ابھی پانچ ماہ ہی ہوئے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع 30/اپریل 1984ء کو لندن تشریف لے آئے۔ پھر تو یوں لگا کہ دن رات بدل گئے۔ گویا ساری دنیا ہی بدل گئی یہ ایک لمبی داستان ہے جس کے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں لیکن الفضل کے حوالہ سے یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ الفضل سے رفاقت کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

کڑے قوانین کی تلواروں کے سایہ میں بھی اخبار الفضل خلافت احمدیہ کی عالمگیر آواز کے طور پر جماعت احمدیہ کی ترجمانی کی ذمہ داری پوری شان سے بھرپور انداز میں سرانجام دے رہا ہے۔ یہ کام کتنا مشکل ہے اس کا صحیح اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اس میں سے عملاً گزر رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جن دنوں محترم مولانا نسیم سیفی صاحب مرحوم الفضل کے ایڈیٹر ہوتے تھے میں نے ایک بار انہیں ایک ذاتی خط میں لکھا کہ جس طرح آپ قانونی طور پر ممنوع الفاظ کے متبادل الفاظ تلاش کر کے الفضل کی ناؤ کو مخالفانہ لہروں میں سے بحفاظت نکالتے چلے جا رہے ہیں۔ آپ کی ہمت بہت لائق تحسین ہے۔ میں نے تجویز دی کہ متبادل الفاظ کی یہ فہرست بھی کسی جگہ محفوظ ہو جانی چاہئے تا کہ آئندہ کے مورخین کو کوئی الجھن پیش نہ آئے۔

لندن آنے کے بعد سے لے کر اب سے کچھ عرصہ پہلے تک الفضل کے ہفتہ وار پیکٹ کا سلسلہ جاری رہا۔ گھر میں پیکٹ آتے ہی سب کی کوشش یہ ہوتی کہ سب سے پہلے پڑھنے کا موقعہ ملے اور مرکز سلسلہ سے ہزاروں میل دور بیٹھے مرکز کی خبروں اور اطلاعات سے آگاہی ہو سکے۔ پیکٹ ہاتھ میں آنے پر میرا طریق تو یہ رہا ہے کہ ایک نظر تو فوری طور پر سب اخباروں پر ڈال لیتا اور دوسری بار وقت نکال کر تفصیل سے مطالعہ کرتا تھا۔

صحیح تاریخ پیدائش کا علم

روزنامہ الفضل کا ایک اور بڑا دلچسپ اور یادگار فائدہ جو میں نے ذاتی طور پر حاصل کیا وہ یہ ہے کہ **مجھے اپنی صحیح تاریخ پیدائش کا علم الفضل کے ذریعہ ہوا۔** ہوا یوں کہ سکول کے وقت میں میری پیدائش کی تاریخ کا جو اندراج کسی وجہ سے ہوا وہ درست نہیں تھا۔ ایک روز مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اپنی صحیح تاریخ پیدائش معلوم کی جائے غالباً یہ سن 1959ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔ میں ایک دن وقت نکال کر خلافت لائبریری گیا جو ان دنوں بیت مبارک کی غربی جانب قصر خلافت سے ملحقہ عمارتوں میں ہوا کرتی تھی۔ پیدائش کا سن تو قطعی طور پر معلوم تھا چنانچہ میں نے 1943ء کی جلد نکال کر یکم جولائی سے اخبارات دیکھنے شروع کئے۔ جب میں ستمبر کے مہینہ میں پہنچا تو 12 ستمبر 1943ء کے اخبار میں مجھے یہ ذکر مل گیا۔ بے حد خوشی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ صحیح تاریخ کا علم ہو گیا ہے اور ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ شاید دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنی ولادت کا اعلان خود اپنی آنکھوں سے پڑھا ہو۔ بہر حال الفضل کی برکت سے میرے لئے خوشی کا یہ موقع میسر آیا۔ اس زمانہ میں فوٹو کاپی کی سہولت تو میسر نہیں تھی۔ میں نے فوراً اعلان ولادت نقل کر لیا جو روزنامہ الفضل قادیان دارالامان میں اخبار احمدیہ کے کالم میں صفحہ نمبر 4 پر دیگر اعلانات کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ بعد میں اس اعلان کی فوٹو کاپی بھی حاصل کر لی جو میرے پاس محفوظ ہے۔ اس میں میرا تاریخی نام مختار الملک (1362ھ) لکھا ہے۔ میرے ابا جان نے مجھے بتایا کہ میرا یہ تاریخی نام حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب مرحوم نے نکالا تھا۔

اب تو الفضل انٹرنیٹ پر آ جاتا ہے اور روزانہ ہی اسے پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے اور میری طرح دنیا میں ہزاروں لاکھوں احمدی احباب (غیر احمدی بھی) اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس دریائے فیض کو جاری و ساری رکھے اور اس کا فیضان اکناف عالم میں پھیلتا چلا جائے۔ آمین

مکرم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ سینئر ربوہ

الفضل کا سواحیلی ترجمہ کرتا تھا

مشرقی افریقہ سے واپسی کے بعد قریباً 25 سال سے خاکسار الفضل کا خریدار ہے۔ اس کے ماتھے پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اسے زینت عطا کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود کے ملفوظات سے اس کا صفحہ اول مزین ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات روحانی تسکین کا باعث بنتے ہیں۔ حضور کے دوروں کی دلچسپ اور ایمان افروز روداد کے ذریعے قاری گویا حضور کے ساتھ دوروں میں شریک ہو جاتا ہے۔ قلمکاروں کے دینی اور معلوماتی مضامین الفضل کو خوب دلچسپ بنا دیتے ہیں۔ عام اخبارات کی خبروں کا خلاصہ گھر بیٹھے مل جاتا ہے۔ احباب جماعت کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔

خاکسار ایک لمبا عرصہ مشرقی افریقہ میں رہا ہے۔ الفضل کے پیکٹ کا ہر ہفتے انتظار رہتا تھا۔ اس نہر سے احباب جماعت کو سیراب کرنے کے لئے ملفوظات، حضور کے خطبات اور مرکز کی اہم خبریں سواحیلی میں ترجمہ کر کے جماعت کے اخبار Mapenzi ya Mungu میں شائع کرنا ایک بہت پیارا اور دلچسپ فریضہ تھا۔ افریقن احباب مرکز سے دور بیٹھے اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح کے قریب تصور کرتے۔ جب 1962ء میں خاکسار پہلی دفعہ تنزانیہ گیا تو مولانا محمد منور صاحب فاضل کو اس کام میں مصروف دیکھا۔ خاکسار متاثر ہوا۔ پھر خاکسار پر اس ذمہ داری کا بوجھ پڑا تو اللہ تعالیٰ نے عاجز کو بھی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مصلح موعود کی جاری کردہ یہ روحانی نہر اب تو تمام براعظموں کو سیراب کر رہی ہے۔ **اللھم زدفزد**

الفضل کے ساتھ ایک طبعی لگاؤ ہے۔ 1953ء کے پُرآشوب زمانے میں اس کے اداریے جوبن پر تھے۔ جب وقتی طور پر الفضل کی اشاعت میں تعطل آیا تو شدید صدمہ پہنچا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ روحانی نہر جاری ہوگئی۔ موجودہ نازک دور میں الفضل میں ایک خاص تنوع نظر آتا ہے جو ان حالات میں بہت موزوں اور قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ایڈیٹر صاحب اور ان کی انتظامیہ کو جزائے خیر دے اور اس روحانی نہر کو دائمی طور پر جاری رکھے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پُر اثر واقعات

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

ایک بت کی ذلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے کچھ پہلے وہاں ایک بڈھے انصاری رہا کرتے تھے۔ جن کے بیٹے مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر وہ خود مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا کر رکھ چھوڑا تھا اور اسے پوجا کرتے تھے۔ اس بت کا نام مناف رکھا تھا۔ ان کا مسلمان لڑکا اور اس کے یار دوست ان کو بت پرستی سے منع کرتے۔ مگر وہ باز نہ آتے تھے۔ آخر ان نوجوانوں نے یہ کرنا شروع کیا۔ کہ رات کے وقت ان کے اس بت کو اٹھا کر کوڑی پر ڈال آیا کرتے تھے۔ صبح کو جب وہ انصاری اپنے بت کو نہ پاتے تو خفا ہوتے اور کہتے کہ کون میرے خدا کو چرا کرلے گیا؟ پھر ڈھونڈنے نکلتے۔ تو دیکھتے کہ گندگی کی کوڑی پر پڑا ہے۔ بیچارے اسے اٹھا کر لاتے۔ دھوتے، خوشبو لگاتے اور کہتے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ حرکت کس کی ہے۔ تو اسے سخت ذلیل کروں۔ یہی کیفیت روز ہوا کرتی۔ ایک دن تنگ آ کر انہوں نے ایک تلوار اس بت کی گردن میں لٹکا دی۔ اور کہا کہ اے خدا! میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ یہ گستاخی کون کرتا ہے۔ اگر آپ میں کچھ بھی طاقت ہے تو آج اپنی حفاظت آپ کر لینا۔ یہ تلوار آپ کے پاس ہے۔ جب رات ہوئی تو مسلمان نوجوان نے وہاں پہنچ کر تلوار اس کے گلے سے نکال لی اور ایک مرے ہوئے کتے کے ساتھ بت کو باندھ کر ایک پاخانہ میں اسے ڈال دیا۔ صبح کو وہ بت کے بندے پھر اس کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کے سر پر جا پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مردار کتے کے ساتھ بندھا ہوا گندگی میں لتھڑا پڑا ہے اور تلوار غائب ہے۔ یہ حال دیکھ کر ان کو یک دم بت پرستی سے سخت نفرت پیدا ہوئی۔ ہدایت الٰہی نے ان کی دستگیری کی اور وہ اسلام لے آئے۔ یہ شخص بڈھے اور لنگڑے تھے اور احد کے دن شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کا قصہ بھی سن لو۔

لنگڑے شہید

یہ انصاری بدر کی لڑائی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے پَیر سے لاچار ہو۔ گھر میں ہی ٹھہرو۔ بدر کا موقعہ مدینہ سے بہت دور تھا۔ لاچار ٹھہر گئے۔ پھر جب احد کی جنگ ہوئی۔ تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے بھی ضرور لڑائی میں لے چلو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ابا جان! آپ کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی لڑائی سے معافی دے رکھی ہے۔ وہ بولے کہ افسوس! تمہیں لوگوں نے بدر میں بھی مجھے جنت میں جانے سے رکوا دیا اور اب احد میں بھی منع کرتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ لنگڑاتے لنگڑاتے میدان جنگ میں جا پہنچے۔ جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ اگر میں آج مارا جاؤں۔ تو لنگڑا ہونے کی وجہ سے مجھے جنت کے داخلہ میں تو کوئی روک نہ ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ ان کا ایک غلام بھی اس وقت ان کے ساتھ تھا۔ جو انہیں سہارا دے کر ہمراہ لایا تھا۔ اس غلام سے انہوں نے کہا۔ بھائی! اب تم گھر جاؤ میں میدان جنگ میں پہنچ گیا ہوں۔ اب تمہاری ضرورت نہیں۔ سعادت مند بولا کہ میاں! اگر آپ کے ساتھ میں بھی جنت میں چلا جاؤں۔ تو آپ کا کوئی نقصان ہے؟ یہ کہہ کر وہ غلام آگے بڑھا اور گھمسان لڑائی میں گھس گیا اور آخر شہید ہو گیا اور دونوں اپنے دل کی مراد کو پہنچ گئے اور جاودانی زندگی حاصل کر لی۔ رضی اللہ عنہم ورضواعنہ

عورتوں کی تکلیف کا خیال

ایک مہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ اپنی بیبیوں کے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک اونٹ چلانے والے نے اس طرح کے لے کرگانا شروع کیا۔ کہ اونٹ مست ہو کر تیز چلنے لگے۔ آپؐ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ بھائی دیکھو۔ شیشوں کا خیال رکھو۔ کہیں ان کو ٹھیس نہ لگ جائے۔

مجھے اللہ بچائے گا

ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعہ کچھ جماعت کے تشریف لے گئے۔ اس علاقہ کے بدوعربوں نے آپ کی خبر سنی۔ تو پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ آپؐ نے لشکر سمیت ایک پڑاؤ پر مقام کیا اور صحابہ سے الگ ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے اس وقت ایک شخص نے آپؐ کو اس طرح تنہا دیکھ کر علاقہ کے بدؤوں کے سردار دعثور سے جو بہت بہادر تھا یہ کہا کہ محمدؐ اس وقت اپنے لشکر سے الگ ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ اس سے بہتر موقعہ ان کے قتل کا پھر نہ ملے گا۔ یہ سن کر دعثور نے ایک تیز تلوار اٹھائی اور گھات لگا کر یک دم پیچھے آپؐ کے سر پر جا پہنچا اور تلوار اٹھا کر قتل کرنے سے پہلے یہ کہنے لگا۔ کہ اب بتا اے محمدؐ! تجھ کو کون بچا سکتا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اللہ۔ دعثور کا ہاتھ یہ سن کر لرز گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑی۔ آنحضرتؐ نے بڑھ کر وہ تلوار اٹھالی اور پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ دعثور کے حواس باختہ ہو گئے اور کہنے لگا کوئی نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جا اور اپنا کام کر۔ دعثور پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور پھر ان کی قوم بھی سب مسلمان ہو گئی۔

بچوں پر شفقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباسؓ کے تین بچے چھوٹے چھوٹے مدینہ میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ جو میرے پاس دوڑ کر پہلے آوے گا۔ اس کو یہ چیز دوں گا اس پر یہ بچے آپؐ کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے اور آپ کی پشت اور سینہ پر لد جایا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پیار کرتے اور اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ بھی بڑی فتح تھی

ایک صحابی فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ فتح مکہ بھی بڑی فتح ہے۔ مگر ہم تو صلح حدیبیہ کو بھی فتح ہی سمجھتے ہیں۔ اس سفر میں آنحضرتؐ کے ہمراہ 1400 آدمی تھے۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے۔ اس کا پانی صحابہ نے اس قدر کھینچا کہ ایک قطرہ باقی نہ رہا۔ جب آنحضرت کو یہ خبر ہوئی۔ تو آپ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے بیٹھ کر ایک برتن میں پانی منگایا اور وضو کیا۔ پھر ایک کلی اس کنوئیں میں کی اور دعا فرمائی اور باقی پانی اس کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اس کنوئیں میں اس قدر پانی ہو گیا۔ سارا لشکر اور تمام جانور سیراب ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ حدیبیہ سے صلح کر کے واپس آئے۔ تو آپ پر راستہ میں سورہ فتح نازل ہوئی اور حقیقت میں یہ صلح ہی اسلام کی بڑی فتح تھی۔ کیونکہ اس صلح کی وجہ سے مسلمان اور کافر بڑی آزادی سے ایک دوسرے سے ملتے تھے اور مسلمانوں کی تبلیغ اور قرآن کفار کے کانوں تک پہنچنے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں ہزارہا آدمی مسلمان ہو گئے۔

اُحد کے بعد کفار کا تعاقب

جب احد کے میدان سے کافروں کا لشکر واپس چلا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کون ہے جو ان کفار کے پیچھے جائے۔ یہ سن کر 70 آدمی تیار ہو گئے۔ ان لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت زبیر بھی شامل تھے۔

خندق کھودنا

حضرت جابر صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم خندق کے دن زمین کھود رہے تھے کہ اتفاقاً ایک جگہ بہت سخت پتھریلی زمین نکل آئی لوگوں نے آنحضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا میں آتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ اس جگہ تشریف لائے اور اس وقت آپؐ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے اور ہم لوگوں کا یہ حال تھا کہ تین دن سے منہ میں دانہ نہیں گیا تھا۔ آپؐ نے آکر اس جگہ اپنی کدال ماری اس کے بعد وہ زمین نرم ہو گئی اور آسانی سے کھودلی گئی۔

بس اب ان کا آخری حملہ تھا

آنحضرتؐ نے خندق کی لڑائی کے بعد فرمایا کہ بس اب کافروں کے حملے ختم ہو گئے اب ہم ہی ان پر چڑھائی کریں گے۔

غزوہ ذات الرقاع

آنحضرتؐ کی ساتویں مہم کا نام غزوہ ذات الرقاع تھا۔ (یعنی دھجیوں یا چیتھڑوں والی مہم) اس مہم میں چھ چھ آدمیوں کے پاس ایک ایک اونٹ تھا۔ صحابہ کہتے ہیں ہم لوگ نوبت بہ نوبت اونٹوں پر سوار ہوتے تھے اور پیدل چلتے چلتے ہمارے پیر زخمی ہو گئے تھے اور بعض لوگوں کے تو پیروں کے ناخن گر پڑے تھے اور تلوے چھلنی ہو گئے تھے تو ان زخموں کی تکلیف سے صحابہ اپنے پیروں پر دھجیاں باندھ لیتے تھے۔ اس لئے اس مہم کا نام ہی دھجیوں والی مہم مشہور ہو گیا۔

رسول کریمؐ کے حواری زبیرؓ

ایک دن آنحضرتؐ نے جنگ خندق کے دنوں میں فرمایا کہ کوئی ہے۔ جو مجھے دشمن کی خبر لا کر دے؟ حضرت زبیر بولے کہ میں یا رسول اللہ آپؐ نے پھر یہی سوال کیا زبیر نے پھر وہی جواب دیا۔ آپؐ نے تیسری دفعہ پھر کہا تو زبیر نے وہی جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیر ہیں۔

محترم چوہدری محمد علی صاحب کے الفضل کے بارے میں تاثرات

محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل التصنیف تحریک جدید ربوہ جماعت کے بزرگ اور دیرینہ خادم سلسلہ ہیں۔ روحانی خزائن حضرت مسیح موعود اور سلسلہ کا متعدد لٹریچر انگریزی میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ جامعہ احمدیہ کے شعبہ انگریزی کے سالہا سال تک صدر بھی رہے ہیں۔ جماعت کے کئی شعبہ جات میں خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کا شمار استاد شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ نے جلسہ سالانہ قادیان 1939ء کے موقع پر بیعت کی اور سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی زندگی کی 96 بہاریں دیکھ چکے ہیں۔

مؤرخہ 16 ر اکتوبر 2012ء کو خاکسار نے آپ سے آپ کے دفتر وکالت تصنیف میں ملاقات کی۔ جس میں الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر آپ سے گفتگو کی اور آپ کے تاثرات حاصل کئے۔ انہوں نے بتایا میری زندگی میں الفضل کا بہت گہرا اثر ہے۔ اس کے علاوہ تو بات ہی نہیں بنتی۔ آغاز سے ہی ہمارے گھر الفضل ڈاک کے ذریعہ آتا رہا ہے۔ نامساعد حالات میں بعض دفعہ ڈاک کے ذریعہ الفضل ملنا بند بھی ہو جاتا اور دیر سے پہنچتا رہا ہے لیکن اس کے ساتھ لگاؤ اور مطالعہ کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ شروع سے ہی الفضل پڑھتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تو کورم ہی پورا نہیں ہوتا تھا۔ جماعتوں کا اپنے مرکز قادیان اور ربوہ سے تعلق کا واحد ذریعہ الفضل ہی ہوا کرتا تھا۔ الفضل کے بغیر امام وقت کے ساتھ تعلق ناممکن ہوتا تھا۔ اب ایم ٹی اے اور انٹرنیٹ کی سہولتیں آنے سے رابطے آسان ہو گئے ہیں لیکن الفضل کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ الفضل ہماری آواز ہے کئی دفعہ اس کا گلا گھونٹا گیا، پابندیاں لگائی گئیں لیکن یہ آواز پھیلتی گئی اور اب یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے 100 سال کا ہو گیا ہے۔

الفضل کا سب سے بڑا کمال اور اہم کام خلیفہ وقت کی آواز کو جماعت تک پھیلانا ہے۔ حضرت مسیح موعود اور خلفاء کے ارشادات کے علاوہ رفقاء حضرت مسیح موعود اور بزرگان سلسلہ کی یادیں چھپتی تھیں، مجالس عرفان کی روداد الفضل میں چھپتی تھی گویا پوری دنیا میں پھیل جاتی تھی۔ محترم چوہدری صاحب حضرت مصلح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی یادوں میں کھو گئے اور تحریک جدید کے آغاز، ہندوستان میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کا انعقاد اور غیروں کا حضرت مصلح موعود کو خراج تحسین پر مشتمل واقعات سنائے اور کہا کہ اُس زمانے میں الفضل کا بہت مقام تھا، خلیفۃ المسیح سے متعلق ہر جلسہ اور مجلس کی کارروائی چھپتی تھی۔ الفضل کا یہ کارنامہ ہے کہ اس نے جماعتی رپورٹنگ کو ہر جگہ پہنچایا اور تاریخ میں محفوظ کیا ہے۔ اُس زمانے میں خلیفہ وقت کی آواز کو بروقت پہنچانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت مصلح موعود کی کئی گھنٹوں کی تقاریر اور خطابات کو زود نویس بڑے غور سے سنتے اور باریک بینی سے لکھتے جاتے بعض دفعہ تو اندھیرا ہونے پر چراغ کی روشنی میں اپنا کام انجام دیتے۔

محترم چوہدری صاحب نے اس ملاقات میں اپنی زندگی کے ابتدائی واقعات، حضرت قاضی محمد اسلم صاحب اور محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب کا ذکر خیر، قادیان کا ماحول، گورنمنٹ کالج لاہور، ٹی آئی کالج ربوہ اور کئی موضوعات پر اپنی یادوں پر مشتمل تاریخی اور قیمتی واقعات بھی سنائے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جس زمانے میں حضرت مصلح موعود لاہور کے مختلف مقامات پر پبلک لیکچر دیتے تھے تو وہ سننے کے لئے بہت تعداد میں پبلک اکٹھی ہوتی تھی جن میں پڑھے لکھے افراد کی تعداد زیادہ ہوتی تھی۔ حضور کی گفتگو باادب اور غور سے سنتے۔ اس زمانے میں حضور کی اردو تقاریر کی بہت شہرت تھی۔ یہ رپورٹنگ بھی گاہے بگاہے الفضل میں شائع ہوتی تھی۔ آخر پر انہوں نے بتایا کہ الفضل صرف ایک نیوز پیپر نہیں بلکہ یہ ایک ادارہ ہے، اُس اخبار کی اہمیت اور افادیت کیسے کم ہو سکتی ہے جس کے بانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بابرکت ذات ہو۔

(انٹرویو۔ مکرم فخر الحق شمس صاحب)

1988ء میں روزنامہ الفضل کے دوبارہ اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خصوصی پیغام

الفضل جس صبح صادق کا پیغام لایا ہے اللہ تعالیٰ اسے جلد روز روشن میں تبدیل فرما دے

1988ء میں روزنامہ الفضل 3 سال 11 ماہ اور 9 دن کی پابندی کے بعد دوبارہ شائع ہونا شروع ہوا۔ اور مورخہ 28 نومبر 1988ء کے پہلے پرچے کیلئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے لندن سے خصوصی پیغام ارسال فرمایا۔ جس کو نمایاں طور پر پہلے صفحے کی زینت بنایا گیا۔ یہ تاریخی پیغام یہاں دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

جماعت احمدیہ نے تکلیفوں کا جو لمبا زمانہ بڑے صبر سے برداشت کیا ہے اور اب تک برداشت کرتی چلی جا رہی ہے اس سے بکثرت احمدیوں کو جو اصلاح نفس کی توفیق ملی ہے اور تعلق باللہ میں اضافہ ہوا ہے وہ بلاشبہ اس ابتلاء کا ایک عظیم پھل ہے۔ مگر میں اللہ کی رحمت سے بھاری امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس ابتلاء کی یہ رات جلد ختم ہوگی اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کی ایک نئی صبح ضرور طلوع ہوگی۔ کچھ لوگ بہرحال کوشش کریں گے کہ اس راہ میں روڑے اٹکائیں اور دن کا راستہ روک دیں مگر ع

بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے؟

ابتلاء کے اس نہایت تکلیف دہ دور نے جہاں ہمیں خدمت دین کی نئی نئی راہیں دکھائیں اور اصلاح نفس کے نئے نئے طریق سمجھائے اور ہم نے خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط تر ہوتے ہوئے دیکھا وہاں بلاشبہ دنیا کے ہر قسم کے مظلوموں کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر ہمدردی کے جذبات ہمارے دلوں میں پیدا ہوئے اور آج ہم پہلے سے بڑھ کر بنی نوع انسان کی سچی اور گہری ہمدردی اپنے دل میں پاتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نئے دور میں ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کو پہلے سے بڑھ کر ہمت اور طبعی جوش کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم ہمیشہ مظلوموں کا ساتھ دینے والے ہوں اور کبھی ظالموں کے ساتھ ہمارا شمار نہ ہو۔

الفضل جس صبح صادق کا پیغام لے کر آج آپ کے ہاتھوں تک پہنچا ہے اللہ تعالیٰ اسے جلد تر روز روشن میں تبدیل فرما دے اور تمام دنیا اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقانیت کے نور سے روشن ہو جائے۔ آج کے دن خدا تعالیٰ کے حضور اظہار تشکر کے ساتھ اسیران راہ مولیٰ کو بھی اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے یاد رکھیں اور ان کے تعلق میں دنیا بھر کے مظلوموں اور اسیروں کو بھی یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے عزیز ملک سے ہر قسم کی ظالمانہ پابندیاں اٹھا دے اور خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو جو صلاحیتیں بخشی ہیں ان کو زنجیریں پہنانے والوں کے ہاتھ شل کر دے اور اپنی قدرت کے قوی جھٹکے سے ان زنجیروں کو توڑ دے اور اہل پاکستان ہی کو نہیں تمام بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے حقیقی آزادی نصیب کرے۔ ان کے اجسام کو ہر قسم کی آمریت کے تسلط سے اور ان کی روحوں کو ہر نوع کے شرک اور شر کے غلبہ سے دائمی نجات بخشے۔ (آمین) خدا کرے کہ اب ہر دن ہمارے لئے نئی خوشیاں لے کر طلوع ہو اور ہر رات رضائے باری کی نئی اور دائمی لذتیں لے کر آئے۔ آپ سب کو الفضل کی اشاعت نو مبارک ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

جماعت احمدیہ کے آرگن الحکم اور البدر کی خدمات کے ساتھ ساتھ

الفضل کا برصغیر کی صحافت میں اہم کردار اور پاکستان کی خدمت

مکرم اسفند یار منیب صاحب۔ انچارج شعبہ تاریخ احمدیت

برصغیر میں صحافت

برصغیر میں پاک و ہند میں صحافت کی تاریخ کوئی بہت زیادہ پرانی نہیں ہے۔ اگرچہ دنیا میں سب سے قدیم چین کا اخبار ''ٹی پاؤ'' ہے جو ایک ہزار سال پہلے نکلا تھا اور 1911ء تک ''پیکن گزٹ'' کے نام سے جاری رہا۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلا اخبار جام جہاں نما 1822ء میں کلکتہ سے جاری ہوا۔ جو چند ہفتے تو اردو زبان میں شائع ہوتا رہا بعد میں فارسی زبان میں شائع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر اس اخبار کی انتظامیہ نے ایک ضمیمہ اردو میں بھی نکالنا شروع کر دیا۔ لیکن اردو کا پہلا مکمل اخبار شمس العلماء محمد حسین آزاد کے والد مولانا محمد باقر نے 1836ء میں دہلی سے جاری کیا۔

بیسویں صدی کے نمایاں اخبارات

1857ء کے انقلاب کے بعد اردو صحافت کا نیا دور شروع ہوا۔ ملکی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر براہ راست تاج برطانیہ کے زیر نگیں آ گئی۔ اخبارات ملکی مسائل پر دبی زبان میں رائے زنی کرنے لگے۔ اظہار رائے کی کسی قدر آزادی ملنے پر متعدد اخبارات و جرائد جاری ہوئے۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں جاری ہونے والے بعض نمایاں اخبارات و جرائد کی فہرست درج ذیل ہے۔

(1) اودھ اخبار۔ 1858ء میں منشی نول کشور نے لکھنؤ سے جاری کیا۔

(2) اخبار سائنٹفک سوسائٹی یا علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ۔ 3 مارچ 1886ء کو سرسید احمد خاں نے علی گڑھ سے جاری کیا۔

(3) تہذیب الاخلاق۔ 24 دسمبر 1870ء کو سرسید احمد خاں نے رسالہ علی گڑھ سے جاری کیا۔

(4) اودھ پنچ۔ یہ اخبار جنوری 1877ء میں جاری ہوا۔ اس کے مدیر منشی سید سجاد حسین تھے۔

(5) انجمن پنجاب۔ یہ اخبار 1871ء میں جاری ہوا۔ مولانا محمد حسین آزاد اور منشی نثار علی شہرت اس کی ادارت کرتے رہے۔

(6) اخبار مہذب لکھنؤ۔ یکم اگست 1890ء کو مولانا عبدالحلیم شرر نے ہفت روزہ اخبار مہذب لکھنؤ سے جاری کیا۔

(7) ہندوستانی لکھنؤ۔ اجراء 1883ء۔

(8) قیصر الاخبار۔ جنوری 1877ء میں منشی سراج الدین احمد خاں نے الہ آباد سے جاری کیا۔

(9) احسن الاخبار۔ 6 جنوری 1878ء کو حاجی محمد کبیر الحق نے الہ آباد سے جاری کیا۔

(10) اکمل الاخبار۔ 1857ء کے تھوڑا عرصہ بعد دہلی سے جاری ہوا۔ اس کا مالک حکیم محمد محمود خاں اور مدیر منشی بہاری لال مشتاق تھے۔

(11) پنجابی اخبار۔ 1856ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ اس کے بانی منشی محمد عظیم تھے اور مدیر حافظ عمر دراز فائض تھے۔ درمیان میں کچھ عرصہ بند ہوا پھر 1865ء میں دوبارہ جاری ہوا۔ اور 1890ء تک جاری رہا۔

(12) رفیق ہند۔ جنوری 1884ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ مولوی محرم علی چشتی صاحب اس کے مالک و مدیر تھے۔

(13) آفتاب پنجاب۔ دیوان بوٹا سنگھ نے یکم جولائی 1873ء کو لاہور سے جاری کیا۔

(14) کشف الاخبار۔ 1858ء میں بمبئی سے جاری ہوا۔ اس کی ادارت منشی امان علی لکھنوی کے ہاتھ میں تھی۔

(15) جریدۂ روزگار۔ 1875ء میں مدراس سے جاری ہوا۔ اس کے مہتمم پہلے سید مرتضیٰ شاہ قادری اور بعد میں محمد عبداللطیف رہے۔

(16) قاسم الاخبار۔ 1865ء میں مشہور شاعر منشی محمد قاسم نجم نے بنگلور سے جاری کیا۔

(17) منشور محمدی۔ 1872ء میں محمد شریف نے بنگلور سے جاری کیا۔ اس اخبار کو یہ سعادت حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دعویٰ سے قبل اپنے کئی مضامین اس میں شائع کروائے۔

(18) اخبار عام۔ اجراء یکم جنوری 1871ء۔ اس کے مالک پنڈت مکندرام اور مدیر پنڈت گوپی ناتھ تھے۔

(19) پیسہ اخبار۔ اجراء 1887ء۔ مالک و مدیر منشی محبوب عالم تھے۔

(20) وکیل، امرتسر۔ اجراء انیسویں صدی کا آخر۔ اس کے مالک شیخ غلام محمد تھے۔ اس کے ایڈیٹروں میں مولوی عبداللہ العمادی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولوی عبداللہ منہاس شامل رہے۔

اخبار الحکم کے پہلے شمارہ کا عکس

نمبر اول — امرتسر ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء — جلد اول

دستور العمل و ضوابط

الحکم کے خریدار اور کچھ نقد روپیہ سے امداد

اپنے ناظرین سے ایک درخواست

(21) وطن، لاہور۔ اجراء 1902ء۔ یہ ہفت روزہ اخبار مولوی ثناء اللہ خاں نے جاری کیا تھا۔

(22) ہندوستان۔ 1904ء میں لاہور سے جاری ہوا۔ اس کے بانی لالہ دینا ناتھ اور رام بھجدت تھے۔

(23) زمیندار۔ مولوی سراج الدین احمد نے جون 1903ء میں لاہور سے جاری کیا۔

(24) کشمیری میگزین۔ 1906ء میں یہ ماہنامہ منشی محمد دین فوق نے جاری کیا جو 1913ء میں ہفت روزہ اخبار بن گیا۔

(25) اردوئے معلّی۔ یہ ماہنامہ بیسویں صدی کے آغاز میں جاری ہوا۔ مولانا حسرت موہانی نے اسے جاری کیا۔

(26) صحیفۂ دکن۔ اجراء 1904ء

(27) مدینہ (بجنور)۔ اجراء 1921ء۔ مدیر حامد انصاری۔

(28) ہمدم (لکھنؤ)۔ مولانا عبدالباری نے 1921ء میں جاری کیا۔

(29) سیاست (لاہور) اجراء 1919ء۔ بانی و مدیر سید حبیب۔

(30) پرتاپ (لاہور) اجراء 30 مارچ 1919ء۔ اس کے مدیر مہاشے کرشن راہنما آریہ سماج۔

(31) بندے ماترم۔ 1920ء میں جاری ہوا۔ اس کے بانی لالہ لاجپت رائے اور سردار موہن سنگھ ساہنی ایڈیٹر تھے۔

(32) کیسری۔ اجراء 1912ء۔ اس کے مدیر لالہ شام لال کپور کے سپرد تھی۔

(33) ملاپ (لاہور) اجراء 13 اپریل 1923ء۔ اس کے بانی مہاشے خوش حال چند خورسند تھے۔

(34) تیج (دہلی) اجراء 1923ء۔ اس کے بانی سوامی شردھانند اور ایڈیٹر دیش بندھو گپتا تھے۔

(35) پیغام (کلکتہ) اجراء 23 ستمبر 1921ء۔ اس کے بانی و مدیر ابوالکلام آزاد تھے۔

(36) نئی روشنی (الہ آباد) بانی واحد یار خاں صاحب۔

(ماخوذ از: کتاب ''صحافت پاک و ہند میں'' مؤلفہ عبدالسلام خورشید ناشر مکتبۂ کارواں کچہری روڈ، لاہور اشاعت 1982ء)

ہفت روزہ ''الحکم'' قادیان

اسی دوران تاریخ عالم کا انقلاب انگیز واقعہ بعثت مسیح موعود کی صورت قادیان کی دور افتادہ بستی

میں منصۂ شہود پر آیا۔ آپ کی آمد نہ صرف مذہبی دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب کا پیغام لے کر آئی بلکہ ہر شعبہ ہائے زندگی کو نئی راہیں اور جدید جہتیں عطا فرمانے والی بھی بنی۔

کسی اخبار کے اجراء کی ضرورت کا تو حضرت اقدس مسیح موعود اور آپ کے مخلصین کو ایک عرصہ سے احساس تھا لیکن اقتصادی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آخر ایک لمبی کشمکش کے بعد 1897ء کے آخر میں جماعت کے ایک باہمت اور پر جوش وجود حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب کو (جو اس وقت امرتسر میں رہتے تھے اور ایک کامیاب صحافی کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں آپ کے زور قلم کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی) اس طرف پر زور تحریک ہوئی جس پر انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں اخبار جاری کرنے کے حوالے سے ایک عریضہ لکھا۔ حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے اس عریضہ کا جواب دیا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ”ہم کو اس بارہ میں تجربہ نہیں۔ اخبار کی ضرورت تو ہے مگر ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے مالی بوجھ برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ اپنے تجربہ کی بناء پر جاری کر سکتے ہیں تو کر لیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔“

(حیات احمد جلد چہارم ص589)

اخبار ”الحکم“ کا پہلا پرچہ 8/اکتوبر 1897ء کو شائع ہوا۔ یہ اخبار 1897ء کے آخر تک ریاض ہند پریس امرت سر میں چھپتا اور امرتسر ہی سے شائع ہوتا تھا۔ مگر 1898ء کے آغاز میں یہ مرکز احمدیت میں منتقل ہو گیا۔ اور چند برسوں کے وقفہ کے ساتھ جولائی 1943ء تک جاری رہا۔ الحکم کے دور ثانی میں زمام ادارت ان کے صاحبزادے جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم نے عمدہ رنگ میں سنبھال لی اور الحکم کو اپنی زندگی کے آخری لمحے تک زندہ رکھا۔

الحکم کے ابتدائی حالات کے متعلق حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں:۔

”اگست 1897ء کو ہنری مارٹن کلارک نے ایک نالش حضرت مسیح موعود کے خلاف کر دی میں نے اس مقدمہ کے حالات دوسرے جنگ مقدس کے نام سے لکھے۔ اس وقت مجھے سلسلہ کی ضروریات کے اعلان اور اظہار کے لئے اور اس پر جو اعتراضات پولیٹیکل اور مذہبی پہلو سے کئے جاتے تھے ان کے جوابات کے لئے ایک اخبار کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اکتوبر 1897ء میں الحکم جاری کر دیا۔ اس وقت گورنمنٹ پریس کے خلاف تھی اور موجودہ پریس ایکٹ اس وقت بھی قریب تھا کہ پاس ہو جاتا تا ہم ان مشکلات میں میں نے خدا پر بھروسہ کر کے امرتسر سے اخبار الحکم جاری کر دیا۔ 1897ء کے آخر میں روزانہ پیسہ اخبار کے مکرر اجراء کی تجویز ہو چکی تھی اور منشی محبوب عالم صاحب کی خواہش کے مواقف میں نے پیسہ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جانا منظور کر لیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ الحکم کا ہیڈ کوارٹر لاہور بدل دینا چاہئے اور محض اس خیال سے میں نے پیسہ اخبار کے ساتھ تعلق کرنا گوارا کر لیا تھا۔ مگر 1897ء کے دسمبر میں جب جلسہ سالانہ پر میں قادیان آیا تو یہاں ایک مدرسہ کے اجراء کی تجویز ہوئی اور اس کے لئے خدمات کے سوال پر میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں اور اس طرح قدرت نے مجھے دیار محبوب میں پہنچا دیا۔ الحکم کے اجراء کے وقت مجھے بہت ڈرایا گیا تھا کہ مذہبی مذاق کم ہو چکا ہے اور احمدیت کے ساتھ عام دشمنی پھیل چکی ہے اس لیے الحکم کامیاب نہ ہوگا...... قادیان میں اس وقت پریس کی سخت تکالیف تھیں۔ نہ پریس ملتا تھا نہ کاپی کش اور نہ کاتب اور نہ یہ لوگ قادیان آ کر رہنا چاہتے تھے۔“

(الفضل ربوہ 6مئی 1958ء ص5)

حضرت عرفانی صاحب کو قدرت نے زود نویسی کا زبردست جوہر ودیعت کر رکھا تھا جسے حضرت مسیح موعود کے فیض صحبت نے چار چاند لگا دیئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود خواہ دربار شام میں ارشاد فرماتے یا سیر میں چلتے ہوئے گفتگو فرماتے۔ آپ حضور کے ان ملفوظات و ارشادات کو کمال برق رفتاری سے قلمبند کر کے فوراً ”الحکم“ میں شائع کر دیتے۔ الحکم کے ذریعہ سے حضور کی تازہ بتازہ وحی کی اشاعت کا بھی اس میں خاص اہتمام ہو گیا۔ اسی طرح مرکز کے کوائف اور اکابر سلسلہ بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود کے گرانقدر مضامین بھی چھپنے لگے اور جماعت کے احباب گھر بیٹھے حضرت مسیح موعود کے روحانی مائدہ سے لطف اندوز ہونے لگے۔ اس طرح یہ اخبار حضرت مسیح موعود کی کتب کے بعد سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا مستند ترین ذخیرہ اور جماعت کے ایک نئے دور کا سنگ میل بن گیا۔

1901ء تک اخبار ”الحکم“ نے یہ بے مثال خدمت تنہا سرانجام دی جو ایک غیر معمولی بات ہے اس کے بعد حضرت مسیح پاک کے بابرکت کلمات اور الہامات مقدس کی نشر و اشاعت کی مقدس امانت کے اٹھانے میں اخبار البدر بھی شامل ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود الحکم اور البدر کو جماعت کے دو بازو کہہ کر یاد فرماتے تھے۔

(ماخوذ از سلسلہ احمدیہ جلد اول ص83)

1934ء میں الحکم کے دوبارہ اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خاص طور پر ایک پیغام دیا جس میں تحریر فرمایا:

”الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقعہ خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ الحکم اپنی ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کے ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔“ (الحکم 14 جنوری 1934ء ص3)

ہفت روزہ ”البدر“ قادیان

ہفت روزہ ”الحکم“ کے بعد قادیان سے 13/ اکتوبر 1902ء کو دوسرا ہفت روزہ اخبار ”البدر“ کے نام سے جاری ہوا۔ جو حضرت بابو محمد افضل صاحب آف مشرقی افریقہ اور حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ اس کا نمونہ کا پہلا پرچہ ”القادیان“ کے نام سے چھپا۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اس پرچہ کے بعد اس کا نام ”البدر“ تجویز فرمایا۔

(”البدر“ 31/اکتوبر 1902ء ص1)

اس کے اجراء کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ ”ہماری طرف سے اجازت ہے خواہ آپ ایک سو پرچہ جاری کریں شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہی برکت دیدے۔“

(”القادیان“ ص10)

”البدر“ کے مالک و مدیر حضرت بابو محمد افضل صاحب اور مینیجر حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب تھے۔ حضرت بابو صاحب 21 مارچ 1905ء میں انتقال کر گئے۔ جس پر یہ اخبار حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر نے خرید لیا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو اخبار ”البدر“ کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے زمام ادارت سنبھالتے ہی واقعی اخبار کی قسمت جاگ اٹھی اور اس کا نام دو پرچوں کے بعد تفاؤل کے طور پر بدر رکھا گیا۔ دسمبر 1913ء تک ”بدر“ باقاعدگی سے نکلتا رہا اور پھر بند ہو گیا۔

قریباً چالیس برس کے وقفہ کے بعد درویشان قادیان کی کوشش سے دوبارہ اس کا احیاء عمل میں آیا اور مکرم مولوی برکات احمد راجیکی صاحب اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ یہ اخبار قادیان سے ہفت روزہ کے طور پر ہو رہا ہے۔ اخبار الحکم کی طرح اخبار البدر و ”بدر“ نے بھی حضرت مسیح موعود کے تازہ الہامات و ملفوظات اکابر سلسلہ کے مضامین اور مرکزی خبروں کے بروقت جماعت تک پہنچانے میں شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ حضرت مسیح موعود ان دونوں اخبارات کی خدمات کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے ”یہ اخبار الحکم و بدر ہمارے دو بازو ہیں۔ الہامات کو فوراً ملکوں میں شائع کرتے ہیں اور گواہ بنتے ہیں۔“

(ذکر حبیب مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ص193)

البدر

محمد افضل (قادیان دارالامان) ایڈیٹر جلد اول

طبی نوٹ

اخلاقی اور لطیفہ نکتہ

تاریخ احمدیت کا بنیادی مأخذ۔ الفضل

روزنامہ الفضل نے برصغیر کی صحافت میں ایک منفرد کردار ادا کیا۔ بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ مذہبی رواداری کو فروغ دیا۔ پاک زبان کے استعمال کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ فتنہ وفساد اور ہنگاموں کے موقعہ پر تحمل و بردباری کی ترغیب وتحریک کی۔

مصائب و مشکلات کے موقعوں پر مخلصانہ راہنمائی مہیا کی۔ غرض ہر لحاظ سے روزنامہ ''الفضل'' نے خدمت انسانیت کے اعلیٰ معیار قائم کئے۔اور یہ پاکیزہ اور اعلیٰ روایت تا حال جاری ہے۔

جماعتی زندگی میں الفضل کا جو نہایت جاندار کردار بڑا کھل کر سامنے آتا ہے وہ گویا ایک ایسی روحانی نہر کا ہے جس کے توسط سے افرادِ سلسلہ کو آبِ حیات میسر ہے یا وہ بازو ہے جو احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود اور نظام سلسلہ کے قریب کھینچ لانیوالا ہے اور اس سعادت کا سبب یہ ہے کہ الفضل کی اہم ترین خدمت خلفاء سلسلہ کے ارشادات کو محفوظ کرنا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ سے لے کر آج تک خلفاء سلسلہ کے خطبات، تقاریر، تحریکات، سوال و جواب اور دوروں کی رپورٹس شائع کرنے کا اولین اعزاز الفضل کو ہی حاصل ہے اور الفضل کے مواد کا اکثر حصہ انہی امور پر مشتمل ہے۔ اسی کی مدد سے خلفاء کے خطبات اور تقاریر نے کتابی صورت اختیار کی ہے۔

آج مرکز سلسلہ اور بیرونی ممالک سے شائع ہونے والے تمام رسائل، جرائد اور بلیٹن ایک پہلو سے الفضل ہی کے خوشہ چین ہیں۔ کیونکہ وہ الفضل میں شائع ہونے والے حضور کے تازہ ترین خطبہ کا خلاصہ یا ترجمہ نقل کرتے ہیں نیز حسب ضرورت دیگر مضامین بھی اصل یا ترجمہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں اور وہی اسلوب اپنانے کی کوشش کرتے ہیں جو الفضل کے ہیں۔

روزنامہ الفضل کی 100 سالہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار یا تعلیمی مجلّہ خلافت احمدیہ کی آواز ہے۔ تاریخ احمدیت کا ماخذ ہے۔ مرحوم بزرگوں کی سیرت وسوانح کا ریکارڈ ہے۔ جماعت احمدیہ میں ہونے والی ولادتوں، وفاتوں، نکاحوں اور شادیوں کا روزنامچہ ہے۔ علمی، ادبی، سائنسی، تاریخی، جغرافیائی اور طبی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اختلافی مسائل کا ذخیرہ ہے۔ موصیان کا رجسٹر ہے۔ انقلابات زمانہ اور سیاسی خبروں کا خلاصہ ہے۔

روزنامہ الفضل۔ اغیار کے تاثرات

برصغیر پاک وہند کی نوخیز ابھرتی اور پھیلتی ہوئی صحافت میں صحافت کے تمام تر اعلیٰ تقاضوں کو ملحوظ رکھنے والوں اور شائستہ انداز تحریر اپنانے والوں میں الفضل کا مقام نہایت ممتاز نظر آتا ہے۔

ایک طرف تو الفضل کا قاری الہامات، سیاسیات، معاشیات، اقتصادیات، عمرانیات کے بحر کی شناوری کرتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف وہ سنجیدہ مذہبی اختلافات کے باوجود شائستہ انداز تحریر، کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی اردوئے معلیٰ، برموقع، برمحل گفتگو کرنے کے آداب و اطوار بھی الفضل سے ہی سیکھتا نظر آتا ہے۔

الفضل نے نہایت خاموشی سے ہم عصر صحافت کو صحافت کی اصل اقدار سے روشناس کروایا اور کرواتا چلا جا رہا ہے۔

روزنامہ الفضل کی ہمہ جہت خدمات کی وجہ سے اغیار بھی بہت متاثر ہوئے اس سلسلہ میں چند احباب و اخبارات کے تبصرے اور تاثرات پیشِ خدمت ہیں۔ 1928ء میں برصغیر ہندو پاک کی مذہبی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور وہ اس طرح کہ حضرت مصلح موعود کے ہاتھوں اس سال سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کی بنیاد پڑی۔ روزنامہ الفضل اس سلسلہ میں ہر سال سیرت النبیؐ نمبر شائع کرتا رہا جس پر بعض تبصرے اخبار الفضل کے حوالے سے درج ذیل ہیں۔

1۔ اخبار مشرق (گورکھپور) اپنی 12 جون 1928ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

21 جون کو خاتم النبیّین نمبر الفضل نے شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت رسول کریم ﷺ کے سوانح حیات و واقعات نبوۃ پر بہت کثرت سے مختلف اوضاع و انواع کے مضامین ہیں اور ہر مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ ایک خصوصیت اس نمبر میں یہ ہے کہ ہندو اصحاب نے بھی اپنے خیالات عالیہ کا اظہار فرمایا ہے۔ جو سب سے بہتر چیز ہندوستان میں بین الاقوام اتحاد پیدا کرنے کی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتوں نے اپنے پیغمبر کے حالات پہ بہت کچھ لکھا ہے۔ اس نمبر کی قیمت 4 آنے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہماری رائے ہے کہ 17 جون کو جو لیکچر دیئے جائیں ان سب کو ایک بڑی کتاب میں جمع کرنا چاہئے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان لیکچروں کے جمع کرنے کا انتظام کس طرح ہوگا۔ یہ بھی خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔ بہرحال جماعت احمدیہ نہایت اہم اور ضروری کام کر رہی ہے۔

(بحوالہ الفضل 3 جولائی 1928ء ص3)

2۔ اخبار سیاسی (لاہور) اپنی 16 جون 1929ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

قادیان کے مشورے سے ہر سال ایک مقررہ تاریخ پر تمام ہندوستان میں جلسے ہوتے ہیں جن میں رسول ﷺ (فداہ ابی وامی) کے اسوہ حسنہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ امسال 2 جون کو یہ جلسے ہوئے اس موقعہ پر قادیان کے اخبار الفضل نے خاتم النبیّین نمبر نکالا تھا۔ یہ نمبر ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اس میں ملک کے بہترین انشاء پردازوں کے قلم سے اسوہ حسنہ رسول پاک ﷺ کے متعلق مضامین موجود ہیں ہر مضمون اس قابل ہے کہ موتیوں سے تولا جائے۔ فاضل مدیر کی محنت قابل دید ہے کاغذ دبیز اور سفید، کتابت وطباعت دیدہ زیب۔

(الفضل 25 جون 1929ء ص1)

3۔ اخبار منادی (دہلی) اپنی 12 جون 1929ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

''اس سال بھی اخبار الفضل کا خاتم النبیّین نمبر نہایت قابلیت اور عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے جو 26x20/4 سائز کے 74 صفحات پر مشتمل ہے۔ مختلف اقوام کے اکابر و مشاہیر کے لکھے ہوئے 36 مضمون اور 16 نظمیں درج کی گئی ہیں۔ یہ مضمون مختلف عنوانوں کے ماتحت لکھے گئے ہیں اور ان میں رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک زندگی کے ہر پہلو پر مبصرانہ خامہ فرسائی کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے گوناگوں معلومات کے حصول کے علاوہ ایمان بھی تازہ ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس اخبار کا یہ نمبر اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس کا مطالعہ کرے۔''

(الفضل 25 جون 1929ء ص1)

برصغیر کی صحافت میں الفضل کا کردار

1913ء سے 1947ء تک کا زمانہ ایک انقلاب آفرین زمانہ ہے جسے تاریخ دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہے اس میں پہلی جنگ عظیم ہوئی۔ پھر اسی عرصہ میں دوسری جنگ عظیم ہوئی اور لامحالہ برصغیر کے باسی اس سے حد درجہ متاثر ہوئے پھر اسی دور میں مسلمانوں نے ایک آزاد وطن کی جدوجہد شروع کی اور آزادی کی تحریک سے قبل تحریک خلافت تحریک ترک موالات، کانگریسی وزارتیں، تحریک شدھی اور دیگر کئی سیاسی اور مذہبی تحریکات اٹھتی رہیں اور دم توڑتی رہیں لیکن ہر موقع پر اخبار الفضل کا کردار نہایت جاندار اور نہایت شاندار رہا ہے۔ کسی موقع پر نہ قوم کو غلط مشورہ دیا اور نہ ہی قوم کو غلط راہ پر چلایا یا غلط رستہ دکھایا۔ ہمیشہ خلفائے کرام کی زیر نگرانی ان کی ہدایات اور ارشادات کو قوم تک پہنچایا اور ہمیشہ اسی کو اپنی پالیسی بنایا کہ جو راہ امام وقت دکھاتے ہیں وہی درست، صائب اور راہ نجات ہے۔ اس دور میں الفضل کا کردار اتنا مضبوط، مؤثر اور جاندار ہے کہ سیاسی اور مذہبی لیڈر اس کا مطالعہ کرنا ازبس ضروری خیال کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ بہت طویل تذکرہ ہے اس کو ایک طرف رکھتے ہوئے خاکسار تحریک پاکستان، قیام پاکستان اور بعد میں آنے والے حالات میں اخبار الفضل کے نہایت عالی شان کردار کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کرتا ہے۔

تحریکِ پاکستان اور الفضل کا کردار

جب ہر طرف سے مسلم لیگ اور قائداعظم کی مخالفت ہو رہی تھی تو روزنامہ الفضل مسلم لیگ کی حمایت میں مصروف تھا۔

چنانچہ 1945ء کے انتخابات جو مسلم لیگ کے لئے انتہائی اہمیت کے حامل تھے اور اس وقت بہت سے عناصر مسلم لیگ اور قائداعظم کے خلاف بھرپور پروپیگنڈا کر رہے تھے اس موقع پر الفضل ہی تھا جو مسلمانانِ ہند سے پُر زور اپیلیں کر رہا تھا کہ وہ اس موقع پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں اور اس سلسلہ میں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا مفصل مضمون 22/اکتوبر 1946ء کے الفضل میں شائع ہوا جس میں احمدیوں پر خصوصیت سے زور دیا گیا کہ وہ مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔

1946ء کے آخر میں بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے اور ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں پر حملے ہونے لگے۔ اس پر الفضل نے بہت سے مضامین شائع کئے۔ مارچ 1947ء کے الفضل میں ان فسادات کی مذمت میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں کانگریس پر تنقید کرتے ہوئے ''الفضل'' لکھتا ہے کہ ''کانگریس ہندوستان کی آزادی کے لیے اتنی بے چین نہیں جتنی مسلم لیگ کو کچلنے کی آرزومند ہے۔''

اس موقعہ پر کثرت سے الفضل میں دعا کی درخواستیں بھی شائع کی گئیں تا کہ یہ فسادات ختم ہوں اور مسلمانوں کو سکھ چین نصیب ہو۔ جب حالات خراب ہوں تو افواہیں کثرت سے پھیلتی ہیں اور سینہ گزٹ قسم کی خبروں سے لوگوں میں بے یقینی کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ اس موقعہ پر میڈیا کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو سمجھائے کہ وہ افواہوں پر کان نہ دھریں۔ چنانچہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے 8 مارچ 1947ء کے الفضل میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں اپیل کی گئی کہ احباب افواہوں پر کان نہ دھریں اور انہیں آگے نہ پھیلائیں۔ بلکہ اگر کوئی بات پتہ چلتی ہے تو متعلقہ

حکام کو اطلاع دیں۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت پنجاب کی تقسیم کے خلاف بھی الفضل نے بھرپور مہم چلائی۔ اس سلسلہ میں ایک ٹیلی گرام کا متن بھی شائع کیا گیا جو پنجاب کی تقسیم کے خلاف برطانوی وزیر اعظم کو بھجوائی گئی تھی۔ اس میں پنجاب کی تقسیم کو غیر طبعی قرار دیا گیا۔ الفضل سکھوں سے بھی اپلیں کرتا رہا کہ وہ پنجاب کی تقسیم کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں۔ الفضل نے اس دور میں پنجاب کی تقسیم کو سکھوں کے لیے سیاسی خودکشی قرار دیا تھا۔ جو بعد میں وقت نے صحیح ثابت کر دیا۔

تقسیمِ ہند کے وقت مسلم مہاجرین کے مسائل حل کرنے کے لیے وسائل انتہائی کم تھے۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان فنڈ کا اجراء کیا۔ الفضل نے اس کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے اس کے حق میں تحریک چلائی اور احمدیوں سے بالخصوص اور مسلمانوں سے بالعموم اس میں بڑھ چڑھ کر چندہ دینے کی اپیل کی گئی۔

جولائی 1947ء میں صوبہ سرحد میں جب استصوابِ رائے کا فیصلہ کیا گیا تو اس پر بھی الفضل نے مسلمانوں اور مسلم لیگ کے حق میں مضامین لکھے اور کانگریس کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے لکھا کہ کانگریس پٹھانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔

غرض اگر ہم 1947ء کے اخبار الفضل کا جائزہ لیں تو ہمیں کثرت سے مسلم لیگ کے حق میں اور کانگریس کی بعض پالیسیوں کی مذمت میں مضامین ملیں گے۔

الفضل اور قائداعظم محمد علی جناح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کے تابع الفضل کی پالیسی یہ تھی کہ قائداعظم کا بھرپور ساتھ دیا جائے۔ چنانچہ اگست 1947ء کے اخبارات میں قائداعظم کا پاکستان روانگی سے پہلے الوداعی بیان شائع ہوا جس میں قائداعظم نے فرمایا۔

''میں آج دہلی کے رہنے والوں کو الوداع کہتا ہوں۔ گزشتہ باتوں کو دفن کر دو اور آؤ دونئی آزاد حکومتو! ہندوستان اور پاکستان کے طور پر ازسرِ نو اپنی حیات کا آغاز کریں۔ میں ہندوستان کی اقبال مندی اور امن وامان کے لئے دست بدعا ہوں۔''

قائداعظم کا یہ بیان 12/اگست 1947ء کے الفضل نے شائع کیا اور اسے قائداعظم کی اعلیٰ ظرفی قرار دیتے ہوئے لکھا کہ اگر ہندو لیڈر بھی اس فراخدلی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کریں تو حالات بہت بہتر ہو سکتے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی پنجاب میں فسادات پھوٹ پڑے اور سکھوں نے مسلمان قافلوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ الفضل نے ان فسادات کی بھرپور طریق سے مذمت کی اور 2/ستمبر 1947ء کی اشاعت میں لکھا کہ موجودہ فسادات کا مکروہ ترین پہلو عورتوں اور بچوں پر حملہ ہے جو مذہبی اور اخلاقی ہر لحاظ سے بہت ہی بھیانک جرم ہے۔

13 ستمبر کے الفضل میں احمدی احباب کو نصیحت کی گئی کہ وہ اس نازک وقت میں حکومت کی بھرپور مدد کریں۔

اخبار مشرق (گورکھپور) کی رائے:

اخبار لکھتا ہے:۔

''الفضل قادیان یہ پرچہ سہ روزہ قادیان سے نکلتا ہے اور سلسلہ احمدیہ کا آرگن ہے۔ آجکل مسلمانانِ ہند کے متعلق اس کا نقطۂ خیال بہت صحیح ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہر انجمن اسلامیہ اور ہر مسجد میں اس کی رسائی ہو۔ عقائد سے کوئی واسطہ نہ رکھو، نہ ان کو پڑھو، صرف اتحاد بین المسلمین کے مسئلہ کو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ ...... جذبات کی پوری تائید کرتا ہے اور حضور انور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بڑا متبع ہے۔''

(بحوالہ الفضل 2 ستمبر 1927ء ص4)

تعمیرِ وطن اور الفضل کا کردار

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت مصلح موعود نے پاکستان کے مستقبل کے بارے میں لیکچرز دیئے۔ یہ پُر معارف اور نہایت قیمتی لیکچرز الفضل کے ذریعہ سے ہی عوام الناس اور اربابِ حل وعقد تک پہنچے۔

غیر ملکی قرض لینے کے بارے میں روزنامہ الفضل کی طرف سے پاکستان کو بروقت انتباہ:

ہمارا ہر پیدا ہونے والا بچہ 50 ہزار روپے سے زائد مقروض ہوتا ہے۔ قیامِ پاکستان سے چند روز قبل پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ جب قرض لینے کی خبر شائع ہوئی کہ بھارتی حکومت پاکستان کو 5 ارب روپے قرض دے گی تو اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے 17/اگست 1947ء کے الفضل نے ''کیا پاکستان ہندوستان سے قرض لے گا'' کے عنوان سے لکھا کہ گو حکومتیں چلانے کے لیے بعض اوقات قرض لینا پڑتا ہے لیکن ہماری رائے میں قرض نہ ہی لیا جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ اخبار الفضل لکھتا ہے۔

''لیکن ہماری رائے میں نادار سے نادار ملک کے لوگ بھی اگر چاہیں تو اپنے وطن کو قرضہ کی بلا سے محفوظ رکھ سکتے ہیں''

قرض خواہ افراد لیں یا حکومت پھر قرضہ ہی ہوتا ہے اور جو ملک قرضہ لے کر اپنی سکیموں کو چلاتا ہے وہ ضرور اپنے ساہوکار ملک کا کئی باتوں میں رہین ہو جاتا ہے اور اس دباؤ کی وجہ سے اس کو بہت سی ایسی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو بصورتِ دیگر وہ کبھی ماننا پسند نہ کرے۔ یہ خیال کہ آجکل ایک ایسا ملک جس کی حکومت کے پاس بہت سا روپیہ نہیں چل نہیں سکتی غلط ہے۔ اگر اس ملک کے رہنے والوں کے دلوں میں اپنے ملک کی بہبودی کا احساس پوری طاقت کے ساتھ زندہ ہو تو اس مشکل پر قابو پانا محال نہیں ہے۔

کاش آنے والی حکومتیں اس انتباہ کو مدنظر رکھتیں جو الفضل نے قیامِ پاکستان کے وقت کیا تھا تو قیامِ پاکستان میں اقتصادی بدحالی اور معاشی زبوں حالی کی یہ صورت نہ ہوتی۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان میں جماعت احمدیہ کی صحافت جماعت کے خلفائے سلسلہ کی راہنمائی میں ملکی سلامتی واستحکام کیلئے ہمیشہ کوشاں رہی ہے اور جب بھی پاکستان پر کوئی مشکل وقت آیا جماعت احمدیہ کے روزنامہ الفضل نے اس مسئلہ کے حل کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے اور قوم کی مناسب راہنمائی فرمائی۔

جنگِ ستمبر 1965ء میں الفضل کا کردار

6 ستمبر 1965ء کا دن پاکستان کی تاریخ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن بھارتی افواج نے رات کی تاریکی میں پاک سرزمین پر حملہ کر دیا تھا اور اس وقت پاکستان میں بسنے والا ہر احمدی پاک وطن کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ اس جنگ میں جہاں احمدی فوجیوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخِ پاکستان کا درخشندہ باب ہیں وہاں روزنامہ الفضل نے بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ ایسے مواقع پر احمدیہ جماعت کے پاس سب سے بڑا ہتھیار خدائے عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے جب بھارت نے پاک وطن پر حملہ کیا تو جماعت احمدیہ پاکستان کے روزنامہ الفضل نے احبابِ جماعت کو بار بار مختلف رنگ میں پاکستانی افواج

محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب کے الفضل کے متعلق تاثرات

مؤرخہ 17/اکتوبر 2012ء کو روزنامہ الفضل کا ایک وفد محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب مربی سلسلہ سے ملاقات کے لئے گیا۔ ملاقات کی غرض یہ تھی کہ ان کی زندگی میں الفضل نے کیا کردار ادا کیا۔ اور میدان عمل میں اس کے کیا فوائد سامنے آئے۔ محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب یکم دسمبر 1918ء کو تلونڈی کھجور والی ضلع گوجرانوالہ میں حضرت چوہدری کرم الٰہی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کو کینیا، تنزانیہ، ماریشس، فلسطین، جنوبی امریکہ میں گیانا اور سورینام میں لمبا عرصہ تک احمدیت کا پیغام پھیلانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو جامعہ احمدیہ میں بطور استاد بھی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کی خدمات کا سلسلہ نصف صدی سے زائد عرصہ پر پھیلا ہوا ہے۔

الفضل سے آپ کا تعلق اپنے والد صاحب کی الفضل سے محبت کی وجہ سے پختہ ہوا۔ آپ کے والد باقاعدہ الفضل پڑھتے تھے۔ جب نظر کمزور ہوگئی تو والد صاحب کسی بھی پڑھے لکھے شخص کے پاس چلے جاتے اور اسے الفضل پڑھ کر سنانے کا کہتے۔ بسا اوقات غیر از جماعت افراد سے بھی یہ کام لیا کرتے تھے۔ پھر آپ کو بھی اس کا موقع ملتا تھا۔

ماریشس قیام کے دوران جو 1965ء کی جنگ کا زمانہ تھا ربوہ اور قادیان کے درمیان ہر قسم کا رابطہ منقطع ہو گیا، آپ ماریشس سے اپنے ذاتی شوق کی بنیاد پر الفضل اخبار سے خبریں نقل کرتے اور قادیان میں بھجواتے۔ اسی طرح قادیان سے ملنے والی خبریں بھی آپ تحریر کر کے ربوہ بھجواتے رہے۔ ماریشس میں ہفتہ بھر کی الفضل ایک بنڈل کی صورت میں ملتی تھی۔ اس وقت حضرت مولانا عبدالرحمان جٹ صاحب امیر قادیان تھے۔ اسی دوران ہی الفضل کے ذریعہ ہی حضرت مصلح موعود کی وفات اور خلافت ثالثہ کے انتخاب کے متعلق تفصیلی خبریں ملتی رہیں۔ اور مولانا صاحب ان خبروں کو نقل کر کے قادیان بھجواتے رہے۔

کبابیر فلسطین قیام کے دوران بھی الفضل سے مسلسل رابطہ رہا۔ وہاں مولانا صاحب کا یہ طریق رہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبات جو روزنامہ الفضل میں چھپتے تھے۔ مولانا نے ان کو اپنے خطبات میں عربی میں ترجمہ کر کے سنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ اس وقت کے کبابیر جماعت کے صدر محمد صالح عودہ صاحب نے مولانا صاحب کے اس فعل کو بہت سراہا اور کہا کہ اس طرح ہمارے ایمان تازہ ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ ضرور جاری رکھیں۔ محمد صالح عودہ صاحب محمد شریف عودہ صاحب کے والد تھے۔

مولانا صاحب نے فرمایا کہ ذاتی طور پر بھی میں نے الفضل سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا۔ الفضل میں مجالس عرفان اور دوسرے متنوع قسم کے مضامین پڑھنے کا موقع ملتا۔ ان میں نوٹس لے کر میں درج کرتا رہتا تھا۔ پھر میدان عمل میں اس چیز نے بہت فائدہ دیا۔ اور دوسرے احمدی احباب کو بھی اس طرح بہت فائدہ پہنچانے کا موقع ملا۔

(مرتبہ: مکرم محمد رئیس طاہر صاحب)

کی فتح کے لیے دعا کرنے کی طرف توجہ دلائی اس سلسلہ میں 7 ستمبر 1965ء کے الفضل میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی طرف سے ایک اعلان بعنوان ''کشمیر آپ کی دعاؤں کا متقاضی ہے'' نمایاں کر کے شائع کیا جس میں آپ نے فرمایا۔

''میں احباب جماعت سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ ان ایام میں خاص طور پر کشمیر کی آزادی، کشمیری عوام کی فلاح و بہبود اور مشکلات سے نجات اور پاکستان کی سالمیت روز افزوں ترقی کے لیے نہایت الحاح اور تضرع سے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اہلِ اسلام کی جملہ پریشانیوں اور مشکلات کو دور فرمائے اور بالخصوص پاکستان کا حافظ و ناصر اور مددگار ہو۔ آمین''

جنگ کی خبر موصول ہونے کے بعد اہلِ ربوہ نے ظہر کے وقت بیت المبارک میں اکٹھے ہو کر پاکستان کی کامیابی اور فتح کے لیے دردمندانہ دعائیں کیں۔ اس دعائیہ مجلس کی رپورٹ (احباب میں دعاؤں کا مزید ذوق پیدا کرنے کے لیے) الفضل نے 8 ستمبر 1965ء کے شمارے میں شائع کی۔

جنگ کے موقع پر حضرت مصلح موعود کا جو پیغام احبابِ جماعت کے نام الفضل نے 10 ستمبر کی اشاعت میں شائع کیا اس میں حضرت صاحب نے فرمایا۔

''دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابلِ تسخیر بنا دیں۔''

(الفضل 10 ستمبر 1965ء)

پھر 19 ستمبر کے شمارہ میں بھی الفضل نے احباب جماعت کے لیے حضرت مصلح موعود کی ایک اہم نصیحت شائع کی۔ جنگ ستمبر کے موقعہ پر جہاں الفضل نے کثرت سے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور احبابِ جماعت نے دعائیں بھی کیں اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب جماعت کی عاجزانہ دعاؤں سے جنگ میں پاکستان کو نمایاں فتح نصیب ہوئی اور تو اور ربوہ میں اہل ربوہ نے اجتماعی طور پر سجدہ شکر ادا کیا تو اس کی مفصل رپورٹ بھی الفضل نے 26 ستمبر 1965ء کے شمارہ میں شائع کی۔

جنگ ستمبر کے موقعہ پر الفضل نے مسلسل ایسے مضامین اور اداریے لکھے جس میں جہاد کی اہمیت اور فرضیت کو اجاگر کیا گیا۔

الفضل 10 ستمبر 1965ء کی اشاعت میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے بعض تاکیدی ارشادات ''پاکستانی احمدیوں کی خصوصی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے شائع کئے جس میں آپ فرماتے ہیں۔

''جب کبھی جہاد کا موقعہ آئے (۔) ہمیں اپنے ملک اپنے اموال اور اپنی عزتوں کی حفاظت کے لیے قربانی کرنی پڑے تو ہم اس میدان میں بھی سب سے بہتر نمونہ دکھانے والے ہوں۔''

(الفضل 10 ستمبر 1965ء ص3)

جب 6 ستمبر کو بھارتی افواج نے پاکستان پر حملہ کیا تو حضرت مصلح موعود نے صدرِ پاکستان کو پیغام بھجوایا جو الفضل نے دو دفعہ شائع کیا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

''مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی قلق اور صدمہ ہوا ہے کہ بھارتی حکومت نے بغیر کسی وجہ اشتعال کے بزدلانہ طور پر ہماری مقدس سرزمین پر جارحانہ حملہ کیا ہے۔ امتحان و آزمائش کے موجودہ وقت میں پوری کی پوری قوم یک جان ہو کر فردِ واحد کی طرح آپ کے پیچھے ہے۔

میں اپنی طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کو دل و جان کے ساتھ مکمل تعاون اور مدد کا یقین دلاتا ہوں۔ اس نازک موقع پر ہم ہر مطلوبہ قربانی بجا لانے کا عہد کرتے ہیں۔''

الفضل نے 8 ستمبر سے 5 نومبر 1966ء تک تقریباً ہر روز اداریہ کے ذریعہ مختلف انداز میں قوم میں قربانی کے جذبہ کو ابھارا اور بھارتی جارحیت کی مذمت کی گئی کشمیر کے مسئلہ کے حل کی طرف اقوامِ متحدہ کی توجہ مبذول کروائی گئی۔ اس دوران قوم میں جذبہ بیدار کرنے کے لیے الفضل نے نہ صرف نظمیں شائع کیں بلکہ منظوم اداریے بھی لکھے۔

قومی دفاعی فنڈ

1965ء کی جنگ میں جب صدرِ پاکستان نے قومی دفاعی فنڈ قائم کیا تو الفضل نے بار بار تحریک کی کہ اہلِ وطن بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیں اور جماعتِ احمدیہ کی مختلف تنظیموں کی طرف سے جو رقم اس میں بھجوائی گئی اس کے بھی اعلانات الفضل نے شائع کئے تا کہ عوام میں مزید تحریک پیدا ہو۔

چنانچہ 14 ستمبر 1965ء کے الفضل کے پہلے صفحہ پر اس شہ سرخی کے ساتھ یہ اعلان شائع ہوا ''صدرِ مملکت کے قومی دفاعی فنڈ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے ایک لاکھ روپے کی نقد ادائیگی''۔

شہریوں اور دیگر احمدیوں نے اس فنڈ میں جو عطیات پیش کئے اس کی مستقل خبریں الفضل دیتا رہا۔ 17 ستمبر 1965ء کے الفضل کے پہلے صفحہ پر خبر شائع ہوئی۔

''ربوہ کے تمام شہری اپنی ایک ماہ کی آمد کا تیسرا حصہ قومی دفاعی فنڈ میں دیں گے۔ حکام کو زخمی فوجیوں کے واسطے خون دینے کا ہر مطالبہ پورا کرنے کی پیشکش پاکستان کی نمایاں اور فیصلہ کن فتح کے لیے ربوہ کی جملہ (بیوت الذکر) میں خصوصی دعائیں اور نوافل کی ادائیگی''۔

خلیج، بوسنیا اور فلسطین کی جنگوں میں کردار

روزنامہ الفضل نے صرف ملکی تعمیر و ترقی کے لیے ہی اپنا بھرپور کردار ادا کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عالمِ اسلام پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا الفضل نے ہمیشہ مثبت رنگ میں قوم کی راہنمائی کی۔ چنانچہ خلیج کی جنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مسلسل خطبات دیئے اور وہ خطبات اتنے مفید تھے کہ اگر ان پر عمل کیا جاتا تو خلیج کی جنگ سے ہی عالمِ اسلام کے لیے ترقی کی نئی راہیں کھل جاتیں اور ان خطبات سے راہنمائی لیتے ہوئے بغیر نام لئے ملک کے بعض معروف کالم نویسوں نے کالم بھی لکھے۔ ان خطبات کو فوری طور پر احباب جماعت کے سامنے لانے کا سہرا بھی الفضل کے سر تھا۔ جو فوراً ان خطبات کو شائع کرتا۔ اس کے علاوہ بوسنیا، چیچنیا اور فلسطین کے مسائل پر بھی الفضل نے ائمہ احمدیت کے ارشادات کی روشنی میں مناسب راہنمائی فرمائی۔

اردو زبان کے فروغ کے لئے الفضل کا کردار

اس کے علاوہ الفضل نے اردو زبان کی ترویج اور فروغ کے لیے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ اردو زبان اپنی ترقی اور فروغ کے لیے ہمیشہ جماعتِ احمدیہ کی ممنونِ احسان رہے گی۔ کیونکہ جماعتِ احمدیہ کی بدولت ہی اردو برصغیر سے نکل کر دنیا کے کناروں تک پہنچی اور آج جہاں جہاں احمدیت موجود ہے وہاں کسی نہ کسی رنگ میں اردو کو جاننے والے موجود ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے جو روحانی خزائن دنیا کو عطا کئے وہ اکثر اردو زبان میں ہی تھے۔

الفضل نے اردو کے فروغ کے لیے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس وقت ہم خصوصیت سے قیامِ پاکستان سے قبل جو اردو زبان کے خلاف ہندوؤں کی مختلف تحریکیں چلیں ان میں الفضل کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔

سردار پٹیل ہندوستان ریڈیو سٹیشن کے جب انچارج بنے تو با قاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اردو کی نشریات میں عربی اور فارسی کے مانوس الفاظ کی جگہ سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ کا استعمال کثرت سے ہونے لگا۔ اس پر جون 1947ء کے الفضل میں آل انڈیا ریڈیو کی زبان ''اردو'' پر دست درازی غیر مانوس ہندی الفاظ کا بھرمار کے عنوان سے شائع ہوا جس میں اربابِ حل و عقد سے اپیل کی گئی کہ وہ اردو سے تعصب کا مظاہرہ نہ کریں اور سردار پٹیل کے تعصب کا ذکر کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے کہ:

''تعصب اور تنگدلی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ محض اس جرم میں اردو کو تدریجاً ہندی زبان کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس میں بدقسمتی سے ایسے الفاظ بھی موجود ہیں۔ جو مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے دو زبانوں یعنی عربی اور فارسی سے لئے گئے ہیں۔ اول تو ویسے ہی آل انڈیا ریڈیو کے پروگراموں میں اب پہلے کی نسبت ہندی کا حصہ بہت زیادہ اور اردو کا حصہ بہت کم کر دیا گیا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی سردار پٹیل کی ہندی نوازی اور اردو دشمنی کی ذہنیت مطمئن نہیں ہوئی۔ کیونکہ خبریں نشر کرنے کے بعد زبان اب اردو یا ہندوستانی کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ اس میں سے بڑی سرعت کے ساتھ چن چن کر عربی اور فارسی کے مانوس الفاظ کو نکالا جارہا ہے اور ان کی جگہ ہندی یا سنسکرت کے ایسے غیر مانوس الفاظ داخل کئے جا رہے ہیں۔ جو مسلمان تو الگ رہے خود ہندوؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی نہیں سمجھ سکتا۔''

اس کے بعد اخبار لکھتا ہے۔

''شاید خیال کیا جاتا ہے کہ اس طریق سے اردو کو مٹایا جا سکتا ہے اور اس کی جگہ ہندی اور سنسکرت کو رائج کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا خیال کرنے والے احباب خود یاد رکھیں کہ اردو کو عارضی طور پر کچھ نقصان تو بیشک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن زبان اردو کو مٹایا نہیں جا سکتا اور نہ مستقل طور پر اس کی ترقی کو روکا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے اس زبان کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ اور اس کو ایسی برکت عطا فرمادی ہے کہ وہ ہزاروں مخالفانہ کوششوں کے باوجود پھیلتی پھولتی جائے گی حتیٰ کہ احمدیت کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر ملک اور ہر علاقہ میں رائج ہو جائے گی اور اسے ایک بین الاقوامی حیثیت ہو جائے گی۔''

اس کے بعد 31 جولائی 1947ء کے الفضل میں بھی ''ہندوستانی زبان'' کے عنوان سے مضمون شائع ہوا جس میں ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں شائع ہونے والے ایک ہندو کے خط کا جواب دیا گیا۔ ہندو نے مؤقف اختیار کیا تھا کہ سنسکرت ہی ہندوستان کی اصل زبان ہے اس لئے اس کے الفاظ ہی اردو زبان میں شامل کرنے چاہئیں۔ اس کے جواب میں الفضل نے دلائل دیتے ہوئے لکھا کہ:۔

''ہندوستان کی مشترکہ زبان بننے کا کسی زبان کو حق ہے تو اسی زبان کو ہے جو قدرتاً یہاں ارتقاء پذیر ہوئی ہے۔ اب زبردستی اس کی ہیئت تبدیل کرنا اور اس میں سنسکرت جیسی مردہ زبان کے نہایت غیر مانوس الفاظ ٹھونسنا اس کو ہندوستانی زبان نہیں رہنے دے گا۔''

(الفضل 31 جولائی 1947ء)

اخبار ''الفضل'' حضرت مسیح موعود کا ایک بازو ہے

حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحب

حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ ''الحکم'' اور ''البدر'' ہمارے دو بازو ہیں۔ مگر افسوس کہ ''بدر'' فوت ہو چکا ہے۔ اور ''الحکم'' بیمار اور بوڑھا ہوگیا ہے۔ لیکن جس طرح نبی فوت ہو جائے تو اس کا خلیفہ مقرر ہوتا ہے۔ اسی طرح ''بدر'' کا خلیفہ اور جانشین ''الفضل'' ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ بوڑھے اور بیمار ''الحکم'' کو تندرست اور جوان بنانے کی کوشش کریں۔ اور ''الفضل'' کو جو ''بدر'' کا جانشین ہے وہی پوزیشن دیں جو حضور نے ''بدر'' کے لئے تجویز فرمائی تھی۔ یعنی اسے حضرت مسیح موعود کا بازو سمجھیں لیکن بازو میں اگر طاقت نہ ہو تو کیسی تکلیف دہ بات ہے۔ اس لئے ہمیں یہ بھی کوشش کرنی چاہئے کہ الفضل حضور کا تندرست بازو ہو اور اس بازو کی تندرستی یہ ہے کہ ہم اسے اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین سے طاقت ور بنائیں اور وہ واقعہ میں ایسا ہو جائے کہ صحیح معنوں میں حضور کا بازو کہلا سکے اور ایسی اعلیٰ پوزیشن حاصل کرلے کہ اسے حضرت مسیح موعود کا بازو کہتے ہوئے ہم شرم محسوس نہ کریں۔

پس ہم سب کو جو احمدی کہلاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کے زور بازو کی کمائی ہیں اپنے محسن کی طاقت برقرار رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ''الفضل'' کو محض ایک اخبار اور کاغذات کا مجموعہ نہ سمجھیں۔ بلکہ ہم اپنے تصور میں اسے سچ مچ حضور کا گوشت پوست والا بازو متصور کریں اور پھر خیال کریں کہ اگر قادیان سے آواز آئے کہ حضرت مسیح موعود کے بازو کی طاقت کم ہو رہی ہے اور ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس میں تندرست انسانی خون داخل کرنے کی ضرورت ہے اس لئے ہر احمدی اس کے لئے تیار رہے۔ پھر خود ہی تصور کرو تو تمہیں چین سے لندن اور لندن سے امریکہ تک کے احمدی بے انتہاء شوق اور جوش سے دیوانہ وار آگے بڑھتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے کہ خدا کے لئے ہماری حبل الورید کھول کر ہمارے خون کا آخری قطرہ تک حضور کے بازو میں داخل کر دو اور جلدی کرو کہ کسی طرح وہ زندہ اور ہم مردہ۔ وہ موجود اور ہم معدوم ہو جائیں۔ اس تصور کے لئے ایک میدان فرض کرو اور پھر لاکھوں احمدیوں کا ایک جم غفیر قائم کرو۔ اور پھر ان کے ایک دوسرے سے بڑھنے کا نظارہ آنکھوں کے سامنے لاؤ۔ پھر ان کے رونے اور چلانے کی آوازیں اپنے کانوں سے سنو اور پھر دیکھو کہ ایک بیٹا اپنے باپ کو پیچھے ہٹا کر کہتا ہے کہ ابا خدا کے لئے یہ سعادت مجھے حاصل کرنے دو کہ میں اپنا خون حضرت مسیح موعود کے بازو کو دے کر اپنے اور اپنے تمام خاندان کے لئے باعث صد فخر اور اپنی اور اپنی سات پشتوں کے لئے موجب صد مغفرت بنوں۔ مگر باپ رو کر کہتا ہے کہ بیٹا تو میرا لخت جگر اور نور چشم ہے۔ مجھ بابر کا تو ہما یوں ہے۔ میں سب کچھ تجھ پر نثار کرنے کے لئے تیار ہوں مگر بیٹا اس سعادت میں ایثار کی گنجائش نہیں یہاں تو مجھے ہی تُو آگے جانے دے اور دیکھ بیٹا مجھے پیچھے دھکیل کر تو آگے نہ بڑھ دیکھ میں بوڑھا ہوں مجھے کب ایسے سعادت اندوز موقعے مل سکتے ہیں۔ تو جوان ہے بہت ممکن ہے (دین) کی کسی اور خدمت کا تجھے موقعہ میسر آجائے۔ پھر تم دیکھو گے کہ وہ مخدرات جن کے سایہ پر بھی غیر محرموں کی نظر نہیں پڑی۔ مونہہ کھولے سر کے بال بکھیرے حشر کے میدان سے بھی زیادہ گھبراہٹ سے دیوانہ وار دوڑتی ہوئی آگے بڑھ کر رو رو کر اور خدا کا واسطہ دے دے کر کہہ رہی ہیں کہ مردو! تم تو ہمیشہ خدمتیں اور قربانیاں کرتے ہی ہو اس خدمت کا تو خدا کے لئے ہمیں ہی موقع دو اور ہمارے خون سے ہمارے مسیح ہاں ہمارے منجی مسیح کے بازو کی طاقت کو قائم ہونے دو۔

کیسا شاندار نظارہ اور سبحان اللہ عشق کا کتنا عالی شان مظاہرہ ہے۔ مگر کیا اس نظارہ اور اس مظاہرہ پر ہم مطمئن ہو سکتے ہیں جبکہ گوشت اور پوست کے لئے تو ہم سب کچھ نثار کر دیں۔ مگر آپ کے منصب مسیحیت کا بازو وہاں آپ کی مہدویت اور..........کا بازو کمزور کیا خشک بھی ہونے لگے تو ہم ٹس سے مس نہ ہوں۔ کیا ہم جسم کو پال کر اور روح کو پامال کر کے افتومنون ببعض الکتاب......کا مصداق نہ بن جائیں گے۔

افسوس ہے کہ میں مدت سے دیکھتا ہوں کہ الفضل کے دن رات کام کرنے والے عملہ کے سوا باستثنا ایک دو بزرگوں کے عموماً غیر معروف احباب ہی الفضل میں مضامین لکھتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو سلسلہ کی روح رواں ہیں اور جو اپنے تقویٰ اپنے علم اور اپنی وجاہت اپنے تمدن اپنے تمول اپنے عہدہ اپنے خطاب اپنے منصب جلیلہ اپنے پیشہ کے کمال کی رو سے خدا تعالیٰ اور دنیا دونوں کی نظر میں ممتاز ہیں۔ ان میں سے شاذ و نادر و کالمعدوم ہی کسی نے ''الفضل'' کے لئے کبھی قدم اٹھایا ہو تو اٹھایا ہو۔ شائد وہ چاہتے ہیں کہ الفضل کے لئے مضمون نہ لکھنے کے وصف میں بھی وہ اوروں سے ممتاز ہیں۔ رہا الفضل کا عملہ سو میری رائے میں اسے تو الفضل کے لئے آمدہ مضامین کی ترتیب دینے، لوگوں سے مضمون حاصل کرنے اور اخبار کو اعلیٰ سے اعلیٰ دیدہ زیب بنانے کے لئے ہی وقف کر دینا چاہئے کہ اس کو مصروف و منہمک رکھنے کے لئے یہی کام کافی سے زیادہ ہے لیکن مضمونوں کے لکھنے کا بار بھی عملہ پر ہو تو دو یا تین شخص کس طرح نیا سے نیا رنگ پیدا کر سکتے ہیں۔

پس میں اس مضمون کے ذریعہ تمام ان احمدی دوستوں سے جنہیں خدا تعالیٰ نے کسی نہ کسی رنگ میں دوسروں پر فوقیت و برتری دی ہے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی فرمائیں۔ بات کچھ بھی نہیں صرف توجہ اور چند منٹوں کی فرصت نکالنے کی ضرورت ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ

کیا اخبار الفضل کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ سر محمد ظفر اللہ خان اپنی غیر معمولی قابلیت اپنے وسیع اور متعدد سفروں کے تجارب اپنی عام واقفیت اور اپنے عالمانہ دماغ سے جہاں ملک و ملت کی تائید میں روز و شب زبردست سے زبردست تقریریں کرتے ہیں وہاں الفضل کے صفحات قرطاس پر دین کی تائید میں بھی کبھی کچھ لکھ دیا کریں۔

یا کیا شیخ بشیر احمد اور سلسلہ کے دوسرے بیسیوں وکلاء کا فرض نہیں ہے کہ وہ دینی تعزیرات، ورثہ اور قوانین مالی و دیوانی کی برتری۔ دنیا کے تمام دوسرے قانونوں پر ثابت کرنے کے لئے اپنے قلم کو جنبش دیں۔

یا کیا الفضل اس امر کا خواہشمند نہیں کہ قاضی محمد اسلم ایم اے جو کیمبرج سے فلسفہ کا دریا پی کر آئے ہیں اپنے علم کی کوئی چھینٹ الفضل کے صفحات پر بھی ڈالیں۔ اور اس طرح احمدیت کے فلسفہ کو یونان کے پرانے اور جرمن و انگلستان کے نئے فلسفہ پر فائق ثابت کریں۔

یا کیا الفضل کو اس بات کا بجا شکوہ نہیں ہو سکتا کہ سید محمد اسحاق دن بھر فضولیات میں لگا رہتا ہے مگر اسے یہ توفیق نہیں ملتی کہ حضرت مسیح موعود کے

ربوہ سے الفضل کا پہلا شمارہ

روزنامہ الفضل ربوہ

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی محبت اور عقیدت کا تحفہ پیش کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہنا چاہیئے

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر کا ملخص

پروگرام میں تبدیلی

اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے

جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے

ربوہ سے الفضل کے اجراء پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا پیغام

آج ربوہ سے اخبار شائع ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ربوہ سے نکلنا مبارک کرے اور جب تک یہاں سے نکلنا مقدر ہے اس کو اپنے صحیح فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیئے اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے

خاکسار مرزا محمود احمد

بازو کی تقویت کے لئے قلم ہاتھ میں پکڑنے کی تکلیف بھی گوارا کرے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کا گوشت اور پوست روح اور جسم دل اور دماغ یعنی اس کا سب کچھ حضرت مسیح موعود کے احسانوں کے نیچے دبا ہوا ہے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل حضور کی دعاؤں کے ذریعہ ظاہر نہ ہوتا اور انی احافظ کل من فی الدار کے موعود الدار میں اس کی رہائش نہ ہوتی۔ تو آج سے 30 سال قبل وہ طاعون سے ہلاک ہو چکا ہوتا۔ اور آج اس کی قبر کو بھی کوئی نہ جانتا اور وہ پوری طرح۔

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

کا مصداق ہوتا۔

پس ایسے احسان فراموش سے الفضل کو شکوہ نہ ہو تو اور کس سے ہو۔

پھر کیا الفضل اس امر کا متمنی نہیں کہ احمدی اطباء اور ڈاکٹر اپنے علم سے اس کے صفحات کو دلچسپ بنا کر اسے لوگوں کے لئے باعث صد کشش کر دیں۔ اور ڈاکٹر شاہ نواز کے طریق تحقیق کو قدرے اختصار سے اختیار کر کے علم طب کی رو سے (دین حق) کی برتری اور فوقیت اور حقانیت دوسرے مذاہب پر ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

یا کیا ہمارے قابل ڈاکٹر اور لائق حکیم نہایت نافع اور مجرب نسخے سادہ اور سہل طریق علاج اور مفید طبی مشورے دے کر ہمارے جسموں کو اگر درست رکھنے کی کوشش کریں تو یہ غیر مناسب ہوگا؟

پھر کیا الفضل کے صفحات ہمارے سلسلہ کے مفتیوں کے فتوے چھاپنے سے انکار کر رہے ہیں کیا؟ یا کیا الفضل اعلان کر چکا ہے کہ وہ کسی احمدی تاجر کے تجربات یا کسی احمدی صناع کے مفید مشورے چھاپنے سے معذور ہے؟

یا کیا سیاست سے واقف احمدی اہل قلم مولوی محمد الدین اور ملک غلام فرید اس امر سے شرماتے ہیں کہ کہیں ان کے مضمون پڑھ کر الفضل کے ناظرین سیاسیات سے آگاہ نہ ہو جائیں۔

یا کیا جماعت کے اہل تقویٰ و اہل ورع جماعت کی اصلاح سے مایوس ہو چکے ہیں کہ وہ الفضل کے ذریعہ نہ امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہی عن المنکر

یا کیا ہمارے بیسیوں مربی جن سے نظارت (دعوت الی اللہ) کے بجٹ کے صفحات مزین ہو رہے ہیں۔ مضمون نہ لکھنے کا روزہ رکھ کر خدا سے عہد کر چکے ہیں کہ الٰہی ہماری پچھلی بھول چوک معاف فرما آئندہ توبہ ہے جو قلم ہاتھ میں لیں یا کیا ہمارے شاعر شعر کہنے سے تائب ہو چکے ہیں کہ مہینوں گزر جاتے ہیں مگر الفضل کے صفحات کلام موزوں سے مرصع نظر نہیں آتے کیا ان کے لئے درثمین مشعل راہ کا کام نہیں دیتی۔

غرض کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے اہل وجاہت اہل تقویٰ اہل سیاست اہل حکومت اہل مرتبہ اہل دین اہل مال اہل حکمت اہل شعر اہل علم حضرات الفضل کے کالموں میں کچھ نہیں لکھتے پس میں جو ان سب مذکورہ بالا اہلیتوں سے نا اہل ہوں۔ ان سب اہلیت والوں کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی توجہ اس طرف منعطف فرمائیں۔ اور میٹھی زبان شیریں الفاظ سادہ عبارت میں ہر شخص کی سمجھ میں آ جانے والے مختصر نوٹوں اور مضمونوں کے ذریعہ اپنے تجارب اپنے علوم اپنے معارف اپنے اشعار اپنے نکتے اپنی تفسیریں اپنی تشریحیں اپنی کہاوتیں اپنی حکایتیں اپنے موتی اور اپنے لعل اور اپنے جواہرات الفضل کے صفحات پر بکھیر دیں اور حضرت مسیح موعود کے اس بازو کو ایسا تندرست اور قوی اور اتنا مضبوط کر دیں کہ اس کا ایک ایک نمبر اکیلا ہی دنیا کو فتح کرنے والا ہو۔

اس لئے اے احمدی عالمو، ادیبو، مصنفو، سیاستدانو، وجاہت والو، عہدہ دارو، منصب جلیلہ پر فائز ہونے والو اور اے وکیلو، ڈاکٹرو، تاجرو، پیشہ ور صناعو اور موجدو یعنی مختلف کاموں کے اہلو اور ہاں میری طرح بعض نا اہلو:

''الفضل'' کو حضرت مسیح موعود کا بازو سمجھ کر اسے مضبوط کرو اور اگر وہ کمزور ہونے لگے تو اپنے خون سے اسے قوی اور طاقت ور بناؤ نیز اسے حضرت مسیح موعود کا لہلہاتا چمن اور سرسبز باغ تصور کر کے اپنی قلموں کے پانی سے اس کی آبپاشی کرو کہ یہی مسیح موعود کی دینی لڑائی اور یہی مسیح موعود کی شیطان سے آخری جنگ اور یہی اس کا جہاد ہے اور اسی کا نقشہ حضرت مسیح موعود نے یوں کھینچا ہے ع

سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

(الفضل 12 مئی 1962ء)

مکرمہ سجیلہ کنول صاحبہ۔ ربوہ

دینی، دنیوی، تعلیمی اور معاشی معلومات کا ذریعہ

میں اور میرے تمام گھر والے روزنامہ الفضل کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتے ہیں اور اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ لیکن 1984ء کی بندش نے الفضل کو ہمارے دلوں کے اور قریب کر دیا تھا۔ اس بندش کے دور میں مختلف ضمیموں نے عارضی خلاء کو پر کیا یہ بھی محض خدا تعالیٰ کا احسان اور فضل تھا کہ ہم اس روحانی نہر سے سیراب ہوتے رہے۔

ہمارے گھر میں روزنامہ الفضل میری دادی جان مکرمہ امۃ القیوم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد خان صاحب محلّہ باغ جہلم نے لگوایا تھا۔ جب وہ 1984ء میں جہلم سے ربوہ تشریف لائیں تو اخبار الفضل کی بندش تھی۔ 1988ء میں جب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا تو میری دادی جان نے فوراً اخبار الفضل لگوایا۔ میری دادی جان کا تعلق قادیان دارالامان سے تھا۔

سارے دن کی مصروفیات کو چھوڑ کر دادی جان اخبار الفضل کا مطالعہ کرتی تھیں۔ جب تک اخبار کا ایک ایک لفظ نہ پڑھ لیتیں، چین سے نہ بیٹھ پاتی تھیں۔ میری پیدائش سے چند سال قبل ہی میری دادی جان جرمنی چلی گئی تھیں۔ وہ گزشتہ 20 سال سے جرمنی میں مقیم تھیں وہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے الفضل کی روحانی نہر سے فیضاب ہوتی رہیں۔ میں نے دادی جان کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزارا۔ البتہ میری والدہ محترمہ ساجدہ اکرم صاحبہ نے ان کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ امی جان کہتی ہیں کہ آپ کی دادی جان ناشتہ نہیں کرتی تھیں جب تک اخبار الفضل کا ایک ایک لفظ نہ پڑھ لیں۔ آپ جب بھی پاکستان آتیں تو اپنی پرانی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے اخبار الفضل کا مطالعہ اسی ذوق وشوق سے کرتیں اور مجھے بھی پاس بٹھا کر پڑھ کر سناتیں اگر اخبار میں کوئی ایسی بات ہوتی جو میری سمجھ میں نہ آتی تو مثالوں سے اور بڑے پیار سے اس بات کو سمجھاتیں۔ میری دادی جان سب سے پہلے حدیث پڑھتیں، پھر ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود اور پھر اعلانات جس میں تمام دنیا سے تعلق رکھنے والی پیاری جماعت کے دکھ اور سکھ کی خبریں اکٹھے پڑھنے کو مل جاتیں۔ پھر دادی جان اور ہم سب سے پہلے صفحات پر آ جاتے ہیں اور دوبارہ سارا الفضل لفظ بہ لفظ پڑھتے ہیں۔ میرے والدین بھی بفضل اللہ تعالیٰ مطالعہ کے عادی ہیں خواہ مالی طور پر ہمارے حالات کیسے ہی ہوں الفضل (جو کہ اللہ کے فضلوں کا وارث ہے) ہمارے گھر کی زینت بنتا رہا ہے اور اب بھی باقاعدگی سے بن رہا ہے اس سلسلہ میں ادارہ الفضل کے بھی ہم خدا تعالیٰ کے بعد شکر گزار ہیں کہ وہ انتہائی کٹھن حالات میں بھی اس فیض کو جماعت تک اور ہم تک پہنچا رہے ہیں۔

میری دادی جان کو نظمیں ترنم سے پڑھنے اور سننے کا بے حد شوق تھا جب کبھی اخبار میں کوئی نظم شائع ہوتی تو مجھے ترنم سے پڑھنے کو کہتیں اور بڑے شوق سے سنتی تھیں۔ اور پھر اس کا مطلب بھی سمجھاتیں۔ ہم سب گھر والے روزنامہ الفضل سے بہت سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ میں نے تو باقاعدہ ایک فائل بنا رکھی ہے جب بھی الفضل میں کوئی نصیحت آموز بات یا دعا پڑھتی ہوں تو اسے اپنی فائل میں محفوظ کر لیتی ہوں مجھے تقاریر کرنے کا بہت شوق ہے۔ اسی سلسلہ میں اکثر مجھے تقاریر لکھنے کے لئے مواد کی بھی ضرورت پڑتی ہے جو مجھے اخبار الفضل میں آسانی سے میسر آ جاتا ہے۔ میں نے الفضل میں آنے والے تقاریر کے موضوعات پر مشتمل مضامین کی بھی ایک فائل بنا رکھی ہے تا کہ ضرورت کے وقت کام آ سکے۔ میں مضامین اور مقالہ جات لکھنے کا بھی شوق رکھتی ہوں۔ الفضل کا مطالعہ کرنے سے بھی مجھے مضامین اور مقالہ جات لکھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ چونکہ الفضل میں حوالہ جات بھی بڑی تفصیل سے دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے مجھے کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ اس سلسلہ میں آپ بھی بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعود کی نماز میں توجہ حاصل کرنے کی دعا کی ضرورت تھی لیکن وہ دعا مجھے کہیں سے مل نہیں رہی تھی اچانک میری نظر قریب پڑے اخبار الفضل پر پڑی اور کیا دیکھتی ہوں کہ الفضل کے پہلے صفحہ پر ہی وہ دعا مجھے مل گئی اور یوں میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہ دعا لکھ لی اور اسے یاد کر کے نماز میں پڑھا اور میری نماز کا لذت وسرور واپس آ گیا۔

الفضل میں شائع ہونے والا ایک نیا سلسلہ ''عجائبات عالم'' کو ہم سب گھر والے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور اپنے علم میں اضافہ کرتے ہیں۔ میں ہر نئی ملنے والی معلومات سے اپنی سہیلیوں کو بھی شریک کرتی ہوں۔ پڑھائی کی مصروفیات کی وجہ سے اگر بعض اوقات مطالعہ کتب حضرت اقدس مسیح موعود کا موقعہ نہ ملے تو اخبار الفضل میں آنے والے ارشادات عالیہ سے بھی یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے بعض اوقات اخبار الفضل میں بہت آزمودہ نسخہ جات بھی شائع ہوتے ہیں جو کافی مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں آج کل بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے اکثر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ سننے سے رہ جائے تو۔ اخبار الفضل میں شائع ہونے والے خطبہ جمعہ کے خلاصہ اور متن سے یہ پریشانی بھی دور ہو جاتی ہے۔

غرضیکہ اخبار الفضل میری زندگی میں ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے کیونکہ اس میں دینی، دنیوی، معاشی، معاشرتی، تعلیمی غرضیکہ ہر طرح کی معلومات موجود ہوتی ہیں جس کے مطالعہ سے ہم خود کو موجودہ دنیا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے والا بنا سکتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا ارشاد۔ خطبہ جمعہ 6؍اکتوبر 1986ء

حضرت مسیح موعود کے ایسے اقتباسات چن کر الفضل کے پہلے صفحہ پر شائع کئے جاتے ہیں جن سے حضرت مسیح موعود کی باخدا بنانے والی شخصیت نمایاں ہوتی ہے اس سے تمام دنیا کی جماعتیں استفادہ کریں اور اپنے رسالوں میں تراجم شائع کریں

الفضل میں میں جو مطالعہ آجکل کر رہا ہوں اس پہلو سے مجھے سب سے زیادہ حسین چیز یہی دکھائی دیتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ایسے اقتباسات کو چن کر پہلے صفحے پر شائع کیا جاتا ہے جس سے حضرت مسیح موعود کی باخدا بنانے والی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان اقتباسات کو جو تو ہر جگہ کتابوں میں موجود ہیں لیکن جس عمدگی کے ساتھ انتخاب کیا گیا ہے اس سے تمام دنیا کی جماعتوں کو استفادہ کرنا چاہئے اور جتنی زبانوں میں بھی جماعت احمدیہ کے رسائل یا اخبارات شائع ہو رہے ہیں ان میں وہ اقتباسات شائع کرنے چاہئیں۔ کیونکہ وہ انتخاب جہاں تک میں نے غور کیا ہے بہت پُرحکمت انتخاب ہے اور بہت سے ایسے اقتباسات بھی چنے گئے ہیں جو آجکل کے مسائل پر خصوصیت سے روشنی ڈالنے والے ہیں۔ پہلے اگر اس معاملے میں کچھ غفلت ہوئی ہے تو آئندہ سے نہ صرف تازہ اقتباسات کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے اپنے اخبارات میں شائع کرنا چاہئے بلکہ پرانے اقتباسات میں سے بھی اس حد تک انتخاب کریں جس حد تک آپ اب اپنے رسائل میں ان کو سمو سکتے ہیں اور اس پہلو سے تمام دنیا کی مختلف زبانوں میں حضرت مسیح موعود کی یہ شخصیت نمایاں کر کے پیش کرنی چاہئے۔ تمام دنیا کے احمدیوں کی تربیت کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ انگریزوں کو حق ہے کہ انگریزی زبان میں بھی حضرت مسیح موعود کے ایسے اقتباسات کا ترجمہ ہو، افریقنوں کو حق ہے کہ ان کی زبانوں میں یہ ترجمے ہوں اور یوگوسلاویز کا حق ہے کہ ان کی زبانوں میں ترجمے ہوں غرضیکہ دنیا کی ہر زبان میں اس قسم کے اقتباسات کے ترجمے بہت ضروری ہیں کیونکہ دشمن نے دوسری قسم کی تحریرات پر حملے شروع کئے ہوئے ہیں اور اس پہلو سے دنیا میں غلط فہمی پیدا کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ساری دنیا سے جہاں سے اطلاعیں آ رہی ہیں معلوم ہو رہا ہے کہ بعض مسلمان حکومتوں کے روپے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کثرت کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے جہاد پر حملہ ہو رہا ہے اور ان تحریرات کو خصوصیت سے نمایاں کر کے دکھایا جا رہا ہے جن میں درشتی اور سختی دکھائی دیتی ہے۔

اس کے مقابل پر جب یہ تحریریں احمدیوں کی نظر میں آئیں گی اور وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے سامنے پیش کریں گے تو یہ تحریریں اپنی ذات میں ایک دفاع ہیں۔ ان میں اتنی قوت ہے، ایسی گہری صداقت پائی جاتی ہے کہ کوئی انسان جس میں کوئی شرافت کا شائبہ بھی ہو اور حق پرستی سے کوئی تعلق بھی رکھتا ہو وہ ان تحریروں کو پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی نے تکلف سے، جھوٹ سے بنائی ہوئی ہیں۔ ان کے اندر ایک سچائی کا حسن ہے جو اپنی ذات میں ایک چمک رکھتا ہے۔ ہیرے جواہر بھی چمکتے ہیں لیکن وہ دوسری روشنی کی چیزوں سے روشنی پا کر چمکا کرتے ہیں۔ وہ منعکس کرنے والی چیزیں ہیں۔ سچی تحریروں میں ایک ذاتی روشنی پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود کی ایسی تحریروں میں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں ایک ذاتی قوت اور ایک ذاتی روشنی پائی جاتی ہے جس کو کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں اپنی ذات میں وہ چمکتی ہے۔

اس پہلو سے ایسی تحریرات کو کثرت کے ساتھ احمدیوں میں روشناس کروانا، نئی نسلوں میں روشناس کروانا اور پھر احمدیوں کے ذریعے غیروں میں روشناس کروانا موجودہ دور کی حکمت عملی کا اولین تقاضا ہے۔ آپ کے سامنے الفضل کی ساری تحریریں تو پڑھنی ممکن ہی نہیں لیکن الفضل نے خود بھی تو بہت تھوڑے سے انتخابات کئے ہوئے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعود کی ملفوظات جو کئی جلدوں پر پھیلی پڑی ہیں ان کا آپ مطالعہ کر کے دیکھیں ایک ایک صفحے پر آپ کو ایسی حیرت انگیز چکا چوند کرنے والی سچائی کی روشنیاں دکھائی دیں گی اور دلوں کو مغلوب کرنے والی اور اپنی محبت میں مبتلا کرنے والی تحریریں ملیں گی کہ کوئی شریف فطرت انسان ان کو پڑھنے کے بعد حضرت مسیح موعود کی ذات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ فیصلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا کی طاقت سے بولنے والا انسان ہے اس کی روح کو خدا کی روح سے پیوند ہے اور یہ دنیا کا انسان نہیں ہے جس کی زبان سے یا جس کے قلم سے یہ کلام جاری ہو رہا ہے۔ ایک صرف تحریر میں پڑھتا ہوں۔ کس رنگ میں آپ نے باریک بینی کے ساتھ ہمیں اپنے نفس کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے اور ایک صاحب عرفان انسان ہی ایسی باتیں لکھ سکتا ہے۔ ایک جھوٹے کو یہ توفیق نہیں مل سکتی کہ اپنی خوابوں میں بھی ایسی باتیں سوچے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''نفس تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک نفس امارہ، ایک لوامہ اور تیسرا مطمئنہ۔ پہلی حالت میں تو صم بکم ہوتا ہے۔ کچھ معلوم اور محسوس نہیں ہوتا کہ کدھر جا رہا ہے۔ امارہ جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے''۔ (ملفوظات جلد سوم ص 81)

اب آپ دیکھیں کہ دنیا کے اکثر انسانوں کی یہی حالت ہے۔ وہ دنیا طلبی میں، دنیا کی لذتوں میں ان کے حصول میں ایسا محو، ایسا گم ہے کہ ان کو کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ ان کی زندگی کیسی بسر ہو رہی ہے، کیوں بسر ہو رہی ہے، کون سا ان کا رخ ہے، کس جہت میں آگے بڑھ رہے ہیں؟ وہ اپنی ذات کی فوری ضروریات میں محو اور ان ضروریات کے حصول کے لئے کوشاں اور دنیا طلبی سے اس قدر مغلوب ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کو گردوپیش کی کسی انسانی جذبے کی ہوش ہی نہیں رہتی۔ تمام زندگی ان کی مطلب پرستی میں گزر رہی ہوتی ہے اور ان کو پتہ ہی نہیں لگتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں تو اپنے جھوٹ کا پتا نہیں لگتا۔ بدکرداری کر رہے ہوتے ہیں تو بدکرداری کا پتا نہیں لگتا۔ ظلم اور تعدی سے کام لے رہے ہوتے ہیں اس کی ہوش نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں ان کی حالت صم بکم کی ہوتی ہے۔ اب آپ دیکھیں صم بکم میں آپ نے اس پہلو پر کتنی عظیم الشان روشنی ڈال دی کیونکہ آپ نے یہ قرآن کریم سے مستعار لی ہے اصطلاح۔ (خطبات طاہر جلد 8 ص 661)

محترم میر محمود احمد صاحب ناصر اور الفضل کی یادیں

محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب جماعت احمدیہ کے جید علماء اور دیرینہ خدمت کرنے والوں کی صف میں شمار کئے جاتے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ اور سپین میں دعوت الی اللہ اور دیگر خدمات دینیہ کے علاوہ پروفیسر جامعہ احمدیہ، وکیل التصنیف، وکیل التعلیم تحریک جدید، پرنسپل جامعہ احمدیہ جیسی اہم ذمہ داریوں کے بعد آجکل خدا تعالیٰ کے فضل سے انچارج ریسرچ سیل ربوہ کے طور پر خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ علم قرآن وحدیث کے علاوہ آپ عربی، انگریزی، سپینش، عبرانی اور اٹالین زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں۔ مؤرخہ 18؍اکتوبر 2012ء کو دن 11 بجے الفضل کے بارے میں آپ کے تاثرات لینے کے لئے مکرم عبد السمیع خان صاحب اور خاکسار ان کے دفتر ریسرچ سیل واقع جامعہ احمدیہ حاضر ہوئے۔ مختلف کتابوں میں گُم آپ کو علمی تحقیق و تدقیق میں مصروف پایا۔ الفضل کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ پرانے زمانے میں باوجود پرنٹنگ کے مناسب وسائل نہ ہونے کے ادارہ الفضل کوشش کرتا تھا کہ اس کی کتابت صاف ہو اور چھپائی بھی ہر ممکن بہتر ہو تا کہ احباب جماعت سہولت سے مطالعہ کریں اور یہ قیمتی دستاویز آنے والے دور کے لئے محفوظ بھی ہو جائے۔

انہوں نے اپنے گھر میں الفضل کی آمد کے بارے میں بتایا کہ ہمارے گھر میں باقاعدگی سے الفضل آیا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے مکرم علی محمد صاحب جو پگڑی پہنتے تھے اور ہمارے گھر الفضل دے کر جایا کرتے تھے وہ میرے والد صاحب حضرت میر محمد اسحاق صاحب کو آواز دیتے تھے کہ ''میر صاحب اخبار اے''۔ میری والدہ محترمہ الفضل کا بہت تسلی اور آرام سے روزانہ مطالعہ فرماتی تھیں۔ اور والد صاحب دفتر جانے سے قبل ایک نظر ڈالتے اور پھر واپس آ کر باقاعدگی سے اس کا مطالعہ کرتے تھے۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے مضامین بھی الفضل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کی تحریر سادہ اور تکلیف سے پاک ہوتی تھی اور تقریر زبانی اور بہت اعلیٰ کیا کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے بارے میں بتایا کہ میں صبح دفتر آنے سے پہلے الفضل کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں اور پھر دفتر آ کے وقت نکال کے اس کا مطالعہ جاری رہتا ہے۔ میں جب الفضل کے لئے کوئی مضمون لکھتا ہوں کوشش ہوتی ہے کہ مختصر ہو تا کہ ایک نشست میں پڑھا جا سکے۔ انہوں نے بتایا کہ جب وہ بیرون ملک خدمات سرانجام دے رہے تھے تو امریکہ میں بعض مشکلات کی وجہ سے ڈاک کے ذریعہ اخبار الفضل نہیں ملتا تھا۔ جس سے مرکز سے رابطہ میں بہت مشکل پیش آتی تھی۔

محترم میر صاحب جب پرنسپل جامعہ احمدیہ تھے تو ایک دفعہ انہوں نے نوٹس بورڈ پر یہ جملہ لکھا:

اگر آپ ایک سال تک بغور الفضل پڑھ لیں تو اچھے مربی بن سکتے ہیں۔

(مکرم فخر الحق شمس صاحب)

ربوہ سے روزنامہ الفضل کی اشاعت (1954ء) پر دو خصوصی پیغامات

اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے

روزنامہ الفضل 18 جون 1913ء کو قادیان سے جاری ہوا تھا قیام پاکستان کے بعد الفضل لاہور سے شائع ہوتا رہا جلسہ سالانہ 1954ء کے ایام میں لاہور سے ربوہ منتقل کر دیا گیا اور 31 دسمبر 1954ء سے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپنے لگا۔ اس طرح الفضل قریباً سات برس کے بعد دوبارہ مرکز احمدیت سے نکلنا شروع ہوا۔ جس پر احباب جماعت نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے نام خصوصی پیغامات دیئے۔ حضرت مصلح موعود کے پیغام کا متن یہ تھا:۔

حضرت مصلح موعود کا پیغام

”آج ربوہ سے اخبار شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ربوہ سے نکلنا مبارک کرے اور جب تک یہاں سے نکلنا مقدر ہے۔ اس کو اپنے صحیح فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبار کے مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔“

خاکسار مرزا محمود احمد

(الفضل 31 دسمبر 1954ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا پیغام

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ”الفضل کا دور جدید“ کے عنوان سے لکھا:۔

”الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ایک لمبے وقفہ کے بعد الفضل پھر مرکز سلسلہ سے نکلنا شروع ہو گیا ہے غالباً تر تالیس سال کا عرصہ گزرا کہ سلسلہ احمدیہ کے مرکز قادیان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے الفضل کا اجراء ہوا۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد ہمارا یہ مرکزی اخبار خدا کے فضل سے مسلسل ترقی کرتا گیا۔ حتیٰ کہ ملکی تقسیم کے دھکے کے نتیجہ میں الفضل کو بھی جماعت کی اکثریت کے ساتھ قادیان سے نکلنا پڑا۔ جس کے بعد حالات کی مجبوری کے ماتحت وہ لاہور سے شائع ہوتا رہا۔ یہ گویا اس کے لئے برزخ کا زمانہ تھا اب سات سال کے درمیانی زمانہ کے بعد الفضل پھر ربوہ یعنی مرکز سلسلہ نمبر 2 سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ الفضل کے اس نئے دور میں تمام جماعت کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور ہر مخلص احمدی کے دل سے یہ صدا اٹھ رہی ہے کہ مرکز سلسلہ کا یہ پودا جو گویا اب اپنے بلوغ کو پہنچ رہا ہے۔ بیش از بیش سُرعت کے ساتھ بڑھے اور پھلے اور پھولے اور اس کے پھلوں سے لوگ زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں۔ مگر اس تبدیلی کے نتیجہ میں جہاں جماعت کی یہ ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنے اس مرکزی اخبار کی اشاعت کی توسیع میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور مرکز کی ان صحافتی تاروں کو اور بھی زیادہ وسیع اور مضبوط کر دے جو اسے افراد جماعت کے ساتھ باندھ رہی ہیں۔ وہاں الفضل کے عملہ کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ نہ صرف الفضل کو زیادہ سے زیادہ مفید اور دلکش بنائے بلکہ لاہور سے ربوہ کی طرف منتقل ہونے کے نتیجہ میں جو بعض مادی وسائل (کی) ترقی میں امکانی کمی آ سکتی ہے اسے بیش از بیش توجہ اور کوشش کے ذریعہ کم نہ ہونے دے۔ اس زمانہ میں پریس کی اہمیت اور اس کے اثر کی وسعت ظاہر وعیاں ہے۔ سواب یہ جماعت اور عملہ الفضل کا مشترکہ فرض ہے کہ وہ الفضل کو ہر جہت سے ترقی دے کر اسے ایک الٰہی جماعت کے شایانِ شان بنائے۔ وکان اللّٰہ معنا اجمعین

(خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ 54-12-31)(الفضل یکم جنوری 1955ء)

ضروری مضامین کی فوٹو کاپی کرا لیتا ہوں

مکرم ندیم احمد فرخ صاحب معلم وقف جدید

میری زندگی میں الفضل کا کردار نہایت ہی اہم ہے اور ہو بھی کیوں نہ کیونکہ اس وقت موجودہ دنیا میں اس جیسا علوم سے پر اور اس جیسی برکات رکھنے والا شاید ہی کوئی اخبار ہو۔ دنیا میں بہت سارے اخبارات روزانہ کی بنیاد پر چھپتے ہیں مگر ان میں سے تقریباً سب کا مقصد دنیاوی منافع حاصل کرنا ہوتا ہے مگر یہ دنیا کا واحد اخبار ہے جس کا مقصد صرف اور صرف اس پیغام کو آگے سے آگے پہنچانا ہے جو کہ حضرت مسیح موعود کو ملا تھا۔ اور اس پیغام کو پھیلانا ہے جس میں یہ اخبار دن رات مصروف بھی ہے اور بلاشبہ جماعت کی تاریخ میں اس اخبار کا کردار اس زمانہ میں اسے مسیح موعود کے بازو کے درجہ تک لے جاتا ہے۔

دنیا کے اخبارات کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے ہمیں کوئی ایسا اخبار سوائے الفضل کے نظر نہیں آتا جس کا نام بھی خدا تعالیٰ سے آیا ہو جس کے اجرا سے قبل خدا تعالیٰ کے حضور استخارہ کیا گیا ہو۔ اس اخبار کا آغاز اتنا بابرکت تھا تو پھر اس اخبار نے کام بھی بہت اہم سرانجام دیئے ہیں۔ یہ الفضل کبھی تو ہمیں خلافت کے دفاع میں سب سے آگے نظر آتا ہے۔ اور کبھی میں اس کو سالوں پر پھیلی ہوئی جماعتی تاریخ کو محفوظ کرنے والے مؤرخ کی صورت میں دیکھتا ہوں اور کبھی جماعت احمدیہ کے ترجمان کی حیثیت میں دیکھتا ہوں۔ کہنے کو تو چند ایک صفحات ہیں مگر حکم خدا اور حکم رسول سے اور کلامِ مسیح و مہدی زماں سے پُر نظر آتے ہیں۔ الفضل کے یوں تو تمام کے تمام مضامین ہی نہایت اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں مگر ان میں سے **بعض تو ایسے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں کہ میں ان کی فوٹو کاپی کروا لیتا ہوں تا کہ مستقبل میں بھی ان سے استفادہ کر سکوں۔** آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ ﷺ اور حضرت مسیح موعود کا کلام اور مضامین اور دیگر معلومات میرے لئے نہایت بیش قیمت ہوتی ہیں۔ ہیں انہی چند صفحات میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی دورہ جات کی رپورٹس اور آپ کے خطبات و خطابات۔ تاریخ، سیرت، صحت، سائنس، خبریں، کھیل سب کچھ مجھے وقت پر مل جاتا ہے۔ اگر کوئی مخالف اعتراض کرتا ہے تو اخبار الفضل اس کا منہ توڑ جواب سمجھاتا ہے اور اس اعتراض کی حقیقت کو بھی ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور جماعت کی ترقیات کا تذکرہ بھی ہمارے سامنے کرتا ہے۔

مجھے اس اخبار سے اپنے احمدی بھائیوں کی خیر کی خبر بھی ملتی ہے اور بچوں کی آمین کی تقاریب اور شادیوں کی تقریب کا ذکر بھی ملتا ہے اور ان بہن بھائیوں کے لئے دعا کی طرف یاد دہانی بھی ہو جاتی ہے جو وفات پا گئے ہیں۔

میں نے اکثر اس بات کا اندازہ لگایا ہے کہ جس بھی کسی اہم عنوان کے تحت مجھے کسی بھی قسم کے مواد کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب سے پہلے مجھے الفضل سے ہی ملتا ہے میں نے الفضل سے جو کچھ حاصل کیا ہے اسے لکھنا میرے بس میں نہیں ہے کیونکہ ایک دو نہیں بلکہ روزانہ کے الفضل میں بیسیوں ایسی باتیں ہوتی ہیں جو کہ میرے لئے نئی ہوتی ہیں۔ میرے لئے اخبار الفضل کا ہر نیا پرچہ مرکز سلسلہ سے آنے والے خط جیسا ہوتا ہے کیونکہ اس میں سب اہم اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اور وقت سے پہلے ہی ان کے متعلق ہمیں اطلاع الفضل کے ذریعہ سے مل جاتی ہے کچھ عرصہ سے چونکہ ڈاک میں بعض مسائل کا سامنا ہوتا ہے اس لئے میں الفضل کو انٹرنیٹ کے ذریعہ سے حاصل کر کے پڑھ کر اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کرتا ہوں اور اب تو میں نے یہ کیا ہے کہ **مجھے جتنے سالوں کے الفضل انٹرنیٹ سے ملے ہیں میں نے سب کے سب نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کر لئے ہیں اور اپنے کمپیوٹر میں ان کے سالوں کے حساب سے الگ الگ فولڈر بنا لئے ہیں اور ان سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتا ہوں۔** اخبار الفضل میرے علم کی پیاس کو نہ صرف بجھاتا ہے بلکہ اور بڑھا بھی دیتا ہے میری یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے ہر دِن کا آغاز اخبار الفضل کے مطالعہ سے ہو۔

مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب

حضرت مصلح موعود نے الفضل گھر میں لگوانے کی ہدایت فرمائی

الفضل ہماری جماعت کی پہچان ہے اور اس سے دلچسپی اور وابستگی ہر احمدی کا خاص وصف ہے۔ مجھے الفضل کو پڑھتے ہوئے ساٹھ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو چکے ہیں۔ میں جب دسویں جماعت کا طالب علم تھا اسی زمانہ سے الفضل کا قاری ہوں۔

جب میں نے ہوش سنبھالا اور قادیان گیا تو اس کے ایڈیٹر منشی غلام نبی صاحب بلانوی تھے۔ ان کی تعلیم واجبی تھی۔ انہوں نے پوری لگن اور محنت سے کام لے کر حضرت امام جماعت احمدیہ کی خواہش کے مطابق ادارت کے معیار کو بلند رکھنے کی سعادت پائی۔

الفضل کو روز اول سے ہی یہ فخر حاصل رہا ہے کہ امام ہمام اس کے معیار اور اس میں شائع ہونے والے مواد کا ایک ایک لفظ پڑھتے تھے۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ایک مجلس میں جس میں سر سکندر حیات اس وقت کے گورنر پنجاب بھی شامل تھے۔ الفضل کے اخلاقی اور دیگر پہلوؤں کا ذکر آیا تو شرکاء مجلس نے الفضل کو ایک ایسا اخبار قرار دیا۔ جو غیر معیاری اور اخلاق سے گرے ہوئے اشتہارات شائع نہیں کرتا کیونکہ یہ عام طور پر ایسے اخبارات اختیار کرتے ہیں جن کا مقصود مالی منفعت ہو۔ بایں ہمہ حضرت امام جماعت اس میں شائع ہونے والے اشتہارات پر بھی گہری نظر رکھتے۔ جس کی وجہ سے الفضل کا معیار ہمیشہ معیاری اور منفرد رہا۔

میں یہ سطور لکھ چکا تو یاد آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی الفضل کا اس قدر باقاعدگی سے مطالعہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری بیوی حضور کی خدمت میں حاضر تھیں۔ حضور الفضل ہاتھ میں لیے اس کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ ٹہلتے ٹہلتے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے مندرجات پر اظہار خیال بھی فرما رہے تھے۔ اس دن حضور کی ایک نظم بھی شائع ہوئی تھی حضور نے میرے گھر والوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے میری نظم پڑھی۔ یہ بھانپ کر کہ امۃ الحی نے اخبار نہیں دیکھا ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کہ اپنے میاں سے کہو کہ اپنے لباس پر جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس میں سے کچھ رقم بچا کر گھر میں الفضل لگوائیں۔ اس فقرہ سے حضور کی اس خواہش کی جھلک نظر آتی ہے کہ الفضل ہر گھر میں موجود ہونا چاہیے...... حضور کو جب کسی خطبہ، تقریر یا مضمون کی اشاعت کو جاذب نظر پیش کرنا مطلوب ہوتا تو ایڈیٹر کو ہدایت فرماتے کہ شہ سرخیاں لگا کر حضور سے منظور کروالیں مجھے یاد ہے ایک مرتبہ میں ایڈیٹر صاحب (منشی غلام نبی صاحب بلانوی) کے پاس بیٹھا تھا کہ انہیں ایک ایسی ہی ہدایت موصول ہوئی۔

اس زمانہ کے لکھنے والوں میں سے اس وقت مجھے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب خاص طور پر یاد آرہے ہیں نظم لکھنے والوں میں قاضی محمد اکمل صاحب۔ حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحب مقبول شعراء تھے۔ علماء سلسلہ میں سے جو عرصہ دراز تک علمی میدان میں معروف رہے اور جماعتی اغراض کی اپنے مضامین سے تکمیل کی۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب۔ حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب اس دور میں خاص طور پر منصۂ شہود پر آئے حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب گجراتی اس دور کے گوہر نایاب تھے۔ اس زمانہ کے سبھی مضمون نگاروں پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی طرز تحریر کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ ان کی تحریر میں شستگی حلاوت اور حقیقت پسندی صاف طور پر نظر آتی ہے اپنے مافی الضمیر کو نہایت ہی موزوں الفاظ میں جن میں صداقت اور حقیقت نمایاں نظر آرہی ہو حضرت میاں صاحب کا خاصہ تھا۔

(الفضل 12 مارچ 1991ء)

ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے پیارے آقا اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سو سال پورے ہونے کی خوشی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

۞ امان اللہ بلوچ معلم وقف جدید S/O حافظ عبدالخالق واہل وعیال 327/H.R مروٹ بہاولنگر ۞ محمد ظفر اللہ S/O مکرم ڈاکٹر کریم واہلیہ بیٹی عاصمہ ظفر، بیٹا، عثمان ظفر 327/H.R مروٹ بہاولنگر ۞ محمد اکرم ورک S/O محمد شریف بمعہ اہل وعیال چک 223/9R بہاولنگر ۞ محمد عاشق سیال S/O میاں خان اہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ نعیم احمد باجوہ S/O خورشید احمد صدر جماعت احمدیہ 223/9R بہاولنگر ۞ مکرم ابوذر اسلم واہلیہ 223/9R بہاولنگر ۞ مبارک احمد باجوہ S/O نعیم احمد باجوہ قائد مجلس و ناظم ضلع تحریک جدید اہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ بشارت احمد باجوہ S/O نعیم احمد باجوہ واہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ محمد اقبال ورک S/O خورشید احمد سیکرٹری مال بمعہ اہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ ریاض احمد ورک فوجی S/O خورشید احمد اہل خانہ 223/9R بہاولنگر ۞ ناہید احمد باجوہ S/O محمد شفیع واہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ محمد احمد باجوہ S/O محمد ابراہیم و اہل خانہ 223/9R بہاولنگر ۞ ناصر احمد باجوہ S/O محمد ابراہیم واہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ مبشر احمد باجوہ S/O محمد ابراہیم بیٹا فضل احمد، مصور احمد 223/9R بہاولنگر ۞ منور احمد باجوہ S/O محمد ابراہیم بیٹے، فیض احمد باجوہ، توصیف احمد باجوہ، ابن منور احمد 223/9R بہاولنگر ۞ مبارک احمد باجوہ S/O محمد ابراہیم واہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ منور احمد ورک S/O محمد شریف، مصور احمد ورک ابن منور احمد واہل خانہ 223/9R بہاولنگر ۞ محمد اشرف ورک S/O محمد شریف وحید احمد ورک ابن محمد اشرف اہل وعیال 223/9R بہاولنگر رفیع احمد باجوہ S/O محمد شفیع باجوہ واہل خانہ 223/9R بہاولنگر ۞ انور احمد باجوہ S/O محمد ابراہیم واہل خانہ 223/9R بہاولنگر ۞ سعید احمد سروعہ S/O سید احمد بمعہ اہل وعیال 223/9R بہاولنگر ۞ امان اللہ باجوہ S/O نذیر احمد واہل خانہ 223/9R بہاولنگر ۞ رانا اظہر محمود S/O محمد شفیع صاحب اطہر محمود مربی سلسلہ ابن اظہر محمود 168 مراد بہاولنگر ۞ رانا مسرور احمد S/O طارق محمود رانا 168 مراد بہاولنگر ۞ مبارکہ طارق زوجہ طارق محمود رانا صدر لجنہ و اراکین عاملہ واراکین لجنہ اماء اللہ ناصرات الاحمدیہ 168 مراد بہاولنگر ۞ رفیع احمد رند انسپکٹر الفضل S/O احمد بخش، دانیال احمد طاہر رند S/O رفیع احمد رند، شرجیل احمد رند S/O رفیع احمد رند، صبیح احمد خان رند S/O رفیع احمد رند ۞ مبشر احمد رند S/O احمد بخش انسپکٹر تربیت معلم وقف جدید، مصور احمد دفتر عمومی S/O مبشر احمد رند، شاذل احمد رند S/O مبشر احمد رند ۞ مبارک احمد رند S/O احمد بخش دفتر خزانہ واہل خانہ ربوہ ۞ چوہدری محمد انور قمر S/O محمد صدیق ثمر احمد قمر ابن محمد انور قمر 93/6R بہاولنگر، چوہدری اکبر علی S/O محمد صدیق، رضوان احمد، ندیم احمد، وسیم احمد ابن اکبر علی، 93/6R بہاولنگر ۞ چوہدری شمشاد علی S/O منیر احمد، لقمان احمد S/O شمشاد علی واہل خانہ 93/6R بہاولنگر ۞ چوہدری عبدالرشید نسیمی S/O غلام حسین بیٹا تنویر احمد معلم سلسلہ 93/6R بہاولنگر ۞ عاطف اقبال کاشف اقبال S/O محمد اقبال بمعہ اہل وعیال 93/6R بہاولنگر ۞ ارم نیاز صدر لجنہ زوجہ نیاز احمد واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماء اللہ ناصرات الاحمدیہ 93/6R بہاولنگر ۞ میاں جبران احمد S/O چوہدری سعید احمد قائد مجلس 93/6R ضلع بہاولنگر ۞ محمد ارشد علی S/O محمد صدیق صدر جماعت احمدیہ 93/6R بہاولنگر ۞ حنان سرور، عدنان سرور، سلمان سرور S/O محمد سرور 93/6R بہاولنگر

الفضل: اردو صحافت کا ایک منفرد اخبار

مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی

قارئین کیلئے یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ اردو صحافت کا آغاز بنگال سے ہوا۔ اور مغربی بنگال میں فارسی اخبارات اردو اخبارات کے پیش رو ثابت ہوئے۔ 1822ء میں 'جامِ جہاں نما' نامی اخبار لالہ سدا سکھ لال نے جاری کی اور 'مرآۃ الاخبار' راجہ رام موہن رائے نے جاری کیا تھا اور جب فارسی زبان کا دفتری استعمال جاتا رہا تو اردو اخبار جاری ہوئے اور 1850ء میں منشی ہرکشن رائے نے ہفتہ وار رسالہ 'کوہِ نور' جاری کیا۔ زمیندار 1903ء میں جاری ہوا اور اس زمانے میں اس کی اشاعت تقریباً 30 ہزار تک چلی گئی۔ 1902ء میں مولوی ثناء اللہ نے ہفت روزہ 'وطن' جاری کیا جو تقریباً 33 سال تک نکلتا رہا۔ مولانا محمد علی جوہر نے 1912ء میں 'نقیب ہمدرد' جاری کیا اور اسی زمانہ میں حامد الانصاری نے ہفتہ وار 'مدینہ' جاری کیا۔ اردو کا رسالہ ''الھلال'' مولانا ابو الکلام آزاد نے جاری کیا۔ 1919ء میں روزنامہ 'پرتاب' جاری ہوا جو کانگریس کا حمایتی تھا۔ 1923ء میں سوامی شردھانند نے 'تیج اخبار' جاری کیا اور 1923ء میں ہی آریہ سماج نے بھی روزنامہ 'پرتاب' جاری کیا۔

1940ء کی دہائی میں بہت سے اخبارات جاری ہوئے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی 'قومی آواز' کے نام سے ایک اخبار نکالا 'جنگ' اخبار بھی جنگ عظیم کے دنوں میں ہی جاری ہوا۔

تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں بہت سے اخبارات روزنامہ، ہفتہ وار اور ماہنامے جاری ہوئے۔ جن میں نوائے وقت، امروز، مشرق وغیرہ شامل ہیں۔

ان تمام اخبارات و رسائل کے پیچھے بڑی بڑی قد آور شخصیات اور نامور صحافی اور سیاسی اور سماجی زعماء کے نام ہیں۔ اپنے اپنے وقت میں انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ہندوستان کی جدوجہد آزادی اور سامراجی نظامِ حکومت کے بارے میں ان اخبارات نے عوام کو باخبر رکھا اور اس دور کے سیاسی نشیب و فراز اور عالمی پیمانے پر رونما ہونے والے واقعات سے باخبر رکھا۔ مگر جوں جوں سماجی اور سیاسی نقشہ بدلا ان کی خبروں کا رُخ اور اہمیت بدلتی چلی گئی۔ ان میں سے کسی اخبار نے بھی سو سال پورے نہیں کئے۔

جماعتی اخبارات و رسائل میں اولین اخبار الحکم اور البدر، فاروق اور نور تھے۔ 1913ء میں الفضل جاری ہوا۔

سو سال گزر جانا ضروری نہیں کہ خوبی یا خوشی کی بات ہو۔ سو سال پرانے درخت ٹنڈ منڈ بے ثمر بے سایہ اور خشک لکڑیوں کی طرح بھی بعض اوقات نظر آتے ہیں۔ اور کچھ درخت سو سال تک سایہ و ثمر قائم رکھتے ہیں۔ نئے شگوفے نکالتے ہیں۔ اپنی جڑ پر تو قائم ہوتے ہی ہیں بڑ کے درخت کی طرح ہوا میں اپنی جڑیں پھیلا دیتے ہیں اور وہ ہوا سے نمو حاصل کرتی ہے۔ ایسے درخت اتنے تناور ہو جاتے ہیں کہ محض زمین سے حاصل کی ہوئی نمو ان کے لئے کافی نہیں ہوتی وہ ہوا سے بھی نمو حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر ان کی ہوا میں پھیلائی ہوئی جڑیں زمین میں جا کر پیوست ہو جاتی ہیں اور ایک نئے درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ لہٰذا محض سو سال گزرنا کوئی خوبی نہیں۔ سو سال کے بعد بر آور اور سایہ دار رہنا اصل خوبی کی بات ہے جس کی مثال قرآنی الفاظ میں شجرہ طیبہ کی ہے۔ جو ہر دور میں پھل دیتا رہتا ہے۔ الفضل ماشاءاللہ سو سال سے ایک شجرۂ طیبہ کی طرح سرسبز و ثمر دار پھلوں سے لدا ہوا ہے۔

الفضل ایک چراغ بھی ہے اور ایک شجرِ طیبہ بھی۔

الفضل کا بانی ایڈیٹر ایک ایسا اولوالعزم مردِ خدا تھا جو 'سخت ذہین و فہیم' اور 'علوم ظاہری و باطنی سے پُر' کیا گیا۔ آپ نے الفضل کے اجراء کے وقت یہ دعا کی تھی۔

اے بادشاہ ہماری کمزوریوں پر نظر کر، اور ہمارے دلوں سے زنگ دور کر، دین کی ترقی کے دن پھر آئیں اور **پھر یہ درخت بار آور ہو** اور اس کے شیریں پھل ہم کھائیں اور تیرا نام دنیا میں بلند ہو۔ تیری قدرت کا اظہار ہو، نور چمکے اور ظلمت دور ہو۔

اس صاحبِ نظر نے الفضل کو ایک شجرۂ طیبہ سے مثال دی ہے۔ الفضل کا جب پراسپکٹس شائع کیا گیا تو بانی ایڈیٹر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے طویل مضمون لکھا اور لکھا کہ 'جس طرح بغیر کسی کے بیج لگائے بغیر کسی کے پانی دیئے بغیر کسی کی ظاہری حفاظت اور کوشش کے جنگل پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح نامعلوم طور سے ایک روحانی بیج دنیا میں ڈالا جاتا ہے اور اسے دیکھ کر ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ اکیلا بیج جو کسی کی حفاظت میں نہیں جلد تباہ ہو جائے گا اور کسی کے پاؤں تلے آکر پس جائے گا اور کوئی کونپل اس سے پیدا بھی ہوئی تو وہ جلد روند دی جائے گی۔ لیکن وہ نادان کیا جانتا ہے کہ اس کا نگران کسی کو نظر نہیں آتا مگر وہ سب کا نگران ہے اور کوئی چیز اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔'

اخبار کی ضرورت بیان کرتے ہوئے پانچویں ضرورت احمدی جماعت میں تعلیم کا پھیلانا اور ساتویں ضرورت یہ بیان فرمائی احمدی جماعت کو دنیا کی ترقی سے آگاہ کرنا تاکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم نہ رہیں اور دین و دنیا میں ترقی حاصل کریں اور اس کیلئے ضروری ہے کہ تجارت، حرفت وصنعت اور ایجاداتِ جدیدہ سے انہیں آگاہ کرنے کا کوئی ذریعہ نکالا جائے۔

اس پراسپکٹس میں اخبار کی اغراض بیان کرتے ہوئے منجملہ غرض نمبر چار میں لکھا:۔

'تاریخِ اسلام کے ان مفید حصوں کو شائع کرنا جن سے ہمت، استقلال، قربانی، جرأت، ایثار، ایمان، وفاداری وغیرہ خصالِ حسنہ میں ترقی کی تحریک ہو اور نویں غرض یہ بیان کی کہ احمدی جماعت میں آپس میں میل ملاپ اور واقفیت بڑھانے اور مرکزی حیثیت میں ملانے کی کوشش کرنا۔

ان کے بعد الفضل کے دوسرے ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے جو ایک صاحبِ نظر محقق تھے انہوں نے الفضل کو ایک چراغ سے تشبیہ دی اور 29 دسمبر 1914ء کو الفضل کے اداریئے میں لکھا ہے:

''الفضل ایک چراغ ہے اور چراغ بھی جس کو خود مسیح موعود نے ایک رویاء میں ملاحظہ فرمایا اور دیکھا کہ چند آدمی اندھیرے میں جا رہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ آگے آنے والے گڑھوں میں گر جائیں اس وقت محمود دوڑ کر ایک لیمپ اٹھا لائے اور ان کو راستہ دکھایا''۔ مزید لکھا 'پھر یہی لیمپ تھا جس نے نورالدین اعظم کی زندگی کا آفتاب غروب ہونے پر عین عالمِ تاریکی میں تذبذب اور غلطی خوردہ قوم کو نورِ ہدایت کی روشنی دکھا کر سلامتی کے راستے پر ڈالا پھر آپ نے فرمایا ''یاد رکھو کہ چراغ کیلئے تیل کی ضرورت ہے لاریب خدا تعالیٰ اس چراغ کیلئے خود سامان کرے گا لیکن خوش قسمت ہے وہ جو خدا کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی کو بحال بلکہ ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے''۔

(الفضل 29 دسمبر 1914ء)

چراغ کی حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ چراغ کے بارے میں اردو محاورے: چراغِ راہ گزر، چراغِ سحری، چراغِ آخرِ شب، چراغ سے چراغ روشن کرنا۔ چراغ سے چراغ جلانا وغیرہ۔

چراغ بنیادی طور پر روشنی کے لئے اور اندھیروں کو دور کرنے کے لئے جلایا جاتا ہے مگر چراغ اور شرر میں فرق ہوتا ہے۔ شرر میں بھی روشنی تو ضرور ہوتی ہے مگر وہ بنیادی طور پر نقصان دینے والی اور جلا دینے والی چیز ہے۔ آگ روشن کرنا اور

روزنامہ ہونے کے بعد الفضل کا پہلا پرچہ

روزنامہ الفضل قادیان

THE DAILY ALFAZL QADIAN

فی پرچہ ایک پیسہ

بسم اللہ

چراغ روشن کرنے میں بڑا فرق ہے۔ چراغ میں اور شعلے میں بھی فرق ہے۔شعلہ بھڑک کر بجھ جاتا ہے ۔ چراغ میں تیل ڈالتے رہو تو خاموشی سے ایک سطر پر جلتا رہتا ہے روشنی دیتا رہتا ہے۔

چراغ کا ایک حلقہ نور ایک حلقہ نار ہوتا ہے۔ حلقہ نار میں آگ ہے، حلقہ نار میں تیل جلتا ہے۔ حلقہ نار چراغ کے وسط میں ہے اور اس کے اندر ہے اور حلقہ نور دور تک روشنی کرتا ہے اور قرآن کی مثال لے لیں اور اگر وہ مشکٰوۃ میں ہو اور اگر مصفی فانوس میں ہو تو اس کی روشنی دور تک چلی جاتی ہے۔

چراغ مادی بھی ہوتے ہیں اور فکری اور ذہنی چراغ بھی ہوتے ہیں ۔ مادی چراغ میں تیل جلتا ہے فکری چراغ میں خون جگر جلایا جاتا ہے۔ دماغی کاوشیں بتی کا کام کرتی ہیں۔ان کو روشن رکھنے کے لئے چراغ میں تیل کی طرح نیا خون لانا اور جلانا پڑتا ہے ۔ مادی چراغ رات کو جلائے جاتے ہیں اور دن کو بجھا دیے جاتے ہیں ۔فکری چراغ روشنی ہونے پر بھی بجھائے نہیں جاتے ۔ مادی چراغ وقتی اندھیروں کو تھوڑی سی روشنی مہیا کرتا ہے اور ذہنی چراغ وقت کے مختلف اندھیروں میں روشنی جلاتا ہے وہ اندھیرے ماضی کے بارے میں عدم معلومات کے اندھیرے بھی ہو سکتے ہیں اور مستقبل کی کوکھ میں پلنے والے اندھیروں کو بھی روشنی مہیا کر سکتے ہیں۔

خون جگر جلتا ہے

الفضل کے پہلے ایڈیٹر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھے۔ان کے بعد 10 ایڈیٹر مقرر ہوئے ۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا خونِ جگر الفضل کے چراغ کو روشن رکھنے کیلئے جلتا رہا۔کس کس رنگ میں ان کو قربانیاں دینی پڑیں وہ الگ داستان ہے مگر ان بزرگوں کے علاوہ جن کا نام ایڈیٹر کے طور پر معروف ہے کچھ ایسے بھی ہیں جو پسِ پردہ اپنا خونِ جگر اس روشنی کو قائم رکھنے کیلئے جلاتے رہے۔ان میں شعبہ زودنویسی میں مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب تھے جو لمبا عرصہ تک حضور کے خطبات مرتب کرتے تھے،اس کیلئے کتنی محنت کرنی پڑتی تھی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔اردو زودنویسی میں کوئی شارٹ ہینڈ اب تو شاید ہو اس وقت نہ تھا وہ کس طرح حضور کے طویل خطبات نوٹ کرتے تھے اور پھر ان کو صاف کر کے الفضل میں شائع ہونے کیلئے تیار کرتے تھے اس کا تصور محال ہے۔مگر یہ ایسی خدمت ہے جو تا قیامت یاد رکھی جانے کے لائق ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''خطبہ کا لکھنا کوئی معمولی کام نہیں بلکہ اس شخص پر جو خطبہ لکھ رہا ہوتا ہے بڑا بوجھ ہوتا ہے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ خطبہ ہوتا ہے اور جب اتنا لمبا خطبہ پڑھا جاتا ہے تو اس شخص کی حالت بہت ہی قابلِ رحم ہوتی ہے جو اس وقت خطبہ لکھ رہا ہوتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ بولنے میں انسان کافی تیز ہوتا ہے مگر لکھنے میں اتنی تیزی نہیں ہوسکتی ۔ پھر دقت یہ ہے کہ اردو کا کوئی شارٹ ہینڈ نہیں ....پھر اس کے بعد وہ خطبہ چوبیس گھنٹے کی اور محنت چاہتا ہے کیونکہ وہ خطبہ جو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں دیا جاتا ہے چوبیس گھنٹوں کی محنت کے بعد صاف ہوتا ہے .... آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس غریب کا کیا حال ہوتا ہوگا جو تقریر و خطبہ کے ساتھ ساتھ الفاظ لکھتا چلا جاتا ہے اور پھر بعد میں ایک خاصی محنت کر کہ اسے صاف کرتا ہے ۔بعض دفعہ ساٹھ ساٹھ صفحوں کا خطبہ بھی ہوتا ہے اور یہ تمام خطبہ وہ پنسل کے ساتھ جلدی جلدی لکھتا ہے۔''

(خطاباتِ شوریٰ جلد دوئم ،صفحہ 304)

''الفضل کے چراغ کو روشن کرنے میں جو دماغ سوزی کرنی پڑتی ہے اور جو خون جلتا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

''الفضل کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعود کے ملفوظات دیئے جاتے ہیں اب بادیٔ النظر میں ایک ایسا شخص جس نے حوالہ جات نکالنے میں کبھی محنت سے کام نہیں لیا خیال کر لیتا ہے کہ یہ کوئی بڑی بات ہے۔حضرت مسیح موعود کی کوئی کتاب یا الحکم یا بدر کا کوئی فائل اٹھایا اور اس میں سے عبارت نقل کر دی ، حالانکہ اس میں بڑی محنت اور جدوجہد سے کام لیا جاتا ہے.......خطبہ میں آج پڑھتا ہوں مگر خطبہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر جو سالہا سال پہلے کی ہوتی ہے نکال کر پیش کر دی جاتی ہے۔اور یہ ایسا کام ہے جو بہت ہی قابلِ تعریف ہے ۔۔ایک ایسی خوبی ہے جس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔''

(خطاباتِ شوریٰ، جلد دوئم صفحہ 305)

اس طرح کے باریک کام جو محنت طلب ہوتے ہیں وہ بظاہر نظر نہیں آتے لیکن جو پرچہ مرتب کر رہے ہوتے ہیں ان کی محنت اس کے پیچھے کارفرما ہوتی ہے۔ ہر دور کے ایڈیٹر کو اپنے اپنے رنگ کی مشکلات کا سامنا رہا ہے۔آج کے دور میں مشکلات کی نوعیت کچھ اور ہے۔

آجکل کے حالات میں الفضل کے موجودہ ایڈیٹر کو الفضل کی تیاری اور ترتیب میں جو محنت کرنی پڑتی ہے وہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ ہر حرف پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ وہ قانون کی زد میں نہ آجائے، قانون کے تحت ممنوعہ الفاظ سے بچتے ہوئے تحریر یا تقریر کے موضوع کو مفہوم ضائع کئے بغیر بیان کر دینا آسان کام نہیں۔لکھنے والے بعض اوقات وہ الفاظ لکھ جاتے ہیں جو منع ہیں ایڈیٹر کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ تحریروں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ قرآنی آیات جو خطبات اور مضامین میں بیان ہوتی ہیں ان کو آیات کا متن چھوڑ کر ترجمے اور مفہوم کے ساتھ ادا کرنا ہوتا ہے، قدم قدم پر قانون کی تلوار ایڈیٹر کے سر پر لٹک رہی ہوتی ہے ان حالات میں الفضل کا موجودہ ادارہ الفضل کو زندہ رکھنے میں کامیاب ہے، اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔

مستقبل کے مؤرخ کو گہری نظر رکھنی ہوگی

الفضل تاریخِ احمدیت کا ایک بنیادی مأخذ ہے ۔ یہاں ہم مستقبل کے مؤرخ کی تنبیہ اور آگاہی کیلئے یہ لکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سن 1970ء اور 1980ء کی دہائی کے بعد پاکستان کے قوانین میں جو پابندیاں احمدیوں پر عائد کی گئی ہیں وہ کتنی بھی ظالمانہ کیوں نہ ہو اور کتنی بھی گراں اور ناگوار کیوں نہ ہوں ان قوانین کی پابندی ادارۂ الفضل کو کرنی پڑتی ہے، اس لئے اس دور کا الفضل پڑھتے ہوئے مؤرخ کو اس بات پر گہری نظر رکھنی ہوگی کہ اس دور میں بعض مخصوص الفاظ اور دعائیں اور قرآنی آیات الفضل میں نظر نہیں آئیں گی۔

مؤرخ کو تھوڑی محنت اور جستجو کے بعد وہ الفضل کے متن میں بین السطور تلاش کرنی پڑیں گی۔اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس دور کے احمدیہ ادب میں یا احمدیوں کی تحریروں میں قرآن و حدیث یا مسنون دعائیہ کلمات پر توجہ نہیں رہی یا احمدیہ ادب کا سٹائل اور فیشن بدل گیا۔

الفضل کی منفرد حیثیت

ہم الفضل کو اخبار کہتے ہیں مگر صحافت کی جتنی مختلف اقسام بیان کی جاتی ہیں الفضل ان میں سے کسی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ وہ ایک اپنے ہی انداز کا اچھوتا اخبار ہے ۔الفضل کی صحافت سب سے الگ ہے۔ اخبار خبروں اور آراء پر مشتمل ہوتا ہے،صحافت عام طور پر رپورٹنگ پر مبنی ہوتی ہے ۔ اور کہا جاتا ہے کہ ادارتی کالمز میں تبصرے اور آراء شامل ہوسکتی ہیں ۔مگر خبروں میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔اگر داخل کر دیا جائے تو وہ اچھی صحافت نہیں ۔موجودہ دور میں تفتیشی صحافت بھی شامل ہو گئی ہے ۔جس میں رپورٹر خود موقع پر یا بعض امور میں خود اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ اخبار میں ملکی حالات، بین الاقوامی حالات، جرائم کی خبریں، حادثات کی خبریں اور اسی طرح کے دوسرے امور شامل ہوتے ہیں جن کی اہمیت صرف چند روز تک باقی رہتی ہے ۔ اس کے بعد اخبار ردی میں ہی بکتا ہے اور قاری کو اس کی ضرورت نہیں رہتی البتہ یہ درست ہے کہ بعد میں آنے والے وقتوں میں جب مؤرخ واقعات کو یکجا کرتا یا ان سے نتائج اخذ کرتا ہے تو وہ اس وقت کے اخبارات کو تاریخ کے ایک ماخذ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

الفضل کی حیثیت ہمیشہ سے ایک روزنامہ اخبار سے بلند تر رہی ہے ۔ کیونکہ اس میں شائع ہونے والی معلومات کی اہمیت روزمرہ کی نہیں تھی بلکہ زیادہ پائیدار اور اہم معلومات پر مبنی ہوتی ہے۔

روزنامہ اخبارات کے معیار سے کہہ سکتے ہیں کہ الفضل ایک روزنامہ اخبار نہیں ہے اور نہ رہا ہے۔جرائم کی خبریں آپ کو اس میں نہیں ملیں گی۔ تفتیشی مواد جو جرائم یا ذاتیات سے متعلق ہو الفضل میں نہیں ملے گا۔

خبروں کی نفسیات

اخبار کی روایتی تاریخ کی رُو سے الفضل کسی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔اخبارات میں عموماً جرائم کی خبریں اور فی زمانہ تفتیشی صحافت کے نام پر بعض لوگوں یا اداروں کو ہراساں کرنا اور پگڑی اچھالنا بھی صحافت کا حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ الفضل میں یہ چیزیں کسی دور میں بھی شامل نہیں کی گئیں ۔تفتیشی صحافت تو نہیں مگر تحقیقی مقالہ نگاری الفضل میں ہمیشہ جگہ پاتی رہی ہے۔اخبار کی غرض اگر قارئین کو باخبر رکھنا ہے تو وہ فرض الفضل نے ہمیشہ پورا کیا ہے۔

خبروں کی نفسیات پر غور کیا جائے تو جرائم کی تفصیلات پر مبنی خبریں بڑی حد تک اشاعتِ فحش کے زمرے میں آتی ہیں اور ان سے باخبر رہنے کی افادیت سے زیادہ نقصان اس صورت میں ہوتا ہے کہ ایسی خبروں کی بہتات اور ان کی گھناؤنی تفصیلات کی خبریں خام ذہنوں کو بے راہ روی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ جہاں تک معاشرے کیلئے مفید معلومات سے باخبر رہنے کا تعلق ہے وہ ایک الگ مضمون ہے اور الفضل اس کو باحسن طریق پورا کرتا ہے۔

تاریخ کا ابتدائی مأخذ

قدیم تاریخ کے مأخذ عام طور پر آثارِ قدیمہ، پرانی قبریں، پرانے کتبے، پرانے سکے، یا اسی طرح کی چیزیں ہوا کرتی تھیں۔ جب سے چھاپے خانے کا رواج شروع ہوا ہے ۔گزشتہ دو اڑھائی سو سال میں اخبارات و رسائل و کتب مطبوعہ شائع شدہ یا غیر شائع شدہ خطوط وغیرہ تاریخ کے بنیادی یا ثانوی مأخذ کے طور پر شمار کئے جاتے ہیں۔

ابتدائی مأخذ وہ ہے جو اسی دور کی تحریر ہو جس دور کا ہم مطالعہ کر رہے ہیں یا تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ اور ثانوی مأخذ وہ ہے جو بعد کے دور میں لکھنے والوں نے لکھے ہیں۔

الفضل گزشتہ سو سالہ تاریخ کے بارے میں ابتدائی مأخذ بھی ہے اور اس سے پہلے کے 50،60 سال کے بارے میں ایک ثانوی مأخذ بھی ہے۔

اردو صحافت میں الفضل ایک منفرد حیثیت

آپ نے 1994ء میں لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل جاری فرمایا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

الفضل میں...... حضرت مسیح موعود کے ایسے اقتباسات کو چن کر پہلے صفحہ پر شائع کیا جاتا ہے جن سے حضرت مسیح موعود کی باخدا بنانے والی شخصیت نمایاں ہوتی ہے

رکھتا ہے۔سو سال کے عرصے میں الفضل نے مختلف ادوار دیکھے ہیں۔ جماعت پر ابتلاؤں اور مظالم کے ادوار بھی آئے ہیں مگر الفضل نے ہمیشہ چیختی، چنگھاڑتی اور اشتعال انگیز سرخیوں سے اپنا دامن پاک رکھا ہے۔خبریں تو پہنچائی ہیں مگر مبالغہ آمیزی اور اشتعال انگیزی سے کام نہیں لیا۔ الفضل نے اپنا دامن زرد صحافت سے بھی آلودہ نہیں کیا۔وقائع نگاری اور اداریہ نویسی کے بھی بہت اعلیٰ نمونے الفضل میں دیکھنے میں آتے رہے۔شعبۂ زودنویسی کے بارے میں فیض گجراتی صاحب کا مضمون اور کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

1913ء کے بعد اپنے اجراء سے لے کر آج تک جماعت احمدیہ کی تاریخ کا ایک بنیادی مأخذ سمجھا جا سکتا ہے۔جماعت کی تاریخ میں پیش آنے والے تمام اہم واقعات، ان کا پس منظر اور تمام ابتلاء، جماعت کی استقامت، خلیفہ وقت کی رہنمائی، ان تمام امور کی بنیادی معلومات مؤرخ کو صرف الفضل سے حاصل ہوسکتی ہیں۔فی زمانہ خلفائے وقت کے خطبات وخطابات کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور یکجائی طور پر میسر ہیں۔ان سب کو کھول کر دیکھیئے ان کا بنیادی حوالہ الفضل ہی ہے۔ان کی سند الفضل سے ہے۔

قادیان میں ریلوے لائن کب پہنچی؟ قادیان ریلوے سٹیشن پر بیرونی ممالک سے آنے والے مربیان کے استقبال کی داستانیں، 1924ء میں دورۂ انگلستان سے واپسی پر خلیفۃ المسیح کی واپسی کا حال بنیادی طور پر الفضل ہی میں ملے گا۔خلافتِ ثانیہ کے انتخاب پر پیش آنے والے واقعات کی بنیادی معلومات بھی الفضل ہی سے ملیں گی۔

1930ء کی دہائی میں احرار کی فتنہ سامانیوں کا احوال بھی الفضل ہی سے ملے گا۔1934ء اور 1935ء میں انگریز گورنر کی طرف سے احرار کی پشت پناہی کے شواہد بھی الفضل ہی سے ملیں گے۔

نورِ علم کا انتشار

الفضل سے نورِ علم کا انتشار عمل میں آیا۔اخبار الفضل کا دائرۂ نور بہت وسیع، متنوع اور ضیاء پاش ہے۔عامۃ الناس علوم وفنون کی ترقی کے ثمر سے بہرہ مند تو ضرور ہوتے ہیں مگر نت نئے علوم کی دریافت و تحقیق کا ذوق عموماً عامۃ الناس میں نہیں ہوتا۔علمی تحقیق کی عرق ریزی ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور علماء اور محققین کی علمی سطح عوام سے بہت بلند ہوتی ہے۔عوام کو کالانعام سمجھا جاتا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ کے عام فرد کی علمی سطح بھی اپنے گردوپیش کے عوام سے بلند رہی ہے اور اس کا سہرا اخبار الفضل کے سر ہے۔

عصری مسائل پر معلومات کا ذخیرہ

میری زندگی بھی جس انداز میں گزری ہے، درسی علم حاصل کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔مگر اپنی زندگی کے ہر دور میں ذہنی طور پر اپنے آپ کو ہمیشہ اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں سے بہتر مقام پر محسوس کیا ہے اور اپنے ساتھیوں کو اس بات کا اقرار کرتے ہوئے پایا ہے۔Air force میں ملازمت کے دوران میرے ساتھی اور اساتذہ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے۔اپنے وکالت کے ایام میں بھی میں نے اپنے وکلاء ساتھیوں کو اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے پایا۔بار روم کی نشستوں میں میرا ایک اپنا حلقۂ احباب تھا جو سب نوجوان اور علم دوست احباب تھے۔اور اپنے اپنے رنگ میں اچھا مطالعہ رکھتے تھے اور اسلام اور عصری مسائل پر گفتگو بھی ہوا کرتی تھی۔ایسی ہی ایک نشست میں کسی مسئلے پر رائے دینے کا اتفاق ہوا تو راجہ ظفر الحق جو خود ذوق بھی رکھتے تھے اور اسلامی علوم میں دلچسپی رکھتے تھے بے ساختہ پوچھنے لگے کہ جتنے مسائل ہماری اس چھوٹی سی مجلس میں زیر بحث آئے ہیں ہمیشہ ہم نے عصری مسائل اور اسلام پر تمہاری معلومات کو نت نئی معلومات سے ہم آہنگ پایا ہے آخر یہ تفصیلی مطالعہ کا وقت کہاں سے نکالتے ہو تو میں نے عرض کیا کہ مطالعہ کے وقت اور بھاری بھرکم کتب دیکھنے کا موقع تو نہیں ملتا مگر اخبار الفضل کے باقاعدہ مطالعہ سے یہ باتیں علم میں آتی رہتی ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح کے خطابات میں یا الفضل کے مضامین میں بڑے عام فہم انداز میں مل جاتی ہیں اور حقیقت بھی یہی تھی۔یہ صرف میرا تجربہ نہیں بلکہ ہزاروں احمدیوں کا تجربہ ہوگا۔

جماعت میں ہر ذوق اور علم سے تعلق رکھنے والے احباب پائے جاتے ہیں اور وہ اپنا حاصلِ مطالعہ الفضل میں لکھتے رہتے ہیں۔سائنس کے مضامین، علمِ ہیئت سے تعلق رکھتے ہوں، انسانی نفسیات سے متعلق ہوں، کسی نہ کسی رنگ میں ان پر نئی تحقیقات الفضل میں جگہ پاجاتی ہیں۔

انسانی فطرت، کائنات میں آغازِ حیات، اس ضمن میں بعض مشکل قرآنی آیات کا حل۔ایٹم بم اور امنِ عالم، جوہری توانائی جیسے پیچیدہ علوم پر بھی الفضل میں مضامین شائع ہوتے رہے ہیں اور الفضل کے قارئین کی ذہنی سطح کو بلند کرنے کا ذریعہ بنتے رہے ہیں۔پیدائشِ عالم، نظریۂ ارتقاء، جیسے مضامین بھی الفضل کے صفحات کی زینت بنتے رہے ہیں۔اقتصادیات اور زراعت کے بارے میں بھی مضامین شائع ہوتے رہے۔ آئن سٹائن کا نظریہ اضافت، دھاتوں کے متعلق معلومات، ڈارون کے نظریہ ارتقاء پر بحث، زمین کی شکل وساخت، جرائم کے انسداد میں سائنس کا کردار، ستاروں کی حرکات، ستاروں پر زندگی، شمسی توانائی کے استعمال جیسے مضامین پر 1950ء کی دہائی میں مضامین لکھے گئے۔علمِ ہیئت اور فلکیات پر بھی مضامین شائع ہوئے۔

غرضیکہ علوم جدیدہ کے تمام مضامین، ایک عام انسان کی سطح تک پہنچانے میں الفضل نے ایک عظیم کردار ادا کیا ہے۔اور یوں ہمیشہ اپنے روشن چراغ ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ایک ایسا چراغ جس کی روشنی نے انسانی ذہنوں کو منور کیا ہے۔جو معاشرہ علوم کی ترقی سے آگاہی رکھتا ہو اس معاشرے میں دقیانوسیت اور تشدد کے رجحانات جنم نہیں لے سکتے۔شہروں سے دیہاتوں تک، بڑوں سے چھوٹوں تک، احمدی معاشرے میں برداشت، رواداری اور عدم تشدد کا فروغ علم کی روشنی کی ہی بدولت ہے۔

مکرمہ امۃ السمیع راشدہ صاحبہ بنت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب (اہلیہ ملک منصور احمد عمر صاحب)

بستر علالت پر بھی الفضل کا انتظار ہے

میں جب چھوٹی تھی اس وقت سے "الفضل" کا ہمارے گھر میں انتظار ہوتا تھا۔ پہلے میرے ابا جان حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب الفضل کا مطالعہ فرماتے۔پھر رفتہ رفتہ سب گھر کے افراد اس سے مستفیض ہوتے۔پھر جب میں کچھ بڑی ہوئی تو میں نے پورا الفضل پڑھنا شروع کیا۔ پھر حالت یہ ہوگئی کہ جس دن الفضل کی چھٹی ہوتی تو مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے آج میرے وجود میں کسی چیز کی کمی رہ گئی ہے۔

پھر جب میری شادی ہوئی تو خدا کے فضل سے نئے گھر میں بھی وہی دینی ماحول ملا۔یہاں بھی روزانہ الفضل گھر میں آتا۔سب سے پہلے میں الفضل کا مطالعہ کرتی پھر کوئی اور کام ہوتا۔

اٹھارہ سال سے میں فالج کی وجہ سے بستر پر ہوں۔لیکن الفضل کا انتظار اُسی طرح رہتا ہے۔ جب تک الفضل پڑھ نہ لوں چین نہیں آتا۔الفضل کے بغیر ایسی تشنگی محسوس ہوتی ہے جو کسی اور چیز سے دور نہیں ہوتی۔ الفضل میں قرآن کی باتیں، پیارے رسول ﷺ کی باتیں، پیارے مسیح موعود کے ملفوظات، پیارے آقا کے ارشادات۔ان کے بغیر بھلا کوئی زندگی ہے۔

دوسرے نمبر پر میں احمدی بھائیوں بہنوں کی مجلس میں جاتی ہوں۔کہاں شادی ہوئی۔کون ہم سے جدا ہوا۔کس کے گھر ولادت کی خوشخبری ہے۔ کون ہماری بہن اور کون ہمارا بھائی بھی میری طرح بستر علالت پر ہے۔ان سب کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

ساری دنیا کے مریضوں کو شفا دے یارب!

ساری دنیا کے احمدیوں کا جیسے ایک گھر ہے۔ جب کوئی بچہ امتحان میں پاس ہوتا ہے اور خاص طور پر جب دنیا میں ایک نیا ریکارڈ قائم کرتا ہے تو دل بلیوں اچھلتا ہے۔جو بچیاں اور بچے قرآن کریم حفظ کرتے ہیں اُن کیلئے تو دل سراپا دعا بن جاتا ہے۔

پیارے شہداء کا ذکر پڑھتی ہوں تو دل کی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔انہوں نے واقعی احمدیت کی کھیتی کو اپنے خون سے سیراب کیا۔لاکھوں سلام ہوں اے شہیدو تم پر اور تمہارے خاندانوں پر۔ اسیرانِ احمدیت کیلئے دعاؤں کے اعلانات الفضل میں شائع ہوتے ہیں۔وہ تو ہمیں دعاؤں میں کبھی بھولتے ہی نہیں۔ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے اشعار گنگناتی جاتی ہوں اور دعا کرتی جاتی ہوں

گم گشتہ اسیران رہ مولیٰ کی خاطر
مدت سے فقیر ایک دعا مانگ رہا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی میرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے

بزرگان کے حالاتِ زندگی۔دین کے متعلق تحقیقی مضامین۔سائنسی اور متنوع قسم کے علوم پر مشتمل معلومات الفضل کے صفحات کی زینت ہوتے ہیں۔بہت پیاری نظمیں خاص طور پر محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ، محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ اور ارشاد عرشی ملک صاحبہ کا کلام تو الفضل کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔

خلفاء کی تحریکات۔ارشادات۔ پیغامات اور نصائح تو ہماری زندگیوں کی روحانی غذا ہیں۔یہ سب روحانی خزانے ہمیں الفضل سے ملتے ہیں۔

اے خدا تو "الفضل" کو بڑھاتا چلا جا۔یہ اخبار اس قدر ترقی کرے کہ دنیا کے سب اخبارات سے اس کی اشاعت بڑھ جائے۔

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو! آمین

مکرم پروفیسر محمد شریف خان صاحب۔ امریکہ

"الفضل" حضور کا خط میرے نام

الفضل سے میرا پہلا تعارف

1945ء میں بھائی جان ڈاکٹر محمد حفیظ خان صاحب (حال ٹورنٹو، کینیڈا) کی شادی قادیان دارالامان میں حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کی دختر نیک اختر کے ساتھ طے پائی۔ اباجی، ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب نے اپنے اکثر غیر از جماعت رشتہ داروں کو اس تقریبِ سعید میں مدعو کیا تھا، کہ اس بہانے قادیان آکر یہاں کا ماحول دیکھیں۔ اُن مدعوین میں اباجی کے ایک قریبی رشتہ دار مولوی مدد علی صاحب تھے جو وزیر آباد میں احمدیت کے معاند تھے۔ موصوف ہائی سکول میں عربی کے ٹیچر تھے، انہیں اپنے علم پر بڑا مان تھا۔ دو تین دن قادیان میں ٹھہرے، اس دوران "الفضل" میں بھائی جان کی شادی کی خبر دعا کی درخواست کے ساتھ شائع ہوئی۔ مولوی موصوف نے اباجی سے الفضل کا شمارہ لیا۔ اعلان کے الفاظ کی شستگی اور دعا کی درخواست سے جل بھن گئے۔ یہ کہتے ہوئے کہ "دیکھتا ہوں تمہارے خلیفہ اور تمہاری دعائیں کیسے قبول ہوتی ہیں، میں پیشگوئی کرتا ہوں، یہ شادی مہینہ بھی نہیں چلے گی"۔ میری عمر اس وقت چھ سات سال تھی، مولوی نے اتنا شور و غوغا مچایا تھا، کہ یہ واقعہ میری یادداشت میں اب تک نقش ہے۔ الفضل کا شمارہ جس رعونت کے ساتھ انہوں نے تہہ کر کے اپنے تھیلے میں گھسیڑا، اس سے ان کی احمدیت سے تعصب کی غمازی ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب کی دعاؤں کے طفیل اب اس جوڑے سے آٹھ کنبے جرمنی، امریکہ اور کینیڈا میں پھیلے خلیفہ وقت جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

پارٹیشن کے بعد ہم اپنے گاؤں چک سان، ضلع گوجرانوالہ اپنے آبائی گھر آگئے، اباجی افریقہ سے 1948ء میں پیشگی ریٹائرمنٹ لے کر ہم سے آملے۔ ڈاک کا انتظام ٹھیک نہیں تھا، ڈاکخانہ گاؤں سے تین میل ایک پرائمری سکول میں تھا۔ ہرکارہ گاؤں میں نمبردار کے پاس ڈاک پہنچا جایا کرتا تھا، کبھی الفضل ملتا کبھی نہ ملتا۔ جب ملتا تو الفضل پر گالیاں اور بُرے الفاظ لکھے ہوتے۔ اباجی لاحول اور دعائیں اور یہ مصرعہ خوش الحانی سے پڑھتے ہوئے **"حضور کا یہ خط ہے جو میرے نام آیا!"** الفضل کھولتے، اور اس کے مضامین میں گم ہو جاتے۔ نمازِ عصر کے بعد جب ہم قرآنِ کریم پڑھنے بیٹھتے، تو اباجی ہمیں الفضل میں سے حضور ایدہ اللہ کی صحت اور دوسری اہم خبریں پڑھ کر سناتے۔ میں کچھ کچھ اردو الفاظ اُٹھانے لگا تھا۔ مجھ سے دو تین پیرے سنتے اور مطلب بتاتے۔ ان میں حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کے علاوہ، تربیتی مضامین اور جماعتی اور ملکی خبریں ہوتیں۔

جب ہم 1952ء میں گکھڑ منڈی منتقل ہوئے، یہاں ڈاک کا نظام کچھ ٹھیک تھا۔ یہاں میں چھٹی کا طالب علم تھا، ہماری (بیت) تھی، باقاعدہ با جماعت نمازیں ادا ہوتیں، صبح کی نماز کے بعد تفسیر کبیر اور عصر کے بعد ملفوظات کا درس معمول تھا۔ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا خطبہ الفضل سے پڑھ کر سنایا جاتا۔ ہم بچے نماز سے پہلے بیت میں پہنچ کر الماری میں الفضل کے گزشتہ شماروں سے استفادہ کرتے۔

1953ء کے فسادات کے دوران جب الفضل پر پابندی لگا دی گئی۔ اگرچہ یہ ہماری رگِ جان کاٹ دینے کی کوشش تھی مگر دشمن "الفضل" سے ہمارا رابطہ کاٹنے میں ناکام رہے، یہ روحانی پانی بیت کی الماری میں الفضل کے گزشتہ شماروں کے کوزوں میں ذخیرہ ہمارے کام آتا رہا۔ عام جہازی قد و کاٹھ کے اخبارات سے ممتاز اس چار ورقہ اخبار کے ہر صفحے پر زندہ مذہب کی زندہ حقیقتوں کو اجاگر کرتے ہوئے زندہ مضامین ہماری روحانی اشتہا بجھاتے اور حضرت مسیح موعود اور خلیفۂ وقت کے سدا بہار ارشادات جماعت کی ہر لمحہ راہنمائی کرتے رہے۔ تعصب اور ڈھٹائی نے الفضل کے سیلِ رواں کو روکنے کے لئے جتنے بند باندھے تھے، جماعت کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے طفیل چند مہینوں میں تحلیل ہو کر بہہ گئے، اور سلسلہ احمدیت کا شجر اس روحانی مائدہ سے پھر سے مستفید ہونے لگا۔

وقف زندگی اور الفضل

انہیں دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وقفِ زندگی کے موضوع پر تین چار خطبات الفضل میں چھپے، جنہوں نے احمدی والدین کے ذہنوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ ان خطبات کے سننے کے بعد اباجی مرحوم کی ذہنی کیفیت کا اندازہ اس بات سے کیجئے، اباجی کئی دن بے تاب سے رہے، ایسا لگتا تھا کہ آپ کے ذہن پر کچھ بوجھ ہے۔ آخر ایک دن مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا: "شریف بیٹے، تم نے حضرت صاحب کے خطبات سنے اور پڑھے ہیں؟ میری خواہش ہے تم اپنی زندگی وقف کر دو۔ پہلے تمہارا بھائی منیر وقفِ زندگی تھا، شہید ہو کر اللہ کے پاس چلا گیا۔ تمہارے دونوں بڑے بھائی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔ تم ہو جو ابھی پڑھ رہے ہو۔ اگر تم زندگی وقف کر دو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی"۔ میرا "ہاں" میں جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں منظوری کے لئے عریضہ لکھا اور جب حضور سے منظوری آئی تو بیت میں مٹھائی بانٹی اور بار بار خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔ اور پھر مجھ سے وصیت کروائی، الفضل کا وہ پرچہ جس میں میری وصیت کا اعلان ہوا، میں نے ایک عرصے تک سنبھالے رکھا، امریکہ آنے کی اُکھاڑ پچھاڑ میں کہیں گم ہو گیا۔

جماعت احمدیہ خلیفۂ وقت کے ادنیٰ سے اشارے پر اپنے ہونہار نو نوجوان بچوں کو خدمتِ دین کے لئے خلیفہ کے قدموں میں لا ڈالتی ہے، الحمدللہ میں بھی ان خوش نصیب بچوں میں شامل ہوں۔ اس جذبے میں جماعت کی الفضل کے ذریعے بتدریج تربیت کا بڑا دخل ہے۔ منظوری کی اطلاع کے بعد اباجی مجھے مسلسل باقاعدہ الفضل پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے۔ اور اکثر کوئی اہم مضمون مجھ سے پڑھوا کر سنتے۔ مشکل مقامات پر میری راہنمائی فرماتے۔

فضل عمر ہوسٹل ربوہ میں الفضل

میٹرک کے بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ارادہ تو جامعہ میں داخلے کا تھا، مگر جامعہ میں چھٹیوں کے باعث حضرت مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری پرنسپل جامعہ کی تحریک پر تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا اور فضل عمر ہوسٹل میں رہا۔ ہوسٹل کے common room میں جہاں دوسرے ملکی اخبار مہیا ہوتے وہاں طلباء کی روحانی تسکین کے لئے الفضل بھی نیوز سٹینڈ پر مہیا ہوتا۔ میں اور کئی لڑکے باقاعدہ الفضل کے قاری تھے، اباجی مرحوم بھی اپنے خطوط میں الفضل پڑھنے کی تحریک کرتے رہتے۔

لاہور میں الفضل کی دستیابی

بی ایس سی اور ایم ایس سی کے دوران میں لاہور چار سال رہا۔ نمازِ جمعہ کے لئے بیت احمدیہ بیرون دہلی گیٹ جاتا جہاں نماز کے بعد میری طرح کئی لوگ الفضل کا مطالعہ کرتے۔ مربی صاحب کے پاس تو ایک ہی پرچہ آتا، مگر کئی احباب سارے ہفتے کے اخبار اکٹھے کر کے ہماری طرح کے قاریوں کے لئے بیت لے آتے۔ اس طرح ربوہ سے تعلیمی اغراض سے دوری کا مداوا الفضل کا مطالعہ کر دیتا۔

میرے افعال و کردار کی تربیت حضور کے ارشادات کرتے رہے۔ اور میری تربیت اور راہنمائی میں الفضل میں شائع ہونے والے مضامین نے بڑا کردار ادا کیا۔ ہمیشہ میرے پیشِ نظر رہا کہ میں وقفِ زندگی ہوں، ایک فرشتہ میری نگرانی کر رہا ہے، کہ میں اپنے فرائضِ منصبی میں کوتاہی نہ کروں، اور وہ فرشتہ "الفضل اخبار" تھا۔ تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ بی ایس سی کے نتائج کے مطابق مجھے اسلامیہ کالج سے میڈل اور role of honor دیا گیا۔

پنجاب یونیورسٹی میں 1961ء کی ایم ایس سی زوالوجی کلاس میں ہم پاکستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بیس طالب علم تھے، کچھ بی ایس سی میں مجھ سے اچھے نمبر لے کر آئے تھے۔ سب کو علم تھا میں احمدی ہوں، بہت اچھا ماحول تھا، میری نکیل فرشتے کے ہاتھ میں تھی، کلاس ٹیسٹوں میں میرے ساتھ تین چار لوگ تھے، ہم میں سے کوئی فرسٹ آتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور راہنمائی سے میں 1963ء کے یونیورسٹی کے امتحان میں فرسٹ آیا اور Sir Willians Roberts Gold Medal کا حقدار قرار پایا۔ الحمدللہ

الفضل دفتر کی دراز میں

بھلے وقتوں کی بات ہے جب اردو سائنس بورڈ والے، مختلف شعبوں میں ماہر سائنس دانوں کو ان کے علم سے متعلق اردو میں کتب لکھنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اس وقت کے بورڈ کے چیئرمین اشفاق احمد خان صاحب نے 1991ء میں مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے پاکستان میں پائے جانے والے سانپوں پر کتاب کا مسودہ لکھ کر بھجوا دیا۔ شرائط طے کرنے کے سلسلے میں اشفاق صاحب سے ان کے دفتر لاہور میں جا کر ملا۔ کتاب کا کیا سائز ہوگا، اس پر بات کرتے ہوئے خان صاحب نے اپنی میز کی پہلی دراز کھولی اور اس میں سے الفضل کا تازہ شمارہ نکال کر میز پر پھیلا دیا اور دوہرا کر کے کہا، "آپ کے اخبار الفضل کے دوہرے سائز کے مطابق ہم کتاب چھاپیں گے"۔ اللہ کے فضل سے الفضل نے میری جگہ جگہ رہنمائی کی۔

ادارہ الفضل کی تحسین و تبریک

زندگی اک جُہدِ مسلسل ہے، جس میں کوئی پڑاؤ نہیں آتا، جو ٹھہرا گیا! حضرت مسیح پاک کے قائم کردہ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنا اور پھر

پڑھانا، میرے لئے ایک بڑی سعادت تھی، اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔ ربوہ میں اپنے مفوّضہ فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے بعد اپنا اکثر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور اپنی علمی استعداد کی ترقی پر صرف کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ربوہ میں رہتے ہوئے میرے مضمون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازا۔

میری محنت کو سراہتے ہوئے مرحوم محترم سہیل احمد صاحب شوق، نائب ایڈیٹر الفضل نے میرے تعلیمی کیریئر اور ریسرچ سے متعلق میرا تفصیلی انٹرویو لیا جو الفضل کے 1996ء کے جلسہ سالانہ نمبر میں چھپا۔ اس طرح الفضل کا ساتھ میری ہر کامیابی کی خوشی میں ایک خیر خواہ دوست کی طرح مسلسل میرے ساتھ رہا، یہ راہنما روشنی میرے دائیں بھی رہی اور بائیں بھی رہی اور اوپر بھی سایہ فگن ہے۔

''الفضل'' اور خدائی فضلوں کا تسلسل

الفضل چند ورقی اخبار جو 1913ء کی صبح شروع ہوا، تمام انسانی حدود و قواعد میں رہتے ہوئے گزشتہ سو سال کے دوران دشمنوں کی نیندوں اور دل کے سکون کو حرام کئے ہوئے ہے۔ اب اس کا انٹرنیشنل ایڈیشن دیارِ مغرب میں بھی ضوفشاں مسلسل ترقی کی طرف گامزن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے الفضل کا تازہ بتازہ شمارہ، بلکہ اس کے سالہائے گزشتہ کے شماروں کا خزانہ انٹرنیٹ پر مہیا ہے۔ کمپوٹر کی ایک کلک پر ہر شمارہ دستیاب ہے۔ صبح نماز کے بعد الفضل کا تازہ شمارہ ذہنی سکون اور ازدیادِ ایمان کا باعث بنتا ہے۔

☆......☆......☆......☆

الفضل کی برکت سے ایمان نصیب ہوا

مکرم محمد امان اللہ صاحب

1956,57ء کی بات ہے۔ 1953ء کے ہنگامہ کو چند سال گزر چکے تھے۔ وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی مولوی صاحب والد محترم مولوی غوث محمد صاحب کے پاس آ کر ٹھہرتے تھے۔ 1953ء کے ہنگاموں میں کچھ حکومت اور کچھ اپنی کارکردگی کا ذکر کرتے تھے۔ اس وقت میری عمر چھ سات سال کی تھی۔ میں بھی ان کی باتیں دلچسپی سے سنا کرتا تھا۔

والد صاحب مقامی سکول میں استاد تھے اور گاؤں کے خطیب بھی تھے۔ آپ کا تعلق ایک مخالف احمدیت مذہبی اور علمی خاندان سے تھا۔ علماء سے بھی روابط تھے۔ آپ اپنے اکابر سے مختلف طبیعت کے مالک تھے۔ صلح جو، نرم دل اور ہمدرد انسان تھے۔ اسی لئے مذہبی اختلاف کی وجہ سے کسی پر زیادتی کرنا یا اسے تنگ کرنا برا سمجھتے تھے۔ ہمارے گاؤں میں ایک بزرگ عبدالعزیز صاحب احمدی ہو چکے تھے۔ وہ خود تو ان پڑھ تھے۔ مگر الفضل اخبار منگوایا کرتے تھے۔ مسجد کے سامنے ان کی چھوٹی سی دکان تھی۔ بس بیٹھنے کا بہانہ تھا۔ ایک دن جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد والد صاحب مسجد سے نکلے۔ ان کی دکان پر کھڑے ہو گئے۔ الفضل کا ایک پرچہ پڑا ہوا تھا اٹھا کر پڑھنے لگے۔ اس میں شائع شدہ ایک مضمون نے توجہ مبذول کی۔ سورۃ النساء آیت 70 کی تشریح تھی جس کا ترجمہ اس طرح ہے

''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں میں صدیقوں میں شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

جوں جوں پڑھتے گئے۔ چہرے کا رنگ بدلتا گیا۔ مضمون ختم ہونے تک بات روشن ہو چکی تھی۔ گہری سوچ میں ڈوبے گھر گئے اپنے ایک ساتھی استاد اور دوست سلطان احمد صاحب سے اس معاملہ کا ذکر کیا اور اس پر غور کرنے کو کہا۔ انہوں نے بھی کہا کہ بیان کردہ بات تو صحیح ہے۔ دونوں دوستوں نے مشورہ کیا اور اسی سال جلسہ سالانہ پر ربوہ چلے گئے۔ یہ 1958ء کی بات ہے۔ حضرت مصلح موعود کی تقاریر سنیں تو حق واضح ہو گیا۔ دونوں دوستوں نے بیعت کر لی۔ واپس گاؤں آئے۔ اپنے مقتدیوں سے کہا کہ میں تو احمدی ہو گیا ہوں اپنے لئے امام ڈھونڈ لو۔ علماء کو بلا کر مناظرہ بھی کروایا گیا مگر والد صاحب استقامت سے قائم رہے۔ یہ الفضل اخبار کی برکت ہے کہ ہمارے خاندان میں احمدیت کی نعمت ہے والد صاحب کی وفات کو آٹھ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ آج بھی روزنامہ الفضل آپ کے نام سے جاری ہے۔

قارئین الفضل سے والد صاحب کے لئے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے رحمت کا سلوک فرمائے اور جملہ اہل خاندان کے ایمان و ایقان میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

موتیوں کی لڑی

محترمہ رضیہ درد صاحبہ۔ ربوہ

الفضل کے ساتھ تعلق اتنا طویل اور گہرا ہے کہ اس کے بارے میں لکھنا ایسے ہی ہے

''تجھے الگ سے جو سوچوں عجیب لگتا ہے''

ایام گزشتہ پر نظر دوڑاؤں تو اس تعلق کا آغاز قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آنے کے دور سے ہوتا ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب رابطہ کے ذرائع انتہائی محدود بلکہ مفقود تھے۔ اک بے سروسامانی اور بے یقینی کا عالم تھا۔ ایسے میں ملکی حالات جماعتی سرگرمیوں اور خلیفہ وقت کے ارشادات سے فیضیاب ہونے کا واحد ذریعہ الفضل ہی تھا۔ ان گنت واقعات کی تفصیل میں جائے بغیر اتنا کہہ سکتی ہوں کہ اس دور میں الفضل نے جماعت کو ایک لڑی میں پروئے رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کے بعد میری عملی زندگی کا دور شروع ہوا جس کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے کئی ایسے لمحات کا سامنا ہوا جب بے چینی اور بے قراری کی کیفیت پیدا ہوئی۔ ایسے میں دل نے چاہا کہ کسی دوست کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کروں کسی ہمدرد اور غمگسار سے رہنمائی حاصل کروں۔ ایسے میں الفضل کا ایک معجزانہ رخ سامنے آیا اور اس کے ساتھ تعلق کو ایک اور رنگ ملا۔ وہ یہ کہ جب بھی کسی ایسی کیفیت میں الفضل کا تازہ شمارہ دیکھا یا رات کے کسی پہر اس کی پرانی جلد کے اوراق الٹنے شروع کئے تو اچانک کسی آیت، حدیث یا ملفوظات وغیرہ میں سے لکھے کچھ ایسے فقرات ملے جنہیں بیشک بارہا پڑھا ہوتا بلکہ پڑھایا ہوتا لیکن اس وقت ایسا محسوس ہوتا گویا یہ الفاظ اور فقرات تو خاص میری اس لمحے کی کیفیت اور مسئلہ کے بارے میں ہیں۔ مسئلہ کا حل مل جاتا۔ طبیعت کی بے قراری کو قرار مل جاتا اور دل اطمینان و سکون سے بھر جاتا۔ ایسا ان گنت مواقع پر ہوا اور آج تک یہ معجزانہ تعلق جاری ہے۔

ایک لمبا عرصہ جلسہ سالانہ اور مختلف جماعتی تقاریب وغیرہ میں تقاریر کا موقعہ ملا۔ اس دوران بھی الفضل نے اپنے علمی خزانہ سے بہت معاونت کی۔ طویل تقاریر لکھنے میں بھی سلسلہ کی کتب کے ساتھ الفضل کی مدد شامل رہتی لیکن خاص طور پر متعدد ایسے اجلاسات اور تقاریب میں جہاں اہل تقریب کو مختلف تربیتی امور کے بارے میں کچھ بیان کرنا ہوتا الفضل کی مدد سرفہرست رہی۔ الفضل کے اوراق پر نظر دوڑانا شروع کرتی تو موقعہ کی مناسبت سے جلد ہی ایسا مواد مل جاتا جس سے ذہن کے دریچے کھل جاتے کئی مناسب حال مضامین مل جاتے۔

اس کے بعد تعلقات کے دور میں ایک اہم موڑ اس وقت آیا جب مجھے افریقہ (برکینا فاسو) جانے کا اتفاق ہوا۔ اجنبی ملک اور زبان سے ناواقفیت نے چند ہی روز میں طبیعت میں بے چینی پیدا کر دی۔ وجہ کے بارے میں سوچا تو سب سے اہم عنصر الفضل کے فیض کی فراہمی میں تعطل کو قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ مشن ہاؤس میں صرف ایک پرچہ ہفتہ وار بنڈل کی صورت میں آتا ہے۔ مکرم امیر صاحب کی ذاتی دلچسپی کے باعث اس کی فراہمی ممکن ہوئی تو جیسے کھلی ہوا میں سانس آنا شروع ہوا۔ جماعتی اور ملکی شب و روز کے ساتھ ساتھ خاندان حضرت مسیح موعود اور دوست احباب کے خوشی اور غم کی خبریں ملیں اور برکینا سے ہی بذریعہ خط و کتابت اس میں شریک ہونے کا موقعہ ملتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی نواسی کی پیدائش کی اطلاع ملی۔ حضور کو مبارکباد کا خط لکھا۔ حضور کا شفقت اور محبت سے بھرا شکریہ کا جواب بھی برکینا کے قیام کے دوران ہی ملا۔

الفضل کے ساتھ جو تعلق اس دور میں قائم ہوا اور جو اہمیت اس کی اس دور دراز کے ملک میں مجھے معلوم ہوئی اس کا الفاظ میں مکمل بیان ناممکن ہے۔ صرف اس کیفیت سے گزرنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ میرے بیٹے حامد مقصود (مربی سلسلہ برکینا فاسو) نے ایک مرتبہ کہا کہ افریقہ میں بیٹھے ہوئے ہمیں تو الفضل میں ربوہ کے طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور موسم کا حال پڑھ کر ہی کچھ لمحات کے لئے ایسے لگتا ہے جیسے پردیس میں ربوہ کی فضاؤں سے ملاقات ہو گئی ہو۔

آخر میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ الفضل جماعت کی ترقی اور دین حق کی سربلندی کیلئے ایک بازو کا مقام رکھتا ہے جسے توانا رکھنا اور مزید طاقتور کرنا ہم سب پر فرض ہے۔ اس کیلئے دو اہم طریق ہیں۔ اول یہ کہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مرد و زن اپنے زندگی بھر کے تجربات سے بھرپور مضامین اس کے صفحات کی زینت بنائیں اور دوسری اہم بات یہ کہ اس کی اشاعت بڑھائی جائے۔ یورپین ممالک میں کوئی شخص کسی سے مانگ کر اخبار نہیں پڑھتا۔ اسی طرح ہمیں بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ کسی جماعت میں الفضل صرف مشن ہاؤس یا مقامی جماعتی سنٹر تک محدود نہ ہو بلکہ ہر گھر میں آئے۔ اس طرح اس کی اشاعت میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خواہش کے مطابق کماحقہ اضافہ ممکن ہے۔

☆☆☆☆☆

الفضل۔ خلافت سے جوڑنے کا وسیلہ

مکرم رانا احسان اللہ خاں صاحب۔ ربوہ

الفضل ہمارے ہاں 1948ء تا حال جاری ہے۔ قیام پاکستان کے بعد میرے والد محترم چوہدری محمد شریف خاں صاحب جب وسن کے ضلع سیالکوٹ آکر رہائش پذیر ہوئے تو ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہوگئی اور ارد گرد کے دو گاؤں میں بھی جو چند ایک احمدی تھے وہ بھی ہمارے ہاں ہی آکر جمعہ و عیدین کی نمازیں وغیرہ ادا کرتے۔

ان کے پاس نہ تو کوئی مربی اور معلم تھا اور نہ خود کو ہی کوئی دینی علم تھا۔ ہاں میرے والد محترم کو دین سے بہت لگاؤ تھا، آرڈیننس کے بعد تو بہت ہی بڑھ گیا اور اوڑھنا بچھونا ہی دینی خدمت و مطالعہ تھا۔ اور ان کے علم کی پیاسی زمین کی سیرابی کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا اور وہ تھا الفضل۔ اسی سے مدد لے کر جمعہ پڑھایا جاتا، اسی سے عید پڑھائی جاتی، اسی سے اختلافی مسائل پر دلائل سیکھ کر دعوت الی اللہ کی جاتی اور اسی سے ہی جماعت کے افراد کی تعلیم و تربیت ہوتی۔ الغرض ان کے پاس اپنے تمام دینی لوازمات اور دینی معلومات کو پورا کرنے کا ایک ہی ذریعہ تھا، اور وہ تھا پسر موعود حضرت فضل عمر کا جاری کردہ اخبار الفضل۔

الفضل نے تو انہیں دعوت الی اللہ کے میدان میں ایسا دلیر کیا کہ نہ تو وہ کسی سے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور نہ ہی کوئی مخالف ان کا مقابلہ کر پاتا تھا۔

الفضل اور دیگر جماعتی لٹریچر کے مطالعہ سے تو انہیں عشق تھا اور اپنے اس عشق کو انہوں نے زندگی کے آخر تک نبھایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

ابا جی کے طفیل ہی ہم بہن بھائیوں کو بھی الفضل کا ساتھ ملا جس نے ہمیں بھی دینی خدمت کے جوش سے سرشار کیا۔ اور اس طرح ہمیں بچوں کو دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی سعادت ملی۔ اس عاجز کے 6 بچے ہیں اور سب وقف ہیں جن میں سے ایک مربی سلسلہ رانا رضاء اللہ خاں ہیں اور باقی ابھی پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح باقی بہن بھائیوں نے بھی اپنے بچوں کو وقف نو کی مبارک تحریک میں پیش کیا ہے۔

اور یہ سب برکات اور سعادتیں پہلے الفضل کے اور آجکل الفضل اور MTA، دونوں کے سبب ہیں کیونکہ یہی وہ وسیلہ ہے جس نے ہمیں خلافت سے جوڑے رکھا اور اس کا ہر منشاء ہم تک پہنچایا تاکہ ہم اس پر لبیک کہہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ اس روحانی مائدہ کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین

روزنامہ الفضل کے سو سال پورے ہونے پر

حضور پُر نور کو

مبارک باد

منجانب

صدام حسین ولد محمد اسلم

شادیوال ضلع گجرات

ڈاکخانہ سے الفضل لے کر پڑھتا تھا

مکرم ساجد منور صاحب مربی سلسلہ

2001ء کی بات ہے جب خاکسار کی ڈیوٹی گوجرانوالہ تھی وہاں ایک میڈیکل کیمپ کے دوران تقریباً 48 سالہ ایک صاحب ملے۔ جن کا نام جاوید تھا۔ جماعتی تعارف پر باتیں ہوتی رہیں۔ چند ملاقاتوں کے بعد انہوں نے احمدیت میں داخل ہونے کی پُر زور خواہش کی جس پر میں بڑا حیران ہوا کہ آخر اتنی جلدی کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جب میں طالب علم تھا تو ساتھ والے گاؤں میں ایک احمدی دوست کی اخبار الفضل ہمارے ڈاکخانے میں آیا کرتی تھی کیونکہ ان کے گاؤں میں اس وقت ڈاکخانہ نہیں تھا اور میں وہاں سے اخبار الفضل لیکر پڑھتا رہتا تھا اور اس طرح کئی سال تک میں نے الفضل کا مطالعہ کیا اس وجہ سے مجھے جماعت کا علم کافی حد تک طالب علمی کے زمانہ ہی سے ہے۔ آج جب آپ نے مجھے تحریک کی تو مجھے آپ کی باتیں ایک لحاظ سے نئی نہیں لگیں اس واسطے میں اپنی عمر کو ناپائیدار سمجھتے ہوئے جلد اس پیغام کو قبول کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ قبول احمدیت کے بعد وہ الفضل اور جماعتی رسالہ جات پڑھنے کے لئے اپنے گھر لے جاتے اور بعض کی انہوں نے جلدیں بھی کروائیں اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیتے۔ مالی تحریکات میں اپنی استعداد کے مطابق ضرور شامل ہوتے اور باوجود اس کے کہ ان کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی وہ بیساکھی کا سہارا لیکر پانچ چھ کلومیٹر دُور بیت الذکر میں نماز جمعہ ادا کرتے اور بچوں کو بھی ساتھ لیکر آتے۔ اور مخالفت کے باوجود نظام جماعت کے ساتھ مضبوط تعلق رکھا۔

آڑے وقت کی دعا

حضرت مسیح موعودؑ کی پُر درد دعا کا منظوم ترجمہ

اے مرے محسن اے مرے خدا!
اک ہوں ناکارہ میں بندہ ترا
پُر گناہوں سے ہوں اور غفلت سے
سر میرا اٹھ نہ سکے خجلت سے
ظلم پر ظلم ہوا مجھ سے سدا
تو نے انعام پر انعام کیا
دیکھے عصیاں پہ ہیں عصیاں تو نے
کئے احساں پہ ہیں احساں تو نے
پردہ پوشی کی ہمیشہ میری
انتہا ہے نہ تری رحمت کی
متمتع کیا ہر نعمت سے
گن نہیں سکتا ہوں میں احساں تیرے
رحم کر اب بھی تو نالائق پر
ترا بندہ ہوں عاجز مضطر
جس قدر مجھ سے ہوئی بیباکی
ناسپاسی ہوئی مجھ سے جتنی
فضل سے کر تو معاف اے مولا
تیری رحمت کا بڑا ہے دریا
دے رہائی میرے اس غم سے مجھے
چارہ گر ہے نہ کوئی جز تیرے
اس دعا کو قبول کر مولےٰ
کر عطا مدعا کرم فرما

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

احمدیہ علم کلام میں الفضل کا عظیم الشان کردار

مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب۔ کینیڈا

برصغیر میں انیسویں صدی میں اردو صحافت کا آغاز ہو گیا تھا۔ ہر اہم شہر سے کوئی رسالہ، کوئی سہ روزہ اخبار کوئی ہفتہ وار یا دس روزہ یا پندرہ روزہ یا ماہانہ رسالہ یا اخبار شائع ہونے لگا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ عام عوام میں کچھ جاننے کی دھن تھی۔ رامپور کی رضا لائبریری والوں کی شائع کردہ انیسویں صدی کے اردو اخبارات نامی کتاب میں کوئی چار سو سے زیادہ رسالوں اخباروں کا ذکر محفوظ ہے۔

(انیسویں صدی کے اردو اخبارات از ڈاکٹر شعائر اللہ خان وجیہی صفحہ 6)

اللہ تعالیٰ نے مہدیٔ موعود اور مسیح موعود کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے پیغام کے لئے نشر و اشاعت کے وسائل بھی مہیا کر دیئے۔ اس زمانہ کے لحاظ سے تار برقی کے ذریعہ پیغام رسانی اور پریس کے ذریعہ اخبارات کی اشاعت بہت بڑی بات تھی۔ حتیٰ کہ حکومت برطانیہ اور تاج برطانیہ سے وابستہ ریاستیں بھی اپنے اپنے اخبارات شائع کرنے لگی تھیں۔ میرے سامنے ممالک مغربی و شمالی اور اودھ کی گورنمنٹ کے شائع کردہ گزٹ کی تصویر و تفصیل ہے۔ اسی طرح رام پور گزٹ ریاست رام پور کی ریجنسی کی طرف سے شائع ہوتا تھا۔ لارنس گزٹ، کرزن گزٹ اور کلکتہ کے گوہر آصفی کا چرچا تو جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں پہلے بھی ہو چکا ہے۔ لاہور کے اخبارات پیسہ اخبار وطن کوہ نور تو قارئین کے جانے پہچانے نام ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پریس اور پریس سے استفادہ کی صورتیں اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں عام کر دی تھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود دعویٰ سے قبل علمی حلقوں میں تحریر کے ذریعہ متعارف ہوئے۔ براہین احمدیہ کی کتاب کی صورت میں اشاعت سے قبل بھی آپ کے پُر معارف مضامین انیسویں صدی کے مختلف اخبارات و جرائد میں جگہ پاتے تھے۔ حضور کا پہلا مضمون منشور محمدی بنگلو ر میں 1872ء میں چھپا تھا۔ امرتسر کے اخبار وکیل میں دسمبر 1877ء کو آریہ سماج کی جانب سے جو دعویٰ شائع ہوا کہ روحیں بے انت ہیں حضرت صاحب کے بے پناہ قلم کے لئے گویا

''سمندِ شوق کو اک اور تازیانہ ہوا''

اور حضرت اقدس نے آریہ سماج کی توحید الٰہی کے خلاف اس سازش کو بھانپ کر اس کے خلاف قلمی جہاد شروع کیا۔ اخبار سفیر ہند امرتسر، سیالکوٹ کا اخبار وزیر ہند، عیسائیوں کا پرچہ نور افشاں، مسلمانوں کا اخبار منشور محمدی، آریوں کا اخبار دھرم جیون، یہ سب اخبار حضور کے مضامین سے مستفیض ہوتے رہے اور یہ سلسلہ پنجاب تک محدود نہیں رہا ہندوستان کے دور دراز کے اخبارات میں حضور کے افادات شائع ہوتے اور سلیم الطبع لوگوں کو دعوت حق دیتے رہے۔ الیگزینڈر رویب کے نام حضور کا خط ریاض الاخبار میں 1888ء میں چھپا تھا۔

میں الفضل کی علمی و ادبی خدمات کی تمہید میں ان باتوں کا ذکر اس لئے کر رہا ہوں کہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ اس وقت جماعت احمدیہ کا علم کلام تشکیل پا رہا تھا۔ قادیان جیسے قصبہ سے بدر الحکم الحق اور ریویو اور تشحیذ الاذہان جیسے پرچے شائع ہونے لگے تھے جن کا وجود گویا الفضل کی کھیتی کے لئے کھاد کا حکم رکھتا تھا۔

دوسری جانب ہر علمی ادارہ یا علمی حلقہ اپنے خیالات کی ترویج و اشاعت کے لئے کسی نہ کسی پرچہ کی اشاعت پر مستعد تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں تو پنجاب کے وقیع پرچوں زمیندار، ہندوستان اور پیسہ اخبار کے علاوہ ملک بھر سے ایسے مؤقر پرچے شائع ہو رہے تھے جو لوگوں کی دلچسپی کا باعث تھے۔ الفضل سے عین ماقبل کے زمانہ میں مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنا اخبار ''الہلال'' (13 جنوری 1912ء) کو جاری کیا اور اپنی ادیبانہ خطابت کو ملک کی سیاسی اور دینی فضا سے اس طرح ہم آہنگ کر دیا کہ سارے ہند میں اس اخبار کا ڈنکا بجنے لگا اس وقت اس اخبار کی اشاعت 25 ہزار تھی جو آج بھی لوگوں کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ مگر سیاسی پالیسی کی وجہ سے الہلال دو سال بعد یعنی 1914ء میں جبراً بند کر دیا گیا تو آزاد نے البلاغ جاری کیا جو دو سال جاری رہ کر بند ہو گیا۔

ابو الکلام آزاد کا اخبار ''الہلال'' اپنی نوعیت کا مقبول اخبار تھا۔ اس اخبار کی بنیاد دین اور سیاست کی باہم آمیزش پر تھی وہی روش جس کا اظہار بعد کو اقبال نے کیا کہ ع

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جماعت احمدیہ کے علم کلام میں دین اور سیاست کو خلط ملط کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی اس لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (بعدۂ خلیفۃ المسیح الثانی) نے محسوس کیا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہمارے پاس ایسا اخبار ہو جو دین کی باتیں دین کے رنگ میں دنیا کی باتیں دنیا کے رنگ میں بیان کرے اور دونوں کا آمیزہ تیار کر کے ''دینی سیاست'' کی بنیاد نہ رکھے۔ الفضل کے جس پراسپکٹس کی منظوری حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاوّل نے عطا فرمائی اس میں صراحت سے لکھا ہے کہ ''ہندوستان میں بھی ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو عجیب عجیب رنگ سے بدظنیاں پھیلا رہا ہے چونکہ ہمارا کوئی ایسا اخبار نہیں جو سیاست کے اہم مسائل پر اس نقطۂ خیال سے روشنی ڈالے کہ جو حضرت صاحب نے قائم کی ہے۔''

(پراسپکٹس الفضل تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 445)

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یہ خدشہ ٹھیک ثابت ہوا اور جماعت احمدیہ لاہور کے پرچہ پیغام صلح (جو 1913ء میں جاری ہوا) اور آزاد کے پرچہ الہلال میں برصغیر کے سانحۂ کانپور کے مسئلہ پر سیاسی ہم آہنگی پیدا ہوئی اور یہی سیاسی ہم آہنگی آگے چل کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے ایک ارشاد کی غلط توضیح و تشریح اور آگے چل کر جماعت کے اندر اختلافات کو ہوا دینے کی بنیاد بنی۔ غرض الفضل کی بنیاد ایسے وقت میں رکھی گئی جب اس کی اشد ضرورت تھی اور یہ ضرورت علمی تاریخی اور تربیتی لحاظ سے جماعت کو مستحکم کرنے کے لئے لابدی تھی۔

ایک ضروری بات یہ بھی ذہن میں مستحضر رہنی چاہئے کہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں اخبارات کا مزاج وہ نہیں تھا جس سے ہم آج آشنا ہیں۔ اخبارات میں خبریں آٹے میں نمک کے برابر ہوتی تھیں مگر ملکی مصالح کی بنا پر حکومت جن امور کی تشریح و اشاعت چاہتی تھی۔ اس کے لئے باقاعدہ خبریں جاری کی جاتی تھیں۔ پہلی جنگ عظیم کے زمانہ یعنی 1913ء میں الفضل جاری ہوا۔ راقم الحروف نے اس دور کے بیشتر اخبارات برٹش لائبریری آرکائیوز یا یورپ کی پرانی لائبریریوں میں دیکھے ہیں جن میں جنگ کی خبریں، بالالتزام چھاپی جاتی تھیں۔ مذہبی مناقشوں میں حکومت بالعموم دخل نہیں دیتی تھی مگر بعض اوقات اخبارات سے کسی معاملہ پر ضمانت طلب کر لی جاتی تھی اور اگر پرچہ ضمانت نہ دے سکتا تو اسے بند بھی کر دیا جاتا تھا قادیان کا پرچہ بدر ضمانت ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے ہی بند کیا گیا تھا اور یہ ضمانت طلبی عیسائیت کے خلاف ایک مضمون چھپنے پر ہوئی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 484)

سیاسی پرچے تو اکثر و بیشتر تادیبی کارروائی کا

روزنامہ الفضل ربوہ پاکستان

فون نمبر ۲۹

جلد ۵۴/۱۹ | ۱۰ نبوت ۱۳۴۴ ہش | ۱۶ رجب ۱۳۸۵ھ | ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء | نمبر ۲۵۹

خلیفۃ المسیح الثالث کا انتخاب

تمام احباب جماعت احمدیہ کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء بعد نماز عشاء ... مبارک ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کی مقرر کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بصدارت جناب مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ منعقد ہوا جس میں حسب قواعد ہر ممبر نے خلافت سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سلمہ ربہ کو آئندہ کیلئے خلیفۃ المسیح اور ...... منتخب کیا۔ اراکین مجلس انتخاب نے اسی وقت آپ کی بیعت کی جس کے بعد آپ نے خطاب فرمایا اور پھر تمام موجود احباب نے جن کی تعداد اندازاً پانچ ہزار تھی رات کے ۱۰½ بجے آپ کی بیعت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو منظور فرما کر نہایت بابرکت فرمائے اس طرح ہم ایک دفعہ پھر ایک نازک دور میں سے گزر کر الوصیت کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہاتھ پر جمع ہو گئے ہیں الحمد للہ

سیکرٹری مجلس مشاورت

نشانہ بنتے رہتے تھے۔ باایں پریس پر کسی پابندی یا گھٹن کا احساس نہ تھا۔ مذہبی رواداری کا ایسا نظام اس کے بعد ہم نے کتابوں ہی میں پڑھا ہے دیکھنے میں نہیں آیا۔

الفضل کو ابتدا ہی میں ایک ایسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا کہ اب پرانی تاریخ پڑھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ یہ نوزائیدہ پرچہ اس آزمائش میں کیسے سرخرو ہوا؟ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے زمانہ میں ہی لاہور سے اخبار پیغام صلح نے خلافت کے مرتبہ اور مقام کے بارہ میں ایسی باتیں لکھنا شروع کر دیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو اس پرچہ اور اس کے کرتا دھرتا لوگوں کے خلاف ناراضگی کا اظہار کرنا پڑا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے بعد تو یہ لوگ کھل کھیلے اور خلافت کے متبعین کے خلاف کھلا محاذ قائم کر لیا۔

پیغام صلح اور الفضل کا موازنہ میرے مضمون کے دائرہ میں شامل نہیں مگر اس سلسلہ میں پیغام صلح کے پرانے پرچے دیکھتے ہوئے مجھے حیرت ہوئی کہ الفضل کے ابتدائی سال کس مصیبت میں گزرے۔ اس کی ساری تگ و دو جماعت کی وحدت کو برقرار رکھنے تک مختص رہی۔ الفضل کے کارکنوں اور لکھنے والوں میں حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل (تصانیف 31)، حضرت صوفی غلام محمد صاحب (مربی ماریشس)، حضرت مولانا عبدالرحیم نیر، مولانا محمد اسماعیل حلال پوری (تصانیف 13)، حضرت سید سرور شاہ صاحب (تصانیف 8)، حضرت مفتی محمد صادق صاحب (تصانیف 13)، حضرت میر قاسم علی صاحب (تصانیف36)، حضرت قاضی محمد یوسف صاحب تھے اور ان جیسے بزرگوں کی ساری توجہ جماعت لاہور کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے پر مرتکز رہی۔ اس دور کے زیادہ تر مضامین اسی مسئلہ کے متعلق ہیں حضرت اقدس مسیح موعود کے دعوے اور حضور کے مرتبہ اور مقام کی وضاحت اور اہل لاہور کی کی ہوئی غلط تاویلات کا رد۔ میری نسل کے لوگوں کو جنہوں نے محض پیغام صلح اور اہل لاہور کے دعاوی کے بارے میں پڑھا تھا اس مسئلہ کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا۔ الفضل کی خدمات کے سلسلہ میں تحقیقات کرتے ہوئے میری نظر سے پیغام صلح کے پرچے گزرے تو معلوم ہوا کہ ہم جس مسئلہ کو معمولی مسئلہ سمجھتے تھے وہ اتنا معمولی نہیں تھا۔ مجھے پہلی بار معلوم ہوا اور مجھے یقین ہے کہ بہت لوگوں کو پہلی بار یہ معلوم ہوگا کہ جماعت لاہور کے اکابر نے نہ صرف جماعت میں قیام خلافت کا انکار کیا اور جماعت قادیان کو ''فرقہ محمودیہ'' کہنا شروع کیا اور پیغام صلح کی پیشانی پر لاہور کو مدینۃ المسیح لاہور لکھنا شروع کیا۔ بزرگان دین مثلاً حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے مکاشفات کو نشانہ تضحیک بنایا۔ (پیغام صلح14 ستمبر 1915ء) قادیان کو دارالامان کی بجائے دارالحرب کہا (پیغام صلح 4 جولائی 1916ء) بلکہ خلافت کے مرتبے اور مقام کو گرانے کی نیت سے 1915ء میں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے وصال کے کئی مہینوں کے بعد اپنے امیر کے ساتھ اور خواجہ کمال الدین صاحب کے ناموں کے ساتھ خلیفۃ المسیح کا لقب لکھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جماعت لاہور کے سالانہ جلسہ منعقدہ 25 تا28 دسمبر 1915ء کا جو پروگرام (پیغام صلح مورخہ 21 دسمبر 1915ء) میں چھپا اس میں ان ہر دو اسماء کے ساتھ خلیفۃ المسیح کے الفاظ چھپے ہوئے ہیں اور اس کے بعد التزاماً ان دو اشخاص کے اسماء کے ساتھ خلیفۃ المسیح کے الفاظ نظر آتے ہیں۔ ان کا خیال ہوگا کہ خود اپنے اسماء کے ساتھ خلیفۃ المسیح لکھنے سے شاید جماعت کے لوگ انہیں خدا کا بنایا ہوا خلیفہ سمجھنے لگیں گے۔ اس لئے اگر الفضل کے ابتدائی دور میں علمی مضامین کا موضوع خلافت اور خلافت کی برکات ہی رہا تو یہ وقت کا اقتضا تھا اور الفضل نے اس میں کمال ثابت قدمی دکھائی اور الفضل کی پہلی علمی خدمت یہی قرار پائے گی کہ اس پرچہ نے مخالفین خلافت احمدیہ کا بروقت استیصال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور ان کے متفقین اور اکابر میں سے نیک فطرت لوگ رفتہ رفتہ واپس آتے چلے گئے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

الفضل کی دوسری بڑی علمی خدمت یہ ہے اس نے سلسلہ کی تاریخ کو محفوظ کیا۔ تاریخ کا ابتدائی مواد الحکم اور البدر نے مہیا اور محفوظ کیا۔ الفضل ابتداء میں ہفتہ وار تھا پھر ہفتہ میں تین بار چھپنا شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور بعد کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات وخطبات، قادیان کے واقعات، بزرگان سلسلہ کی باتیں، قادیان میں زیارت کے لئے آنے جانے والوں کا ریکارڈ غرض سلسلہ کی تاریخ کی تفصیل بھی محفوظ ہونا شروع ہوئی جس کی بنیاد پر آئندہ مؤرخین کو سلسلہ کی تاریخ مرتب کرنے میں مدد ملی۔ الفضل روزنامہ تو کہیں 1935ء میں جا کر ہوا ہے الفضل کے پہلے اکیس برس تاریخ احمدیت کا محفوظ ترین خزانہ ہیں۔ تاریخ احمدیت اٹھا کر دیکھیں تو تقریباً ہر چیز بدر، الحکم اور پھر الفضل کے حوالہ سے درج ہوئی ہے کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی مستند مواد موجود نہیں تھا۔ 1914ء میں جماعت کے بعض اہم اکابر جماعت لاہور کے ساتھ چلے گئے تھے انہیں رفتہ رفتہ واپس لانا الفضل کا ایسا کارنامہ ہے جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ راقم الحروف کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے خود اپنے دست مبارک سے الفضل کے وہ پرچے دکھائے تھے جن میں ان کے خسر حضرت مولانا غلام حسن پشاوری کا مضمون چھپا تھا میرا اعلان بیعت۔ میاں صاحب کی بیگم حضرت سیدہ سرور سلطان بیگم نے احتیاط سے وہ پرچے اپنے ابا کی اہم نشانی سمجھ کر اپنے پاس سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب بتاتے تھے کہ جب ان کے خسر قادیان آئے تو ان کے ہاں ٹھہرے انہوں نے بھول کر بھی خلافت کی بیعت میں واپس آجانے کا نہیں کہا۔ خود ہی دیکھتے اور دل میں غور کرتے رہے پھر اچانک ان کا یہ مضمون اخبار الفضل میں چھپا یہ غالباً 1940ء کا واقعہ ہے۔ اور 26 سال کا عرصہ کوئی کم عرصہ نہیں ہوتا۔ مولوی صاحب اپنے خیالات پر قائم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ کھول دیا۔ یہی سلسلہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا تھا وہ بھی اپنے بھائی کی بیعت میں نہیں آئے ان کے مضامین ادھر ادھر کے پرچوں میں حتیٰ کہ پیغام صلح میں بھی چھپتے رہے مگر انہوں نے بیعت نہیں کی تو مخالفت بھی نہیں کی۔ کم وبیش چالیس کتابوں کے مصنف تھے جب اللہ تعالیٰ نے بیعت کی توفیق دی تو بشرح صدر داخل سلسلہ ہو گئے انہیں بھی لانے والا جماعت کا علم کلام تھا جو الفضل کے ذریعہ ان کے کانوں تک جماعت کا پیغام پہنچا تا رہتا تھا۔

1935ء تک کے سال جماعت کی تاریخ کے بڑے اہم سال ہیں۔ اس دوران بڑے اہم موڑ آئے۔ 1924ء میں لندن تشریف لے گئے اور ویمبلے کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ 1927ء کے قریب کے زمانہ میں خلیفۃ المسیح الثانی نے سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کا آغاز فرمایا۔ تیسری دہائی میں احرار کی مخالفت زوروں پر تھی جس کے نتیجہ میں تحریک جدید کا آغاز ہوا۔ جماعت کو دعوت الی اللہ کے میدان میں قربانیوں کے لئے تیار کرنا اور **فاستبقوا الخیرات** کا تواتر کے ساتھ درس دیتے رہنا الفضل کے حصے میں آیا۔ پھر 1939ء میں پہلی خلافت جوبلی کا موقعہ آیا۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اللہ تعالیٰ سے اذن پا کر مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا یہ سعادت بھی الفضل کے حصہ میں آئی کہ اس پیشگوئی کے مالہ اور ماعلیہ پر تفصیلی مضامین الفضل ہی میں چھپے۔ الفضل کے خاص نمبروں کا تعین ہو گیا۔ خلافت نمبر، سیرۃ النبی ﷺ نمبر، جلسہ سالانہ نمبر، مصلح موعود نمبر، یہ نمبر سلسلہ کے اہم نمبر ہیں اور ان میں ان موضوعات پر بیش قرار مضامین لکھے گئے اور لکھے جاتے ہیں۔ میں نے پہلا خلافت جوبلی نمبر دیکھا ہے اتنا جامع نمبر شائع کرنا اور اسے اہم تصاویر سے مزین کرنا اور اتنے اہم مضامین یکجا کر لینا الفضل ہی کو سزاوار تھا۔

تیسری بڑی خدمت یہ ہے کہ الفضل نے سلسلہ کے لکھنے والوں کا ایک لمبا سلسلہ قائم کیا۔ دور اوّلیٰ کے لکھنے والوں میں کچھ نام پہلے درج ہو چکے ہیں۔ ماسٹر احمد حسین فرید آبادی الفضل کے ایڈیٹر تھے۔ سلسلہ کی تاریخ میں ان کی 19 تصنیفات کا ذکر ہے۔ اسی طرح اکبر شاہ خاں نجیب آبادی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے شاگرد تھے۔ ان کی مرتبہ مرقاۃ الیقین جماعت کے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ بعد کو جماعت لاہور میں شامل ہو گئے مگر الفضل کے ساتھ ان کی وابستگی ایک تاریخی حقیقت ہے۔

حضرت میر قاسم علی صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب، پیر سراج الحق نعمانی صاحب، حضرت حکیم عبید اللہ بسمل صاحب، سید شفیع احمد صاحب محقق دہلوی، میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی، سید صادق حسین اٹاوی، سید محمد احسن امروہوی صاحب، خان صاحب برکت علی شملوی، محمد اسماعیل فاضل وکیل یادگیر، حضرت سید میر محمد اسحٰق، حضرت سید ڈاکٹر میر محمد اسماعیل، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی، حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن مہر سنگھ۔

یہ اسماء الفضل کے دور اوّل کے نمایاں نام ہیں مگر یہ سلسلہ ہماری اپنے ہوش کے دور تک چلا۔ پھر الفضل میں ہمارے ایسے علماء کے مضامین درج ہوتے رہے جنہوں نے اپنے اپنے میدان میں نمایاں کارکردگی دکھائی اور سلسلہ کی قلمی خدمت کرتے رہے۔ ان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، مولانا جلال الدین شمس، مولانا ابو العطاء، سید زین العابدین ولی اللہ شاہ، ملک عبدالرحمٰن خادم، مولانا شریف احمد امینی، مولانا عبدالرحمٰن مبشر، مولانا عبدالرحیم درد، شیخ عبدالقادر سوداگرمل، مہاشہ فضل حسین، بائبل سکالر شیخ عبدالقادر، حضرت مولانا غلام رسول راجیکی، قاضی محمد نذیر فاضل لائلپوری، مرزا عبدالحق صاحب، قاضی محمد اسلم صاحب، شیخ محمد احمد مظہر صاحب، مولانا عبدالمالک خاں، مہاشہ فضل حسین۔ ان کے بعد نسبتاً نئے دور کے علماء مولانا غلام باری سیف صاحب، شیخ نور احمد منیر صاحب، مولانا نسیم سیفی صاحب، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، گیانی عباد اللہ صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، ملک محمد عبداللہ صاحب اور مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مولانا اسد اللہ کاشمیری صاحب، جناب محمد اسماعیل پانی پتی صاحب تھے، محمد احمد پانی پتی صاحب، پیام شاہ جہان پوری صاحب،

ثاقب زیروی صاحب، ملک سیف الرحمٰن صاحب، میر محمود احمد ناصر صاحب، میر داؤد احمد صاحب، مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری، مولانا سلطان محمود انور، پروفیسر بشارت الرحمٰن، پروفیسر حبیب اللہ خاں الفضل کے بزرگ اور مستقل لکھنے والے تھے۔ مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب، حافظ مظفر احمد، عبدالسمیع خاں، محمود مجیب اصغر، راجا نصر اللہ خاں، مرزا خلیل احمد قمر یہ سب نئے دور یعنی قیام پاکستان کے بعد کے لکھنے والے ہیں۔ یہ مجمل فہرست کا ایک حصہ ہے جو میں نے احمدیہ لٹریچر پراجیکٹ کی ماسٹر ببلیوگرافی مرتبہ ریسرچ سیل کی وساطت سے حاصل کی ہے۔ یہ فیضان الفضل کا ہے اگرچہ جماعت کے دوسرے پرچے اس میں برابر کے شریک ہیں مگر قومی اور اجتماعی کاموں میں سب کی شرکت برابر ہوتی ہے۔

میں نے الفضل کی سب سے بڑی علمی خدمت کو اب تک مؤخر رکھا ہے یہ خدمت حضرت اقدس خلیفۃ المسیح کے خطبات وارشادات کو تحریری طور پر ریکارڈ کرنے کی خدمت ہے۔ اب تو وہ خطبات ہزاروں صفحات پر مشتمل ''انوار العلوم'' کی صورت میں مدون ہو کر فضل عمر فاؤنڈیشن کی جانب سے چھپ چکے ہیں مگر انہیں ریکارڈ کرنا الفضل ہی کو سزاوار تھا اور یہ خدمت اس زمانہ کی ہے جس زمانہ میں ریکارڈنگ کا کوئی دنیاوی وسیلہ سوائے ہاتھ سے لکھ کر محفوظ کرنے کے اور کوئی نہیں تھا۔ ہمارے مولانا محمد یعقوب طاہر اور سلطان احمد پیرکوٹی اور ان کے رفقاء نے جس جانفشانی سے یہ سب کچھ محفوظ کیا اور حضرت صاحب کے گھنٹوں لمبے خطابات کو لفظ و لفظ محفوظ کیا یہ انہی جیسے جاں نثاروں کا کام تھا۔

موضوعات کے اعتبار سے الفضل نے جو روایات قائم کیں وہ بھی اپنے دور کے پرچوں میں اسے منفرد بناتی ہیں۔ تاریخ اسلام تو اس دور کا مقبول موضوع تھا مگر الفضل نے صرف تاریخ اسلام پر اکتفا نہیں کیا۔ دین حق کے مختلف پہلوؤں پر مضامین شائع کئے۔ تفسیر، الفضل کا مقبول موضوع رہا ہے اور جماعت احمدیہ کے علم کلام کی بنیاد ہی اس تفسیر پر ہے جس کو حضرت اقدس مسیح موعود نے دنیا سے روشناس کروایا اس لئے الفضل کے اکثر و بیشتر مضامین تفسیر قرآن حکیم کے کسی نہ کسی پہلو سے متعلق ہوتے تھے۔

الفضل کے ایڈیٹر مولانا محمد اسماعیل حلالپوری اور قاضی اکمل صاحب رہے مگر لمبے عرصہ تک (یعنی 1946ء تک) خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی کو ایڈیٹر رہنے کا موقعہ ملا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 449)

پھر روشن دین تنویر صاحب آ گئے۔ ہم نے اپنے زمانے کے تین ایڈیٹروں (تنویر صاحب اور مسعود احمد خاں دہلوی اور نسیم سیفی) کا دور دیکھا اور ان سے یہی بات سنی کہ ان کے اداریوں کی بنیاد تفسیر پر ہوتی ہے بلکہ مسعود احمد خاں دہلوی کے اداریئے تو باقاعدہ مقالے بن جاتے اور وہ انہیں کئی قسطوں میں مکمل کرتے تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی سیرت خاتم النبیین اپنی نوعیت کی پہلی تاریخ اسلام تھی جس کی بنیاد قرآن پر رکھی گئی اور واقعات کی سند بھی قرآن سے حاصل کی گئی۔ سیرۃ کے موضوع پر رفقائے حضرت مسیح موعود کی سیرۃ کو محفوظ کرنا بھی الفضل کے حصہ میں آیا اگرچہ اس کام کو ملک صلاح الدین صاحب نے بعد کو ایک حد تک مکمل کیا۔ احادیث کے باب میں جماعت احمدیہ کا موقف یہی رہا ہے کہ جو حدیث بھی قرآنی احکام کے متناقض نہیں وہ درست مانی جانی چاہئے۔ اس موقف کا چرچا بہت لازمی تھا اہل حدیث کی جانب سے اس سلسلہ میں افراط و تفریط روا رکھی گئی اس کا رد بھی الفضل نے ہی کیا۔ جماعت کے عقائد کے بارہ میں جو غلط فہمیاں علمائے سُوء پھیلاتے رہے الفضل ان کا سدباب کرتا رہا۔ جماعت کے عمومی اخلاق و اقدار کی ترویج و تلقین الفضل کے ذریعہ سے ہی ہوتی رہی۔ حضرت صاحب کا خطبہ ہر جماعت میں سنایا جاتا تھا اور یہ خطبہ الفضل کی وساطت سے جماعت تک پہنچتا تھا۔ خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھنا تو مسلمانوں کی روایت رہی ہے حتیٰ کہ ہمارے برصغیر میں خلافت عثمانیہ کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ترکی خلیفہ کے نام کا برائے نام خطبہ پڑھا جاتا رہا جماعت احمدیہ کو یہ فخر اور اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ اس کے خلیفہ کا خطبہ چھپ کر جماعت تک پہنچتا تھا اور پھر لوگ اسے خطبہ جمعہ کے طور پر جماعت کو پڑھ کر سناتے تھے۔ مرحومین کے ذکر خیر کو تواتر کے ساتھ جاری رکھنا بھی الفضل کی خصوصیت ٹھہرا۔

اب تک میں الفضل کے علمی مزاج اور کاموں کا تذکرہ کرتا رہا مگر میں نے الفضل میں چھپنے والی ادبی چیزوں خاص طور سے منظوم مندرجات کا ذکر نہیں کیا۔ جماعت کے منظوم علم کلام کی بنیاد حضرت اقدس کے اس فرمودہ پر ہے۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

دور اولیٰ میں جماعت احمدیہ میں شعر کے میدان میں حضرت حکیم عبیداللہ بسمل، حضرت حافظ مختار احمد شاہجہان پوری، قاضی محمد ظہور الدین اکمل اور مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر اور حضرت میر قاسم علی جیسے اساتذہ فن موجود تھے۔ خلفاء وقت بھی شعر کے پیرائے میں اپنے خیالات کا اظہار فرماتے رہے مگر سب کا اسلوب و مدعا ایک ہی رہا کہ شعر کو صرف شعر نہ سمجھا جائے بلکہ اسے پاکیزہ خیالات کے اظہار کا وسیلہ سمجھا جائے۔ ترقی پسند تحریک تو 1936ء میں شروع ہوئی جس نے ادب برائے ادب کی بجائے ادب برائے زندگی کا نعرہ لگایا اور اسے بڑی جدت قرار دیا۔ جماعت احمدیہ کے شعری اسلوب کی بنیاد اول دن سے ہی ادب برائے زندگی پر رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ احمدیوں کا زندگی کا نظریہ ان سے اور دوسری دنیا سے کلیۃً مختلف رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مجموعۂ کلام چھپوانے کا رواج الفضل کے ساتھ مختص نہیں۔ ''کلام محمود'' یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا منظوم کلام پہلی بار 1913ء میں مدون ہو کر چھپا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 442)

اور حضرت اقدس مسیح موعود کا فارسی مجموعۂ کلام ''درمکنون'' جو دیوان فرخ قادیانی کے نام سے موسوم تھا۔ دسمبر 1916ء میں چھپ کر سامنے آیا۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 149)

باقی لوگوں کے کلام کے مدون ہونے کی بات بہت بعد کی ہے۔ الفضل کی روایت یہ رہی کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا منظوم کلام صفحۂ اول پر چھپتا تھا اور یہ روایت ہماری ہوش کے زمانہ تک جاری رہی۔ اخبارات کے صفحۂ اول پر منظوم کلام چھاپنے کی روایت لاہور کے بعض اخباروں کی بھی تھی مگر ان میں زمیندار ایسا اخبار تھا جو احمدیت کی مخالفت کی نظمیں صفحۂ اوّل پر چھاپتا تھا تا کہ مخالفین کی توجہ حاصل کر کے اپنی اشاعت بڑھا سکے۔ ہم نے خود زمیندار کے ایسے پرچے دیکھے ہیں جن پر احمدیت کے خلاف بعض اوقات دریدہ ذہنی کی حد تک پہنچ جانے والی نظمیں بھی چھپی ہوتی تھیں مگر الفضل نے جواباً لکھی جانے والی نظموں کو اندرونی صفحات پر ہی چھاپا اور سستی شہرت حاصل کرنے والے اخبارات کی طرح سنسنی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سلسلہ کی بہت سی نظمیں اکمل صاحب اور حضرت میر قاسم علی صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہوتی تھیں مگر وہ بھی ان کے قلمی نام سے چھپتی تھیں زیادہ تر الفاروق میں کم تر الفضل میں۔ جماعت کے شعراء ان کا جواب ضرور لکھتے تھے ہمارے روشن دین تنویر تو ایسے قادر الکلام ایڈیٹر تھے کہ فی البدیہہ بھی ایسی نظموں کا مسکت جواب لکھتے تھے اور دوسروں سے داد حاصل کرتے تھے مگر ان کے زمانہ میں زمیندار کے ایڈیٹر ظفر علی خاں نہیں تھے شورش کاشمیری جیسے لوگ جو جماعت کے خلاف نظمیں لکھنے کی روایت نبھا رہے تھے۔ راقم الحروف جب تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں ادب پڑھاتا تھا تو التزاماً ہفتہ میں ایک دن نصاب کی کتابوں سے ہٹ کر ادبی اسباق دیتا تھا خاص طور سے وہ نظمیں جو سلسلہ کے خلاف لکھی گئی تھیں بچوں کو ضرور سناتا تھا تا کہ ان کو احساس ہو کہ جو بچہ شعر کہہ سکتا ہو اسے ایسی قدرت کلام حاصل ہونی چاہئے کہ وہ زوردار مخالف نظموں کا جواب زوردار موافق نظموں سے دے سکے۔ میرا خیال یہ تھا اور ہے کہ جب تک مخالفت میں لکھے گئے لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کیا جائے اس کا کماحقہٗ جواب دینا ممکن نہیں ہو سکتا اور ادب اور شعر کے سلسلہ میں تو یہ اور زیادہ ضروری ہے کیونکہ ادب کے نام پر کئے گئے اعتراض کا جواب بھی ادب کی زبان ہی میں دیا جانا چاہئے۔ مجھے یاد ہے ایک بار شورش کاشمیری نے نظم لکھی کہ چناب کا سیلاب ربوہ کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے گا۔ تنویر صاحب نے اسی زمین پر اتنے ہی زور کی نظم کہی کہ تم کہتے ہو سیلاب ربوہ کو نابود کر دے گا۔ آ کر دیکھو کہ

سیلاب گھوم گھوم کر آگے گزر گیا
ربوہ کے پاؤں چوم کر آگے گزر گیا

بات صفحۂ اول پر نظمیں چھاپنے کی تھی الفضل کی روایت یہی رہی کہ صفحۂ اوّل صرف خلیفۂ وقت کے منظوم کلام کے لئے مختص رہا۔ دوسرے شعراء کی نظمیں چھپتی تھیں مگر اندر کے صفحات پر اور یہ بھی الفضل کا اختصاص رہا کہ منظوم کلام کی اشاعت صرف خاص موقعوں کے ساتھ وابستہ نہ تھی جب بھی کوئی اچھی نظم آ جاتی الفضل اسے چھاپ دیتا تھا دوسرے اخباروں میں ادبی صفحات کے نام سے علیحدہ ادبی ایڈیشن چھپتے ہیں الفضل کا ہر ایڈیشن ہی علمی اور ادبی ایڈیشن ہوتا ہے۔ علمی اور معلوماتی مضامین، تاریخ، وفیات اور ذرا سی مختصر سی خبریں اور ایک آدھ نظم! الفضل میں منظوم کلام کے چھپنے کی تمہید لمبی ہو گئی مگر الفضل کے مزاج کو سمجھنے کے لئے اس کا بیان ضروری تھا۔

الفضل کے ذریعہ جماعت احمدیہ کا شعری دبستان گویا منظّم ہو کر ابھرا۔ الفضل میں جن شعرا کا کلام چھپتا رہا ان دو سو کے قریب شعرا کی تفصیل جناب سلیم شاہجہان پوری نے اپنی کتاب شعرائے احمدیت میں بیان کر دی ہے۔ دور اولیٰ کے بزرگ شعراء کے نام میں گنوا چکا ہوں۔ الفضل کے فارسی گو شعرا میں حضرت حکیم عبیداللہ بسمل کے علاوہ شیخ محمد احمد مظہر، ڈاکٹر اختر اورینوی، مولانا راجیکی صاحب، ان کے صاحبزادے مبشر احمد راجیکی اور ماسٹر عبدالرحمٰن خاکی اور مولانا ابوالحسن قدسی کے اسماء نمایاں ہیں۔ ہم نے مولانا عزیز الرحمٰن منگلا کے ایک دو عربی قصائد بھی چھپے ہوئے دیکھے ہیں مگر زیادہ تر کلام اردو کے شعراء کا ہی ہوتا تھا۔ حضرت میر ناصر نواب، حضرت حافظ مختار احمد شاہجہان پوری، حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل، آسان دہلوی، حسن رہتاسی، قاضی محمد یوسف، جناب نعمت اللہ خاں گوہر، ان کے برادر علی محمد سرور، ثاقب میرزا خانی ماسٹر برکت علی لائق لدھیانوی قیس مینائی اور مولانا ابوالعطاء صاحب جیسے شعراء کو الفضل کے دور اولیٰ کے شعراء میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے دور میں تنویر صاحب، ناہید صاحب، سعید احمد اعجاز صاحب، عبدالسلام اختر، محمود الحسن، ثاقب زیروی،

غالب احمد، مظفر عارفی، محمد شفیع اشرف، آفتاب احمد بسمل، عبدالرشید تبسم، میر اللہ بخش تسنیم، سلیم شاہجہان پوری، عبدالحمید خاں شوق، ماسٹر محمد ابراہیم شاد، عبدالمنان شاد، چوہدری شبیر احمد، شیدا گجراتی، شاہد منصور، ارشاد احمد شکیب، مولانا محمد صدیق امرتسری، مولانا ظفر محمد ظفر، مولانا عطاء الرحمٰن طالب، فیض چنگوی، مصلح الدین احمد راجیکی، مبشر احمد راجیکی، نسیم سیفی، عبیداللہ علیم، رشید قیصرانی، نصیر احمد خاں، محمد الیاس ناصر دہلوی، احسن اسماعیل صدیقی، ملک خادم حسین، راجہ نذیر احمد ظفر، عبدالعلی ملک، سید ادریس احمد عاجز عظیم آبادی، سید عبدالهادی، امین اللہ خاں سالک، شیخ نذیر احمد ریاض، اختر گوبند پوری، قمر اجنالوی اور مجھ جیسے کج مج زبان وغیرہ ہیں۔ان کے بعد کا دور نسبتاً نئے دور کے شعراء کا ہے۔

عبدالکریم قدسی، عطاء المجیب راشد، طاہر عارف، جمیل الرحمٰن، انور ندیم علوی، صابر ظفر، مبارک احمد عابد، عبدالسلام اسلام، آصف محمود باسط، ناجی سبزواری ثم ابن آدم، مبارک احمد صدیقی اور عبدالصمد قریشی اور خواجہ عبدالمومن۔

خواتین کے حلقہ الفضل کی سرخیل تو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم ہیں ان کا کلام الفضل کی زینت بنتا رہا خاندان کی خواتین میں صاحبزادی امۃ القدوس بیگم کا کلام اپنی پختگی اور خلوص کی وجہ سے دلوں کو کشش کرتا ہے۔بزرگ خواتین میں شاکرہ صاحبہ کا نام نامی ممتاز رہا۔امۃ الباری ناصر اور ارشاد عرشی ملک دو ایسی شاعرات ہیں جن کا کلام تواتر سے الفضل میں چھپتا اور پسند کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر فہمیدہ منیر الفضل سے ہی ادبی حلقوں میں روشناس ہوئیں۔تذکرہ شعرائے احمدیت میں بتیس کے قریب شاعرات کے اسماء درج ہیں۔

نئے اور نوجوان احمدی شعرا کا ایک طبقہ جن میں افضال نوید، رشید ندیم، احمد مبارک، ابرار احمد اور رفیع رضا شامل ہیں ادبی حلقوں میں بہت معروف ہے مگر الفضل میں ان کا کلام کم کم چھپتا ہے۔یہی حال کسی زمانہ میں عبیداللہ علیم کا تھا یا مظفر عارفی کا یا صابر ظفر کا مگر رفتہ رفتہ یہ لوگ الفضل کے حلقہ بگوش ہوتے گئے شاید ان نئے حضرات کو بھی الفضل میں چھپنا نصیب ہو جائے۔

میں اپنی یادداشت سے الفضل کے لکھنے والوں اور شعرائے کرام کے اسمائے گرامی درج کر رہا ہوں اور اس بنا پر لکھ رہا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کے لکھے مضامین یا ان کا کلام الفضل میں چھپا ہوا دیکھا یا پڑھا ہے۔الفضل میں چھپنے والے شعروں کی ایک ہی خوبی ہوتی تھی کہ زبان و بیان کی ادبی خوبیوں کے ساتھ بات کہی جاتی تھی اور کہیں کسی ادبی سقم پر انگلی نہیں رکھی جا سکتی تھی چہ جائیکہ اوزان و بحور کی خامیاں در آئیں۔ایڈیٹروں میں تنویر صاحب اور نسیم سیفی صاحب تو خود شاعر تھے۔اس لئے نظموں کا حصہ توجہ سے دیکھتے تھے۔بھائی مسعود احمد خاں دہلوی کا ادبی ذوق اتنا پختہ تھا کہ ذرا سا ادبی سقم بھی ان کی نگاہ میں کھٹ جاتا تھا۔ہم نے الفضل میں ناہید صاحب، سعید احمد اعجاز صاحب کی، محمود الحسن صاحب کی قیس مینائی صاحب مظفر عارفی صاحب کی ایسی چیزیں چھپی ہوئی پڑھی ہیں کہ کسی بھی ادبی پرچے کو بھیج دی جاتیں وہ انہیں احترام سے شائع کرتے اور ادبی دنیا میں دھوم مچ جاتی۔ہمیں یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنی ایک مجلس عرفان میں بیان فرمایا کہ جرمنی میں قمر اجنالوی حضور سے کوئی پچاس برس کے بعد ملے حضور نے انہیں یاد دلایا کہ حضور نے ان کی ایک نظم الفضل میں 1940ء میں پڑھی تھی۔اس کے دو شعر حضور کو یاد ہیں۔اتفاق ہے کہ ہمیں بھی حضور کے سنائے ہوئے شعر یاد ہیں شعر یہ تھے۔

مرے محبوب میں اپنی جوانی لے کے آیا ہوں
جوانی کیا میں ساری زندگانی لے کے آیا ہوں
سنا ہے آگ اور پانی کبھی یکجا نہیں ہوتے
میں دل میں آگ اور آنکھوں میں پانی لے کے آیا ہوں

قمر صاحب تو حیران ہی رہ گئے کہ پچاس برس کے بعد بھی حضور نے الفضل میں چھپی ہوئی وہ چیز یاد رکھی۔اور میں اسی بات کو الفضل کے استناد کی دلیل کے طور پر درج کر رہا ہوں کہ اس پرچہ میں چھپی ہوئی چیزیں تاریخ میں تو لکھی ہی جاتی تھیں لوگوں کے دل پر بھی لکھی جاتی تھیں۔

الفضل کی علمی اور ادبی خدمات پر دیار غیر میں بیٹھ کر لکھنا متون اور حوالوں کی عدم موجودگی میں بہت مشکل تھا مگر میں نے الفضل والوں کی دعوت قبول کرتے ہوئے اس چیلنج کو قبول کر لیا۔جو کچھ لکھ سکا ہوں اس سے پورے طور سے مطمئن بھی نہیں ہوں مگر اتنا یقین ہے کہ میں نے الفضل کی علمی اور ادبی خدمات کے پس منظر پیش منظر اور مالۂ اور ماعلیہ پر سیر حاصل بحث کر لی ہے مستقبل کا کوئی مورخ اس حوالہ سے متون کی تدوین کا کام کرنے میں شاید کامیاب ہو سکے گا۔

مکرمہ راشدہ جمیل صاحبہ لاہور

میرے والد نے الفضل کو دعوت الی اللہ کا ذریعہ بنا لیا

''الفضل'' کے ساتھ میرا تعلق میرے ابا جی (مرحوم) نے قائم کیا جب سے ہوش سنبھالا ابا جی کو حضرت مسیح موعود کی کتب پڑھتے دیکھا الفضل کا روزانہ باقاعدگی سے مطالعہ ان کی صبح کا آغاز تھا۔

خود سارا ''الفضل'' ملاحظہ کرتے اور اس میں چھپنے والی نظمیں ترنم سے بلند آواز پڑھا کرتے۔ابا جی اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہوئے تھے۔اس سے پہلے وہ اہل تشیع تھے جماعتی لٹریچر کا مطالعہ بہت گہرائی سے کیا کرتے تھے۔''الفضل'' کو بھی انہوں نے دعوت الی اللہ کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔اپنے غیر از جماعت احباب سے بذریعہ ڈاک ان کا رابطہ رہا کرتا تھا اور ان کے خطوط وہ مجھ سے ہی لکھواتے۔ابا جی الفضل میں شائع ہونے والے خلفاء کے ارشادات خاص طور پر جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر عالمی بیعت کا جو صفحہ الفضل میں شائع ہوتا تھا کہ اس سال اتنی بیعتیں ہوئی ہیں ایسے صفحات کی ابا جی فوٹو کاپی کروا لیتے اور سب دوستوں کو پوسٹ کر دیتے۔اکثر انہیں اعتراضات کا بھی سامنا کرنا پڑتا جن کا دلائل کے ذریعے جواب دیا کرتے تھے۔

1950ء کی دہائی میں میرے ابا جی نے بیعت کی اور تبھی سے بذریعہ ڈاک الفضل ہمارے گھر آتا ہے۔ابا جی ریلوے میں ملازم تھے جہاں جہاں پوسٹنگ رہی الفضل لگواتے رہے ریٹائرمنٹ کے بعد جب ربوہ شفٹ ہوئے تو پھر تو روزانہ ان کی دلچسپی کا محور الفضل ہی ہوتا خود مطالعہ کے بعد اپنے دوستوں سے اس کے مضامین پر تبصرے ہوتے خلفاء سلسلہ کے ارشادات پڑھتے ہم سے بھی پڑھواتے۔ابا جی کی عادت تھی کہ جب ان کی نظر کمزور ہو گئی تو میرے سکول سے آنے کے بعد باقاعدگی سے مجھ سے سارا الفضل پڑھوا کر سنتے۔اس وقت تو مجھے یہ روزانہ کی ڈیوٹی کافی مشکل لگتی مگر آج احساس ہوتا ہے کہ ابا جی کا یہ اقدام دراصل ہمارے فائدے کے لئے ہی تھا وہ چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بھی سلسلہ کی کتب اور جرائد کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھے۔اس عادت سے مجھے دو فائدے ہوئے ایک تو روزانہ الفضل پڑھ کر سنانے سے میری اردو بہت اچھی ہو گئی، حضرت مسیح موعود کے بعض الفاظ خاصے مشکل ہوا کرتے تھے ابا جی ساتھ ساتھ میری اصلاح بھی کرتے۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ روزانہ کے مطالعہ سے الفضل پڑھنے کی عادت پڑ گئی جو الحمدللہ اب تک قائم ہے جب بھی فارغ وقت ملتا جماعتی رسائل ہی زیر مطالعہ رکھے جو کہ اخلاق کی اصلاح کا باعث بنے۔

آپ نہ صرف اس کا دلچسپی سے مطالعہ کرتے بلکہ اس کو قیمتی خزانہ جان کر سنبھال کر رکھتے۔60ء، 70ء کی دھائیوں کے الفضل کی موٹی موٹی جلدیں کروا کر انہیں بکسوں میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔

''الفضل'' کے ساتھ جو خوبصورت ناطہ ابا جی نے میرے ساتھ جوڑا شادی کے بعد میرے میاں نے اسے برقرار رکھا کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھ سے زیادہ وہ اسے دلچسپی اور شوق سے پڑھتے ہیں۔شادی کے بعد لاہور رہائش کے دوران الفضل ہاکر کے ذریعے حاصل نہ کر پاتے تھے تو ہمارے فلیٹ کے پاس سڑک پر ایک بزرگ اخبار فروش نے دوسرے اخباروں کے ساتھ الفضل بھی رکھے ہوتے تھے کچھ عرصہ میرے میاں اسی سے چند روز قبل کا اخبار لے آیا کرتے تھے۔پھر جوں جوں ہم سیٹ ہوتے گئے تو بذریعہ ہاکر الفضل لگوا لیا۔ہم چونکہ کرائے دار تھے ہمارے ساتھ مالک مکان بھی رہائش پذیر تھے الفضل روز ہاکر گیٹ سے اندر ڈال جاتا تھا بعض اوقات ہم لوگ لاہور سے چند روز کے لئے باہر چلے جاتے تو مالک مکان گرے ہوئے الفضل اکٹھے کر کے کھڑکی میں پھنسا دیتے یا اوپر اپنے گھر لے جاتے اور ہماری واپسی پر وہ بحفاظت ہمیں واپس کر دیتے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان کا مطالعہ بھی کرتے ہوں مگر ایک بات ان کے ذہن میں تھی کہ یہ عام اخبار کی طرح نہیں بلکہ احترام سے رکھے جانے کے لائق ہے۔شائد ایک وجہ یہ بھی ہو کہ ہمارے ان غیر از جماعت مالک مکان کا ہماری فیملی کے ساتھ کبھی کوئی مذہبی اختلاف نہیں رہا۔بلکہ ان کے گھر کی خواتین بخوشی لجنہ کے سیرت النبیؐ کے جلسوں میں بطور مہمان شریک ہوا کرتی تھیں۔

بہرحال الفضل کے ساتھ تعلق رکھنے میں ہمارا فائدہ ہی رہا میں اس کے مضامین پڑھتی اور پھر بچوں کو ناصرات کے اجتماعات کے لیے تقاریر وغیرہ انہی مضامین سے لکھ کر دیا کرتی۔باقاعدگی سے اس کا مطالعہ اخلاق کو سنوارنے کا باعث ہی بنا جو مضامین بوجہ مصروفیت نظر انداز ہو جاتے میاں صاحب دوران مطالعہ ہمیں سناتے رہتے بلکہ بعض مضامین کا تو مکمل خلاصہ ہی بیان کر دیتے تھے۔اس کے ذریعے دور بیٹھے احباب جماعت کے حالات سے کسی حد تک آگاہی رہتی ہے اور دعاؤں میں انسان حصہ دار بن جاتا ہے۔

الفضل میں مضمون نویسی کے لئے حضرت مصلح موعود کی ہدایات

سابق ایڈیٹر الفضل مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی کی ''سفر حیات'' سے اقتباس

وکیل التبشیر حضرت مولوی عبدالمغنی خان صاحب دو ماہ کی رخصت پر اپنے وطن قائم گنج تشریف لے گئے تھے۔ابھی ان کی رخصت کا عرصہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ پنجاب یونیورسٹی کی جرنلزم کلاس میں داخلہ کا اعلان اخبار میں شائع ہوا۔میں نے اس امر کی اطلاع حضور کو دی۔حضور ہنوز ڈلہوزی میں قیام فرما تھے۔حضور کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی کہ میں دفتر تبشیر کا چارج محترم عبدالمجید خان صاحب کے سپرد کر کے الفضل میں واپس چلا جاؤں اور جرنلزم کلاس میں داخلہ کی کوشش شروع کردوں۔چنانچہ میں نے چارج رپورٹ تیار کر کے حضور کی خدمت میں ڈلہوزی بھجوادی۔حضور نے اپنے دست مبارک سے چارج رپورٹ پر جو نوٹ رقم فرمایا وہ میری زندگی میں ایک انقلاب لانے کا موجب ثابت ہوا۔ حضور نے رقم فرمایا۔

الفضل میں آپ کے جو مضامین شائع ہوئے ہیں وہ تو مجھے پسند نہیں آئے ان میں دلائل کم اور لفاظی زیادہ تھی لیکن تبشیر میں آپ نے محنت اور سمجھداری سے بہت اچھا کام کیا ہے۔

اس نوٹ میں سرزنش بھی تھی اور ستائش بھی۔ستائش سے تو میں بہت خوش ہوا لیکن سرزنش سے ہمت ڈھیر ہوئے بغیر نہ رہی۔میں دل ہی دل میں اپنی کوتاہی اور کم علمی پر شرمندہ بھی ہوا اور ملول بھی۔اس خیال سے کہ اگر اب میرا کوئی مضمون الفضل میں شائع ہوا تو وہ حضور کی مزید ناراضگی کا موجب ہوگا میں نے مزید مضامین لکھنے کا ارادہ ترک کردیا۔میں سخت الجھن میں تھا کہ لکھنا مجھے آتا نہیں میں الفضل میں کیسے چل سکوں گا اور وقف نبھے گا تو کیسے نبھے گا۔میرے دن اسی شش و پنج میں گزر رہے تھے۔ایک دن میں عصر کی نماز پڑھ کر بیت مبارک کی سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔ میں نے دیکھا میرے آگے آگے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب بھی سیڑھیوں سے اتر رہے ہیں۔میں نے سیڑھیاں اترتے ہوئے سلام عرض کر کے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔آپ نے فرمایا آپ بہت اچھا کر رہے ہیں کہ الفضل میں مضامین لکھ رہے ہیں۔مجھے الفضل میں آپ کا مضمون دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ آپ نے آتے ہی مضمون نویسی شروع کردی۔میں نے عرض کیا حضور کو تو میرے مضامین پسند نہیں آئے حضور نے فرمایا ہے آپ کے مضامین میں دلائل کم لفاظی زیادہ ہوتی ہے۔حضور کا یہ ارشاد پڑھ کر میرا تو دماغ منجمد ہو کر رہ گیا ہے قلم ہاتھ میں پکڑنے کی سکت ہی باقی نہیں رہی۔مایوسی اور افسردگی کے آئینہ دار۔

میرے یہ الفاظ سن کر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس نے میری سوچ کے دھارے کا رخ بدل کر رکھ دیا۔اللہ اللہ کس شان کے بزرگ تھے رفقاء حضرت مسیح موعود کیسی زبردست فراست انہیں منجانب اللہ عطا ہوئی تھی ان کی زبان کیسی شیریں تھی اور بیان کیسا پُر تاثیر کہ آن کی آن میں ان سے ملنے والوں کی کایا پلٹ جاتی تھی۔حضرت میر صاحب نے فرمایا مبارک ہو آپ کو تو حضرت مصلح موعود کی شاگردی کا شرف حاصل ہوگیا۔حضور نے آپ کی رہنمائی فرمائی ہے کہ آپ اپنے مضامین میں لفاظی ذرا کم کریں اور دلائل پر زیادہ زور دیں۔حضور نے الفضل میں آپ کو خود مقرر فرمایا ہے حضور کی سرزنش بھی دعا کا درجہ رکھتی ہے میرے نزدیک تو یہ کہہ کر حضور نے آپ کو دعا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدلل مضامین لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔اس لئے آپ ہمت بالکل نہ ہاریں۔حضور کی اس نصیحت کو پلے باندھ لیں اور مضمون لکھتے وقت اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔حضور کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی علوم سے پُر فرمایا ہے۔آپ تو ابھی نو آموز ہیں۔مضمون نویسی میں تو بڑے بڑے عالم و فاضل بھی حضور کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتے۔اس لئے آپ ہرگز دل برداشتہ نہ ہوں مضامین لکھنے کی مشق جاری رکھیں۔ایک وقت آئے گا کہ آپ ایسے مضمون لکھنے کے قابل ہو جائیں گے جنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

حضرت میر صاحب کی اس نصیحت میں ایسی تاثیر بھری ہوئی تھی کہ اس نے واقعی میری کایا پلٹ کر رکھ دی۔مایوسی کافور ہوئے بغیر نہ رہی۔میں نے اسی وقت دل میں عزم کیا کہ مضامین لکھنے ترک نہیں کروں گا اور وسیع مطالعہ کر کے بہتر سے بہتر مضامین لکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔میں نے ساتھ کے ساتھ دعا بھی شروع کردی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم کو وسیع کرے اور مجھے حضور کے منشاء کے مطابق بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں اس امر پر جب بھی غور کرتا ہوں مجھے ہمیشہ شدت سے یہی احساس ہوتا ہے کہ وقف کے ان ابتدائی ایام میں بطور قائم مقام وکیل التبشیر میرا عارضی تقرر میرے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔اول تو وہاں مجھے بیرونی ممالک میں فریضہ دعوت الی اللہ ادا کرنے والے مربیان کی طویل رپورٹوں کے نپے تلے الفاظ میں جامع خلاصے تیار کرنے کا موقع ملا مختصر نویسی میں مہارت بجائے خود صحافت کا ایک بہت اہم جزو ہے۔میرے نزدیک صحافت نام ہے پہاڑ کو رائی بنا کر دکھانے اور رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے کا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ رائی پہاڑ کی پوری کیفیت کی عکاس ہو اور پہاڑ پر نظر ڈالنے سے رائی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور یہ الزام نہ لگنے پائے کہ رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے میں مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔اس لحاظ سے میرا کچھ عرصہ کے لئے قائم مقام وکیل التبشیر مقرر ہونا صحافت کے نقطہ نگاہ سے مفید ثابت ہوا۔دوسرے مضامین کے تعلق میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے سرزنش اور تفصیلی رپورٹوں کے جامع خلاصے تیار کرنے کے تعلق میں ستائش دراصل اس حقیقت کی آئینہ دار تھی کہ مجھ میں صحافی بننے کی صلاحیت موجود تھی لیکن تھی دبی ہوئی اور اسے ابھارنے اور اجاگر کرنے کے لئے ضروری تھا کہ میں ہمت اور محنت سے کام لوں اور اس میدان میں مسلسل مشق اور ریاضت سے جی نہ چراؤں۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کا یہ ارشاد کہ میرے ابتدائی مضامین کے متعلق حضرت مصلح موعود کے اظہار ناپسندیدگی اور فہمائش میں میرے لئے یہ سعادت مضمر تھی کہ اس طرح مجھے حضور کی شاگردی کا شرف حاصل ہوگیا سو فیصد درست ثابت ہوا۔ایک دن جب میں ایک دفتری کام کے سلسلہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو دوران ملاقات حضور نے اس عاجز کو مضامین لکھنے کے سلسلہ میں بعض نہایت ہی قیمتی بلکہ بیش بہا تفصیلی ہدایات سے نوازا۔

پہلی ہدایت

حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کو ایسے موضوع پر مضمون لکھنا ہو جس پر پہلے بھی بہت سے مضمون لکھے جاچکے ہیں تو آپ اپنے مضمون میں ایک ایسی جدت پیدا کر سکتے ہیں کہ جو قارئین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کا موجب ہو اور وہ اسے پڑھنے پر مجبور ہو جائیں۔وہ جدت یہ ہے کہ اول تو آپ اس کا عنوان ایسا تجویز کریں جو اپنی ذات میں پُرکشش ہو۔دوسرے آپ اس کی تمہید ایسی باندھیں جس میں جدت طرازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو اور اسے پڑھ کر قارئین محسوس یہ کریں کہ وہ ایک نئی چیز پڑھنے لگے ہیں۔شروع میں آپ کو ایسی تمہید بنانے میں کافی غور و فکر سے کام لینا پڑے گا لیکن کچھ عرصہ کی مشق کے بعد ایسی پُرکشش اور جدت طرازی کی آئینہ دار تمہیدیں باندھنا آپ کے لئے آسان ہو جائے گا۔

دوسری ہدایت

دوسری ہدایت حضور نے یہ ارشاد فرمائی کہ ایسے مضمون بھی لکھے جاسکتے ہیں جو پہلے کسی اور نے نہ لکھے ہوں۔حضور نے فرمایا اس سے میری مراد یہ ہے کہ آپ اپنے مضمون میں مخالفین احمدیت کے کسی مضمون یا کتاب میں سے کوئی ایسا حوالہ پیش کریں جس سے ہمارے معتقدات اور مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ایسا نیا حوالہ آپ کے مضمون کو قارئین کی نگاہ میں دلچسپ بنا دے گا۔انہیں احساس ہوگا کہ انہیں پڑھنے کو نئی چیز ملی ہے۔یہ کام آپ جبھی کر سکتے ہیں کہ آپ یورپ سے شائع ہونے والی کتابیں اور رسائل بکثرت زیر مطالعہ رکھیں اور اس مطالعہ کے نتیجہ میں جونہی آپ کو کوئی ایسا حوالہ یا استدلال ملے جس سے ہمارے مسلک کی تائید ہوتی ہو اسے آپ فوراً اپنی نوٹ بک میں درج کرلیں اور جب متعدد ایسے حوالہ جات جمع ہو جائیں تو آپ انہیں مناسب تمہید باندھ کر اپنے مضمون میں سلیقہ سے پیش کریں تو ایسا مضمون قارئین کے لئے بہت دلچسپی کا موجب ہوگا۔

تیسری ہدایت

اس ضمن میں تیسری ہدایت حضور نے یہ بیان فرمائی کہ آپ احمدیت کی صداقت آشکار کرنے کے سلسلہ میں پہلے سے شائع شدہ دلائل میں سے کسی دلیل کی ایسی نئی تشریح یا توضیح بیان کریں جو اس دلیل کی اہمیت کو اجاگر کرنے والی ہو ایسی نئی تشریح قارئین کو بہت قابل قدر نظر آئے گی اور وہ یہ محسوس کریں گے کہ انہیں بالکل ایک نئی بات پڑھنے کو ملی ہے۔حضور نے ارشاد فرمایا مضامین کی پہلی دو قسمیں ایسی ہیں جو آپ اپنی ذاتی محنت سے لکھ سکتے ہیں اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ آپ نئے عناوین قائم کرنے اور نئے انداز کی تمہیدیں لکھنے کی مشق کر کے پرانے موضوعات پر مضامین لکھ لکھ کر اپنے اخبار کو دلچسپ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔لیکن تیسری قسم کے مضامین لکھنا جس میں کوئی نئی دلیل پیش کرنا یا پہلے سے بیان

کردہ دلائل میں سے کسی دلیل کی نئے زاویہ نگاہ سے نئی تشریح پیش کرنا آسان کام نہیں ہے۔نئی دلیل تو آپ اس لئے نہیں لاسکتے کہ احمدیت یعنی حقیقی (دین) کی صداقت کے تمام دلائل حضرت مسیح موعود پہلے ہی اپنی تصانیف میں بیان فرما گئے ہیں البتہ کسی دلیل کے نئے پہلو کی ایسی تشریح پیش کرنا ممکن ہے جو پہلے بیان نہ ہوئی ہو۔لیکن ایسا ممکن جبھی ہوسکتا ہے کہ انسان تعلق باللہ میں اتنی ترقی کرے کہ پہلے سے بیان کردہ صداقتوں اور دلائل کے نئے پہلو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے القاء ہونے لگیں۔

حضور نے فرمایا ہم ابھی آپ سے ایسے اچھوتے مضامین لکھنے کی توقع نہیں رکھتے کیونکہ لمبا عرصہ ریاضت کرنے کے بعد یہ نعمت نصیب ہوا کرتی ہے۔لیکن پہلی دو قسم کے مضامین آپ اپنی ذاتی محنت سے بہت جلد لکھنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔

حضور نے بہت مختصر اور جامع الفاظ میں مضامین لکھنے کے سلسلہ میں یہ تین ہدایتیں ارشاد فرمائیں جنہیں میں نے اپنے الفاظ میں ذرا کھول کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔اس تعلق میں جو خاص بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب عالی مرتبت بزرگ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر کسی کو عملی ہدایت سے نوازتے ہیں تو ایسی ہدایات اپنی ذات میں مقبول دعا کا درجہ رکھتی ہیں۔ایسی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ صاحب مرتبت بزرگ ہستی کی ہدایتوں کے جلو میں ان کی قلبی دعائیں انہیں پُر تاثیر بنارہی ہوتی ہیں۔میں اسے اپنی بہت بڑی خوش نصیبی تصور کرتا ہوں کہ مجھے سیدنا حضرت مصلح موعود کی ایسی پُر تاثیر ہدایتوں اور نصیحتوں سے فیضیاب ہونے کے انمول مواقع میسر آئے جو حضور کی مقبول دعاؤں سے مملو تھیں وہ مجھ ناچیز کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کا مورد بنانے کا موجب بنیں۔

فی الاصل یہ حضور کی مقبول دعائیں ہی تھیں کہ جن کے نتیجہ میں مجھ ایسے ناکارہ اور بے ہنر انسان کو ایسی گراں مایہ اور بیش بہا ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ملی۔میں نے مضامین لکھنے میں بعض ایسی تمہیدیں باندھیں جنہیں جماعت میں بہت پذیرائی ملی۔حتیٰ کہ جب حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے بدھ مت کے مروجہ عقائد پر رسالہ ''الجامعہ'' کے لئے ایک مقالہ لکھا تو اس کی تمہید حضرت میر صاحب مرحوم کو اس قدر پسند آئی کہ انہوں نے خوش ہو کر ساٹھ (60) روپے بطور انعام اس خاکسار کو عطا فرمائے۔پھر ''مشنری کانفرنس'' ''آف دی اینگلیکن کمیونین منعقدہ 1894ء کی آفیشل رپورٹ نامی ضخیم کتاب ''بیروز لیکچرز''، نیز ''کنورشن آف انڈیا''، ''دی ڈمنائٹ کرائی''، مطبوعہ 1883ء اور اسی نوعیت کی دوسری کتب کا مطالعہ کر کے میں نے جماعت احمدیہ کے عقائد اور مسلک کی تائید میں ایسے ایسے نئے حوالے اپنے مضامین میں شائع کئے جو جماعت میں بے حد مقبول ہوئے یہاں تک کہ علمائے سلسلہ احمدیہ نے انہیں اپنی تقاریر اور تصانیف میں بکثرت استعمال کیا اور ان کا تذکرہ بفضل اللہ تعالیٰ زباں زد عام ہونے کی شکل میں ہوا اور خوب ہوا۔میں نے ایسی سب کتابیں جو بہت تلاش کے بعد جمع کی تھیں اب خلافت لائبریری کو بطور ہدیہ پیش کردی ہیں تا کہ وہ محفوظ ہو سکیں اور آئندہ نسلوں کے کام آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھ ناچیز کو تیسری قسم کے بعض مضامین بھی لکھنے کی توفیق سے بھی نوازا یہ فضل سیدنا حضرت مصلح موعود کی مقبول دعاؤں کے طفیل اس عاجز کو نصیب ہوا۔

مکرم امجد نذیر صاحب۔ پھلو کی گوجرانوالہ

غلط رسومات سے نجات کا ذریعہ

پھلو کی ضلع گوجرانوالہ وہ گاؤں ہے جہاں میرا بچپن گزرا یہاں صرف چند احمدی گھرانوں پر مشتمل جماعت تھی۔احمدیت سے وابستگی ان گھرانوں کے ایمان کا جزو مستقل تھا۔امام وقت اور خلافت کی باتیں باہمی مجالس میں موضوع سخن رہتی تھیں ان میں سب سے بزرگ فرد جسے میں نے بچپن میں دیکھا ان کا نام میاں جھنڈے خاں صاحب تھا۔وہ اپنے گھر کے اکیلے ہی فرد تھے۔مخلص احمدی اور نڈر شخصیت کے مالک تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند گھنی داڑھی۔گو پڑھے لکھے نہ تھے لیکن الفضل بذریعہ ڈاک ان کے نام آیا کرتا تھا وہ کسی احمدی خواندہ کے سامنے الفضل کا پرچہ رکھ دیتے اور کہتے کہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔اس طرح میاں جھنڈے خاں صاحب احمدیت کے بارے میں اپنے علم میں اضافہ کرتے۔جیسے ہی میں نے اردو پڑھنی شروع کی، گاہے بگاہے اس نیک کام کا شرف مجھے بھی حاصل ہونے لگا۔یہی الفضل سے میرا ابتدائی تعارف تھا یعنی جنوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھنے کی بجائے علم کے جام کے ابتدائی گھونٹ الفضل کے مقدس کلمات کی صورت میں نصیب ہوئے۔بعد ازاں میرے چچا محترم محمد ابراہیم صاحب نے بھی الفضل اپنے نام جاری کروا لیا۔جو کمی میاں جھنڈے خاں صاحب کی وفات سے پیدا ہوئی وہ ختم ہوگئی اور یوں الفضل سے استفادہ کا سلسلہ جاری رہا۔

گاؤں میں باقاعدہ تعمیر شدہ بیت الذکر تو نہ تھی۔البتہ بہت بڑے درختوں کے جھنڈ کے نیچے، کچی مٹی کے چبوترے کو بطور بیت الذکر استعمال کیا جاتا تھا۔وہیں پر سب مل کر نماز جمعہ ادا کرتے۔الفضل کے خطبہ نمبر سے خطبہ دیا جاتا جو تمام احباب و خواتین اور بچے ہمہ تن گوش سنتے۔پاکیزہ نصائح اور حکمت کی باتوں اور حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔

الفضل کا مطالعہ کرنا یا سننا زندگی کے معمولات میں سے ایک خاص عنصر بن چکا تھا۔جب کبھی خاکسار گوجرانوالہ جماعتی میٹنگ کے سلسلہ میں یا خدام کے اجلاس کے لئے جاتا وہاں موجود پرانے الفضل کے پرچوں سے ضرورت کے مطابق کچھ لے آتا۔جب تک ان کا مطالعہ مکمل نہ ہو جاتا سکون نہ ہوتا ان میں بہت سے پرچے میری پیدائش سے بھی قبل کے ہوتے جن کے مضامین پڑھ کر کچھ اور ہی لطف آتا۔

مجھے یاد ہے الفضل کے ٹائٹل پیج کا بایاں کونہ اس وقت ''اخبار احمدیہ'' کے عنوان سے خلیفۃ المسیح کی عمومی طبیعت اور صحت سے متعلق اطلاع نامہ ہوتا تھا۔جس کے پڑھنے سے خلافت اور امام وقت سے قریبی تعلق میں اضافہ ہوتا۔خلیفۃ المسیح کے لئے دل سے دعا نکلتی خلافت سے عقیدت کا اظہار بعض اوقات دعاؤں کے ساتھ آنکھوں سے ٹپکنے والے عقیدت کے اشکوں سے بھی ہو جاتا جس سے دل میں ایمان کے چراغ روشن تر ہو جاتے۔

قیام نماز کی تاکید کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں بہت زور دیا گیا ہے اور اکثر الفضل میں اسی بارہ میں تحریرات و ارشادات اور ملفوظات شائع ہوتے آرہے اسی طرح رب سے مانگنے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔میرے غیر از جماعت دوست اختلاف عقیدہ کے باوجود پوچھتے تھے آپ میں نماز کے التزام کا جذبہ کیسے پیدا ہوا۔میرا جواب تھا ''الفضل''۔

مرکز کی طرف سے تازہ ہدایت کا ذریعہ الفضل ہی تھا الفضل میں چھپنے والی خاص طور پر اس تحریر کو میں نہیں بھول سکتا جو جلسہ سالانہ کے انعقاد کے بارے میں ہوتی جسے پڑھتے ہی دل جوش اور ولولہ سے بھر جاتا۔دل منتظر ہوتا کہ ربوہ کے روحانی ماحول کو ہم دیکھیں گے۔الفضل میں ایسے مضامین جن کا انسان کی روحانی ترقی سے براہ راست تعلق ہے جو فضول اور لغو رسومات سے نجات کا درس ہوتے ہیں۔اکثر چھپتے رہتے ہیں اور ایسے مضامین دنیاوی اخبارات میں پڑھنے کو نہیں ملتے یہ مضامین میرے لیے خاص کشش کا سبب بنے۔مثلاً تعلق باللہ، عاجزی و انکساری، تقویٰ پر مشتمل تحریریں میرے لئے علمی مائدہ کا رنگ رکھتی ہیں۔اب جماعت کی عالمگیر وسعت کی وجہ سے خلیفۃ المسیح کی مصروفیات کی رپورٹس بھی غور اور شوق سے پڑھتا ہوں جس سے میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا کا عملی اظہار ہوتا ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ الفضل کی تحریروں سے مجھے لکھنے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اگرچہ بعد میں میرے بڑے بھائی محترم جاوید اقبال صاحب نے میرے نام تشحیذ الاذہان کا اجراء بھی کروا دیا۔لیکن ابتدائی شوق اردو پڑھنے کے حوالے سے الفضل کی وجہ سے ہی پیدا ہوا۔خاکسار نے تحریر کی شگفتگی اور شائستگی نیز نئے نئے الفاظ الفضل سے سیکھے۔مجھے اردو لکھنے کا سلیقہ الفضل سے ملا۔جب کہ میرے ہم جماعت اردو پڑھنے میں جھجک محسوس کرتے تھے۔الفضل کی بدولت میرے لیے یہ مرحلہ بہت ہی سہل تھا۔خاکسار کو کلمہ کا بیج سینہ پر سجانے کی وجہ سے اسیر راہ مولا بننا پڑا۔تقریباً دس دن تک فیصل آباد اندرون شہر میں موجود جیل میں رہنا پڑا یہاں بھی الفضل نے ساتھ نبھایا۔یہ بھی میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے۔

ایک اور دلچسپ حصہ الفضل کا احمدی احباب کے کاروبار سے متعلق اشتہارات ہیں۔میں یہ اشتہارات بھی غور سے پڑھتا تھا اور پڑھتا ہوں ان سے بھی میری زندگی پر خاص طور پر احمدیت کے حوالے سے اثرات مرتب ہوئے۔مثلاً یہ معلوم ہوتا ہے احمدیت کس کس علاقے، شہر اور قصبے تک پھیلی ہوئی ہے۔ جس سے دل حمد کے جذبات سے بھر جاتا ہے۔ایک دفعہ مجھے تعلیم کے سلسلہ میں ملتان جانا پڑا ''حسن آگاہی'' میں ایک آٹو زسپیئر پارٹس کی دکان پر بیٹھے مالک کو نام لے کر بلایا اور بیت الذکر کا راستہ پوچھا وہ حیران ہوا میں تو آپ کو جانتا نہیں۔میں نے الفضل میں اس کی دکان کے اشتہار کے حوالے سے شائع ہونے والے اعلان کا بتا کر مطمئن کر دیا۔پھر تو وہ احمدی دوست میرے بہت قریب ہوگئے۔خاکسار جتنے روز وہاں رہا وہ بہت محبت پیار سے پیش آتے رہے۔

الفضل سے استفادہ تا حال جاری ہے میرے گھر آ کر الفضل خود دے کر جاتا ہے خاکسار، اہلیہ اور بچے مطالعہ کرتے ہیں الغرض الفضل کے ثمرات آئندہ نسل کو بھی منتقل ہو رہے ہیں۔

تربیت اور دعوت الی اللہ کے لحاظ سے الفضل کی خدمات

مکرم حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ

خلفاء احمدیت کے خطبات

حضرت خلیفۃ المسیح کے خطبات جمعہ، عیدین، خطبات نکاح، خطابات و تقاریر، پیغامات، تحریکات، مجالس عرفان اور دورہ جات کی ایمان افروز رپورٹس جس التزام اور تسلسل کے ساتھ الفضل کی زینت بنتے رہے ہیں یہ الفضل کا ہی اولین اعزاز ہے اور الفضل کے ماتھے کا جھومر ہے۔ان سے جماعت کی علمی، عملی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے بہت سے سامان مہیا ہوتے ہیں۔ جب جماعت احمدیہ کے پاس ایم ٹی اے کی نعمت نہ تھی اور خلیفۃ المسیح قادیان یا ربوہ میں مقیم محدود افراد سے مخاطب ہوا کرتے تھے تو الفضل کو ہی یہ سعادت ملتی رہی کہ وہ احباب جماعت کے سامنے تفصیلاً خطبہ پیش کرے یوں ایک طرف امام وقت کی آواز دنیا بھر کے احمدی احباب تک الفضل کے ذریعہ پہنچتی رہی۔تو دوسری طرف تاریخ احمدیت کے لئے خلیفۃ المسیح کے خطبات کا ریکارڈ رکھنا آسان ہوتا گیا۔گو آج ہم خطبات MTA سے سن لیتے ہیں لیکن الفضل میں شائع ہونے کے بعد جہاں ان کی یاد دہانی ہو جاتی ہے وہاں پیاسی روح کے لئے تسکین کا باعث بنتے ہیں۔حضرت مسیح موعود کے الہام کے مطابق الفضل سے نیا آسمان اور نئی زمین ترتیب پاتے ہیں۔اسے اگر خلیفۃ المسیح کا سلطان نصیر اور معاون خاص کہا جائے تو مضائقہ نہ ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک موقعہ پر الفضل کی اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''خطبات اور سلسلہ کی دیگر تحریکات وغیرہ اسی (الفضل) کے ذریعہ ان ممالک (امریکہ انگلستان وغیرہ) کے احمدیوں تک پہنچتی ہیں۔''

(انوار العلوم جلد 16 صفحہ 249)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 15 مارچ 1946ء کو الفضل کے بارے بعض ہدایات دیں۔خطبہ جمعہ کے حوالہ سے فرمایا کہ

''میں نے کئی بار یہ ہدایت دی ہے کہ جمعہ کے دن الفضل سے میرا خطبہ پڑھ کر سنایا جائے تا کہ جماعت کو علم ہوتا رہے کہ ان کا امام ان سے کیا مطالبہ کرتا ہے۔''

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

اسی خطبہ میں حضور نے '' خط سے نصف ملاقات ہو جاتی ہے'' کی مثال کا حوالہ دے کر فرمایا

''اخبار ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ اخباری حالات اور مذہبی خیالات کا لوگوں تک پہنچانا بہت آسان ہو گیا ہے۔خط تو کبھی کبھی آتے ہیں لیکن اخبار روزانہ آتے ہیں۔ خط میں مضمون بھی تھوڑا ہوتا ہے لیکن اخباروں اور رسالوں میں مضامین بہت تفصیل کے ساتھ شائع ہوتے ہیں اور ہر وہ شخص نصف ملاقات سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(الفضل 28 مارچ 1946ء)

الفضل سے خطبہ پڑھ کر جو ایمانی تبدیلیاں احمدیوں میں پیدا ہوتی رہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

مکرم احسن اسماعیل صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ

''(خطبہ کا) ایک ایک لفظ دل میں کھبتا جا رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح میرے سامنے کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ جی چاہتا تھا کہ پر ہوں تو اڑ کر قادیان کے مقدس مامور کی عظیم الشان یادگار اپنے پیارے آقا کے قدموں سے جا کر لپٹ جاؤں۔جب میں خطبہ پڑھتے پڑھتے ان الفاظ پر پہنچا کہ آؤ ہم پھر اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جائیں اور اپنی سجدہ گاہوں کو تر کریں تو میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔خطبہ کی آخری دعا بڑی مشکل سے ختم کی اور اسی وقت اپنے رب کے حضور سجدہ کے لئے جھک گیا۔''

(الفضل 7/اپریل 1936ء)

ایک صاحب نے اپنے احمدی ہونے سے قبل اپنے ایک احمدی دوست کے نام خط میں خطبات کی تاثیر بارے لکھا کہ

''الفضل اخبار نے میرے دل میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر دی ہے خاص کر خلیفہ صاحب کے خطبات بہت مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ ان سادے مگر مسحور کر دینے والے خطبات کے بغور مطالعہ کے بعد زنگ آلود دلوں کی تسخیر یقینی اور لازمی امر ہے۔ اگر آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں ضرور اس نیک دل اور روشن دماغ کی کرنیں گم گشتہ راہ لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث ہوں گی۔''

(الفضل 24 مئی 1936ء)

یہ ترجماں ہے زندہ خلافت کے نور کا
برسا رہا ہے نور کی باران الفضل
لاکھوں نے اس کے فیض سے پائی ہے زندگی
پہنچا رہا ہے زیست کے سامان الفضل

خلفاء احمدیت کے درس القرآن

جہاں تک خلفاء احمدیت کے درسوں کا تعلق ہے اس کا سلسلہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے جاری ہے۔بعد کے خلفاء بھی بالخصوص رمضان میں درس دیتے رہے جن میں دینی تعلیم کو اجاگر کیا جاتا رہا۔ یہ درس پُر از معارف تشریحات اور تفسیروں پر مشتمل ہوتے ہیں۔جو ایک قیمتی خزانہ ہے۔الفضل کو یہ فخر حاصل ہے وہ گاہے بگاہے اس کی اشاعت کرتا رہتا ہے۔قرآن کریم کی تعلیمات پر مشتمل درس سے بڑھ کر بھی کوئی تربیت کا موجب ہو سکتا ہے۔محترم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب نے اس حوالہ سے اخبار کو یوں ہدیہ تہنیت پیش کیا۔

''الفضل میں موقع و محل کے مطابق حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ پیش کر کے ان کی قرآن کریم کی روشنی میں ایمان افروز تشریحات کی جاتی ہیں اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور ملفوظات کے ایسے اقتباسات دیئے جاتے ہیں جو ضرورت اور حالات کے مطابق ہوتے ہیں اور جنہیں جوں جوں غور سے پڑھتے جائیں توں توں انسان کے دل سے زنگ اور دنیا کے دھندوں کے تفکرات اور بوجھ اور غم و ہم دور ہوتے جاتے ہیں اور دل صاف ہو کر ایک نئی کیفیت اپنی روح کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔''

(الفضل 18 جون 2007ء)

خلیفۃ المسیح کی ڈائری

امام وقت سے ہے رابطہ کی ایک دلیل
ہمارے حسن عقیدت کی جان ہے الفضل

الفضل کے آغاز سے ہی الفضل کی پیشانی پر خلیفۃ المسیح کی صحت بارے خبر شائع ہوتی رہی۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی روزانہ کی مصروفیات زیر عنوان ''حضور کی ڈائری'' شائع ہونے لگی۔احباب جماعت نے اسے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔اپنے امام کی صحت کی اطلاع اور مصروفیات کو دیکھ کر جہاں اپنے امام کے لئے دعا ہوتی رہی وہاں خلافت کے ساتھ تعلق مضبوط ہونے کا باعث بنا جس سے دینی احکام پر عمل بھی بڑھا۔سلسلہ کی خبریں اور خلفاء کے دورہ جات کی رپورٹس بھی از دیاد ایمان اور ازدیاد علم کا باعث بنتی ہیں۔کسی جگہ خلیفۃ المسیح کو حکومتی پروٹوکول مل رہا ہے کسی جگہ شہر کی چابی پیش ہو رہی ہے۔ بڑی بڑی حکومتوں کے Parlimentarians اور دوسرے بڑے بڑے سرکاری افسروں سے خلیفۃ المسیح خطاب فرما رہے ہیں۔ یہ سب کیا ہے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کی ایک جھلک ہے۔2012ء میں امریکہ میں دعوت الی اللہ کا جو تاریخی کارنامہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں انجام پایا۔ یہ رہتی دنیا تک جہاں ہماری تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا وہاں ہر احمدی کا سر اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے سے بڑھ کر جھکتا چلا جائے گا۔

مخدوم مجیب احمد طاہر صاحب نے الفضل کو اس حوالہ سے یوں خراج تحسین پیش کیا۔

''الفضل کے مطالعہ سے قارئین کو نہ صرف احکامات الٰہی سے واقفیت حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ ہمیں روزانہ خالق کائنات کی صفات حسنہ سے آگاہ بھی کرتا ہے۔میرا یہ ساتھی روزانہ میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین و دلکش ادائیں دکھاتا ہے اور ان کے لازوال و بے مثال ارشادات سے ہمارے سینے منور کرتا ہے۔اس کی اشاعت کا اصل مقصد قارئین کو دینی معلومات اور احکامات سکھا کر انہیں رضائے الٰہی اور قرب الٰہی کے حصول کے راستہ پر گامزن کرنا ہے۔کبھی میرا دوست خالق کائنات، صناع ازل سے مناجات کرتا نظر آتا ہے اور کبھی وجہ تخلیق کائنات سید البشرؐ کی مدح خوانی میں مصروف دکھائی دیتا ہے۔کبھی یہ ناصح بن کر ہمیں ہمارے پیارے امام کے خطبات اور ارشاد فرمودہ دینی فرائض بتا کر ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔''

(الفضل 19/جون 2006ء)

رپورٹیں رُوحِ پرور آقا کی جب اس میں چھپتی ہیں
پھواریں دل پہ خوشیوں کی نہاں رِم جھم برستی ہیں

مختلف انواع پر مشتمل مضامین

تربیتی نکتہ نگاہ سے تمام قارئین الفضل کی خوشیاں، راحتیں اور سرور فقط الفضل سے وابستہ رہتی ہیں۔کیونکہ یہ مضامین جو تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور علم و معرفت کا بے بہا گنجینہ ہے۔الفضل کے تمام مضامین احباب جماعت کی تعلیم و تربیت، ان کی روحانی، اخلاقی اور دینی اصلاح اور ان کے فلاح و بہبود پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان مضامین میں نہایت پتے کی باتیں ایسے طرز اور انداز میں درج ہوتی ہیں جو بہت مفید اور اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔قارئین پسند کرتے اور اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کو سنا کر ان میں درج تعلیمات کو اپنانے کے لئے کہتے ہیں۔ بلکہ اس کی فوٹو کاپی کروا کر عزیزوں میں بانٹتے بھی

ہیں۔ میرے والد مرحوم مکرم چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی صاحب جب کبھی کوئی کمزوری اپنی اولاد میں دیکھتے تو اس سے متعلقہ مضامین کی فوٹو کاپی یا اتنا حصہ ہاتھ سے تحریر کر کے متعلقہ بچے کو پڑھنے کے لئے دیتے یا بھجواتے۔ 5 نومبر 2012ء کے الفضل میں مکرم مجید احمد بشیر صاحب کا اپنے والدین کی خلافت سے عقیدت و محبت پر مضمون شائع ہوا ہے۔ مجھے ملتان کے ایک دوست نے بتلایا کہ میں اس مضمون کی اشاعت سے اگلے روز اپنی کسی عزیزہ کے گھر ملنے گیا تو وہ اپنے بچوں کو نصیحت کر رہی تھی کہ پیارے حضور کو **''بصد عجز ومنت بصد احترام''** لکھ کر مخاطب کیا کریں۔ ایک مضمون میں ایک بزرگ کا واقعہ درج ہے کہ وہ خود بھی ایسا لکھا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو بھی ایسا لکھنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔

مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل نے 7 دسمبر 1918ء کو ''الفضل کے مضامین کی قبولیت'' کے تحت لکھا

''ہمارے لئے یہ امر بڑی خوشی اور فخر کا موجب ہے کہ اخبار کے مضامین کو احباب نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف خود ہی ان سے مستفیض ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض مضامین کو الگ چھپوا کر عوام میں تقسیم بھی کرتے ہیں۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے الفضل انٹرنیشنل کے اجراء پر ایک پیغام 22 جولائی 1993ء کو بھجوایا جو الفضل انٹرنیشنل کے 30 جولائی 1993ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ الفضل کی تربیتی خدمات کے حوالہ سے اس پیغام میں الفضل کو حضور نے یوں خراج عقیدت پیش فرمایا:

''اخبار الفضل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقسیم ہندو پاک سے پہلے برصغیر میں بلا روک ٹوک مکمل آزادی کے ساتھ جماعت کی علمی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا اور اس اخبار نے جماعت کے ایک بڑے حصہ کو دنیا کے روزمرہ کے اخباروں سے بھی ایک حد تک مستغنی رکھا کیونکہ عالمی اور ملکی خبریں نہایت عمدہ اور دلچسپ انداز میں اختصار کے ساتھ اس اخبار میں شائع ہوتی رہیں''۔ (الفضل 18 جون 2005ء)

الغرض متنوع مواد پر مشتمل مضامین ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں رنگا رنگ پھول اپنی خوشبو سے ماحول کو تازگی بخشتے اور انسانی زندگیوں کو نہ صرف معطر کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ کسی احمدی نے اگر کوئی تقریر یا مضمون کی تیاری کرنی ہے تو بہت مفید و معاون ثابت ہوتا ہے۔ خاکسار نے خود بھی اس سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔ گزشتہ سال Sandy نامی طوفان امریکہ میں آیا تو میرے ذہن میں یہ سوال ابھر رہا تھا کہ یہ طوفان کے نام کیسے رکھے جاتے ہیں۔ ابھی اس سوچ میں تھا کہ مورخہ 12 نومبر 2012ء کی الفضل میں مرزا جواد احمد صاحب کا علمی اور تحقیقی مضمون اس موضوع پر پڑھنے کو ملا۔ اسی طرح دھند کیسے بنتی ہے یہ ایک بہت بڑی الجھن ایک لمبے عرصہ سے میرے ذہن میں تھی۔ یہ الجھن بھی الفضل کے ایک مضمون سے ہی دور ہوئی۔

مضامین سلسلہ در سلسلہ بھی اِس میں چھپتے ہیں
شجرِ علم و ہنر کے صورتِ شمشاد بڑھتے ہیں

مکرم اطہر حفیظ فراز صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں۔

''یہ بات تو ظاہر و باہر ہے کہ روزنامہ الفضل فی زمانہ جس رنگ میں اور جس سرعت سے احباب جماعت کی تعلیم و تربیت پر کمر بستہ ہے، ایسا کوئی بھی اور رسالہ یا اخبار کر نہیں سکتا۔''

(الفضل 18 جون 2011ء)

مکرم محمد نسیم تبسم صاحب مربی کراچی لکھتے ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ الفضل کے ذریعہ ہمیں دینی و دنیوی، سائنسی، معاشرتی، سیاسی ہر قسم کا علم حاصل ہوتا رہتا ہے۔ گاہے بگاہے خطبہ جمعہ میں یا انفرادی ملاقات میں خاکسار احباب سے MTA کے بعد دوسرا سوال یہ ضرور کرتا ہے کہ گھر میں الفضل لگا ہوا ہے۔ ایک احمدی کی تربیت کے لئے گھر میں الفضل کا آنا بے حد ضروری ہے۔''

(الفضل 18 جون 2011ء)

الفضل کے ذریعہ ایمانوں میں اضافہ

الفضل کا باقاعدہ مطالعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انسان کو نہ صرف دیندار اور تقویٰ شعار بنا دیتا ہے بلکہ ناخواندہ کو خواندہ اور دینی امور سے نابلد محض کو دینی لحاظ سے اچھا خاصا صاحب علم و فضل بنا دیتا ہے اور اس کی تحریرات روحانی زندگی کی نوید دیتی ہیں اور یقیناً انسانی زندگی پر گہرے مثبت نقوش ثبت کرتی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں

''میں دوستوں کو اس طرف خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں۔ انہیں اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ میں الفضل کی تائید کے لئے کہہ رہا ہوں بلکہ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تا آپ لوگوں کے ایمان مضبوط ہوں۔ مخالف جب بھی حملہ کرتا ہے اس لئے کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں بعض لوگوں کو ورغلا لوں گا کیونکہ وہ سلسلہ کی تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں لیکن اگر جماعت پوری طرح سلسلہ سے وابستہ ہو اور جماعت کے عقائد اور تعلیمات سے اسے واقفیت ہو تو وہ حملہ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ پس سلسلہ سے وابستگی کے لئے بھی اخبارات کی خریداری ضروری ہے تا ایسا نہ ہو کہ کوئی بھیڑیا حملہ کر کے کسی بھیڑ کو لے جائے۔''

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 550)

قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے نے مکرم ڈاکٹر سرجن مسعود احمد صاحب آف ڈیوس روڈ لاہور کو نصیحت کی تھی کہ

''الفضل کا ضرور باقاعدہ مطالعہ کیا کرو اس سے نہ صرف خدا کے فضل سے تمہارا ایمان سلامت رہے گا بلکہ دینی معلومات سے بھی بہرہ ور ہوتے رہو گے۔''

(الفضل 18 جون 2007ء)

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

''اس (الفضل) سے مجھے اتنی دینی معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ اب میں ہر دینی مسئلہ کی تہہ تک پہنچ جاتا ہوں۔'' (الفضل 10 جون 2007ء)

مکرم عبدالہادی صاحب موضع میٹ بھنگا بنگال لکھتے ہیں

''یہ خاکسار الفضل کا پرانا خریدار ہے لیکن کچھ عرصہ سے علالت کی وجہ سے اور کچھ مالی مشکلات کے باعث اسے بند کر دیا تھا۔ مگر بند کرنے کے بعد روحانیت کمزور ہونے لگی۔ اور اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ایک تنگ و تار غار میں ہوں۔ از راہ کرم ''الفضل'' اگست کی پہلی تاریخ سے پھر میرے نام جاری فرمائیں۔''

(الفضل 31 جولائی 1930ء)

مکرم محمد حنیف ساہی صاحب نے لکھا

"احمدیت قبول کرنے کے بعد میرے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آنے لگا کہ جب تک میں سلسلہ کی کتابوں یا کم از کم الفضل کے پڑھنے کے قابل نہیں ہو جاتا میرا احمدیت پر ایمان خدشے میں ہی رہے گا۔ اس لئے میں نے تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا تاکہ میں الفضل پڑھ سکوں اور خود تفسیر صغیر پڑھ کر اپنے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرسکوں۔'' (الفضل 18 جون 2009ء)

مکرم فضل الرحمٰن بسمل صاحب اخبار الفضل پڑھنے سے تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''موضع سالم میں میرے نام اخبار الفضل آتا تھا۔ ایک دوست سراج الدین صاحب (جو اس وقت احمدی نہیں تھے) بڑے شوق سے مجھ سے پہلے بھی مطالعہ کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا مضمون تمباکو نوشی کے خلاف شائع ہوا۔ وہ خود کچھ عرصہ پہلے اس عادت کو ترک کر چکے تھے۔ مضمون مذکور پڑھ کر مجھے کہنے لگے اگر تم یہ مضمون پڑھ کر بھی تمباکو نوشی ترک نہ کرو تو تمہارے اور ہمارے ایمانوں میں کیا فرق ہے۔ یہ بات تیر کی طرح میرے کلیجے میں لگی۔ میں نے بے ساختہ کہا۔ اسی وقت سے میں اس عادت بد کو (جس کا میں بدقسمتی سے ان دنوں شکار تھا) ترک کرتا ہوں۔ اس کے بعد اگرچہ دو ہفتوں تک مجھے سخت تکلیف رہی مگر میں نے اس عادت بد سے نجات پائی۔ جس کے لئے میں سراج الدین صاحب کا شکر گزار ہوں۔ اگر میں اسی طرح تمباکو کو پیتا رہتا تو ہزاروں روپے اس فضول کام میں خرچ کر چکا ہوتا اور شاید صحت بھی برباد ہوتی نیز مجلس بھی خراب ہوتی۔''

(بھیرہ کی تاریخ احمدیت صفحہ 64)

مری تقدیر میں لکھے گئے ہیں کام روحانی
دلوں کو صاف کرنا، روکنا ہے وار شیطانی
خلافت کا میں بازو ہوں، مقدس کام کرتا ہوں
تعلق پیدا کر کے پھر دلوں میں نور بھرتا ہوں

الفضل سے ہمیں ہم و غم سے نجات ملتی ہے

ورق ورق پہ یہ موتی ہیں یا ستارے ہیں
ہاں لفظ لفظ ہے مولیٰ سے پیار کا مظہر

محترم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری الفضل کے بارہ میں اپنا مشاہدہ یوں لکھتے ہیں

''خاکسار راقم الحروف حلفاً بیان کرتا ہے میرے ساتھ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بعض تفکرات اور دکھ درد سے بھرپور دل کو سینے میں لئے بیٹھا رہا ہوتا ہوں کہ اچانک تازہ الفضل پر نظر پڑتی ہے اور میں سب سے پہلے ملفوظات حضرت اقدس کا مطالعہ کرنے لگ جاتا ہوں اور جوں جوں پڑھتا ہوں یا بار بار پڑھتا ہوں دل سے غموں کا بوجھ (خواہ وقتی طور پر ہی سہی) ہلکا ہوتا جاتا ہے اور بعض دفعہ ملفوظات پڑھ کر میرا نفس ملامت کرنے لگتا ہے کہ اے بدبخت! جب اتنا قریب اتنا پیارا اور اتنا رحیم و کریم ہے تیرا سمیع و مجیب اور بخشنہار خدا۔ تو پھر دکھوں اور غموں میں گھلنے کی بجائے کیوں تو اٹھ کر اس کے آگے گر نہیں گرتا۔ کبھی تو اس کو تیرے حال پر رحم آجائے گا۔ اگرچہ یہ کیفیت اکثر وقتی رقت کی وجہ سے ہوتی ہے تاہم فائدہ تو دے جاتی ہے اور دل کا بوجھ ہلکا کر جاتی ہے۔ پس اور کوئی اس لحاظ سے الفضل کی افادیت اور برکت کا قائل ہو نہ ہو۔ مجھ پر تو الفضل میں مذکور احادیث کریمہ اور ملفوظات مبارکہ کبھی کبھی ضرور ایسی رقت اور ایسی پُرسوز حالت طاری کر جاتے ہیں کہ وہی قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔

(الفضل 18 جون 2007ء)

دنیا بھر کے احمدی ایک خاندان

دعائیہ اعلانات سے ایک دوسرے کے لئے دعا کا موقع ملتا ہے۔ گویا اخبار الفضل کے ذریعہ جماعت احمدیہ ایک گلوبل ولیج کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اور ساری جماعت ایک خاندان لگتی ہے۔ ابھی چند روز قبل خاکسار کے ایک نواسے کی آمین کی خبر دعا کی درخواست کے ساتھ شائع ہوئی

جس پر ایک قاری صاحب الفضل نے نہ صرف مبارکبادی کا خط بھجوایا بلکہ عزیزم کے لئے ایک پیاری دعائیہ نظم بھی تحریر کرکے بھجوائی۔

ہم بندھ گئے ایسے رشتے میں جو سب رشتوں سے پیارا ہے
دنیا میں جہاں بھی احمدی ہیں سب اپنے اپنے لگتے ہیں

مخدوم مجیب احمد طاہر صاحب اپنے ایک مضمون ''الفضل آگہی کا مؤثر ذریعہ'' میں اس حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں

''اخبار الفضل جہاں ہماری علمی تشنگی بجھانے کا مؤثر ذریعہ ہے وہاں یہ تمام دنیا کے احمدی احباب کو ایک خاندان کی طرح بھی جوڑے ہوئے ہے۔ یہ ہم سب کی خوشیوں اور غموں میں شمولیت کرنے کا بہترین ذریعہ بھی ثابت ہوا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم سب قارئین ایک ایسے خاندان کے افراد کی طرح رہتے دکھائی دیتے ہیں جو ہر دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہو کر ایک پُرامن اور پُرخلوص معاشرے کو تشکیل دیتا ہے۔ یہ ایسا گھر محسوس ہوتا ہے جہاں پر افراد کو دنیا پر مقدم رکھنے کا خیال ہر دم جاگزیں ہو۔ ایسا ماحول جہاں اپنے بیمار بھائیوں کے لئے دعا کی جارہی ہو، جہاں یتیم بچوں کے لئے عطیات جمع کئے جارہے ہوں، جہاں نادار مریضان کے لئے فنڈ اکٹھے کئے جارہے ہوں جہاں زلزلہ زدگان کی امداد کے لئے لوگ مال و دولت اور زیور تک قربان کررہے ہوں جہاں ہر متوفی کے لئے دعائے مغفرت مانگی جارہی ہو! ایسے ماحول، معاشرے اور خاندان کی بنیاد بلاشبہ الفضل نے ہی رکھی اور اس خاندان کے سربراہ بلاشبہ امام جماعت احمدیہ ہی ہو سکتے ہیں۔ کیا ایسا معاشرہ، ایسا خاندان کوئی اور اخبار یا جریدہ تشکیل دینے کا دعویٰ کرسکتا ہے؟''

(الفضل 19/جون 2006ء)

الفضل کی اہم خدمات

مسابقت فی الخیرات

الفضل میں متنوع عناوین پر قرآن واحادیث، اس کی تفسیر وتشریحات' خطبات وتقاریر اور دیگر مضامین یا اعلانات اور ضروریات سلسلہ شائع ہوتے رہتے ہیں تو انہیں پڑھ کر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ لگ جاتی ہے۔ کسی میں نماز باجماعت کی کمی ہے وہ نماز باجماعت کا واقعہ پڑھ کر باجماعت نمازی بن جاتا ہے۔ کوئی قرآن کریم کی تلاوت کا حق ادا نہیں کرتا تو اس کی نظر سے ایسا واقعہ گزرتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت روزانہ کرنے کا عہد کرتا ہے۔ کوئی مطالعہ کتب کرنے کا عہد باندھتا ہے کوئی خلافت سے قربت کا۔ کوئی اپنے اہل خانہ سے پیار بھرا سلوک کرنے کا۔ ہماری جماعت میں الحمدللہ مالی نظام بہت مضبوط ہے۔ اس کی کوئی تحریک ہوتی ہے یا کوئی اعلان شائع ہوتا ہے تو فاستبقوا الخیرات کے تحت وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے الغرض ہم میں ہر کسی کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم بھی انہی برکات کے وارث بن جائیں جن برکات کو ہمارے سابقین اولین نے حاصل کیا۔ وہ تو ایسے اعلیٰ پائے کے انسان تھے کہ چوہدری جلال الدین صاحب کو جب اپنی بیٹی کے لئے چوہدری محمد اعظم صاحب کا پیغام آیا تو آپ نے یہ جان کر رشتے کرنے کا فیصلہ کرلیا کہ ان کے ہاں الفضل آتا ہے۔ یہ دین اور سلسلہ احمدیہ سے لگاؤ کا ایک واضح ثبوت ہوسکتا ہے۔

(میرے والد از رشید الدین صفحہ 58)

الفضل میں دعاؤں کے اعلانات کے ذریعہ اپنے رب سے تعلق

اس اخبار کو لاکھوں احمدی دوست پڑھتے ہیں اور محتاجوں، بیماروں، بےکسوں اور وفات یافتہ اور ان کے ورثاء کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ بعض بزرگ تو الفضل سے اعلان پڑھ کر عیادت یا تعزیت کا خط بھی لکھتے ہیں اور بعض دفعہ خود بھی پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ بیمار یا متوفی کے رشتہ دار یا تعلق دار نہ ہوں۔ اور یوں یہ اخبار تاریخ احمدیت کا ماخذ ہے اور مرحوم بزرگوں کی سیرت وسوانح کا ریکارڈ اور ولادتوں، نکاحوں اور شادی کا روزنامچہ بھی ہے۔

لاریب احمدیوں کے ہم وغم میں دلاسہ دینے والا اخبار ہے۔ اس ہمدردی کا ایک اور رنگ بھی ہے ذرا ملاحظہ کیجئے مکرم عبدالکریم جہلمی صاحب کے جذبات کو۔ وہ لکھتے ہیں

''پچھلے دنوں اس عاجز پر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کی عجیب جلوہ نمائی ہوئی وہ اس طرح کہ بندہ پے در پے تین روح فرسا صدمات کا نشانہ بنا مگر ان حادثات میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کی برکت سے صبر وشکر کی توفیق بخشی اور قضا وقدر پر حقیقی رضا عطا فرمائی۔ 3 جنوری 1937ء کے الفضل میں میرے عزیز بچے اور بیوی کی المناک وفات کی خبر شائع ہوئی اور اسی پرچہ میں ملفوظات کے عنوان کے ماتحت حضرت اقدس مسیح موعود کے صبر اختیار کرنے اور ایسے صدمات پر خدا سے ناامید نہ ہونے کا ذکر تھا۔ یہ روح پرور ملفوظات ہماری قلبی تسکین اور روحانی اصلاح کے باعث بنے اور ہمارا دکھ اللہ تعالیٰ کی رضا میں تبدیل ہوگیا۔''

(الفضل 4/مارچ 1937ء)

ایک روح پرور واقعہ محترمہ خولہ بسالت نے بھی الفضل کی نذر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے بیٹے کے بڑے پیشاب میں مسلسل چربی آرہی تھی۔ جوں جوں علاج کیا مرض بڑھتا گیا۔ وہ لکھتی ہیں میں عیدالفطر پر پشاور سے ربوہ اپنے امی ابو کے پاس آئی۔ ابا بھی اس بیماری سے پریشان تھے۔ انہوں نے دُعا کا اعلان الفضل میں شائع کروانے کے لئے دیا جو یکم اکتوبر 2010ء کے الفضل میں شائع ہوا۔ کچھ دنوں میں ہی احباب جماعت کی دعائیں رنگ لانے لگیں اور بچہ صحت یاب ہونے لگا اور اب مکمل صحت کے ساتھ ہے۔ بعض لوگوں کے خطوط بھی والد محترم کو ملے کہ ہم بچے کے لئے دعا کر رہے ہیں۔

(الفضل 18/جون 2011ء)

مکرم ابن کریم نے اپنے ایک کالم میں لکھا

''حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں ایک خدا کی توحید اور دوسرے مخلوق خدا کی ہمدردی۔ الفضل ان دونوں مقاصد کی تکمیل میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ نمازوں اور عبادات کے متعلق احادیث اور ملفوظات کے ساتھ خلفاء سلسلہ اور سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے روح پرور خطبات حیرت انگیز بیداری کے سامان پیدا کرتے ہیں ایک اور اہم اور دلچسپ پہلو بیماروں کے لئے صحت وسلامتی کی دعا کے بارے میں ہوتا ہے میرا تو عموماً یہی معمول ہے کہ خاص طور پر ان بیماروں کے لئے دعا کا موقعہ ملتا ہے۔ پھر دیکھیں ساری دنیا میں احمدی جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو کس طرح اللہ تعالیٰ دعا کی قبولیت ظاہر فرما دیتا ہے۔ شفا کے سامان پیدا فرما دیتا ہے اور عزیز واقارب کے علم میں بھی بذریعہ الفضل آجاتا ہے بلکہ دوسرے جاننے والے یا نہ جاننے والے اور جسد واحدہ میں پروئے ہوئے احباب تک بھی یہ پیغامات پہنچ جاتے ہیں اور پھر سارے دعاؤں میں لگ جاتے ہیں اور ظاہری لحاظ سے بھی ہمدردانہ پیغامات اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں بہت حد تک تکلیف آسان اور دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔''

(الفضل 18/جون 2008ء)

ہمارے خرد و کلاں کے لئے ہے وجہ سکون
ہر ایک جذبۂ دل کی اڑان ہے الفضل

طبقہ نسواں کے لئے الفضل کی خدمات

بانی لجنہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد ''اگر تم 50 فیصد عورتوں کی اصلاح کرلو تو دین حق کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔'' (الازھار لذوات الخمار جلد 1 صفحہ 393) کو اگر ہم طبقہ نسواں کے لئے الفضل کی تاریخی خدمات پر لاگو کریں تو بہت گرانقدر خدمات کا ایک نقشہ ذہن میں اُبھرنے لگتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ الفضل 50 فیصد سے کہیں زائد مستورات کی اصلاح کا موجب بنا ہے۔ اول تو عورتوں سے متعلقہ مضامین یا ہدایات الگ طور پر شائع ہوتی رہیں۔ آغاز میں تو ''تادیب النساء'' کے نام سے ایک الگ کالم بلکہ پورا ایک ورق مستورات کے لئے مخصوص تھا۔ لجنہ اماء اللہ کے جلسوں، اجتماعات، میٹنگز، کھیلوں کی الگ رپورٹ شائع ہوتی رہیں اور اکثر مضامین میں عورتوں کی سرگرمیوں اور عملی خدمات سے دیگر جگہوں پر خدمات سلسلہ میں حصہ لینے کی تحریک ہوئی۔ آج بھی بےشمار خواتین کے مضامین، کالمز اور اعلانات الفضل کی زینت بنتے ہیں۔

طبقہ نسواں کی خاطر الفضل کی خدمات کو بھانپ کر بانی الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا۔

''الفضل میں تربیت وغیرہ سے متعلق مضامین کو فائل بنا کر اپنے پاس رکھنا ممکن نہیں۔ اگر ایسے مضامین، ایسی باتیں ایک کتاب میں جمع ہو جائیں جو عورتوں کے کورس میں شامل ہو تو بہت مفید ہوسکتا ہے تا عورتیں اس کے مطابق بچوں کی تربیت کریں۔''

(خلاصہ الازھار لذوات الخمار پیش لفظ)

ایک غیر احمدی جناب محمد بخش صاحب حنفی چشتی چک نمبر 36 شمالی سرگودھا نے تحریر کیا۔

''الفضل کا خاتم النبیینؐ نمبر باہزار شکریہ قبول ہوا۔ حضرت نبی مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے شان مبارک میں احمدی فضلاء کے مضامین خاص کر طبقۂ نسواں کے بیش بہاء اور قابل لاکھ لاکھ تحسین کے ہیں۔ لاریب جماعت احمدیہ جملہ فرقہ ......میں ترقی اور اشاعت...... میں پہلی قطار میں ہے۔''

(الفضل 31 جولائی 1928ء بحوالہ الفضل 18/جون 2010ء)

فیصلہ جات شوریٰ کی تعمیل میں الفضل کی خدمات

ہر سال شوریٰ میں ہونے والے فیصلہ جات کی تعمیل الفضل کے ذریعہ ہوتی ہے۔ الفضل نہ صرف سفارشات شائع کرتا ہے بلکہ سارا سال مضامین اور اقتباسات کی صورت میں اس کا تعاون ملتا ہے۔ شوریٰ کے حوالے سے ہی حضرت مسیح موعود کی مفوضہ کتب کا خلاصہ اور مطالعہ کی تحریک بھی اس کے ذریعہ ہوتی ہے۔ مطالعہ الفضل کے بعد یا درسوں میں سنائے جانے کے بعد احباب جماعت میں نمایاں تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے اور یوں اصلاح وارشاد کا کام سہل ہو جاتا ہے۔

اسیران اور شہداء کے ذکر اور الفضل کی خدمات

مخالفین سلسلہ کی دست درازیوں اور ستم رسیدہ احمدی احباب کے متعلق آگاہی بھی الفضل کے ذریعہ ہوتی رہتی ہے۔ اس سلسلہ میں شہداء کے حالات زندگی، واقعات شہادت اور اس پر خلفاء کے خطبات کو الفضل نے محفوظ کیا جو بلا شک وشبہ وارثان شہداء کے لئے ایمانوں میں زیادتی کا موجب ہوئے۔

پُراثر منظوم کلام

اخبار الفضل نے آغاز سے ہی منظوم کلام شائع کرنا شروع کیا جن میں حضرت مسیح موعود کا دل کی گہرائیوں میں اُترنے والا کلام، جن کو ایک مخلص احمدی پڑھ کر وجد میں آجاتا ہے اور اپنے اخلاص کو عمل کے سانچے میں ڈھالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت مصلح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پُرکیف منظوم کلام نیز احمدی شعراء کے کلام سے الفضل کے صفحات مزین ہوتے رہے اور ہورہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے ہر موڑ پر تاریخی دن کی مناسبت سے منظوم کلام شائع ہوتا رہا۔ جو ہر احمدی کی اپنے اللہ سے محبت، اس کی پیاری کتاب سے پیار، اس کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت میں نہ صرف اضافہ کا موجب بنا بلکہ دین حق اور احمدیت اور خلفائے احمدیت پر بھی محبت اور عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کا باعث بنا۔ احمدی شعراء کا خداداد ملکہ جماعت احمدیہ میں خدمات دینیہ کے متعلق جوش اور ولولہ پیدا کرنے کا موجب بھی بنا۔

اس سلسلہ میں الفضل نے ایک دلچسپ اور ایمان افروز روایت نقل کی ہے کہ ایک غیر احمدی دوست چوہدری نور محمد صاحب کو چوہدری عبدالقادر آف سجووال روزانہ اخبار الفضل لا کر دیتے وہ جماعت کے شدید مخالف تھے اور الفضل کو بغیر دیکھے اپنی اہلیہ کو یہ کہہ کر دے دیتے کہ چولہے میں جلا ڈالو۔ ایک دن ان کی نظر اخبار میں درج لفظ ''محمدؐ'' پر پڑگئی۔ جب تھوڑا سا اخبار پڑھا تو یہ شعر درج تھا۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

اس شعر نے چوہدری نور محمد صاحب کی کایا ہی پلٹ دی۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ وہ اخبار جو میں تمہیں دیتا رہا جلا دیئے ہیں یا محفوظ ہیں۔ اثبات میں جواب پاکر کچھ اخبار پڑھے۔ دل حضرت مسیح موعود کی پاکیزہ تحریرات سے دھل گیا اور بیعت کرلی۔

(الفضل 28 راکتوبر 2011ء)

الفضل نے نوجوانوں کو ادیب بنا دیا

الفضل کے ذریعہ جہاں احباب کی تعلیم وتربیت کے بے شمار مواقع مہیا ہوئے وہاں الفضل نے جماعت میں نئے لکھنے والے، نئے ادیب، نئے مضمون نگار اور نئے شاعر پیدا کئے۔ ان کو اعتماد بخشا۔ ان کو ایک پہچان دی اور یوں ان نوجوانوں کا جماعت کے ساتھ تعلق مضبوط ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرا سب سے پہلا مضمون 1973ء کے لگ بھگ الفضل میں جلسہ سالانہ کی اہمیت اور برکات پر شائع ہوا تھا۔ جس سے مجھے حوصلہ ملا اور مضامین لکھنے کی طرف توجہ ہوئی۔

دینی تعلیم کے خلاف درج بات کی فوراً تصحیح

روزنامہ الفضل کا احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کا یہ بھی ایک دلربا انداز رہا ہے کہ اگر کسی مضمون نگار نے کوئی بات اپنے مضمون یا اپنی تحریر میں خلاف عقل لکھ دی تو اس پر جب خلیفۃ المسیح کی نظر پڑی تو فوراً اس کی تصحیح کی اور صحیح دینی نکتہ نظر احباب جماعت کے سامنے رکھ کر بروقت تربیت فرمائی جیسے ایک وقت میں ''الفضل'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی پر مضمون شائع ہوا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ حضرت عمرؓ کے کپڑوں پر 12 پیوند ہوتے تھے۔

اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بعنوان **''ہمیشہ اصولی نیکیوں کو پیش کرنا چاہئے''** ایک تحریر الفضل کو اشاعت کے لئے بھجوائی جس میں حضور نے تحریر فرمایا کہ اب ایک دفعہ کے متعلق تو یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن 12 پیوند ہوتے تھے کے معنی تو یہ ہیں کہ جب بھی وہ کوئی کپڑا پہنتے تھے اس میں قینچی سے 12 موریاں کر کے 12 پیوند لگا لیتے تھے۔ پھر 12 پیوند لگانے کوئی ذاتی خوبی نہیں کہ اسے بیان کیا جائے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 217-219)

آزادی کشمیر کی جدوجہد میں مالی قربانی کے لئے الفضل کی خدمات

پاکستان کی مضبوطی چونکہ کشمیر کی آزادی کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کی آزادی کے لئے بہت جدوجہد فرمائی۔ ایک موقعہ پر اسی جدوجہد میں حصہ لینے والوں کے لئے کمبلوں، گرم کپڑوں اور برساتی کوٹوں، برساتیوں، برفانی بوٹوں، گرم جرابوں اور سویٹروں کے لئے مالی امداد کے لئے پاکستان کے تمام اخبارات سے اپیل کی کہ وہ اپنے اپنے خریداروں سے روزانہ اس کام کے لئے چندہ کی اپیل کریں۔ الفضل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''ہم الفضل کے خریداروں اور الفضل کے پڑھنے والوں سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ جو کچھ انہیں توفیق ہو اس کام کے لئے بھجوائیں مگر اتنی بات کافی نہیں۔ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر الفضل کا خریدار اور ہر الفضل کا پڑھنے والا اپنے اپنے علاقہ کے لوگوں سے بھی چندہ کی اپیل کرے''۔ (انوار العلوم جلد 19 صفحہ 261)

یہ تحریک ملک کی خدمت کے لئے تھی۔ جس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حب الوطن نصف الایمان'' وطن سے محبت کو فروغ دینے کے لئے یہ ایک اہم خدمت تھی جو الفضل نے سرانجام دی۔ گویا الفضل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کا موجب بنا جو تربیت کا ایک اہم حصہ ہے۔

الفضل کی دعوت الی اللہ کے حوالے سے خدمات

الفضل کے اجراء کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو دعائیں کی تھیں۔ ان میں آپ نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ دین کی خدمت کے ارادہ سے یہ کام میں نے شروع کیا ہے۔ تیرے پاک رسول کے نام کے بلند کرنے اور تیرے مامور کی سچائیوں کو دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے یہ ہمت میں نے کی ہے۔

(الفضل 28 دسمبر 1939ء)

لہٰذا الفضل کے ذریعہ روزانہ دنیا کے کونے کونے میں احمدیت کا پیغام پہنچایا جاتا ہے اور نوع انسانی کو اس کے خالق و مالک خدا اور اس کے منجی اور عالمگیر ہادی و پیشوا سے حقیقی معنوں میں روشناس کرایا جاتا ہے۔ الفضل میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل و براہین اور قرآن کریم کی حقانیت اور اس کی برکات کے حصول کے طریق بڑے سادہ عام فہم، دلچسپ اور سائنٹیفک طریق سے بیان کئے جاتے ہیں جن سے گمراہ ہدایت پاتے اور ان پڑھ خواندہ اور جاہل عالم بنتے ہیں۔

دنیا بھر میں خدا کے گھر خانہ کعبہ اور بیوت الذکر کی الفضل میں چھپنے والی دیدہ زیب تصاویر نے جہاں احمدیوں کو حمد کے گیت گانے پر مجبور کردیا وہاں غیروں کو احمدیت کے قریب کرنے کے باعث بنیں۔ کسی دکاندار نے گاہک کو سودا سلف اخبار الفضل میں لپیٹ کر دے دیا۔ اسے پڑھنے سے وہ گاہک احمدی ہوگیا۔

خلیفۃ المسیح الرابع کا انتخاب

تمام احباب جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج مورخہ 10 جون 1982ء بروز جمعرات بعد نماز ظہر ...مبارک ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ...... کی مقرر کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بصدارت جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب منعقد ہوا جس میں حسب قواعد ہر رکن نے خلافت احمدیہ سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سلمہٗ ربہٗ کو خلیفۃ المسیح منتخب کیا۔ اراکین مجلس انتخاب خلافت نے اسی وقت آپ کی بیعت کی جس کے بعد احباب کو ... میں آنے کی عام اجازت دے دی گئی۔ اور ... اور گرد ونواح کے جملہ موجود احباب جماعت نے جن کی تعداد تقریباً بیس سے پچیس ہزار کے درمیان تھی آپ کی بیعت کی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے نماز عصر پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو منظور فرماتے ہوئے اسے بہت بابرکت فرمائے۔

اے ہمارے رحیم اور رحمٰن خدا! اے ہمارے کریم اور ودود رب! ہم تیرے شکرگزار ہیں کہ تو نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا اور ہماری حالت خوف کو ایک بار پھر امن میں بدل دیا۔ اے ہمارے قادر اور قیوم خدا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک بار پھر تیرے مسیح اور مہدی .... کی پیشگوئی مندرجہ رسالہ الوصیۃ پوری شان اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی۔ ذٰلک فضل اللہ!

والسلام خاکسار
مرزا غلام احمد
سیکرٹری مجلس شوریٰ۔ مورخہ 10-6-1982 بوقت پونے پانچ بجے شام
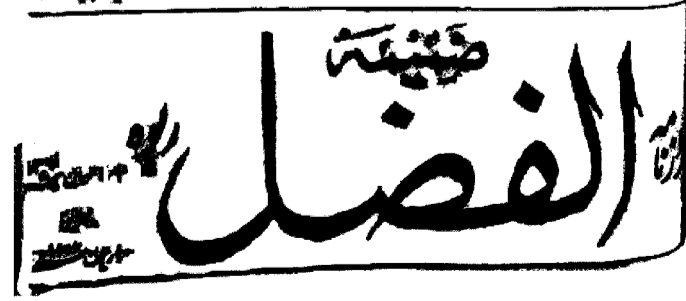
(الفضل 18 / جون 2008ء)

دعوت الی اللہ کے حوالے سے مکرم ایڈیٹر صاحب الفضل نے اپنے اداریہ میں لکھا۔

دین حق کی خدمت الفضل سے ہو سکی وہ اس نے پوری کی اور خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ مسیحی اور ہندوؤں تک نے اس کی قدر کی اور اسے خریدا ہے اور بڑے بڑے ذمہ دار غیر احمدیوں نے اس کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ ایک دفعہ ایک خریدار نے لکھا کہ گو میں غیر احمدی ہوں مگر جب الفضل نہ پہنچے تو میری حالت ایسی ہوتی ہے جیسے نئے بیاہے ہوئے دولہا کی اپنی بیوی کی وفات پر۔ اس سے آپ الفضل کے کام کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(اداریہ الفضل 19 / نومبر 1914ء)

الفضل کی عالمی سطح پر خدمات پر مکرم محمد محمود طاہر صاحب نے اخبار الفضل کو یوں سپاس نامہ پیش کیا

''یہ اخبار بیرونی زہریلے حملوں اور آلودگیوں کے خاتمہ کے لئے ایک تریاق کا کام کرتا ہے۔ مختلف مکاتیب فکر کی تحریرات، ان کے نظریات اور فلسفہ کے نتیجہ میں بعض غلط رجحانات پیدا ہو سکتے ہیں اور یہ زہر انسان کے اخلاق اور روحانیت کے لئے شدید نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ اگر اس کے مقابل پر درست سمت جانے والے نظریات اور رجحانات کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ اس کے لئے اخبار الفضل کا روزانہ کا مطالعہ ایک تریاق کا کام کر سکتا ہے۔ اس میں شائع ہونے والی پاکیزہ اور پُر معارف تحریرات مسیح موعود و خلفاء یقیناً بیرونی زہروں کے لئے تریاق کا موجب بنیں گی۔ ایک قاری یا سامع خصوصاً نوجوان اپنی سمت کو درست رکھ سکے گا۔''

(الفضل 18 / جون 2009ء)

غیر از جماعت احمدی لائبریریز میں آکر اس کے دینی و علمی مضامین بالخصوص خطبات کی بے حد تعریف کرتے اور بعض حضرات تقاریر کے لئے الفضل مستعار لے کر جاتے۔ جس سے اس کی بھرپور افادیت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ **ایک احراری نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو لکھا کہ ''میں نے ایک لائبریری سے لے کر الفضل باقاعدہ پڑھنا شروع کیا پھر وہ لکھتا ہے کہ خدا کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں اگر کوئی احراری آپ کے تین خطبے پڑھ لے تو وہ احراری نہیں رہ سکتا۔**

(الفضل 22 / اکتوبر 1942ء)

مکرم محمد انوار الحق صاحب لکھتے ہیں کہ ایک ہاکر جو الفضل احمدی احباب کے گھروں میں دیتا تھا نے مجھے بتلایا کہ میں اخبار دینے سے قبل اسے ضرور دیکھتا ہوں۔ ایک دن مجھے اچانک خیال آیا کہ اس اخبار میں تو کوئی جھگڑے، فساد، اغوا، چوری کی خبر نہیں ہوتی خالصتاً ایک دینی اخبار ہے تو اس دن کے بعد میں خود بھی اس کا خریدار بن گیا گو میں احمدی نہیں ہوں مگر اس اخبار کے مضامین بڑے اچھے اور تربیتی پہلو لئے ہوتے ہیں۔ جس کا میری طبیعت پر بہت اثر ہوا تو واقعی یہ ایک دینی اور تربیتی اخبار ہے۔ اے کاش اسے اور لوگ بھی پڑھیں۔

(الفضل 18 / جون 2010ء)

دعوت الی اللہ کے حوالے سے اخبار الفضل کی خدمات کو غیروں نے بھی سراہا ہے جیسے جناب لالہ رام چند مچندہ ایڈووکیٹ نے ایڈیٹر صاحب کو لکھا

''اگر استقلال کے ساتھ اس (الفضل) کو جاری رکھیں تو آج سے تیس سال بعد کئی ہندو گھرانوں میں پیغمبر صاحب کی برسی منائی جائے گی اور جو کام مسلم بادشاہ ہندوؤں سے نہیں کرا سکے وہ آپ کرا سکیں گے۔ ملک میں امن ہوگا، خوشحالی ہوگی، ترقی اور آزادی ہوگی اور ہندو مسلم باوجود مذہبی اختلاف کے بھائیوں کی طرح رہیں گے۔''

(الفضل 11 / جون 1929ء)

اخبار مشرق نے لکھا

''الفضل قادیان یہ پرچہ سہ روزہ قادیان سے نکلتا ہے اور سلسلہ احمدیہ کا آرگن ہے۔ آجکل مسلمانان ہند کے متعلق اس کا نقطہ خیال بہت صحیح ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہر انجمن اسلامیہ اور ہر مسجد میں اس کی رسائی ہو۔ عقائد سے کوئی واسطہ نہ رکھو، نہ ان کو پڑھو، صرف اتحاد بین المسلمین کے مسئلہ کو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے''۔

(الفضل 2 / ستمبر 1927ء)

حکیم محمد عبدالرحمٰن صاحب مالک دواخانہ رحمانی ضلع حصار سے لکھتے ہیں:۔

الفضل میاں محمد ابراہیم صاحب کی دکان پر میری نگاہ سے گزرا۔ میں آپ کے آزاد اور پابند شریعت اور سچے خیالات کو نہایت عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور پرچہ ہذا کو دین حق کا سچا رہبر سمجھتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے پرچے اور خیالات کی دعوت الی اللہ کروں۔

(الفضل 18 / جون 2010ء)

نور مجسم ہے یہ سارا
بھولے بھٹکوں کا ہے سہارا

مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر الفضل جن کے دور خدمت میں الفضل سو سال پورے کر رہا ہے۔ اور آپ کو صد سالہ الفضل نمبر نکالنے کی سعادت مل رہی ہے وہ اپنے ایک اداریہ بعنوان ''روحانیت کی جاری نہر کا 100 واں سال'' میں لکھتے ہیں۔ جو خلاصہ ہے تعلیم و تربیت میں الفضل کی خدمات کا۔ آپ لکھتے ہیں۔

''خلفاء سلسلہ کے ذریعہ آسمان سے بہت دودھ اترا جسے الفضل نے محفوظ کیا اور کر رہا ہے، کون سا علم ہے جو اس میں رچا بسا نہیں۔ صداقت حق کی کونسی دلیل ہے، عظمت قرآن کا کون سا گوشہ ہے جو اس سے باہر رہا ہے، تاریخ احمدیت اور اشاعت احمدیت کا کونسا پہلو ہے جو اس سے مخفی ہے، شہادتوں اور اذیتوں کی کون سی یاد ہے جو اس سے محو ہے اور حق و باطل کا کون سا معرکہ ہے جس کی اسے خبر نہیں۔

یہ خوشیوں کا گلستان ہے غم کی خبروں کا پاسباں ہے۔ جماعت احمدیہ کی عظمت کردار کی داستاں ہے۔ اس کے ذریعہ ساری کمیونٹی ایک خاندان ہے۔ اسی لئے تو ہر احمدی اس پر قربان ہے اور دشمن پریشان ہے۔ اس سے ہماری روح کی جلا اور دل کا اطمینان ہے۔ خدا کا خلیفہ اس کا باغبان اور خدا خود ہی اس کا نگہبان ہے۔ اس لئے اس کا زندہ اور جاری رہنا بھی ایک نشان ہے۔''

(الفضل 18 / جون 2012ء)

☆☆☆☆☆

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''جو شخص بھی اس جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ گویا اقرار کرتا ہے کہ اس جماعت کی ذمہ داریوں کو وہ قبول کرتا ہے اور اگر ابھی وہ زمانہ نہیں آیا کہ وہ باہر نکلے تو کم سے کم اسے یہ خیال تو کرنا چاہئے کہ وہ کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کیا فوجی سپاہی ہر روز لڑائی کرتے ہیں؟ یا کیا پولیس والے ہر روز چوروں کو پکڑا کرتے ہیں؟ مگر کیا کبھی کسی سپاہی کے دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ میں لڑنے کے لئے نہیں ہوں؟ ایک پولیس مین خواہ دس سال تک کسی چور کو نہ پکڑ سکے اس کے مدنظر یہی ہوگا کہ جب بھی موقع ملے، اسے پکڑوں اور اگر وہ بددیانت ہے تو یہ خیال آئے گا کہ روپیہ لے کر اسے چھوڑ دوں مگر روپیہ بھی تو اسی حالت میں لے گا جب اسے پکڑے گا۔ بہرحال چور کو پکڑنے کا خیال اس کے مدنظر ہوگا۔ ایک سپاہی کے سامنے بھی ہمیشہ لڑائی ہوگی۔ اگر وہ بہادر ہے تو وہ خیال کرے گا کہ اگر لڑائی ہوئی تو میں اپنے ملک کے لئے یوں جان قربان کر دوں گا اور دشمن کو شکست دوں گا۔ اگر کم بہادر ہے تو وہ خیال کرے گا کہ خدا کرے لڑائی نہ ہو۔ کیونکہ اگر ہوئی تو مجھے لڑنا پڑے گا اور اگر وہ بزدل ہے تو خیال کر رہا ہوگا کہ اگر لڑائی ہوئی تو میں بھاگوں گا کس طرح۔ پس خواہ اپنی بہادری دکھانے کے لئے ہو خواہ لڑائی سے بچنے کے لئے اور خواہ بھاگنے کی تجاویز سوچنے کے لئے، بہرحال سپاہی کے مدنظر لڑائی ضروری ہوگی۔ اسی طرح تم میں سے خواہ کوئی بڑھئی ہے یا دھوبی یا جولاہا، معمولی زمیندار ہے یا ادنیٰ تاجر، اگر اپنا اپنا کام کرتے وقت اس کے ذہن میں دنیا کی اصلاح کی تجاویز نہیں آتیں تو گویا اس نے اپنی پیدائش کی غرض نہیں سمجھی۔

میں تو حیران ہوتا ہوں کہ **بعض دوست شکایت کرتے ہیں کہ الفضل میں سیاسی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر وہ دنیا کی سیاسیات سے واقف نہیں ہوں گے تو اس کی اصلاح کیسے کریں گے۔ کیا سیاست قرآن کریم کا حصہ نہیں؟ ہاں اگر کوئی بات غلط شائع ہو تو اعتراض ہو سکتا ہے۔ ایک دوست کو شکایت ہے کہ جاپان کے حالات اخبار الفضل میں کیوں درج ہوتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جن کو میں کنویں کے مینڈک کہتا ہوں۔ فکر تو یہ ہونی چاہئے کہ جاپان کے حالات تو شائع ہوتے ہیں فلپائن کے کیوں نہیں ہوتے؟ روس کے کیوں نہیں ہوتے؟ یہ غم تمہیں کھائے جانا چاہئے** کہ کیا یہی ہماری پہنچ ہے کہ ہمارے اخبار میں صرف جاپان کے حالات ہی شائع ہوتے ہیں۔ ہمارے دوستوں کو اس پر گلہ ہونا چاہئے کہ جو نہیں چھپا نہ کہ اس پر جو چھپ رہا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا جاپان کی اصلاح ہمارا فرض نہیں؟ اگر ہے تو اس کے حالات کا علم نہ ہوگا تو ہمارے دل میں اس کے لئے درد کس طرح پیدا ہوگا اور ہم اس کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔

پس ہماری جماعت کو اپنے فرائض کو سمجھنا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کیا ہے۔ خاص کر ایسے وقت میں جبکہ دنیا میں اس قدر خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ کیا ایک طبیب کہہ سکتا ہے کہ لوگ آ کر مجھے تنگ کرتے ہیں جو اپنی بیماریاں مجھے بتاتے ہیں؟ اگر وہ ان بیماریوں سے آگاہ نہ ہو تو علاج کس طرح کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب تک تم دنیا کے حالات سے واقف نہ ہو اس کی اصلاح کیسے کر سکتے ہو۔

(خطبات محمود جلد 18 ص 10)

قارئین الفضل حضرت مصلح موعود کی پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں۔ (الفضل 30 ستمبر 2011ء)
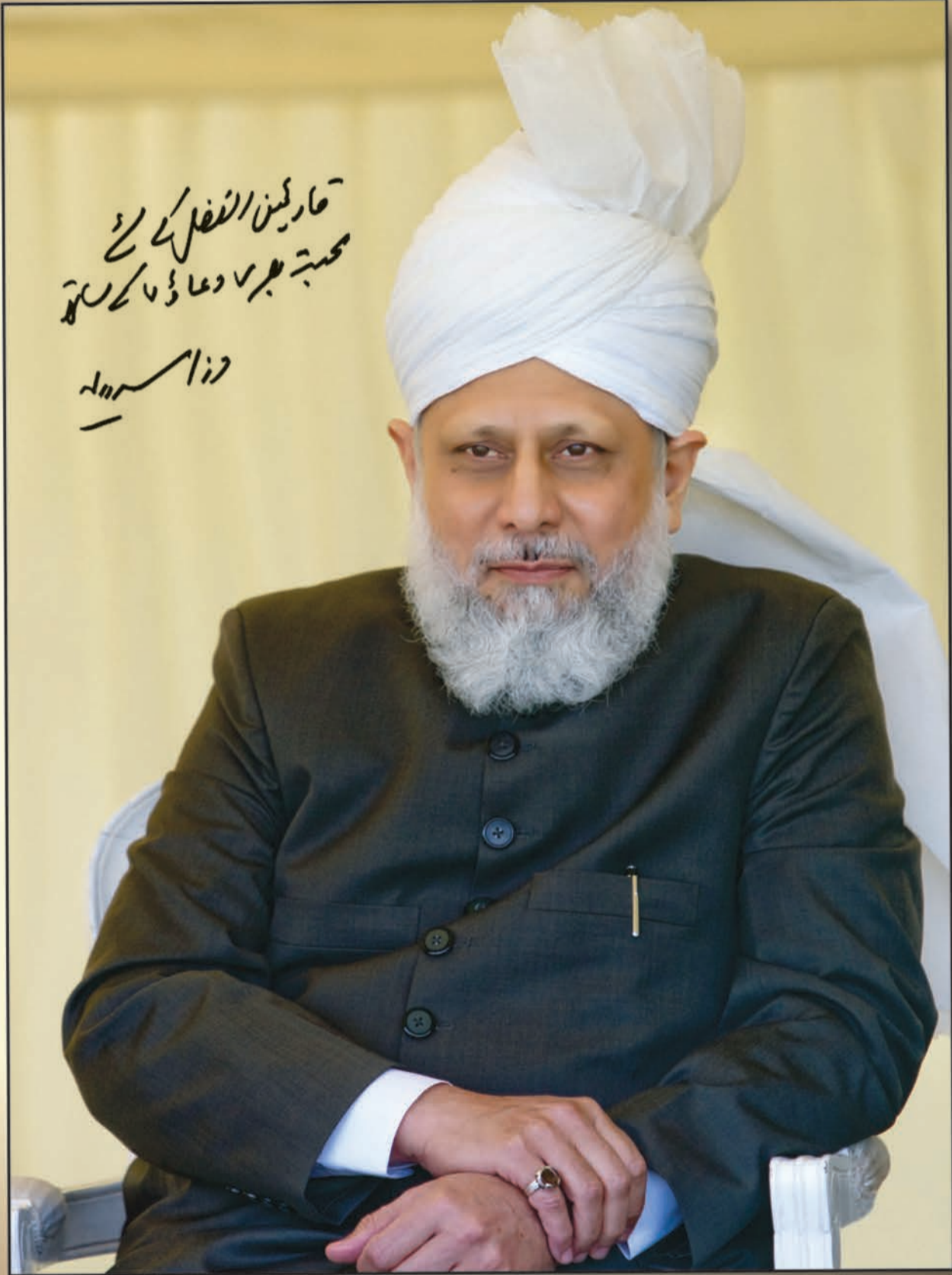
راہنما جو خدا نے ہے بخشا ہمیں اس کے قدموں سے اٹھتی ہوئی دھول سے ‏ ‏ ‏ دیکھئے دیکھئے کتنی دلکش حسیں بن رہی ہے نئی کہکشاں ساتھیو

زاد رہ لے کے تقویٰ کا چلتے رہو منزلیں دے رہی ہیں صدائیں ہمیں ‏ ‏ ‏ پیش قدمی کرو یہ زمیں ہی نہیں اب تو کرنے ہیں زیر آسماں ساتھیو

احباب جماعت امریکہ کی الفضل سے دلچسپی اور محبت

اردو دان اور پاکستانی کمیونٹی میں الفضل کی مقبولیت

محترم سید شمشاد احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ لاس اینجلس امریکہ

الفضل سے رشتہ کا آغاز

ہم سب بہن بھائیوں کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ گاؤں میں ہوش بھی ابھی نہیں سنبھالا تھا۔ بلکہ نماز کی بھی عمر ابھی نہیں ہوئی تھی عید کے موقع پر ہمارے دادا جان محترم سید امیر احمد شاہ صاحب مرحوم نے عید کا خطبہ الفضل سے پڑھ کر سنایا۔ ہمیں سمجھ تو کچھ نہ آئی لیکن بڑے بڑے کاغذ ان کے ہاتھوں میں دیکھنا یاد ہے۔ جو کہ الفضل کے تھے۔

1966ء میں جب خاکسار زندگی وقف کر کے جامعہ میں داخل ہوا تو اس دوران ہی الفضل سے اصل رشتہ قائم ہوا۔ پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ محترم سید میر داؤد احمد صاحب نے جامعہ احمدیہ کی لائبریری کے سامنے برآمدے میں طلباء کے لئے الفضل پڑھنے کا انتظام کر دیا ہوا تھا اگر چہ لائبریری میں بیٹھ کر بھی اس کا مطالعہ ہوتا تھا مگر تھوڑے سے وقفہ میں بھی (یعنی ایک پیریڈ کے ختم ہونے سے اگلا پیریڈ شروع ہونے تک) برآمدے میں سٹینڈ پر لگے ہوئے الفضل کا طلباء مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ یہاں ہی سے الفضل کا میرے ساتھ رشتہ کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر جب آہستہ آہستہ اس کے مطالعہ کی عادت پڑ گئی اس میں مضامین لکھنے والوں پر بھی نظر پڑنے لگی تو کچھ مضامین جامعہ احمدیہ کے طلباء کے بھی ہوتے تھے۔ اُن طلباء کے نام دیکھ کر اور مضمون پڑھ کر ایک امنگ سی اٹھتی کہ میرا مطالعہ اور علم بھی وسیع ہوتا اور یہ کہ میں بھی الفضل کے لئے مضمون لکھ سکتا۔

اس سلسلہ میں جو سینئر طلباء الفضل میں مضامین لکھتے تھے ان سے استفادہ کی توفیق ملتی رہی۔ مگر ایک دن محترم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت کے ساتھ جو ملاقات ہوئی تو باتوں باتوں میں انہوں نے دریافت فرمایا کہ تم مضامین لکھتے ہو؟ عرض کی کہ مجھے تو لکھنا ہی نہیں آتا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ تو ''سلطان القلم'' کے سپاہیوں میں سے ہو یہ کیا بات ہوئی کہ لکھنا نہیں آتا۔ کوشش کرو۔ دعا کرو اور انہوں نے مضامین لکھنے کی ترغیب کے ساتھ ساتھ کتب حضرت مسیح موعود کی طرف توجہ دلائی اور خصوصیت کے ساتھ کتب کے انڈیکس اور تفسیر صغیر کے انڈیکس کی طرف۔ خدا تعالیٰ نے ہمت اور توفیق دی اور اس طرح مضمون لکھنے کی توفیق ملنے لگی۔

الفضل کی خدمت کی سعادت

جامعہ احمدیہ سے فراغت کے بعد خاکسار دفتر اصلاح و ارشاد مرکزیہ میں کچھ عرصہ کے لئے خدمت سرانجام دے رہا تھا کہ اس دوران مکرم شیخ خورشید احمد صاحب جو الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر تھے، ایک ماہ کی چھٹی پر چلے گئے۔ اس دوران مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل اور مکرم گیانی عباداللہ صاحب مینیجر الفضل کی درخواست پر اصلاح و ارشاد نے خاکسار کو دفتر الفضل میں ایک ماہ کے لئے بھجوایا۔

اس ایک ماہ میں الفضل میں کام کرنے والوں کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا۔ میرے ذمہ الفضل کا آخری صفحہ تھا۔ اس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے علمی و روحانی و تربیتی نکات تلاش کرنا خصوصاً آپ کی تفسیر سے، اور اسے نقل کر کے کاتب کو دے کر پروف ریڈنگ کرنا ہوتی تھی۔ تو ایک ماہ الفضل کی اس طرح خدمت کی سعادت ملی۔

اس دوران مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب ایڈیٹر الفضل کی صحبت سے بھی بہت فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ ابھی غالباً دوسرا یا تیسرا دن تھا آپ نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطبہ سن کر اس کا خلاصہ نکالنا ہے اور منگل کے دن اسے شائع کرنا ہے اس لئے بڑی احتیاط سے خطبہ سنیں اور یہ کام کریں۔ میں نے عرض کی کہ مجھے تو اس کا تجربہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، کریں گے تو تجربہ ہو جائے گا۔ اسی طرح ان دنوں دفتر الفضل میں مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی بھی ہوتے تھے جو ہر وقت اپنے کام سے کام رکھتے اور انہماک سے جتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو احسن جزا دے۔

الفضل کے ذریعہ خاکسار کا پہلا خطبہ جمعہ

الفضل خلفاء کی آواز ہے۔ خلفاء کرام کی تحریکات اور خطبات اسی الفضل کے ذریعہ سے جماعتوں کو پہنچتے تھے۔ شہری جماعتوں میں تو الفضل دوسرے تیسرے دن پہنچ جاتا تھا مگر دیہاتی جماعتوں میں معمول سے ذرا دیر سے پہنچتا تھا۔ لیکن ہر جگہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خطبہ جمعہ الفضل ہی سے سنایا جاتا تھا۔ جس سے لوگوں میں خلیفہ وقت کی باتوں کو سننے کا انتظار رہتا تھا۔ اب تو خدا تعالیٰ کا بے انتہا فضل ہے کہ تمام دنیا کے احمدی MTA پر خطبہ سن کر اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں۔ تاہم اب بھی MTA پر خطبہ سننے کے باوجود الفضل سے دوبارہ پڑھ کر حظ اٹھاتے ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جامعہ میں ابھی ایک سال ہی ہوا تھا۔ چھٹیوں میں خاکسار اپنے گاؤں چلا گیا۔ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں محترم چوہدری رحمت اللہ صاحب مرحوم امیر ضلع تھے۔ جمعہ ان کے ہاں باقاعدگی سے ہوا کرتا تھا۔ میں بھی اپنے ابا جان مکرم سید شوکت علی شاہ صاحب کے ساتھ گاؤں سے وہاں جو کہ 18 میل دور تھا جمعہ پڑھنے کے لئے گیا۔ پہنچتے ہی مکرم چوہدری صاحب مرحوم امیر ضلع بہاولپور نے خاکسار کو فرمایا کہ جمعہ پڑھائیں، میں نے کہا کہ کبھی پڑھایا نہیں اس لئے آپ ہی پڑھائیں، تو وہ کہنے لگے کہ نہیں آپ جامعہ کے طالبعلم ہیں اور آپ کو ہی پڑھانا پڑے گا اور تجربہ بھی ہو گا یہ لیں الفضل!

پس اس طرح خاکسار نے زندگی کا پہلا جمعہ جامعہ احمدیہ کی پہلی کلاس کے اختتام پر الفضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبہ جمعہ کو پڑھ کر سنایا۔

پاکستان کے شہروں اور دیہاتوں کا ذکر خاکسار نے کیا ہے کہ یہاں پر الفضل کا کس طرح اشتیاق اور انتظار رہتا تھا اور ڈاک کے ذریعہ خطبہ جمعہ پہنچتا تھا اور اسے احباب تک پہنچایا جاتا تھا۔ جب افریقہ میں خدمت کی سعادت ملی۔ اس وقت الفضل سے دوری بھی بہت بے چینی پیدا کرتی تھی۔ وطن سے دور اردو کا اخبار صرف اور صرف الفضل ہی ہوتا تھا اور یہ بھی ہر جگہ نہ پہنچتا تھا۔ جہاں پہنچتا تھا وہاں سے لے کر دوسرے مشن میں، وہاں سے تیسری جگہ اس طرح ہم اپنی پیاس بجھاتے اور خطبات جمعہ پڑھ کر آگے جماعتوں کے افراد تک پہنچاتے تھے، اور پھر اس سے خلیفۂ وقت کی تحریکات اور اپنے اندر روحانی اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے مشنوں سے نکلنے والے اخبارات و رسائل کے صفحہ اوّل پر مربیان کرام حضور کی باتوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے جماعتوں کے افراد تک پہنچاتے۔ اس طرح الفضل سے صرف پاکستان کی جماعتیں ہی نہیں بلکہ دیار غیر میں جہاں جہاں جماعتیں قائم تھیں، ایم ٹی اے سے قبل اسی طرح ہر جگہ استفادہ کیا جاتا تھا۔

غانا میں اکثر مشن میں اور دوسرے مشنوں میں بھی مربیان کے پاس الفضل آتا تھا۔ محترم امیر عبدالوہاب بن آدم صاحب کو خاکسار نے اور دیگر مربیان نے اکثر دیکھا کہ جب وہ سفر پر جاتے تو الفضل کے بنڈل سفر میں ساتھ رکھ لیتے اور مطالعہ کرتے رہتے اور پھر جو مطالعہ کیا ہوتا، یا حضور کی طرف سے کوئی بات اور تحریک ہوتی تو اسے فوراً احباب جماعت کو سناتے اور بیان کرتے۔

جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج

اس میں تو کچھ شک نہیں ہے اور قریباً ہر احمدی اس کا گواہ ہے جس نے الفضل میں صفحہ اوّل پر قرآنی آیات یا احادیث نبویہؐ۔ یا ملفوظات اور کتب حضرت اقدس سے جو اقتباس بھی شائع ہوئے ہوں پڑھے کہ اس کے اندر ضرور کچھ نہ کچھ روحانیت کا بیج بویا جائے گا اور وہ عمل کرے تو اس کی روحانیت میں بھی ترقی ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ الفضل جسمانی بیماریوں کے لئے بھی شفایابی کا کام کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں بیماروں کے لئے دعا کی درخواست ہوتی ہے اور بعض اوقات احمدی احباب نہ صرف بیماروں کے لئے دعائیں کرتے ہیں بلکہ بیماروں کی تیمارداری، اور مزاج پرسی بھی کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ مجھے بھی الفضل سے پڑھ کر بیماروں کے لئے نہ صرف دعا بلکہ ان کے گھر فون کرنے کا بھی موقع ملا۔ بعض اوقات خط لکھنے کا بھی اسی طرح موقع ملا۔ اور یہ صرف میرا ہی نہیں اکثر لوگوں نے یہی بتایا ہے ایک چھوٹا سا واقعہ لکھتا ہوں جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کس طرح لوگوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ جس کی بیماری کا اعلان الفضل میں شائع ہوتا ہے لوگ اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور پھر اسے شفاء ہو جاتی ہے۔

لاٹھیانوالہ ضلع فیصل آباد میں خاکسار 1973ء میں تعینات تھا کہ وہاں ایک بہت ہی مخلص بزرگ جناب مکرم محمد شریف صاحب (ان کو گاؤں کے سب لوگ ان کی بزرگی اور شفقت کی وجہ سے چچا کہتے تھے)، جو بعد میں جماعت کے صدر بھی بنے، کو پیشاب کی سخت تکلیف ہو گئی۔ انہیں ہسپتال میں کھڑیانوالہ لے جایا گیا اور ان کا آپریشن ہوا۔ خاکسار نے ان کی شفایابی کے لئے ایک دعا کا اعلان الفضل میں لکھا، جو شائع ہوا۔ تو مجھے کہنے لگے کہ اب میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا اب فکر نہیں ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگے اب الفضل میں دعا کا اعلان شائع ہو گیا ہے سب لوگ جو الفضل پڑھتے ہیں سارے دعا کریں گے، اور ممکن نہیں کہ خدا ان کی دعائیں قبول نہ کرے۔

یہ یقین تھا کہ الفضل کے ذریعہ احمدی احباب ان کی صحت کے لئے دعا کر رہے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے انہیں مکمل صحت دی اور ایک لمبی عمر

انہوں نے پائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

تقاریر اور دوسروں کیلئے استفادہ

الفضل جہاں پر خلفاء کی باتیں اور ان کی تحریکات کو پہنچانے کا ذریعہ ہے وہاں پر اس کے ساتھ شائع ہونے والے مضامین اور خصوصاً ایسے ایمان افروز واقعات جن میں جماعت کا اخلاص و وفا، مالی قربانی، اور ازدیادِ ایمان کا باعث بننے والے واقعات کا ذکر ہوتا ہے جو ہماری تقاریر، درس، اور خطبوں کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں۔ خاص طور پر ایک لمبا عرصہ تک محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کے لکھے ہوئے سلسلہ مضامین عالم روحانی کے لعل و جواہر کے عنوان سے 600 سے زائد قسطیں شائع ہوئیں۔ اور اب مکرم محمد ندیم طاہر صاحب کا مضمون بعنوان ''مصالح العرب'' شائع ہو رہا ہے۔ جو دوست و احباب یہ پڑھتے ہیں ان کے علم میں اضافہ اور ازدیاد ایمان کا باعث ہوتے ہیں اور جب ان واقعات کو اپنی تقاریر و خطبات و درسوں میں بیان کیا جاتا ہے تو سننے والوں کا اس پر ایک گہرا اثر دیکھنے میں آتا ہے۔

امریکہ میں اردو دان اور پاکستانی کمیونٹی میں الفضل کی افادیت

امریکہ میں نیویارک سے پاکستانی اردو اخبارات ایک کثیر تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ ان میں نیویارک، شکاگو، ہیوسٹن اور لاس اینجلس کے اخبارات شامل ہیں۔ خاکسار مکرم ملک عبدالقدیر صاحب کی مدد سے (جو سیکرٹری تعلیم القرآن و وقف عارضی ہیں) **ہر منگل کے الفضل سے حضور انور کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ دوبارہ اردو میں کمپوز کر کے ان پیج فائل میں ان تمام اخبارات کو بھجواتا ہے** جس سے دو فوائد مدنظر ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ پاکستانی کمیونٹی کو جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی آواز پہنچ جائے۔ کیونکہ آئے دن پاکستان کے اور یہاں کے بعض اخبارات میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات اور آپ کی جو راہنمائی کے بارے میں وہ اپنے اخبارات میں غلط فہمی پھیلا رہے ہوتے ہیں اور اس طرح ہم چاہتے ہیں کہ انہیں صحیح بات کا علم ہو۔ دوسرے اگر وہ شائع نہ بھی کریں تب بھی ایڈیٹر کی نظر سے یہ تحریرات گزریں گی تو ہوسکتا ہے کہ ان کے دل بدل جائیں اور یہ اپنی اوچھی حرکتوں سے باز آجائیں اور غلط فہمیاں جو احمدیت کے بارے میں پھیلاتے ہیں اس میں کمی کر دیں۔

اور دوسرے یہ کہ اگر اسے شائع کر دیں تو پاکستان کی کمیونٹی پڑھے گی اور اس کے شکوک و شبہات دور ہوں گے اور احمدیت کی تعلیم سے انہیں آگاہی ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہو بھی رہا ہے۔ کیونکہ لوگ انہیں پڑھنے کے بعد ہمیں ٹیلی فون کے ذریعے مزید سوالات کرتے اور اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہیں بلکہ اکثریت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ واقعۃً یہی دینی تعلیم ہے جو آپ کے خلیفہ بیان کر رہے ہیں۔ دو اخبارات پاکستان ایکسپریس اور نیویارک عوام حضور کا خطبہ کا خلاصہ شائع کرتے ہیں۔ شروع شروع میں تو ان کی سخت مخالفت بھی ہوئی، مگر خدا کے فضل سے یہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے جو الفضل کے ذریعہ اس وقت امریکہ میں ہو رہی ہے۔

الفضل اردو پڑھانے کا ذریعہ ہے

جیسا کہ خاکسار نے شروع میں لکھا ہے کہ دیار غیر خصوصاً افریقہ میں خدمت کرنے والے واقفین ڈاکٹرز صاحبان، اساتذہ کرام، بڑے شوق سے الفضل کا مطالعہ کرتے اور اس میں شامل ہونے والے مضامین سے استفادہ کرتے بلکہ اس میں جو وطن عزیز کی خبریں آخری صفحہ پر شائع ہوتی ہیں ان کو پڑھتے ہیں جو ملک کے حالات معلوم کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ الفضل کا پہلا صفحہ میں تو اپنے بچوں کو دیتا تھا کہ ان کو اردو بھول ہی نہ جائے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کو الفضل دیکر پہلا صفحہ پڑھواتا تاکہ اردو بھی صحیح رہے اور دینی علم بھی بڑھتا رہے۔

والدہ صاحبہ کا الفضل کیلئے شوق

خاکسار تو جامعہ میں تعلیم کے حصول کے لئے ربوہ تھا اور ہوسٹل جامعہ احمدیہ میں قیام تھا۔ مگر والدہ صاحبہ اور بہن، بھائی ابھی گاؤں میں ہی تھے۔ والدہ صاحبہ کا سب سے بڑا اشتیاق اور خواہش یہ تھی کہ کسی طرح ربوہ آجائیں، چنانچہ ان کے شوق کو دیکھ کر خاکسار نے والدہ صاحبہ کو محلّہ دارالعلوم میں ایک مکان کرایہ پر لے دیا جس میں والدہ صاحبہ اور بہن، بھائی گاؤں سے منتقل ہوگئے۔ یہاں پر والدہ کے لئے الفضل لگوا کر دیا، وہ بہت انہماک سے روزنامہ الفضل بلا ناغہ مطالعہ کرنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت سے لے کر اب تک ہمارے گھر میں الفضل باقاعدگی سے آتا ہے۔

الفضل کے مطالعہ کا شوق کا یہ عالم ہے کہ اس وقت بعض مجبوریوں کی وجہ سے الفضل تو نہیں آتا، لیکن جب تک آتا رہا اس وقت تک ہم ایک یا دو جتنے بھی بنڈل آجاتے انہیں پڑھے بغیر کچھ کام نہ کر سکتے تھے اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے انٹرنیٹ پر آجاتا ہے اور ہر روز صبح انٹرنیٹ سے الفضل کا مطالعہ ہو جاتا ہے۔

خاکسار نے یہاں چند ایک دوستوں سے بھی الفضل کا ذکر کیا اور پوچھا کہ الفضل کے بارے میں وہ بھی اپنے کچھ تاثرات بیان کریں اس سلسلہ میں لاس اینجلس میں ایک اور دوست مکرم رشید راشد صاحب جو ''طنز و مزاح'' کی کتب کے مصنف ہیں نے خاکسار کو بتایا۔

ہمارے والد حضرت حاجی محمد الدین تہالوی نے 1903ء میں حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر اُن کی جہلم میں آمد کے موقع پر بیعت کی۔ جب میں نے ہوش سنبھالا تو گھر کی الماریوں میں الحکم اور الفضل کے پرانے شماروں کے ڈھیر لگے دیکھے۔ الفضل کا تازہ شمارہ روزانہ بذریعہ ڈاک ہمارے گھر آتا تھا۔ سب سے پہلے حضرت والد صاحب اس کا تفصیلی مطالعہ کرتے اس کے بعد ہم بھائی بہنوں کی باری آتی۔ گاؤں کے دوسرے احمدی احباب بھی پڑھنے کے لئے لے جاتے۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا دور تھا اور حضور کے خطبات اور ہدایات کے علاوہ دیگر دینی، علمی و ادبی مضامین اور جماعتی خبریں اور اعلانات پڑھنے کو ملتے۔ ان دنوں ٹیلیفون اور دیگر جدید مواصلات کی سہولتیں عام نہ تھیں اور مرکز سے رابطہ کا واحد ذریعہ الفضل ہی تھا۔ جب تقسیم ہند کے بعد مرکزِ احمدیت قادیان سے ربوہ منتقل ہوا تو ربوہ میں ابتدائی دور میں پرنٹنگ کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے الفضل کچھ عرصہ لاہور سے چھپتا رہا۔ لیکن ربوہ میں ضیاء الاسلام پریس آجانے کے بعد الفضل یہاں سے باقاعدگی سے شائع ہونے لگا۔ البتہ گاہے بگاہے معاندین احمدیت کی شرارتوں یا حکومت کی پابندیوں کی بنا پر کبھی کبھی اشاعت میں تعطل بھی ہو جاتا۔ جب مرکز قادیان سے ربوہ منتقل ہوا تو الفضل کے ایڈیٹر محترم روشن دین تنویر تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قادیان سے ہجرت کے بعد روشن دین تنویر صاحب کا خاندان کھاریاں میں ہمارے ساتھ والے مکان میں منتقل ہوا۔ میں اس وقت پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا اور مجھے علم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ محترم روشن دین تنویر صاحب کا ایک بیٹا میرا ہم عمر تھا جس سے جان پہچان کے نتیجے میں علم ہوا کہ اس کا تعلق کس خاندان سے ہے۔

ربوہ میں ایک لمبا عرصہ محترم نسیم سیفی صاحب اور مسعود احمد صاحب دہلوی الفضل کے ایڈیٹر رہے۔ دونوں بزرگ نہایت مخلص اور علم و ادب سے گہری دلچسپی رکھنے والے تھے۔ مسعود احمد دہلوی صاحب کی رہائش ربوہ میں دارالرحمت غربی

جمعرات 24 اپریل 2003ء

روزنامہ الفضل

خلیفہ خدا بناتا ہے

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنی آخری بیماری میں فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کئی خواہش رکھنے والے اٹھ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے ہم خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے سوا کسی کو خلیفہ بنانے پر راضی نہیں ہوں گے۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل ابوبکر حدیث 4399)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انتخاب

تمام احباب جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج مورخہ 22۔اپریل 2003ء بروز منگل بعد نماز مغرب و عشاء بیت الفضل لندن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی مقرر کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بصدارت محترم چوہدری حمید اللہ صاحب منعقد ہوا جس میں حسب قواعد ہر رکن نے خلافت احمدیہ سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب سلمہ ربہ کو خلیفۃ المسیح منتخب کیا۔ اراکین مجلس انتخاب خلافت نے اسی وقت آپ کی بیعت کی جس کے بعد احباب کو (بیت الذکر) میں آنے کی عام اجازت دے دی گئی۔ اور (بیت الذکر) اور گردونواح کے جملہ موجود احباب جماعت نے جن کی تعداد تقریباً دس اور گیارہ ہزار کے درمیان تھی آپ کی بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو منظور فرماتے ہوئے اسے بہت بابرکت فرمائے۔ آمین

اے ہمارے رحیم اور رحمٰن خدا! اے ہمارے کریم اور ودود رب! ہم تیرے شکر گزار ہیں کہ تو نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا اور ہماری حالت خوف کو ایک بار پھر امن میں بدل دیا۔ اے ہمارے قادر اور قیوم خدا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک بار پھر تیرے مسیح موعود اور مہدی معہود کی پیشگوئی مندرج رسالہ الوصیۃ پوری شان اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی۔ وللہ الحمد۔

والسلام خاکسار

عطاء المجیب راشد

سیکرٹری مجلس شوریٰ

22۔اپریل 2003ء

میں سوئمنگ پول کے قریب تھی۔ الحمدللہ میری ان سے ملاقات رہی اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

روزنامہ الفضل دینی جریدہ تو ہے ہی اس میں علمی اور ادبی مضامین بھی باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔ ربوہ میں علمی و ادبی مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں جن میں پاکستان کے چوٹی کے ادیب اور شاعر شرکت کیا کرتے تھے۔ ان علمی و ادبی مجالس کا مرکز تعلیم الاسلام کالج تھا۔ ایک بار کالج میں اُردو کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں دیگر مشاہیر ادب کے علاوہ اُردو ادب کے مشہور ادیب، شاعر اور نقاد پروفیسر سجاد باقر رضوی نے بھی شرکت کی اور آپ نے ''ادب اور زندگی کا رشتہ'' پر پُر مغز مقالہ پڑھا۔ خاکسار کے پاس الفضل کا 30 مئی 1992ء کا پرچہ موجود ہے جس میں یہ مقالہ چھپا ہے۔ اسی پرچے میں علمی مسائل کے عنوان سے حضرت مصلح موعود کا ایک تحقیقی مضمون سبت کے بارے میں ہے۔ حفظان صحت کے بارے میں بھی دلچسپ معلومات ہیں۔ ان حوالوں کا مقصد یہ ہے کہ روزنامہ الفضل روحانی تشنگی کے علاوہ قارئین کی علمی و ادبی و دیگر ضرورتوں کو بھی پورا کر رہا ہے۔

میری بیگم ڈاکٹر طاہرہ نسرین نے الفضل کے کچھ پرانے تراشے سنبھال کر رکھے ہیں جن میں ان کی شاندار تعلیمی کامیابیوں کی خبریں ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم تراشہ الفضل کی 23/ جون 1956ء کا ہے جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

میٹرک کے نتائج پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا پیغام

ربوہ 21/ جون (بذریعہ تار) پشاور یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں ایک احمدی بچی کی نمایاں کامیابی پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مری سے بذریعہ تار مندرجہ ذیل پیغام ارسال کیا ہے:

''میٹرک کے امتحان میں ایک احمدی بچی (طاہرہ نسرین بنت مرزا نثار احمد فاروقی) اول آئی ہے۔ گو اس امر کا افسوس ہے کہ احمدی طلباء نے مجھے اپنے نتائج سے خوش نہیں کیا ہے۔''

روزنامہ الفضل میں طاہرہ نسرین فاروقی کی ایف ایس سی، بی ایس سی اور ایم ایس سی میں پشاور یونیورسٹی میں اول آنے کی خبر اور 1966ء کی اشاعت میں ان کے لورپول یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی ہونے پر بھی خبر شائع ہوئی تھی۔

(رشید راشد لاس اینجلس)

صدر لجنہ لاس اینجلس

محترمہ امۃ المجیب صدر لجنہ لاس اینجلس نے الفضل کے بارے میں یوں اپنے تاثرات بیان کئے ہیں۔

خاکسارہ کے والد مکرم ومحترم چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب اور والدہ مکرمہ ومحترمہ امۃ الحئی اکرام اللہ صاحب نے ہم سب بہن بھائیوں میں جماعتی لٹریچر کا احترام اور پڑھنے کا شوق بچپن سے ہی پیدا کیا تھا۔ حالات حاضرہ سے ہمیشہ واقف رہنے کے لئے روزنامہ الفضل کو باقاعدگی سے پڑھنے کی سب کو عادت ڈالی ہے۔ ''الفضل'' اخبار کو پڑھنا ہر ایک کا شوق تھا، سب سے پہلے موقعہ والد صاحب کو ہی ملتا تھا جبکہ والدہ صاحبہ گھریلو کام کاج سے فارغ ہو کر تسلی سے پڑھنے کو ترجیح دیتی تھیں۔

پہلے صفحہ پر اوّل خلیفۃ المسیح کی صحت سے متعلق اطلاع پڑھتے نیز اس کے نیچے ضروری اعلانات، اس کے بعد روحانی خزائن یا ملفوظات کے دیئے گئے اقتباس کو پڑھتے۔ اگر اخبار میں خطبہ جمعہ کا متن ہوتا تو وہ سب سے اہم مضمون سمجھ کر پڑھا جاتا۔ متفرق اعلانات اور اعلانات وصیت خصوصی دلچسپی کا موجب ہوتے تھے۔ بعض اوقات تو بچوں میں بحث ہو جاتی تھی کہ اخبار پہلے کس نے پڑھنا ہے۔ الفضل کے خصوصی ایشو جیسے مصلح موعود نمبر کافی ہفتوں تک پڑھے جاتے ہیں۔ والدین اکثر ان سے مضامین کا تذکرہ بمعہ ذاتی تجربات کے ساتھ کرتے تھے۔

ایک اور دوست مکرم انیس احمد صاحب لکھتے ہیں۔

میرا تعلق بہاولپور چک نمبر 127 برانچ ضلع فیصل آباد سے ہے۔ میرے والد صاحب ریٹائر ہو کر اس گاؤں میں اپنی موروثی زمین پر آ کر آباد ہوئے، ریٹائر ہونے سے پہلے اپنا مکان اس گاؤں میں بنوا لیا ہوا تھا۔ جب ہم نے ہوش سنبھالا غالباً 1943ء کی بات ہے اس وقت اس گاؤں میں الفضل اخبار یہاں پر پہلے سے مقیم چوہدری محمد عبداللہ خان صاحب جو کہ حضرت مسیح موعود کے رفیق تھے، ان کے ہاں آیا کرتا تھا۔ اس کے بعد میرے والد صاحب نے بھی اس اخبار کو اپنے نام جاری کروایا اور ایک زمیندار گھرانہ تھا، ان کے ہاں بھی آیا کرتا تھا۔

اخبار بذریعہ ڈاک قادیان سے آتا اور یہ تینوں بزرگ اپنا اپنا اخبار لے کر اپنی جیبوں میں ڈال لیتے اور کسی کو اس وقت تک نہ دیتے جب تک خود اس کو مکمل طور پر پڑھ نہ لیتے۔ غرضیکہ یہ ان کی غذا تھی اگر کسی وجہ سے اخبار لیٹ ہو جاتا یا چھٹی کے روز نہ ملتا تو ان کی حالت غیر ہو جاتی ان کے نزدیک یہ سلسلہ کا قائمقام ہوتا اور ہر حکم کی تعمیل کرنا اور کروانا اپنا فرض سمجھتے اہم مضامین بطور درس ہر روز بیت میں پڑھ کر سنائے جاتے ہر تحریک کو جماعت میں باقاعدہ نشر کیا جاتا۔ جنگ کا زمانہ تھا الفضل اس کے متعلق بھی خبریں مختصر کر کے شائع کرتا۔

غیر از جماعت دوستوں کو بھی الفضل کے مضامین سے آگاہ کرتے غرضیکہ الفضل ان بزرگان کے لئے ایک علمی خزانہ تھا جس کو مشتہر کرنا اپنے ذمہ لیا ہوا تھا۔

ان کے نزدیک الفضل نے جماعت ہائے احمدیت کو ایک خاندان بنا دیا تھا کیونکہ اس میں خوشی اور غمی کی ہر خبر ہوتی اور اس کے مطابق عمل کرتے۔ جہاں تعلق زیادہ ہوتا ان سے بذریعہ خطوط خوشی اور غمی کا اظہار کیا جاتا اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم سب بہن بھائی نظام وصیت میں شامل ہیں اور آج تک الفضل ہمارے گھروں میں جہاں بھی جائیں موجود ہوتا ہے اور ہمارے بھائیوں کی اولادیں بھی الفضل سے مستفید ہوتی ہیں جیسے ہمارے بزرگوں نے اس کو ورد جان بنایا ہوا تھا ہم اس کی مکمل پیروی کرتے ہیں۔

جن گھروں میں سلسلہ کا کوئی رسالہ یا اخبار نہیں جاتا وہ آہستہ آہستہ دور ہوتے جا رہے ہیں اور احمدیت کی چھاپ ہی رہ گئی ہے۔

مکرم ملک مسعود احمد صاحب نیشنل جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ یو ایس اے سے جب الفضل سے استفادہ کے بارے میں بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ۔ ایم ٹی اے سے پہلے مرکز سے، خلافت سے اور جماعت کے ساتھ تعلق کا بہترین ذریعہ الفضل ہی تھا۔ اس میں ہر روز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی صحت کے بارے میں بھی دور دراز کی جماعتوں کے افراد کو الفضل کے ذریعہ ہی اطلاع ملتی تھی جس سے احباب اپنے روحانی پیشوا کے لئے دل و جان سے ان کی صحت و عافیت اور سلامتی کے لئے دعائیں کرتے تھے۔

انہوں نے مزید بتایا کہ امریکہ ڈیٹرائٹ میں ہمارے بھائی مکرم ڈاکٹر مظفر شہید کی قربانی پر جو حضور نے خطبہ دیا تھا اس کی ہمیں الفضل کے ذریعہ ہی پتہ چلا اسی طرح الفضل کے ذریعہ ہی حضور کا پیغام بھی جماعت احمدیہ امریکہ کو ملا۔

مکرم فاروق احمد صاحب بسرا صاحب، طارق احمد صاحب بسرا اور ان کے دیگر بہن بھائی جو کہ آج کل میری لینڈ امریکہ میں رہائش رکھتے ہیں ان کا تعلق سرگودھا سے ہے۔ جب میں نے ان کے ساتھ الفضل کی بات کی تو انہوں نے خاکسار کو بتایا کہ ان کے دادا کا نام چوہدری غلام رسول بسرا ہے جو سرگودھا کے ایک گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔ انہیں الفضل پڑھنے کا بہت شوق تھا، کہتے ہیں کہ یہ غالباً 1957ء کی بات ہے اس وقت سے یاد ہے کہ اس وقت اس میں بچوں کے لئے بھی ایک صفحہ ہوتا تھا جو ہم بھی شوق سے پڑھتے تھے۔ بلکہ بچوں کو بھی الفضل پڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ الفضل کبھی کسی بچے کے بستہ سے نکلتی تو کبھی دوسرے بچے کے بستہ سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا جان کو اخبار سے اس قدر محبت اور دلی لگاؤ تھا کہ انہوں نے الفضل کے تمام پرچوں کو اکٹھا کر کے جلدوں میں کروایا ہوا تھا۔

لاس اینجلس میں جماعت احمدیہ کی ایک بزرگ اور مخلص احمدی خاتون ڈاکٹر فہمیدہ منیرہ سے جب الفضل کے بارے میں بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ

''میری زندگی میں سب سے اہم موڑ الفضل ہی سے آیا ہمارے گھر میں الفضل بلاناغہ آتا تھا جسے میں روزانہ پڑھ کر نکلتی تھی۔ یہ 1964ء کی بات ہے کہ اس میں خلیفہ ثانی کا اشتہار ضرورت برائے لیڈی ڈاکٹر فضل عمر ہسپتال پڑھا، جبکہ میں اس وقت یوکے جانے کی تیاری مکمل کر چکی تھی، خاکسارہ کو انگلینڈ کا ایمپلائمنٹ ووچر اور ٹکٹ مل چکا تھا۔ اس کے باوجود ربوہ درخواست بھیجی جو منظور ہوئی اور یوں مجھے ربوہ کی پہلی لیڈی ڈاکٹر بننے کا شرف الفضل کی وجہ سے حاصل ہوا اور بطور شاعرہ الفضل ہی میری پہچان ہے۔ پھر جب پہلی دفعہ حکومت کے کہنے پر الفضل کی اشاعت روک دی گئی تو میں، میرے میاں اور بچے سب بہت افسردہ ہوئے اور میں بہت روئی۔ اب یہاں یو ایس اے آ کر بھی میں بذریعہ انٹرنیٹ روزانہ الفضل کا مطالعہ کرتی ہوں اور میں اپنے بچوں کو الفضل روزانہ پڑھنے کی تلقین کرتی ہوں۔

اسی طرح میرے میاں الفضل اتنے انہماک سے اشتہارات سمیت پڑھتے تھے کہ میں اکثر ان سے کہتی کہ آپ نے امتحان دینا ہے الفضل کا؟ پھر ایک دفعہ میرے میاں ملک منیر صاحب نے مجھے بتایا کہ میں ابھی پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے اکنامکس کر رہا تھا تو ایک روز میرے استاد ڈاکٹر عباس صاحب جو ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ بھی تھے نے کلاس سے پوچھا کہ کوئی احمدی میری کلاس میں ہے کیا؟ میرے میاں کے کھڑا ہونے پر بتایا کہ **میں الفضل روزانہ پڑھتا ہوں اور میں شیعہ مسلک سے ہوں اس کے باوجود میں نے الفضل باقاعدہ لگوائی ہوئی ہے۔ اور اس میں جو دینی معلومات مجھے ملتی ہیں وہ اور کہیں نظر نہیں آتیں** یہ دینی معلومات کا بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ الفضل پر اپنی حفاظت کی چادر رکھے، اور یہ نہر ہمیشہ ایمانوں کو جلا بخشتی رہے۔ آمین

☆☆☆☆☆

محترم سید محمود احمد شاہ صاحب

میدان عمل میں الفضل کی افادیت

محترم سید محمود احمد شاہ صاحب بطور مربی سلسلہ فیلڈ میں خدمات انجام دینے کے بعد نائب ناظر اصلاح وارشاد مقرر ہوئے اور ساتھ ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں کئی سال تک خدمات بجا لاتے رہے ہیں، پہلے مہتمم اطفال اور پھر صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے طور پر بھرپور کام کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ بطور ناظر رشتہ ناطہ اور انچارج گلشن احمد نرسری خدمت کی۔ آجکل آپ ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ اور صدر تزئین کمیٹی ربوہ کے عہدوں پر فائز ہیں۔ آپ کے دفتر اصلاح و ارشاد میں محترم عبدالسمیع خان صاحب اور خاکسار نے مؤرخہ 22/ اکتوبر 2012ء کو ملاقات کی۔ آپ نے الفضل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ ایک مربی سلسلہ کے لئے فیلڈ میں الفضل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جب 1989ء میں میں شیخوپورہ میں تھا۔ اس وقت ذرائع ابلاغ محدود تھے، اطلاعات پہنچانے کے لئے خاطر خواہ انتظام موجود نہ تھا۔ ان دنوں میں الفضل کا روز انتظار رہتا کہ مرکز کی کوئی بات پتہ لگے اور خلیفۂ وقت کی تحریکات اور ارشادات سے آگاہی ہو۔ گویا مرکز سے رابطہ کا بہت اہم ذریعہ الفضل ہی تھا۔ انہوں نے کہا ویسے تو الفضل میں شائع ہونے والی ہر تحریر ہی بہت خوب ہوتی ہے تاہم پہلے صفحہ پر جو حدیث شائع ہوتی ہے اگر اس کو پڑھا جائے اور عمل کیا جائے تو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے اگر لوگ روزانہ چھپنے والی احادیث کا مطالعہ کریں، صبح سے شام تک اس کی جگالی کریں اور یاد کرکے اس پر عمل شروع کردیں تو ایک عام انسان بھی ایک سال میں عالم بن جاتا ہے۔ انہوں نے الفضل کی خریداری میں اضافہ کرنے کے حوالے سے فرمایا کہ اگر ہر احمدی پانچ خریدار بنانے کا ارادہ کرے تو اس کی خریداری کو بہت آسانی سے بڑھایا جا سکتا ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے حالیہ عرصہ میں الفضل کے پانچ نئے خریدار بنالئے ہیں۔

(مرتبہ: فخر الحق شمس صاحب)

☆☆☆☆☆

خدمت دین کے جذبہ سے کام کرنے کی توفیق ملی

الفضل کے قدیم کارکن مکرم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب 10 اکتوبر 1948ء کو پیدا ہوئے۔ 3 دسمبر 1965ء کو الفضل میں بطور کلرک درجہ دوم ملازم ہوئے اور کئی رنگ میں الفضل کی خدمت کی توفیق پائی اور بطور مینیجر روزنامہ الفضل بھی 4 سال خدمت کی سعادت ملی۔ جب آپ ملازم ہوئے تو الفضل کا دفتر دارالرحمت غربی ربوہ میں تھا۔ الفضل میں کام کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے بزرگ علماء حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب، محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، محترم مولانا ابوالعطاء صاحب، محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد اسمٰعیل دیالگڑھی صاحب سے ملاقات کا شرف اور ان کی دعائیں ملتی رہیں۔

1974ء کے ابتلاء کے دور کا ایک واقعہ سناتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پولیس اور بعض لوگ ایک بس پر بیٹھ کر ربوہ آئے اور دفتر روزنامہ الفضل کو گھیر لیا۔ گیانی صاحب دفتر میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے فون کیا کہ پولیس اور عوام نے دفتر کو گھیر لیا ہے فوراً دفتر آجاؤ۔ چنانچہ خاکسار دفتر کے لئے روانہ ہوا راستے میں خدام نے باہر نکلنے اور اس طرف جانے سے روکا اور میری شناخت پر مجھے جانے دیا۔ وہاں پولیس موجود تھی اور یہ لوگ الفضل پر بعض پابندیاں لگانے کا حکم لے کر آئے تھے۔ چنانچہ اس وقت ایک تحریر لکھوائی گئی جو کہ محترم مسعود احمد خان دہلوی صاحب نے تحریر کی اور خاکسار نے دستخط کئے تھے۔ ان پابندیوں کی وجہ سے روزنامہ الفضل کی کاپی انفارمیشن آفیسر سرگودھا کو دکھانے کے لئے وہاں لے کر جاتے۔ گیانی صاحب نے میرے کام سے خوش ہو کر انعام عطا فرمایا۔ اس وقت کاپی تیار کرکے پہلے محترم نسیم سیفی صاحب کو دکھائی جاتی پھر سرگودھا انفارمیشن آفیسر کے پاس کاپی لے کر جاتے جو خود کاپی دیکھتا اور نشاندہی کر دیتا۔ وہ لائن شائع نہ کی جاتی اور جگہ خالی چھوڑ دی جاتی تھی۔ یہ کام تقریباً تین ماہ کے عرصہ تک چلتا رہا۔

ایک دفعہ اس انفارمیشن آفیسر سے ملاقات ہوئی انہوں نے یوسف سہیل شوق صاحب کے بارے میں پوچھا کہ وہ کتنی تنخواہ لیتے ہیں۔ الاؤنس کا سن کر وہ حیران رہ گئے اور کہا کہ یہ میرا کلاس فیلو ہے اور بہت ذہین اور قابل آدمی ہے۔ لیکن اس کو اجرت بہت معمولی مل رہی ہے۔ اس وقت ان کو 300 روپے ماہانہ الاؤنس ملتا تھا۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ وہ تو صرف سعادت کے لئے یہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ کافی حیرانی کا اظہار کرتا رہا۔

ہاشمی صاحب نے بتایا کہ اس وقت دفتر مختصر سا ہوتا تھا۔ 3 کلرک ہوتے تھے اور اکاؤنٹ کے لئے عمارت کے اندر باتھ روم کے لئے چھوڑی ہوئی جگہ پر دفتر بنایا گیا تھا۔ مختصر جگہ اور مختصر ساز وسامان تھا۔ آمد وخرچ کا کام ایک ہی آدمی سنبھالا کرتا تھا۔ کارکنان کے کام سے خوش ہو کر گیانی صاحب نے 100 روپے انعام کا وعدہ کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں اپنے وعدہ کا ذکر کیا تو حضور انور نے منظوری عطا فرمائی اور اس وقت سے ہر کارکن کو سالانہ 100 روپے انعام ملتا رہا۔ جو بعد کے حالات کے مطابق بڑھا بھی دیا گیا۔

الحمدللہ الفضل میں کام کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے فضلوں اور برکتوں سے نوازا اور کمیوں اور پریشانیوں سے ہمیشہ محفوظ رکھا۔ زندگی کے نشیب وفراز تو آتے رہتے ہیں مگر ہمیشہ فلاح اور کامیابی سے نوازتا رہا۔

(مرتبہ: محمد رئیس طاہر صاحب)

بڑھاپے میں روح کی غذا

مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب۔ ناروے

خاکسار ابھی اطفال میں تھا اس وقت سے الفضل ہمارے گھر آتا تھا۔ میں بھی جب خادم کی عمر کو پہنچا تو مجھے بھی الفضل کے مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ الفضل کے مطالعہ نے میرے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کی اور مجھے بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی الفضل میں کوئی مضمون لکھ کر بھجواؤں۔ چنانچہ مجھے یاد ہے میں نے چند چھوٹے چھوٹے تربیتی مضامین الفضل میں بھجوائے تھے۔ اور اس وقت وہ شائع بھی ہوئے تھے جب الفضل کے ایڈیٹر صاحب نے میرا حوصلہ بڑھایا تو پھر مجھے الفضل کے لئے اپنے ٹوٹے پھوٹے اشعار لکھنے کی بھی ہمت پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس وقت کے جو بزرگ ایڈیٹر تھے ان میں مکرم روشن دین تنویر صاحب، مکرم مسعود احمد خان دہلوی صاحب اور مکرم نسیم سیفی صاحب میرے اشعار کی تصحیح کر کے شائع کرتے رہے۔ خدا ان کے درجات بلند کرے اور اب چند سالوں سے مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر الفضل مسلسل میری نظمیں شائع کر کے میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ اب بڑھاپے کی عمر میں بھی الفضل میری روح کی غذا ہے جب تک روزانہ مطالعہ نہ کر لوں چین نہیں آتا۔

☆☆☆☆☆

بستے میں ڈال کر لے آتا

مکرم نصیر احمد صاحب بدر مربی سلسلہ

یوں تو الفضل کا سفر 1913ء سے شروع ہوتا ہے لیکن میرا سفر الفضل کے ساتھ اس وقت شروع ہوا جب میں نے اپنے گاؤں چک نمبر 565 گ ب غربی ضلع فیصل آباد کے پرائمری سکول کی تیسری یا چوتھی جماعت میں قدم رکھا۔ اس وقت ہمارے گاؤں کا ڈاکیا ہماری جماعت کے اکثر خطوط اور اخبار الفضل ہمارے سکول میں دے آتا اور ماسٹر صاحب وہ ڈاک بچوں کے ذریعہ گھروں میں بھجوا دیتے۔ مجھے بھی الفضل کے دو تین پرچے ملتے اور میں اپنے بستہ میں ڈال کر گھر لے آتا اور عصر یا مغرب کی نماز پر بیت الذکر پہنچا دیتا۔ الفضل کے ساتھ یہ میرا ابتدائی تعارف تھا۔ اگرچہ میں بچپن کی اس عمر میں الفضل کا مطالعہ تو نہ کر سکتا۔ کوئی ایک آدھ لفظ دیکھ لیتا لیکن پانچویں جماعت میں پہنچ کر جب میں الفضل سکول سے لے کر بیت الذکر پہنچاتا تو مغرب کی نماز کے بعد صدر صاحب مجھے کہتے کہ فلاں حصہ پڑھ کر سنا دو۔ اگر میں کوئی لفظ غلط پڑھتا تو وہ اس کی اصلاح کروا دیتے۔ اس سے مجھے ایک تو آہستہ آہستہ اردو پڑھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا اور دوسرے الفضل کے مضامین پڑھنے سے میرے علم میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ الفضل سے ایک دلی انس اور لگاؤ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب میں مڈل اور ہائی تعلیم کے لئے دوسرے سکولوں میں داخل ہوا تو واپس گاؤں آ کر روزانہ بیت الذکر میں بیٹھ کر الفضل کا مطالعہ کرتا۔ میٹرک کے بعد جب جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ ملا تو وقفہ کے دوران جامعہ کی لائبریری میں الفضل پڑھتا۔ جامعہ کی تعلیم مکمل کر کے میدان عمل میں گیا تو میری تو عید ہو گئی۔ کیونکہ اب پہلی دفعہ الفضل میرے نام آنا شروع ہوا اور میں اسے شروع سے آخر تک مطالعہ کے بعد سنبھال کر اپنے پاس رکھتا اور دوستوں کو اس کی اہم باتوں سے آگاہ کرتا بلکہ بسا اوقات درس کے لئے بھی اسی سے انتخاب کرتا۔ جب مجھے چینی زبان سیکھنے کے لئے چین بھجوایا گیا تو وہاں کچھ عرصہ کے لئے نان چنگ ٹیچنگ یونیورسٹی میں الفضل سے رابطہ کٹ گیا۔ لیکن جونہی مجھے وہاں انٹرنیٹ کی سہولت میسر آئی تو نہ صرف ربوہ سے شائع ہونے والا روزنامہ الفضل انٹرنیٹ پر مطالعہ کر کے اپنی پیاس بجھاتا بلکہ الفضل انٹرنیشنل سے بھی فیضیاب ہوتا۔ جاپان میں قیام کے دوران الفضل کا ہفتہ وار پیکٹ ملتا تو اس دن ہفتہ بھر کے تمام پرچے بڑی تسلی سے مطالعہ کرتا اور اہم مضامین اور ہدایات نوٹ کر کے انہیں اپنے پروگراموں میں شامل کرتا۔ پاکستان میں جہاں بھی ڈیوٹی لگتی پیارا الفضل ہمیشہ میرے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا۔

چین میں قیام کے دوران جب پہلی دفعہ میں نے چینی زبان میں مقابلہ کے ایک مضمون لکھا جو وہاں کے اخبار میں شائع ہوا اور اخبار کے دفتر سے مجھے ایک چیک ملا کہ آپ کے مضمون کے اتنے الفاظ تھے اس کا معاوضہ ارسال ہے۔ اگرچہ اس کی بھی مجھے خوشی ہوئی لیکن الفضل میں جب میرا پہلا مضمون شائع ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ ہمارے اپنے اخبار میں میرا مضمون شائع ہوا تھا اور کئی دوستوں نے مجھے مبارکباد بھی دی۔ جب الفضل میں میرا مضمون شائع ہوا تو مجھے مزید لکھنے کا حوصلہ ہوا اور میں نے بعد میں بھی کئی مضامین بھجوائے جن میں سے کئی ایک شائع بھی ہوئے۔

روزنامہ الفضل کیلئے مالی قربانی کرنے والی عظیم المرتبت ہستیاں

حضرت اماں جان، حضرت نواب محمد علی خاں، حضرت ام ناصر اور حضرت ناصرہ بیگم

مکرم محمد رئیس طاہر صاحب

حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ

آپ حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں 1865ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی پیدائش کے ساتھ ہی خدا کی نصرت آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے شامل حال ہوگئی۔ آپ کے گھر والوں کو کچھ مالی تنگی تھی۔ چنانچہ روایت ہے۔ کہ آپ کی پیدائش کے بعد پہلی برکت یہ نازل ہوئی کہ حضرت میر صاحب کو پانچ ہزار کی جائیداد بغیر کسی قسم کی سعی کے مل گئی۔..... اس کے بعد حضرت میر صاحب کی بیکاری کا زمانہ ختم ہوا۔ اور ملازمت کا دور شروع ہوگیا۔ اس طرح سے آپ کا وجود خاندان کیلئے خیر و برکت کا موجب ہوا۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ از عرفانی صاحب صفحہ 126)

آپ کا نام نصرت جہاں بیگم تھا لیکن آپ کے والد آپ کو عائشہ اور عورتیں نصیر الجہاں کے نام سے پکارتی تھیں۔ آپ نے قرآن کریم اور اردو لکھنے پڑھنے کی تعلیم اپنے والد صاحب سے ہی حاصل کی۔ خدائی نوشتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی۔ اور آپ کی اور آپ کی اولاد کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیاں پہلے سے ہی موجود تھیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

’’چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت (دین حق) کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔...... میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کیلئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 275)

آپ کا نکاح اور تقریب رخصتانہ نہایت سادگی کے ساتھ نومبر 1884ء میں ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو دس بچوں سے نوازا۔ جن میں پانچ بچے چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگئے۔ جن کی وفات پر آپ نے بہت ہی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔

آپ کے بیٹے مبارک احمد کی وفات پر آپ نے جو صبر و رضا کا اعلیٰ ترین نمونہ دکھایا اس پر عرش پر خدائے ذوالجلال اپنی اس عابدہ زاہدہ پر نہال ہوگیا۔ چنانچہ یہ واقعہ تاریخ میں درج ہے۔

’’جب مبارک احمد کی وفات ہوئی تو حضرت اماں جان کی زبان سے پہلا کلمہ یہ نکلا انا للّٰہ ...... کوئی نعرہ نہیں مارا کوئی چیخیں نہیں ماریں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اس بات کی مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ حضرت اماں جان نے اس وقت فرمایا میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں جب اس طرح آپ نے اس امتحان کو قبول کرلیا تو آسمان پر حضرت اماں جان کے لئے وحی الٰہی نازل ہوئی۔ ’’خدا خوش ہوگیا‘‘ حضرت مسیح موعود نے یہ الہام جب حضرت اماں جان کو سنایا تو آپ نے فرمایا۔ ’’مجھے اس الہام سے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ دو ہزار مبارک احمد بھی مرجاتا میں پرواہ نہ کرتی۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ از عرفانی صاحب صفحہ 269)

آپ اعلیٰ ظرف، وسیع النظر، انسانیت سے محبت رکھنے والی، ہمدرد اور خیر خواہ تھیں آپ دنیاوی رسم و رواج کی بجائے صرف اور صرف الٰہی تعلیم پر عمل پیرا تھیں۔ اور آپ کا دل خدا تعالیٰ کی محبت اور انسانی ہمدردی سے بھرا ہوا تھا۔

عورت کے لئے سب سے مشکل گھڑی اس کی اولاد کا فوت ہوجانا ہے۔ حضرت اماں جان کا خدا پر ایمان اس قدر پختہ تھا کہ آپ کی اولاد آپ کے سامنے فوت ہوئی لیکن ہر دفعہ انتہائی صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے خدا کی رضا پر راضی ہوگئیں۔ کبھی کلمہ شکایت زبان پر نہ لائیں۔ کوئی جزع فزع نہ کی کسی قسم کی گھبراہٹ کا بھی اظہار نہ کیا۔ بشیر اول کی وفات کے موقع پر جب دیکھا کہ بچے کے اب بچنے کی کوئی صورت نہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی نماز کیوں قضاء کروں۔ چنانچہ آپ نے وضو کرکے نماز شروع کردی اور نہایت اطمینان کے ساتھ نماز ادا کرکے دریافت فرمایا کہ بچے کا کیا حال ہے تو بتایا گیا کہ بچہ فوت ہوگیا ہے تو آپ انا للّٰہ...... پڑھ کر خاموش ہوگئیں۔

(سیرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ از عرفانی صفحہ 248)

ایک دفعہ حضرت اماں جان موسم گرما میں بیت الدعا میں نماز پڑھ رہی تھیں تو ایک خادمہ آپ کو حالت نماز میں پنکھا کرتی رہیں۔ آپ فارغ ہوگئیں تو خادمہ نے وہیں نماز پڑھنی شروع کردی تو حضرت اماں جان نے پنکھا ہاتھ میں لے لیا اور پنکھا کرنے لگیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے گھبرا کر جلدی سے نماز ختم کردی تا کہ کہیں بے ادبی نہ ہو اور میں توبہ توبہ کرنے لگی۔ حضرت اماں جان نے سن کر فرمایا کہ ’’کیا میں ثواب حاصل نہ کروں‘‘۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ از عرفانی صاحب صفحہ 285)

آپ کا بابرکت وجود اعمال صالحہ، صبر و رضا، اطاعت، محبت و اخلاص اور ہمدردی مخلوق کے خمیر سے گوندھا ہوا تھا کہ جس کی روشن کرنیں دور دور تک پھیلتی جارہی ہیں۔ آپ کے وجود سے ظہور پذیر ہونے والے الٰہی نشانات کا جلوہ اس قدر تھا کہ اس کے نور کی چکا چوند سے اپنوں اور غیروں کی رشک بھری نگاہیں آپ کی طرف اٹھتی تھیں۔ چنانچہ آپ کو جو عظیم مرتبہ عطا ہوا اس کے متعلق رفقاء حضرت میر ناصر نواب صاحب سے پوچھتے کہ آپ کوئی ایسی نیکی بتا سکتے ہیں۔ جس کے باعث آپ کی صاحبزادی حضرت مسیح موعود کے عقد میں آئی۔ اس پر میر صاحب نے فرمایا کہ جب سے یہ پیدا ہوئی اس دن سے لے کر جس دن میں نے ان کو ڈولی میں ڈالا یہی دعا روزانہ کرتا رہا ہوں کہ اے خدا تو اس کو کسی بہت نیک کے پلے باندھیو۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ از عرفانی صاحب صفحہ 212)

آپ کے اندر وہ جوہر تھا جو ابتلاؤں کی بھٹی میں پک کر ایک انمول ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہوگیا۔ اور حضرت مسیح موعود کی پاک صحبت نے اس ہیرے کو ایسا تراشا اور صیقل کیا۔ کہ آپ آئندہ نسلوں کے لئے صبر و رضا اور تقویٰ کا روشن مینار بن گئیں اور رہتی دنیا تک ہر تقویٰ پسند شخص آپ کے اسوہ سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔ اور آپ کے درجات بلند ہوتے رہیں گے۔

آپ نے 20/اپریل 1952ء کو ربوہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

آپ نے الفضل کے اجراء کے سلسلہ میں جو مالی اعانت فرمائی۔ حضرت مصلح موعود اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

’’دوسری تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت (اماں جان) کے دل میں پیدا کی اور آپ نے اپنی ایک زمین جو قریباً ایک ہزار روپیہ میں بکی الفضل کے لئے دے دی۔‘‘

(الفضل 4 جولائی 1924ء ص 5)

☆......☆......☆......☆

حضرت نواب محمد علی خان صاحب

آپ یکم جنوری 1870ء کو مالیر کوٹلہ میں نواب غلام محمد خان صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ چھ سات سال کی عمر میں چیفس کالج انبالہ میں دو بھائیوں کے ساتھ بھیج دیئے گئے پھر لاہور میں میٹرک کا امتحان دیا۔ بچپن سے ہی اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ استادوں کی عزت کرتے۔ لڑکوں سے نہ لڑتے جھگڑتے، لیکن پر عزم تھے قوم کیلئے غیرت تھی، غلامی کو برا سمجھتے تھے۔ اپنے والدین کا سایہ چھوٹی عمر میں ہی سر سے اٹھ جانے کی وجہ سے بہن بھائیوں کا آپ نے بہت خیال رکھا۔ بد رسومات سے سخت متنفر تھے شرک سے سخت بیزار تھے۔ رفقاء احمد جلد دوم صفحہ 15 پر ایک واقعہ درج ہے۔ کہ آپ کی ایک بیٹی چھوٹی عمر فوت ہوگئی کسی رشتہ دار نے ایک مشرکانہ رسم کے طور پر پھل بھجوائے تو آپ نے وہ پھل یہ کہہ کر واپس کردیئے کہ اگر سات جوان بیٹے قابل ہوکر بھی میرے سامنے مرجائیں گے تو بھی میں شرک ہرگز نہیں کروں گا۔ علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ مطالعہ کثرت سے کرتے تھے۔ شرک سے مجتنب رہتے ہوئے سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ شروع شروع میں سر سید احمد خان کے مداح تھے۔ حضرت مسیح موعود سے بذریعہ خطوط رابطہ 1889ء میں شروع ہوا۔ 1891ء میں پہلی دفعہ قادیان آئے۔ 19 نومبر 1890ء کو بیعت کرلی۔ شروع میں بیعت کو اخفاء میں رکھا پھر 1891ء میں اعلان بیعت کردیا۔ 1892ء میں جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ 313 رفقاء میں شامل تھے۔ 1901ء میں مستقل ہجرت کرکے قادیان آگئے۔

مالیر کوٹلہ میں آپ نے ایک انجمن مصلح الاخوان بنائی تھی جس کی غرض عوام کی دینی، تمدنی، اخلاقی اصلاح اور ترقی و بہبود تھی۔ جس سے آپ

کے ہمدرد دل کا علم ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ کے نکاح کا اعلان 17 فروری 1908ء کو حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود کی موجودگی میں بیت اقصیٰ میں 56 ہزار روپے حق پر کیا۔ تقریب رخصتانہ 14 مارچ 1919ء کو منعقد ہوئی۔ آپ کی بیٹی حضرت بوزینب صاحبہ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد کے ساتھ دسمبر 1906ء میں حضرت مولانا نور الدین صاحب نے پڑھایا۔ ان کی تقریب شادی 9 مئی 1909ء کو ہوئی۔ آپ کے بیٹے حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کا نکاح مورخہ 7 جون 1915ء کو حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب نے بیت اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود کی چھوٹی بیٹی حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ساتھ پڑھایا۔ شادی 22 فروری 1917ء کو ہوئی۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب نماز و روزہ و تلاوت کے پابند، دعاؤں کے عادی، غریب نواز، ہمدرد، بزرگوں کی خدمت کرنے والے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے والے تھے۔

حضرت مسیح موعود آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔

حبی فی اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ۔ یہ نواب صاحب ایک معزز خاندان کے نامی رئیس ہیں۔...... بہادر خان اور عطاء اللہ خان۔ بہادر خان کی نسل سے یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم ہے جس کا عنوان میں ہم نے نام لکھا ہے۔''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 526)

آپ 10 فروری 1945ء کو فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔

آپ نے 1900ء سے 1918ء تک صدر انجمن کے مختلف عہدوں پر خدمت دین کی توفیق پائی۔ برطانوی حکومت کو جماعت احمدیہ کے اصل عقائد براہ راست پہنچانے کی تجویز آپ نے دی تھی جس پر حضرت مسیح موعود نے 24 فروری 1894ء کو طویل اشتہار اردو اور انگریزی میں شائع فرمایا۔ آپ نے مالی طور پر بڑی مستقل مزاجی سے سلسلہ کی بہت مدد کی۔ وسیع مکانات کے سلسلہ میں، مدرسہ کی مالی اعانت، سفر نصیبین کیلئے، منارۃ المسیح، مرکزی لائبریری، الحکم، دارالضعفاء، تحریک جدید، فتنہ ملکانہ کے موقع پر اور الفضل کے اجراء پر بھی نمایاں مالی خدمات کی توفیق ملی۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اپنے اخراجات پر دعوت الی اللہ کرنے کیلئے افراد کو بھجواتے، اپنے رشتہ داروں کو بھی ہمیشہ دعوت الی اللہ کرتے نیز دعوت الی اللہ کیلئے خطوط بھی بہت کثرت سے تحریر کرتے رہتے تھے۔ آپ کی دعوت الی اللہ سے آپ کے کئی عزیز رشتہ داروں کو بیعت کی توفیق ملی۔

☆......☆......☆

حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ

حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ جو حضرت اُمّ ناصر کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ حضرت اُمِ ناصر سے حضرت مصلح موعود کا نکاح 1902ء میں ہوا۔ حضرت اُمّ ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی بیٹی تھیں۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب وہ ہیں جن کی مالی قربانیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اب یہ مالی قربانیاں نہ بھی کریں تو جو کر چکے ہیں وہ بھی بہت ہیں۔

(ماخوذ از تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء انوارالعلوم جلد 9 صفحہ 403)

وہ پھر بھی آخر دم تک مالی قربانیاں کرتے رہے۔ 1902ء میں نکاح ہوا اکتوبر 1903ء میں شادی ہوئی۔ حضرت مسیح موعود نے جب حضرت ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ تجویز کیا تو فرمایا۔''جناب الٰہی کی رضامندی کے موافق انشاءاللہ ہوگا۔''

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 45 مطبوعہ ربوہ)

یقیناً یہ رشتہ جناب الٰہی کی رضامندی سے تھا کہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کو اللہ نے خلافت کی رداء پہنائی۔

حضرت مصلح موعود نے 1913ء میں الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا اور حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ کا زیور پیش کر دیا۔

(الفضل 4 رجولائی 1924ء)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے نو بیٹے بیٹیاں عطا فرمائے۔ آپ نے 30 جولائی 1958ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ نہایت ملنسار سب کے ساتھ بڑی محبت اور کشادہ پیشانی سے ملنے والی اور حقیقتاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے گھر کی رونق تھیں۔ اور حضرت اماں جان کی وفات کے بعد جماعت کی مستورات کا گویا وہی مرکز تھیں۔ سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ کو جو جیب خرچ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے ملتا تھا اسے وہ سب کا سب چندہ میں دے دیتی تھیں۔ اولین موصیوں میں سے بھی تھیں۔ جب تک روزوں کی طاقت رہی روزے رکھے اور بعد میں بڑی التزام کے ساتھ فدیہ ادا کرتی رہیں۔...... یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ وہ عرصہ دراز تک لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی صدر رہیں۔ (روزنامہ الفضل 7/اگست 1958ء)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ آپ کے متعلق تحریر فرماتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی خدمت کی بہت خواہش رہتی تھی۔ مجھے یاد ہے زیادہ بے تکلف نہ تھیں۔ مگر وضو فرمانے لگتے تو لوٹا اٹھا کر پانی ڈالنے لگتیں۔ غرض اسی طرح چاہتی تھیں کہ کوئی کام کروں۔...... دعاؤں میں بے حد شغف تھا۔ بہت دعائیں کرنے والی تھیں۔

(روزنامہ الفضل 13/اگست 1958ء)

☆......☆......☆

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ستمبر 1911ء میں حضرت مصلح موعود کے ہاں حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ ام ناصر کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت ہی دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ دینیات کلاس اٹینڈ کی اور 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان پاس کیا۔ آپ نے 1931ء میں میٹرک کا امتحان دیا۔ اور پھر ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے 25 مئی 1933ء کو وصیت کی تھی جبکہ آپ کی عمر 22 سال تھی۔ مورخہ 2 جولائی 1934ء کو حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ساتھ پڑھا اور آپ کا رخصتانہ 26ر اگست 1934ء کو ہوا۔

آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمات بجا لاتی رہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔ آپ عبادت گزار، مہمان نواز، سلیقہ مند اور خدمت خلق کرنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ خلافت سے آپ کو بے پناہ عشق اور محبت تھی۔ آپ نے بچپن سے ہی دینی ماحول اور خلافت کے حصار میں تربیت حاصل کی اور پرورش پائی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا۔ آپ جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے موقع پر قادیان تشریف لے گئیں 2 ہفتے تک وہاں قیام فرمایا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے خلافت کے بعد پہلی اور آخری مرتبہ ملاقات کی اور اپنے جلیل القدر صاحبزادے کو خلیفۃ المسیح کی مسند پر بیٹھے دیکھا اور دید کی پیاس بجھائی۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی والدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

گزشتہ دنوں میری والدہ کی وفات ہوئی۔ (-) میں جب بھی اُن کی زندگی پر غور کرتا ہوں، اُن کی عبادت کے معیار مجھے نمونہ نظر آتے ہیں۔ اُن کا قرآن کریم پر غور کرتے ہوئے گھنٹوں پڑھنا مجھے نمونہ نظر آتا ہے۔ اُن کی نمازوں میں انہماک اور مغرب کو عشاء سے جوڑنا اور پھر عشاء گھنٹوں لمبی چلنا، وہ میرے سامنے ایک نمونہ ہے۔ میری والدہ وہ تھیں جنہوں نے گو حضرت مسیح موعود کا زمانہ تو نہیں دیکھا لیکن ابتدائی زمانہ دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا پیار اور دعائیں حاصل کیں۔ رفقاء اور (خواتین رفقاء) سے فیض پایا......حضرت مسیح موعود کی صحبت سے براہِ راست فیض یاب ہونے والوں کی صحبت کا اثر اُن میں نمایاں تھا۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، بول چال، رکھ رکھاؤ میں ایک وقار تھا اور وقار بھی ایسا جو مومن میں نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سے لَو لگانے کی ایک تڑپ تھی۔......

جب 2005ء میں قادیان میں خلافت کے بعد میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی ہے اُن سے تو میرے لئے ایک عجیب صورتحال تھی، ایک عجیب انوکھا تجربہ تھا۔ خلافت سے وہ تعلق جو مَیں نے اُن کی آنکھوں میں پہلے خلفاء کے لئے دیکھا تھا وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا تعلق نہیں تھا وہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزت و احترام تھا۔ ......میرے متعلق بتایا کہ مَیں اب عزت و احترام اس لئے کرتی ہوں کہ وہ خلیفۂ وقت ہے۔ میری پیاری والدہ نے دین کے رشتے کو ہر رشتے پر مقدم رکھا۔ یہاں بھی خلافت کا رشتہ بیٹے کے رشتے پر حاوی ہو گیا۔

قارئین الفضل حضرت مصلح موعود کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو پیشک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا۔

(روزنامہ الفضل 20 ستمبر 2011ء)

یہ وہ مقدس ہستیاں تھیں جنہوں نے خدا تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا اور اس کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث بنے اور ہمارے لئے ایک بہت ہی پاکیزہ نمونہ چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

گلہائے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکھیرنے میں الفضل کا کردار

دفاع ناموس محمدی ﷺ کی جدوجہد میں جماعت احمدیہ کے عشق کی لازوال کہانی

مکرم فضیل عیاض احمد صاحب۔ مربی سلسلہ

روزنامہ الفضل ربوہ پر سو سال پورے ہو چکے ہیں اردو صحافت کی دنیا میں ایک نئی تاریخ رقم ہو گئی ہے۔ اب تک ہندوستان سے چھپنے والے اخبارات میں سے غالباً یہ واحد اخبار ہے جو اپنی زندگی کی پہلی صدی مکمل کر چکا ہے۔ یہ صدی اپنے عقب میں انقلابات اور نظریات میں تبدیلی اور نئے نئے خیالات اور علوم کے پیدا ہونے کی طویل تاریخ رکھتی ہے۔

گزشتہ صدی پر اگر نظر ڈالی جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہ صدی سیاسی، مذہبی، اقتصادی، سائنسی، سماجی، اور فلسفیانہ علوم کے وسیع ارتقا کی صدی کہی جا سکتی ہے اس صدی میں ہونے والے واقعات اور انقلابات ایسے ہیں جنہوں نے کرہ ارضی کا جغرافیائی اور تاریخی نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ مذاہب کی تاریخ میں رونما ہونے والے انقلابات اپنی ذات میں ایک الگ تفصیل کے متقاضی ہیں۔ لیکن اس تفصیل کا ایک تاریک منظر بھی ہے جو مذہبی تعصّبات اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نظریات اور خیالات سے پھوٹا ہے۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ مذاہب عالم کے مبلغین کو جب راستہ اور وسائل ملا کہ وہ اپنی اپنی تعلیمات اور نظریات کو عام کر سکیں تو انہوں نے اپنی تعلیمات کیساتھ ساتھ ان تعصّبات کو بھی عام کرنے کی کو بھرپور کوشش کی جو مذہب کی غلط تعبیر کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے اور اس کے شاخسانے کے طور پر دوسرے مذاہب اور اس کے پیشوایان پر ایسے حملے کئے گئے جو شرافت اور اخلاق سے بعید تر تھے۔ یہ حملے ہر مکتب فکر اور مذہب کے لوگ ایک دوسرے پر کر رہے تھے ایسے میں اعتدال کی راہ کو اختیار کرنا اور اس پر گامزن ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مذہب کا راج انسان کے جذبات پر ہوتا ہے اور ان کو عقل اور دانش کی کسوٹی پر لانا بسا اوقات بہت مشکل ہو جاتا ہے ایسے میں جادہ اعتدال پر قدم مارنا اور اس طرح سے اس کو اپنانا کہ وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ بن جائے ایک بہت ہی بڑا کام ہے اور اس مشکل کام کو الفضل نے بہت ہی جوانمردی اور دانشمندی سے سرانجام دیا۔ کیسے اور کیوں کا جواب قارئین کو آئندہ سطور میں مل جائے گا۔

گزشتہ صدی کا ہندوستان مذاہب عالم کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا قریب قریب ہر مذہب کے لوگ ہی اس خطہ ارضی میں موجود تھے۔ یہاں کے قدیم باسی ہندو مذہب سے منسلک تھے اور ان میں کئی جدید مذہبی تحریکیں پیدا ہو چکی تھیں، عیسائیت نے جس کا آغاز ہندوستان میں قدیم زمانے سے ہی ہو چکا تھا ایک نئے رنگ میں کروٹ لی تھی اور برصغیر پر عیسائی اقوام نے ایک حملہ کر دیا تھا اور سینکڑوں اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ عیسائیت میں داخل ہو رہے تھے اس کے مذہبی مبلغین اور منادوں کو حکومت کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ اسلام جس کی ابتدا ہندوستان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہوئی تھی اور جس کے ماننے والوں نے اس ملک پر سینکڑوں سال حکومت کی تھی اب اس کے ماننے والے دوسرے مذاہب کی طرف سے برسائے جانے والے تیروں سے چھلنی تھے۔ ان کے مذہبی رہنما اور علماء غیر مذاہب کے لوگوں کی طرف سے اٹھنے والے اعتراضات اور مذہبی حملوں کے براہ راست نشانے پر تھے۔ اور ان سب پر مستزاد یہ کہ یہ حملے عقائد سے نکل کر براہ راست مذہب اسلام کے بانی محسن انسانیت حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو رہے تھے اور ان کا جواب دینے والے خود اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں جا رہے تھے مولوی عماد الدین پادری عماد الدین بن چکا تھا، عبداللہ، عبداللہ آتھم بن کر ایک گرجے میں مناد بن کر کھڑا تھا بلکہ مسلمانوں کو للکار رہا تھا۔ ''خاتم النبیّین کون محمد یا یسوع'' جیسی کتب تصنیف ہو رہی تھیں اور ان سے بڑھ کر یہ کہ محمد عربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج پر ناجائز اور ناروا حملے کئے جا رہے تھے ایسے میں ایک دل تھا جو گداز ہوا اور ایک روح تھی جو تڑپ اٹھی اور ایک شخص تھا جس کا وجود ماہی بے آب کی طرح ان حملوں کو دیکھ کر تڑپ اٹھا اور وہ اٹھا اور آگے بڑھا اور ان حملوں کے آگے ایک چٹان بن کر کھڑا ہو گیا میری مراد حضرت مسیح موعود سے ہے جنہوں نے اپنے قلم معجز رقم سے وہ عظیم الشان لٹریچر پیدا کر دیا جس کے بارے میں ابوالکلام آزاد نے لکھا کہ

ان کی یہ خصوصیت کہ وہ (دین حق) کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے ---۔ مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر (دین حق) کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت (دین حق) کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔

(اخبار ملت، لاہور۔ 7 جنوری 1911ء)

صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا ''مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین (دین حق) کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب کے لئے ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت (.......) کا کما حقہ ادا کر کے خدمت دین (.......) میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

(بحوالہ بدر 20 راگست 1908ء صفحہ 6)

خدمت دین کی اس روایت کو آپ کی اتباع میں قلم کے ان دھنی مخلصین نے جاری رکھا جو آپ کی قوت قدسیہ اور فیض علمی و روحانی سے مستفاد و مستفیض تھے۔ 1913ء کا سال جماعت احمدیہ میں کی تاریخ کا عجب سال ہے یہ وہ دور ہے حضرت مسیح موعود کی خلافت اولی جس کے سریرآرا حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب بھیروی تھے جو علم و عمل میں یکتا اور بقول حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف: این بلائیست کہ در ہندوستاں او راعلامہ میگویند کہ یہ وہ عبقری زمان ہیں جنہیں ہندوستان میں علامہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے اس بابرکت دور میں حضرت مسیح موعود کے فرزند دلبند گرامی ارجمند حضرت محمود نے الفضل جاری کیا اور اس نے خدمت دین حق کا حق ادا کر دیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے یہ دور مخالفین دین حق کی طرف سے حملوں کا دور تھا جن کا دفاع کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے وہ جماعت قائم کر دی تھی جس کے سپاہی ان حملوں کا بھرپور جواب دینے کے لئے اس تمام ضروری علمی اور روحانی اسلحہ سے لیس تھے جو اس قسم کسی جنگوں کے لئے ضروری تھا۔ ان حملوں میں ایک حملہ ان اعتراضات کی صورت تھا جو یہ مخالفین اور معاندین اور دریدہ دہن لوگ حضرت ختمی مرتبت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی پر کر رہے تھے اور یہ حملہ کوئی معمولی حملہ نہیں تھا بلکہ مخالفت کرنیوالے حملہ کرنے کی ان تمام ترکیبوں سے بخوبی آشنا تھے جن سے براہ راست عاشقان محمد مصطفیٰ ﷺ کے دلوں کو زخمی کیا جا سکے اور ان کی روح کو دکھ دیا جا سکے۔ ان حملوں کا جواب دینے کے لئے نہ صرف یہ کہ والہانہ محبت، دعا اور جوش اور عشق کی ضرورت تھی بلکہ سخت ہوشمندی اور ہتھیاروں کی بھی ضرورت تھی اور احمدی لکھنے والے ان تمام چیزوں سے بخوبی واقف تھے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں وہ قلمی ہتھیار موجود تھے جس کی پرورش اس وجود خونِ دل سے ہوئی تھی جس کا خمیر عشق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھایا گیا تھا اس کی ایک جھلک ہمیں الفضل میں جا بجا نظر آتی ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں میں ہم ہر پہلو سے تو اس امر کا جائزہ نہیں لے سکتے کہ کون کون سے زاویہ ہائے نگاہ سے الفضل نے ان حملوں کا جواب دیا لیکن صرف ایک دور جس میں یہ حملے تیز تر تھے اور ایسے مضامین اخبارات ورسائل کی زینت بن رہے تھے جن کا مقصد امت محمدیہ میں بے چینی پیدا کرنا اور ان لوگوں کو جو حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت کا دم بھرتے تھے آپ کی ذات اقدس سے بدظن کرنا تھا ایسے میں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان حملوں کا دفاع الفضل نے بھرپور طور سے کیا۔

الفضل آغاز ہی سے اس موضوع پر اپنے لکھنے والوں اور ان کے قلم سے نکلنے والی تحریروں سے پہچانا جانے لگا۔

اگر ہم سیرۃ النبی ﷺ پر الفضل کے لکھنے والوں پر نظر ڈالیں تو اس میں عشاق محمد مصطفیٰ احمدی قلمکاروں کے ساتھ مشہور مسلمان قلمکار بھی نظر آتے ہیں جیسے خواجہ حسن نظامی اور ان کے ساتھ ساتھ ہندو قلمکار بھی جن کے قلم سے سیرت النبی ﷺ پر مضامین نکلے۔ مثلاً ایک ہندو لالہ رام چند جی کا مضمون اسلام کے عالمگیر اصول کے نام سے الفضل 26 راکتوبر 1930ء میں شامل اشاعت ہے جس میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر من موہن سنگھ کے قلم سے نکلنے والا مضمون گمراہوں کو راہ راست پر لانے والا نبی بھی قابل ذکر ہے جو الفضل 6 نومبر 1932ء کی اشاعت میں شامل ہے۔ پروفیسر رام دیو صاحب کا مضمون رسول کریم ﷺ ایک آریہ کی نظر سے اپنے اندر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس متاثر کن کیفیت کو سمیٹے ہوئے ہے جو ہر صاف دل انسان کو متاثر کرتی ہے۔

اگر احمدی قلمکاروں کا ذکر کریں تو یہ الفضل کے اس دور میں جو خلافت اولی سے ثانیہ تک محیط ہے ہمیں سینکڑوں مضامین ملتے ہیں جن میں موضوعات کی نیرنگی اور تنوع دیدنی ہے۔ ان مضامین کے لکھنے والوں میں زندگی کے ہر پہلو سے تعلق رکھنے والے لوگ مرد، عورتیں، نوجوان،

بوڑھے حتی کہ بچے تک شامل رہے۔ عناوین میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے رفیع الشان روحانی مقام سے لے کر آپ کی مقدس زندگی کے مختلف اوراق پر نہایت ہی پرمغز اور علمی اور آپ کی محبت سے مملو مضامین ہماری نظر سے گزرتے ہیں۔

اس اخبار کا اجرا اور بنیاد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ہاتھوں سے پڑی تھی اور آپ اس شجر سایہ دار کی شاخ ثمر دار تھے جس نے الف آخر میں دین محمد مصطفیٰ کی پناہ میں آنے والے ہر شخص کو سایہ اور اپنے شیریں اثمار سے متمتع کرنا تھا اس لئے آپ کے قلم سے نکلنے والے مضامین نہ صرف یہ کہ عشق محمد مصطفیٰ ﷺ سے مملو تھے بلکہ اپنے اندر عارفانہ رنگ رکھتے ہیں۔

آپ کے قلم سے جو مضامین نکلے وہ بے حد موثر اور علم عرفان سے پر ہیں مثلاً جون 1927ء میں آپ نے الفضل میں ایک مضمون لکھا جو ادارتی مضمون کی شکل میں الفضل کے شمارہ 97 جلد 14 کی زینت بنا یہ مضمون رسالہ ورتمان امرتسر میں شائع ہونے والے مضمون کا جواب تھا جس کا لکھنے والا کوئی دیوی شرن نامی شخص تھا۔ اس مضمون میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے کیے گئے تھے اور آپ کا اور آپ کے صحابہ اور صحابیات کے ناموں کو بگاڑ کر لکھا گیا تھا۔ حضرت مصلح موعود نے اس مضمون پر ایک مضمون لکھا اور اس کے سرنامہ پر ہندوستان کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھا:

رسول کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہوں گے؟

یہ مضمون آپ کے قلب صافی میں موجزن ان جذبات محبت کا عکس ہے

''ان دشمنان اسلام کو آج ہماری ساری قوم کا اس قدر بھی پاس نہیں رہا جس قدر کہ ایک معمولی آدمی کے احساسات کا ہونا چاہئے اور اس قسم کے مصنفین میں اس قدر بھی شرافت نہیں رہی جس قدر ایک چوہڑے میں ہوتی ہے۔

کیا اس سے زیادہ ہماری بے کسی کوئی اور صورت اختیار کر سکتی ہے کیا ہمارے ہمسایوں کو یہ معلوم نہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فدتہ نفسی و اھلی کو اپنے ساری جان اور سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردار کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے اور اگر وہ اس امر سے واقف ہیں تو پھر اس قسم کی تحریرات سے سوائے اس کے اور کیا غرض ہو سکتی ہے کہ ہمارے دلوں کو زخمی کیا جائے اور ہمارے سینوں کو چھیدا جائے اور ہماری ذلت اور بے بسی کو نہایت بھیانک صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے لایا جائے اور ہم پر ظاہر کیا جائے کہ مسلمانوں کے احساسات کی ان لوگوں کو اس قدر بھی پروا جس قدر ایک امیر کبیر کو ایک ٹوٹی ہوئی جوتی کی ہوتی ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو ستانے کے لیے ان لوگوں کو نئی اور راستہ نہیں ملتا ہماری جانیں حاضر ہیں ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں لیکن خدا را نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے کر اور آپ کی ہتک کر کے اپنی دنیا و آخرت تباہ نہ کریں کہ اس ذات بابرکات ہمیں اس قدر تعلق اور وابستگی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں سے ہم کبھی صلح نہیں کر سکتے ہماری طرف سے بار بار کہا گیا ہے اور میں پھر دوبارہ ان لوگوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جنگل کے درندوں اور بن کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے ہیں۔ (الفضل 10 جون 1927 صفحہ 6 تا 8)

اس کے بعد آپ نے اس قسم کے حملوں سے بچنے کے تین علاج تجویز کئے اول اپنی عملی حالت کی اصلاح دوسرے تبلیغ اور تیسرا اعلاج مسلمانوں کی تمدنی حالت کو درست کرنا۔ قوم کو اس طرف توجہ دلائی کے ان امور پر عمل کر کے وہ اس قسم کے حملوں کا نشانہ بننے سے رسول اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کو بچا سکتے ہیں اور آپ کی عزت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

جب آپ کا قلم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وادی میں چلتا تو اس کی جولانیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں یوں لگتا ہے کہ سیرت النبی ﷺ کے مضامین آپ کے سامنے ایک آبشار کی طرح رواں ہیں اور آپ اس آبشار کا قطرہ قطرہ جوئے شیر کی طرح سمیٹتے چلے جاتے ہیں آپ نے ایک مرتبہ ایک مضمون الفضل میں لکھا جس کا عنوان تھا ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی حیثیت میں'' اس مضمون کا اختتام اس قدر خوبصورت ہے کہ دل چاہتا ہے کہ اپنے پڑھنے والوں کے سامنے وہ حصہ مضمون ضرور رکھوں آپ اس مضمون بحیثیت انسان آپ کی نبی ہونے کی حیثیت پر بحث فرماتے ہوئے آپ کے مزکی ہونے کی بابت لکھتے ہیں۔

''چوتھا کام ایک نبی کا تزکیہ نفوس ہے یعنی لوگوں کے دلوں کو پاک کر کے ان کے اندر ایسی قابلیت پیدا کرنا کہ وہ خدا تعالیٰ سے اتصال تام حاصل کر سکیں اور اس کے فیوض کو اپنے نفس میں جذب کر کے بقیہ دنیا کے لئے اس کے مظہر اور اس کی قدرتوں کی جلوہ گاہ بن سکیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو اس احسن طریق پر پورا کیا کہ دوست تو دوست آپ کے دشمن بھی اس کے قائل ہیں.........

اس زمانہ میں پیدا ہو کر رسول کریم نے اس قوم کو اپنی تربیت کے لئے چنا جو اس تاریک زمانہ میں سب قوموں سے گنہ اور بدی میں بڑھی ہوئی تھی نظام حکومت اس کے اندر اس قدر مفقود تھا کہ اسے سب سے زیادہ فخر اپنی لامرکزیت پر تھا اس قوم کے اندر پاکیزگی کی روح آپ نے پھونکنی شروع کی جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کو جی نہ چاہے انسان اس کا مقابلہ کرتا ہے لوگوں نے آپ کا مقابلہ کیا مگر آپ استقلال اور صبر سے اپنا کام کرتے چلے گئے لوگوں کی مخالفت کی کچھ بھی پروا نہ کی، ماریں کھائیں گالیاں سنیں طعنے سہے سب کچھ برداشت کیا مگر دنیا کی گمراہی کو برداشت نہ کیا آخر ایک ایک کر کے لوگوں کے دلوں پر فتح پانی شروع کی سال ہا سال تک یہ مقابلہ جاری رہا بڑے بڑے قوی دل ہار گئے مگر آپ نے دل نہ ہارا جس طرح پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے بہتے بہتے نرمی اور ملائمت سے اپنا راستہ نکال لیتا ہے اور آ کر ایسی نشیب والی جگہیں پیدا کر لیتا ہے جن پر سے وہ آسانی کے ساتھ بہہ سکے اس طرح آپ نے اپنے نیک نمونہ سے اور موثر وعظ سے دنیا کی اصلاح کا کام جاری رکھا یہاں تک کہ وہ دن آ گیا کہ پاکیزگی اور طہارت کی خوبی کے دل سے قائل ہو گئے روحانی مردوں نے اپنے اندر ایک نئی روح، سوئے ہوؤں نے تمازت آفتاب، بیماروں نے صحت کے آثار اور کمزوروں نے ایک طاقت کی لہر اپنے اندر محسوس کرنی شروع کی دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا جہاں ظلم اور تعدی کی حکومت تھی وہاں عدل وانصاف کا دور دورہ ہو گیا جہاں جہالت کے بادل چھا رہے تھے وہاں علم کا سورج چمکنے لگا جہاں برودت اور جمود جمے بیٹھے تھے وہاں عمل اور سعی کی گرم بازاری ہو گئی نسل انسانی نے سانس لیا۔ کروٹ بدلی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس معجزانہ تغیر پر نظر ڈالی جو محمد رسول اللہ کی بے نفس جدوجہد نے پیدا کر دیا تھا اور بے اختیار ہو کر چلا اٹھی کے بے شک تو ہی نبی ہے بلکہ نبیوں کا سردار ہے۔''

(الفضل 31 مئی 1929ء)

ایک اور مضمون جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے قلم سے نکلا اس کا عنوان بے حد خوبصورت اور اچھوتا تھا عنوان پڑھتے ہی انسان کا دل بے اختیار اس مضمون کو پڑھنے کے لئے اچھل پڑھتا ہے اور وہ عنوان تھا

''میدے کی روٹی اور محبت کے آنسو''

یہ مضمون الفضل مورخہ 8 نومبر 1931ء کی اشاعت میں آپ کے قلمی نام حامد محمود کے نام سے شامل اشاعت ہے

اس مضمون پر ایک مختصر سا نوٹ بھی آپ کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔ جس سے اس مضمون اس میں موجود مواد اور واقعات کا انتخاب اس تحریر کے طرز بیان پر روشنی ڈالتا ہے

آپ لکھتے ہیں

''میں نے پہلے بھی دو مضمون علم النفس کی روشنی میں لکھے ہیں اب پھر ایک مضمون شائع کر رہا ہوں اور ان پوشیدہ جذبات کو جو ہر واقعہ کی پشت پر ہوتے ہیں الفاظ میں ڈھال کر ہر شخص کے فہم کے قریب کر رہا ہوں اس سے زیادہ ان واقعات کے بیان کرنے میں میرا کچھ دخل نہیں۔ حامد محمود''

اس مضمون کا آغاز کچھ اس طرح سے ہے

صدیاں گزریں ایک آباد شہر میں جس کے گلی کوچوں میں چہل پہل اور رونق اور آبادی اپنے شباب کو پہونچی ہوئی تھی جس طرف نگاہ اٹھتی لوگ تلواریں لٹکائے نیزے ہاتھوں میں لئے جرات اور بسالت کے آثار چہرے سے ظاہر کرتے ہوئے ادھر ادھر تیزی سے چلتے پھرتے نظر آتے تھے تھوڑی تھوڑی عرصہ کے بعد اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے فوجوں کے دستے شہر کی گلیوں میں سے آب وتاب سے گزرتے ہوئے نظر آتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا انہیں اپنے دشمن کو زیر کرنے کا پہلے سے ہی یقین ہے اور ان کی نظروں میں اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے جو لوگ ان سپاہیوں کو شہر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھتے بغیر اس کے کہ وہ ان کی شکلیں پہچانتے ہوں اور بغیر اس کے وہ ان کے نام واقف ہوں بے اختیار ہو کر دعائیں دینے لگ جاتے ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں اور دھڑکتے ہوئے دلوں سے کہتے خدایا ہمارے بھائیوں کی حفاظت کیجیو اور ظفر اور کامیابی کے ساتھ واپس لائیو.................

پھر لکھا

اسی زمانہ میں اس شہر کی ایک گلی میں جامع مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا مکان تھا اس میں ایک نیک سیرت خاتون رہتی تھیں عمر کوئی تیس بتیس سال کی تھی کوئی تیرہ سال کی تھیں جب ان کی شادی ہوئی اور جس سے شادی ہوئی ان کی عمر کوئی ترپن سال کی تھی ان کی کئی بیویاں اور بھی تھیں اس وجہ سے ایک بیوی نے اپنی باری چھوڑ دی تھی ان کی باری چوتھے پانچویں دن آ جاتی تھی۔ گھر کی آسائش کا یہ حال تھا کہ خود کہتی ہیں بعض دفعہ دو دو مہینے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی بعض امیر ہمسائے کھانا بھیج دیا کرتے تھے یا اونٹنیوں کا دودھ آ جایا کرتا تھا اسی پر گزران ہوتی تھی ایک دفعہ ان کے والد نے بکرے کی بھنی ہوئی ایک ران بھیجی بیان کرتی ہیں ایک دفعہ میں پکڑتی اور میرے میاں اندھیرے میں اس سے ایک بوٹی کاٹ لیتے اور ایک دفعہ وہ پکڑتے تھے اور میں ایک بوٹی کاٹ لیتی کسی نے کہا تمہیں اندھیرے میں بوٹی کھانے کا کیا شوق تھا تو انہوں نے جواب دیا اگر ہمارے پاس تیل ہوتا تو ہم دیا نہ جلا لیتے۔ قریباً تئیس سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ عام طور پر چھوٹی عمر کی لڑکیاں جب بڑی عمر کے مردوں سے بیاہی جاتی ہیں تو ساری عمر شکوہ وشکایت میں گزار دیتی ہیں لیکن یہاں تو یہ زائد باتیں بھی تھیں کہ اور دوسری بیویاں بھی موجود تھیں اور عیش وتنعم کا بھی کوئی سامان موجود نہ تھا جو دل بہلانے کا موجب ہوتا

مگر نہ معلوم اس بزرگ ہستی میں جن سے ان کی شادی ہوئی تھی کیا کشش تھی کہ ہر لحہ جوان کی صحبت میں گزرتا ان کے دل کو روشن تر کر دیتا اور خاوند کی محبت کے جذبات پہلے سے بھی زیادہ ترقی پا جاتے۔

پھر آپ لکھتے ہیں

خوشیوں کا دن

وہ دن شہر کے لئے خوشیوں کا دن تھا۔ ہر گھر میں کامیابی کی خوشی میں گھی کے چراغ جل رہے تھے۔ روپیہ اس قدر تقسیم ہوا تھا کہ غریب بھی مالدار ہو گئے تھے۔ آج اس شہر میں عید تھی۔ حقیقی عید! جس میں دل مطمئن اور جسم آسودہ ہوتے ہیں۔ غمگین وافسردہ دل لوگ حیران تھے کہ آج ہماری پریشانی اور افسردگی کہاں گئی۔ بیمار اپنی بیماریاں بھول بھول کر بستر چھوڑ کر اٹھ بیٹھے تھے۔ چھوٹے بچے گلیوں میں خوشی کے مارے ناچ رہے تھے۔ اپنے بچوں اور خاوندوں کی یاد میں پریشانی کی گھڑیاں گزارنے والی مائیں اور بیویاں ان کی سلامتی اور ان کی فتح کی خبریں سن کر اطمینان کے سانس لے رہی تھیں اور مارے خوشی کے جھوم رہی تھیں۔ ہر خاندان کے بوڑھے مجالس میں بیٹھے اپنے نوجوانوں کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ غرض اس دن شہر بھر میں عید تھی۔ ہر گھر میں عید تھی ہر دل میں عید تھی۔ ہر جگہ سے خوشی وشادمانی کے ترانے اٹھ اٹھ کر اپنے ہمسایوں کے دلوں میں خوشی کی ایک نئی لہر پیدا کر دیتے تھے۔

میدے کی نرم روٹی حلق میں اٹک گئی

اس وقت میدے کے گرم گرم اور نرم نرم پھلکے ان مبارک خاتون کے سامنے لائے گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک لقمہ توڑا اور بسم اللہ کہتے ہوئے اپنے منہ میں رکھ لیا۔ نہ معلوم اس نرم نرم لقمہ میں کیا تاثیر تھی کہ وہ ان کے گلے میں کانٹوں کی طرح پھنس گیا۔ ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ سارا دن ہشاش وبشاش چہرہ کے ساتھ ہزاروں عورتوں اور مردوں کو درس علم دینے والی خاتون۔ وہ لاکھ روپیہ تقسیم کر کے شاداں و فرحاں اٹھنے والی خاتون اس وقت کے جذبات سے کچھ ایسی متاثر ہوئیں کہ گرم گرم آنسو ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

خوشی کے گیتوں میں غم کا ترانہ

دیکھنے والیاں حیران رہ گئیں کہ ان خوشی کے گیتوں میں یہ غم کا ترانہ کیسا۔ ان شادمانی کے نعروں میں ان گرم آنسوؤں کے معنے کیا۔ کسی نے حیرت سے پوچھا کہ خیر تو ہے کیسی عمدہ نرم نرم روٹی ہے اور آپ کے گلے میں پھنس رہی ہے اور بجائے خوش ہونے کے آپ رو رہی ہیں۔ انہوں نے ایک آہ کھینچی اور کہا میرے گلے میں روٹی اپنی خشکی کی وجہ سے نہیں پھنسی بلکہ اپنی نرمی کے باعث، رنج کے جذبات نے مجھے رنجیدہ نہیں کیا بلکہ خوشی کی گھڑیوں نے مجھے افسردہ بنا دیا ہے۔ ایک دن تھا کہ میرا سرتاج، ہمارا آقا ہمارے اندر موجود تھا۔ اسی کے طفیل اور اسی کی برکت سے آج ہمیں یہ کامیابیاں، یہ خوشیاں، یہ عیش میسر ہیں۔ لیکن خود اس کا یہ حال تھا کہ مدتوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی اور اگر روٹی پکتی بھی تو اس طرح کہ ہم غلہ سل بٹہ پر پیس لیا کرتے تھے اور پھونکوں سے اس کے چھلکے اڑا کر اس کی روٹی پکا لیا کرتے تھے۔ اے بہن یہ روٹی میرے گلے میں اس لئے نہیں پھنستی کہ یہ خشک ہے۔ بلکہ اس لئے کہ یہ نرم ہے۔ ہاں اس لئے کہ یہ نعمتیں جس کے طفیل سے ہمیں میسر ہوئی ہیں وہ آج ہم میں نہیں کہ ہم یہ نعمتیں اس کے سامنے پیش کرتے اور یہ دولتیں اس کے قدموں پر نثار کر دیتے۔ یہ بات سن کر مجلس پر ایک خاموشی طاری ہو گئی۔ خوشیوں کے نعرے پھر بھی لگ رہے تھے۔ تکبیریں پھر بھی بلند ہو رہی تھیں۔ بچے اب بھی ناچ رہے تھے۔ لڑکیاں اب بھی گا رہی تھیں۔ مائیں اور بیویاں اب بھی جوش سے جھوم رہی تھیں۔ بوڑھے اپنے نوجوانوں کے کارناموں پر اب بھی فخر کر رہے تھے۔ لیکن یوں معلوم ہوتا تھا کہ خوشی کے پھل کا چھلکا تو قائم ہے لیکن اس کا بیج کھا لیا گیا ہے۔ شہر کی دیواریں مسرت سے جھومتی ہوئی نہیں بلکہ حسرت سے تھراتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

سیدہ عائشہؓ کے آنسو

آہ سیدہ عائشہؓ کے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں نے شہر اور اس کی مسرتوں کے درمیان ایک عظیم الشان سمندر حائل کر دیا۔ مال و دولت، فتح وکامیابی سب کچھ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا تھا اور میرے محمدؐ کا چہرہ سورج کی طرح بلند ہو کر آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا وہ کون ہے جو میرے محمدؐ کی صحبت کی گھڑیوں کو یاد کرنے کے بعد بھی دنیا کی لذتوں اور اس کی مسرتوں میں کوئی لذت یا کوئی سرور پا سکے۔ مبارک ہے وہ ذات جس کی محبت سب دنیوی چیزوں کی محبت پر فوقیت لے گئی۔ پھر مبارک ہے وہ بھی جس کے دل میں اس کی محبت گھر کر گئی۔ کیونکہ اس نے محمدؐ میں ہو کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پا لیا اور اس فانی دنیا سے منہ موڑ کر غیر فانی دنیا میں اپنا گھر بنا لیا۔

(الفضل 8 نومبر 1931ء صفحہ 17)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کا ایک اور مضمون الفضل خاتم النبیّین نمبر 31 مئی 1929ء کی اشاعت میں شامل ہے اس مضمون کا عنوان ہے ”رسول کریم ﷺ ایک انسان کی حیثیت میں“۔

اس مضمون کے آغاز مضمون کے عنوان کو سمجھانے کے لئے یہ بتایا گیا ہے نبوت کمالات انسانی میں سے ایک کمال ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ

”بظاہر یہ ایک بات عجیب معلوم دیتی ہے کہ وہ شخص جسے انبیا کے سردار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اسے ایک انسان کی حیثیت سے بھی پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہو لیکن حق یہ ہے کہ باوجود نبوت کے دعوی کے کوئی شخص اس بات سے بالا نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی انسانیت پر بحث کی جائے کیونکہ نبوت کمالات انسانی میں سے ایک کمال ہے اور انسانیت کے کمالات کے ظہور کے لئے ہی اس کا وجود پیدا کیا گیا ہے

میرے نزدیک یوں سمجھنا چاہئے کہ نبوت ایک بارش ہے جو فطرت انسان کی مخفی طاقتوں کو ابھار کر باہر نکال دیتی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جس زمین پر وہ بارش خدا تعالی کے انتخاب کے ماتحت نازل ہوگی وہ زمین اس بارش کے اثر کو قبول کرنے کی سب سے زیادہ قابلیت رکھتی ہوگی اور انسانی کمالات کو سب سے زیادہ ظاہر کرے گی۔“

یہ مضمون اپنی نوعیت میں نہایت یکتا اور بے حد خوبصورت اور علم و آگہی کے دریچے وا کرنے والا ایک بہت ہی عارفانہ مضمون ہے۔

غرض الفضل میں سیرۃ النبی پر چھپنے والے مضامین کیا اپنے اعلیٰ خیال میں اور کیا اپنے عناوین کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ مضامین تھے۔ ان مضامین کی ندرت قابل ذکر ہے سوچنے والوں نے کیا سوچا اور آپ کی مطہر حیات کو کس طرح سے دیکھا وہ اپنے اندر ایک الگ موضوع ہے مثلاً ایک مضمون جو پڑھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے وہ حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب کے قلم سے نکلا اور اس اچھوتے موضوع پر ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے عرب کو کیوں ترجیح دی۔

اگر ہم لکھنے والوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ان میں ہمیں سیدنا حضرت مسیح موعود کی صحبت صادقہ میں بیٹھنے والے آپ کے فیض روحانی اور تحریرات عرفانی سے مستفاض آپ کے ساتھی احباب کے علاوہ آپ کے جاری کردہ علم وعرفان کے چشمے سے آپ کے بعد آنے والے بھی شامل ہیں۔ خلفاء مسیح موعود کے علاوہ ان لکھنے والوں میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جیسے خدائی پیش خبریوں کے ماتحت پیدا ہونے والے فرزند مسیح موعود، حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان جیسے عظیم المرتبت قانون دان، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب خانوادہ خواجہ میر درد کے گوہر نایاب، اور آپ کے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحاق جو عشق رسول میں یکتا اور علم حدیث کے عالم بے بدل، حضرت قاضی ظہور الدین اکمل جیسے منجھے ہوئے قلم کار اور صاحب عرفان شاعر، حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب جیسے صوفی صافی، حضرت مفتی محمد صادق صاحب جیسے صاحب علم ودانش، حضرت حافظ روشن علی صاحب جیسے عالم بے بدل، حضر مولانا جلال الدین شمس جیسے قلم کے دھنی مربی، شیخ محمد اسماعیل پانی پتی جیسے صاحب قلم، ملک عبد الرحمن خادم جیسے یکتا مناظر، ملک سیف الرحمان صاحب جیسے علم فقہ وحدیث کے عبقری، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی جیسے عظیم المرتبت صحافی، ڈاکٹر شاہنواز، اور ڈاکٹر حشمت اللہ جیسے صاحب علم وحکمت طبیب، حضرت حافظ جمال احمد صاحب جیسے دیار غیر میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنے والے مربی سلسلہ، غرض صاحبان علم وعرفان کی ایک کہکشاں کی کہکشاں ہے جس میں ہزاروں سینکڑوں ستارے ہیں اور ہر ستارہ ہی جادہ ومنزل کا پتا دیتا ہے۔

ان لکھنے والوں میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب رحمہ اللہ کا نام بھی شامل ہے جو نثر ونظم میں یکتا گہر تھے۔ سریر آرائے خلافت ہونے سے پہلے سیرت کے حوالے سے آپ کے مضامین جو جلسہ سالانہ کی تقاریر کی صورت میں پہلے جلسہ ہائے سالانہ پر سامعین کی سماعتوں کے لئے علم و آگہی لائے تو پھر الفضل میں شائع ہو کر لاکھوں قارئین کے لئے چشمۂ فیض بن گئے۔

جدید لکھنے والوں میں محترم سید میر محمود احمد ناصر، محترم حافظ مظفر احمد صاحب، محترم عبدالسمیع خان صاحب کی تحریرات الفضل کے قارئین کی نظروں سے گزرتی رہیں اور گزرتی ہیں۔

خواتین قلمکاروں کی کہکشاں میں حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ، بیگم صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت محمودہ بیگم صاحبہ، زبیدہ خاتون، اور سینکڑوں اور شامل ہیں۔

غرض الفضل نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظیم الشان خدمت کی اس کے بیان کے لئے دفتروں کے دفتر کا غذ درکار ہوگا اور پھر بھی مضمون تشنۂ تکمیل رہے گا۔

شعر انسانی ادراک و جذبات ومحسوسات کا اعلیٰ ترجمان ہے۔ اس حوالے سے الفضل میں سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سینکڑوں بلکہ ہزاروں نظمیں چھپیں جو نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے شاہکار ہیں اور یہ نظمیں صرف مرد شعراء کی نہیں تھیں بلکہ اس میں شاعرات کی منظومات بھی برابر کا حصہ لیتی رہیں۔

سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر الفضل میں مطبوعہ مضامین

الفضل کی 100 سالہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو سب سے زیادہ مضامین حضرت رسول کریم ﷺ کی بلند شان اور سیرت سے متعلق ہیں۔ 1928ء میں حضرت مصلح موعود نے جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ منانے کی تحریک فرمائی اس کے ساتھ ہی الفضل نے خاتم النبیین نمبر شائع کرنے شروع کئے اور اب تک ہزاروں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ 1913ء تا 1965 کے مضامین میں سے ایک انتخاب پیش خدمت ہے۔

آنحضور ﷺ کے حالات زندگی	حضرت میر محمد اسحٰق	22 جون 1939ء
سرور کائنات ﷺ کا جنگی قیدیوں پر احسان	خلیل احمد ناصر	5 اپریل 1941ء
اپنے ملک کو رسول کریم ﷺ نے کس حالت میں پایا	اہلیہ چوہدری علی اکبر	31 مئی 1929ء
احتکار کے بارہ میں آنحضورؐ کے ارشادات	حضرت سید ولی اللہ شاہ	7 نومبر 1958ء
اخلاق فاضلہ کا استاد کامل	شیخ مبارک احمد	6 نومبر 1932ء
ازدواجی تعلقات کے متعلق اسلامی نظریہ	ابوالعطاء جالندھری	25 نومبر 1934ء
ازدواجی زندگی میں آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ	خواجہ غلام نبی	25 نومبر 1934ء
ازدواجی زندگی میں رسول کریم ﷺ کا کامل نمونہ	جلال الدین شمس	25 نومبر 1934ء
اسلام اور بانی اسلام غیر مسلموں کی نظر میں	ابو اسماعیل	6 نومبر 1932ء
افضل الانبیاء ﷺ کی بعثت مقدسہ کے متعلق پیشگوئیاں	شیخ عبدالقادر	30 جون 1962ء
اقتصاد النبی ﷺ	حضرت مفتی محمد صادق	25 نومبر 1934ء
اقلیتوں کا مسئلہ اور آنحضور ﷺ کا اسوہ	خورشید احمد	28 جون 1947ء
آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کا فلسفہ	حضرت غلام رسول راجیکی	6 نومبر 1932ء
اولوالعزمانہ صبر وغفر	عبدالحلیم کنگی	6 مئی 1930ء
انجیل میں رسول مقبول کی بعثت کی بشارت	سید محمد اسحاق	6 نومبر 1932ء
انسان کامل ﷺ	حضرت میر محمد اسماعیل	29 جون 1954ء
انسانیت کا کامل نمونہ (آنحضور ﷺ)	حضرت مرزا بشیر احمد	3 اکتوبر 1959ء
ایک عیسائی کے قلم سے آنحضور ﷺ کی تقدیس کا اعتراف	حضرت میر اللہ بخش	22,21 مئی 1937ء
آنحضرت ﷺ ایک خاوند کی حیثیت میں	حضرت مرزا بشیر احمد	31 مئی 1929ء
آنحضرت ﷺ ایک دشمن کی نظر میں	حضرت مصلح موعود	25 اکتوبر 1930ء
آنحضرت ﷺ ایک ماہر علم النفس کی حیثیت میں	حضرت مرزا بشیر احمد	3 اگست 1963ء
آنحضرت ﷺ بحیثیت ایک بینظیر سپہ سالار	فتح محمد سیال	31 مئی 1929ء
آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے لئے کامل نمونہ ہیں	حضرت مولوی شیر علی	12 جون 1928ء
آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک آپؐ کی دعاؤں کے آئینہ میں	حضرت مولوی شیر علی	5 اپریل 1941ء
آنحضرت ﷺ کا حلیہ مبارک	حضرت میر محمد اسماعیل	7 اگست 1928ء
آنحضرت ﷺ کا ذکر ہندو کتب میں	مہاشہ محمد عمر	25 اکتوبر 1930ء
آنحضرت ﷺ کا زمانہ طفولیت	حضرت مولوی شیر علی	31 مئی 1929ء
آنحضرت ﷺ کا سلوک اپنے اہل بیت کیساتھ	حضرت سیدہ سارہ بیگم	25 اکتوبر 1930ء
آنحضرت ﷺ کا سلوک بیماروں سے	حضرت حافظ روشن علی	31 مئی 1929ء
آنحضرت ﷺ کی بعثت عام تھی یا خاص	حضرت میر محمد اسحٰق	4 ستمبر 1917ء
آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ زندگی	عبدالرحمٰن خادم	26 اپریل 1929ء
آنحضرت ﷺ کی تبلیغ حق میں بے نظیر استقامت	سید ابوالحسن قدسی	25 نومبر 1934ء
آنحضرت ﷺ کی رات	مولوی محمد اسماعیل	18 ستمبر 1930ء
آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی	حضرت مصلح موعود	6 نومبر 1932ء

آنحضرت ﷺ کے عفو ودرگزر کے نمونے	شیخ عبدالقادر	یکم,5,4 فروری 1964ء
آنحضرت ﷺ کی شادیاں اور مسٹر مارگولیتھ	حضرت مولوی شیر علی	25 اکتوبر، 25 نومبر 1930ء
آنحضرتؐ کی شان مبارک شیعہ حضرات کی نگاہ میں		29 فروری 1916ء
آنحضرت ﷺ کی شان حیات	حضرت یعقوب علی عرفانی	6 نومبر 1932ء
آنحضرت ﷺ کی ہجرت کا واقعہ	حضرت میر محمد اسماعیل	10 مئی 1929ء
آنحضرت ﷺ کے اخلاق	حضرت سید ولی اللہ شاہ	9,7,5,4,3,2 مارچ 1961ء
آنحضرت ﷺ کے ذریعہ تکمیل توحید	سیدہ ام متین	31 مئی، یکم، 2 جون 1962ء
آنحضرتؐ کے متعلق تورات اور انجیل کی بشارات	شیخ عبدالقادر	19 مئی 1963
آنحضرتؐ نے انسانی جان کا سب سے زیادہ احترام قائم کیا		19 نومبر 1941ء
آنحضرت ﷺ نے عرب میں کیا تغیر پیدا کیا	سیدہ ناصرہ بیگم	25 اکتوبر 1930ء
آنحضرت ﷺ کے حالات	حضرت میر محمد اسماعیل	
22 مئی، 10,6 جولائی، 24 اگست، 3 اکتوبر، 9 نومبر، 4، 25,21 دسمبر 1928ء۔ یکم، 22,8 جنوری، 27,23,6 اگست 1929ء		
آنحضور ﷺ اور ذکر الٰہی	حضرت مصلح موعود	23 اگست 1957ء
آنحضور ﷺ اور فریضہ تبلیغ	ملک محمد عبداللہ	25 نومبر 1934ء
آنحضور ﷺ اور معاہدات کی پابندی	شیخ عبدالقادر	12 ستمبر 1940ء
آنحضور ﷺ ایک انسان کی حیثیت میں	حضرت مصلح موعود	9 نومبر 1954ء
آنحضور ﷺ تمام دنیا کے لئے کامل نمونہ ہیں	حضرت مولوی شیر علی	23 اگست 1957ء
آنحضور ﷺ حیات طیبہ کے ایمان افروز واقعات	شیخ محمد اسماعیل	24,23,22,20,19,18,17 اکتوبر 1957ء
آنحضور ﷺ سے ایک معزز ہندو کی عقیدت	بہاول شاہ	21 ستمبر 1940ء
آنحضور ﷺ فرانسیسی مستشرق جان بروا کی نظر میں	شیخ نور احمد	22 جون 1950ء
آنحضور ﷺ کا جنگی قیدیوں سے سلوک	حضرت مفتی محمد صادق	12 ستمبر 1940ء
آنحضور ﷺ کا عدل اپنی بیویوں کے درمیان	بیگم حضرت مرزا بشیر احمد	25 اکتوبر 1930ء
آنحضور ﷺ کا عورتوں سے حسن سلوک	سیدہ ناصرہ بیگم	31 مئی 1929ء
آنحضور ﷺ کا ورثہ حضرت ابوہریرہ کا ایک واقعہ	محمد افضل قریشی	یکم دسمبر 1964ء
آنحضور ﷺ کا روحانی فیض ہمیشہ جاری رہے گا	محمد اسد اللہ قریشی	یکم اگست 1964ء
آنحضورؐ کا طغری امتیاز۔ فیض روحانی کا ابدی چشمہ	حضرت سید ولی اللہ شاہ	22 مئی 1948ء
آنحضور ﷺ کی بلند شان کا اعتراف غیر مسلم مشاہیر کی طرف سے	مسعود احمد خاں	24 اگست 1961ء
آنحضور ﷺ کی بے مثال قوت قدسی	ملک عبدالرحمٰن خادم	6 نومبر 1932ء
آنحضور ﷺ کی چند عظیم الشان پیشگوئیاں	غلام احمد مجاہد	30 اکتوبر 1937ء
آنحضور ﷺ کی خصوصیات	حضرت مرزا بشیر احمد	22 ستمبر 1951ء
آنحضور ﷺ کی دعاؤں کی وسعت	حضرت میر محمد اسماعیل	10 دسمبر 1936ء
آنحضور ﷺ کی دعائیں	محمد ظفر اللہ خان	28 اکتوبر 1937ء
آنحضور ﷺ کی زندگی کا نازک ترین لمحہ غار ثور	ابوالعطاء جالندھری	23 اگست 1961ء
آنحضور ﷺ کے اخلاق حسنہ	حضرت مصلح موعود	25 اگست 1956ء
آنحضور ﷺ کے بے مثال علوم	مولانا غلام رسول راجیکی	31 مارچ، 21,12,7,5 اپریل 1938ء
آنحضور ﷺ کے حالات زندگی	حضرت میر محمد اسحٰق	25,18 مارچ، 6 اپریل 1939ء
آنحضور ﷺ کے غزوات کے بارہ میں ہمارا نقطہ نظر	حضرت میر محمد اسماعیل	2 دسمبر 1936ء
آنحضور ﷺ اور امن عالم	ابوالعطاء جالندھری	11 دسمبر 1938ء
آنحضور ﷺ ایک نبی کی حیثیت میں	حضرت مصلح موعود	29 جنوری 1955ء
آنحضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے	حضرت مصلح موعود	14 ستمبر 1952ء

آنحضور ﷺ کی بعثت کے لیے عرب کو کیوں ترجیح دی	ابوالعطاء جالندھری	8 جنوری 1953ء
آنحضور ﷺ کی تعلیم میں دنیاوی مشکلات کا حل	خواجہ خورشید احمد	4 نومبر 1954ء
آنحضور ﷺ کی عظیم الشان قربانیاں	حضرت میر محمد اسحٰق	23 دسمبر 1936ء
آنحضور ﷺ کے محامد کلام الٰہی میں	حضرت میر محمد اسماعیل	6 نومبر 1932ء
بانی اسلام کی خوبیاں	لالہ جگن ناتھ	31 مئی 1929ء
بانی اسلام کے ازدواجی تعلقات کی پُرعظمت مثال	مولانا غلام رسول راجیکی	25 نومبر 1934ء
بانی اسلام کے پاکیزہ خصائل	پادری غلام مسیح	31 مئی 1929ء
بانی اسلام کے چند بینظیر کارنامے	ابوالعطاء جالندھری	12 جون 1928ء
بائبل کا محمد یم	حضرت مفتی محمد صادق	25/اکتوبر 1930ء
بلند ترین سیرت نبوی ﷺ کا راز	ابوالعطاء جالندھری	21 جولائی 1964ء
آنحضرت ﷺ پر سحر کا مزعومہ واقعہ محض نسیان کا ہے	حضرت مرزا بشیر احمد	3 جولائی 1959ء
رسول کریم ﷺ کا انداز تبلیغ	شیخ خورشید احمد	21 جولائی 1961ء
بنی نوع انسان سے آنحضرتؐ کی عدیم النظیر محبت وشفقت	حضرت مصلح موعود	14/اگست 1962ء
بیکس کا بادی	حضرت امۃ الحفیظ بیگم	25/اکتوبر 1930ء
بین الاقوامی امن کے متعلق حضور ﷺ کی تعلیم	محمد یار عارف	15 دسمبر 1938ء
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار	بشارت الرحمٰن	یکم اپریل 1951ء
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار	مولانا جلال الدین شمس	19 دسمبر 1944ء
پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار	قاضی ظہور الدین اکمل	12 جون 1928ء
پیغمبر اقوام عالم حضرت محمد ﷺ	مولوی محمد اسد اللہ	24,22/اگست 1965ء
رسول اللہؐ کو ایک فرانسیسی مستشرق کا خراج عقیدت		یکم اکتوبر 1964ء
تربیت جسمانی کے متعلق رسول کریمؐ کے ارشادات	محمد یعقوب	6 نومبر 1932ء
تمام شان میں بےنظیر نبی	شیخ رحمت اللہ شاکر	6 نومبر 1932ء
توحید باری تعالیٰ اور حضور ﷺ	ملک عبدالرحمٰن خادم	نومبر 1931ء
جنگوں میں آنحضرت ﷺ کا سلوک اپنے دشمنوں سے	شیخ محمد اسماعیل	6 فروری 1937ء
جوامع الکلم حضرت محمد ﷺ کی ایک خاص خصوصیت	حضرت میر محمد اسماعیل	19 جون 1928ء
حریت انسانی کا قائم کرنے والا رسول	حضرت مصلح موعود	نومبر 1931ء
حضرت رسول کریم ﷺ کا طریق تبلیغ		6 ستمبر 1952ء
حضرت رسول مقبول ﷺ کا عدل	ملک محمد عبداللہ	6 نومبر 1932ء
حضرت مخبر صادق کی پیشگوئی ہندو مسلم اتحاد کے متعلق	خادم حسین	29 نومبر 1920ء
حضرت نبی کریم ﷺ کا اہم الوداعی خطبہ	شیخ نور احمد	14/اگست 1965ء
حضور سرور کائنات کا اسوہ حسنہ اور کلمات طیبات	حضرت سید محمد اسحاق	27 مارچ، 22/اپریل 1932ء، 15/اگست، 24,7 ستمبر 1933ء
آنحضرت ﷺ کا عالمگیر مشن	ملک محمد عبداللہ	27 مارچ 1942ء
آنحضرت ﷺ کی ایک عظیم پیشگوئی	شیخ عبدالقادر	29/اگست 1950ء
آنحضرت ﷺ کی تعلیم لین دین کے بارہ میں	ملک سیف الرحمٰن	27 مارچ 1942ء
آنحضرت ﷺ کے افضل الانبیاء ہونیکی ایک دلیل	حضرت میر محمد اسحٰق	8 جولائی 1942ء
آنحضرت ﷺ کا ذوق علم	یعقوب علی عرفانی	یکم نومبر 1931ء
آنحضرت ﷺ کی جنگیں	حضرت مرزا بشیر احمد	یکم نومبر 1931ء
آنحضرت ﷺ کی سادگی	سیدہ سارہ بیگم	یکم نومبر 1931ء
آنحضرت ﷺ کی نظافت پسندی	مولوی محمد یعقوب	یکم نومبر 1931ء
آنحضرتؐ کے ارشادات بابت حفظان صحت وطہارت	حضرت میر محمد اسماعیل	یکم نومبر 1931ء
آنحضرت ﷺ کے پاکیزہ خصائل	سیدہ ناصرہ بیگم	یکم نومبر 1931ء
آنحضرت ﷺ نبی تھے یا بادشاہ	حضرت میر محمد اسماعیل	یکم نومبر 1931ء

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو کیا دیا	حضرت میر محمد اسماعیل	یکم نومبر 1931ء
آنحضرتؐ کی تعلیم سچ اور راست گوئی کے بارہ میں	عبدالکریم شرما	27 مارچ 1942ء
آنحضرتؐ کی حجۃ الوداع کے موقع پر مسلمانوں کو وصیت	حضرت میر محمد اسحٰق	21 فروری 1940ء
آنحضرت ﷺ کا بنی نوع کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا سلوک	مولوی قمر الدین	6 جولائی 1943ء
آنحضرت ﷺ کی سیرت کی ایک بےمثال خصوصیت	ابوالعطاء جالندھری	2 جولائی 1947ء
آنحضرت ﷺ کے بارہ میں مسیحؑ کی پیشگوئیاں	محمد صدیق امرتسری	23,22 جولائی 1936ء
آنحضرت ﷺ کے حق وحکمت سے پُر ارشادات	حضرت میر محمد اسحٰق	17,13 جنوری 1940ء
خاتم النبیین کی بعثت کے مقاصد	حضرت حافظ روشن علی	15 جون 1928ء
خاتم النبیین کی پاکیزہ زندگی کا ایک خاص پہلو	حضرت میر محمد اسماعیل	12 جون 1928ء
خاتم النبیین کے احسانات ہندوؤں پر	شیخ رحمت اللہ شاکر	12 جون 1928ء
خاتم النبیین ﷺ کا نصب العین کیا تھا	شیخ یعقوب علی عرفانی	12 جون 1928ء
خدارا آنحضور ﷺ کی تقدیس کو برقرار رکھیں	عبدالرحمٰن مبشر	6 دسمبر 1951ء
خیر البشر کے 24 گھنٹے	حضرت سید حامد علی شاہ	14 جولائی 1910ء
دعوۃ الی الحق میں بےنظیر استقلال دکھانے والا	ملک عبدالرحمٰن خادم	25 نومبر 1934ء
دنیا کو آزادی دینے والا نبی	حضرت مصلح موعود	12 جون 1928ء
دنیا کے مبلغ اعظم کی بےمثال تبلیغی شان	مولانا غلام رسول راجیکی	25 نومبر 1934ء، 5 ستمبر 1954ء
دین و دنیا کی کامیابی کے بارہ میں آنحضورؐ کے ارشادات	محمد احمد ثاقب	7 مئی 1946ء
ذکر احمد ﷺ	ملک عبدالرحمٰن خادم	25 نومبر 1934ء
رحمۃ للعالمین اور عالم اطفال	حضرت میر محمد اسماعیل	15 جون 1928ء
رحمۃ للعالمین کی برکات	ڈاکٹر حشمت اللہ	28 نومبر 1936ء
رحمۃ للعالمین کی سیرت کے متعلق لیکچروں کا انتظام	فتح محمد سیال	10/اپریل 1928ء
رحمۃ للعالمین ﷺ	حضرت مصلح موعود	30,28,27 جولائی، 18,16,15,14,2/اکتوبر 1958ء، یکم اگست 1963ء
رحمۃ للعالمین ﷺ	عبدالرشید غنی	24 ستمبر 1960ء
رحمۃ للعالمین ﷺ	مولانا جلال الدین شمس	31 مئی 1929ء
رسول اللہ ﷺ کی دعائیں	محمد ظفر اللہ خان	31/اکتوبر 1959ء
رسول کریمؐ کے ذریعہ دنیا میں ایک عظیم روحانی انقلاب	ابوالعطاء جالندھری	5/اپریل 1941ء
رسول کریم ﷺ اور عبادت الٰہی	حضرت مصلح موعود	21 جنوری 1949ء
رسول کریم ﷺ ایک انسان کی حیثیت میں	حضرت مصلح موعود	31 مئی 1929ء
رسول کریم ﷺ ایک ملہم کی حیثیت میں	حضرت مصلح موعود	25/اکتوبر 1930ء
رسول کریم ﷺ ایک نبی کی حیثیت میں	حضرت مصلح موعود	31 مئی 1929ء
ہندوستان کے طول وعرض میں 2 جون 1929ء کو جلسہ ہائے سیرت النبیؐ		21,18,14,10 جون، 2 جولائی 1929ء
رسول کریم ﷺ کا انداز تبلیغ	شیخ خورشید	3/اگست 1961ء
رسول کریم ﷺ کا سلوک غلاموں سے	غلام احمد مجاہد	20 ستمبر 1930ء
رسول کریم ﷺ کا سلوک غلاموں سے	مولوی عبدالرحیم درد	31 مئی 1929ء
رسول کریم ﷺ کا صبر دشمنوں کی اذیت کے مقابلہ میں	مولانا جلال الدین شمس	23 نومبر 1935ء
رسول کریم ﷺ کا طریق عمل تربیت اولاد کے متعلق	حضرت سید محمد اسحٰق	6 نومبر 1932ء
رسول کریم ﷺ کا غرباء سے حسن سلوک	حضرت مصلح موعود	8 فروری 1949ء
رسول کریم ﷺ کی بہترین عادات وخصائل	حضرت مصلح موعود	30,25 مارچ 1946ء
رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ جوانی	حضرت سیدہ مریم بیگم	31 مئی 1929ء
رسول کریم ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت	مولوی ظہور حسین	16 نومبر 1945ء
رسول کریمؐ کی سادہ اور تکلفات سے پاک زندگی	حضرت مصلح موعود	29,27,5 نومبر 1962ء

رسول کریم ﷺ کی سادہ زندگی	ظفر اللہ خان	31 مئی 1929ء
رسول کریم ﷺ کی سیرت پر لیکچر	حضرت مصلح موعود	4 مئی 1928ء
رسول کریم ﷺ کی شان انسانی	یعقوب علی عرفانی	31 مئی 1929ء
رسول مقبول کی پاکیزہ خلوت	ابوالعطاء جالندھری	31 مئی 1929ء
رسول مقبول کی نفس کشی	حضرت سید محمد اسحٰق	3/اگست 1933ء
رسول مقبول ﷺ کی سیرت۔ظاہری و باطنی صفائی	حضرت مصلح موعود	9 فروری 1949ء
رسول مقبول ﷺ کے ارشادات کی اشاعت	حضرت سید محمد اسحٰق	3/اگست 1933ء
روحانی شہنشاہ	بھگت سائیں داس	31 مئی 1929ء
روحانیت کا بلند ترین مقام اور حضرت خاتم النبیینؐ	ابوالعطاء جالندھری	25/اکتوبر 1930ء
روضۃ النبی ﷺ	قاضی ظہور الدین اکمل	12 ستمبر 1925ء
سرورِ کائناتؐ کی ہجرت مدینہ اور اشاعت اسلام	ابوالعطاء جالندھری	2 مارچ 1939ء
سرور عالم ﷺ ایک جرنیل کی حیثیت میں	حضرت مصلح موعود	29/اکتوبر 1965ء
سیرت النبی ﷺ	حضرت مرزا بشیر احمد	29 مارچ 1959ء
سیرت النبی ﷺ۔آزادی مذہب	ملک سیف الرحمٰن	2 جولائی 1942ء
سیرت خاتم النبیین کی اہمیت	شیخ محمد اسماعیل	24 جولائی 1964ء
سیرت خاتم النبیین ﷺ کی ایک پُرعظمت مثال	مولانا غلام رسول راجیکی	30 نومبر 1933ء
سیرت رسولؐ پر 2 جون کے جلسوں کے متعلق جدوجہد	فتح محمد سیال	12 مارچ 1929ء
سیرۃ النبیؐ شفقت علیٰ خلق اللہ	مرزا رفیع احمد	4 جولائی 1962ء
شاہ حبشہ نجاشی کی کامیابی کے لئے دعا	حضرت میر محمد اسحٰق	5 فروری 1941ء
عالمگیر اور معصوم ترین رسول ﷺ	ابوالعطاء جالندھری	18 فروری 1946ء
عرب کا اوتار اور ہندو دھرم	مہاشہ محمد عمر شرما	6 نومبر 1932ء
عیسائی دنیا پر آنحضرت ﷺ کے احسانات	حضرت مفتی محمد صادق	6 نومبر 1932ء
غار حرا مقام گریہ وبکا	ابوالعطاء جالندھری	28 نومبر 1936ء
غیر مذاہب کی عبادتگاہوں اور راہبوں کے متعلق رسول کریم ﷺ کے احکام	حضرت مفتی محمد صادق	5/اپریل 1941ء
فرقہ نسواں پر احسان بیکراں	حضرت نواب امۃ الحفیظ	12 جون 1928ء
فضائل نبوی علیہ التحیہ والسلام	حضرت حافظ روشن علی	6 جنوری 1928ء
قدوسیت کا مظہر اتم	مولانا جلال الدین شمس	6 نومبر 1932ء
قلب یورپ میں آنحضورؐ کی حیات طیبہ پر لیکچر	شیخ ناصر احمد	16 جولائی 1949ء
کیا آنحضور ﷺ کے فیض سے نبوت ملنا ممتنع ہے؟	ابوالعطاء جالندھری	15 مئی 1940ء
لو لاك لما خلقت الافلاك	مولانا جلال الدین شمس	4 جنوری 1929ء
مبلغ اعظم کا استقلال	خواجہ حسن نظامی	12 جون 1928ء
محسن جہاں کا ایک احسان	حضرت مفتی محمد صادق	12 جون 1928ء
محمد ہست برہان محمد	حضرت مرزا بشیر احمد	6 نومبر 1932ء
محمد ﷺ ایک جرنیل کی حیثیت میں	سید اختر احمد	25 ستمبر 1930ء
محمد ﷺ کی تلوار	ڈاکٹر بدر الدین	25 نومبر 1934ء
محمد یم	شیخ عبد القادر	26 دسمبر 1956ء
مصلحین عالم میں مصلح اعظمؐ کا مقام	یعقوب علی عرفانی	30/اکتوبر 1930ء
نبی اسلام کا پاکیزہ مشن	محمد ابراہیم	31 مئی 1929ء
نبی امی کا سب سے بڑا فیضان	حضرت میر محمد اسماعیل	15 جون 1928ء
نبی کریم ﷺ کا پاکیزہ کلام عورتوں سے	مبارکہ بیگم	31 مئی 1929ء
نبی کریم ﷺ کا تعلق بچوں سے	محمودہ بیگم	31 مئی 1929ء
نبی کریم ﷺ کی بے مثال قوت قدسیہ	حضرت سیدہ ام متین	11 جولائی 1965ء
ہمارا پیارا محسن ﷺ	امۃ الحفیظ بیگم	6 نومبر 1932ء
ہمارا محمد ﷺ	قاضی محمد یوسف	12 جون 1928ء
ہندوؤں میں عشاق رسول ﷺ	خواجہ حسن نظامی دہلوی	31 مئی 1929ء
یتیموں کا محسن نبی ﷺ	ملک مبارک احمد	23 نومبر 1935ء
یقیناً آنحضرت ﷺ ہی آخر الانبیاء ہیں	حضرت مرزا بشیر احمد	17/اکتوبر 1962ء
حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری	حضرت میر محمد اسماعیل	12 جون 1928ء
رسول اکرم ﷺ نے اپنے ملک کو کس حالت میں پایا اور کس حالت میں چھوڑا	احمد جان	23 جولائی 1929ء
رسول کریم ﷺ کی ربیب پروری	شیخ رحمت اللہ شاکر	25 نومبر 1934ء

مکرم عنایت اللہ صاحب۔ربوہ

روحانی اور علمی تشنگی کا مداوا کرتا ہے

الفضل کے ساتھ میرا تعلق خاصا پرانا ہے۔ میں تین سال کی عمر میں قادیان میں آن بسا تھا یعنی 1938ء میں۔ میرے خالو جان بزرگوار حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ میں ان کے پاس ہی رہتا تھا۔ جب مجھے کچھ سُدھ بُدھ ہوئی اور کچھ لکھنے پڑھنے لگا تو الفضل کو بھی پہچاننے لگا۔ اس زمانے میں محترم خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل تھے اور ایڈیٹر صاحب کے نام سے ہی مشہور تھے۔ اچھی بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے۔ ہم محلّہ دارالرحمت میں بیت کے قریب ہی رہتے تھے اور ایڈیٹر صاحب بھی ہماری ہی گلی میں سامنے کے مکان میں رہتے تھے۔ پس ہمسائیگی کا تعلق بھی ان کے گھرانے کے ساتھ رہتا تھا۔ ان کا گھرانہ کافی بڑا تھا اور ان کے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ ہم گلی میں کھیلا کرتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس زمانے میں الفضل ہاکر ہماری کھڑکی میں سے اندر پھینک جایا کرتا تھے۔ تب ڈاک کی سروس بھی بڑی باقاعدہ ہوا کرتی تھی۔ معینہ وقت پر الفضل پہنچ جایا کرتا تھا۔ بزرگوار خالو جی تو نہایت انہماک اور باقاعدگی کے ساتھ سارے الفضل کا مطالعہ فرماتے۔ باقی افراد خانہ بھی اپنی اپنی دلچسپی کے مطابق اسے دیکھتے۔ میں بھی کبھی کچھ دیکھ لیتا۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مصلح موعود کی صحت اور مصروفیات کے بارے میں پہلے صفحے کے اوپر ہی (اخباری اصطلاح میں کوٹھے پر) مختصراً ضرور کچھ لکھا ہوتا۔ وہ مجھے بھی سمجھ آجاتا تھا۔ رفتہ رفتہ جوں جوں عمر بڑھتی گئی، سمجھ بھی بڑھتی رہی۔ اپنی دلچسپی کی باتیں پڑھ لیتا۔ پاکستان بننے کے بعد جب میں سندھ منتقل ہوگیا تب بھی الفضل دیکھا جاتا تھا۔ 1951,52ء میں میٹرک کے لئے پھر ربوہ خالو جی کے پاس آگیا تو یہاں بھی خاص اہتمام الفضل کا رہا۔ کالج میں لاہور میں لائبریری میں کبھی جاتے تو نظر آتا۔

1954ء کے شروع میں افغانستان چلا گیا تو الفضل کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور زندگی کے طور طریق خاصے بدل گئے۔ پھرتا پھراتا 23 سال کے بعد 1977ء میں واپس پاکستان آیا تو پھر الفضل سے ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا تو باقاعدگی کے ساتھ الفضل لیتا رہا ہوں اور پورے انہماک کے ساتھ پڑھتا ہوں الا ماشاء اللہ جب سفر وغیرہ میں ہوتا ہوں تو اگر الفضل نہ ملے تو اس کی کمی خاص طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اگر کوئی پرانا بھی کہیں مل جائے تو خاصی دلچسپی کے ساتھ پڑھتا ہوں گھر واپس آکر بھی پرانے الفضل دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

بلاشبہ 'الفضل' سے بہت افضال ملتے ہیں۔ روحانی اور علمی تشنگی کا مداوہ ہوتا ہے۔ گھر کے باقی افراد بھی اپنی دلچسپی کے مطابق اس سے استفادہ کر لیتے ہیں۔ جب تک میں برسر روزگار رہا ہوں، پورا چندہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتا رہا ہوں۔ جب ریٹائر ہو کر 2003ء کے شروع میں ربوہ منتقل ہوگیا۔ تو مینیجر صاحب نے میری درخواست پر رعایتی قیمت کا حکم فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ابھی تک باقاعدگی کے ساتھ الفضل مجھے مل رہا ہے اور اپنے افضال سے مجھے سیراب کر رہا ہے۔ جب چھٹی کے روز الفضل نہیں ملتا تو تشنگی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کی ہر طرح سے بہتری فرمائے، اشاعت میں بھی بہت اضافہ فرمائے جو کہ اس کا ہم پر حق ہے اور اس کی مشکلات جن کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے جلد از جلد آسان فرمائے۔ آمین

شجر سایہ دار۔ ہمارا اخبار

تاریخ احمدیت میں گلوبل ویلج بنانے کا سہرا الفضل کے سر ہے

مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب میڈیکل سپیشلسٹ فضل عمر ہسپتال ربوہ

صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دور
جب میکدے سے نکلے تو دنیا بدل گئی

الفضل ایک ایسا خوشبودار درخت ہے، جس پر ہزار ہا پھول کھلے ہوئے ہیں اور ہر پھول اپنا منفرد رنگ اور مہک رکھتا ہے اور جو ہر شخص کے مزاج اور کیفیت کے مطابق بھاتا ہے اور ہر کوئی اپنی ضرورت اور ظرف کے مطابق اسے اپنے دل میں محفوظ کرتا اور بساتا ہے۔

الفضل سے واقفیت کب اور کیسے ہوئی۔ کب میری نظروں کے سامنے الفضل آیا؟ اس سوال کا جواب پانے کے لئے جب چشمِ تصور میں اپنی یادوں کو کھنگالا تو مجھے اپنے انتہائی بچپن میں ہاکر کے ذریعے الفضل اپنے گھر میں آنا یاد آیا جو صبح سویرے ہی اخبار دے جایا کرتے تھے۔

والد محترم حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کا طریق تھا کہ صبح دفتر میں جانے سے قبل لازماً الفضل پڑھتے۔ الفضل آتے ہی فوراً اسے کم از کم ایک نظر دیکھنے کی عادت خاکسار کو اپنے والد محترم کی طرف دیکھ کر ہی پڑی۔ آج بھی الفضل صحن میں جب نظر آتا ہے، اسے صحن میں ہی کھڑے کھڑے فوراً دیکھنا میرے دل کو آج بھی لبھاتا ہے اور حقیقت میں اس وقت تک چین نہیں پڑتا جب تک کہ اُس پر کم از کم ایک اچٹتی سی نظر نہ ڈال لی جائے۔

دین حق اور خلافت حقہ سے میری اٹوٹ انگ محبت کے قیام میں الفضل نے نمایاں کردار ادا کیا ہے اور اس کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو ہمیشہ اس کا گرانبار احسان رکھے گی۔

الفضل کے مطالعہ سے جو بات میرے سامنے واضح طور پر آئی کہ یہ اخبار دوسرے اخباروں سے یکسر مختلف ہے۔ جماعتی تقاریب کی وقائع نگاری میں جن میں بدرجہ اولیٰ خلیفہ وقت کی بے پناہ مصروفیات کی عکاسی کی گئی ہوتی ہے، الفضل نے جن عظیم الشان روایات کو فروغ دیا ہے، وہ اسی کا حصہ ہے۔ روزمرہ کے ہونے والے واقعات کو ضبطِ تحریر میں لاکر اور انہیں شائع کر کے سلسلہ کی تاریخ کو محفوظ کرنے کی اہم ذمہ داری بھی اس نے کمال تندہی سے نبھائی ہے۔ تفصیلی رپورٹنگ کا یہ انداز آئندہ نسلوں کے لئے نہایت اہم ہے کیونکہ ان تفصیلات کو دیکھنے والے تو بعد میں موجود نہیں ہوں گے چنانچہ مستقبل میں آنے والے لوگوں کی ضروریات اور سہولت کے مدنظر خلفائے وقت کے ارشادات، جلسوں کی تقاریر وخطابات، جماعتی تقاریب کی تفصیلات، بزرگان کی وفات اور ذکر خیر کی خبریں شایانِ شان طریق پر لکھی گئیں اور وہ سب خبریں الفضل کے حوالہ سے ہی تاریخ احمدیت (اور تواریخ تنظیمات) کا حصہ بنیں۔

مکرم ومحترم مسعود احمد صاحب دہلوی مرحوم ایڈیٹر الفضل تحریر فرماتے ہیں:۔

''مؤرخ احمدیت محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے بارہا مجھ سے اس بات کا ذکر کیا کہ آپ نے جس طرح تاریخ کو الفضل میں محفوظ کیا ہے، حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے بعد اور کسی نے نہیں کیا۔ میں جب کبھی عرصہ دراز کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ کہتے کہ تاریخ مرتب کرتے وقت الفضل میں آپ کی رپورٹ کئے ہوئے واقعات زیر مطالعہ آتے ہیں تو میرا کام آسان ہوجاتا ہے۔ مجھے پوری معلومات تفصیل کے ساتھ لکھی لکھائی مل جاتی ہیں اور میں انہیں ذرا سی کتر بیونت کے بعد قریباً من وعن ''تاریخ احمدیت'' میں الفضل کے حوالہ سے درج کر دیتا ہوں''۔

(سفر حیات صفحہ 175-176)

یہ حقیقت ہے کہ میں نے جب بھی ان رپورٹوں کو پڑھا ہے تو ایسا سماں بندھ جاتا ہے کہ جیسے میں بھی اس مقام پر سامعین وحاضرین میں موجود اور ان برکتوں سے فیضیاب ہو رہا ہوں۔

خاکسار کو تاریخ خدام الاحمدیہ کی دو جلدیں اور تاریخ انصار اللہ کی بھی دو جلدیں مرتب کرنے کی توفیق ملی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ خاکسار کو الفضل کے پہلے شمارے سے لے کر الا ماشاء اللہ آج تک الفضل کے پرچوں کی ورق گردانی کا موقع ملا ہے اور خاکسار یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ جماعتی اور تنظیمی تاریخ شاید کبھی بھی مکمل نہ ہوسکتی اگر الفضل نہ ہوتا۔ تاریخ اور روایات سلسلہ کا یہ ایسا خزانہ اور ماخذ ہے جسے کوئی مؤرخ کبھی بھی نظرانداز نہیں کرسکے گا۔

مجھ پر میرے والد مرحوم کے احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان الفضل کے مطالعہ کی عادت ڈالنا ہے۔ یہ اس سے محبت کا رنگ ہی تو ہے جو مجھے میرے والدین کی طرف سے ملا کہ الفضل نظر آجائے تو پھر اس کا لفظ لفظ پڑھے بغیر اسے ہاتھ سے نہیں دیتا یہاں تک کہ اشتہارات تک کو بھی پڑھنا عادت سی بن گئی ہے۔ اس کا لفظ لفظ مجھے مسیح پاک کا وہ وقت یاد دلاتا ہے جس کے متعلق خود آپ نے فرمایا ہے کہ

؎ میں تھا غریب وبیکس وگمنام وبے ہنر

مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ والد محترم کو تن تنہا تاریخ احمدیت مرتب کرنا ہوتی تھی۔ علمی مضامین لکھنے اور ان سب سے بڑھ کر خلیفہ وقت کے ارشادات کی تعمیل میں حوالے نکالنے اور بھجوانے کی ذمہ داری تھی۔ میں اس وقت کی بات کررہا ہوں جب اُن کے پاس کوئی کارکن بھی نہیں تھا اور فوٹوسٹیٹ مشین بھی ربوہ میں موجود نہیں تھی۔ حوالے ہاتھ سے ہی نقل کرنا پڑتے تھے۔ خاکسار کو اپنے والد کے ساتھ ان کے علمی کاموں میں معاونت کی سعادت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ جب کبھی ضرورت ہوتی تو حوالہ جات نقل کرنے کے لئے اس عاجز کو بھی وہ ثواب میں شامل کر لیتے۔ الفضل سے نقل کرنے میں مجھے فائدہ یہ ہوتا کہ نہ صرف اس تحریر سے واقفیت حاصل ہوجاتی بلکہ اس کے اردگرد کی تحریروں پر بھی نظر پڑ جاتی اور اس طرح غیر محسوس طریقے ہر دوسرے مضامین میں بھی دلچسپی پیدا ہوجاتی۔ جو رفتہ رفتہ اس کے مکمل مطالعہ پر منتج ہوئی۔

شاید نہیں بلکہ یقیناً الفضل احمدیہ کلچر کا نمائندہ اخبار ہے۔ اسے مسلسل زیر مطالعہ رکھنے سے میرے سامنے احمدیہ معاشرت اور طرز زندگی کے سارے مناظر کھل کر سامنے آئے اور اس دنیا کے حسین چہرے کے اسرار ورموز کو بے نقاب اپنے رُوبرو اس طرح پایا کہ اجنبیت کا سارا تصور ہی ختم ہوگیا اور احمدیہ معاشرہ کی روایات وخصوصیات کو پرکھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا۔

کسی خاص واقعہ اور ماحول کو سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر اور لحہ بہ لحہ ہونے والے واقعات کو جاننا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ اس میدان میں بھی الفضل نے میری رہنمائی کی۔ خاکسار کو علم تاریخ سے قلبی تعلق ہے۔ الفضل کے گزشتہ شماروں کو پڑھتے ہوئے واقعات کا ایک تسلسل سامنے آتا ہے اور میں بے اختیار اُسی ماحول میں جا پہنچتا ہوں جس کی الفاظ میں تصویر کشی الفضل نے کی ہوتی ہے۔ سلسلہ پر کون کون سے ابتلاء آئے، کس طرح خلفاء نے جماعت کی رہنمائی کی، کس طرح خدا تعالیٰ نے ان کے بپھرے ہوئے طوفانوں کا رُخ پھیرا، کیسے حالت خوف امن میں بدلی، انعامات خداوندی کس کس شکل میں موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوئے، الفضل کے صفحات ان کی تفاصیل اپنے اندر سموئے ہوئے مجھے ملتے ہیں۔

گلوبل ویلج کی اصطلاح تو آج ایجاد ہورہی ہے۔ خاکسار کی ناچیز رائے میں تاریخی اعتبار سے اس کا اولین سہرا بھی الفضل کے سر ہی بندھتا ہے جس نے ایسے وقت میں جبکہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا ایسا زور نہ تھا بلکہ تصور بھی نہ تھا دنیائے احمدیت کی سرگرمیوں کو نہ صرف دوسروں تک پہنچانے کا حق ادا کیا بلکہ اپنوں میں '' رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ '' کی عملی مثال قائم کرکے نئی زمین اور نیا آسمان بنانے میں اپنے کردار کو بخوبی نبھایا۔

دینی علوم ہوں یا دنیوی علوم، اُن کو پھیلانے میں الفضل ایک نا قابل فراموش حصہ رکھتا ہے۔ تاریخ اسلام، تاریخ احمدیت، سیرت رسول عربی ﷺ سیرت خلفائے راشدین وصحابہ رسول، سیرت حضرت مسیح موعود، سیرت خلفاء ورفقاء مسیح موعود، علم کلام، علم طب، علم الاقتصادیات، علم الابدان، علم الادیان، احادیث نبویہؐ وغیرہ۔ غرضیکہ وہ کون سا علم ہے جس پر معلومات آفریں مضامین الفضل کی زینت نہیں بنے؟

میرے دل میں حضرت محمد عربی ﷺ، صحابہ رسول، حضرت مسیح موعود، رفقاء، بزرگانِ سلسلہ سے عشق اور محبت کا ایک بحر مواج پیدا کرنے میں یہی الفضل اپنا بہترین حصہ رکھتا ہے کہ ان کی سیرت کے واقعات، ان کے ارشادات، ان کے مبارک الفاظ، ان کے موتیوں اور لعل وجواہر سے قیمتی اقوال مجھ تک پہنچانے میں اسی کا ہاتھ تھا۔ الفضل کے مطالعہ نے میرے دینی اور دنیاوی علم کو بڑھانے اور صیقل کرنے میں بھرپور حصہ لیا۔ خاکسار بلاخوفِ تردید باآواز بلند یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ الفضل نے خاکسار کی ذہنی اور علمی صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور پھر جِلا بخشنے میں ایک خاموش مگر انمٹ غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔

الفضل کی ایک بہت بھاری خدمت یہ ہے کہ اس نے اپنے اجراء کے پہلے دن سے ہی اپنے قارئین کے علمی معیار کو بڑھانے کی کوشش جاری رکھی۔ دینی معیار تو ماشاء اللہ بلند ہوا ہی۔ عام دنیاوی معیار بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں رہا۔ آپ آج سے سو سال پہلے کو اپنے ذہن میں لائیے۔ کتنے پریس تھے دنیا بھر میں اور ہندوستان میں؟ اس وقت کتنے اخبار تھے جو چھپتے تھے اور پھر ان میں سے بھی اردو اخبار کتنے تھے؟ ان اخبارات کو خریدنے والے اور پڑھنے والے کتنے تھے؟ رسل ورسائل کی کیا کیفیت تھی؟ اس دور میں پوری دنیا کی خبروں سے اپنے قارئین کو باخبر رکھنا اور پھر ان پر بھی سیر حاصل تبصروں کی اشاعت! ان کے علمی فکر کو اس طریق سے بلند رکھنا ایک ایسی بھاری خدمت تھی جسے الفضل آج تک پوری شان سے نبھا رہا ہے۔ الفضل کا سلسلہ وار مطالعہ کرنے سے اس زمانے کی عالمی وملکی تاریخ بھی میرے

سامنے آتی گئی اور روز بروز پیدا ہوتی ہوئی صورتحال پڑھنے سے اس دور کے حالات کو سمجھنے میں مجھے بہت مدد ملی۔

ایک ایسا متنوع اخبار جو قارئین کی پیاس دینی اور دنیوی دونوں شعبوں میں بجھانے والا ہو اور ایک سو سال پر محیط طویل عرصہ اس کی مقبولیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہو۔ اس کی مثال کسی کے پاس ہو تو بتائے!!

ایک اور بات کا ذکر کرنا بھول گیا اور شاید کسی کی نظر اس طرف نہ گئی ہو اور وہ یہ کہ گیسوئے اردو کو سنوارنے میں الفضل نے ایک صدی میں بے پناہ خدمت سر انجام دی ہے۔ الفضل نے کتنے ہی روشن ستاروں کی ضَو کو چار دانگ عالم میں پھیلایا ہے۔ کتنے ہی نامور ادیب ہیں، مضمون نگار ہیں، شاعر ہیں جن کی شناخت مجھے اس اخبار کے ذریعہ ہی ہوئی۔ ان کی تحریروں، نظموں، غزلوں کی چاشنی، ندرت، سلاست اور حلاوت سے آج بھی میرے کام و دہن بھرپور لذت اُٹھاتے ہیں۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ الفضل نے مختلف موضوعات پر فکر انگیز اور معلومات سے پُر مضامین اور ادبی شہ پاروں سے دنیا کو متعارف کروایا ہے جو بلاشبہ اردو زبان کا بہترین خزینہ ہیں اور اردو اس پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

اردو زبان کو دنیا بھر میں متعارف کرانے میں اس کے کردار کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ میری نظر میں کوئی بھی ایسا اخبار نہیں جس نے ایک سال نہیں، دس نہیں بیس نہیں بلکہ ایک سو سال سے مسلسل اردو کی ترویج و اشاعت کا بیڑہ اُٹھایا ہو بجز الفضل کے۔

الفضل میرے والد کا محبوب اخبار تھا۔ حضرت مصلح موعود کی براہ راست نگرانی میں تحریر کردہ دلچسپ سلسلہ شذرات، نے اسی الفضل کے ذریعے قبولیت عام کی سند پائی۔ گہرے علمی نکات پر مشتمل اُن کے مضامین الفضل ہی نے اپنے صفحات پر سجائے جو اُن کی شناخت بن گئے اور شہرت دوام پانے کا ذریعہ بھی۔ آج بھی میری نظروں کے سامنے اپنے والد ہیں جو صبح دفتر جانے سے پہلے لازماً الفضل کو ''سونگھتے'' (یہ اصطلاح وہ ایک نظر ڈالنے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے) اور پھر دوپہر کو دفتر سے واپسی پر کھانے سے قبل اس کا بھرپور مطالعہ کرتے۔

میں بھلا نا بھی چاہوں تو کس طرح اپنے والد مرحوم کو الفضل کے شماروں کو سنبھالتے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کی جلد بندی کرتے اور پھر اسے ترتیب وار رکھتے ہوئے بھلا دوں۔ کس محبت کے ساتھ وہ اسے اپنی لائبریری کی زینت بناتے تھے۔ آج بھی ان کی لائبریری میں جلد بندی کا سامان اور الفضل کی فائلیں دیکھ کر بے اختیار اُن کے لئے دعائیں نکلتی ہیں کہ وہ ایک انمول نگینوں سے مرصع اور آسمانی دودھ کا مرقع ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ پھر مجھے اپنی والدہ بھی بھُلائے نہیں بھولتیں باوجود یکہ اُن کی تعلیم صرف مڈل تھی لیکن جب تک الفضل کو روزانہ لفظاً لفظاً پڑھ نہ لیتیں انہیں قرار نہیں آتا تھا۔

دل میں اک درد اٹھا، آنکھ میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے مجھے جانے کیا یاد آیا

اس موقع پر ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی المناک وفات پر عاجز نے امام ہمام حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمتِ بابرکت میں یہ ذوقی بات عرض کی کہ خدا کا یہ عجیب تصرف اور کرم نوازی ہے کہ الفضل کو جاری کرنے میں جن وجودوں نے حصہ لیا، خدا تعالیٰ نے انہیں اس طرح نوازا کہ خود حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی ردا پہنائی اور آپ کی نسل میں بھی خلافت جاری فرمائی اور جن خواتین کے زیور سے سرمایہ مہیا ہوا تھا یعنی حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہ اور حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ۔ ان کے صاحبزادگان کو بھی اپنے خاص الخاص بندوں میں چُن لیا اور خلعتِ خلافت سے نوازا۔ وذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اس پر مقدس امام نے تحریر فرمایا:-

''آپ کا خط ملا جس میں آپ نے الفضل کے اجراء کے وقت ابتدائی سرمایہ کے لئے حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہ اور میری والدہ محترمہ کے زیورات کی قربانی کا ذکر کر کے اپنے جس ذوقی نکتہ کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی ذوقی بات تو ہے لیکن یہ ایک عرصہ سے میرے دل میں بھی تھی۔ الفضل کو پڑھ کر ان کے لئے بھی دعا کیا کریں۔''

(تحریر مبارک 2۔اگست 2011ء)

سو کیا ہی مبارک اس کا آغاز تھا اور کیا ہی مقدس اور برگزیدہ ہستیاں تھیں جن کے ذریعہ یہ پودا لگا، پھلا، پھولا اور ایک تناور شجرِ طیبہ بن گیا جس کی شاخیں آسمان تک پھیل گئیں۔ اے دوستو! اے مہدی معہود کے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! اس آسمانی مائدہ کی قدر کرو! قدر کرو!! قدر کرو!!!

کان اللہ معکم

الفضل۔ایک نشان

ر۔نعمان۔لاہور

الفضل ایک ہمدرد اور غمخوار دوست کی طرح ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ کسی وجہ سے پریشان ہوتا ہے تو اپنے دکھ درد کسی پیارے سے بانٹتا ہے اور اس کا دل تسلی پاتا ہے۔ الفضل ایسا خاموش دوست ہے جو جسمانی لحاظ سے بولتا تو نہیں لیکن آپ کے سارے دکھ درد سمیٹ کر آپ کو تسلی و تشفی، صبر و استقلال، وفا اور پیار کی ایسی سکینت عطا کرتا ہے جو فی زمانہ کسی دوست سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اس میں درج تحریریں آہستہ آہستہ آپ کی تمام پریشانیوں کو ایک حد تک ایسے دور کرتی ہیں کہ دل حمد و شکر سے بھر جاتا ہے۔ کیونکہ تحریریں پاک، سچی اور کھری ہوتی ہیں۔ خدا کا کلام، خدا کے پیارے بندوں کا کلام، خوبصورت نظمیں، نیک لوگوں کی آپ بیتیاں، اپنے کسی پیارے بزرگ کی یادیں بہت متاثر کرتی ہیں۔

کچھ سال پہلے کی بات ہے کسی گھریلو مسئلہ پر میں بہت پریشان تھی اور دل بہت افسردہ تھا۔ صبح صبح الفضل ملا اور پہلا صفحہ پڑھا اور بخدا یوں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مشکل اور تکلیف کو دور کرنے کے لئے ہی یہ مضمون بھیجا ہے۔ الحمد للہ وہ مضمون پڑھ کر دل کو بہت سکون محسوس ہوا اور آنکھوں سے شکر کے آنسو بہہ نکلے۔

بلاشبہ الفضل اپنے اندر بے شمار رحمتیں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ اب پڑھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اس کا کس طرح اور کس طریقے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میرے والد غیر از جماعت ہیں اور احمدیت کی شدید مخالفت کرتے ہیں۔ ان کو دیکھے اور ملے ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ لیکن ننھیال میں سب احمدی ہیں۔ مجھے یاد ہے بچپن میں جب میں اپنی نانی امی کے گھر جاتی تھی تو وہ بڑے پیار سے الفضل ہمارے سامنے رکھ دیتی تھیں اور کہتی تھیں، احمدیت سچی ہے اور صرف الفضل کی بدولت پھر کسی دلیل یا کتاب پڑھنے کی ضرورت نہ رہی۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

اور میرے لئے یہ ایک نشان الفضل ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا الفضل کو بے شمار ترقیات اور کامیابیاں عطا کرے اور یہ میری طرح بہت سے لوگوں کی رہنمائی کا سبب بن جائے۔ آمین

ڈیڑھ سو آیات یاد کریں

مکرمہ عاصمہ اکرام صاحبہ۔جرمنی

الفضل تو خدا تعالیٰ کے فضل سے پچھلے 14 سال سے میرا روزمرہ کا ساتھی ہے بہت کم ایسا ہوا کہ پڑھنے کا موقع نہ ملا ہو مگر کبھی سستی ہوئی بھی تو اگلے دنوں میں اسے پورا کر لیا۔ ہر قسم کے دینی، دنیاوی، روحانی، اخلاقی، ذہنی اور جسمانی علوم الفضل سے نہ صرف حاصل کئے بلکہ وقتاً فوقتاً دوسروں تک اور اپنی آئندہ نسلوں تک بھی پہنچانے کی توفیق پاتی ہوں۔

پیارا الفضل انٹرنیٹ کے ذریعہ روزانہ پڑھنے کو ملتا ہے۔ الفاظ کی پابندیوں میں جکڑا ہوا الفضل اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے قارئین کو سب کچھ مہیا کرنے کی کوششوں میں برسرِ پیکار ہے۔

الفضل مجھے ہر قسم کے قرآنی علوم، احادیث کے علوم، خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات، حضرت مسیح موعود کے ارشادات عالیہ، خطبات امام، پیارے خلیفہ کے تمام دورہ جات کی تفصیلات اور روز افزوں ترقیات احمدیت کی خبریں، عالمگیر جماعت احمدیہ کی مختلف قسم کی سرگرمیاں وفات شدگان کے ذکر خیر، بیماروں کی شفایابی کی دعاؤں کی درخواستیں، تقریبات ختمِ قرآن، حفاظ قرآن کے نام، شادی و نکاح کے اعلانات، احمدی بچوں اور بچیوں کے میدان عمل میں کارہائے نمایاں، سانحہ ارتحال اور ان تمام کے ساتھ موقع بہ موقع دعاؤں کی بھی توفیق ملتی ہے۔ نیز عزیز و اقارب کی خیریت سے بھی آگاہی ہوتی ہے مختلف مذاہب کی تعلیمات اور دین حق سے ان کے موازنہ کی توفیق ملتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے حق میں خدائی وعدوں کی تکمیل، ربوہ کی سرگرمیاں، مختلف قسم کے کیمپ لگا کر لوگوں کو علم الابدان سے آگاہ کرنا دنیا کے مختلف ممالک میں کہاں، کیا ہو رہا ہے۔ نئی کتب کے تعارف، غرض کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جہاں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو۔ 2012ء کے اواخر میں الفضل میں ایک حدیث شریف پڑھنے کو ملی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر رات کو سونے سے قبل قرآن کریم کی 150 آیات تلاوت کر لی جائیں تو خدا تعالیٰ اس شخص کو حفاظ قرآن میں لکھ لیتا ہے۔ اس پیاری حدیث کے بعد اس کو اپنا معمول بنا لیا۔ آہستہ آہستہ بھولی بسری آیات یاد آنے لگیں، بہت سی سورتیں جو بھول چکی تھیں یاد آگئیں نیز ڈیڑھ سو سے زائد آیات زبانی بھی یاد کرنے کی توفیق پائی۔

الفضل امام وقت کی آواز گلی گلی پہنچانے والا قاصد

محترم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ انگلستان

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خلافت احمدیہ کی برکتوں کے ساتھ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے طفیل آج ہم یہ تاریخ ساز دن دیکھ رہے ہیں کہ الفضل کی اشاعت اور اجراء کو ایک سو سال مکمل ہو رہے ہیں۔ خاکسار اس موقع پر سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اور پھر تمام جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں اور الفضل کے تمام کارکنان کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چشمہء فیض کو ہمیشہ جاری رکھے اور اس کیلئے کام کرنے والے تمام کارکنان کو ہمیشہ اپنے فضلوں سے نوازتا چلا جائے، صحت و سلامتی والی لمبی عمریں عطا فرمائے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے آمین۔

الفضل اخبار ایک ایسا تحفہ ہے جس کا مجھے بھی اور ہر احمدی کو شدت سے انتظار رہتا ہے۔ یہ اخبار دراصل وہ نازک سا پودا ہے جو دعاؤں کے ساتھ حضرت مصلح موعود کے دست مبارک سے بویا گیا اور جماعت احمدیہ کی بزرگ ہستیوں کی قربانیوں سے پروان چڑھا آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز و شاداب اور سایہ دار شجر کی صورت اختیار کر چکا ہے اور مسلسل ایک سو سال سے جہاں جماعت احمدیہ کے احباب کے لئے خبریں اور اطلاعات پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے وہیں یہ تعلیم و تربیت کا ایک بہترین ذریعہ بھی ہے۔ دیکھنے کو تو یہ ایک بڑا سادہ سا چند صفحات پر مشتمل اخبار ہے اور دنیاوی آنکھ سے دیکھنے والوں کی نظر میں شاید اس کی زیادہ اہمیت نہ ہو لیکن درحقیقت یہ وہ قاصد ہے جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز کو اور تقدیریں بدل دینے والے ارشادات کو گلی گلی اور نگر نگر پہنچا رہا ہے۔

کلام اللہ، ارشادات نبوی ﷺ، حضرت اقدس مسیح موعود کے ارشادات، حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطابات اور ارشادات، مذہبی اور معاشرتی عنوانات کے تحت تحقیقاتی و علمی مضامین یہ سب ہماری روحانی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ عظمت قرآن کو اجاگر کرتے ہوئے، خلیفہ وقت کے مبارک لبوں سے نکلے ہوئے الفاظ کو محفوظ کرتے ہوئے اور جماعت احمدیہ کی شب و روز کی ترقیات کو خبروں کی شکل میں پیش کرتے ہوئے دراصل الفضل اخبار تاریخ احمدیت کو محفوظ کرنے کا کار عظیم سرانجام دے رہا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اخبارات و رسائل اپنے دور کا عکس اور آئینہ ہوتے ہیں اور کسی بھی دور یا معاشرے کو جاننے کے لئے اُس دور کے اخبارات و رسائل کا مطالعہ ضروری ہے مثلاً اگر ہم نے یہ دیکھنا ہو کہ انیسویں صدی کے شروع کے عشروں میں ہندوستان کے سیاسی اور مذہبی حالات کیا تھے تو ہمیں اُس دور کے اخبارات کو پڑھنا ہوگا۔ الفضل اخبار خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس بات کا گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے ابتدائی ایام سے آج تک ہماری جماعت روحانی ترقیات کی جانب گامزن ہے۔ اس سارے عرصے میں بہت مصائب آئے بڑے کٹھن ابتلاء آئے بہت مشکلات درپیش آئیں۔ لیکن تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مشکل میں ہر امتحان میں ہر ابتلاء میں خلیفہ وقت کی راہنمائی اور دعاؤں کے طفیل جماعت احمدیہ ہمیشہ نہ صرف یہ کہ ثابت قدم رہی بلکہ ہر ابتلاء میں پہلے سے بڑھ کے عزم و استقلال کا پیکر ثابت ہوئی۔ خدائی جماعتوں کے ساتھ تو قربانیوں کا تعلق ہمیشہ سے ہے اور اللہ کے فضل سے ہر میدان میں ہر شعبے میں جماعت احمدیہ کے افراد جانی اور مالی قربانیاں پیش کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ آج الفضل کی بات ہو رہی ہے اگر الفضل اخبار کی تاریخ کو ہی دیکھا جائے تو یہ بھی صداقت احمدیت کی ایک روشن دلیل ہے۔ قادیان جیسی گمنام بستی میں 1913ء میں ایک اخبار شروع ہوتا ہے قرآن پاک کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے۔ مالی مشکلات ایسی کہ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (اُمّ ناصر) اپنے زیورات پیش کر کے الفضل اخبار کی مالی معاونت کرتی ہیں۔ پھر ایک ایسے ملک میں جو اسلام کے نام پہ بنایا گیا تھا اس اخبار پر بہت سی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ اس کے ایڈیٹر کو، مینیجر کو پبلشر کو رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں ہتھکڑیاں لگا کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے اس جرم میں کہ خدا کا نام (دین حق) کا نام، آقائے دو جہان محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام کیوں لکھا ہے۔ بقول اکبر اللہ آبادی

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

الفضل کے عہدیداروں پر لگ بھگ ایک سو مقدمات بنائے گئے ہیں۔ اخبار کی پروف ریڈنگ کرنے والے جہاں کتابت کی غلطیاں تلاش کرتے ہیں وہاں کتابت کی غلطیوں سے بھی زیادہ انہیں اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ کوئی ایسا لفظ تو نہیں لکھا گیا جو اُس قانون کی خلاف ورزی ہو جس کے تحت احمدیوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کیا گیا ہے اور دینی شعائر استعمال کرنے سے حکماً اور قانوناً روک دیا گیا ہے۔ بہت سے ایسے الفاظ ہیں جنہیں استعمال نہ کر کے گو دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن قانونی مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے الفضل کا عملہ بڑی احتیاط کے ساتھ اس اخبار کی تیاری کے مراحل سے گزرتا ہے۔ قدم قدم پہ اتنی پابندیاں ہیں کہ کوئی دنیاوی اخبار یا رسالہ ہوتا تو کب کا بند ہو چکا ہوتا لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ خدا کے کام اور خدا کے پیاروں کے کام اور ارادے اور منصوبے دنیا والوں سے نہ کبھی رک سکے ہیں اور نہ کبھی رک سکیں گے۔ باوجود سخت مشکلات کے الفضل اخبار خدا کے فضل سے جاری رہا۔ خلافت کے ذریعہ جو نور آسمان سے اُترا الفضل نے اسے محفوظ کیا۔ صداقت و ہدایت اور قرآن کی عظمت کا درس دیتا رہا۔ شہادتوں، قربانیوں، اور باطل کے معرکے، خوشیوں کی کہانیاں، غم کی خبریں سب اس میں محفوظ ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود کا الہام میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا ہم اپنی آنکھوں سے ہزار رنگ میں پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔ الفضل اخبار بھی انہی فضلوں اور رحمتوں کا ایک حصہ ہے۔ آج تو اللہ کے فضل سے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ذریعے خلیفہ وقت کی آواز دنیا کے کناروں تک براہ راست پہنچتی ہے لیکن آج سے سو سال پہلے جب اس اخبار کا اجراء ہوا تو وہاں کوئی بھی جدید سہولت ٹی وی ٹیلی فون ای میل فیکس میسر نہیں تھی لیکن خلیفہ وقت کے ارشادات دنیا کے کناروں تک پہنچنا شروع ہو گئے تھے اور (دعوت) احمدیت کا بہت بڑا ذریعہ بنے اور اب بھی ہیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جب قارئین کو حضور انور کے ارشادات اور خطابات پڑھنے کا موقع ملتا ہے تو یہ نہ صرف احمدی احباب کے لئے بلکہ غیر از جماعت احباب کے لئے بھی روحانی فیض کا باعث بنتے ہیں اور مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مجھے الفضل کے ایک شمارے میں ایک مضمون پڑھ کے بہت لطف آیا 18 جون 2012ء کے شمارے میں ایک مضمون پڑھا جس کا عنوان تھا الفضل کے ذریعے پاک تبدیلیاں جہاں لکھنے والے نے لکھا تھا کہ کس طرح اُن کے خاندان میں احمدیت کی شدید مخالفت تھی اور ایک احمدی بھائی، احمدیت کے ایک شدید مخالف کے تکیے کے نیچے الفضل اخبار رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک لمبے عرصے تک وہ احمدیت کے مخالف الفضل پڑھے بغیر جلا دیتے تھے۔ پھر ایک دن انہوں نے الفضل اخبار میں ایک حضرت اقدس مسیح موعود کا یہ شعر پڑھا۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

یہ شعر پڑھتے ہی کایا ہی پلٹ گئی اور انہوں نے فوراً احمدیت قبول کر لی۔ تو الفضل اخبار چاہے وہ روزنامہ الفضل ہو یا الفضل انٹرنیشنل ہو ہمارے وہ مربی ہیں جو نگر نگر گلی گلی اس زمانے کے امام کی آواز پہنچا رہے ہیں۔

الفضل اخبار جہاں ہمارے لئے اطلاعات اور خبروں کا منبع ہے وہیں یہ علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1917ء کے خطاب میں علم حاصل کرنے کے جو سات طریق بیان فرمائے ان میں سے ایک اخبارات اور رسائل کا مطالعہ بھی تھا۔ تو یقیناً ہمارا الفضل اخبار علم حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور اس میں دنیا بھر سے احمدی علمائے کرام اور تحقیق کرنے والے قلمکاروں کی جانب سے لکھے گئے بڑے بڑے لطیف مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو سب سے دلچسپ بات ہے وہ یہ کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب بھی کسی ملک کا یا ممالک کا دورہ فرماتے ہیں تو اس سارے دورے کی کارروائی جس تفصیل سے اس اخبار میں درج ہوتی ہے وہ پڑھ کے ہر قاری یہی محسوس کرتا ہے کہ وہ بھی اس بابرکت سفر میں کہیں آس پاس ہی موجود تھا۔ مثلاً 2012ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو یورپ کے ممالک کا دورہ فرمایا اور اس کے بعد امریکہ اور کینیڈا کے جلسوں میں شرکت فرمائی ان کا تفصیلی بیان الفضل میں شائع ہو رہا ہے اور ہم اس کی ساری کارروائی پڑھ کے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ پھر اس میں مضامین کا معیار خدا کے فضل سے بہت اعلیٰ ہے اور بڑے علمی اور تحقیقی مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔ طبی اور سائنسی مضامین کا سلسلہ بہت اچھا ہے۔ یاد رفتگان کے کالم میں مرحومین کا ذکر خیر پڑھ کے اور ان کے ایمان افروز واقعات کو پڑھ کے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

پھر ہمارے اس پیارے اخبار میں دنیا بھر میں ہونے والے جلسوں کا ذکر ہوتا ہے۔ 27/ اگست 2012ء کے اخبار میں خاکسار جلسہ سالانہ سپین کی کارروائی پڑھ کے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس طرح دیگر ممالک مثلاً سیرالیون، برکینا فاسو، فجی، پرتگال کے جلسوں کی کارروائی پڑھ کے لگتا ہے کہ ہم بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بابرکت تقریب میں شریک ہو رہے ہیں۔ ہمارا یہ اخبار ہماری زندگیوں کا ایک حصہ بن چکا ہے اور مجھے یقین ہے کہ جس طرح **اس اخبار کا مجھے شدت سے انتظار رہتا ہے** اسی طرح پوری دنیا کے احمدی اس کا

تازہ شمارہ بڑے شوق سے پڑھتے ہوں گے۔اب تو انٹرنیٹ کے ذریعے اور بھی سہولت ہوگئی ہے کہ یہاں برطانیہ کے وقت کے مطابق دن کے کوئی دس بجے ہمیں اسی دن کا الفضل اخبار پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے اور ربوہ اور پاکستان کے حالات سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

ایک اور بات کا یہاں ذکر کرتا چلوں کہ اخبار شائع کرنے والے تو اپنا حق ادا کر رہے ہیں امام وقت کی آواز کو اور ارشادات کو گھر گھر پہنچا رہے ہیں۔ قارئین کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ پڑھنے کا حق ادا کریں اور امام وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے قدم آگے بڑھائیں۔اور ہر وقت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کیونکہ ہم سب کی بقا اسی میں ہے کہ ہم پورے صدق کے ساتھ، پورے اخلاص کے ساتھ اور اپنی پوری توانائی کے ساتھ امام وقت کی اطاعت کریں اور آپ کے ارشاد فرمائے ہوئے ہر لفظ کو کسی اور کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے خیال کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس اخبار سے پوری طرح مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆

مکرم بشیر احمد شاہد صاحب۔ربوہ

''الفضل'' ہماری عظمتوں کا ایک روشن مینار

''اخبار الفضل'' کب سے ہمارے گھر آنا شروع ہوا۔اس کا مجھے قطعی کوئی علم نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تاریخ یاد ہے ہاں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ میرے بچپن کا ایک دوست ہے۔اس کی یاد کو میں نے کبھی بھولنے نہیں دیا۔یہ میری زندگی کا ایک حسین ساتھی ہے۔ میرا یہ معمول ہے کہ صبح سویرے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد سب سے پہلے اخبار الفضل میرے ہاتھوں کی زینت بنتا ہے اور جب تک اس کو پورے انہماک سے پڑھ نہ لوں مجھے قرار نہیں آتا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ میری روح کی غذا ہے اور میرے سانسوں کا نہ ٹوٹنے والا ایک سلسلہ ہے۔اس سے مجھے دلی لگاؤ ہے۔اس سے میری کئی یادیں وابستہ ہیں۔ چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

اپنے تعلیمی دور میں خاکسار جب F.Sc میڈیکل کا سٹوڈنٹ تھا اور دیال سنگھ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا۔لیبارٹری روم میں ایک حادثہ کے پیش آنے اور میری آنکھوں میں سلفیورک ایسڈ پڑنے کی وجہ سے تقریباً ایک سال تک پڑھائی سے ناطہ ٹوٹ گیا جب میں نے اپنے مضمون بدلنے کے بعد ایف۔ اے آرٹس کے لئے اسلامیہ کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا تو اس وقت سیکنڈ ایئر کے سالانہ امتحان میں صرف تقریباً چھ سات ماہ کا عرصہ باقی رہتا تھا۔اور میری کوشش تھی کہ میں اسی عرصہ میں دو سال کا کورس مکمل کر کے سالانہ امتحان میں شامل ہو جاؤں مگر میرے کالج کے پرنسپل نہ مانے کہ تم ایک سائنس سٹوڈنٹ ہو اور آرٹس کے مضامین میں کیسے چل سکو گے لیکن میرے اقرار پر انہوں نے یہ پابندی لگائی کہ اگر تم دسمبر ٹیسٹ میں اردو کے مضمون میں پاس ہو گئے تو پھر تمہارا داخلہ بھجوا دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا۔چنانچہ جب دسمبر ٹیسٹ ہوا تو میں اپنی سیکنڈ ایئر کی کلاس میں اردو کے مضمون میں سب سے زیادہ نمبر لے کر اوّل رہا۔اور میرے پروفیسر مکرم علوی صاحب جو کہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔پاکستان میں فیصل آباد آ کر اسلامیہ کالج میں اردو کے پروفیسر تھے۔ میرا اردو کا پرچہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور میرا پرچہ ساری کلاس کے لڑکوں کو دکھایا اور بہت خوشنودی کا اظہار کر کے بہت شاباش دی اور مجھ سے اس سلسلہ میں کئی باتیں پوچھیں کہ تمہارا ''اردو کا مضمون'' اتنا اچھا ہونے کی کیا وجہ ہے۔تم تو ایک سائنس سٹوڈنٹ تھے۔ بہر کیف یہ تو میں ہی جانتا تھا کہ اصل وجہ کیا ہے۔ جس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ میں نے بچپن سے لے کر اب تک اخبار الفضل کا باقاعدہ مطالعہ جاری رکھا ہوا تھا جس کے مطالعہ سے میرے اردو کے مضمون کو اُجاگر ہونے کا ایک امتیاز حاصل تھا۔ اخبار الفضل میں بڑے بلند پایہ کے مضامین چھپتے تو میں انہیں بڑی اہمیت دیتا اور اُن سے بہت کچھ اخذ کرنے کی کوشش کرتا اور یہی میرا ایک راز تھا۔

علاوہ ازیں میں اپنے اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ کے زمانہ میں جو بھی ان تنظیموں کے تحت امتحانات ہوا کرتے تھے اس میں باقاعدہ شامل ہوا کرتا تھا اور اکثر نمایاں پوزیشن حاصل کیا کرتا تھا۔ پھر اخبار الفضل میں حضرت اقدس مسیح موعود کے جو اقتباسات شائع ہوا کرتے تھے انہیں غور سے پڑھنا میرا معمول تھا۔ ان میں کئی مشکل الفاظ ہوتے تھے جو میری سمجھ سے بالا تر ہوتے تھے ان کے متعلق اپنے سلسلہ کے بزرگوں سے رابطہ کر کے ان کے معنے دریافت کر کے ذہن نشین کرنا اور اپنے دماغ میں محفوظ کرنا یہ ہی میرے اردو کے مضمون کو تقویت دینے کے باعث تھا۔اس کے ذریعہ ساری جماعت ایک خاندان کی حیثیت رکھتی ہے۔جس کی ایک مثال مَیں پیش کر رہا ہوں۔

میرے پیارے ابا جان مکرم میاں محمد نذیر صاحب (مرحوم) جو کہ قادیان کے زمانہ میں ''لاہور ہاؤس'' والے اور ربوہ میں ہجرت کے بعد یہاں آ کر ''شاہد کلاتھ ہاؤس'' والے کے نام سے مشہور ہوئے تھے 1984ء میں جب ربوہ میں ان کا انتقال ہوا اور میری طرف سے ان کے ذکر خیر کا ایک مضمون اخبار الفضل میں شائع ہوا۔جب یہ اخبار آسٹریلیا میں پہنچا تو وہاں سے ایک احمدی دوست کا خاکسار کے نام تعزیت نامہ موصول ہوا جس میں اُنہوں نے میرے والد محترم کے کردار۔اخلاق اور اخلاص کے بارہ میں بہت پُر خلوص اور محبت بھرے الفاظ سے ذکر کر کے ہم سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا اور ان کے لئے بلندیٔ درجات اور بخشش کی دعا کی تھی۔ان صاحب کو میں قطعی طور پر نہ جانتا تھا۔کیونکہ ہم لوگ جب قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے تو میں اس وقت چھوٹی عمر کا تھا۔البتہ اُن صاحب نے مکرم ابا جان کے متعلق بعض تعریفی باتیں بھی تحریر کیں۔مثلاً ہم ان کی دکان پر جایا کرتے تھے، وہ بڑے پیار سے ہم سے پیش آیا کرتے تھے۔ان کے بعض احسانات کا ذکر بھی کیا جو ہم کبھی بھی بُھلا نہ سکیں گے۔خط کے آخر میں ان کے شکرانے کے الفاظ یہ تھے کہ ''اخبار الفضل'' سے ہمارا ایک روحانی اور خاندانی تعلق ہے جس کی بدولت ہزروں میل دور بیٹھے ہوئے آج اس کے ذریعہ ہمیں ان کی وفات کی خبر ملی ہے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی توفیق ملی ہے۔

آخر میں خاکسار ایک خاص امر کی طرف احباب جماعت کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہے کہ میں نے ربوہ میں بعض گھرانوں کا جائزہ لیا ہے ان کے ہاں اخبار الفضل آتا تو ہے مگر اس سے کماحقہٗ فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا۔ بچے تو ایک طرف رہے بڑے خود بھی روزانہ الفضل کا پڑھنا ضروری نہیں سمجھتے۔کبھی کبھار دل کیا تو ایک سرسری نظر ڈال لی۔حالانکہ یہ ایک روحانی مائدہ ہے اس طرف توجہ نہ دینا انتہائی افسوسناک امر ہے۔بعض گھروں کے بچے اردو کے مضمون میں بہت کمزور ہیں۔ میں نے ذاتی طور پر انہیں زور دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو روزانہ اخبار الفضل پڑھنے کی عادت ڈالیں پھر دیکھیں کہ یہ بچے کیسے اردو کے مضمون میں کمزور رہ سکیں گے۔

☆☆☆☆☆

الفضل دیکھ کر والد صاحب کی بھوک مٹ جاتی

مکرم ظفر اللہ صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

روزنامہ الفضل روحانی مائدہ سے کم نہیں۔ اس میں دینی، علمی، دعوت الی اللہ اور سائنسی موضوعات پر قیمتی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ یادِ رفتگان کا سلسلہ بھی بڑا احسن ہے۔سب سے بڑھ کر اس میں قرآن مجید، احادیث، ارشادات حضرت مسیح موعود اور خلفائے کرام کے خطبات شامل ہوتے ہیں۔ایم ٹی اے کے پروگراموں کا پیشگی شائع ہونا بھی بہت اچھا اقدام ہے۔ملکی وغیر ملکی خبروں کا خلاصہ اگرچہ تاخیر سے شائع ہوتا ہے تاہم ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دیر آید درست آید۔

راقم الحروف 1984ء سے روزنامہ الفضل کا باقاعدہ قاری ہے۔ خاکسار روزانہ صبح پہلے الفضل اور پھر دوسری ملکی اخبار کا مطالعہ کرتا ہے۔ سوموار کو الفضل نہ آنے کی وجہ سے بڑی تشنگی محسوس ہوتی ہے۔الفضل میں گوناں گوں تحریرات کے مطالعہ سے بہت استفادہ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ الفضل کو اپنا معیار قائم رکھنے بلکہ مزید بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

میں اپنی پیدائش سے 1983ء تک ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں ''ڈھاکے'' میں اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ہمراہ مقیم رہا ہوں۔ گاؤں میں ہمارا واحد احمدی گھر تھا میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والد کو الفضل کا قاری پایا۔ ہمارا الفضل اخبار لاہور میں احمدیوں کی ایک دوکان پر آتا تھا وہاں سے گاؤں کا ایک آدمی جو لاہور میں ملازم تھا روزانہ گاؤں واپسی پر اپنے ہمراہ الفضل لے کر آتا تھا۔

میرے بڑے بھائی لاہور میں ملازم ہو گئے تو اخبار لانے کا فریضہ انہوں نے سنبھال لیا۔ وہ لاہور شفٹ ہو گئے تو یہ ذمہ داری میرے حصہ میں آئی مَیں دفتر سے شام کو گھر لوٹتا تو والد صاحب کو اخبار کا بڑی شدت سے انتظار ہوتا تھا۔ اگر کبھی شام کے کھانے میں تاخیر ہو جاتی تھی تو ابا جان کو الفضل پیش کر دیا جاتا تھا۔اخبار پا کر ان کی بھوک مٹ جاتی تھی۔ اکثر شام کا کھانا اور مطالعہ اخبار ایک ساتھ ہوتے تھے۔ابا جان کی محویت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اخبار پڑھ رہے ہیں اور روٹی کا لقمہ سالن کی پلیٹ سے باہر میز کی سطح کو چھو رہا ہوتا تھا۔ والد صاحب کو مکمل اخبار پڑھے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ پڑھی ہوئی اخبارات کو مجلد شکل میں سنبھال کر رکھا جاتا تھا۔خدا کرے ہم نسل در نسل اخبار الفضل کا اسی جذبہ سے مطالعہ جاری و ساری رکھ سکیں۔(آمین)

ہزار ہا انسان خدا نے ایسے پیدا کئے کہ جن کے دلوں میں اس نے میری محبت بھر دی

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 21 ص 239)

(کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں) ...؟... ۔ حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔ حضرت منشی تاج الدین صاحب۔
حضرت میر ناصر نواب صاحب۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب۔ حضرت ماسٹر غلام محمد صاحب۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔
(کرسیوں پر دائیں سے بائیں) حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ حضرت مسیح موعود۔ حضرت غلام حسن صاحب پشاوری۔
حضرت مولوی نورالدین صاحب (گود میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)۔
(بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب۔ حضرت سیٹھ اسماعیل آدم صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ مرزا خدا بخش صاحب۔
حضرت شیخ مولا بخش صاحب۔ ...؟...

(کھڑے ہوئے دائیں سے بائیں) حضرت منشی کرم علی صاحب کاتب۔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب عرب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمر۔
حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حضرت حکیم محمد حسین صاحب۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب۔
(کرسیوں پر دائیں سے بائیں) حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ حضرت مسیح موعود (گود میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب)۔
حضرت مولوی نورالدین صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب۔
(بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ حضرت حکیم قطب الدین صاحب۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ حضرت ملک شیر محمد صاحب۔ ماسٹر محمد صادق صاحب آف جموں

حضرت محمود تھے الفضل کے بانی مدیر　　　دور تھا بے مثل ان کا اور عہد بے نظیر

حضرت مصلح موعود بیت الفضل لندن کے سنگ بنیاد کے موقع پر نماز پڑھا رہے ہیں

سفر یورپ کے موقع پر اپنے رفقاء کے ساتھ (1924ء)

(سیالکوٹ 13 ستمبر 1931ء)

حضرت مصلح موعود بیت الفضل لندن میں خطاب فرما رہے ہیں

جلسہ سالانہ 1952ء پر خطاب فرماتے ہوئے

سلطان البیان۔ انداز خطیبانہ

جماعت احمدیہ عالمگیر کے اخبارات ورسائل۔ الفضل سے پھوٹنے والی شاخیں

حضرت مسیح موعود اور خلافت احمدیہ کی آواز کو دنیا بھر میں پھیلانے کے لئے الفضل 1913ء میں جاری ہوا۔ جماعت کی وسعت کے ساتھ ساتھ ہر ملک سے اخبارات ورسائل جاری ہوئے جو الفضل ہی کی شاخیں کہلا سکتی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں اس وقت جاری رسائل کا ایک انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

نام	دورانیہ	زبان	مقام اشاعت	اجراء	متفرق
تشحیذ الاذہان	سہ ماہی	اردو	قادیان	مارچ 1906ء تا مارچ 1922ء	حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جاری کیا
	ماہوار	اردو	ربوہ	جون 1957ء	اطفال الاحمدیہ کی طرف سے
مصباح	ماہوار	اردو	قادیان	دسمبر 1926ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
خالد	ماہوار	اردو	ربوہ	اکتوبر 1952ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
انصاراللہ	ماہوار	اردو	ربوہ	نومبر 1960ء	انصاراللہ کی طرف سے
تحریک جدید	ماہوار	اردو انگریزی	ربوہ	اکتوبر 1965ء	دفتر تحریک جدید کی طرف سے
بدر	ہفت روزہ	اردو	قادیان	1952ء	
مشکوٰۃ	ماہوار	اردو، انگریزی	قادیان	1981ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
راہ ایمان	ماہوار	ہندی	قادیان	1999ء	پہلا نام فاتح تھا خدام الاحمدیہ کی طرف سے
انصاراللہ	دوماہی	اردو، ہندی	قادیان	2002ء	انصاراللہ کی طرف سے
النصرت	ششماہی	اردو	قادیان	2007ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
ریویو آف ریلیجنز	ماہوار	انگریزی	قادیان		لندن سے رسالہ کاری پرنٹ ہے
اسماعیل	سہ ماہی	اردو، انگریزی	قادیان	2013ء	واقفین نو کا رسالہ ہے
Sata Dhootan	ماہوار	ملیالم	کیرالہ بھارت	1928ء	
البشریٰ	ماہوار	بنگلہ	جماعت بنگال بھارت	1971ء	
Yogarashmi	ماہوار	Kannad	جماعت کرناٹک بھارت	1975ء	
الحق	ماہوار	ملیالم	کیرالہ بھارت	1992ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
Dharma Kanta	ماہوار	Telgo	آندھرا بھارت	2000	
النور	سہ ماہی	ملیالم	کیرالہ بھارت	2008	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
Nabi Vazhi	ماہوار	تامل	تامل ناڈو بھارت	2008ء	
الفضل انٹرنیشنل	ہفتہ وار	اردو	برطانیہ	1994ء	
ریویو آف ریلیجنز	ماہوار	انگریزی	برطانیہ		
التقویٰ	ماہوار	عربی	برطانیہ	مئی 1988ء	
انصارالدین	سہ ماہی	اردو انگریزی	برطانیہ	2004ء	انصاراللہ کی طرف سے
طارق	سہ ماہی	اردو	برطانیہ		خدام الاحمدیہ کی طرف سے

نام	دورانیہ	زبان	مقام اشاعت	اجراء	متفرق
اسماعیل	سہ ماہی	اردو انگریزی	برطانیہ	جولائی 2012ء	واقفین نو کے لئے
موازنہ مذاہب	ماہوار	اردو	برطانیہ	2011ء	وکالت تصنیف لندن
مریم	سہ ماہی	اردو انگریزی	برطانیہ	جنوری 2012ء	واقفات نو کے لئے
المنار	ماہوار	اردو	برطانیہ	جنوری 2011ء	اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ٹی آئی کالج کی طرف سے انٹرنیٹ ایڈیشن
النصرت	سہ ماہی	اردو انگریزی	برطانیہ		لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
The Muslim Sunrise	سہ ماہی	انگریزی	امریکہ	1921ء	حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے جاری فرمایا تھا
Ahmadiyya Gazette	ماہوار	انگریزی	امریکہ	1960ء کی دہائی میں	
النور	ماہوار	اردو	امریکہ	1979ء	
النحل	سہ ماہی	انگریزی	امریکہ	1989ء	انصاراللہ کی طرف سے
المنار	سہ ماہی	اردو انگریزی	امریکہ	جنوری 2013ء	اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ٹی آئی کالج کی طرف سے انٹرنیٹ ایڈیشن
AL-HILAL	سہ ماہی	انگریزی	امریکہ	2001ء	یہ رسالہ بچوں کے لئے ہے
عائشہ	سہ ماہی	انگریزی	امریکہ	1971ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
مجاہد	سہ ماہی	انگریزی	امریکہ	1990ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
انصار	ماہوار	انگریزی		1996ء	انصاراللہ کی طرف سے
لجنہ میٹرز	ماہوار	انگریزی		2000ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
احمدیہ نیوز بلیٹن	ماہوار	انگریزی	ٹورانٹو کینیڈا	1972ء	
احمدیہ گزٹ	ماہوار	انگریزی اردو	کینیڈا		
النساء	ماہوار	اردو	کینیڈا	1980ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
الطارق	سہ ماہی	اردو فرنچ	فرانس	نومبر 2008ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
الصدیقہ	سہ ماہی	اردو فرنچ	فرانس	2006ء	
الاسلام	سالانہ	سپینش اردو	سپین	1999ء	
الطارق	سہ ماہی	سپینش اردو	سپین	1990ء 1992ء اور پھر 2010ء سے	خدام الاحمدیہ کی طرف سے

نام	دورانیہ	زبان	مقام اشاعت	اجراء	متفرق
النصرت	سہ ماہی	سپینش اردو	سپین	2010ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
نیوزلیٹر	ماہانہ	سپینش اردو	سپین	2012ء	ای میل پر بھجوایا جاتا ہے
LE MESSAGE	سہ ماہی	فرنچ	ماریشس	1961ء	شروع میں پندرہ روزہ پھر ماہانہ اب سہ ماہی ہے
An NAJM SAQIB		فرنچ	ماریشس	مئی 1994ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
Surayya Magazine		فرنچ	ماریشس	1997ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
Al Bushra	ماہوار	فرنچ	ماریشس	2005ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
Ansarullah Bulletin	ماہوار	فرنچ	ماریشس	1985ء	انصار اللہ کی طرف سے
خدیجہ	سہ ماہی ششماہی	جرمن اردو	جرمنی	1989ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
عائشہ	سالانہ	جرمن اردو	جرمنی	2011ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
عائشہ	ششماہی	اردو جرمن	سوئٹزرلینڈ	2011ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
الھدیٰ	ماہوار	اردو	آسٹریلیا	دسمبر 1985ء	
الضحیٰ	سالانہ	اردو	آسٹریلیا	مارچ 2003ء	لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
المسرور	ماہوار	اردو	آسٹریلیا	جنوری 2009ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
المیزان	ششماہی	اردو	آسٹریلیا	اپریل 2010ء	اطفال و ناصرات کے لئے
الزجاجہ	سہ ماہی	اردو	آسٹریلیا	جنوری 2012ء	انصار اللہ کی طرف سے
Mapenzi Ya Mungu	ماہوار	سواحیلی	تنزانیہ	1936ء	
The Guidance	ماہوار	سواحیلی	غانا		
Le Guide	ماہوار	فرنچ	بینن	1996ء	
Al Khadim	سہ ماہی	فرنچ	بینن	جنوری 2012ء	خدام الاحمدیہ کی طرف سے
ریویو آف ریلیجنز	ماہوار	فرنچ	برکینا فاسو		
Crescent	ماہوار	انگلش	سیرالیون	1975ء	
Revue Des Religions	ماہوار	فرنچ	آئیوری کوسٹ	جولائی 1997ء	
Hadija	ماہوار	انگریزی سواحیلی	کینیا		لجنہ اماء اللہ کی طرف سے
Khadim	ماہوار	انگریزی سواحیلی	کینیا		خدام الاحمدیہ کی طرف سے
The Voice of Islam	ماہوار	جاپانی	جاپان		
مکتوب جاپان۔ النور	ماہوار	اردو جاپانی	جاپان		
البشریٰ	ماہوار	عربی	کبابیر	1935ء	

الفضل سے احباب جماعت کی محبت

ہر شمارہ کا انتظار۔ ہر صفحہ سے خوشہ چینی۔ سطر سطر دعائیں

مکرم عبدالقدیر قمر صاحب مربی سلسلہ۔ ربوہ

روزنامہ الفضل روحانیت کی وہ نہر ہے جس کے ذریعہ خلفائے احمدیت پر آسمان سے اترنے والا دودھ احباب جماعت تک پہنچتا ہے۔ ان کے دلوں کی بنجر زمین کو سیراب اور سرسبز و شاداب کرتا ہے۔ نہر سویز اور پانامہ کے ذریعہ تو محض دو، دو سمندروں کو ملا گیا تھا۔ مگر الفضل وہ عظیم الشان نہر ہے جس کے ذریعہ سات براعظم کے رہنے والے ہر رنگ و نسل اور مختلف اقوام کے لوگوں کو بنیان مرصوص میں پرودیا گیا ہے۔

ہر احمدی کو اس سے بے پناہ محبت ہے جس کا کچھ اندازہ ان واقعات سے ہو سکے گا جو یہاں تحریر کئے جارہے ہیں۔

الفضل کا احسان

میں نے ایک دوست منصور صاحب سے ان کی الفضل سے چاہت اور محبت کے بارہ میں پوچھا تو کہنے لگے کہ الفضل کے مضامین وغیرہ کا حسن تو اپنی جگہ مگر اس کا ہم پر، ہمارے خاندان پر، بہت بڑا احسان ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کے ذریعہ ہم نور احمدیت سے منور ہوئے تفصیل پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ ہمارے والد مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب سٹیشن ماسٹر تھے، سٹیشن کے قریب ایک سکول تھا جہاں ایک احمدی استاد مکرم ماسٹر ابراہیم شاد صاحب تعینات تھے جنہوں نے سکول میں روزنامہ الفضل لگوا رکھا تھا۔ سکول میں وہ اخبار کا مطالعہ کر لیتے اور واپسی پر اُسے سٹیشن کے کسی نہ کسی بنچ پر چھوڑ جاتے۔ شام کو والد صاحب اُسے اٹھا کر ایک الماری میں رکھ دیتے۔ ایک دن کیا ہوا!! تیز بارش کی وجہ سے ڈیوٹی پر والد صاحب کے علاوہ اور کوئی نہ آیا۔ یہ اکیلے ہی تھے۔ تنہائی دور کرنے کے لئے الفضل نکال لئے اور ان کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ جوں جوں الفضل کا مطالعہ کرتے جاتے۔ شکوک و شبہات کے دبیز پردے ہٹتے جاتے۔ اور دل سے مخالفت کا غبار صاف ہوتا جاتا۔ جب الفضل اخبارات کا مطالعہ کر کے فارغ ہوئے تو سینہ صاف ہو چکا تھا۔ ظلمت کی تاریکی دور ہو چکی تھی۔ احمدیت کے نور نے سینہ کو منور کر دیا اور داخل احمدیت ہو گئے۔

تب سے آج تک ہمارے گھر کا ہر فرد الفضل کا دیوانہ ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور جونہی الفضل گھر آتا ہے تو ہر کوئی لپکتا ہے اس کے مطالعہ کرنے کو۔

خاکسار عبدالقدیر قمر ضلع گوجرانوالہ کا مربی ضلع تھا اور دعوت الی اللہ کا میدان گرم تھا۔ ایک دن مکرم خالد صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ گفتگو ہوئی۔ خیالات کا تبادلہ ہوا۔ کچھ کتب مطالعہ کے لئے دیں۔ MTA سے رابطہ کروایا۔ امام وقت کے خطبات سنوا دیئے۔ آخر ایک دن کہنے لگے کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں کچھ دن بعد ان کے والد صاحب نے بھی مع اہلیہ بیعت کر لی۔

میرے پوچھنے پر کہ آپ کو بیعت کرنے کا خیال کس طرح آیا۔ بتانے لگے کہ ہمارے گاؤں میں ایک نوجوان احمدی ہو گیا۔ اور اس نے روزنامہ الفضل لگوالیا۔ اس نوجوان کی اس کے گھر والوں اور گاؤں والوں نے بہت مخالفت کی۔ یہاں تک کہ آخر تنگ آ کر وہ باہر چلا گیا۔ اب الفضل آتا تھا۔ مگر اسے لینے والا کوئی نہ تھا۔ ایک دن میں نے سوچا۔ دیکھوں تو سہی کہ الفضل جو احمدیوں کا اخبار ہے کس طرح کے مضامین لکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی مخالفت کی جاتی ہے مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں خداتعالیٰ کی توحید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلنشین انداز میں تذکرہ اور دوسرے بہت ہی مفید علمی مضامین، الفضل نے تو میری کایا ہی پلٹ دی۔ میں نے اپنے بیٹے خالد کو نصیحت کی کہ جب بھی تمہارا رابطہ احمدیوں سے ہو ان کے ساتھ شامل ہو جانا اور مجھے بھی ملانا۔ خدا نے ہماری سچی تڑپ کو دیکھا اور آپ لوگوں سے ملا دیا۔ اس لئے اب تو الفضل سے ہم خاص محبت رکھتے ہیں۔

مطالعہ الفضل کے نتیجہ میں مکرم خالد صاحب میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہوئی اور دعوت الی اللہ کی ایسی لگن ہوئی کہ انہیں مزید 35 بیعتیں کروانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

خاکسار کی اہلیہ محترمہ نسرین اختر صاحبہ الفضل سے اپنے تعلق اور محبت کی وجہ اس طرح بتاتی ہیں کہ ہمارا گھرانہ نیا نیا احمدی ہوا تو گھر میں روزنامہ الفضل آنے لگا نئے نئے احمدی ہوئے تھے اس لئے مرکز سے رابطہ ہمارا الفضل کے ذریعہ ہی تھا۔ اس لئے ہمیں بہت پیارا لگتا، جونہی اخبار آتا۔ والدہ محترمہ کہتیں مجھے پڑھ کر سناؤ۔ پھر بھائی بھی پڑھتے، یوں لمحہ بہ لمحہ اور دن بہ دن الفضل ہماری تربیت کرتے اور جماعت کے نزدیک سے نزدیک کرتا گیا اور ہمارے ایمانوں کو جلا بخشتا گیا۔ پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے الفضل سے تعلق کو اور محبت کو میرے رویں رویں میں سمو دیا۔ ہوا یوں کہ ایک دن میں نے الفضل میں ایک مربی سلسلہ احمدیہ کے حالات زندگی اور خداتعالیٰ کا جو ان کے ساتھ حسن سلوک تھا اور ان کی خدمات دینیہ کا مطالعہ کیا۔ تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میری شادی بھی کسی مربی سلسلہ سے ہونی چاہئے۔

ان دنوں میں عمر کے اس حصہ میں تھی جب شادی کے پیغامات آتے ہیں۔ چنانچہ میرے لئے بھی رشتہ کے پیغامات آ رہے تھے۔ میری والدہ مرحومہ نے میرے ساتھ رشتوں کا ذکر کیا تو میں نے اپنی والدہ محترمہ سے اپنی خواہش کا ذکر کیا۔ کہنے لگیں ہم نئے احمدی ہیں۔ جماعت میں ہمیں کوئی جانتا نہیں۔ ہمیں مربی کا رشتہ کیسے ملے گا۔ میں نے کہا کہ یہ میری خواہش ہے اور شدید دلی تڑپ ہے۔ اس کے لئے پھر میں نے دن رات دعائیں کرنا شروع کیں۔ آخر اللہ کے فضل سے میری شادی مربی سلسلہ احمدیہ عبدالقدیر قمر سے ہو گئی۔

چونکہ اس کی تحریک و تحریص کا موجب روزنامہ الفضل ہوا تھا۔ اس لئے الفضل مجھے پہلے سے بھی بڑھ کر پیارا ہے۔ اور جونہی گھر میں الفضل آتا ہے میری خواہش ہوتی ہے کہ میں ہی سب سے پہلے اسے پڑھوں۔ اگر کبھی ہاکر لیٹ ہو جائے تو ساتھ ہی سکول لے جاتی ہوں۔ وہاں اس کا مطالعہ کرتی ہوں اور ساتھی اساتذہ کو بھی پڑھنے کے لئے دیتی ہوں۔

الفضل میں درخواست دعا کا نتیجہ

ایک دوست نے الفضل سے اپنی محبت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میرا بیٹا شدید بیمار ہو گیا۔ ایلوپیتھک، ہومیو اور حکماء وغیرہ سب سے علاج کروا دیکھا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ میری پریشانی تھی۔ بچے کی والدہ سخت پریشان تھی اور اس کے بہن بھائی بھی بہت بے چین۔ یوں لگتا تھا کہ ہمارا پیارا بیٹا اب چند دنوں کا مہمان ہے۔ آخر مجھے خیال آیا کہ روزنامہ الفضل میں دعا کے اعلانات شائع ہوتے ہیں۔ میں بھی اپنے بیٹے کی صحت کے لئے درخواست دعا کر دیکھتا ہوں کہنے لگا۔ مربی صاحب آپ یقین کریں۔ جس دن الفضل اخبار میں بیٹے کی صحت یابی کی درخواست شائع ہوئی۔ اگلے دن سے حالت سنبھلنے لگی اور چند دن کے اندر اندر بیٹا بالکل صحت مند ہو گیا۔ گویا مردہ زندہ ہو گیا۔ وہ دن اور آج کا دن روزنامہ الفضل سے ہمارا لگاؤ اور تعلق بہت بڑھ گیا ہے اور اب میں سب سے پہلے دعا سے متعلق اعلانات کا مطالعہ کرتا ہوں اور بیماروں کے لئے دعا کرتا ہوں۔

الفضل کے ذریعہ دعوۃ الی اللہ

مکرم رانا فاروق احمد صاحب مربی سلسلہ الفضل سے اپنے تعلق، محبت کی کہانی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب سے ہمارے شعور کی آنکھ بیدار ہوئی۔ ہم نے روزنامہ الفضل کو اپنے گھر آتے دیکھا۔ اس وقت سے ہی الفضل سے تعلق ہو گیا۔ ہم نے اپنے والد محترم کو باقاعدگی سے الفضل کا مطالعہ کرتے دیکھا۔ اور ان کی توجہ دلانے پر ہم بھی اس کا مطالعہ کرتے۔ جب ہم یہاں سے سندھ چلے گئے تو کچھ وقت کے لئے الفضل سے محروم ہو گئے۔ اخبار ملتا نہ تھا۔ شدید بے چینی تھی کیونکہ اسی اخبار سے تو ہمارا مرکز سے رابطہ تھا۔ ہر قسم کی معلومات ملتی تھیں۔ دوست احباب کے حالات سے آگاہی ہوتی تھی۔ جماعتی ترقیات کا علم ہوتا تھا۔ جب میری ڈیوٹی نائیجیریا لگی تو وہاں بھی آغاز میں اسی قسم کی محرومی کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد ازاں پیکٹ کی شکل میں الفضل ملنے لگ گیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ پیاسی زمین کو آب زلال میسر آ گیا ہے۔ اس وقت الفضل سے محبت کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے مرکز سے، ہمارے وطن سے یہ اخبار آیا ہے۔ اور دیارِ حبیب کی خبریں لایا ہے۔ ہمارا اپنے مرکز سے رابطہ، اپنے وطن سے رابطہ الفضل کے ذریعہ ہی تھا۔ جس دن پیکٹ ملتا اس دن کسی اور چیز کا مطالعہ نہیں ہوتا تھا۔ صرف الفضل ہوتا اور ہم ہوتے جب تک سارا بنڈل پڑھ نہیں لیتے تھے۔ کسی اور طرف توجہ نہ ہوتی۔

جب مرکز واپس آیا اور نظارت دعوت الی اللہ میں ڈیوٹی لگی تو دفتر کی طرف سے اخبار گھر آنے لگ گیا۔ یہاں الفضل سے محبت پہلے سے اس لئے دوچند ہو گئی کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں خدمات سرانجام دینے کے لئے راہنمائی کی ضرورت تھی۔ چونکہ ان دنوں الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دعوت الی اللہ سے متعلق خطبات، پیغامات اور ارشادات چھپتے تھے جو ہماری زندگی کا مقصد اور ہماری راہنمائی کا بڑا ذریعہ تھا۔ الفضل میں چھپنے والے ان خطبات وغیرہ سے ہمیں جماعتوں میں دعوت الی اللہ کے کام میں بہت مدد ملتی اور اس کے نتائج بھی بہت دور رس نکلتے۔

ان دنوں اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو یہ بھی توفیق عطا فرمائی کہ حضرت صاحب کے تمام خطبات دعوت الی اللہ کو الگ جمع کر کے ان میں سے بعض معین ہدایات ایک مسودہ کی شکل میں یکجا کیں۔

اس دوران مسلسل دورہ جات کی وجہ سے چونکہ واقفیت بڑی وسیع ہو چکی تھی۔ واقفیت کی وسعت کے پیش نظر ہر شخص سے ذاتی رابطہ ممکن نہ تھا۔ الفضل کے ذریعہ تمام تعلق داروں کی خوشی، غمی، کامیابی، بیماری غرضیکہ مختلف النوع کی معلومات میسر آتی ہیں اور اس کی وجہ سے ان احباب سے رابطہ رہتا ہے۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہمارے گھر الفضل آنا بند ہو گیا تو میری اہلیہ نے الفضل کی کمی کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔ یہاں تک کہ ایک دن حقیقت میں رونے لگیں کہ آپ الفضل کیوں نہیں جاری کرواتے۔ چنانچہ دوبارہ الفضل جاری کروایا گیا۔ تب سے مسلسل الفضل آ رہا ہے۔ کبھی ہاکر کی طرف سے سستی یا ناغہ ہو تو بڑی شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے۔ اور میرا بیٹا عزیزم رانا عمر احمد کو اگر الفضل پڑھنے کو نہ ملے تو فوراً انٹرنیٹ سے مطالعہ کرتا ہے اور ہمیں بھی اس کے مطلوبہ مضامین نکال کر دیتا ہے۔

سب سے پہلے الفضل

مکرم جاوید احمد جاوید صاحب مربی سلسلہ جنہیں جماعتی خدمت کی توفیق ملی ہے۔ بتاتے ہیں کہ ہمارے گھر میں میری پیدائش سے بھی پہلے کا الفضل آتا ہے۔ میرے والد صاحب نے 1949ء میں بیعت کی تھی۔ اس وقت ہم 33 جنوبی فیصل آباد رہتے تھے۔ بیعت کرنے کے ساتھ ہی انہوں نے الفضل لگوا لیا۔ کیونکہ وہ اسے علمی ترقی اور تربیت کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب ہم بھائیوں نے ہوش سنبھالا وہ ہمیں باقاعدہ الفضل پڑھنے کی تلقین کرتے۔ گویا میں کہہ سکتا ہوں کہ گھر میں سب سے پہلے اگر کسی اخبار سے متعارف ہوا تو وہ الفضل ہی تھا۔ جس سے محبت کا تعلق آج بھی جاری ہے۔ کوئی اور اخبار ملے نہ ملے الفضل ضرور ملنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ میں جہاں بھی متعین رہا وہاں اپنا ذاتی الفضل لگواتا۔ اور جب الفضل آتا تو سب کام چھوڑ کر پہلے الفضل کا مطالعہ کرتا پھر کوئی اور کام اور باقی بہن بھائیوں کا بھی یہی طریق کار ہے۔ اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ سب بھائیوں نے اپنے اپنے ہاں علیحدہ علیحدہ الفضل لگوا رکھا ہے۔

مکرم مظفر احمد صاحب درانی مربی سلسلہ کہتے ہیں۔

میرے والد محترم محمد شریف صاحب معلم وقف جدید تھے۔ الفضل آتا تھا۔ باقاعدگی سے مطالعہ کرتے اور مجھے بھی الفضل کے مطالعہ کی چاٹ میرے والد صاحب نے لگائی۔ سو میں کہہ سکتا ہوں کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اور اردو پڑھنا آئی ہے الفضل پڑھ رہا ہوں۔ دیہاتی ماحول ہونے کی وجہ سے الفضل میں دینی، روحانی اور علمی معلومات کے بڑھانے کا مستقل ذریعہ تھا۔ علمی مضامین، جماعتی خبریں اور احباب کے احوال سے آگاہی ہوتی تھی۔ پاکستان میں تو جہاں بھی ڈیوٹی لگی الفضل مل جاتا تھا مگر جب میری تقرری بیرون ملک ہوئی اور وہاں جا کر الفضل نظر نہ آیا تو بڑی پریشانی ہوئی کہ اب مرکزی حالات، ملکی حالات اور احباب کرام اور دوستوں کے احوال سے آگاہی کیونکر ہوگی۔ پاکستان خاص طور پر ربوہ میں تو ناشتہ کی میز پر الفضل ہوتا تھا۔ دوران ناشتہ ہی اس کا مطالعہ ہو جاتا تھا۔ اس لئے یہاں بھی جب ناشتہ کرنے لگتے تو نگاہیں بے اختیار الفضل کی تلاش میں اُٹھتیں۔ آخر کئی دنوں کے انتظار کے بعد اکٹھا بنڈل ہاتھ لگا تو اس وقت تک جدا نہ ہوا جب تک سارا بنڈل کئی دفعہ پڑھ نہ ڈالا۔ پورے ملک کے لئے ایک ہی اخبار آتا تھا۔ مربیان و معلمین کئی ہوتے تھے۔ اور ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ الفضل اس تک بھی پہنچے۔ اس طرح وہی اخبار ایک سنٹر سے دوسرے سنٹر سے ہوتا ہوا ملک بھر کا چکر لگا کر واپس پہنچ بھی جاتا تو لائبریری میں رکھنے کے قابل نہ ہوتا۔ اس پر خاکسار نے تبشیر سے گزارش کی کہ ہمیں دو اخبار بھجوائیں تا ایک دوستوں کے مطالعہ کے لئے ہو اور ایک لائبریری کے لئے۔

اس بات کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ہمارے افریقن بھائی جو اردو نہیں جانتے تھے وہ بھی الفضل کے مطالعہ کی شدید تڑپ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے خاکسار الفضل کے اہم مضامین و اخبار کا ترجمہ کر کے انہیں سمجھاتا تھا۔ اور مقامی جماعتی اخبار میں بھی شائع کروا دیا جاتا تھا۔ اس طرح وہ بھی اپنی پیاس بجھا کر بہت ممنون ہوتے۔

روح جھوم اٹھتی ہے

مکرم صفدر نذیر صاحب گولیکی مربی سلسلہ الفضل سے متعلق اپنی محبت کی داستان یوں سناتے ہیں کہ آنکھ کھلتے ہی الفضل اخبار کو گھر آتے اور گھر کے تمام افراد کو اس کا دیوانہ دیکھا۔ والد محترم چوہدری نذیر محمد صاحب تو الفضل کے شیدائی تھے۔ خود اخبار کا مطالعہ کرتے۔ دوروں میں ساتھ لے جاتے، اپنے پرانے دوستوں کو مطالعہ کے لئے دیتے۔ جب میں میٹرک میں تھا۔ اس وقت ہم خانیوال میں مقیم تھے۔ ابو نے میری ڈیوٹی لگائی کہ گاڑی میں ربوہ سے اخبار آتا ہے۔ تم بلٹی چھڑا کر لایا کرو اور احمدی گھروں میں تقسیم کیا کرو۔ میں روزانہ جاتا، اخبار لا کر متعلقہ گھروں میں تقسیم کر دیتا۔ ایک دن مخالفین کو پتہ لگ گیا۔ انہوں نے اخبار کا بنڈل مجھ سے چھین کر پھاڑ دیا اور مجھے بھی ڈرایا دھمکایا۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہوا۔ یہ واقعہ میرے دل میں الفضل کی محبت کے چراغ جلانے میں بہت ممد ہوا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے الفضل کو بنظر غائر پڑھنا شروع کیا۔ تا دیکھوں تو سہی وہ کیا چیز ہے جو مخالفوں کو ناپسند ہوئی۔ جب میں نے دیکھا کہ ہر روز کے الفضل میں توحید باری تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور دوسرے علمی و تربیتی مضامین ہوتے ہیں تو عشق کی آگ اور بھڑکی۔ میں نے دیکھا کہ الفضل تو ہماری علمی ترقی کا ذریعہ ہے۔ الفضل ہماری پہچان ہے۔ الفضل ہمیں لکھنے کے اسلوب اور تربیت کے انداز سکھاتا ہے۔ وفات یافتگان کے حالات سے آگاہی بخشتا ہے۔ عاشقان قرآن کا ذکر ہوتا ہے۔ مختلف کتب پر تبصرہ ہوتا ہے جس سے کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ بیرونی ملکوں اور بیرونی ممالک میں قائم مشنوں کا تعارف الفضل کے ذریعہ ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ غیر ملکی احمدی احباب بھی الفضل سے غیر معمولی محبت کرتے، جب ان کو پتہ لگتا ہے کہ ہمارے ملک یا سارے ملک کے کسی باشندہ کا تذکرہ الفضل میں چھپا ہے تو انہیں بہت خوشی ہوتی۔ اور محبت و چاہت کے چراغ ان کی آنکھوں میں جلنے لگتے۔

دعوت الی اللہ کے میدان میں میں نے الفضل سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ایک اور بات جو دل کو الفضل کی طرف کھینچتی ہے یہ ہے کہ اس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کے دوروں کی رپورٹ شائع ہوتی ہیں۔ ایک ایک لفظ اور واقعہ پڑھتے ہوئے روح جھوم اٹھتی ہے۔ رپورٹ پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ہم بھی اُسی محفل میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ رپورٹرز کو جزائے خیر دے۔

الفضل کبھی پرانا نہیں ہوتا

احباب جماعت کو اپنے اخبار الفضل سے محبت کا نظارہ اس واقعہ میں دیکھئے۔

ہمارے ایک دوست اپنے کسی عزیز کے ہاں مہمان گئے۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر انہوں نے میزبان سے پوچھا۔ الفضل کا تازہ پرچہ آیا ہو تو لے آئیں۔ وہ صاحب پرچہ لینے گھر کے اندر چلے گئے۔ وہاں ایک بزرگ بھی بیٹھے ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے تھیلے سے الفضل کا ایک پرانا اخبار نکالا۔ اور ان صاحب سے کہنے لگے۔ دیکھیں دوسرے اخبار تو پرانے ہو جاتے ہیں۔ مگر روزنامہ الفضل کبھی پرانا نہیں ہوتا۔ یہ ہمیشہ تازہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ اس میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سر ورق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دوسرے علمی و تربیتی مضامین ہوتے ہیں۔ جن کی ایک انسان کو ہر وقت ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے الفضل اخبار ایسا اخبار ہے جو ہمیشہ ہی تازہ رہتا ہے۔ کبھی باسی نہیں ہوتا۔ ان کی یہ بات کتنی سچی ہے۔

زندگی وقف کرنے کا موجب

مکرم محمد آصف خلیل صاحب 38 جنوبی سرگودھا بتانے لگے کہ جب سے ہمارا گھرانہ احمدی ہوا ہے تب سے الفضل ہمارے گھر آتا ہے۔ گاؤں میں ہماری دکان تھی۔ وہیں اخبار آتا تھا۔ غیر از جماعت احباب بھی بڑے شوق سے پڑھتے۔ اور کہتے تمہارے اخبار میں دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے علوم پائے جاتے ہیں۔ ہم نئے احمدی تھے۔ الفضل اخبار نے ہمارے علمی اور تربیتی معیار میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ الفضل نے ہی ہمارے دل میں نظام جماعت اور خلافت سے محبت کرنے کے انداز سکھائے۔ میرے والد صاحب اور بڑے بھائی تو اخبار کے عاشق تھے۔ جس دن اخبار نہ آتا یا لیٹ ہو جاتا بار بار ذکر کرتے کہ ابھی تک اخبار نہیں آیا یا آج اخبار نہیں آیا۔ اور جونہی اخبار آتا تمام گھر والوں کی کوشش ہوتی کہ پہلے میں پڑھوں۔

مجھے اور میرے گھر والوں کو نماز کی عادت، چندوں کی ادائیگی اور دوسری قربانیوں میں قدم آگے بڑھانے کی عادت بھی الفضل کی مرہون منت ہے۔ اور میرے جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے اور زندگی وقف کرنے کا موجب بھی الفضل ہی ہے۔ اس لئے مجھے تو الفضل سے محبت نہیں بلکہ عشق ہے۔

الفضل۔ تربیت کا بہترین ادارہ

مکرم مقصود احمد صاحب قمر مربی سلسلہ الفضل سے اپنی شناسائی اور محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

1965ء میں جب میری عمر 10، 11 سال تھی الفضل سے شناسائی ہوئی۔ میری والدہ ہمیں باقاعدہ الفضل پڑھنے کی تلقین کرتیں۔ شیخوپورہ میں جماعت کی لائبریری لاہور، سرگودھا، روڈ پر واقع تھی۔ روزانہ والدہ صاحبہ ہمیں وہاں بھجتیں۔ پھر جب ہم واپس آتے تو پوچھتیں کہ کیا پڑھ کر آئے ہو۔ اس طرح سے بچپن سے ہی غور سے اخبار پڑھنے کی عادت ہو گئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک یہ تعلق قائم ہے۔

جب میری تقرری تنزانیہ میں ہوئی اور میں وہاں پہنچا تو شروع شروع میں الفضل نہ ملا۔ پاکستان میں تو روزانہ مطالعہ کی عادت تھی۔ اس

لئے سخت بے چینی تھی۔ اور روح بے قرار کیونکہ حالات سے بالکل آگاہی نہ ہوتی تھی۔ خاص کر جماعتی حالات سے بالکل بے خبر۔ روزانہ ہماری آنکھیں الفضل کو تلاش کرتیں۔ ایک دن اچانک پتہ چلا کہ الفضل کا بنڈل آیا ہے۔ ہماری خوشی دیدنی تھی۔ ایسے تھا گویا عید کا چاند طلوع ہوگیا فوراً پڑھنے بیٹھ گئے اور جب تک سارے اخبار شروع سے آخر تک پڑھ نہ لئے بیقرار روح کو قرار نہ آیا۔

ہم نے وہاں دیکھا کہ ہمارے تنزانین دوست بھی الفضل سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ وہ بھی ہم سے الفضل سنتے۔ اس کے مضامین سے آگاہ ہوتے اور جن کو تھوڑی بہت بھی اردو سے شُد بُد تھی وہ تو خود آگے آگے بڑھ کر اخبار پکڑتے اور پڑھتے۔ بلکہ جب کبھی اخبار لیٹ ہوجاتا اور نہ ملتا تو وہ بار بار پوچھتے کہ الفضل ابھی تک کیوں نہیں آیا۔ خاص طور پر میں مولانا محمد یوسف کا نبولایا صاحب اور ابوطالب کو الفضل سے جو تعلق محبت تھا بھول نہیں سکتا۔ وہ برابر مشن سے تعلق رکھتے اور جونہی الفضل پہنچتا کوشش کرتے کہ ہم ہی پہلے پڑھنے والے ہوں۔ ٹبورا میں ایک فیملی تھی۔ ان کی والدہ خاص طور پر مشن سے الفضل منگواتیں۔ خود پڑھتیں۔

بچوں کو پڑھ کر سناتیں، سمجھاتیں اور کہا کرتیں کہ بچوں کی تربیت اور بڑوں کی علمی ترقی کے لئے الفضل بہترین ادارہ ہے۔

الفضل سے غیر معمولی لگاؤ

ہمارے محلّہ کی ایک خاتون نادرہ طاہر صاحبہ ہیں۔ ان کو الفضل سے غیر معمولی لگاؤ ہے۔ صبح ہوتے ہی ان کی نظریں دروازے پر ہوتی ہیں۔ جونہی الفضل آتا ہے لپک کر اُسے پکڑتی ہیں اور سب کام چھوڑ چھاڑ کر پہلے الفضل کا مطالعہ کرتی ہیں اور نہ صرف خود مطالعہ کرتی ہیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی پڑھ کر سناتی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ جات کی رپورٹس تو ان کی خاص توجہ کا مرکز ہوتی ہیں۔ ان کے میاں مکرم طاہر احمد صاحب محمود بتا رہے تھے کہ حضور انور کے دورہ جات کی رپورٹس پڑھتے ہوئے بے اختیار ان کی آنکھیں چھلک جاتی ہیں۔ اور پھر وہ دعا کرنے لگ جاتی ہیں۔ اور جس دن الفضل نہیں آتا بار بار طاہر صاحب سے کہتی ہیں کہ فون کرکے پتہ کرو۔ ابھی تک الفضل کیوں نہیں آیا۔ ان کا کہنا ہے کہ الفضل وہ نہر ہے جو ہماری زندگی کی کھیتی کو سرسبز و شاداب رکھتی ہے۔

الفضل کے ذریعہ سچی توبہ

الفضل سے محبت وعقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے مکرم میاں محمد زاہد صاحب آف جھنگ بتاتے ہیں کہ ان دنوں میری ڈیوٹی ریاہ منیر ضلع شیخوپورہ میں تھی۔ میں ٹیوب ویل پر درخت کے نیچے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ سخت گرمی کا موسم تھا کہ میں نے بچوں کو آواز دے کر کہا کہ مجھے الفضل اخبار پکڑا دیں۔ میری یہ آواز نہر کے دوسری طرف جاتے دو آدمیوں نے سنی۔ وہ الفضل کا نام سن کر ٹھہر گئے۔ ان میں ایک نے جوان کا آفیسر معلوم ہوتا تھا۔ بوٹ اتارے جرابیں اتاریں۔ پینٹ اوپر کی اور نہر میں سے ہوتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کا ساتھی بھی اس کے ساتھ تھا۔ مجھے کہنے لگا۔ آپ احمدی ہیں۔ میں نے کہا ہاں میں احمدی ہوں لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہنے لگا میرا نام محمد ارشد ہے۔ میں محکمہ نہر کا اوورسیئر ہوں اور سروے کر رہا ہوں۔ میرے کانوں میں الفضل کا نام پڑا۔ دیکھا تو آپ بیٹھے ہیں۔ نہر کے پانی سے گزر کر آیا ہوں کہ ایک تو احمدی دوست سے ملاقات ہوجائے۔ دوسرے کئی دن گزرے اخبار الفضل پڑھے ہوئے وہ بھی پڑھ لوں تاکہ تازہ جماعتی حالات معلوم ہو جائیں۔

اسی جگہ کی بات ہے ایک دن میں بیٹھا ہوا تھا اور اخبار الفضل چارپائی پر پڑا تھا۔ ایک شخص آیا اور الفضل اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اس نے حضرت مسیح موعود کے یہ الفاظ پڑھے کہ سچی توبہ گناہوں کو اس طرح ختم کردیتی ہیں۔ جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (مفہوم) پڑھ کر حیران رہ گیا۔ بار بار پڑھتا۔ اس کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ جسے ہم محسوس کر رہے تھے۔ آخر کہنے لگا۔ اگر سربراہ جماعت احمدیہ یہ کہتے ہیں اور یہی تعلیم دیتے ہیں کہ ایک گناہگار انسان بھی توبہ کے نتیجہ میں بچ جاتا ہے اور اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں تو میں بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ بعدازاں وہ نہایت مخلص، نیک احمدی بن گیا اور یہ الفضل کی برکت تھی۔

مکرم عطاء البصیر صاحب نے بتایا کہ بچپن سے ہی دیکھتا آرہا ہوں کہ الفضل ہمارے گھر آرہا ہے۔ جب میں چھٹی کلاس میں تھا تو والد صاحب U.K چلے گئے۔ عدم ادائیگی کی وجہ سے اخبار بند ہوگیا۔ جب میں جامعہ آیا تو پھر دوبارہ الفضل گھر میں جاری کروایا اپنے جیب خرچ سے کیونکہ اس وقت صحیح معنوں میں الفضل کی قدر کا پتہ چلا تھا۔ اور اس وقت سے اب تک جاری ہے۔ پہلے صادق آباد آتا رہا۔ جب ربوہ آئے تو یہاں منتقل کروالیا۔ جماعت سے تعلق اور اپنی تربیت کے لئے الفضل کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ جب اخبار گھر میں آتا ہے تو میری والدہ صاحب سے مقابلہ ہوتا ہے کہ کون پہلے پڑھتا ہے۔ بہرحال پہلے والدہ پڑھتی ہیں اور پھر جب وہ پڑھ کر فارغ ہوتی ہیں تو پہلی فرصت میں پڑھتا ہوں۔ پھر دفتر کے لئے روانہ ہوجاتا ہوں۔

محبت کے انوکھے انداز

مکرمہ شوکت اسد صاحبہ بتاتی ہیں کہ ان کے دل میں الفضل کی محبت ان کے نانا محترم قاضی عطاء اللہ صاحب کی وجہ سے ہوئی۔ کہتی ہیں میں جب بھی چھوٹی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنے نانا کے گھر جاتی انہیں الفضل کا مطالعہ کرتے دیکھتی۔ پہلے وہ اخبار کا مطالعہ کرتے پھر نانی جان کو دے دیتے۔ میں نے بھی کئی دفعہ اخبار پڑھا۔ بچے کو تو کہانی یا لطیفہ کی تلاش ہوتی۔ وہ وہاں نہ ہوتا۔ تو میں سوچتی اس میں تو کوئی کہانی نہیں نہ کوئی لطیفہ ہے پھر یہ اُسے اتنی دلچسپی سے کیوں پڑھ رہے ہیں جب ہم ربوہ آئے تو اپنے ماموں محترم حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کو بڑی گہری نظر سے الفضل کا مطالعہ کرتے اور اس کے نوٹس لیتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہ وہ مضامین کے بارہ میں اہل خانہ سے ڈسکس بھی کرتے تھے۔ اس سے مجھے بھی الفضل سے دلچسپی ہونا شروع ہوگئی۔ پھر والدہ صاحبہ نے الفضل لگوایا بڑے شوق سے پڑھتیں۔ ان کی دیکھا دیکھی پھر میں نے بھی پڑھنا شروع کیا۔ پھر تو اتنی لگن ہوگئی کہ ادھر الفضل آیا اور ادھر ہم نے اوّل سے آخر تک سب اخبار پڑھ کر سانس لیا۔ پھر جب میری شادی ہوگئی تو ادھر اخبار نہ آتا تھا۔ بڑی بے چینی ہوتی۔ آخر پتہ چلا کہ ان کی دادی کے ہاں الفضل آتا ہے۔ وہاں سے منگوا کر پڑھتی۔ لیکن اس میں دیر سویر ہوجاتی تھی۔ اس کا حل میں نے یہ نکالا کہ ہمارے گلی کے جس گھر میں الفضل آتا میں وہاں سے لے پڑھ لیتی۔ پھر میرا شوق اتنا بڑھا کہ میں الفضل جو خود پڑھتی ہوں۔ دوسروں کو بھی پڑھاؤں چنانچہ میں چار چار، پانچ پانچ الفضل اکٹھے کرکے ان گھروں میں پہنچاتی جن گھروں میں الفضل نہیں آتا۔ یا وہ لگوا نہیں سکتے۔ وہ بھی پڑھتے اور میرا شکریہ ادا کرتے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی کہ وہ مجھے اپنا گھر دے تو میں سب سے پہلے اپنا الفضل لگواؤں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کو سنا۔ گھر بنا تو حسب وعدہ سب سے پہلے الفضل لگوایا ہے۔ میرے لئے یہ بڑے خوشی کے لمحات ہیں میں اب بھی اخبار پڑھنے کے بعد دوسرے گھروں میں دے کر آتی ہوں۔ الفضل سے اتنی لگن اور محبت کی وجہ اس کا منفرد ہونا ہے۔ دینی راہنمائی، دنیاوی علم ہر چیز تو ہوتی ہے اس میں۔ امام وقت کی ہدایات، مرکزی اطلاعات احباب کرام سے متعلق معلومات غرض کیا ہے جو اس اخبار میں نہیں۔ اللہ کرے ہمارا یہ اخبار دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ آمین

الفضل سے استفادہ

مکرم محمد ہارون شہزاد صاحب مربی سلسلہ تحریر فرماتے ہیں۔

خاکسار آجکل فیض آباد۔ میرپورخاص میں خدمت دین کی توفیق پارہا ہے۔ استفادہ الفضل کے متعلق عرض خدمت ہے کہ الفضل کا میں روز مطالعہ کرتا ہوں جب کلاس لینے کے لئے حلقہ میں جاتا ہوں تو وہ الفضل وہاں پر رکھ دیتا ہوں اور جو الفضل ان کے پاس موجود ہوتی ہے وہ ان سے لے کر ایک اور جگہ حلقہ میں دیتا ہوں اور جو الفضل ان کے پاس پہلے دن کی ہوتی ہے وہ ان سے لے کر ایک اور گھر میں بھجواتا ہوں۔

اس طرح الفضل سے میرے علاوہ اور بھی کئی دوست فائدہ اٹھاتے ہیں۔

’’الفضل‘‘ کی برکت سے

مکرم صوفی محمد اکرم صاحب کراچی سے لکھتے ہیں۔

مورخہ 18 جون 2007ء کا الفضل کا شمارہ بذریعہ ڈاک موصول ہوا۔ جس کو دیکھنے سے یہ بات بھی علم میں آئی کہ الفضل کا آغاز بھی اسی تاریخ کو 1913ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا تھا۔ کراچی میں اخبار الفضل بذریعہ ڈاک عموماً 4 تا 5 یوم میں مل جاتا ہے۔ بہرحال شکر ہے کہ مل جاتا ہے۔ اہل لاہور کی خوش قسمتی ہے کہ کسی بھی ہاکر سے تازہ الفضل روزانہ مل جاتا ہے۔

یہ 1970ء کی بات ہے جب خاکسار کی تعیناتی لاہور تھی۔ محکمہ محنت کا بڑا دفتر تواپر مال پر نہر کے پل کے ساتھ تھا جبکہ ہمارے شعبہ کا دفتر 4-5 کوٹھیاں آگے تھا۔ میں نے بڑے دفتر میں اخبار دینے والے ہاکر سے کہا کہ مجھے الفضل دے جایا کرو پہلے تو اس نے کہا کہ الفضل صرف ایک اتنی دور جاکر دینا مشکل ہے کیونکہ ہمیں ایک الفضل پر صرف ایک ٹیڈی پیسہ کمیشن ملتی ہے۔ ہاکر ادھیڑ عمر کا شریف انسان تھا۔ میں نے کہا الفضل شروع کرو اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ اس نے وعدہ کیا اور دوسرے روز سے مجھے الفضل میرے دفتر میں آکر دینا شروع کردیا۔

یہ واقعہ 1970ء والے الیکشن سے پہلے کا ہے۔ دفتر میں بھٹو صاحب کے چاہنے والے بہت تھے انہوں نے اسی ہاکر سے روزنامہ مساوات پہلے لگوائی اور پھر روزنامہ آزاد اور پھر ہفت روزہ شہاب بھی لگوا لیا۔ کچھ دوسرے حضرات نے روزنامہ نوائے وقت۔ ندائے ملت اور مشرق اخبار لگوا لیا۔ تھوڑے دنوں بعد دفتر کا سرکاری اخبار پاکستان ٹائمز بھی شروع ہوگیا۔ یہ تمام اخبارات دفتر شروع ہونے سے پہلے آجاتے اور سب سے پہلے ہمارے دفتر کے ہیڈ جو کہ جناب ایس۔ اے نقوی صاحب (M.B.E) (یحییٰ خان کے کزن) کے پاس جاتے اور تمام دفتر میں گھوم گھما کر

11 بجے ہمارے پاس پہنچتے اور الفضل پر بھی نقوی صاحب کے دستخط ہوتے یعنی وہ بھی اس کو دیکھتے ضرور تھے۔

میں نے پھر ایک دن ہاکر سے بات کی۔ بتاؤ کہ اب کیا حال ہے۔ بہت خوش تھا۔ مجھے کبھی الفضل کا بل نہ پوچھتا اور میں جب بھی پیسے دیتا کہتا رہنے دیں۔ یہ سب کچھ الفضل کی برکت سے ہی ہے۔

واقعی الفضل کی برکات کئی رنگ میں ہم تک پہنچتی ہیں۔ الحمدللہ

عید کا تحفہ

محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ نارووال کو الفضل کے مطالعہ کا اتنا شوق تھا کہ شادی سے پہلے کم آمدنی کی وجہ سے الفضل دوسرے احمدی گھروں سے منگوا کر پڑھتی تھیں۔ جب آپ کا نکاح ہوا اور شوہر نے پہلی عید پر پسند کا تحفہ پوچھا تو انہوں نے الفضل لگوانے کی فرمائش کی۔ ان کے خاوند بھی نہایت عالم اور علم دوست تھے۔ انہوں نے آپ کے شوق کو ہوا دی اور ہمیشہ مطالعے کے لئے لٹریچر مہیا کیا۔

(ماہنامہ مصباح مارچ 2005ء ص48)

الفضل کے بغیر

☆مکرم عبدالہادی صاحب موضع میٹ بھنگا بنگال سے لکھتے ہیں:۔

یہ خاکسار ''الفضل'' کا پرانا خریدار ہے لیکن کچھ عرصہ سے علالت کی وجہ سے اور کچھ مالی مشکلات کے باعث اسے بند کردیا تھا۔ مگر بند کرنے کے بعد روحانیت کمزور ہونے لگی اور اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ایک تنگ و تار غار میں ہوں۔ ازراہ کرم ''الفضل'' اگست کی پہلی تاریخ سے پھر میرے نام جاری فرمائیں۔

(الفضل 31 جولائی 1930ء ص2)

☆مکرم معظم خان بہادر محمد عبدالحق صاحب آنریری مجسٹریٹ پیلی بھیت باوجود علالت اور بڑی عمر کے الفضل کی اشاعت کے لئے جس قدر کوشش فرماتے تھے۔ وہ بہت ہی قابل شکریہ اور دوسرے احباب کے لئے لائق تقلید ہے۔ انہوں نے بہت سے غیر احمدی معزز حضرات خریدار بنائے۔ اپنے ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

میرے بڑھاپے اور خرابی صحت نے مجھ کو معذور بنا رکھا ہے۔ ورنہ میں اشاعت الفضل کے لئے دورہ کرتا مجھ کو اس کے ساتھ عشق ہے۔ اس کی انتظار آمد میں تکلیف اٹھاتا ہوں۔ میرا لڑکا آصف زمان جب علی گڑھ کالج میں پڑھتا تھا۔ اس وقت چندہ کی تحریک ہوئی۔ میں نے تین ماہ کے اندر سات ہزار سے زائد وصول کرکے آصف کے نام بھیج دیا تھا۔ اس کے صلہ میں آصف کو ایک سونے کی گھڑی اور سونے کا ایک تمغہ دیا گیا تھا۔

(الفضل 24/اکتوبر 1921ء ص7)

☆مکرم محمد داؤد بھٹی صاحب مربی سلسلہ یوگنڈا لکھتے ہیں:۔

گزارش ہے کہ خاکسار مشرقی افریقہ یوگنڈا میں اکتوبر 2005ء سے تعینات ہے۔ الفضل کا ہفتہ وار بنڈل ہمیں تسلسل سے مل رہا ہے۔ الفضل کا آنا ہمارے لئے آپ سب سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ الفضل کا معیار الحمدللہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہو رہا ہے۔ اللّٰھم زدو بارك۔ خاکسار الفضل کا مطالعہ کرکے اس میں سے چیدہ چیدہ مضامین کو الگ کرلیتا ہے نیز خاص واقعات اپنی ڈائری کی زینت بناتا ہے اسی طرح مختلف نوعیت کی نظمیں شعر، دعائیں معلومات میری ڈائری کا حصہ بن رہے ہیں۔ سو میں کہہ سکتا ہوں کہ الفضل میرا ایسا دوست ہے جس کی ہر ادا میں علم و معرفت محبت الٰہی، حب رسولؐ، عظمت خلافت و حالات حاضرہ و ملاقات دوستاں کی ہر خوشبو ہے۔

☆پروفیسر میاں محمد افضل صاحب لاہور سے لکھتے ہیں:۔

الفضل غالباً دنیا کا واحد اخبار ہے جو تقریباً ہر ملک، چھوٹا ہو یا بڑا۔ اللہ کے فضل سے پہنچتا ہے۔ اس لئے اس میں مضمون کا چھپ جانا گویا اس کا دنیا کے کناروں تک پہنچنا ہے۔ یہ میں نے اس لئے لکھا کہ جب کینیڈا کے ایک مربی صاحب کا میرے ''اللہ میاں کی گائے'' کے مضمون کے متعلق توصیفی پیغام ملا تو مجھے خوشی بھی ہوئی اور ایک بات کہ دنیا کے کناروں تک پہنچنے کی مزید تصدیق بھی۔ اللہ کرے آپ کا روزنامہ پھلتا پھولتا رہے۔

(الفضل 18 جون 2006ء)

☆مکرم چوہدری محمد حنیف ساہی صاحب بیان کرتے ہیں:۔

میں نے 1945ء میں بیعت کی۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد میرے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آنے لگا کہ جب تک میں سلسلہ کی کتابوں یا کم از کم الفضل کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوجاتا میرا احمدیت پر ایمان خدشے میں ہی رہے گا۔ اس لئے میں نے تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کرلیا تاکہ میں الفضل پڑھ سکوں اور خود تفسیر صغیر پڑھ کر اپنے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرسکوں۔ لیکن یہ بہت کٹھن راستہ تھا جس میں بہت سی مشکلیں حائل تھیں۔ اس وقت کوئی تعلیم بالغاں کا انتظام نہیں تھا لیکن اگر لگن سچی ہو تو راہیں خود بخود کھل جاتی ہیں چنانچہ میں نے ہرچہ بادا باد کہتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت مانگتے ہوئے بغیر کسی معین استاد کے خود اپنا آپ استاد بن کر تعلیم حاصل کرنے کا تہیہ کرلیا۔ قرآن کریم ناظرہ پڑھنا تو آتا ہی تھا اس لئے مجھے اردو کے حروف کو پڑھنے میں زیادہ مشکل محسوس نہیں ہوئی تاہم اردو تحریر کو روانی سے پڑھنا اور اردو لکھنا یہ جوئے شیر لانے کے برابر تھا اس کے لئے بہت محنت اور مشق کی ضرورت تھی۔ یہ جنگ عظیم دوئم کی بات ہے۔ جنگ کی وجہ سے مشکل تھا کہ اس سے لالٹین کی روشنی کرکے رات کو مشق تحریر جاری رکھ سکوں یا کوئی قاعدہ پڑھ سکوں اس لئے میں نے اپنے لکھنے کی پریکٹس کرنے کے لئے صاف چٹیل زمین کو اپنی تختی اور انگلی کو قلم بنالیا اور زمین پر پڑی دھول سے سیاہی کا کام لیا۔ اس طرح بہت محنت اور لگن سے میں اس قابل ہوگیا کہ الفضل پڑھ سکوں اور تفسیر صغیر سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھ لوں۔

(الفضل 28 جولائی 2008ء ص6)

☆مکرم شیخ ناصر احمد صاحب خالد اپنی اہلیہ مکرمہ نعیمہ ناصر صاحبہ کی الفضل سے محبت اور عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

1984ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں احمدیوں پر ظلم و ستم کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا تو اخبار الفضل کی اشاعت پر بھی پابندی لگ گئی۔ ایک دن صبح کے وقت جب اخبار الفضل آیا۔ تو اس میں ایک الگ اطلاع نامہ بھی تھا کہ اس پرچہ کے بعد الفضل شائع نہ ہوسکے گا۔ میں نے بلند آواز سے یہ افسوسناک اطلاع پڑھ کر سنائی۔ اس خبر سے مرحومہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اونچی آواز میں دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کردیا اور بار بار کہتیں کہ ''اب ہم کیا پڑھیں گے۔ اب ہم کیا پڑھیں گے'' (اخبار الفضل پر یہ پابندی چار سال تک جاری رہی اور نومبر 1988ء کو پرچہ دوبارہ شائع ہونا شروع ہوگیا۔ الحمدللہ) صبح جب ہاکر اخبار لے کر آتا تو سب سے پہلے الفضل کا مطالعہ کرتیں۔ پھر دوسرے اخبار۔

(الفضل 14 جنوری 2002ء ص6)

☆مکرم محمد انوارالحق صاحب لاہور سے لکھتے ہیں:۔

میرے والد محترم محمد عبدالحق صاحب مجاہد امرتسری ریلوے ورکشاپ میں ملازم تھے۔ 1934ء پھر 1953ء کے حالات میں بھی ہمارے گھر اخبار الفضل باقاعدگی سے آتا تھا چونکہ صبح کے وقت اخبار پڑھنے کا وقت بہت کم ہوتا تھا۔ تو والد صاحب اخبار اپنے ساتھ لے جاتے تھے جب روٹی کھانے کے لئے ایک گھنٹہ کی چھٹی ہوتی تھی تو والد صاحب الفضل اخبار نکال کر پڑھنا شروع کردیتے تھے۔ والد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ میرے ساتھ کام کرنے والے چند پڑھے لکھے لوگ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور کچھ ٹائم کے بعد کہنے لگے مجاہد صاحب اس وقت ملک اور خاص طور پر لاہور میں قادیانیوں کے خلاف آگ لگی ہوئی ہے۔ ہر کوئی اس جماعت کو برا بھلا کہتا ہے۔ تجھ پر اس آگ کی تپش کا کوئی اثر ہوا ہے۔ والد صاحب نے بڑے پیار سے انہیں سمجھایا کہ سارا دن میں جماعت کے خلاف اخباروں میں مختلف نوعیت کی خبریں پڑھتا ہوں اور لوگوں سے مخالف باتیں بھی سنتا ہوں مگر خدا جانتا ہے کہ جب میں گھر جاکر اپنا الفضل اخبار توجہ اور لگن سے پڑھتا ہوں تو سارے دن کی مخالفانہ باتوں پر یہ الفضل اخبار تریاق کا کام دیتا ہے اور مجھے ایسی راحت اور سکون ملتا ہے کہ خوشی سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ وہ لوگ یہ جواب سن کر حیران رہ گئے اور ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ ایسا الفضل اخبار ہے کہ اسے مخالفت کا اثر بھی نہیں ہونے دیتا تو یقین کیجئے یہ الفضل اخبار کی برکت ہی ہے کہ آج کے اس نازک دور میں بھی ہمیں حوصلے سے رکھا ہوا ہے۔

مجھے اپنے چند عزیز و اقارب کے پاس جاکر الفضل اخبار کی خریداری قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق اور ہمت بخشی میں نے ان سے کہا کہ الفضل اخبار ہمارے لئے ایک روحانی نہر ہے مخالفتوں کے باوجود اس اخبار نے ہمارے حوصلے بلند کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کے گھر میں الفضل اخبار نہیں آتا تو کل صبح ہی ہاکر سے کہہ کر یہ اخبار ضرور لگوائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ان کے دلوں میں الفضل اخبار کی اہمیت اجاگر کی اور یہ لوگ اس الفضل اخبار کے خریدار بننے پر آمادہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک 15 افراد کو اس اخبار کا خریدار بننے کا قائل کرچکا ہوں بعض نے بتایا کہ ہم تو باقاعدہ اس کے خریدار بن چکے ہیں۔

ایک دوست نے مجھے بتایا کہ مالی مشکلات کی وجہ سے ہاکر نے اخبار دینا بند کردیا۔ چند دنوں کے بعد میں نے ہاکر سے اخبار بند کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ کی ملازمت ختم ہوگئی ہے اب بل کون دے گا تو میں نے اس خدشہ کے پیش نظر اخبار بند کردیا ہے وہ دوست کہنے لگے کہ میں واپس گھر آکر ایک سوچ میں پڑ گیا اور وضو کرکے دو نفل صرف اخبار الفضل کے لئے پڑھے اور دعا کی کہ ''اے خدا تو جانتا ہے کہ میں مالی استطاعت نہیں رکھتا۔ مگر میرا دل الفضل اخبار کے لئے بے چین ہے۔ اب میں تیرا در چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جاؤں گا تو ایسے سامان پیدا کر کہ مجھے دوبارہ الفضل اخبار ملنے لگے، کہنے لگے ابھی میں فارغ ہی ہوا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں باہر گیا تو ایک باریش آدمی کھڑا تھا اس نے مجھے بتایا کہ آج رات مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کا اخبار الفضل بند ہوگیا ہے تو میں نے سوچا دنیا میں وہی آدمی کامیاب ہے جو دوسروں کے کام آئے تو **آپ الفضل اخبار لگوائیں اس کا بل میرا لڑکا بیرون ملک سے ادا کیا کرے گا۔** میں

نے اونچی آواز میں الحمدللہ پڑھا تو وہ آدمی غائب ہوگیا۔ صبح میں نے ہاکر سے کہا کہ کل سے الفضل اخبار ضرور دیا کرو آپ کو بل وقت پر مل جایا کرے گا۔

یوں اللہ تعالیٰ نے الفضل اخبار کے لئے اپنے فضل سے سامان پیدا کئے۔ اسی طرح ایک اور دوست نے بتایا کہ ہمارے گھر سے تھوڑی دور ہاکر ایک احمدی کے گھر الفضل اخبار دیا کرتا تھا۔ ہم ان سے لے کر پڑھ لیتے تھے ایک دن مجھے خیال آیا کہ چیز وہی اچھی ہوتی ہے جو اپنی ہو۔ میں نے صبح گلی میں کھڑے ہو کر ہاکر کا انتظار کیا جب وہ ان کے گھر اخبار دے کر چلنے لگا تو میں نے اسے کہا کہ کل صبح فلاں گھر میں بھی الفضل اخبار دیا کرو۔ وہ ہاکر یہ سن کر چلا گیا اور الفضل اخبار دینا شروع کر دیا۔ اس ہاکر نے بتایا کہ آپ لوگوں کے گھر اخبار دینے سے قبل میں فلاں گلی کے موڑ پر سائیکل کھڑی کرکے یہ اخبار پڑھتا رہا ایک دن مجھے اچانک خیال آیا کہ اس اخبار میں تو کوئی جھگڑے' فساد' اغوا چوری کی خبر نہیں ہوتی خالصتاً ایک دینی اخبار ہے تو اس دن کے بعد میں خود بھی اس کا خریدار بن گیا گو میں احمدی نہیں ہوں مگر **اس اخبار کے مضامین بڑے اچھے اور تربیتی پہلو لئے ہوتے ہیں۔ جس کا میری طبیعت پر بہت اثر ہوا** تو واقعی یہ ایک دینی اور تربیتی اخبار ہے۔ اے کاش اسے اور لوگ بھی پڑھیں۔

☆**مکرمہ کوثر ضیاء صاحبہ راولپنڈی** سے لکھتی ہیں:۔

گزشتہ دنوں جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جب خطبہ جمعہ میں الفضل بند ہونے کے بارے میں خدشہ کا اظہار کیا تو بہت دلی رنج ہوا، دعا کی توفیق پائی اسی رات خواب میں ہاتھ میں الفضل کا شمارہ دیکھا اور آواز آئی کہ **یہ تو دکھانے کے لئے بند ہوا تھا دوبارہ جاری ہوگیا ہے۔** الحمدللہ الفضل جاری ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل واکرام کی بارش یونہی جاری رہے۔

☆**مکرم محمد خورشید قریشی صاحب پنڈی دھوتراں منڈی بہاؤالدین** لکھتے ہیں:۔

1984ء میں جب الفضل بند ہوا تو ہمارے ایک مربی حلقہ سعداللہ پور (ضلع گجرات) موجودہ منڈی بہاؤالدین میں متعین تھے اس وقت ان کا حلقہ بہت وسیع تھا یعنی شادیوال تا رجوعہ۔

یہ اللہ کا بندہ باقاعدہ اپنے حلقہ کا دورہ کرتا۔ تربیتی امور انجام دیتا اور اپنے ہاتھ سے الفضل نما پرچہ بنا کر اس کی فوٹوسٹیٹس حلقہ میں تقسیم کرتا تھا۔ تو الفضل نہ خود کسی سے رشتہ توڑتا ہے اور نہ اس کے چاہنے والے اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ یہ بظاہر چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن اپنی ذات میں اس کی عظمت بے مثال ہے۔

گزشتہ دنوں ایک خاتون مکرمہ رشیدہ تسنیم خان صاحبہ کا مضمون پڑھا۔ کام وہ ذہن میں سما گیا زبانی یاد ہوگیا۔ عصر حاضر کے مشتاق یوسفی اور پطرس بخاری جیسے افراد سے بھی بازی لیا ہوا نظر آیا۔ انداز بیان تمام سابق ادباء سے بظاہر بھاری تھا۔ کئی دن قبل پڑھا لیکن ذائقہ ابھی تک محسوس و مشہود ہے۔

☆**مکرم عبدالباسط صاحب ملتان** لکھتے ہیں:۔

الفضل پڑھ کر دلی طور پر خوشی ہوتی ہے۔ خدا کے فضل سے ایک معیاری اخبار بن گیا ہے۔ میرے پاس قریباً دو غیر از جماعت اور تین احمدی احباب روزانہ اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید احسن رنگ میں اس پیارے اخبار کو چلانے کی توفیق دے۔ آمین

☆**مکرم مبارک طاہر صاحب سیکرٹری مجلس نصرت جہاں** لکھتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس نصرت جہاں کو روزنامہ الفضل کا بھرپور تعاون حاصل ہے اور ہمارے اکثر قابل اشاعت نوٹس، مضامین، اعلانات اور رپورٹس آپ پہلی فرصت میں شائع کرتے ہیں۔ اس تعاون اور نوازش پر خاکسار از حد ممنون ہے۔

میدان عمل میں خدمت کرنے والے واقفین پر ان شائع شدہ مضامین کا جو بابرکت اور مثبت اثر ہوتا ہے اس کی ایک مثال کے طور پر مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ رفیع احمد صاحب انچارج احمدیہ ہسپتال امبالے، یوگنڈا کی طرف سے آمدہ Email آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ اس Email میں مکرم ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ **اخبار الفضل میں نوٹ پڑھ کر دونوں میاں بیوی آبدیدہ ہوگئے اور پہلے سے بڑھ کر خدمت کرنے کے لئے اپنی کمر ہمت کس لی ہے۔**

مکرم ڈاکٹر رفیع احمد صاحب نے اس خوشی کا بھی اظہار کیا ہے کہ اس طرح کارگزاری کی رپورٹس شائع ہونے پر پشاور میں مقیم ان کے خاندان اور ربوہ کے دوست احباب پر بھی ان کے بارہ میں اچھے تاثرات قائم ہوں گے اور اعزاز ہوگا۔ خاکسار آپ کے غیر مشروط تعاون پر ایک بار پھر شکر گزار ہے۔

☆**مکرم رانا منیب احمد خان صاحب** لکھتے ہیں:۔

میرے نانا چوہدری عبداللہ خان صاحب کاٹھ گڑھی کو حضرت مسیح موعود کی کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ آپ الفضل اور دوسرے جماعتی رسالے بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ آپ نے روزنامہ الفضل گاؤں میں اپنے نام جاری کروایا ہوا تھا۔ آپ الفضل کا بغور مطالعہ کرتے تھے پھر چونکہ میری نانی اماں پڑھنا نہیں جانتی تھیں اُن کو بھی اور دوسرے افراد کو بٹھا کر الفضل میں سے احادیث اور ارشادات بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ پڑھ کر سُناتے تھے۔ یہ اُن کا روزانہ کا معمول تھا آپ کہا کرتے تھے کہ **الفضل ایک نعمت ہے اس کی قدر کیا کرو** جب کچھ دیر کے لیے الفضل پر عارضی پابندی لگی تو آپ پرانی الفضل نکال کر پڑھتے اور گھر والوں کو پڑھ کر سُناتے تھے۔

(الفضل 20 اگست 2009ء)

☆**مکرم عبدالعزیز خان صاحب لاہور** لکھتے ہیں:۔

میرے والد مکرم حافظ عبدالکریم خان صاحب خوشابی گھر میں روزنامہ الفضل اور جماعتی رسالے باقاعدگی سے منگواتے تھے۔ آپ امام الصلوٰۃ تھے اور جمعہ بھی پڑھاتے تھے۔

آپ میں یہ خوبی تھی کہ الفضل سے خلفاء کرام کے خطبات پورے کے پورے اپنی مادری زبان پنجابی میں ترجمہ کرکے سناتے تھے۔ کیونکہ اس وقت حاضرین کی اکثریت اردو نہ سمجھتی تھی۔

☆**مکرم عرفان احمد بٹ صاحب فیصل آباد** لکھتے ہیں:۔

خاکسار نے کچھ عرصہ پہلے الفضل بند کروا کر ایک ہفت روزہ رسالہ لگوایا مگر میرے اباجان مکرم ماسٹر منصور احمد بٹ صاحب نے وفات سے کچھ روز قبل سخت تاکید کی کہ رسالہ بند کروا کر الفضل لگواؤ کیونکہ جو الفضل کا مقام ہے وہ کسی اور کا نہیں۔ خاکسار نے رسالہ تو بند کروادیا لیکن الفضل لگوانا بھول گیا۔ اباجان نے پھر تاکید کی۔ آپ کی وفات کے تین دن بعد دوبارہ الفضل لگوائی۔

(الفضل 19 مارچ 2010ء)

☆**مکرم پروفیسر مرزا مبشر احمد صاحب** لکھتے ہیں:۔

میری نانی محترمہ نواب بیگم صاحبہ الفضل بڑے اہتمام سے پڑھتی تھیں۔ دیگر کسی اخبار کا مطالعہ پسند نہ تھا۔

الفضل نہ ملنے کا شکوہ

آج سے 81 سال پہلے کا ایک خط

جو احباب الفضل کا باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں۔ انہیں کوئی پرچہ نہ ملنے پر جس قدر تکلیف ہوتی ہے اس کا کسی قدر پتہ ذیل کے خط سے لگ سکتا ہے جو ولایت سے ایک عزیز نے لکھا ہے۔

''ہندوستان میں خریدار قادیان خود آسکتا ہے۔ لیکن مجھے قادیان بلکہ تمام احمدی دنیا کی خبریں صرف الفضل سے مل سکتی ہیں۔ اور نہ صرف خبریں بلکہ الفضل مضبوطیٔ ایمان اور تقویٰ کا موجب ہوتا ہے۔ اگر آئندہ الفضل مجھے ہر ہفتہ نہ ملا یا کوئی نمبر کم ملا تو میں حضور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت اقدس میں شکایت کروں گا۔

آپ شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ چلو جی اگر اسے ایک ہفتہ اخبار نہ ملے گا تو اتنے دور سے وہ کیا کرلے گا۔ لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے ہندوستانی ڈاک میں سب سے زیادہ انتظار الفضل کا ہوتا ہے اور اگر مجھے الفضل نہ ملے تو جو تکلیف مجھے ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی لگالیں۔ الفضل میری روحانی غذا ہے۔ اگر مجھے یہ نہ ملے تو میں بھوکا رہتا ہوں۔ براہ نوازش آئندہ خاطر خواہ انتظام فرماویں۔ والسلام

(اسد اللہ خان از لندن)

(الفضل 19 فروری 1929ء)

☆**مکرم ماسٹر احمد علی صاحب** لکھتے ہیں:۔

خاکسار کو اپنی اہلیہ کے ناطے گولیکی جانے کا اتفاق ہوتا رہا ہے۔ وہاں کے افتخار احمد تاج صاحب کی دونوں ہمشیرگان اور والدہ کو مطالعہ کتب کرتے گھر میں دیکھتا رہا ہوں یہ لکھوں تو سچ ہے مجھے خود بھی تاج صاحب کے گھر گولیکی جا کر اور موضع مونگ میں ان کے ننھیال کے گھر جو میری اہلیہ کے بھی ننھیال کا گھر ہے جا کر مطالعہ کرنے کا چسکا لگا ہے۔ متعدد دینی کتب اور کثرت سے جماعتی لٹریچر مونگ اور گولیکی دونوں گھروں میں موجود ہوتا تھا اور گھر کے بڑے چھوٹے افراد اپنی دلچسپی اور ذوق کی کتب اور رسائل لاتے اور مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ پیر افتخار احمد تاج صاحب جماعتی اور ملکی اخبارات اور رسائل کا مطالعہ بھی ساتھ ساتھ جاری رکھتے تھے۔ روزنامہ الفضل اور کوئی ایک ملکی اخبار اپنے نام منگواتے اور مطالعہ کرتے تھے جن میں سے بعض کالم نگاروں کی جو تحریر پسند کرتے اخبار اٹھا کر میرے گھر دوڑے آتے اور مجھ سے مل کر اس پر تبصرہ بھی کرتے تھے یہ دیکھ کر مجھے بھی روزنامہ ملکی اخبار مطالعہ کرنے کا شوق ہوا اور ان کا تجویز کیا ہوا ملکی اخبار میں نے بھی اپنے نام منگوانا شروع کر دیا۔ روزنامہ الفضل تو پہلے ہی کافی عرصہ سے ہمارے گھر جاری تھا۔

(الفضل 7 مارچ 2011ء)

☆**مکرمہ مبارکہ افتخار صاحبہ اپنی والدہ محترمہ امۃ القیوم شمس صاحبہ** کے متعلق لکھتی ہیں:۔

الفضل سے حد درجہ محبت تھی۔ اگر کبھی دیر ہو جاتی تھی تو بار بار گیٹ کے چکر لگاتی تھیں کہ ابھی تک آیا نہیں اور پکڑ کر پہلا صفحہ سب سے پہلے پورا پڑھتی تھیں۔

جس طرح آپ نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو پال کر بڑا کیا کہتی تھیں اگر کسی معاملہ میں پریشان ہو جاتی تھی تو اکثر الفضل کے پہلے صفحہ پر موجود حضرت مسیح موعود کے ارشادات اسی موضوع پر ہوا

کرتے تھے اور میرا دل تسلی اور اطمینان سے بھر جاتا تھا۔ وفات سے چندروز پہلے بھی جس رات ہارٹ اٹیک ہوا مجھے کہنے لگیں آج کا الفضل نہیں پڑھا۔اس کا پہلا صفحہ مجھے پڑھ کر سنادو اور میں نے پورا صفحہ پڑھ کر سنایا۔

باقی ماہانہ رسائل اور نئی شائع ہونے والی کتابیں بھی شوق سے پڑھتی تھیں۔

(الفضل 27 اپریل 2011ء)

☆محترمہ فرح انور ورک اپنی والدہ رضیہ اختر صاحبہ کے متعلق لکھتی ہیں:۔

امی کی ایک آنکھ کی نظر تو ان کی جوانی میں ہی ضائع ہوگئی تھی اور دوسری آنکھ بھی اب کافی کمزور تھی اس کے باوجود روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتیں اور الفضل کا مطالعہ شروع سے لے کر آخر تک کرتیں۔ (الفضل 5 جنوری 2011ء)

☆مکرم محمود احمد خالد صاحب اپنے والد مکرم میاں محمد شریف صاحب کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

بہت سے ضرورت مند احمدی گھرانے جو کسی کی نظر میں نہیں تھے آپ کی وجہ سے علم میں آئے آپ پہلے خود ان کی مدد کرتے اگر ان کی حالت ایسی ہوتی کہ نظام جماعت کی مدد کی ضرورت ہوتی تو پھر آپ صدر صاحب جماعت کے علم میں یہ بات لاتے کہ فلاں احمدی گھرانے کی یہ پریشانی ہے۔اسی طرح الفضل اخبار آپ بیت الذکر سے لاکر گھروں میں پہنچاتے یہ حالانکہ ان کا کام نہیں تھا لیکن خدمت خلق کے جذبہ سے آپ یہ کام بھی کرتے تھے۔ (الفضل 5 مئی 2011ء)

☆محترمہ جمیلہ رانا اپنی بہن امۃ السلام صاحبہ کے متعلق لکھتی ہیں:۔

آخری عمر تک کتب حضرت مسیح موعود اور الفضل اخبار آپ کی روحانی غذا تھی جب تک الفضل اخبار ایک ایک لائن نہ پڑھ لیتیں ان کو روحانی سکون نہیں ملتا تھا۔ (الفضل 29 جولائی 2010ء)

☆محترمہ راشدہ تنسیم خان صاحبہ اپنے والد ڈاکٹر خیرالدین بٹ صاحب کے متعلق لکھتی ہیں:۔

ابا جی نے ڈاکٹر کی حیثیت سے سروس کا آغاز پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد سے کیا تھا۔ جہاں مکرم حافظ محمد عبداللہ صاحب والد ماجد مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد سے واقفیت ہوئی۔ خان صاحب مرحوم ڈاکٹر صاحب کے پاس ہر روز اخبار الفضل کا شمارہ چھوڑ جاتے۔ ڈاکٹر صاحب اخبار کا پروپیگنڈا خیال کرتے ہوئے ہاتھ نہ لگاتے۔ دوسرے آنے والے لوگ اخبار کا مطالعہ کرتے۔ ایک دن ابا جی نے جرأت کر کے اخبار کھول کر پڑھنا شروع کیا تو باتیں دل کو لگیں، پھر تو سب سے پہلے خود الفضل پڑھتے۔ ابا جی جستہ جستہ جماعت احمدیہ کے عقائد سے تو متعارف ہو چکے تھے مگر احتیاط آگے بڑھنے نہیں دیتی تھی۔ بعد میں حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کیا اور پھر 1930ء میں بیعت کرلی۔

(الفضل 21 مئی 2010ء)

☆مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب لکھتے ہیں:۔

مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب نثار کاٹھ گڑھی الفضل کے مستقل قاری تھے۔ ہر روز اس کی آمد کے منتظر رہتے تھے۔ (الفضل 14 اپریل 2011ء)

☆مکرم مظفر احمد شہزاد صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزنامہ الفضل اپنی جدت، مضامین کے انتخاب میں ترقی کی جانب تیزی سے گامزن ہے۔ جب تک روزانہ الفضل نہ دیکھ لوں تشنگی رہتی ہے۔

☆مکرم اطہر حفیظ فراز صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں:۔

یہ بات تو ظاہر و باہر ہے کہ روزنامہ الفضل فی زمانہ جس رنگ میں اور جس سرعت سے احباب جماعت کی تعلیم و تربیت پر کمربستہ ہے، ایسا کوئی بھی اور رسالہ یا اخبار کر نہیں پاسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کی ٹیم کو اور بہتر انداز میں سلسلہ کی خدمت کی توفیق دے کیونکہ مومن جس منزل تک پہنچتا ہے تو وہاں سے اور بھی راستے اگلی منازل کی خبر دے رہے ہوتے ہیں۔

☆مکرم محمد نسیم تبسم صاحب مربی ضلع کراچی لکھتے ہیں:۔

حقیقت یہ ہے کہ الفضل کے ذریعہ ہمیں دینی و دنیوی سائنسی معاشرتی سیاسی ہر قسم کا علم حاصل ہوتا رہتا ہے۔ گاہے بگاہے خطبہ جمعہ میں یا انفرادی ملاقات میں خاکسار احباب سے MTA کے بعد دوسرا سوال یہ ضرور کرتا ہے کہ گھر میں الفضل لگی ہوئی ہے۔ ایک احمدی کی تربیت کے لئے گھر میں الفضل کا آنا بے حد ضروری ہے۔

☆مکرمہ امۃ السمیع صاحبہ اہلیہ عبدالعزیز صاحب کینیڈا سے لکھتی ہیں:۔

الحمد للہ ہم دنیا کے دوسرے کنارے میں بیٹھے انٹرنیٹ جیسی سہولت کے ذریعہ الفضل کو پڑھنے کی سعادت پاتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت گاتے ہوئے سجدہ شکر کرتے ہیں۔ میں اپنے اباجان چوہدری بشیر احمد مرحوم محلّہ دارالرحمت شرقی (ب) کی یاد میں کسی کے نام الفضل جاری کروانا چاہتی ہوں۔

☆مکرم ندیم احمد فرخ صاحب معلم سلسلہ لکھتے ہیں:۔

خاکسار کے پاس گاؤں حسن پور میں الفضل چار پانچ اکٹھے آتے تھے لیکن دل چاہتا تھا کہ روزانہ کا الفضل روزانہ ہی ملے پھر خاکسار کو پتہ چلا کہ گاؤں کے ساتھ جو پل ہے وہاں ڈاکیے کی دکان بھی ہے جہاں پر ڈاک آتی ہے۔ چنانچہ خاکسار نے اس سے پہلے کہ 4،5 الفضل اکٹھے آتے روزانہ جا کر الفضل لانا شروع کر دیا تاکہ الفضل ملنے میں تاخیر نہ ہو اور اس روحانی پانی سے دوسروں کو سیراب بھی کیا وہ اس طرح کے جو اخبار الفضل میں پڑھ لیتا ہوں اگلے دن وہ الفضل خاکسار اگلے دن ساتھ والی جماعت علی پور میں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں اور ان کو پڑھنے کے لئے دے دیتا ہوں تاکہ وہ بھی فائدہ اٹھا سکیں۔

☆حضرت حکیم عبدالعزیز صاحب چک چٹھہ کے متعلق ان کی پوتی **امۃ الحفیظ صاحبہ** لکھتی ہیں:۔

آپ کی ہمیشہ عادت تھی کہ آپ الفضل اخبار کا مطالعہ ضرور کرتے۔ احمدیوں کے خلاف آرڈیننس کی وجہ سے 1984ء میں الفضل بھی شائع ہونا بند ہوگئی۔ الفضل کا مطالعہ آپ کی روحانی غذا تھی۔ چنانچہ الفضل کا پرچہ نہ ملنا بھی آپ کی صحت کے لئے مزید نقصان دہ ثابت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب الفضل شائع ہوا تو آپ کمزوری کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے کہ تایا جان نے الفضل کا شمارہ دکھاتے ہوئے کہا ابا جی الفضل آ گئی۔ آپ نے فوراً ہاتھ پھیلایا اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ مجھے دو، الفضل کو دیکھ کر آپ کو ایسی خوشی ہوئی کہ ایسے معلوم ہوا کہ آپ کی آدھی بیماری اس کو دیکھ کر غائب ہوگئی ہے۔

☆مکرمہ امینہ خانم صاحبہ لکھتی ہیں:۔

میری امی جان آمنہ بیگم صاحبہ میرے بڑے بھائی جان سے جب چھوٹے تھے تو ان سے پوری الفضل سنتی تھیں۔ جب وہ کہتے کہ میرا منہ تھک گیا ہے تو بس کر دیتیں۔ (الفضل 2 جون 2011ء)

☆ایس۔اے۔احمد صاحب انبالہ چھاؤنی سے اپنے یکم ستمبر 1936ء کے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الفضل اخبار خریدنے کی عرصہ سے کوشش کر رہا ہوں۔ مگر مالی کمزوری کی وجہ سے آج تک خرید نہ سکا۔ مگر اب ارادہ کیا ہے کہ سقہ اڑا کر سیونگ کی جائے اور اس روپیہ میں کچھ اور آنے ڈال کر الفضل جاری کیا جائے۔ سو اب انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ پانی خود بھر لیا کریں گے۔ اخبار جاری کردیں۔

یہ الفاظ ان دوستوں کو غور سے پڑھنے چاہئیں۔ جو صاحب توفیق ہونے کے باوجود الفضل کی خریداری سے غافل ہیں۔

(الفضل 6 ستمبر 1936ء ص3)

☆ایک صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں:۔

یوں تو الفضل سے ہر احمدی کو دلی محبت ہے اور دارالامان کا اخبار پردیس میں عزیز و اقارب کے خطوط سے زیادہ محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بندہ بعض ناگزیر حالات کے ماتحت خود خریدار نہیں تھا۔ مگر 38 میل دور سے اخبار منگوا کر پڑھتا ضرور تھا۔ پھر خود خریدار بنا اور میرا نمبر خریداری 12771 ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ تقریباً تین ہفتہ سے میرا اخبار مجھے نہیں ملا۔ اس میں جناب کے دفتر کا تصور نہیں۔ میری ہی شومیِ قسمت ہے۔ میرا اخبار پھاڑ دیا جاتا ہے۔ ڈاکخانہ گیارہ میل دور ہے۔ وہاں سے اخبار لانے ایک آدمی جاتا ہے جو کہ متعصب غیر احمدی ہے اور بہت ممکن ہے کہ مجھے یہاں سے ملازمت بھی ترک کرنی پڑے۔ بایں وجوہات عرض ہے کہ میرے نام اخبار بند کر دیا جائے اور میرا بقایا چندہ الفضل کے اعانت فنڈ میں جمع فرمالیا جائے۔ آئندہ بھی بندہ انشاءاللہ پانچ روپیہ کی حقیر رقم جلسہ سالانہ پر اعانت فنڈ میں جمع کراتا رہے گا۔ میں یہ سطور سخت تکلیف اور رنج سے سپرد قلم کر رہا ہوں کیونکہ مجھے پیارے الفضل سے جدا کیا گیا۔

(الفضل 2 جون 1937ء)

الفضل کے انگریز نو احمدی قارئین کے خطوط

جناب ایڈیٹر صاحب الفضل دسمبر 1936ء میں لکھتے ہیں:۔

انگلستان کے انگریز نو احمدی دین سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے عربی اور اردو کی تعلیم حاصل کرتے رہتے ہیں اور کئی ایک نے کافی ترقی کی انہی میں سے **ایک نو احمدی مبارک احمد فیولنگ صاحب بھی تھے جو الفضل کے باقاعدہ خریدار تھے۔** ستمبر 1935ء میں ان کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں انہوں نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اپنا نام اردو میں لکھا اور دریافت کیا کہ میری ارسال کردہ الفضل کی قیمت کب ختم ہوتی ہے تاکہ میں مزید قیمت ارسال کردوں۔

اس پر ایڈیٹر صاحب الفضل لکھتے ہیں:۔

ایک انگریز نو احمدی کی اردو کے ایک مذہبی اخبار سے ایسی دلچسپی کی یقیناً یہ پہلی مثال ہے۔

(الفضل 5 اکتوبر 1935ء)

مزید لکھتے ہیں:۔

ہمارے نو احمدی بھائی جناب مبارک احمد صاحب فیولنگ آف لندن جو اخلاص اور تقویٰ میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں اور جنہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ سے والہانہ الفت اور وابستگی اور حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء سے نہایت مخلصانہ عقیدت ہے۔ ہمارے نام ایک خط لکھتے ہیں جس میں انہوں نے الفضل کے چندہ کے بقایا کے متعلق معذرت کرتے ہوئے اسے جلد سے جلد بھیجنے کے متعلق بقایا کی رقم دریافت فرمائی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں الفضل کے مطالعہ کا بے حد شوق ہے اور وہ سلسلہ کے حالات سے واقف رہنے کے متعلق بہت بڑی تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس نو احمدی بھائی کو اخلاص اور تقویٰ میں ترقی

الفضل اور رحمتوں کے دار تو زندہ رہے — سچ کے اور سچائی کے کردار تو زندہ رہے

جلسہ سالانہ 1953ء کے موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعود کے ساتھ
لاہور اور ربوہ کے صحافیوں کا گروپ فوٹو

حضرت مصلح موعود کے ساتھ جماعت کے معروف صحافی وشاعر ثاقب زیروی کھڑے ہیں

حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت قاضی امیر حسین صاحب، حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب
اور آخر پر بائیں جانب حضرت مصلح موعود

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ قومی اسمبلی میں پیش ہونے والا علماء کا گروپ
محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث،
حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث خدام سلسلہ کے ساتھ محو گفتگو ہیں۔ محترم چوہدری شبیر احمد صاحب، محترم مولانا
عبدالمالک خان صاحب، حضرت مرزا عبدالحق صاحب اور حضرت صوفی غلام محمد صاحب نمایاں ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جامعہ احمدیہ کی ایک تقریب میں کچھ رقم فرما رہے ہیں۔
حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ، محترم قریشی نورالحق تنویر صاحب
اور محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب حضور انور کے ہمراہ ہیں۔

محترم صفی الرحمٰن خورشید صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دائیں جانب محترم منیر الدین شمس
صاحب اور محترم بشیر احمد رفیق صاحب نمایاں ہیں۔

پہلی قطار میں دائیں طرف محترم ناصر احمد ظفر بلوچ صاحب اور حضور کے دائیں جانب محترم مولانا احمد
خان صاحب نسیم اور پیچھے محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ

الفضل کے مضمون نگار، قلمکار، محسنین، وفا شعار اور دعاگو ابرار

محترم رشید احمد چوہدری صاحب، محترم نصیر احمد قمر صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

اجتماع مجلس انصار اللہ 1961ء کی افتتاحی تقریب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب دورہ سیرالیون 1972ء کے موقع پر مشن ہاؤس بو (Bo) میں تشریف فرما ہیں۔ ساتھ محترم مولانا مقبول احمد ذبیح صاحب کھڑے ہیں۔

حضرت قاضی محمد نذیر لائکپوری ایک تقریب میں تشریف فرما ئیں۔ محترم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ دائیں طرف محترم حکیم شیخ خورشید احمد صاحب اور محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب تشریف فرما ہیں۔

محترم منیر احمد صاحب فرخ، حضرت مرزا عبدالحق صاحب اور محترم فضل الرحمٰن خان صاحب

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری، حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی، حضرت شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت لاہور اور حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب

حضرت مولانا محمد حسین صاحب رفیق حضرت مسیح موعود، محترم چوہدری شبیر احمد صاحب، محترم ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب اور حضرت مولوی عطاء محمد صاحب کھاڑ رفیق حضرت مسیح موعود

محترم ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب کے ہمراہ محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی، محترم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب اور محترم نصیر احمد قمر صاحب نمایاں ہیں۔

دے اور اپنے خاص افضال اور عنایات ان پر نچھاور کرے۔ ناظرین کرام کی دلچسپی کے لئے خط کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

ترجمہ:۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے اطلاع دیں کہ کتنی اور رقم میرے ذمہ ہے۔ میں آپ کی طرف سے اطلاع پانے پر بقایا اگلی ہوائی ڈاک میں روانہ کردوں گا۔ میرے پاس بقایا نہ ادا کرنے کے متعلق کوئی عذر نہیں۔ میں صمیم قلب سے اس تکلیف کی معذرت چاہتا ہوں۔ نیاز مند فیولنگ

وہ اردو دان اصحاب جو الفضل کی خریداری سے محروم ہیں۔ غور فرمائیں کہ ایک نو احمدی انگریز کی مثال ان سے کیا مطالبہ کر رہی ہے کیا ان کا فرض نہیں کہ الفضل خریدیں اور اس کی قیمت اس طرح ادا کریں جس طرح ہمارے انگریز نو احمدی بھائی نے لندن سے بھیجی۔

(الفضل 17 دسمبر 1936ء ص 7)

☆**مکرم مجید احمد بشیر صاحب اپنی والدہ مریم صدیقہ صاحبہ** کے متعلق لکھتے ہیں:۔

والدہ محترمہ گو زیادہ تو نہ پڑھی تھیں لیکن کتب اور رسائل کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ روزنامہ الفضل کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتیں اور بعض دفعہ کوئی اچھی چیز اس میں سے پڑھ کر بچوں کو بھی سناتیں یا ان کے شوق کو بڑھانے کی خاطر ہم میں سے کسی کو کہہ دیتی کہ بیٹا اس کو پڑھ کر سناؤ۔

(الفضل 8 مارچ 2012ء ص 4)

☆**مکرم رفیق احمد ناصر صاحب ربوہ** تحریر کرتے ہیں:۔

میری والدہ مکرمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم رشید احمد صاحب جاوید بھیروی الفضل اس انہماک سے پڑھتیں کہ اگر کسی دن کا الفضل نہ ملتا تو اس تاریخ کا الفضل پڑھے بنا سکون نہ آتا۔ الفضل پڑھتے وقت جو مضمون زیادہ اچھا لگتا اسے الگ کر کے ایک بیگ میں ڈال لیتیں۔ بعد از وفات جب میں نے وہ بیگ دیکھا تو اس بیگ میں الفضل کے وہ شمارے تھے جن میں شمائل ترمذی، سیرۃ النبی ﷺ، شہدائے لاہور کے بارے میں نظمیں، صحابہ رسولؐ کے بارے مضامین اور خلفائے سلسلہ کی سیرۃ وسوانح کے مضامین تھے۔

(الفضل 11 نومبر 2011ء ص 7)

☆**مکرم شہزادہ قمر الدین مبشر صاحب** اپنے **والد چوہدری محمد دین مجاہد صاحب** کے متعلق لکھتے ہیں:

ابا جان بتایا کرتے تھے کہ بچپن سے ہی روزنامہ الفضل اور ہفت روزہ بدر قادیان اور جماعتی رسائل پڑھنے کا بے حد شوق رہا کیونکہ ہمارے داداجان چوہدری مہر دین صاحب مرحوم صدر جماعت احمدیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ نے شروع سے ہی الفضل اور ہفت روزہ بدر گھر میں جاری کروایا ہوا تھا اور ان دونوں اخبارات کی باقاعدہ جلد بنوا کر رکھا کرتے تھے۔ ابا جان کہا کرتے تھے کہ الفضل اخبار انسان کی دینی اور دنیوی معلومات کا ایک بہترین ذریعہ ہے یہ ایک روحانی نہر ہے جو کہ مرکز سے نکلتی ہے اور پوری دنیا کے احمدیوں کے دلوں کو سیراب کرتی ہے اس میں خلیفہ وقت اور مرکز کی تازہ ترین ہدایات اور حضور اقدس کا خطبہ جمعہ ہوتا ہے اگر چہ ایم۔ ٹی۔ اے پر لائیو خطبہ ہم سن بھی لیتے ہیں لیکن خطبہ جمعہ دوبارہ اخبار میں پڑھ کر ہمیں یاد دہانی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود کے ملفوظات اور علماء سلسلہ کے قیمتی مضامین ہوتے ہیں جو کہ ازدیاد علم کا باعث ہوتے ہیں۔ اور حضرت مصلح موعود فرمایا کرتے تھے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ الفضل کی ایک ایک جلد ہزاروں روپے خرچ کرنے کے بعد بھی ملنی مشکل ہو گی جب بھی ابا جان یو کے ہمارے پاس تشریف لاتے تو بچوں کو اور آئندہ نسلوں کو اردو لکھنے پڑھنے کے بارے میں ضرور توجہ دلاتے۔

(الفضل 20 جولائی 2011ء)

☆**محترمہ ذکیہ بیگم صاحبہ مکرمہ امۃ الرشید چوہدری صاحبہ** کے ذکر میں لکھتی ہیں:۔

انہیں روحانی خزائن اور دیگر جماعتی لٹریچر کا اکثر مطالعہ کرتے دیکھا ہے کوئی نہ کوئی کتاب ہمیشہ ان کے تکیے کے نیچے رکھی ہوتی روزنامہ الفضل اپنے نام جاری کرا رکھا تھا سارا اخبار اول سے آخر تک مطالعہ کیا کرتی تھیں اور بعض اہم مضامین کے پڑھنے کی طرف ہم ملنے والوں کو توجہ دلایا کرتی تھیں۔ (الفضل یکم اکتوبر 2011ء)

جماعت سے تعلق کا ذریعہ

☆**محترمہ امینہ مبارکہ صاحبہ فاروق آباد ضلع شیخوپورہ** لکھتی ہیں:۔

خاکسار کے ابا جان چوہدری محمد یعقوب خان صاحب نے ہمیشہ الفضل گھر میں لگوائی۔ جب ہم لوگ ابھی بچے ہی تھے تو یہ سوچ کر کہ بچوں کو الفضل پڑھنے کا وقت کم ملتا ہے بچوں کو کہتے کہ اگر ساری اخبار پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تو کم از کم ''ارشادات حضرت مسیح موعود'' والا صفحہ ضرور پڑھ لیا کرو۔ نیز فرماتے تھے کہ الفضل اخبار سے انسان جماعت کے ساتھ in touch رہتا ہے۔

☆ خاکسار کے نانا جان میاں مہر اللہ صاحب ساری الفضل بلند آواز سے پڑھتے۔ ہماری نانی جان غور سے سنتیں۔ بعض اوقات نانی جان کہتیں آپ تھک جائیں گے آہستہ پڑھیں تو نانا جان کہتے میں اس لیے اونچی آواز میں پڑھتا ہوں تاکہ جو بچے اپنے کام کی غرض سے گزرتے ہیں ان کے کان میں بھی کوئی بات پڑ جائے۔ خاکسار کی امی جان اپنے بچوں سے الفضل اخبار سنا کرتی تھیں میرے ابا جان کہا کرتے تھے کہ کوئی وقت آئے گا کہ یہ (پرانی) الفضل اخبار کا ایک ایک پرچہ ہزار، ہزار روپے کا ملا کرے گا۔

☆**مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ اپنی بہن رشیدہ اختر صاحبہ** کے متعلق لکھتی ہیں:۔

الفضل کا مطالعہ تو گویا اس کی غذا تھی۔ روزنامہ بچوں کو الفضل کے مضامین سے آگاہ کرتی اور تاکید کرتی کہ خود بھی پڑھیں۔ شدید تکلیف دہ علالت میں جرمنی کے ہسپتال میں داخل تھی۔

☆**مکرم محب اللہ خالد صاحب مربی سلسلہ بورکینا فاسو** لکھتے ہیں:۔

روزنامہ الفضل خدا کے فضل سے ہمیں باقاعدگی سے ملتا ہے اور پڑھ کر اور اس کا معیار دیکھ کر آپ لوگوں کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام عملہ کو جزائے خیر دے۔ آمین

روزنامہ الفضل سے ہمیں اپنے خطبات اور خطابات کی تیاری کا مواد بڑی آسانی سے مل جاتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موود کے اقتباسات اور اسی سے متعلق احادیث ہمارے لئے بڑے مفید ثابت ہوتے ہیں۔

اسی طرح جو آپ کے نمبرز شائع ہوتے ہیں۔ مثلاً مصلح موعود نمبر، خلافت نمبرز وغیرہ ان سے بھی ہمیں اپنی تقاریر تیار کرنے میں بہت مدد ملتی ہے اور ان کا ترجمہ کر کے احباب جماعت کے علم میں بھی اضافہ کیا جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ الفضل کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

☆**مکرمہ طاہرہ زرتشت ناروے** سے لکھتی ہیں:

دیار غیر میں ہمیں بفضل اللہ تعالیٰ روزنامہ الفضل سے استفادہ کرنے کی توفیق ملتی رہی ہے اور یہ ایک ایسا خبار ہے جو دینی و دنیاوی علوم کا خزانہ ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ظلمت کے اس دور میں حق اور سچائی کا علمبردار ہے۔ آپ اور آپ کے رفیق کار آزمائش کے بڑے ہی کٹھن دور سے گزر رہے ہیں اور بڑی ہمت اور جوانمردی سے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے خاص کرم اور خلیفہ وقت کی دعاؤں کے ساتھ تمام مشکلات دور ہوں۔

☆**مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب نیوجرسی امریکہ** سے لکھتے ہیں:۔

روزنامہ الفضل کے بنڈل کا انتظار رہتا ہے اور ملنے پر خوشی ہوتی ہے۔ علمی مضامین کے مطالعہ اور پھر اعلانات کے صفحہ پر سانحہ ارتحال کے مطالعہ پر جب نظر پڑتی ہے تو کسی کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں ہمارے ملنے والے بھی ہوتے ہیں اور کہ ہماری اپنی حالت بالکل اس شعر کے مطابق ہو چکی ہے۔ ؎

ہوش و حواس تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

☆**ایک معلم سلسلہ** لکھتے ہیں:۔

خاکسار کے نام پرچہ الفضل بذریعہ مقامی ہاکر موصول ہوتا تھا جو کہ قریباً دو ماہ سے ہاکر نے الفضل یہ کہہ کر لانے سے انکار کر دیا ہے کہ مجھے دھمکی ملی ہے (بعض آدمیوں کی طرف سے) کہ اگر تو آئندہ الفضل اخبار لے کر آیا اور کہیں نظر آیا گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ پہلے تو ہم نے انتظار کیا شاید یہ عارضی تعطل ہو لیکن کوئی صورت بحالی کی نظر نہیں آتی۔ دیگر احمدیوں کے ہاں بھی حلقہ میں الفضل اخبار نہیں آ رہا۔ لہٰذا گزارش ہے کہ خاکسار کے نام بذریعہ کوریئر (ایک ہفتہ کے پرچے) بنڈل کی صورت میں بھجوا دیئے جایا کریں۔

☆**مکرم بشارت اللہ مہر صاحب** لکھتے ہیں:۔

خاکسار ایک کمپنی میں ملازمت کرتا ہے گزشتہ دنوں ڈینگی بخار کے متعلق مختلف اخباروں اور رسالوں میں مضامین شائع ہوئے۔ ہماری کمپنی کے سینئر میڈیکل آفیسر جو کئی ہسپتالوں کے انچارج ہیں انہوں نے بہت سارے مضامین دیکھے۔ جن میں روزنامہ الفضل میں شائع ہونے والا ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کا مضمون بھی تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ مضمون سب سے اچھا اور اعلیٰ ہے انہوں نے یہاں سب ملازمین کو یہ مضمون ای میل کیا اور نوٹس بورڈ پر بھی لگایا۔

☆**مکرم محمد ایوب صاحب صابر اپنے والد محترم حکیم محمد افضل فاروق صاحب آف اوچ شریف** کے متعلق رقمطراز ہیں:

شہر کے اکثر معززاور بااثر احباب آپ کے شاگرد، دوست اور تعلق رکھنے والے تھے........ مطب میں ہر وقت تمام مرکزی رسائل الفضل انصار اللہ۔ خالد۔ تشحیذ الاذہان اور مصباح رکھے ہوتے اور خود بھی پڑھتے اور........ اپنے محلے کے اہل علم دوستوں کو بھی پڑھاتے۔

(الفضل 20 اکتوبر 2011ء)

☆**مکرم راجہ منیر احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جونیئر سیکشن اپنے والد محترم** کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

احمدیت کے دفاع میں ہمیشہ والد محترم کو ننگی تلوار پایا۔ خاکسار کو یہ منظر کبھی نہیں بھولتا جب جہلم کینٹ میں خاکسار نے سکول جانا شروع کیا۔ سکول جانے والے راستے کے قریب ہی والد محترم کا دفتر ہوتا تھا۔ آپ آرمی یونیفارم میں ملبوس بحیثیت J.C.O اپنے دفتر میں موجود ہوتے۔ خاکسار تو روزانہ کا جیب خرچ لینے کی نیت سے

والد محترم سے ملتا تھا۔ وہاں والد محترم کے سامنے بڑی میز پر الفضل ربوہ کو رکھا ہوا دیکھتا تھا۔ ساری چھاؤنی میں اکیلے آپ ہی احمدی تھے پھر بھی بذریعہ الفضل دعوت الی اللہ میں مشغول رہتے تھے۔

(الفضل 21 دسمبر 2011ء)

☆**مکرم نذیر احمد سانول صاحب مکرم رانا عطاء الکریم صاحب نون شہید لاہور** کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دینی مطالعہ میں ترجمہ تفسیر حضرت مصلح موعود، جماعتی کتب رسائل زیر مطالعہ رہتے۔ الفضل باقاعدگی سے منگواتے اور یہ پیاری معلوماتی ہردلعزیز اخبار آپ کے دفتر کے بڑے میز پر نمایاں رہتی جس سے عوام الناس استفادہ کرتے رہتے۔ (الفضل 4 مارچ 2011ء)

☆**مکرم محمد اقبال بشیر صاحب اپنی پھوپھی جنت بی بی صاحبہ** کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

الفضل کا مطالعہ بھی بہتبا قاعدگیسے کرتی تھیں۔ الفضل گھر میں آتا تھا الفضل کا مطالعہ بہت گہرائی سے کرتی تھیں۔ مشکل الفاظ پر نشان لگا کر شام کو ہم بچوں کو کہنا کہ نشان والی جگہ سے پڑھ کر ان کا مطلب بتاؤ۔ اس طرح سے ہم بھی الفضل پڑھا کرتے تھے.........گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت اور الفضل کے مطالعہ میں دن گزرتا تھا۔

(الفضل 25 جولائی 2012ء)

☆**مکرم وجاہت احمد صاحب اپنی دادی مکرمہ رضیہ اختر صاحبہ** کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ کی شخصیت بہت سادہ تھی۔ صاف ستھرا لباس پہنا کرتی تھیں۔ سادہ خوراک کھانا پسند کرتی تھیں۔ گھر کا سارا حساب کتاب آخری دم تک بہت اچھے طریقے سے سنبھالے رکھا۔ نظر کمزور ہونے کے باوجود آپ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت اور الفضل کا مطالعہ کرتی تھیں۔

(الفضل 15 مارچ 2012ء)

عشق و محبت کی وجوہات

خاکسار عبدالقدیر قمر کو تشحیذ الاذہان اور روزنامہ الفضل کے مطالعہ کی چاٹ بہت بچپن سے اپنے دادا جان محترم چوہدری محمد اسماعیل سے لگی۔ آپ حضرت مصلح موعود کے دور ہمایوں میں نور احمدیت سے منور ہوئے۔ احمدی ہونے کے بعد آپ نے تمام جماعتی رسائل واخبار لگوائے۔ یوں میں کہہ سکتا ہوں کہ میری پیدائش سے بھی بہت پہلے سے روزنامہ الفضل ہمارے گھر آتا ہے۔ ہمارے گاؤں کے احمدی ہونے میں روزنامہ الفضل کا بہت بڑا کردار ہے۔ کیونکہ ان دنوں الفضل میں ہر قسم کے مذہبی، جماعتی مضامین جو علم و دلائل سے بھرپور ہوتے تھے شائع ہوتے تھے۔ محترمہ دادا جان انہیں مضامین سے اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ اور دعوت الی اللہ کرتے۔ اور پھر دیکھتے دیکھتے ہماری بستی کے سب لوگ ہدایت پا گئے۔

جب میں سکول داخل ہوا بلکہ سکول داخل ہونے سے پہلے ہی ایک چیز جس کا آج تک دل پر اثر ہے مسلسل اپنے گھر میں دیکھی۔ میرے دادا، میرے والد محترم فجر کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ خاص طور پر دادا جان تو دو، تین پارے تلاوت کرے۔ گاؤں میں الفضل روزانہ تو نہیں پہنچتا تھا۔ کئی کئی دنوں کے بعد اکٹھے کئی کئی اخبار ہوتے۔ دادا جان انہیں پڑھتے۔ اور آہستہ آہستہ ہمیں بھی توجہ دلاتے۔ ہماری والدہ محترمہ بھی باقاعدہ الفضل کا مطالعہ کرتیں۔ اور ہم سے کم از کم پہلا صفحہ الفضل کا سنتیں۔ پھر تو ایسا چسکا لگا اخبار پڑھنے کا کہ آج اس بات کو 50 سال ہونے کو ہیں۔ کسی شاعر نے تو شراب سے متعلق کہا تھا۔ ع

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

مگر ہم نے تو بڑے بڑے شرابیوں کو شراب چھوڑتے دیکھا ہے۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ جس کو ایک دفعہ الفضل پڑھنے کا چسکا لگ جاتا ہے۔ وہ پھر نہیں چھٹتا۔ اب تو گھر میں ہوں۔ روزانہ اخبار مل جاتا ہے مطالعہ کرتا ہوں۔ بلکہ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب اخبار آتا ہے تو میرا چھوٹا بیٹا تصور احمد جو اس وقت چھٹی کلاس میں ہے کہتا ہے ابو پہلے مجھے دیکھنے دیں۔ اگر سکول جانے میں وقت کم ہو تو کم از کم حدیث رسولؐ پڑھ کر سکول جاتا ہے۔ اور میں خود اگر دفتر جانے سے پہلے اخبار نہ آئے بلکہ عین وقت پر آئے تو اخبار دفتر لے آتا ہوں۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ میرے ساتھ دوسرے دوست بھی اس کا مطالعہ کر لیتے ہیں پھر جاتے ہوئے گھر لے جاتا ہوں جہاں میری اہلیہ نسرین اختر صاحبہ اس کی مشتاق ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ تو اس کے شوق میں مجھے کھانا دینا بھی بھول جاتی ہیں کہ پہلے اخبار پڑھ لوں پھر کھانا دوں گی۔

الفضل نے میرے دل میں خلافت کی محبت پیدا کی۔ الفضل نے مجھے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوب سکھائے، الفضل نے مجھے علم دیا، ادب سکھایا، میری تربیت کی۔ میرے دل میں زندگی وقف کرنے کی جوت جگائی۔ مجھے بولنا سکھایا۔ مجھے لکھنا سکھایا، مجھے نشست و برخواست کے آداب سکھائے۔ الفضل مجھے مرکز کے حالات سے باخبر رکھتا ہے۔ الفضل سے ہی میں 204 ممالک میں قائم احمدیہ مشنز کی کارکردگی سے آگاہ ہوں۔ الفضل سے ہی مجھے سال بھر جماعت پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے افضال کا پتہ ہے۔ ہی مجھے بتاتا ہے کہ امسال ہم پچھلے سال سے کتنا آگے بڑھ چکے ہیں۔ الفضل سے مجھے احباب جماعت کی باہم محبت و شفقت کا پتہ چلتا ہے۔ الفضل سے ہی مجھے ان تحریکات سے آگاہی ہوتی ہے جن میں حصہ لے کر ہم دین و دنیا میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر ہم ان میں حصہ لیتے ہیں۔ الفضل کے ذریعہ ہم اپنے فوت شدگان بزرگوں کے حالات وواقعات سے آگاہ ہوتے ہیں۔

الفضل دعوت الی اللہ کا بہترین ذریعہ ہے جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ دوروں پر جاتے ہوئے بیگ میں ساتھ رکھ لیا۔ دوست احباب کو پڑھنے کیلئے دیا۔ اور میں نے دیکھا دیکھتے ہی دیکھتے مزاج بدل جاتے۔ کیفیات بدل جاتی، نیا رنگ چڑھ جاتا، حضرت مسیح موعود کی پاک تحریرات اور خلفائے وقت کے کلمات طیبات دلوں میں پاک تبدیلی پیدا کرتے۔

الفضل سے پتہ چلتا ہے کہ آج کون احمدی دوست بیمار ہے۔ اس کے لئے دعا کی توفیق ملتی ہے۔ الفضل سے وفات یافتگان کا پتہ ملتا ہے۔ ہمارے ان ہونہار طلبہ وطالبات کا علم ہوتا ہے۔ جو دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے علمی جوہر دکھا رہے ہیں۔

الفضل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کتنے پیارے جام شہادت نوش فرما چکے ہیں اور ان شہادتوں کے نتیجہ میں جماعت پر خدا تعالیٰ کی کیا کیا برکتیں نازل ہو رہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم کی دو اقسام ہیں علم الادیان اور علم الابدان۔ ان دونوں علوم کی معرفت الفضل کے ذریعہ ہوتی ہے۔

ہمارے وہ نوجوان جو فارغ ہیں۔ نوکری کی تلاش میں ہیں۔ ان کی راہنمائی الفضل کرتا ہے۔ پھر جماعتی خبروں کے علاوہ ملکی اور غیر ملکی حالات سے بھی الفضل ہی مجھے آگاہ رکھتا ہے۔ گویا الفضل محض چند ورقوں پر مشتمل اخبار نہیں بلکہ ''جام جمشید'' ہے جہاں دنیا جہاں کی ہر معلومات اور خیر و برکت نصیب ہوتی ہے۔ الفضل کی انہیں خوبیوں، خوبصورتیوں اور دلکشیوں کی وجہ سے مجھے الفضل سے محبت ہے، پیار ہے، عشق ہے۔

☆☆☆☆☆

مکرم عبدالباسط چوہدری صاحب ملتان

غیر از جماعت احباب قلبی سکون کے لئے مطالعہ کرتے ہیں

الفضل اخبار خدا کے فضل سے مجھے بچپن سے پڑھنے کی عادت ہے۔ ہماری دکان ملتان کینٹ میں احمدیوں کی پرانی دکان مشہور ہے جس میں احمدی احباب کے علاوہ کثرت سے غیر از جماعت دوستوں کا آنا لگا رہتا ہے۔ والد صاحب کے دور میں ایک سائیڈ پر کرسی میز لگی ہوتی تھی جس پر روزنامہ الفضل کے تازہ شمارہ کے علاوہ جماعتی لٹریچر اور تازہ رسائل پڑے رہتے تھے۔ کافی تعداد میں احباب آکر اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ پرائیویٹ ہسپتال کے ایک لیبارٹری اسسٹنٹ باقاعدگی سے مطالعہ کے لئے آتے اور کہا کرتے تھے کہ عجیب عادت سی پڑ گئی ہے جب تک روزانہ الفضل کا آکر مطالعہ نہ کرلوں دل ہی نہیں لگتا۔ ہمارے دیگر اخبارات میں بیہودہ لچر پن ہوتا ہے لیکن الفضل معیاری اور خوبصورت اخبار ہے۔ جسے پڑھ کر روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ایک دوست جو مقامی TV چینل میں میزبان کے طور پر آتے ہیں۔ وہ اکثر مجھ سے الفضل لے کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں میرا مطالعہ کا کمرہ علیحدہ ہے۔ جب میں کام سے تھک جاتا ہوں اور قلبی سکون چاہتا ہوں تو الفضل اٹھا کر اس کا مطالعہ کرتا ہوں جس سے میں روحانی تسکین محسوس کرتا ہوں۔ الفضل سے گویا میری روح کو غذا ملتی ہے۔ انتہائی بہترین مضامین اور قرآن اور احادیث کے بیان سے مزین مدلل اخبار ہے۔ اسی طرح کافی عرصہ قبل اخبار بذریعہ ڈاک آیا کرتا تھا تو کچھ دیر سے ملتا۔ میں نے ڈاکئے سے پوچھا کہ یہ دیر کیوں ہوتی ہے تو وہ ٹال دیتا۔ آخر ایک دن بولا کہ جب میں الفضل لے کر G.P.O سے نکلتا ہوں تو باہر عرضی نویس بیٹھتا ہے وہ مجھ سے الفضل لے لیتا ہے اور اگلے دن پڑھ کے واپس کرتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ الفضل میں جو دین بیان کیا گیا ہے وہ انتہائی خوبصورت ہے ایک ایک لفظ پڑھ کر مزہ آتا ہے اور میرے ذہن کو سکون ملتا ہے۔

اسی طرح مجھے یاد ہے کہ شاہ محمود قریشی گدی نشین شاہ رکن عالم ملتان وسابق وزیر خارجہ کے چچا سسر مخدوم حسن رضا گردیزی صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد صاحب کے کلاس فیلو رہے ہیں۔ وہ بھی باقاعدگی سے الفضل کا آکر مطالعہ کرتے اور اس میں شائع ہونے والے اشعار کو اپنی ڈائری میں نوٹ کرتے اور کہا کرتے تھے کہ احمدیوں کے اشعار انتہائی معیاری ہوتے ہیں۔ جب میں اپنی مجالس میں سناتا ہوں تو لوگ عش عش کر اٹھتے ہیں۔

احمدی احباب کو تو جو سکون الفضل پڑھ کر ملتا ہے سو ملتا ہے غیر از جماعت احباب بھی اس اخبار کے دیوانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس اخبار کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔

☆☆☆☆☆

روزنامہ الفضل خلیفۂ وقت کی آواز کو جماعت تک پہنچاتا ہے

ہر جماعت میں کم از کم ایک پرچہ الفضل کا جانا چاہئے اس کی ذمہ داری اضلاع کے امراء اور مربیان پر ہے

27جنوری 1967ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جلسہ سالانہ کے خطاب میں فرمایا

سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر گھر میں الفضل پہنچے اور الفضل سے ہر گھر فائدہ اٹھا رہا ہو۔ ابھی جماعت کے حالات ایسے ہیں کہ شاید ہر گھر میں ’’الفضل‘‘ نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن جماعت کے حالات ایسے نہیں کہ ہر گھر اس سے فائدہ بھی نہ اٹھا سکے۔ اگر ہر جماعت میں ’’الفضل‘‘ پہنچ جائے اور جو بڑی جماعت ہے اور اس کے آگے کئی حلقے ہیں اس کے ہر حلقہ میں الفضل پہنچ جائے اور الفضل کے مضامین وغیرہ دوستوں کو سنائے جائیں تو ساری جماعت اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ خصوصاً خلیفۂ وقت کے خطبات اور مضامین اور درس اور ڈائریاں وغیرہ ضرور سنائی جائیں۔ خصوصاً میں نے اس لئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ وقت کو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ ہر (۔) دوسرے کو نیکی کی باتیں بتاتا رہے، وہ امر بالمعروف کرتا رہے اور نہی عن المنکر کرتا رہے، بدیوں سے وہ روکتا رہے۔ اب ہر آدمی جب دوسرے بھائی کو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کرتا ہے تو جس شخص کو سمجھایا جا رہا ہوتا ہے اس کا سمجھانے والے کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہوتا کہ وہ ضرور اس کی بات مانے گا۔ سمجھانے والے کا کام سمجھا دینا اور خاموش ہو جانا۔ اور مخاطب کا کام ہے کہ اپنے حالات کے مطابق ان باتوں پر عمل کرے۔ اس کے سامنے دو رستے ہیں وہ ان دو رستوں میں سے ایک رستہ اختیار کرے گا۔ یا تو اسے وہ بات سمجھ نہیں آئے گی اور وہ سمجھانے والے کو کہے گا میاں تم جاؤ اور اپنا کام کرو مجھے تم کیوں ستا رہے ہو اور اگر اسے بات سمجھ آجائے کہ ایسا کرنا (۔) کا فرض ہے تو وہ بڑے پیار سے جواب دے گا میاں میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری توجہ اس طرف پھیری ہے لیکن اپنے دل میں وہ یہی سوچے گا کہ اپنے حالات کو میں بہتر جانتا ہوں‘ قرآن کریم کا یہ حکم نہیں کہ میں ہر وہ کام کروں جسے کوئی دوسرا شخص نیکی سمجھتا ہے۔ قرآن کریم کا تو یہ حکم ہے کہ جو ہدایت تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس میں سے جسے تم احسن سمجھو اسی کی پیروی کرو۔ اِتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ (۔) (سورۃ الزمر آیت:56) پس افراد کے متعلق تو یہ قانون ہے لیکن جہاں تک جماعت کا تعلق ہے صرف خلیفۂ وقت کی ذات ہی ہے۔ کہ آپ میں سے ہر ایک نے اس کے ساتھ یہ عہد بیعت کیا ہے کہ جو نیک کام بھی آپ مجھے بتائیں گے میں اس میں آپ کی فرمانبرداری کروں گا۔ یعنی امر بالمعروف میں اطاعت کا عہد جماعت کے اندر صرف خلیفۂ وقت سے ہے اور جماعتی نظام میں جب تک کسی جماعت میں خلافت قائم رہے یہ فیصلہ کرنا کہ جماعتی کاموں میں کون سی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق احسن ہے اور کون سی نہیں یہ صرف خلیفۂ وقت کا کام ہے کسی اور کا ہے ہی نہیں۔ اس نے بتانا ہے کہ موجودہ حالات میں مثلاً دوسروں کے ساتھ مذہبی تبادلۂ خیال اس رنگ میں کرو۔ ہزار طریقے ہیں جن سے ہم مذہبی تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ کسی موقع پر۔ کسی وقت پر۔ کسی مقام پر یا کسی ملک میں ایک طریقہ احسن ہوتا ہے تو دوسرے موقع پر۔ دوسرے وقت پر۔ دوسرے مقام پر یا دوسرے ملک میں دوسرا طریقہ احسن ہوتا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا کہ کون سے مقام یا کون سے ملک میں کون سا طریق احسن ہے خلیفۂ وقت کا کام ہے۔ تو جب خلیفۂ وقت حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے اور جماعت سے کہتا ہے اِتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ (۔) یہ چیز اس وقت کے لحاظ سے اور ان حالات میں احسن ہے تم اس کی اتباع کرو۔ لیکن آپ کے کانوں تک اس کی آواز نہیں پہنچتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ساری جماعتیں (جماعت سے مراد مثلاً گجرات یا جہلم کی جماعت ہے) بوجہ اس کے کہ ان تک خلیفۂ وقت کی آواز نہیں پہنچتی وہ کام نہیں کرسکتیں۔ تو ’’الفضل‘‘ اس شخص کی بات آپ کے کان تک پہنچاتا ہے۔

جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لگائی ہے کہ جماعت کے متعلق وہ یہ فیصلہ کرے کہ اسے اس وقت فلاں کام کرنے چاہئیں۔ لیکن اگر آپ اپنے کانوں میں الفضل نہ منگوا کر یا اسے نہ سن کر انگلیاں ڈال لیں تو پھر کام کیسے چلے گا۔ **ہر جماعت میں کم از کم ایک پرچہ الفضل کا جانا چاہئے اور اس کی ذمہ داری امراء اضلاع اور ضلع کے مربیان پر ہے اور اس کی تکمیل دو مہینے کے اندر اندر ہو جانی چاہئے۔** ورنہ بعض دفعہ تو میں یہ سوچتا ہوں کہ ایسے مربیوں کو جو ان باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کام سے فارغ کر دیا جائے اگر ان لوگوں نے خلیفۂ وقت کی آواز جماعت کے ہر فرد کے کان تک نہیں پہنچائی تو اور کون پہنچائے گا اس آواز کو۔ اور اگر وہ آواز جماعت کے کانوں تک نہیں پہنچے گی تو جماعت بحیثیت جماعت متحد ہو کر غلبہ (حق) کیلئے وہ کوشش کیسے کرے گی جس کوشش کی طرف اسے بلایا جا رہا ہے۔ پس الفضل کی اشاعت کی طرف جماعت کو خاص توجہ دینی چاہئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو الفضل خریدنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں تک وہ آواز پہنچنی چاہئے جو مرکز کی طرف سے اٹھتی ہے اور خلیفۂ وقت جو امر بالمعروف کا مرکزی نقطہ ہے اس کی طرف آپ کے کان ہونے چاہئیں اور اس کی طرف آپ کی آنکھیں ہونی چاہئیں اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں (حق) جلد تر غالب ہو جائے۔

(روزنامہ الفضل 28 مارچ 1967ء)

مکرم انور ندیم علوی صاحب

الفضل۔ ہمارا محسن

یہ نصف صدی کا قصہ ہے ”دو چار برس کی بات نہیں“ آج سے ٹھیک پچاس سال قبل ہم دریاخاں مری ضلع نواب شاہ سندھ کے مڈل سکول میں زیر تعلیم تھے۔ ہمارا گاؤں سکول سے قریباً 7 کلومیٹر دور تھا۔ دریاخاں مری میں ایک احمدی دوست مکرم سیٹھ صادق احمد صاحب کی آڑھت کی دکان تھی۔ جہاں ہمارے گاؤں کی ڈاک وغیرہ آتی تھی۔ اباجی مکرم چوہدری غلام نبی علوی صاحب اپنی گوٹھ امام بخش کے صدر جماعت تھے اور الفضل کے خریدار بھی۔ سکول سے واپسی پر ہم اپنے گاؤں کی ڈاک لے کر آتے اس میں الفضل اخبار بھی ہوتا تھا۔ شہر اور گاؤں میں بجلی نہ تھی۔ لالٹین کی روشنی میں اباجی ڈاک وغیرہ تو خود دیکھتے مگر الفضل ہم سے پڑھواتے۔ ہمارے دوسرے بہن بھائی ربوہ میں زیر تعلیم تھے اور ہم سندھی میڈیم سٹوڈنٹ تھے اس لئے شروع شروع میں اردو پڑھنے میں دقت ہوتی مگر آہستہ آہستہ روانی آتی گئی۔ محترم والد صاحب مشکل الفاظ کے معانی بھی سمجھا دیتے۔

پھر یوں ہوا کہ 1965ء کی جنگ شروع ہوگئی پاکستان کے سارے تعلیمی اداروں میں تعلیم معطل ہوگئی سوائے ربوہ کے تعلیمی اداروں کے۔ گھر میں مشورہ کے بعد ہم نے سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ لیا اور ٹی آئی ہائی سکول ربوہ میں داخلہ لے لیا۔ سندھ سے آنے کی وجہ سے ہمارا نام ”سندھی“ مشہور ہوگیا۔ چند ماہ بعد سکول کا دسمبر ٹیسٹ ہوا۔ نویں کلاس کے ”C“ سیکشن میں اردو کے پرچہ میں سندھی کے فرسٹ آنے کے چرچے سکول میں عام تھے۔ ساٹھ کی دہائی میں سندھ کا معیار تعلیم کافی بہتر تھا۔ انگریزی اور حساب میں اچھے نمبروں والی بات تو سمجھ میں آتی تھی مگر ایک سندھی میڈیم لڑکے کا اردو کے پیپر میں ٹاپ کرنے کا عجوبہ ایسا تھا جس پر ہم خود بھی حیران تھے۔ غور کرنے پر سمجھ آیا کہ دراصل ہمارا محسن تو روزنامہ الفضل تھا جس کا مطالعہ محترم والد صاحب کے حکم پر ہمیں کرنا پڑتا تھا۔ یوں اس تحریر کا عنوان ”الفضل۔ ہمارا محسن“ ہی تو بنتا ہے۔

1991ء میں ہم نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے انہیں ربوہ شفٹ کردیا۔ کچھ عرصہ بعد خود بھی ہم نے ربوہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ ربوہ آنے کے بعد محترم نسیم سیفی صاحب اور محترم یوسف سہیل شوق صاحب سے ملاقاتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ محترم یوسف سہیل شوق نے MTA کے لئے خاکسار کی شاعری اور جماعتی خدمات کے حوالہ سے پروگرام ریکارڈ کرایا۔ ان دنوں خاکسار بطور امیر ضلع نواب شاہ، امیر شہر نواب شاہ اور قائد ضلع خدمت خلق کی توفیق پا رہا تھا۔ ایک دفعہ ہم الفضل میں اشاعت کے لئے نظم لے کر حاضر ہوئے تو محترم نسیم سیفی صاحب نے حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب کا دیوان ”نغمہ اکمل“، ہمیں دے کر اس پر مضمون لکھنے کا ارشاد فرمایا نیز بڑے دلچسپ انداز سے کہنے لگے ”درحقیقت جاندار نثر لکھنا شاعری سے مشکل کام ہے۔“ ہم حیرانی اور عزم کے ملے جلے جذبات لے کر دفتر الفضل سے آگئے اور نظم کے ساتھ ساتھ نثر لکھنے کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ابتدائی چند مضامین پر قانونی یا اشاعتی پابندیوں کی بناء پر محترم شوق صاحب نے نشان لگائے اور تبدیلی کا مشورہ دیا۔ ہم نے ان کی ہدایات کی روشنی میں مناسب ترامیم کر کے مضمون دفتر الفضل پہنچا دیا اور مضامین شائع ہونے شروع ہوگئے۔ محترم نسیم سیفی صاحب نے ہماری حوصلہ افزائی کی خاطر کئی دفعہ اس بات کو محفل میں سراہا کہ ”انور ندیم کو مضمون میں اگر کسی جگہ تبدیلی کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ خندہ پیشانی سے اس کو قبول کرتے ہیں۔“ اس بات نے نثر لکھنے کے لئے مہمیز کا کام دیا۔ نثری مضامین کی کثرت کی وجہ سے خیال آیا کہ کیوں نہ ان کو کتابی صورت میں شائع کردیا جائے۔ چنانچہ کچھ مضامین کو ہم نے ”آسماں کیسے کیسے“ (یادِ رفتگاں) کے نام سے 2006ء میں کتابی صورت میں شائع کردیا اور کچھ مضامین ”محبت فاتح عالم“ کے نام سے اشاعت کے لئے زیر ترتیب ہیں۔ نظم کے علاوہ نثر لکھنے کی طرف متوجہ کرنا اور مضامین کی اشاعت کے رنگ میں حوصلہ افزائی یہ ادارہ الفضل کا دوسرا احسان ہے۔ یہ اس لئے کہ ”نیکی پر آمادہ کرنے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح ہے“۔

الفضل سے منسلک اپنے دو محسن بزرگ مرحومین محترم نسیم سیفی صاحب اور محترم یوسف سہیل شوق صاحب کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

روزنامہ الفضل کا صد سالہ نمبر کی اشاعت ایک تاریخی اہمیت کی حامل خبر ہے۔ اس سلسلہ میں الفضل کا موجودہ عملہ مبارکباد کا مستحق ہے کہ یہ سعادت ان کے حصہ میں آرہی ہے۔ بیشک ان کی سعی جمیلہ سے الفضل کے ظاہری اور باطنی حسن میں اضافہ ہوا ہے۔ قانونی اور آئینی پابندیوں اور مشکلات کے باوجود الفضل کی ترتیب اور تدوین میں بہت زیادہ بہتری آئی ہے۔ نیز مزید بہتری کے لئے الفضل کی موجودہ ٹیم انتھک محنت کے ساتھ ساتھ تخلیق اور تحقیق کے میدان میں نئی جہتیں تلاش کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے۔ اس ٹارگٹ کے حصول کے لئے جو طریقہ کار طے کیا ہے اس میں دو باتیں بہت نمایاں ہیں۔ ایک تو ادارہ الفضل کا اپنے لکھنے والوں سے ذاتی تعلق اور دوسرا نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ اپنائیت اور خلوص کا احساس۔

آخر میں الفضل کے حوالہ سے ہم والد محترم چوہدری غلام نبی علوی صاحب کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جنہوں نے صرف 22 سال کی عمر میں خاندان میں سب سے پہلے احمدیت قبول کی پھر تمام بہن بھائیوں کو احمدیت میں داخل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ آپ نے قریباً 97 سال کی عمر پائی۔ آخری وقت تک الفضل کا مطالعہ جاری رکھا بلکہ ہر روز بے چینی سے الفضل کے پہنچنے کا انتظار کیا کرتے۔ ربوہ میں اکثر شام کے بعد الفضل مل جاتا ہے۔ بار بار لیٹر بکس دیکھتے اگر الفضل رات نہیں آیا تو نماز اور تلاوت سے فارغ ہو کر پھر لیٹر بکس دیکھنا شروع کر دیتے۔ اگر چھٹی کی وجہ سے کبھی اخبار نہ آتا تو گھر میں بچوں سے بہو سے دریافت کرتے کہ الفضل نہیں آیا۔ جب علم ہوتا کہ چھٹی ہے حضرت بانی سلسلہ کی کتب نکال کر مطالعہ شروع کر دیتے۔ ہم نے خاص طور پر تین کتابیں کشتی نوح، انفاخ قدسیہ اور اسلامی اصول کی فلاسفی جلد کروا کر رکھی تھیں جو ہر وقت ان کے سرہانے موجود رہتیں۔ خلافت، ربوہ اور الفضل سے اباجی کو عشق کی حد تک پیار تھا۔ بہشتی مقبرہ قطعہ نمبر 5 میں مدفون اباجی کے بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم ملک سلطان احمد صاحب معلم وقف جدید

سچائی کا امین

خاکسار کو اندازاً 1950ء سے اخبار الفضل کے مطالعہ کی توفیق مل رہی ہے۔ خاکسار اپنے تجربہ کی بنا پر عرض کرتا ہے کہ واقعۃً اخبار الفضل ایک دودھ کی نہر ہے۔ اس کے مطالعہ سے خاکسار کے علم میں اضافہ ہوا۔ تقریر کرنے میں بہت راہنمائی حاصل ہوئی۔ جماعتوں میں تربیت اور تعلیم کے لحاظ سے اور دعوت الی اللہ میں بہت فائدہ ہوا روحانی اور جسمانی لحاظ سے بھی بہت فائدہ ہوا۔ جماعتی خبریں اور ملکی خبروں سے آگاہی ہوتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اخبار الفضل کے ایڈیٹر صاحب اور تمام کارکنان پر بے شمار فضل اور رحمت نازل فرمائے۔

مکرمہ امۃ النصیر صاحبہ صدر لجنہ سیالکوٹ

الفضل باقاعدہ آتا ہے

پچھلے 100 سال کے عرصے میں معلومات کے بہت سے ذرائع بدلے۔ لیکن روحانی علم اور معلومات کے حصول کے لئے جو الفضل کا کردار ہے وہ لفظوں کا محتاج نہیں۔ آخری زمانے میں جس اشاعت کا ذکر ہے الفضل اُس کی زندہ مثال ہے۔ اخبار، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہم حالات حاضرہ سے آگاہ ہوتے ہیں مگر الفضل اپنی سادہ کتابت اور لطیف مضامین کے ساتھ آج بھی مجھ جیسے کئی لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائے ہوئے ہے۔ میرے نانا حضرت شیخ احمد اللہ صاحب (رفیق) نوشہرہ چھاؤنی ریٹائر ہونے کے بعد قادیان منتقل ہوگئے۔ میرے والد قریشی محمد مطیع اللہ بھی قادیان آگئے۔ قادیان الفضل روزانہ آتا تھا۔ پارٹیشن کے بعد ہم سیالکوٹ آگئے۔ ایک لڑکا جو کسی گاؤں کا تھا ہر گھر الفضل دیتا تھا۔ ڈاک کے بعد الفضل اکٹھا بیت الذکر آنا شروع ہوگیا ہے۔ میرے بچے الفضل روزانہ لے کر آتے ہیں اور شوق سے پڑھتے ہیں۔ ترتیب سے رکھتے ہیں اور خاص باتیں نمایاں بھی کرتے ہیں۔

میرے والد صاحب کے زمانے میں ہمارے محلّہ میں ایک سکھ گھرانہ رہتا تھا جو کہ اب بھی ہے میرے والد صاحب اسے الفضل پڑھنے کے لئے دیتے تھے۔ اُس کا نام رام داسیا ہے۔

مکرمہ نادرہ ڈاکٹر مبین الحق صاحبہ۔ لاہور

الفضل بہت بڑا انعام ہے

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے الفضل ہمارے گھر میں آرہا ہے۔ مجھے تو جب تک الفضل نہ پڑھ لوں سکون نہیں ملتا۔ ایک دفعہ میری والدہ بازار گئیں تو انہیں الفضل کا ایک ٹکڑا سڑک پر پڑا ہوا ملا تو انہوں نے اٹھالیا اور گھر آکر سب کو بتایا کہ الفضل کی اس طرح بے حرمتی نہیں ہونی چاہئے۔ حضرت مصلح موعود نے دین کا علم سیکھنے کے لئے ہمارے لئے یہ بہت بڑا انعام جاری کیا ہے۔

اس زمانہ میں اخبارات قوموں کی زندگی کی علامت ہیں کیونکہ اس کے بغیر ان میں زندگی کی روح نہیں پھونکی جاسکتی۔

الفضل کی خدمت کی وجہ سے خدا نے بہت نوازا

مکرم منیر احمد صاحب ابن مکرم سراج دین صاحب 2012ء میں دفتر الفضل سے بطور پنشنر ریٹائر ہوئے ہیں۔ انہوں نے قریباً 38 سال دفتر روزنامہ الفضل میں خدمت کی توفیق پائی۔ آپ 25 فروری 1974ء کو بطور چٹ کلرک بھرتی ہوئے اور پھر لمبا عرصہ بطور انچارج شعبہ اشتہارات خدمت کی توفیق پائی۔ 1976ء میں انہوں نے اشتہارات کی مد میں تقریباً 60 ہزار روپے اکٹھے کئے تو اس وقت کے مینیجر مکرم گیانی عباداللہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں درخواست کی کہ اتنا کبھی بجٹ ہوتا تھا اور ان کو انعام کے لئے 100 روپے کی رقم کی درخواست کی جو حضور انور نے قبول فرمائی اور پھر تمام کارکنان کو سوسو روپے بطور انعام دیئے گئے۔

1974ء میں الفضل کی اشاعت پر سنسر شپ لگائی گئی تھی۔ اس وقت روزنامہ الفضل کی کاپی اشاعت سے قبل انفارمیشن آفس سرگودھا سنسر کے لئے لے جائی جاتی تھی۔ آپ کو بھی کئی دفعہ کاپی لے کر یہ سفر کرنے کی توفیق ملی۔ اس وقت ایک کاتب مکرم منور احمد صاحب سرگودھا میں رہائش پذیر تھے ان سے بھی کاپی لکھوانے کے لئے مکرم منیر احمد صاحب سرگودھا کا سفر کرتے رہے۔

انہوں نے بتایا کہ 1984ء میں بھی الفضل پر ابتلاء کا بہت لمبا دور آیا جب تقریباً چار سال عرصہ کے لئے الفضل بند کر دی گئی۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے کارکنان الفضل خالد، انصاراللہ، تحریک جدید اور مصباح کے ضمیمے شائع کرتے رہے اور دفتر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے کارکنان دفتر میں بیٹھ کر لفافے بناتے اور پھر ان کو بازار میں فروخت کر کے آمد پیدا کرتے رہے۔ کارکنان کی تنخواہیں اس طرح پوری ہوتی رہیں۔ اس دور میں محترم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر روزنامہ الفضل تھے۔

مکرم منیر احمد صاحب نے بتایا کہ ان کو کئی دفعہ پلیٹ پر درستی کرنے کے لئے بھی خدمت کا موقع ملتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ بہت سے بزرگ علماء محترم ابوالمنیر نورالحق صاحب، محترم مسعود احمد جہلمی صاحب، محترم محمد شفیع اشرف صاحب، محترم شیخ خورشید احمد صاحب، محترم مولانا نذیر احمد مبشر صاحب، محترم ثاقب زیروی صاحب، محترم محمد اسمٰعیل دیالگڑھی صاحب۔ محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب دفتر الفضل آتے رہتے تھے اور ان بزرگوں کی دعائیں حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا۔ محترم سید عبدالحئی شاہ صاحب سے بھی تقریباً ہر روز ملاقات ہوتی تھی۔

انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج مجھے جو کچھ حاصل ہے وہ روزنامہ الفضل کی وجہ سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے عزت والی زندگی دی اور اولاد عطا کی جو آج ساری کی ساری بیرون ممالک میں رہائش پذیر ہے اور خوش اور آباد ہیں۔ زندگی میں اونچ نیچ تو آتی رہتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے فضل سے پریشانیوں سے محفوظ رکھا اور ہمیشہ خوش رکھا اور بہت نوازا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور الفضل سے صحیح رنگ میں استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

(مرتبہ: محمد رئیس طاہر صاحب)

روح کی غذا

مکرمہ امۃ الحفیظ صاحبہ۔ ربوہ

میری زندگی میں الفضل میری ذات میرے اخلاق، میری روحانی ترقی اور تعلیم و تربیت کے لئے اعلیٰ نمونہ بنا ہے بلکہ کہنا چاہئے کہ الفضل میری روح کی غذا ہے۔ جب سے مجھے توفیق ہوئی ہے الفضل جب بھی ہمارے گھر آتا ہے تو میں اپنے تمام کام کرنے سے پہلے الفضل پڑھتی ہوں۔ اس میں سب سے پہلے حدیث، ملفوظات اور پھر اعلانات و درخواست دعا پڑھتی ہوں۔

چنانچہ کچھ عرصہ پہلے درخواست دعا کے ذریعہ مخلصین سلسلہ کی قبولیت دعا کا زندہ و جاوید واقعہ پیش آیا۔ میرے والد حکیم منور احمد عزیز مؤرخہ 18 نومبر 2012ء کو صبح سات بجے صحت کی حالت میں صبح کی سیر کے لئے گئے کہ اچانک منہ سے خون بغیر قے اور جسم کے کسی حصہ میں درد کے آنا شروع ہو گیا اور پھر اتنی وافر مقدار میں آنا شروع ہو گیا کہ منہ کے آگے جو کپڑا بھی رکھتے خون سے بھر جاتا۔ فوری طور پر ہسپتال ایمرجنسی میں لے جایا گیا وہاں جا کر پتہ چلا کہ بلڈ پریشر بھی کچھ زیادہ تھا۔ لیکن ڈاکٹروں کے علاج کرنے کے باوجود خون نہ رک سکا آخر حالت اس قدر بگڑ گئی کہ ICU میں داخل کر دیا گیا۔ ہر قسم کے ٹیسٹ کلیئر آئے اور بیماری کا کچھ بھی پتہ نہ چلا۔ میری والدہ نے پریشانی کے عالم میں فوراً دفتر الفضل میں رابطہ کر کے دعا کی درخواست لکھوائی اور پھر یقین کے ساتھ سب کو تسلی دی اور کہا کہ فکر نہ کریں اور گھبرائیں نہیں الفضل میں دعا کی درخواست دے دی ہے اور اللہ تعالیٰ مخلصین سلسلہ اور فدائیان خلافت کی دعا ضرور قبول کرے گا۔ چنانچہ اگلے چند گھنٹوں میں خون آنا بالکل بند ہو گیا اور ڈاکٹروں کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ خون کہاں سے اور کس وجہ سے آیا تھا۔

اسی طرح جانے کتنے ہی مریضوں کو مخلصین سلسلہ کی دعا سے خدا تعالیٰ نے شفا دی۔ کئی جگہ دشمن کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا اور کئی روحوں کی اصلاح کا ذریعہ بنا۔

شمارے الفضل کے ہیں

خدا کی پھر عنایت ہے، سہارے الفضل کے ہیں
یہاں سو سال پر پھیلے شمارے الفضل کے ہیں

عجب مسحور کن کالم، عدو بھی اب تو کہتے ہیں
مخالف ہیں مگر عاشق تمہارے الفضل کے ہیں

ہر اک صفحے پہ اُلفت ہے، محبت ہے، عنایت ہے
ورق کتنے ہی نظروں سے گزارے الفضل کے ہیں

یہ بحر علم ہے، اس کی تہوں تک کون جائے گا
زمانے نے ابھی دیکھے کنارے الفضل کے ہیں

بہت ہیرے، بہت موتی، بہت یاقوت لائے ہیں
سفینے ساحلوں پہ جو اُتارے الفضل کے ہیں

چمکتے ہیں، دمکتے ہیں سبھی اپنے رسائل جو
تو گردش میں ہر اک لمحہ ستارے الفضل کے ہیں

دعا دل سے نکلتی ہے، جزائے خیر دے اُن کو!!
جو مصروفِ اشاعت ہیں، جو سارے الفضل کے ہیں

بہت ان تھک ادارت ہے، یہ صد سالہ اشاعت ہے
فرازؔ!! اب بال و پر پھر سے سنوارے الفضل کے ہیں

اطہر حفیظ فرازؔ

یہ نشر صحف کا زمانہ ہے جب تک یہ طریق اختیار نہ کریں گے ترقی نہیں کر سکتے

اخبارات و رسائل کی اشاعت پر بہت زور دیں اس سے یقیناً فائدہ ہوگا

حضرت مصلح موعود کا خطبہ جمعہ فرمودہ 22مارچ 1929ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

جس طرح ہر انسان اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتا ہے اور اس کا مزاج دوسرے انسانوں سے مختلف ہوتا ہے جس طرح ہر خاندان کے لوگ اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتے ہیں اور ان کا مزاج دوسرے خاندانوں سے مختلف ہوتا ہے جس طرح ہر قوم اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتی ہے اور اس کا مزاج دوسری اقوام سے مختلف ہوتا ہے۔ جس طرح ہر ملک کے لوگ اپنے اندر کچھ خصوصیتیں رکھتے ہیں اور ان کے اندر کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو دوسرے ممالک کے رہنے والوں میں نہیں ہوتیں، جس طرح ہر مذہب کے لوگ اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیتیں رکھتے ہیں جو دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں نہیں ہوتیں اسی طرح زمانے بھی ایک دوسرے سے مختلف طور پر چلتے ہیں۔ ایک زمانہ کے لوگوں میں بعض ایسی خصوصیتیں موجود ہوتی ہیں جو اس کے بعد آنے والے زمانے کے لوگوں میں نہیں ہوتیں اور بعد کے زمانہ کے لوگوں میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو ان کے پہلوں اور پچھلوں میں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح ہر زمانہ جو متغیر ہوتا ہے اس کے ساتھ ایسی خصوصیتیں ہوتی ہیں جو دوسرے زمانہ کے لوگوں میں نہیں ہوتیں۔ ان امتیازات کی وجہ سے اور بھی کئی ایک اختلاف پائے جاتے ہیں مثلاً صرف جسمانی طور پر ہی دیکھا جائے تو مختلف انسانوں کے علاجوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ ڈاکٹر ایک ہی مرض کے کئی مریضوں کو ان کے حالات کے لحاظ سے مختلف دوائی دیتا ہے۔ بسا اوقات بہتر سے بہتر اور منتخب سے منتخب دوائی ایک مریض پر اثر نہیں کرتی حالانکہ اسی بیماری کے اور بیسیوں مریض اس سے نفع حاصل کرتے ہیں اس کی بجائے ایک معمولی سا نسخہ اسے فائدہ دے دیتا ہے۔ تو انسانوں کے مزاج کے اختلاف کی وجہ سے طبیب دوائیں بھی مختلف دیتے ہیں اور جو طبیب اس امر کا خیال نہ رکھے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور اس کے زیر علاج مریض کبھی شفایاب نہیں ہوسکتے۔ ہماری پرانی طب میں تو مزاجوں کو نہایت ہی اہم چیز قرار دیا گیا ہے اور انگریزی طب میں بھی اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ بعض اشیاء بعض لوگوں کے مزاج کے باعث مضر ہوتی ہیں وہ خاص مرض کے لئے مفید ہوتی ہیں لیکن خاص آدمی کے لئے مضر ہوسکتی ہیں۔

یہی حال قوموں کا ہے بعض اقوام میں بعض امراض ہوتی ہیں جو دوسری قوموں میں نہیں پائی جاتیں یا کم ہوتی ہیں۔ مثلاً سرطان یہودیوں میں بہت کم ہوتا ہے حالانکہ یورپ کی دوسری اقوام میں بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح بعض بیماریاں آب و ہوا سے تعلق رکھتی ہیں جیسے کوڑھ زیادہ تر گرم ملکوں میں ہوتا ہے۔ غرض جس طرح انسانوں میں اختلاف، خاندانوں میں اختلاف، قوموں میں اختلاف اور ملکوں میں اختلاف ہوتا ہے اسی طرح زمانوں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بعض خاص امراض ایک وقت میں بہت پھیلتے ہیں مگر دوسرے زمانہ میں نہیں ہوتے۔ پرانی طب میں بعض بیماریوں کا ذکر آتا ہے جو اس زمانہ میں نہیں ہیں۔ بعض نادان طبیب اور ڈاکٹر ان کے متعلق پڑھ کر کہتے ہیں لکھنے والے نے یہ غلط باتیں لکھ دیں حالانکہ انہوں نے بیسیوں اور سینکڑوں مریضوں کو دیکھ کر تجربہ کی بناء پر لکھی ہوتی ہیں۔ یقیناً ان کے زمانہ میں ایسی بیماریاں تھیں جو اب نہیں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو اب ہیں مگر پہلے نہیں تھیں۔ جیسے انفلوئنزا یہ پہلے نہیں تھا یا اگر تھا تو ایسی شدید وبا کی صورت میں کبھی ظاہر نہیں ہوا تھا جیسے اب ہوا۔ اور بھی بعض بیماریاں ہیں افریقہ کے ملک میں ایک بیماری ہوتی ہے جو پہلے دوسرے ممالک میں نہیں ہوتی تھی لیکن جب دوسرے ممالک کے لوگ افریقہ گئے تو وہاں سے لے آئے اور اب یہ دوسرے ممالک میں پھیلنا شروع ہوگئی ہے۔ تو مختلف زمانوں کے ساتھ مختلف بیماریوں کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح میرا تو خیال ہے کہ زمانوں کے ساتھ علاجوں کا بھی تعلق ہے۔ میں بعض اوقات پڑھتا ہوں کہ فلاں چیز اکسیر ہے لیکن اس زمانے کے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ کوئی اکسیر نہیں پہلوں نے غلطی کی جو اسے اکسیر بتایا لیکن میں سمجھتا ہوں پہلوں نے صحیح لکھا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ مختلف دوائیاں بھی مختلف زمانوں میں مختلف اثر دکھاتی ہیں۔ جیسے یہ صحیح ہے کہ بعض بیماریاں جو پہلے نہیں تھیں وہ اب پیدا ہوگئی ہیں اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ آب و ہوا کے ایک لمبے عرصے کے اثر کے ماتحت یا جسم انسانی میں بعض مخفی ترقیات کی وجہ سے بعض دوائیوں میں وہ اثر بھی نہیں رہا جو پہلے تھا۔

جس طرح یہ سلسلہ ظاہر میں نظر آتا ہے اسی طرح باطن میں بھی ہے۔ جس طرح ظاہری امراض

دنیا کی پہلی کتاب کی اشاعت

یورپ میں ٹائپ کی چھپائی کا باقاعدہ آغاز تو پندرہویں صدی میں جان گوٹن برگ نے کیا تھا مگر اس سے بہت پہلے چین میں ٹھپے کی چھپائی کا آغاز ہو چکا تھا اور یوں اہل چین طباعت کی ایجاد میں ساری دنیا سے آگے نکل چکے تھے۔

یہ سن 1900ء کی بات ہے۔ تاؤ مذہب کے پیروکار ایک راہب کو ترکستان میں تان ہانگ (Tanhaung) کے مقام پر ایک غار سے ایک کتاب ملی جس کا نام (Simond Sutra) تھا۔ یہ کتاب گوتم بدھ کی تصاویر اور ان کی تعلیمات پر مشتمل تھی اور ٹھپے کی مدد سے طبع ہوئی تھی۔

یہ کتاب 7 اوراق پر مشتمل ہے جو آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ ہر شیٹ کی لمبائی ڈھائی فٹ اور چوڑائی ایک فٹ ہے جب ان سات اوراق کو مکمل طور پر کھولا جاتا ہے تو 16 فٹ لمبا اسکرول بن جاتا ہے۔ کتاب کے آخر میں تحریر ہے ''یہ کتاب 11 مئی 868ء کو وانگ چیہہ (Wang Chieh) نے مفت تقسیم کرنے کے لئے چھاپی تاکہ اس کے والدین کی یاد کو دوام حاصل ہو۔''

اس کتاب کے ایک ورق پر عبارت اور چھ اوراق پر گوتم بدھ کی تصویریں چھپی ہوئی تھیں جن میں گوتم بدھ کو ان کے مرد اور خواتین پیروکاروں کے درمیان بیٹھا ہوا دکھایا گیا تھا۔ تصویر میں دو بلیاں بھی دکھائی گئی تھیں۔

یوں 11 مئی 868ء تاریخ انسانی کی ایک یادگار تاریخ بن گئی کہ اس دن دنیا کی پہلی کتاب طبع ہوئی تھی۔

کے علاج میں تغیر ہوتا رہتا ہے اسی طرح باطنی امراض کے لئے بھی ہر زمانہ کے لئے علیحدہ علاج ہیں۔تمام انبیاء کی غرض تو ایک ہی ہوتی ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ تک اس کے بندوں کو پہنچائیں اور اس کے مقرب بنائیں۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوتے ہیں تو اور ہی رنگ میں اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہیں۔باتیں تو وہی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے بیان کیں لیکن وہ اپنے زمانہ کی زبان میں بولتے ہیں وہ فطرت کے میلانوں کو اپیل کرتے ہیں۔وہ اپنی قوم کے باریک قومی جذبات کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف نہیں کھینچتے بلکہ کہتے ہیں وہ خداوند خدا جو بجلیوں سے ظاہر ہوتا ہے گویا اسے مادی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔وہ اسے بجلیوں،آندھیوں اور طوفانوں میں دکھاتے ہیں لیکن حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں انہی باتوں کو اور طرز میں پیش کیا جاتا ہے۔وہ بھی لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں لیکن حضرت موسیٰؑ کی زبان میں نہیں کیونکہ ان لوگوں کے لئے اور زبان کی ضرورت تھی۔اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ آتا ہے۔تو بات ہی بدل جاتی ہے جہاں خدا تعالیٰ کو بجلیوں اور آندھیوں میں دکھایا جاتا تھا وہاں اب اسے محبت کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے وہ ہمیں پیار کرتا ہے،ہماری مصیبتوں پر کڑھتا ہے۔گویا حضرت عیسیٰؑ اسے بجلیوں میں نہیں بلکہ ماں کے پستانوں اور اس کی شفقت آمیز تھپکیوں میں ظاہر کرتے ہیں۔یہاں بھی بات تو وہی ہے کہ خدا کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے لیکن زبان بدل گئی چیز میں کوئی فرق نہیں آیا۔لیکن اس کے لئے جو ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں ان میں فرق آ گیا۔ان سب کے بعد رسول کریم ﷺ ظاہر ہوتے ہیں۔اس وقت انسانی دماغ کمالات کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے وہ مختلف زمانوں میں سے گزرتے ہوئے رشد حاصل کر لیتا ہے،جوانی کو پہنچ جاتا ہے،بچپن کی کیفیات پیچھے چھوڑ آتا ہے،وہ اپنے اندر امتیاز کی طاقت پیدا کر لیتا ہے،اس کے پرکھنے کی طاقت مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت طرز کلام بالکل بدل جاتا ہے۔اگرچہ اب بھی اسے باپ اور اس کی محبت کی طرح دکھایا تو جاتا ہے لیکن باپ کی صورت میں نہیں بلکہ باپ کی محبت بتا کر اسے پیش کیا جاتا ہے۔حضرت داؤدؑ کی شاعری اب بھی استعمال کی جاتی ہے حضرت سلیمانؑ کی دانائی اور حضرت موسیٰؑ کی تلوار سے اب بھی کام لیا جاتا ہے حضرت عیسیٰؑ کی شفقت اب بھی استعمال کی جاتی ہے حضرت نوحؑ کی پیشگوئیوں والی کڑک اب بھی موجود ہے حضرت ابراہیمؑ کے حلم کی شان اب بھی نمایاں ہے لیکن یہ سب چیزیں اپنے اپنے مقام پر ہیں اور ان سب میں سے گزار کر انسان کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ جو تعلیم حضرت نوحؑ نے دی وہی حضرت ابراہیمؑ نے پیش کی۔حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے بھی اسے ہی پیش کیا۔وہی حضرت موسیٰؑ،حضرت عیسیٰؑ اور رسول کریم ﷺ دنیا میں لائے لیکن ہر ایک نے اپنے اپنے زمانہ کی زبان کو استعمال کیا۔فطرت انسانی کے پیدا کرنے والے خدا نے ہر زمانہ میں ترقی پانے اور نشو ونما حاصل کرنے والی فطرت انسانی کو پڑھا اور اس کے دماغ کو ٹٹولا اور جو حس اس کے دل کی باریک تاروں کو ہلانے والی تھی اس کو لیا اور اسی آلہ سے اس کے دل میں حرکت پیدا کی۔جس طرح ایک اچھا گویّا پیانو (Piano) بجاتے وقت وہی آلہ استعمال نہیں کرتا جس سے سارنگی بجاتا ہے۔سارنگی وہ تار سے بجاتا ہے اور پیانو انگلیوں سے۔اسی طرح خدا تعالیٰ جو قانون قدرت کے گیت دنیا میں پیدا کرتا ہے جو اپنی پیدا کی ہوئی نیچر کی سریلی آوازیں نکالتا ہے اسی آلہ سے جو اپنے اپنے زمانہ میں دلوں کے باجے بہتر سے بہتر صورت میں بجانے کی قابلیت رکھتا تھا کام لیا۔پس ہماری جماعت کو جو (دعوت الی اللہ کرنے والی) جماعت ہے جو دنیا کے اندر روح،زندگی،نہ مٹنے والی طاقت اور نہ دبنے والا جوش اور نہ پست ہونے والے ارادے پیدا کرنے کے لئے مبعوث کی گئی ہے محسوس کرنا چاہئے کہ یہ زمانہ کس قسم کا ہے۔جب تک وہ اس زمانہ کے مطابق اور مناسب حال ذرائع استعمال نہیں کرتی کامیاب نہیں ہو سکتی۔بلانا تو اس نے خدا کی طرف ہی ہے لیکن کامیابی اس زمانہ کے مطابق ذرائع استعمال کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔یاد رکھو تم جال میں پانی نہیں ٹھہرا سکتے،تم لوہے کی چادروں میں سے سیال چیزوں کو نہیں چھان سکتے،تم آگ کے ذریعہ ٹھنڈک پیدا نہیں کر سکتے خدا تعالیٰ نے جو قانون بنایا ہے اسی کے مطابق کام ہوگا اور جو انسان ان ذرائع کو استعمال نہیں کرتا جو کسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں وہ کامیاب بھی نہیں ہو سکتا۔بہت سے نادان ہیں جن کی نادانیوں کا شکار بعض عقلمند بھی ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں فلاں رسول کے زمانہ میں یوں ہوتا تھا،فلاں نبی کی جماعت یوں کرتی تھی،تم نبی کی جماعت ہو کر یوں کیوں کرتے ہو۔بے شک تمام انبیاءؑ کی جماعتوں کا مقصد ایک ہی ہے لیکن اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے اس کے حصول کے ذرائع میں تغیر ہوتا رہا ہے۔اگر آج ہو بہو وہی ذرائع استعمال کئے جائیں جو پہلے کئے جاتے تھے تو یقیناً ناکامی ہوگی۔

خدا تعالیٰ نے ہی حضرت بدھ سے کہا اپنے مریدوں سے کہو گلے میں جھولی ڈال لو اور جاؤ دنیا میں بھیک مانگو۔تمہارے لئے وہی رزق طیب ہے جو بھیک مانگ کر مہیا کیا جائے اپنے پاس کوئی پیسہ نہ رکھو۔پھر حضرت عیسیٰؑ کو بھی اسی خدا نے پیدا کیا لیکن انہیں حکم دیا جا کر مریدوں سے کہو کھاؤ،پیو لیکن کل کے لئے خزانہ جمع نہ کرو۔کسی سے مانگو نہیں اپنے گھر سے کھاؤ لیکن خدا سے ہر روز کی روٹی روز مانگو۔پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی اسی خدا نے مبعوث کیا لیکن یہ نہیں کہا کہ بھیک مانگ بلکہ فرمایا بھیک مانگنا ٹھیک نہیں بھیک مت مانگ۔حضرت بدھؒ کو خدا نے کہا بھیک مانگ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کو اسی خدا نے کہا مت بھیک مانگ اس لئے کہ بدھؒ کے زمانہ میں دنیا کے ارتقاء اور ترقی کے لئے بھیک مانگنا ہی ضروری تھا اور محمد رسول ؐاللہ کے زمانہ میں دنیا کے ارتقاء اور ترقی کے لئے بھیک چھڑانا ہی ضروری تھا۔نادان کہتا ہے ایک خدا کی طرف سے دو متضاد تعلیمیں کس طرح ہو سکتی ہیں لیکن وہ ایک ڈاکٹر کے دو نسخے دیکھ کر سبق حاصل نہیں کرتا۔ایک وقت ڈاکٹر مریض کو دیکھ کر کہتا ہے اسے فاقہ کرایا جائے۔لیکن دوسرے وقت آتا ہے تو کہتا ہے تم نے اسے بھوکا مار دیا اسے یخنی دینی چاہئے وہ دینا چاہئے۔اگر کوئی کہے یہ اچھا ڈاکٹر ہے پرسوں کہتا تھا کھانے کو کچھ مت دو اور آج کہتا ہے اسے کھانے کو کیوں نہیں دیتے تو وہ نادان ہے کیونکہ مریض کی صحت کے لئے پرسوں فاقہ ہی ضروری تھا اور آج اس کے لئے کھانا مفید ہے یہی حال قوموں کے علاج کا ہے۔

انہی حالات میں مَیں اپنی جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔رسول کریم ﷺ کا زمانہ اور تھا اور حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ اور حضرت نوحؑ کے زمانے اور تھے۔اور ہم نہیں جانتے کہ قیامت تک .... ابھی اور کتنے زمانے آئیں گے۔ بے شک قرآن کریم وہی رہے گا احکام سنت تبدیل نہیں ہوں گے حدیث نہیں بدلے گی لیکن قرآن و حدیث کے پھیلانے کے ذرائع بدلتے جائیں گے۔ایک زمانہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا صرف پیش کرنا ہی کافی تھا اور یہ بتانا ہی اس کی برتری کی دلیل تھی کہ اس میں توحید کی تعلیم ہے،یہ اخلاقی حالت کو درست کرتا ہے لیکن آج اتنا کہنے سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔آج سوال ہوتا ہے فلسفہ نے جو شبہات ہمارے اندر پیدا کر دیئے ہیں سائنس نے جو شکوک ہمارے دلوں میں ڈال دیئے ہیں ان کو قرآن حل کرتا ہے یا نہیں؟ آج زمانہ کے اندر غلامی اور آزادی،گورے اور کالے،سرمایہ دار اور مزدور کی جو تمیزیں پیدا ہو گئی ہیں کیا قرآن میں ان کا علاج موجود ہے؟ اگر نہیں تو قطع نظر اس کے کہ یہ سوال غلط ہیں یا صحیح اسے ماننے کو کوئی تیار نہ ہوگا۔

پس اگر ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے تو اس کے احساسات کو تسلی دینی ہوگی۔میں نے متواتر توجہ دلائی ہے کہ اس زمانہ کے حالات مختلف ہیں۔ایک وہ زمانہ تھا جب فتح کے لئے اور ہتھیار استعمال ہوتے تھے لیکن آج **اذا الصحف نشرت** کے ماتحت پروپیگنڈا ہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔یہ نشر صحف کا زمانہ ہے اور جب تک ہم یہ طریق اختیار نہ کریں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ایک زمانہ میں لوگ اس قدر مصروف نہیں تھے اور فارغ بیٹھ کر باتیں کر سکتے تھے وہ زبانی (دعوت الیٰ اللہ) کا زمانہ ہے جب کام زیادہ ہے اور لوگ ملنے سے گھبراتے ہیں دن کے وقت انہیں (دعوت الیٰ اللہ) کرنی

مشکل ہے۔ لیکن اگر ایک چھوٹا سا ٹریکٹ یا اخبار کی کاپی ہو تو اسے ایک مصروف و مشغول انسان بھی بستر پر لیٹے ہوئے نیند کے انتظار میں مطالعہ کر سکتا ہے اور وہ کام جو ہم نہیں کر سکتے وہ ایک اخبار یا ٹریکٹ نہایت آسانی سے سرانجام دے سکتا ہے۔ رات کے گیارہ بجے جب کوئی ہمیں اپنے مکان کے اندر نہیں گھسنے دے گا ایک ٹریکٹ یا اخبار کو خود تلاش کر کے لائے گا تا نیند کے انتظار کا وقت اچھی طرح گزر جائے۔ بسا اوقات نینداس پر غالب آ جائے گی اور وہ اس تحریک کو ختم نہ کر سکے گا لیکن وہ اونگھ کی گھڑیاں اس تحریر کو اس کے دماغ پر مکرر، سہ کرر مختلف رنگوں میں نقش کر رہی ہونگی اور صبح کو وہ ایک خاص اثر لے اٹھے گا۔

میں نے خصوصیت کے ساتھ اس سال کے پروگرام میں نشر و اشاعت کا کام بھی رکھا ہے اور سالانہ جلسہ پر اپنی جماعت کو اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس خطبہ کے ذریعہ پھر اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ یہ زمانہ نشر و اشاعت کا ہے۔ جس ذریعہ سے ہم آج (دین) کی مدد کر سکتے ہیں وہ یہی ہے کہ صحف و کتب کی اشاعت پر خاص زور دیں۔ اگر ہر جماعت میں حضرت مسیح موعود کی کتب کی ایجنسیاں قائم ہو جائیں تو یقیناً بہت فائدہ ہو سکتا ہے لیکن ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔

میں خیال کرتا ہوں مرکز نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ مرکز کی طرف سے جو کتابیں شائع ہوتی ہیں یا تو ان کے چھاپنے میں بد انتظامی کے سبب ان کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور یا ویسے ہی قیمت زیادہ رکھ دی جاتی ہے اور اس وجہ سے لوگ کثرت سے ان کی اشاعت نہیں کر سکتے۔ میں اُن دو تین رسالوں کو مستثنیٰ کرتا ہوں جو پچھلے دنوں شائع ہوئے یعنی نہرو رپورٹ پر میرا تبصرہ اور میری 17 جون کے جلسہ کی تقریر۔ یہ واقعی اتنے سستے تھے کہ میرے نزدیک اتنا سستا شائع کرنا بھی خطرناک ہے۔ اس طرح حقیقتاً کوئی نفع نہیں ہو سکتا اگر سو روپیہ پر سات یا آٹھ روپیہ نفع ہوا تو اشتہارات اور نوکروں کے اخراجات کو جو ان پر کام کرتے ہیں مدنظر رکھتے ہوئے اتنا نفع نقصان سے ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس ان رسالوں کو تو میں مستثنیٰ کرتا ہوں اگرچہ ان میں بھی دوسری سمت کو اختیار کر لیا گیا۔ مگر عام طور پر ہماری کتابیں گراں ہوتی ہیں اور اس وجہ سے لوگ ان کی اشاعت نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے ایک طرف تو میں نظارت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ کتابوں کی قیمتوں پر نظر ثانی کرے اور قیمتیں ایسی حد پر لے آئے کہ ان انجمنوں کو جو ایجنسیاں لیں کافی معاوضہ بھی دیا جا سکے اور نقصان بھی نہ ہو اور دوسری طرف احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی اس بارے میں فرض شناسی کا ثبوت دیں اس کے علاوہ اخباروں کی اشاعت ہے۔ جس طرح خاص دائرہ میں کتابیں بہت اثر کرتی ہیں اسی طرح ایک دائرہ میں اخبارات بھی بہت اثر کرتے ہیں۔ ہمارے کئی ایک اخبار ہیں الفضل، سن رائز، ریویو انگریزی، اردو، مصباح، احمدیہ گزٹ یہ تو صدر انجمن کے اخبار ہیں۔ ان کے علاوہ فاروق اور نور بھی ہیں۔ پھر بنگال اور سیلون سے بھی ہمارے اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ ممکن ہے اور جماعتیں بھی شائع کرتی ہوں۔ بعض جماعتیں ٹریکٹ شائع کرتی ہیں ان کی اشاعت کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ پچھلے دنوں الفضل اور سن رائز کی تعداد اشاعت بڑھ گئی تھی لیکن اب اس میں کمی واقعہ ہو گئی ہے۔ دوستوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے ہاں ایسے ایجنٹ مقرر کریں جو سلسلہ کی کتب اور اخبارات فروخت کریں اور خود بھی فائدہ اٹھائیں۔ ان اخبارات سے سلسلہ کی .... میں بھی مدد ملتی ہے اور جماعت کی تربیت بھی ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی غیر احمدی مجھ سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہیں مجھ سے پوچھنے کا کس طرح خیال آیا۔ بعد میں خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے اور وہ لکھتے ہیں ہم الفضل یا سن رائز پڑھا کرتے تھے اس سے ہم نے سمجھا کہ ہر معاملہ میں صحیح جواب قادیان سے ہی مل سکتا ہے اس لئے آپ سے پوچھتے ہیں۔ تو یہ چیز جو ہم دنیا کے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی حقیقی (دین) وہ اخباروں کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ الفضل تو خیر ہے ہی اشاعت و (دعوت الی اللہ) کا اخبار لیکن ان نوجوانوں کے لئے جو عیسائی فتنہ سے متاثر ہو کر (دین) سے بدظن ہوتے جاتے ہیں سن رائز جاری کیا گیا ہے۔ اس میں بے شک ہوتے تو عام (دینی) مسائل ہی ہیں لیکن انہیں احمدیت اور حضرت مسیح موعود کے پیش کئے ہوئے پہلو سے ہی بیان کیا جاتا ہے اور اس پہلو کی خوبی کو دیکھ کر آہستہ آہستہ پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دنیا میں آ کر بہت بڑا کام کیا ہے یہ بھی اگرچہ بالواسطہ نہیں لیکن بلا واسطہ ہمارے مقصد کی اشاعت میں بہت ممد ہے۔

اور اگر یہ نہ بھی ہو تو بہرحال ....فتنہ سے بچانا ہمارا فرض ہے پس ان دونوں اخبارات کی اشاعت کے لئے اگر دوست کمر ہمت باندھ لیں تو بہت ہی مفید نتائج نکل سکتے ہیں۔ چونکہ لوگ عام طور پر خطبات بھول جاتے ہیں اس لئے میں جماعتوں اور ناظروں کو توجہ دلاتا ہوں۔ جماعتیں اپنے ہر ایک فرد کو اس کی طرف توجہ دلائیں اور ناظر جماعتوں کے پیچھے پڑ کر ان سے دریافت کریں کہ وہ کس قدر امداد دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہر جماعت کچھ نہ کچھ پرچے ایجنسی کے ذریعہ فروخت کرنے کا بندوبست کرے۔ کوئی سو، کوئی پچاس، کوئی بیس، کوئی دس، کوئی تین، کوئی دو اسی طرح ہر جماعت یہ اطلاع دے کہ وہ اتنے نئے خریدار دے گی۔

اخبار والوں کو بھی میں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی خریداروں کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں وہ حساب لگانے لگ جاتے ہیں مثلاً یہ کہ دس روپے ہماری لاگت ہے ایجنسی کے ذریعہ وصول ہوتے ہیں سات باقی تین ہوا گھاٹا اس لئے ایجنسی نہیں دے سکتے۔ وہ اتنا نہیں سوچتے اگر اخبار کی اشاعت زیادہ ہو جائے گی تو اسی نسبت سے اس میں اشتہار دینے کے لئے بھی زیادہ لوگ تیار ہوں گے اگر آج ایک شخص اشتہار دیتا ہے اور اسے دس درخواستیں آتی ہیں تو کل کو جب خریدار زیادہ ہو جائیں اور اسے پچیس درخواستیں آئیں تو وہ کہے گا مجھے تو ہمیشہ اس پرچہ میں اشتہار دینا چاہئے۔ کاروباری معاملات میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ہر جہت سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں دیکھنا یہ چاہئے کہ مجموعی طور پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی ایجنسی سے منافع نہ بھی لیا جائے تو بھی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ اشاعت بڑھنے سے عملہ میں تو کوئی زیادتی نہیں کرنی پڑے گی اور عملہ کا خرچ تو بہرحال جو تھوڑی تعداد پر پڑتا ہے وہی زیادہ پڑے گا لیکن اگر ایجنسی کو رعایت دے دی جائے تو اخبار کی اشاعت زیادہ ہو جائے گی۔ زیادہ لوگ اسے پڑھیں گے اور اشتہار بھی زیادہ آئیں گے پھر اور بھی کئی منافع کی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً تین ہزار شائع ہونے والے اخبار کے لئے جب کاغذ خریدا جائے گا تو وہ پندرہ سو کے لئے خریدنے سے سستا ملے گا کیونکہ دکاندار بڑے گاہک کو ہمیشہ سستا سودا دیتا ہے۔ چاول اگر ایک روپے کے دو یا پونے دو سیر ملتے ہیں تو منڈی سے پندرہ سولہ روپے من مل جائیں گے اور پچاس ساٹھ من خریدنے ہوں تو اس سے بھی سستے مل جائیں گے۔ پھر اگر جہاز خرید لیا جائے تو بہت ہی سستے پڑیں گے۔

تو صرف یہی نہیں کہ اشاعت زیادہ ہونے کی وجہ سے اشتہار ہی زیادہ آئیں گے بلکہ خرچ بھی کئی پہلوؤں سے کم ہو جائے گا ور کئی صورتیں بچت کی پیدا ہو جائیں گی۔ پس اخبار والوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی سہولتیں بہم پہنچانے کی کوشش کریں۔

ایک صیغہ بھی قائم کیا گیا ہے تا کہ دوستوں میں تحریک کر کے کتب اور اخبارات کی توسیع و اشاعت میں مدد دے اور میاں مصباح الدین صاحب کو جو ولائت میں بھی رہے ہیں اس کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں وہ اپنے کام کو صحیح طریق پر چلائیں گے اور ایسا طول اَمل اور اتنی بڑی سکیمیں نہ شروع کریں گے کہ اصل کام پر پردہ ہی پڑا رہے اور میں دوستوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ان کی مدد کریں۔

اللہ تعالیٰ اس تعلیم کو پھیلانے میں جس کے پھیلانے کا فرض اس نے ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالا ہے اور اپنی مخفی حکمتوں کے ماتحت ڈالا ہے مدد دے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب اس نے یہ فرض ہمارے کمزور کندھوں پر ڈالا ہے تو اسے پورا کرنے میں وہ مخفی ذرائع سے ہماری مدد بھی کر رہا ہے اور اگر وہ مخفی ذرائع آج ہمیں نظر نہیں آتے تو کل ضرور نظر آئیں گے۔ (الفضل 29 مارچ 1929ء)

مکرم محمود انور صاحب خوشنویس تھائی لینڈ

الفضل کے شعبہ کتابت کی کچھ یادیں

جب بیمار ماں نے مجھے دفتر الفضل بھیج دیا

خاکسار کو اگست 1979ء میں روزنامہ الفضل کے شعبہ کتابت سے منسلک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ محمد ارشد صاحب خوشنویس (ساکن محلّہ دارالرحمت راجیکی روڈ) نے میرا تعارف مکرم منشی احمد حسین صاحب سے کروایا اور منشی صاحب جو کہ اس وقت ہیڈ کاتب تھے مجھے کام دینے پر آمادہ ہو گئے اور اس طرح میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت مجھے ملی اور مجھے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جیّد علماء اور واقفین زندگی کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع نصیب ہونے لگا۔

اس وقت کے خوشنویس حضرات میں مکرم منشی احمد حسین صاحب ہیڈ کاتب، مکرم سید خورشید حسن بخاری صاحب اشتہارات اور سرخیاں لکھنے میں ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ان دونوں حضرات کے علاوہ اس دور میں مکرم کریم الدین صاحب خوشنویس ابن مکرم نظام الدین مہمان صاحب مربی سلسلہ، محمد ارشد صاحب خوشنویس اور سید مبشر حسین صاحب خوشنویس ابن استاذی المکرّم سید محمد باقر شاہ صاحب کے نام شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کبھی کبھار مکرم منشی نورالدین صاحب خوشنویس اور حمید الدین صاحب خوشنویس نیز منور احمد صاحب خوشنویس آف سرگودھا بھی کتابت کر کے بھجوایا کرتے تھے۔

شروع میں خاکسار کو پرانے خوشنویس حضرات میں بیٹھ کر کام کرنے سے خوف سا محسوس ہوتا لیکن آہستہ آہستہ یہ خوف اور کتابت میں ناپائیداری ختم ہوتی گئی اور ان کی جگہ اعتماد اور کتابت میں پختگی نے جگہ لے لی۔ اس وقت الفضل لیتھو پر شائع ہوا کرتا تھا جس کا مسطر بھی پیلا اور روشنائی بھی پیلی ہوا کرتی تھی اور لکھنے میں بہت زیادہ دقت پیش آیا کرتی تھی۔

جب الفضل کو جدید نظام یعنی آفسٹ پر چھاپنے کا فیصلہ ہوا تو خوشنویس حضرات کو ایک نئے چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے خود کو تیار کرنا پڑا۔ کیونکہ بٹر پیپر پر کتابت سیاہی سے کرنی تھی جو کہ کسی اناڑی کے لئے جوئے شِیر لانے کے مترادف تھا۔

ان تمام حالات میں ایک محسن شخصیت جو میری ڈھارس بندھاتی رہی وہ محترم یوسف سہیل شوق صاحب کی ذات تھی۔ خاکسار دفتر میں بیٹھ کر لیتھو کی کتابت کرتا اور گھر آ کر بٹر پیپر پر انک سے لکھنے کی پریکٹس کرتا اور مکرم سہیل صاحب اور قاضی منیر احمد صاحب کو ان کے کوارٹرز میں رات کو چیک کرواتا اور ان دونوں کی ہدایات پر عمل کرتا۔ نیز سید خورشید حسن بخاری صاحب سے سرخیاں اور اشتہارات لکھنے کی پریکٹس بھی شروع کر دی تھی۔

جب الفضل آفسٹ پر لکھنا شروع ہوا تو دوسرے خوشنویس حضرات مجھے کہنے لگے کہ محمود صاحب آپ کوئی اور کاروبار کرنے کی سوچیں کیونکہ آفسٹ لکھنا آپ کے بس کا روگ نہیں۔ جس پر مکرم یوسف سہیل صاحب اور سید خورشید بخاری صاحب مسکرا دیا کرتے تھے اور ایک دن تو خورشید بخاری صاحب اور یوسف سہیل صاحب نے منشی احمد حسین صاحب کو بتایا کہ یہ لڑکا انشاء اللہ یہیں کام کرے گا اور ایسا ہی ہوا۔ خاکسار کا تعلق الفضل سے رہا بلکہ اور زیادہ مضبوط ہوا۔

الفضل کے آفسٹ پر چھپنے کے دن سے ہی مکرم شیخ عبدالماجد صاحب خوشنویس آف ننکانہ صاحب نے کتابت کی نگرانی کا کام اپنے ذمہ لے لیا اور خاکسار کا الفضل کے اچھے خوشنویسوں میں شمار ہونے لگا۔ نہایت اہم کام یعنی علمی مضامین اور ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ کی کتابت کی سعادت نصیب ہونی شروع ہوگئی۔ خاکسار کو جید علماء کرام کے مضامین کی کتابت کا شرف حاصل ہوا۔ جب سالانہ نمبر الفضل کی کتابت کا مرحلہ پیش آتا تو دن رات دفتر الفضل میں ہی گزرتے اور مکرم یوسف سہیل شوق صاحب کے ساتھ عبدالماجد خوشنویس صاحب کی چٹ پٹی باتیں اور واقعات سننے کو ملتے۔ کھانا دارالضیافت سے آتا اور ہم بہت جوش و جذبہ سے دن رات کام کرتے۔

بیت بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر مکرم محمد الیاس منیر صاحب سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ نیز وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا فن کتابت کا سفر جاری رہا اور پھر وہ وقت بھی آیا جو کبھی سوچا کرتا تھا۔ وہ یہ کہ خاکسار الفضل میں ہیڈ کاتب کے طور پر کام کرنے لگا۔ میں اس وقت سرخیاں، نظمیں، ارشادات عالیہ اور اشتہارات کی کتابت کرتا اور کتابت کی ٹیم میں سید مبشر حسین خوشنویس، منور احمد بنگالی صاحب، محمد اعظم لنگاہ صاحب، مکرم ماسٹر منظور احمد صاحب اور سید خورشید حسن بخاری صاحب جیسے خوشنویس بھی خاکسار کے ساتھ کام کرتے رہے۔

دفتر الفضل دارالنصر میں شفٹ ہو چکا تھا۔ نئی عمارت اور ایڈیٹوریل سٹاف بھی نیا تھا جس میں مکرم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل، مکرم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر، مکرم یوسف سہیل شوق صاحب اور مکرم محمد اکرم صاحب پروف ریڈر کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ خاکسار کو سیفی صاحب کا ایڈیٹوریل کالم اور نظم لکھنے کی لمبے عرصہ تک سعادت نصیب ہوتی رہی۔

خاکسار کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ الفضل کی پیشانی یعنی ''الفضل'' کا ٹائٹل بھی خاکسار کا کتابت شدہ سالہا سال تک چلتا رہا اور کتابت کے علاوہ مجھے بعض اوقات محمد اکرم صاحب کی غیر موجودگی میں پروف ریڈنگ کی سعادت بھی ملتی رہی جس پر میرا دل جتنا بھی فخر محسوس کرے اتنا ہی کم ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ محمد اکرم صاحب پروف ریڈر اخبار کی کاپیاں سنسر کروانے روزانہ لاہور جایا کرتے تھے اور محمد اکرم صاحب کے علاوہ مکرم مقصود احمد صاحب مربی سلسلہ اور کئی بار یہ سعادت خاکسار کو بھی نصیب ہوتی رہی۔

دورانِ خدمت خاکسار کے ساتھ الفضل کے پرانے کارکن مکرم ناصر احمد صاحب اور رشید بٹ صاحب کا رویہ بھی نہایت دوستانہ رہا۔ جب بھی ملتے خندہ پیشانی سے ملتے اور ہر دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوتے۔

ایک مرتبہ جب ہم سب الفضل کے خاص نمبر برموقعہ افتتاح (بیت) بشارت سپین کی تیاری میں مصروف تھے ایک تقریب کا سا سماں دفتر الفضل میں تھا۔ ہر شعبہ میں کام کرنے والے دنیا و مافیہا سے بے نیاز دل میں ایک ہی لگن کہ نمبر بروقت شائع ہو اور کاپیاں بروقت Paste ہو کر پریس چلی جائیں۔ اسی دوران خاکسار کے گھر سے اطلاع آئی کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت خراب ہے۔ خاکسار اس وقت مکرم یوسف سہیل شوق صاحب سے اجازت لے کر انہی کی موٹر سائیکل لے کر گھر پہنچا تو والدہ صاحبہ مرحومہ کی واقعی طبیعت خراب تھی۔ میں نے انہیں ہسپتال لے جانے کے لئے ارادہ ظاہر کیا تو فوراً ہی مجھے فرمانے لگیں بیٹا جاؤ پہلے جا کر وہ کام کرو جو کہ ضروری ہے اور الفضل کی کاپی مکمل کرواؤ۔ (یہ یاد رہے خاکسار اس وقت فرنٹ والے صفحہ کی کتابت کر رہا تھا) اس موقع پر والدہ صاحبہ کہنے لگیں کہ بیٹا تم سلسلہ کے کام میں مگن رہو اور اسے مکمل کرو خدا تعالیٰ مجھے ضرور شفا دے گا کیونکہ تم اسی کے کام میں مصروف ہو۔ تو خدمت کے اس مرحلہ پر بھی والدہ صاحبہ کی راہنمائی اور امام وقت کی دعائیں شامل حال رہیں۔ خاکسار واپس آ کر کام میں دوبارہ مصروف ہو گیا اور بفضل اللہ تعالیٰ کام احسن رنگ میں مکمل ہوا اور اللہ کے فضل سے والدہ صاحبہ بھی روبصحت ہو گئیں۔

ایک مرتبہ خاکسار کو سخت بخار تھا اور بستر میں لیٹا ہوا تھا کہ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب میرے گھر تشریف لائے اور اطلاع دی کہ حضور کی طرف سے ہدایت موصول ہوئی ہے کہ ضمیمہ فوراً شائع کریں۔ لہٰذا دفتر جانا ہے۔ رات کا وقت، بخار کی کیفیت لیکن سب سے بڑی بات پیارے آقا کا حکم۔ ابھی یہ خیالات ذہن میں گردش کر رہے تھے کہ والدہ محترمہ نے حکم دیا کہ فوراً اٹھو اور تیار ہو جاؤ۔ حضور کے حکم کی تعمیل کریں اللہ تعالیٰ بخار اتار دے گا اور واقعی ایسا ہی ہوا۔

اس طرح الفضل سے گہرا تعلق میرے ازدیادِ ایمان و یقیں اور توکل علی اللہ میں ترقی کا باعث بنتا رہا اور اس کی انتہاء اور عروج اس وقت دیکھنے میں آیا جب ایک دن مجھے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے بلاوا آیا اور وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ حضور نے یاد فرمایا ہے۔ حاضر خدمت ہونے پر دیکھا کہ حضور کے سامنے الفضل کا شمارہ خاص موجود ہے اور فرمایا ''محمود مجھے تمہاری کتابت میں نکھار دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے'' اور بالکل اسی صفحہ اور چند سرخیوں پر اشارہ کیا جو واقعی میں نے کتابت کی تھیں۔ (خاکسار اس سعادت پر جتنا بھی نازاں ہو کم ہے) اور فرمایا کہ ''میں تمہارے لئے بہت دعا کرتا ہوں''۔ ایک احمدی کے لئے اس سے بڑی دولت اور سعادت کیا ہوگی کہ امام وقت کی دعا اور خوشنودی حصے میں آئے۔ والدہ محترمہ کی محبت اور دعائیں حصے میں آئیں اور سلسلہ کے علماء کی صحبت نصیب ہوئی۔ یہ ساری سعادتیں الفضل سے تعلق کے باعث ملیں۔

اس طرح خاکسار کا تعلق ہمہ وقت اور جز وقتی طور پر کسی نہ کسی رنگ میں 2002ء تک رہا۔ جس کی شیرینی اور حلاوت ساری زندگی پر محیط نظر آتی ہے اور اس کے ثمرات زندگی بھر میرے ذوق کو جلا بخشتے رہیں گے۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب و کامران کرے اور تا ابد الفضل کی برکات سے فیضیاب ہونے کی توفیق دے۔ آمین

اخبار الفضل کے مدیران، مینیجرز، پرنٹرز اور صدران الفضل بورڈ کا تعارف

وہ جنہوں نے اپنا خون جگر الفضل کے لئے پیش کیا۔ جن کی راتیں اس کی صبح کے لئے جاگتی رہیں

تحقیق وتحریر: مکرم محمد محمود طاہر صاحب

مدیران الفضل

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بانی مدیر الفضل

اخبار الفضل کا اجراء سیدنا حضرت مسیح موعود کے اولوالعزم فرزند ارجمند گرامی دلبند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے 18 جون 1913ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دور مبارک میں فرمایا۔ آپ اس کے بانی مدیر تھے۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں سے بھرپور قیمتی تحریرات الفضل کی زینت ہوا کرتی تھیں۔ آپ کے شاندار اداریئے، بلند پایہ مضامین اور گرانقدر علمی مواد الفضل کا قابل فخر سرمایہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد الٰہی نوشتوں اور پیشگوئیوں کے مطابق 12 جنوری 1889ء کو حضرت مسیح موعود کے ہاں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ پاکیزہ ماحول میں تربیت ہوئی۔ نوعمری میں ہی رسالہ تشحیذ الاذہان نکالا اور علمی حلقوں میں تہلکہ مچادیا۔ 1913ء میں الفضل اخبار نکالا اور اگلے ہی سال مسند خلافت پر متمکن ہوگئے۔ ذاتی اخبار الفضل کو جماعت کے سپرد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت اس روحانی نہر میں ڈالی کہ آج الفضل اس خطے کے قدیم ترین اخباروں میں شمار ہوتا ہے اور یہ دن بدن ترقیات کی منازل طے کرتا ہوا انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا کے کونے کونے میں پڑھا جاتا ہے اور اپنے سوسال پورے کر رہا ہے۔

بانی ایڈیٹر الفضل سیدنا محمود کے کارنامے الفضل کے صد سالہ نمبر کے تمام صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہاں اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ سیدنا محمود کا لگایا ہوا پودا اب شجر سایہ دار ہو چکا ہے اور آپ کا 52 سالہ دور خلافت تاریخ احمدیت میں بنیاد اور سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے 1965ء میں وفات پائی لیکن آپ کے قائم کردہ جماعتی ادارہ جات اور عالمگیر دعوت الی اللہ کا نظام دنیا بھر میں پھیلتا چلا جارہا ہے۔ آپ نے عظیم الشان علمی ورثہ ہمارے لئے یادگار چھوڑا ہے جو تفسیر صغیر، تفسیر کبیر، انوارالعلوم، خطبات محمود اور دیگر مجموعہ ہائے کتب کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی اور روحانی ورثہ کا ہمیں حقیقی وارث بنائے اور آپ کی یہ دعا قبول فرمائے۔ ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

حضرت مسیح موعود کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کا اخبار الفضل کے ساتھ تاحیات تعلق رہا۔ جہاں آپ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بانی الفضل کے 1914ء میں مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد الفضل کے ایڈیٹر کے طور پر کچھ عرصہ فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد تادم آخر آپ اپنی جاندار تحریرات سے الفضل کی آبیاری کرتے رہے۔ آپ نے تقریباً ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور جماعت کے لٹریچر میں قیمتی اضافہ فرمایا ہے۔ آپ کے مضامین کا مجموعہ مجلس انصاراللہ پاکستان کی طرف سے ''مضامین بشیر'' (دو جلدیں) کے عنوان سے شائع شدہ ہیں جو علمی، ادبی، معلوماتی، تربیتی، تاریخی، اخلاقی، تذکرہ رفقاء وخدمت گاران پر شاندار شاہکار ہیں۔

یہ نابغہ روزگار شخصیت وحی ربانی اور الٰہی بشارات کے مطابق 20 ؍اپریل 1893ء کو قادیان میں پیدا ہوئی۔ آپ کے بارہ میں متعدد الہامات حضرت مسیح موعود کو آپ کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں بھی ہوئے جن سے آپ کی عظیم اور مقدس شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کی پیدائش کو حضرت مسیح موعود نے اپنے نشانات میں سے قرار دیا ہے۔

وحی الٰہی کے مطابق آپ افق عالم پر بطور قمر طلوع ہوئے اور عمر بھر اپنے نور ایمان اور نور فراست سے احباب کو منور کرتے رہے اور آپ کی بلند پایہ علمی کاوشیں آج بھی روشنی کا مینار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا۔ آپ خلافت اولیٰ میں 18 سال کی عمر میں مجلس معتمدین کے ممبر مقرر ہوئے 1914ء میں الفضل کے ایڈیٹر بنائے گئے 1918ء میں ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر بنے۔ صدر انجمن میں مختلف نظارتوں کے نگران رہے۔ جن میں ناظر امور عامہ، ناظر تعلیم و تربیت، ناظر اعلیٰ، امیر مقامی، ناظر خدمت درویشان، مجلس مشاورت کی صدارت، صدر نگران بورڈ۔ اس کے علاوہ لاتعداد کمیٹیز و وفود کے ممبر رہے۔

آپ غیر معمولی و تحقیقی ذوق کے حامل تھے۔ نوجوانی تادم آخر دین حق اور احمدیت کی سربلندی کے لئے آپ نے اپنا قلم اٹھایا اور جماعتی روایات اور شخصیات کو تاریخ احمدیت میں محفوظ کر دیا۔ علمی اور تحقیقی مضامین الفضل کے علاوہ آپ نے تقریباً 24 کے قریب قیمتی کتب اور رسائل کا روحانی خزانہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے جن میں ''ہمارا خدا'' ''سیرۃ خاتم النبیّین'' ''سیرۃ المہدی'' ''تبلیغ ہدایت'' ''سلسلہ احمدیہ'' سیرت طیبہ'' ''چالیس جواہر پارے'' ''کلمۃ الفصل'' ''امتحان پاس کرنے کے گُر'' معروف کتب ہیں۔ آپ کی سیرت پر محترم مولانا شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگر مل) نے حیات بشیر کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔

آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین کی سربلندی کے لئے وقف رہا اور آپ حضرت مصلح موعود کے سلطان نصیر تھے۔ آپ نے تحریر وتقریر اپنی انتظامی صلاحیتوں اور اپنے مقدس وجود سے احمدیت کی مثالی خدمت کی اور یہ سلسلہ تادم واپسیں جاری رہا۔ 2 ستمبر 1963ء کو آپ نے لاہور میں انتقال فرمایا اور اگلے روز بہشتی مقبرہ ربوہ میں چاردیواری اماں جان میں اپنی مقدس والدہ کے قدموں میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد میں حسب ذیل پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں آپ کی یادگار تھے۔

محترمہ صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ، حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب، بریگیڈئر (ر) صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب، صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ اور صاحبزادی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ۔ آپ کی یہ سب اولاد آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سرور سلطانہ صاحبہ بنت حضرت مولانا غلام حسن پشاوری کے بطن سے ہے۔ جن سے آپ کا نکاح 12 ستمبر 1902ء کو ہوا اور مئی 1906ء میں آپ کی شادی ہوئی۔

اخبار الفضل کی تاریخ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی شخصیت ایک زریں باب کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ آپ نے الفضل کی آبیاری اپنی ادارت اور ٹھوس تحریرات کے ساتھ عمر بھر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا علمی فیضان جاری رکھے۔ آمین

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ایڈیٹر و مینیجر الفضل

الفضل کی ابتداء سے بانی الفضل سیدنا محمود کے ساتھ الفضل کی گرانقدر معاونت کرنے والی شخصیت حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی ہے جو اخبار کے انتظام وانصرام اور اس کی مجلس ادارت کے سرگرم رکن تھے۔

آپ 25 مارچ 1881ء کو پنجاب کے مردم خیز خطہ گجرات کے موضع گولیکی میں حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکی کے ہاں پیدا ہوئے۔ والد محترم علمی شخصیت تھے۔ گویا علم کی گود میں ایک ہونہار عالم کی پرورش ہوئی۔ کنجاہ سے مڈل پاس کیا پھر مشن ہائی سکول گجرات سے تعلیم پائی۔ 1897ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ماتحت آپ نے اخبار البدر میں کام کیا۔ الفضل کے اجراء کے ساتھ ہی آپ کی الفضل کے لئے خدمات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس کا تذکرہ خود بانی الفضل سیدنا محمود نے کیا ہے۔

الفضل کے لئے آپ کی خدمات تاریخی ہیں۔ آپ الفضل کے مینیجر، اسسٹنٹ ایڈیٹر اور ایڈیٹر بھی رہے اور سالہا سال تک الفضل کے لئے اپنی خدمات بجالاتے رہے اور ان خدمات کا اعتراف دربار خلافت سے بھی ہوا جو آپ کے لئے اعزاز کی بات ہے۔

الفضل کے علاوہ بھی محترم قاضی اکمل صاحب نے صحافتی خدمات بجالائی ہیں۔ آپ 1914ء سے 1922ء تک رسالہ تشحیذ الاذہان

کے ایڈیٹر رہے۔ 1922ء میں اس رسالہ کو ریویو آف ریلیجنز اردو میں مدغم کر دیا گیا تو آپ اردو ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ایک لمبا عرصہ تک رسالہ مصباح کے ایڈیٹر بھی رہے۔ 32 سال تک آپ قلمی جہاد کی خدمات بجالانے کے بعد آپ 1938ء میں صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی مضمون نویسی اور قلمی جہاد جاری رہا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد چالیس کے لگ بھگ ہے اور مضامین سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ آپ ایک منجھے ہوئے شاعر تھے آپ کا شعری مجموعہ بھی شائع شدہ ہے۔

27 ستمبر 1966ء کو آپ نے ربوہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ رفقاء میں مدفون ہوئے۔ محترم عبدالرحمان جنید ہاشمی صاحب آپ کے بڑے صاحبزادے تھے۔

حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی

حضرت ماسٹر احمد حسین فرید آبادی حضرت مسیح موعود کے رفیق تھے۔ آپ کا تعلق دہلی کے نواحی علاقہ فرید آباد تحصیل بلب گڑھ سے تھا۔ آپ نے علیگڑھ سے انٹرنس پاس کیا اور بطور ٹیچر ملازمت اختیار کی اس لئے ماسٹر کہلائے۔ اس کے بعد فن صحافت سے منسلک ہو گئے۔ اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ اخبار وکیل امرتسر، تاج الاخبار، اخبار الحق دہلی سے بھی منسلک رہے۔ پیشگوئی لیکھرام کے مصدقین میں آپ کا نام حضرت مسیح موعود نے 61ویں نمبر پر تریاق القلوب میں تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

"61۔ احمد حسین صاحب فرید آباد ضلع دہلی ماسٹر اسلامیہ سکول راولپنڈی میں آپ کو صدق دل سے (دین حق) کا رکن رکین مانتا ہوں اور آپ کی اہم اور ضروری دعا مستجاب ہونی ممکن ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 181)

آپ پرجوش داعی الی اللہ تھے اور اپنے پیشہ صحافت کو بھی دعوت الی اللہ کے لئے استعمال کرتے رہے۔ لاہور سے جب پیغام صلح جاری ہوا تو اس کے اولین مدیر آپ مقرر ہوئے لیکن جلد ہی اس کے ڈائریکٹرز کی پالیسی کی وجہ سے آپ استعفیٰ دے کر دہلی چلے گئے اور وہاں کتابوں کی دکان شروع کر دی۔

حضرت خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کی روایت ہے کہ الفضل کو ایڈیٹر کی ضرورت تھی (خواجہ صاحب ابتداء سے ہی اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر کام کر رہے تھے)۔ حضرت مصلح موعود نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ماسٹر احمد حسین صاحب کو جو دہلی میں ہیں ان کو لکھیں کہ الفضل کی ایڈیٹری کے لئے 45 روپے ماہوار پر آسکیں تو آجائیں۔ چنانچہ میں نے لکھا اور وہ آگئے اور الفضل میں (1915ء میں) بطور ایڈیٹر کام کرنے لگے۔ آپ بڑی عمر کے اور کمزور صحت کے تھے چند ماہ (تقریباً سال) یہ ذمہ داری نبھا سکے اور پھر فراغت کے بعد قادیان کے ہی ہو رہے اور یہاں کتابوں کی دکان کھولی۔

(چھتیس سال قادیان میں صفحہ 96,97)

حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی نے 31 جنوری 1922ء کو وفات پائی۔ الحمدللہ ابتدائی موصیان میں سے تھے وصیت نمبر 5 تھا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب فرید آبادی ربوہ اور ایک بیٹی مکرمہ حمیدہ اختر صاحبہ زوجہ سید نذیر احمد صاحب ربوہ ہیں دونوں بچے بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔ آپ کی تیسری اہلیہ مکرمہ سکینہ بیگم صاحبہ بنت قاضی فیاض علی صاحب نجف گڑھ دہلی جس سے آپ کو اولاد عطا ہوئی آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی کے عقد میں آئیں۔ وہ بھی بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔

حضرت ماسٹر احمد حسین صاحب تحریر میں مہارت رکھتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے حوالہ سے آپ کے بہت سے مضامین اور کتابچے شائع شدہ ہیں بعض تصنیفات یہ ہیں: انوکھی استانی، پنجاب کی سوغات، رفیق نوجوان، سینس تاریخ احمدی، معین المبلغین، قطرات عطر وغیرہ۔ آپ کی وفات کے بعد اکمل صاحب نے آپ کے ذکر خیر پر مبنی مضمون 20 مارچ 1922ء کے الفضل میں شائع کیا۔

حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلالپوری

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری جنوری 1916ء میں چند روز کے لئے اخبار الفضل کے ایڈیٹر رہے۔ یہ چند روزہ سعادت آپ کو مدیران الفضل میں شامل کر گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری 6 نومبر 1883ء کو حلالپور (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ حضرت مسیح موعود کی زیارت 1904ء میں کی۔ لیکن حضور کی زندگی کے آخری ایام میں 17 فروری 1908ء کو آپ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہوئے۔

آپ کو مختلف عہدوں پر جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ تقویم ہجری شمسی کی کمیٹی جو حضرت مصلح موعود نے مقرر فرمائی۔ اس کے اہم رکن تھے۔ رویا، کشوف، الہامات، حضرت مسیح موعود کی تدوین میں خدمات کیں۔ حضرت مصلح موعود کے سفروں میں ہمرکاب رہے۔ حضرت مصلح موعود کے ابتدائی دور میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے نام سے شعبہ نہ تھا تاہم آپ ملاقات اور ڈاک کے لئے افسر ڈاک مقرر ہوئے۔ ابتدائی ممبران افتاء میں آپ شامل تھے۔ مدرسہ احمدیہ میں مدرس، جامعہ احمدیہ کے ابتدائی سٹاف ممبر اور نامور علماء دین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ 1939ء میں جامعہ احمدیہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں درود شریف تنویر الابصار، نشان رحمت، محامد خاتم النبیین شامل ہیں۔ 28 جنوری 1940ء کو آپ کی قادیان میں وفات ہوئی۔ آپ کی اولاد میں محترم مولانا محمد احمد جلیل صاحب مرحوم سابق مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی شامل ہیں۔

محترم خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی

محترم خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی کو اب تک اخبار الفضل کے سب سے لمبا عرصہ تقریباً تیس سال ایڈیٹر رہنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ ایڈیٹر کے ساتھ ساتھ مینیجر الفضل کے فرائض بھی ایک عرصہ تک ادا کرتے رہے۔ آپ الفضل کے ساتھ ابتداء میں ہی منسلک ہو گئے تھے اور اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر کام کا آغاز کیا اور پھر 1916ء میں آپ نے الفضل کی ادارت سنبھالی اور 1946ء تک تیس سال اس منصب پر فائز رہے۔

محترم خواجہ غلام نبی صاحب 1894ء میں پیدا ہوئے۔ 1911ء میں ورنیکلر سکول سے مڈل پاس کیا اور اسی سال قادیان آگئے۔ قادیان سے تعارف حضرت مرزا محمد اشرف صاحب کے بھائی مرزا محمد افضل صاحب کے ذریعہ ہو چکا تھا جو آپ کے گاؤں موضع بلانی کے تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت قبول کی۔ 1914ء میں الفضل سے منسلک ہوئے اور یہ رفاقت 1946ء تک رہی۔ آپ کی تربیت حضرت مصلح موعود اور کبار رفقاء نے کی۔ آپ فن مضمون نویسی کے ماہر ہو گئے اور زبردست تحریرات کے ذریعہ الفضل کی آبیاری کرتے رہے۔ آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتب شامل ہیں: ایک کشف پر حلف، پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل، ایک نئی تحقیقات، امت محمدیہ میں مجدد، چھتیس سال قادیان میں (آپ کی سوانح حیات)۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کثیر العیال تھے۔ آپ کے بیٹے خواجہ منیر احمد آف جرمنی نے آپ کی سوانح حیات "چھتیس سال قادیان میں" شائع کی۔ 18/اپریل 1956ء کو آپ نے وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

20/اپریل 1956ء کے خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت مصلح موعود نے آپ کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا:

الفضل کے ابتدائی اسسٹنٹ ایڈیٹر درحقیقت وہی تھے۔ ایڈیٹر میں خود ہوا کرتا تھا اور اسسٹنٹ ایڈیٹر وہ تھے۔ ان کی تعلیم زیادہ نہیں تھی صرف مڈل پاس تھے مگر بہت ذہین اور ہوشیار تھے میری جس قدر پہلی تقریریں ہیں وہ ساری کی ساری انہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں وہ بڑے اچھے زود نویس تھے اور ان کے لکھے ہوئے لیکچروں اور خطبات میں مجھے بہت کم اصلاح کرنی پڑتی تھی پھر وہ اخبار کے ایڈیٹر ہوئے اور ایسے زبردست ایڈیٹر ثابت ہوئے کہ درحقیقت پیغامیوں سے زیادہ تر ٹکر انہوں نے ہی لی ہے۔ "پیغام صلح" کے وہ اکثر جوابات لکھا کرتے تھے اسی طرح وہ میرے ابتدائی خطبات وغیرہ بھی لکھتے رہے جو انہی کی وجہ سے محفوظ ہوئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جماعت پر ایک بہت بڑا احسان ہے اور جماعت ان کے لئے جتنی بھی دعائیں کرے اس کے وہ مستحق ہیں۔

(الفضل 15 مئی 1956ء صفحہ 4)

اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور اس کی جزا ان کی نسلوں کو بھی عطا کرتا رہے۔ آمین

محترم مولانا روشن دین صاحب تنویر

ربع صدی تک روزنامہ الفضل قادیان، لاہور اور ربوہ کی ادارت کے فرائض سرانجام دینے والے محترم مولانا روشن دین صاحب تنویر 20/اپریل 1892ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کیا۔ اس کے بعد لاہور لاء کالج سے ایل ایل بی کیا اور وکالت شروع کر دی۔

آپ احمدیت کے مخالف تھے۔ 1939ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہوئے تو آپ یکسر تبدیل ہوئے اور پھر حضرت مصلح موعود کی کتاب انقلاب حقیقی کے مطالعہ نے کایا پلٹ دی اور 1940ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ بلند پایہ شاعر تھے اور پھر مضمون نگاری میں غیر معمولی مقام حاصل کیا۔ اپنے قلم کو احمدیت کے لئے وقف کر دیا۔ آپ 1946ء میں ہجرت کر کے قادیان آگئے اور حضرت مصلح موعود نے آپ کو الفضل کا ایڈیٹر مقرر فرمایا اور 25 سال تک آپ الفضل کے ایڈیٹر کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ 18 نومبر 1946ء سے 3 مئی 1971ء تک آپ مدیر الفضل رہے۔ الفضل اور عملہ الفضل ہی کو آپ اپنا خاندان تصور کرتے

تھے۔ احمدیت کی وجہ سے رشتہ داروں نے انقطاع کرلیا تھا۔ آپ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ایک وکیل، ایک انشاء پرداز، مصنف، شاعر، ایڈیٹر اور ایک قابل منتظم تھے۔ آپ نے 1972ء میں وفات پائی۔

قبول احمدیت سے پہلے تنویر صاحب کی تحریرات اپنے وقت کے مؤقر ادبی رسالوں میں چھپا کرتی تھیں۔ احمدی ہوئے تو آپ نے ادبی رسالوں میں لکھنا بند کردیا اور ساری جدوجہد سلسلہ کے رسالوں کے لئے وقف ہوگئی۔ جماعتی علم کلام پر دسترس حاصل کی اور قبول احمدیت کے صرف چھ سال بعد ہی مؤقر روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر مقرر ہوگئے اور تاریخ احمدیت کے روشن ستارے بن گئے۔

محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی

محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی کی الفضل کے لئے تقریباً نصف صدی کی خدمات ہیں۔ الفضل کے نازک اور پُرآشوب ادوار آپ نے مشاہدہ کئے اور مردانہ وار مقابلہ کیا۔ آپ نے الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر اور بانی صدر الفضل بورڈ کے طور پر 1946ء سے 1988ء تک خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ اور چار خلفائے احمدیت کی تربیت، راہنمائی، رفاقت اور شفقتوں کے مورد بنے ہیں۔ آپ کو قادیان، لاہور، کراچی اور ربوہ میں خدمت کی توفیق ملی۔

محترم دہلوی صاحب 16 فروری 1920ء کو دہلی کے ایک علمی اور مذہبی احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی اور آپ کے دادا حضرت مولوی محمود حسین صاحب (یکے از 313) دونوں رفقاء حضرت مسیح موعود تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم دہلی سے حاصل کی۔ 1936ء میں میٹرک کیا اور 1940ء میں اینگلو عربک کالج اجمیری گیٹ سے بی اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔

حضرت مصلح موعود نے 1944ء میں وقف کی تحریک فرمائی تو آپ کے والد صاحب نے اپنے بچوں کو وقف کردیا۔ چنانچہ آپ نے 1944ء میں اپنے دوسرے تین بھائیوں کے ساتھ وقف فارم پر کردیا۔ آپ کو 1946ء میں خدمت کے لئے بلایا گیا اور حضرت مصلح موعود نے آپ کا تقرر الفضل میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر فرمایا اور ساتھ ہی جرنلزم میں ڈپلومہ کرنے کا ارشاد بھی فرمایا۔

الفضل میں آپ کا تقرر ہوا تو محترم خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر تھے۔ ان کے ساتھ تین ماہ کام کا موقع ملا پھر محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ آپ نے ربع صدی تک 1946ء تا 1971ء بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر ان کے ساتھ گزارے اور پھر آپ 1971ء میں الفضل کے ایڈیٹر بنائے گئے اور یہ سلسلہ 1988ء میں آپ کی ریٹائرمنٹ پر ختم ہوا۔ صحافت اور الفضل آپ کی شناخت بن گیا اگرچہ اور میدانوں میں بھی آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔ ربوہ میں آپ کی رہائش بھی الفضل والی گلی (دارالرحمت غربی) میں تھی۔

حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر آپ نے 1946ء میں پنجاب یونیورسٹی کی جرنلزم کلاس میں داخلہ لیا اور آپ کا قیام احمدیہ ہوسٹل لاہور میں تھا جو کہ خالص دینی اور روحانی ماحول تھا۔

تقسیم کے بعد الفضل قادیان سے لاہور آ گیا اور یہ تقریباً آٹھ سال کا دور ہے اس عرصہ میں الفضل پر ایک سال کی بندش 1953ء میں لگی تو الفضل کا عملہ روزنامہ المصلح کراچی نکالنے کے لئے کراچی روانہ کردیا گیا۔ آپ اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر وہاں گئے اور پھر ایک سال بعد مارچ 1954ء میں لاہور اور دسمبر 1954ء میں ربوہ الفضل منتقل ہوا تو آپ ربوہ آ گئے۔ قیام لاہور میں ہی ''الرحمت'' ہفت روزہ نکالا تھا جس کا انتظام الفضل کے ماتحت تھا اس کے پبلشر بھی محترم دہلوی صاحب تھے۔

جب الفضل لاہور سے ربوہ منتقل ہوا تو اس کے لئے نیا ڈیکلریشن لینا تھا۔ اس کے پرنٹر و پبلشر محترم دہلوی صاحب بنے تھے۔ اس ڈیکلریشن کے حصول کی ساری کارروائی آپ نے کی۔ ربوہ میں آپ کے ساتھ محترم شیخ خورشید احمد صاحب نائب ایڈیٹر تھے۔ 1971ء میں آپ الفضل کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور 1988ء میں ادارہ الفضل سے الوداع ہوئے اور نئے ایڈیٹر محترم مولانا نسیم سیفی صاحب مقرر ہوئے۔

خلافت ثالثہ میں 1975ء میں الفضل بورڈ تشکیل دیا گیا تو آپ اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے اور 1983ء تک بورڈ کے صدر رہے۔ اس دور میں آپ صدر الفضل بورڈ، ایڈیٹر الفضل اور اس کے پرنٹر و پبلشر بھی تھے یوں ان عہدوں پر ایک وقت میں رہنے کا منفرد اعزاز آپ کے پاس ہے۔

الفضل کے لئے آپ نے سالہا سال تک رپورٹنگ کی ہے۔ اور یہ کام خلفاء کی راہنمائی میں کرنے کا موقع ملا ہے۔ آپ کی تحریر علمی، ادبی اور پرمغز ہوتی تھی۔ مدیر بنے تو انتہائی جاندار اداریے لکھے۔ آپ کے دور ادارت میں 1974ء کا پُرآشوب دور آیا اور پھر ضیاء کے مارشل لاء کے دور میں اخبارات پر سنسر شپ عائد کی گئی تو یہ بھی بہت کٹھن دور تھا۔ آپ ان سب ادوار میں سرخرو رہے۔ الفضل کے ساتھ ساتھ دو اور رسالوں میں بھی آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔ 1955ء تا 1959ء آپ موقر رسالہ الفرقان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے 1960ء میں اپنا ترجمان ماہنامہ ''انصاراللہ'' نکالا تو اس کے پہلے ایڈیٹر آپ مقرر ہوئے اور آپ 13 سال تک اس کے ایڈیٹر رہے اور ساتھ قائد اشاعت انصاراللہ مرکزیہ بھی تھے۔

آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ساتھ 1975ء، 1976ء اور 1980ء میں غیر ملکی دورہ جات یورپ، افریقہ اور امریکہ میں ہم سفر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے پہلے دورہ یورپ 1982ء میں آپ وفد میں شریک سفر تھے اور بیت بشارت سپین کے افتتاح میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ ان دورہ جات کی رپورٹنگ الفضل کے لئے آپ تیار کرکے بھجواتے۔ دوران ادارت اور پھر تا وفات تحریر و تقریر کے ذریعہ علمی خدمات بجالاتے رہے ہیں۔

1988ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ جرمنی چلے گئے۔ جرمنی میں قضاء کا نظام جاری ہوا تو آپ کو پہلا صدر قضاء بورڈ جرمنی مقرر کیا گیا جس کو آپ نے 5 سال تک نبھایا۔ ایم ٹی اے کے لئے آپ نے اردو ادب کا احمدی دبستان کے عنوان سے متعدد پروگرام ریکارڈ کرائے۔ جلسہ سالانہ ربوہ 1982ء میں تقریر کا موقع ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی بعض کتب کا ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کی خودنوشت سوانح ''سفر حیات'' کے نام سے شائع شدہ ہے۔

آپ نے مورخہ 3 نومبر 2011ء کو 91 سال کی عمر میں ربوہ میں انتقال کیا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ علماء میں آسودہ خاک ہیں۔ مکرم عرفان احمد خان صاحب جرمنی اور مکرم ڈاکٹر عمران احمد خان صاحب ربوہ آپ کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترم دہلوی صاحب کی خدمات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب

الفضل کے ایڈیٹر اور اس کے لئے اسیر رہنے کا اعزاز حاصل کرنے والے اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کی موجودگی میں بندش الفضل کے بعد اس کے نئے دور کے مدیر محترم مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی 28 نومبر 1989ء سے 10 مارچ 1998ء تک الفضل کے لئے بحیثیت ایڈیٹر خدمات بجالاتے رہے اور اپنے دور ادارت کے دوران پابند سلاسل بھی رہے اور پس زنداں رہتے ہوئے بھی قطعات کی بہار الفضل کی زینت کرتے رہے۔

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب 1917ء میں پیدا ہوئے۔ آپ رفیق حضرت مسیح موعود حضرت ماسٹر عطاء محمد صاحب سابق استاد جامعہ احمدیہ ربوہ کے فرزند ارجمند اور رفیق حضرت مسیح موعود حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے کے نواسے تھے۔ آپ نے گریجوایشن کرنے کے بعد کچھ عرصہ سرکاری ملازمت کی اور پھر حضرت مصلح موعود کی تحریک وقف پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی وقف کردی۔ وقف کے بعد آپ کو 1945ء میں اعلائے کلمہ دین کی خاطر نائیجیریا بھجوا دیا گیا۔

افریقہ میں لمبا عرصہ خدمات سرانجام دیں۔ آپ وہاں امیر و مشنری کے علاوہ رئیس المبلغین مغربی افریقہ بھی رہے۔

افریقہ قیام کے دوران آپ نے اپنی خداداد صحافتی خدمات کو بھی خوب نکھارا اور نائیجیریا و سیرالیون میں اخبارات کی ادارت کی۔ نائیجیریا میں The Truth رسالہ کی ادارت کی اور سیرالیون میں Views & Reviews نکالا۔ پاکستان آئے تو رسالہ تحریک جدید نکالا اور سالہا سال تک اس کی ادارت کی۔ اس میں آپ نے بیشمار مربیان کے حالات و واقعات کے علاوہ لاتعداد تصاویر کو بھی محفوظ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے شاعرانہ مزاج سے نوازا تھا۔ آپ قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ نے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شاعری کی اور مجموعہ ہائے کلام بھی شائع ہوئے۔ دربار خلافت سے داد بھی حاصل کی۔

صحافتی زندگی کا ایک لمبا سفر آپ نے طے کیا اور اردو انگریزی دونوں زبانوں اور افریقہ و پاکستان میں آپ کی صحافتی خدمات تقریباً نصف صدی تک جاری رہیں۔

آپ کی صحافت کا آخری دور روزنامہ الفضل سے وابستہ ہے۔ 1984ء میں آرڈیننس کے نتیجہ میں الفضل بندش کے دور میں آ گیا اور 5 سال بعد 1989ء میں جب دوبارہ جاری ہوا تو اس نئے دور کے مدیر محترم مولانا نسیم سیفی صاحب قرار پائے۔ یہ تحریر پر قدغنوں کا دور تھا۔ اب قلم آزاد نہ تھا۔ اس دور کے تقاضوں کے مطابق آپ نے یہ ذمہ داری سنبھالی اور اخبار کو لوگوں میں مقبول کیا۔ اس دور میں آپ پر لاتعداد مقدمات بنائے گئے لیکن آپ ایک شیر کی طرح مقابلہ کرتے رہے۔ تقریباً 60 کے قریب مقدمات آپ پر بنے۔ 1994ء ماہ فروری میں آپ کو تقریباً ایک ماہ تک اسیر راہ مولیٰ رہنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ اس اسیری میں خاکسار بھی آپ کی ملاقات کے لئے چنیوٹ جیل گیا تو آپ کو ہمت و حوصلے کا کوہ وقار پایا۔ ان اسیران میں آپ سب سے معمر تھے لیکن وہاں بھی اپنے روایتی لباس یعنی اچکن و پگڑی میں ملبوس ہوتے اور اشعار بارش کی طرح صفحہ قرطاس پر جاری رکھے ہوئے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے مکتوب محررہ 28 جنوری 1993ء بنام امۃ الباری ناصر صاحبہ تحریر فرمایا کہ:

''مکرم سیفی صاحب ماشاء اللہ بڑی ذہانت

سے الفضل کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں ورنہ الفضل کبھی کا بند ہو چکا ہوتا''۔

خاکسار راقم الحروف نے محترم مولانا نسیم سیفی صاحب سے بہت کچھ سیکھا ہے اور انہوں نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ آج کی یہ سطور جوان کے ذکر خیر کے لئے لکھ رہا ہوں یہ اس کا بدلہ نہیں ہو سکتیں۔

محترم سیفی صاحب مربی بھی تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ مصنف بھی تھے۔ مقرر بھی، منتظم بھی۔ آپ وکیل التعلیم تحریک جدید بھی رہے۔ ایڈیٹر بھی رہے۔ رئیس المربیان بھی رہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد 40 سے متجاوز ہے۔ اس میں اردو انگریزی دونوں زبانوں میں کتب نثر و نظم شامل ہیں۔ آپ نے احادیث اور ملفوظات کے انگریزی میں تراجم بھی شائع کئے۔ تصانیف کے علاوہ اخبارات و رسائل کی صورت میں بیشمار علمی و ادبی ورثہ چھوڑا ہے۔

آپ کو اہلیہ محترمہ سکینہ سیفی صاحبہ سے اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا جن میں محترم ظفر اقبال سیفی صاحب، محمد اقبال سیفی صاحب، انور اقبال سیفی صاحب، اظہر اقبال سیفی صاحب اور مکرمہ بشریٰ سلمان طاہر صاحبہ شامل ہیں سا ری اولاد اللہ کے فضل سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ عہدوں پر ہے۔

محترم مولانا نسیم سیفی صاحب نے 19 مارچ 1999ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ بزرگان میں مدفون ہوئے۔

محترم عبدالسمیع خان صاحب

موجودہ ایڈیٹر محترم مولانا عبدالسمیع خان صاحب جو گزشتہ 16 سال سے الفضل کی ادارت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ 9 نومبر 1959ء کو مکرم عبدالرشید خان صاحب کے ہاں خوشاب میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ اعزاز کے ساتھ پرائمری اور میٹرک پاس کیا اور زندگی وقف کر کے 1975ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور 1982ء میں شاہد کی ڈگری بھی اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ ہر کلاس میں اول آیا کرتے تھے اور ساتھ دیگر علمی ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی شریک رہتے۔ شاہد کے بعد حدیث کے استاد کے طور پر عملی زندگی کا جامعہ احمدیہ میں آغاز کیا۔ دور ادارت الفضل سے قبل آپ نے اپنی قلمی خدمات کا آغاز جماعتی اخبارات و رسائل میں مضامین کے ساتھ کیا۔ ماہنامہ تشحیذ الاذہان اور خالد کے نائب مدیر اور پھر 1985ء تا 1988ء ماہنامہ خالد کے ایڈیٹر کے طور پر کیا۔ اس دور میں آپ پر مقدمہ بھی دائر ہوا۔ خدام الاحمدیہ میں آپ مہتمم تعلیم، تربیت اور اصلاح و ارشاد رہے۔ انصار اللہ پاکستان میں آپ 8 سال قائد تعلیم القرآن رہے اور اب قائد اصلاح و ارشاد کے طور پر خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اسی طرح آپ مجلس افتاء اور تدوین فقہ کمیٹی کے ممبر بھی ہیں۔ متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں جماعت احمدیہ کے متعلق تاریخی معلومات، آسمانی گواہ، خلفائے احمدیت کی تحریکات، احمدیت کا فضائی دور، ایم ایم احمد۔ حالات و خدمات، خلافت رابعہ کی فتوحات، شمائل محمدؐ، صبر و استقامت کے شہزادے، جنت کا دروازہ شامل ہیں۔

11 مارچ 1998ء سے تا دم تحریر روزنامہ الفضل کی ادارت سنبھالے ہوئے ہیں اور الفضل کے علمی معیار اور اس میں تنوع پیدا کرنے کے لئے مصروف عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و فضل میں اضافہ کرے اور مقبول خدمت دین بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اسسٹنٹ ایڈیٹرز

محترم مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب

روزنامہ الفضل کے 15 سال تک اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر خدمات بجالانے والے اور اولین انچارج شعبہ زودنویسی محترم مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب 27 جنوری 1908ء کو حضرت مولوی فخرالدین صاحب آف گوگھیاٹ میانی رفیق حضرت مسیح موعود کے ہاں پیدا ہوئے۔ 1929ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1930ء میں آپ روزنامہ الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ان دنوں الفضل کے مدیر محترم خواجہ غلام نبی صاحب بلانوی تھے۔ آپ عرصہ پندرہ سال الفضل کے نائب مدیر رہے۔ آپ نے 1931ء سے سیدنا حضرت مصلح موعود کے خطبات و خطابات کو قلمبند کرنا شروع کیا اور 34 سال تک یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کے خطبات، تقاریر، مجالس عرفان کے کلمات طیبات، رپورٹس مجالس شوریٰ، دروس القرآن کے نوٹس مرتب کر کے احباب جماعت تک پہنچانے کی توفیق پائی۔ 1945ء میں صیغہ زودنویسی قائم ہوا تو آپ اس کے انچارج مقرر ہوئے۔

حضرت مصلح موعود نے آپ کے فن زودنویسی کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا:-

''حقیقت یہ ہے کہ عملی طور پر صرف مولوی محمد یعقوب صاحب ہی اس وقت سب کام کر رہے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے قدرتی طور پر زودنویسی کا ملکہ عطا کیا ہوا ہے اور جو اکثر خطبات اور ڈائریاں وغیرہ نہایت صحیح لکھتے ہیں......ان کے لکھے ہوئے مضمون کے متعلق میرا ذہن یہ تو تسلیم کر سکتا تھا کہ کسی بات کے بیان کرنے میں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مگر میرا ذہن یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ انہوں نے کسی بات کو غلط طور پر تحریر کیا ہے''۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1945ء ص 87)

آپ نے زودنویسی کے فن کو کمال تک پہنچایا اور اس قدر محنت کے ساتھ حضرت مصلح موعود کے کئی کئی گھنٹوں کے خطابات کو براہ راست آپ نوٹ کرتے اور پھر تحریر کر کے حضور کو دکھاتے اور احباب جماعت کی خدمت میں یہ خزانہ پہنچاتے۔ لکھتے لکھتے آپ کی انگلیوں کی ساخت بھی خاص طرز کی ہوگئی تھی۔

مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب بلند پایہ محقق اور مؤلف بھی تھے۔ چشمہ عرفان بجواب تحریک قادیان اور طبی نسخہ جات جیسی کتب کے مصنف تھے اسی طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مولانا عبیداللہ بسمل صاحب کے مفصل حالات آپ نے تحریر کر کے متعدد قسطوں میں شائع کئے۔ آپ نے 5 اکتوبر 1964ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ رفقاء میں آپ کی خدمات کے پیش نظر تدفین ہوئی۔ آپ کے بیٹے مکرم محمد داؤد طاہر صاحب گلبرگ لاہور (سابق انکم ٹیکس آفیسر) کئی معروف سفرناموں کے خالق ہیں۔

محترم شیخ خورشید احمد صاحب

محترم شیخ خورشید احمد صاحب 33 سال تک الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر رہے۔ الفضل کے علاوہ آپ کو ایڈیٹر تشحیذ الاذہان اور ایڈیٹر مصباح ہونے کا اعزاز بھی ملا ہے۔

محترم شیخ خورشید احمد صاحب کے والد کا نام شیخ سلامت علی صاحب اور نانا حضرت مولوی خان صاحب، فرزند علی خان صاحب سابق امام بیت الفضل لندن تھا۔ آپ کی شادی محترمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ بنت مکرم عبدالرحیم صاحب دیانت درویش قادیان سے ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بھی علمی ذوق اور مزاج کی حامل تھیں اور سالہا سال سیکرٹری اشاعت لجنہ مرکزیہ رہیں اور خدا کے فضل سے بقید حیات ہیں۔

محترم شیخ خورشید احمد صاحب نے ادیب عالم اور ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ اردو ادب سے بچپن سے لگاؤ تھا۔ جوانی میں ہی اعلیٰ پائے مضامین شائع ہونا شروع ہوگئے تھے ان مضامین کا تذکرہ حضرت مصلح موعود نے بھی اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔ آپ کو 1946ء میں اسسٹنٹ ایڈیٹر متعین کیا گیا اور 33 سال تک الفضل کی خدمات کی توفیق ملی۔ کئی بار آپ قائم مقام ایڈیٹر بھی رہے۔ مہتمم اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی رہے۔ آپ کی تین تصنیفات معروف ہیں۔ راہ ایمان، مختصر تاریخ احمدیت اور جوئے شیر۔ وفات سے کئی سال پہلے کینیڈا اپنے بچوں کے پاس منتقل ہو گئے تھے اور وہیں 18 اکتوبر 2010ء کو 97 سال کی عمر میں وفات پائی اور کینیڈا میں ہی تدفین ہوئی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑیں جو سب کینیڈا مقیم ہیں۔

محترم مولانا سلطان احمد صاحب پیرکوٹی زودنویس و معاون ایڈیٹر

جماعت کے دیرینہ خادم اور عالم دین محترم مولانا سلطان احمد صاحب پیرکوٹی زودنویس و معاون ایڈیٹر الفضل یکم جون 1923ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق جماعتی حوالے سے مردم خیز جماعت پیرکوٹ ثانی حال ضلع حافظ آباد سے تھا۔ یہ گاؤں جماعت کے معروف بزرگ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا سسرال بھی تھا۔ محترم مولانا سلطان احمد پیرکوٹی صاحب کے والد حضرت میاں پیر محمد صاحب پیرکوٹی رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ اسی طرح آپ کے تایا حضرت میاں نور محمد صاحب اور چچا و سسر حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب اور آپ کے پھوپھا حضرت میاں فتح الدین صاحب گوندل بھی رفقاء حضرت مسیح موعود تھے۔

آپ نے مدرسہ احمدیہ قادیان سے فاضل عربی کیا۔ جنگ عظیم دوم میں آسام اور برما کے محاذ پر فوجی خدمات بجالائے اور پھر 46-1945ء میں وقف کر کے قادیان آگئے۔ 38 سال تک شعبہ زودنویسی اور روزنامہ الفضل کے ساتھ منسلک رہے اور 1983ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ کو سالہا سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطبات مرتب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے ساتھ آپ نے گرانقدر علمی خدمات بھی سرانجام دی ہیں۔ متعدد کتب کے مؤلف و مرتب تھے جن میں آپ کو تفسیر حضرت مسیح موعود، حقائق الفرقان، خطبات محمود، رویا و کشوف سیدنا محمود، خطبات محمود نکاح بھی مرتب کرنے کی توفیق ملی اس کے علاوہ شان رسول عربیؐ، شان قرآن، سیرت حضرت حافظ روشن علی اور رفقاء پیرکوٹ ثانی، آپ کی کتب ہیں اس کے علاوہ سینکڑوں مضامین روزنامہ الفضل میں شائع شدہ ہیں۔ آپ کو سماجی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ ضلع جھنگ میں بطور اعزازی آرمی ویلفیئر آفیسر کے طور پر بھی خصوصی خدمات بجالاتے رہے۔ آپ نے 74 سال کی عمر میں 15 اپریل 1997ء کو انتقال کیا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔ آپ کی اولاد میں 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم مرزا امیر احمد صاحب دارالرحمت غربی ربوہ جبکہ باقی اولاد کیلیفورنیا امریکہ میں ہیں۔

خاکسار راقم الحروف آپ کے بڑے بھائی

مکرم مولوی محمد عبداللہ پیر کوٹی صاحب واقف زندگی کا نواسہ ہے۔

محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر

روزنامہ الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب 1979ء سے تاوفات 2001ء الفضل میں خدمات بجالاتے رہے۔

آپ 26 نومبر 1950ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم ڈاکٹر سید محمد جی احمدی صاحب تھے اور آپ کے دادا حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب نے 1905ء میں حضرت مسیح موعود کی بیعت کی تھی۔ شوق صاحب نے 1977ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے جرنلزم کیا۔ 1975ء سے 1979ء تک لاہور اور راولپنڈی میں مختلف ملکی اخبارات میں کام کیا۔ اپریل 1979ء سے (بعد وقف) الفضل میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر خدمات سلسلہ کا آغاز کیا اور تاوفات 23 نومبر 2001ء خدمات بجالاتے رہے۔ آپ 1990ء سے 2001ء تک سیکرٹری الفضل بورڈ بھی رہے۔

آپ خدام الاحمدیہ میں مہتمم امور طلباء اور ایڈیٹر ماہنامہ خالد بھی رہے۔ اسی طرح لوکل انجمن احمدیہ میں سیکرٹری اشاعت اور محلّہ کی سطح پر بھی خدمت کرتے رہے ہیں۔

آپ میدان صحافت کے شاہسواروں میں سے تھے۔ الفضل میں 22 سالہ خدمات میں آپ نے انتہائی جاندار رپورٹنگ کی۔ خطبات خلفاء کی اور تقاریر کی رپورٹنگ اور خلاصے اور متن کی اشاعت کی سعادت ملتی رہی۔ اہم شخصیات کا تعارف اور نئی کتابوں پر تبصرے آپ کی پیشہ وارانہ قابلیت کا ثبوت ہے۔ ایم ٹی اے کے لئے متعدد پروگرامز ریکارڈ کروائے۔ آپ کی تالیفات میں بچوں کے لئے سرظفراللہ خان بڑے آدمی کیسے بنے اور سیرۃ و سوانح حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری (حیات خالد) شامل ہیں۔ آپ نے اہلیہ چاند سلطانہ صاحبہ کے علاوہ ایک بیٹا سید ابراہیم سہیل صاحب مربی سلسلہ اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔

خاکسار محمد محمود طاہر اسسٹنٹ ایڈیٹر

محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر کی وفات کے بعد خاکسار محمد محمود طاہر اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل تعینات ہوا۔ خاکسار نے 1983ء میں وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ جامعہ پاس کرنے کے بعد صحافت کے لئے تخصص ہوا اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے 1992ء میں ایم اے ابلاغیات پہلی پوزیشن اور گولڈ میڈل کے ساتھ کیا اور پھر کراچی یونیورسٹی سے ایم فل کیا۔ 1988ء سے اخبارات و رسائل میں مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ سینکڑوں مضامین اور ایک کتاب سیرت حضرت منشی اروڑے خان شائع ہوچکی ہے۔ 03-2002ء تا 2008ء نائب مہتمم مقامی، 2009ء میں قائد تربیت، 11-2010ء ایڈیٹر انصار اللہ اور اب قائد تعلیم القرآن انصاراللہ، کئی سالوں سے قاضی سلسلہ اور 2002ء تا حال ممبر الفضل بورڈ خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ دسمبر 2001ء تا دسمبر 2003ء اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل، پھر طاہر فاؤنڈیشن اور آجکل نظارت اشاعت میں خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ خاکسار کی اہلیہ درثمین طاہر صاحبہ ایم ایس سی ایم فل ٹیچر نصرت جہاں اکیڈمی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیٹوں سے نوازا ہے۔

محترم فخر الحق شمس صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر

مکرم فخر الحق شمس صاحب موجودہ اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ہیں۔ جامعہ احمدیہ پاس کرنے کے بعد کچھ عرصہ فیصل آباد، مظفر گڑھ، لاہور میں بطور مربی سلسلہ کام کیا۔ صحافت میں تخصص ہوا۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم اے ابلاغیات پاس کیا اور روزنامہ جنگ لاہور میں ایک سال انٹرن شپ مکمل کی۔ تین سال تک بطور استاد انگریزی جامعہ احمدیہ، معاون صدر اور مہتمم امور طلباء مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان خدمت کی توفیق ملی۔ 2000ء میں الفضل میں تقرر ہوا۔ 2004ء سے اب تک بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر و ممبر بورڈ الفضل، 10 سال تک سیکرٹری بورڈ الفضل بھی رہے ہیں۔

مینیجرز الفضل کا تعارف

کسی بھی اخبار کے انتظامی معاملات چلانے کے لئے ایک منتظم اور اس کے عملہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اخبار کی طباعت و ترسیل و اشاعت کی ذمہ داری اور اس کے مالی معاملات کو چلاتا ہے۔ اخبار الفضل کا اجرا سیدنا محمود کے ہاتھوں 1913ء میں ہوا تو بانی الفضل کے الفاظ میں ابتدائی طور پر اس قسم کے تمام کام حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل سرانجام دیا کرتے تھے۔ گویا عملاً الفضل کے پہلے مینیجر اکمل صاحب تھے۔

(انوار العلوم جلد 1 ص 372)

تاہم بعد میں مستقل طور پر اس کے لئے مینیجر کا تقرر کیا گیا۔ پہلے مینیجر کا عرصہ خدمت نامعلوم اور مختصر ہے اور ان کے مزید حالات بھی نہیں ملے۔ ان کے بعد پھر قاضی اکمل صاحب اور خواجہ غلام نبی صاحب مینیجر کی ذمہ داری نبھاتے رہے ہیں۔ جن کے بعد محترم شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر کا تقرر مینیجر کے طور پر ہوا۔ اس ابتدائی نوٹ کے بعد مینیجرز الفضل کا مختصر تعارف ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب

ان کا ذکر ایڈیٹرز میں آچکا ہے۔

محترم مرزا عبدالغفور بیگ صاحب

آپ کے تقرر کے بارہ میں اخبار الفضل 9 جولائی 1913ء کو یہ اعلان شائع ہوا۔

مرزا عبدالغفور بیگ صاحب جنہوں نے اس سال امتحان انٹرنس پاس کیا ہے الفضل کے مینیجر مقرر ہوئے ہیں اور الفضل کو دفتر کے لئے نواب صاحب (حضرت نواب محمد علی خان صاحب۔ ناقل) نے اپنے مکان کے نیچے کی منزل دی ہے جو بہت عمدہ اور فیشنیبل مکان ہے۔

(الفضل 9 جولائی 1913ء ص 1)

باوجود کوشش کے مرزا عبدالغفور بیگ صاحب کے مزید حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ یہ مضمون پڑھنے والے اگر مرزا عبدالغفور بیگ صاحب کے بارہ میں معلومات رکھتے ہوں تو وہ ادارہ الفضل کے ریکارڈ کے لئے ارسال کردیں تا تاریخ میں محفوظ کرلئے جائیں۔ شکریہ

محترم رحمت اللہ شاکر صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر و مینیجر الفضل

روزنامہ الفضل کے مینیجر اور اسسٹنٹ ایڈیٹر محترم رحمت اللہ شاکر صاحب 1901ء میں قادیان کے قریبی گاؤں فیض اللہ چک میں پیدا ہوئے جو کہ جماعت کے لئے ایک مردم خیز گاؤں تھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت حافظ نور محمد صاحب حضرت مسیح موعود کے ابتدائی رفقاء اور فہرست 313 میں 58 نمبر پر تھے اور رجسٹر بیعت میں 146 واں نمبر تھا۔ سلسلہ کے لٹریچر میں متعدد مقامات میں آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

محترم شیخ رحمت اللہ شاکر صاحب کا نام رحمت اللہ حضرت مسیح موعود نے رکھا تھا پھر شاکر تخلص اختیار کیا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کیا اور علمی و روحانی ماحول میں پرورش پائی۔ شروع سے علمی ذوق تھا۔ وقف سے پہلے عبدالمجید سالک صاحب کے اخبار انقلاب سے بھی وابستہ رہے۔ الفضل کے لئے معاون ایڈیٹر کی آسامی کا اعلان اخبار میں پڑھا تو درخواست دے دی اور انقلاب چھوڑ کر ستمبر 1927ء میں الفضل کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر خدمات کے ساتھ آپ کچھ عرصہ الفضل کے مینیجر کے طور پر بھی خدمات کرتے رہے اور 1950ء میں الفضل سے الگ ہوئے اور سیالکوٹ میں سکونت اختیار کرلی یہاں بھی اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کے ساتھ اخبارات و رسائل سے وابستگی رہی اور تحریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ اللہ کے فضل سے حضرت مسیح موعود اور چار خلافتوں کا دور آپ نے پایا۔

آپ شاعر بھی تھے اور آپ کا کلام جماعتی اخبارات و رسائل میں شائع شدہ ہے۔ آپ کی دو معروف کتب بھی ہیں۔

(1) مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے (2) سرفروشان اسلام

آپ نے لمبی عمر پائی اور تقریباً 100 سال کی عمر میں مورخہ 24 جون 2000ء کو وفات پاکر ربوہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد سیالکوٹ، لاہور، جرمنی، انگلستان میں موجود ہے۔ جن میں خالد سیف اللہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم، جری اللہ خان صاحب ایڈووکیٹ لاہور، وجیہہ اللہ صاحب ایڈووکیٹ لاہور، مکرم صبغۃ اللہ صاحب ایڈووکیٹ سیالکوٹ، مکرم مطیع اللہ صاحب ہیلتھ انسپکٹر سمبڑیال، رفیع اللہ صاحب جرمنی شامل ہیں۔ آپ کی کتاب مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے کے متعدد زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔

محترم چوہدری عبدالواحد صاحب

محترم چوہدری عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر اخبار ''اصلاح'' سری نگر کو 48-1947ء میں مینیجر الفضل کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اخبار الفضل جب قادیان سے لاہور میں منتقل ہوا تو اس تاریخی اور نازک عرصہ میں الفضل کے مینیجر محترم چوہدری عبدالواحد صاحب تھے جو قبل ازیں ایڈیٹر اصلاح سری نگر کے طور پر خدمات بجالا چکے تھے۔

محترم چوہدری عبدالواحد صاحب 15 اپریل 1903ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ضلع امرتسر سے تھا۔ آپ کے والد محترم چوہدری اللہ بخش صاحب نے 1903ء میں بیعت کی تھی اور وہ محکمہ انہار میں ملازم تھے۔ آپ نے مڈل کے بعد قادیان میں تعلیم حاصل کی۔ 1927ء میں جے وی کا امتحان پاس کیا اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں انگریزی کے استاد کے طور پر خدمات کا آغاز کیا۔ انگریزی کے ساتھ سکاؤٹنگ کا کام بھی آپ کے سپرد ہوا۔ اپریل 1936ء میں حضرت مصلح موعود نے آپ کو ایڈیٹر اصلاح سری نگر کے لئے منتخب فرمایا۔ اس اخبار نے اہل کشمیر کو ان کے حقوق دلوانے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ کشمیریوں کا ترجمان تھا۔ کشمیر میں آپ کی

قائداعظم محمد علی جناح سے بھی ملاقات ہوئی۔ 1947ء میں آپ آزاد کشمیر حکومت کی طرف سے پبلسٹی آفیسر بھی مقرر ہوئے۔ آپ کی خدمات کا تذکرہ مؤرخ کشمیر محمدالدین فوق نے بھی اپنی کتاب تاریخ اقوام کشمیر میں کیا ہے۔

عمر کے آخری ایام آپ نے اپنی زمینوں 8 M B تحصیل قائد آباد ضلع خوشاب میں گزارے اور وہیں 8 جولائی 1964ء میں آپ نے انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ مکرم منیر احمد فرخ صاحب امیر ضلع اسلام آباد آپ کے بھتیجے ہیں۔ جبکہ آپ کے ایک پڑپوتے سالک احمد صاحب استاد جامعہ احمدیہ سینئر سیکشن ربوہ ہیں۔

محترم عبداللہ اعجاز صاحب

مکرم مولوی عبداللہ اعجاز صاحب ابن مکرم میاں احمد دین صاحب 1913ء میں پیدا ہوئے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی اور قادیان سے جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔ آپ 1934ء سے 1947ء تک حضرت مصلح موعود کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ متعدد سفروں میں حضور کی رفاقت نصیب ہوئی پھر آپ کو الفضل کا مینیجر مقرر کیا گیا۔ المصلح کراچی کے ساتھ بھی بطور مینیجر منسلک رہے۔ 1954ء تک الفضل کے مینیجر رہے۔ فراغت کے بعد بدوملہی اور پھر لاہور چلے گئے اور وہاں پرائیویٹ ملازمت کی۔ آپ 1/9 حصہ کے موصی تھے۔ وصیت نمبر 4444 تھا۔ 18/اکتوبر 1975ء کو 62 سال کی عمر میں وفات پائی۔ بوقت وفات آپ بدوملہی گئے ہوئے تھے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ نمبر 12 میں مدفون ہیں۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹا مکرم مبارک رضی اللہ صاحب آف سویڈن اور چار بیٹیاں تھیں۔ آپ کے ایک نواسے مکرم آغا محمد یحیٰ خان صاحب مربی سلسلہ سویڈن ہیں۔

محترم ملک محمد عبداللہ صاحب

محترم ملک محمد عبداللہ صاحب سلسلہ کے دیرینہ خادم تھے جنہوں نے جماعت کی طویل عرصہ انتظامی، علمی، تدریسی اور قلمی خدمات سرانجام دیں۔ آپ اکتوبر 1910ء میں سمبڑیال میں حضرت ملک حسن محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے ہاں پیدا ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ قادیان سے مولوی فاضل اور پھر جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ 1934ء میں خدمات سلسلہ کا آغاز بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل کیا۔ ریویو آف ریلیجنز اور مصباح کے ایڈیٹر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری رہنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ تصنیف کے کام میں بھی معاونت کی سعادت ملی۔ رجسٹر روایات رفقاء کی تدوین کے لئے آپ کو ملک فضل حسین صاحب اور شیخ عبدالقادر صاحب کے ساتھ مل کر خدمت کی توفیق ملی۔ 1953ء میں اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔ 1954ء میں مولوی عبداللہ اعجاز صاحب کی جگہ آپ کو مینیجر الفضل بنایا گیا اور یوں الفضل کے لئے آپ کو انتظامی خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ دسمبر 1955ء میں آپ کا تقرر تعلیم الاسلام کالج میں بطور لیکچرار ہو گیا جس کی وجہ سے مینیجر الفضل کی ذمہ داری محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب مربی بلاد عربیہ کے پاس آئی۔ آپ کے دور میں الفضل لاہور سے ربوہ منتقل ہوا۔

آپ کو کئی خدمات بجالانے کی توفیق ملی ماہنامہ انصاراللہ کے اعزازی مینیجر اور قائد مال رہے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت ملک غلام فرید صاحب کے ساتھ انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کے دوران معاونت کا موقع ملا۔ آپ کی کتاب ''میری یادیں'' میں آپ کی خدمات کا ذکر موجود ہے۔ آپ کی متعدد تصنیفات ہیں۔ آپ کی اولاد میں محترم ڈاکٹر ملک مقبول احمد صاحب آف اسلام آباد شامل ہیں جن کو لمبے عرصہ سے بطور صدر حلقہ خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب

سابق مربی بلاد عربیہ و گیمبیا محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب گیمبیا روانگی سے قبل قیام پاکستان کے عرصہ میں روزنامہ الفضل کے مینیجر رہے۔ آپ محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کے بعد مینیجر مقرر ہوئے۔ محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ جب خاکسار کا تقرر تعلیم الاسلام کالج میں ہو گیا تو حضرت مصلح موعود نے مجھ سے نئے مینیجر کے لئے مشورہ طلب فرمایا تو خاکسار نے مولانا چوہدری محمد شریف کا نام تجویز کیا جسے حضرت مصلح موعود نے منظور فرمایا۔

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب 12 جنوری 1913ء کو جھنگڑ کلاں ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے۔ 1929ء میں جامعہ احمدیہ قادیان داخل ہوئے۔ آپ نے مولوی فاضل اور مربی کلاس پاس کی۔ آپ کا تقرر حیفا فلسطین میں ہوا۔ 7 ستمبر 1938ء کو قادیان سے فلسطین کے لئے روانہ ہوئے اور 18 سال تک خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ فلسطین کے علاوہ اردگرد کے عرب ممالک میں بھی آپ کی زیر نگرانی کام ہو رہا تھا۔ عربی رسالہ البشریٰ کے ایڈیٹر رہے۔ متعدد کتب عربی میں شائع کیں۔ 27 فروری 1943ء کو آپ کی اہلیہ فضل بی بی صاحبہ فلسطین میں انتقال کر گئیں اور کبابیر میں دفن ہوئیں۔ دوسری شادی آپ نے معزز عرب گھرانے کی خاتون محترمہ حکمت عباس عودہ صاحبہ سے کی۔ آپ نے نہایت مشکل حالات میں بلاد عربیہ میں کام کیا۔ 14 دسمبر 1955ء کو آپ مرکز تشریف لائے۔ مرکز میں مختلف عہدوں پر کام کیا جن میں ناظم دارالقضاء، مینیجر الشرکۃ اور مینیجر روزنامہ الفضل رہے۔ 1961ء میں آپ گیمبیا کے پہلے مربی کے طور پر تشریف لے گئے اور جماعت گیمبیا کی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کرنے کی توفیق ملی۔ سابق گورنر جنرل گیمبیا سر ایف ایم سنگھاٹے بھی آپ کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے جن کے ذریعہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' پہلی بار پوری ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مقام نعیم پر فائز جن مربیان کا تذکرہ کیا ان میں محترم چوہدری محمد شریف صاحب بھی شامل تھے۔ 1973ء تک آپ گیمبیا میں خدمات بجالاتے رہے اور پھر مرکز آکر مختلف عہدوں اور اداروں میں خدمات سرانجام دیں جن میں سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ممبر مجلس افتاء، مرکزی قاضی سلسلہ، پروفیسر جامعہ احمدیہ، زعیم اعلیٰ انصاراللہ ربوہ بھی رہے۔ 30 جولائی 1993ء کو 80 سال کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ بزرگان میں تدفین ہوئی۔ آپ کی اولاد میں پہلی بیوی سے ایک بیٹا مکرم عبدالرشید شریف صاحب اور ایک بیٹی جبکہ دوسری بیوی سے دو بیٹے اور آٹھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آپ مستجاب الدعوت اور بے نفس وجود اور بے لوث خادم سلسلہ تھے اللہ تعالیٰ ان جیسے بے لوث خادم جماعت کو عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

محترم گیانی عباداللہ صاحب

الفضل کے لئے لمبا عرصہ تک خدمات بجالانے والے سلسلہ کے معروف عالم اور سکھ مت کے مشہور سکالر محترم گیانی عباداللہ صاحب 1912ء میں کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ وائیں قوم سے تعلق رکھتے تھے، آپ نے جوانی میں حضرت مصلح موعود کی بیعت کی۔ آپ نے سکھ مت کی تعلیم حاصل کی اور گیانی کا امتحان پاس کیا اور پھر بطور مربی سلسلہ سالہا سال تک خدمات بجالاتے رہے۔ آپ سکھ مذہب پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور اس مہارت کا اعتراف سکھ علماء بھی کرتے تھے۔ آپ نے سکھ مذہب کے بارہ میں دو درجن کے قریب کتب لکھیں۔ آپ نے جنگ ستمبر 1965ء میں ریڈیو پاکستان سے ایک پنجابی پروگرام شروع کیا جو کئی سال تک جاری رہا۔ سکھ بھائی اس پروگرام کو بہت پسند کرتے تھے۔ یہ پروگرام آپ نے ریڈیو پاکستان سے بغیر معاوضہ جاری رکھا۔

روزنامہ الفضل کے لئے آپ نے دو دہائیوں سے زائد عرصہ خدمات کیں۔ پہلے مینیجر اشتہارات رہے اور پھر اس کے بعد مینیجر الفضل کے طور پر سالہا سال کام کرتے رہے۔ آپ کے بعد محترم آغا سیف اللہ صاحب الفضل کے مینیجر بنے۔ خرابی صحت کے باعث محترم گیانی صاحب 1984ء میں اپنے بچوں کے پاس امریکہ چلے گئے۔ وہاں بھی سکھ لٹریچر پر کام جاری رکھا۔ آپ کے بیٹے مکرم احسان اللہ وائیں صاحب میامی امریکہ بتاتے ہیں کہ ہماری والدہ جو کہ محترم چوہدری عبدالرزاق صاحب رفیق حضرت مسیح موعود آف امرتسر کی بیٹی تھیں وہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کی قریبی رشتہ دار تھیں۔ محترم گیانی عباداللہ صاحب نے جنوری 1993ء میں 81 سال کی عمر میں امریکہ میں انتقال کیا اور واشنگٹن میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

محترم آغا سیف اللہ صاحب

الفضل کے لئے طویل عرصہ خدمات بجالانے والے محترم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر الفضل حال مقیم لندن یکم جنوری 1936ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مکرم آغا اللہ رکھا صاحب تھا۔ آپ کا خاندان احمدیت کے نور سے ابھی منور نہ ہوا تھا۔ محترم آغا صاحب نے 1954ء میں جواں عمری میں احمدیت قبول کی اور ساتھ ہی اپنی زندگی احمدیت کے لئے وقف کر دی۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ دوران جامعہ آپ مجلس علمی (مجلس جمعیۃ علمیہ) کے سیکرٹری بھی رہے۔ شاہد کے بعد آپ نے پرائیویٹ طور پر ایم اے اور پھر ایل ایل بی بھی پاس کر لیا۔ پاکستان میں رحیم یار خان، اوکاڑہ، اٹک اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں بطور مربی سلسلہ خدمت کی توفیق ملی۔

روزنامہ الفضل کے لئے آپ کی تاریخی خدمات کا آغاز یکم جولائی 1984ء سے ہوا جب آپ کو مینیجر الفضل مقرر کیا گیا۔ ادارہ الفضل کے لئے یہ انتہائی مشکل اور پُرآشوب دور تھا۔ ایک طرف امتناع قادیانیت آرڈیننس اور دیگر قوانین کی زد میں ادارہ کو لا کر بندش اخبار کی مشکل سے دوچار کر دیا گیا۔ مالی مشکلات کا بھی ادارہ کو سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور دربار خلافت کی دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے محترم آغا سیف اللہ صاحب نے الفضل کی گرانقدر خدمت کی۔ الفضل پر پابندی اٹھی اور نئے دور کا آغاز ہوا تو الفضل کی اشاعت، اس کی پرنٹنگ کوالٹی میں بہتری، کتابت سے کمپوزنگ کے دور کا آغاز، رنگین طباعت، الفضل کی انٹرنیٹ تک رسائی۔ مالی لحاظ سے استحکام اور عملہ کے لئے بہتر سہولتیں مہیا کرنا یہ سب کچھ کرنے کی توفیق آغا

یہ ترجماں ہے زندہ خلافت کے نور کا
برسا رہا ہے نور کی باران الفضل

اے لوائے احمدیت قوم احمد کے نشاں

LOVE FOR ALL کا چلتا پھرتا پیغام

حضور انور کا یورپین یونین پارلیمنٹ سے خطاب

یورپی یونین پارلیمنٹ کے اراکین حضور انور کا خطاب سن رہے ہیں

Veshta جرمنی کی پہلی بیت القادر کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر
حضور انور خطاب فرمار ہے ہیں (11 / اکتوبر 2011ء)

شکاگو امریکہ میں بننے والی پہلی بیت صادق کی تعمیر نو کے افتتاح کے موقع پر
حضور انور دعا کرار ہے ہیں (17 جون 2012ء)

جلسہ سالانہ ہالینڈ کے موقع پر ایک تقریب میں حضور انور
مہمانوں سے خطاب فرمار ہے ہیں (19 مئی 2012ء)

بیت الصمد Giessen جرمنی کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر
حضور انور خطاب فرمار ہے ہیں (28 مئی 2012ء)

یہ خاص عطاءِ ربی ہے ہم اہلِ وفا، اہل اللہ پر
ہر قلب پہ جلوہ گر ہو کر مامور ابن منصور ہوا

اب تھام لو اس کو اے لوگو جو حبل اللہ اتر آئی
مانند عروۃُ الوثقیٰ یہ اب دست مسرور ہوا

بعض تاریخی تصاویر جن میں خلفائے وقت کے ساتھ الفضل کے مضمون نگار اور خدمت گزار موجود ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث محترم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں۔
ساتھ محترم چوہدری محمد علی صاحب کھڑے ہیں۔

ایک تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تشریف فرما ہیں۔ حضور کے دائیں جانب حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور بائیں جانب محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب کھڑے ہیں اور حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب موجود ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تشریف فرما ہیں اور سٹیج پر محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کچھ پیش فرما رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ثاقب زیروی صاحب سے محو گفتگو ہیں۔
حضور کے دائیں جانب محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب کھڑے ہیں۔

کرسیوں پر (دائیں سے بائیں) محترم مولانا غلام باری سیف صاحب۔ محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع، محترم مولانا جلال الدین قمر صاحب، محترم مولانا شیخ نور احمد منیر صاحب، کھڑے ہوئے مکرم محمد یعقوب صاحب، شیخ نصیر الدین صاحب اور مولوی محمد شریف صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایک مہمان سے ملاقات فرما رہے ہیں۔ دائیں سے محترم چوہدری حمید اللہ صاحب، محترم حیدر علی ظفر صاحب، محترم مسعود احمد خان دہلوی صاحب، محترم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب اور حضور کے دائیں طرف محترم چوہدری انور حسین صاحب

محترم محمد جلال شمس صاحب، محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع، محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب، محترم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب اور محترم بشارت محمود صاحب

الفضل کے محسن، بزرگ مضمون نگار، جن کے رشحات قلم نے الفضل کو ہمیشہ تازگی دی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

حضرت نواب محمد علی خان صاحب

حضرت مفتی محمد صادق صاحب
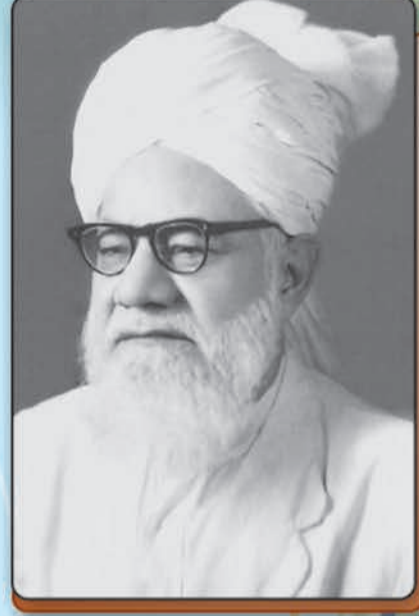
حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب
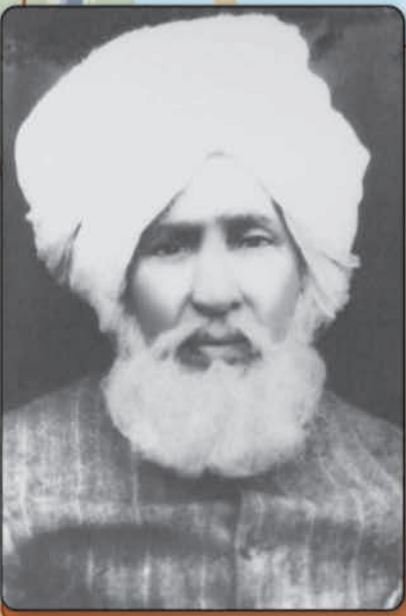
حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب

مضمون نگار اس کے ہیں اعلیٰ مصنفین صدہا مربیان ہاں صدہا معلمین

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب

حضرت مولانا شیر علی صاحب

حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب

حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب

حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی

حضرت مولانا ملک غلام فرید صاحب
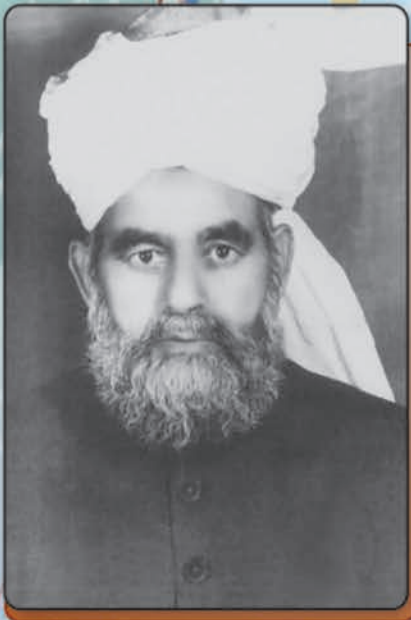
حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب

حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب
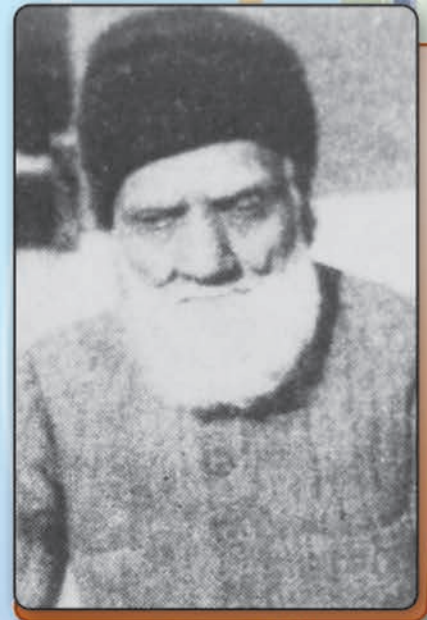
صاحب کو ملی۔ آپ عملہ الفضل کے ساتھ پدرانہ شفقت رکھتے تھے۔ آپ کا بیشتر وقت دفتر الفضل اور عملہ الفضل کے ساتھ گزرتا تھا۔ محترم آغا صاحب جمالیاتی ذوق کے حامل شخصیت ہیں۔ آپ کے دور میں دفتر کی تزئین و آرائش اور اس کے ماحول میں خوبصورت باغ کا اضافہ آپ کی ذاتی دلچسپی اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ خاکسار 2001ء میں الفضل میں اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوا تو محترم آغا صاحب مینیجر تھے۔ آپ کے ساتھ گزرا ہوا یہ وقت خوبصورت یادیں لئے ہوئے ہے۔ پھر الفضل بورڈ میں آپ سے رفاقت رہی۔

الفضل کی تعمیر و ترقی کے لئے محترم آغا سیف اللہ صاحب کی خدمات تاریخی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے۔ مینیجر کے ساتھ ساتھ 1993ء میں آغا صاحب ناظم دارالقضاء مقرر ہوئے اور سالہا سال یہ خدمات بجالاتے رہے۔ محترم آغا سیف اللہ صاحب کو الفضل کے لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کی بھی سعادت ملی۔ 1994ء کے اسیران الفضل میں آپ بھی شامل تھے جب آپ پابند سلاسل رہے۔ اس کے علاوہ آپ پر کئی مقدمات بنے۔

یکم جولائی 1984ء سے اکتوبر 2006ء تک آپ الفضل کے مینیجر رہے اور پھر لندن منتقل ہو گئے۔ لندن میں آپ قاضی کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے آغا عبداللہ یوسف صاحب اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

مکرم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب

مکرم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب 10 را کتوبر 1948ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام سید مختار احمد ہاشمی صاحب ہے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا حضرت شاہ دین ہاشمی صاحب نمبر دار و جاگیردار آف محل پور (انڈیا) رفیق حضرت مسیح موعود کے ذریعہ آئی۔ جنہوں نے 1903ء میں بیعت کی۔ محترم ہاشمی صاحب کے نانا محترم سید حسین علی شاہ صاحب تھے۔

مکرم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب نے میٹرک کے بعد دسمبر 1965ء میں الفضل میں ملازمت اختیار کی اور گزشتہ 47 سال سے الفضل کے ساتھ منسلک ہیں۔ محترم آغا سیف اللہ صاحب کے بعد 2006ء میں آپ الفضل کے مینیجر مقرر ہوئے اور 3 سال تک یعنی 2010ء تک اس عہدہ پر خدمات بجالاتے رہے۔ آپ اب بھی الفضل کے لئے اپنی خدمات جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے اور مقبول خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب

روزنامہ الفضل کے موجودہ پرنٹر، پبلشر اور مینیجر محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ آپ یکم نومبر 1957ء کو مکرم چوہدری ظفر اللہ خان وڑائچ صاحب سابق قاضی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے پڑدادا حضرت چوہدری اللہ بخش صاحب اور نانا حضرت چوہدری غلام حیدر صاحب حضرت مسیح موعود کے رفیق تھے۔ ایف اے کے بعد جامعہ احمدیہ میں 1972ء میں داخلہ لیا اور 1979ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1988ء تک پاکستان کی مختلف جماعتوں میں خدمات کے بعد 2006ء تک گیمبیا اور سیرالیون میں خدمات کی توفیق ملی۔ پاکستان واپسی کے بعد آپ کا تقرر بطور مینیجر ضیاء الاسلام پریس ہوا۔ اس عہدہ پر تاحال کام کی توفیق مل رہی ہے۔ 2010ء میں آپ کو روزنامہ الفضل کا مینیجر بھی مقرر کر دیا گیا۔ تاحال اس عہدہ پر بھی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ انصاراللہ پاکستان میں قائد اشاعت اور بطور نائب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں خدمت کی توفیق ملتی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے اور مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الفضل کے پرنٹرز

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی طابع و ناشر الفضل

حضرت مسیح موعود کے جلیل القدر رفیق اور سیدنا محمود کے شیدائی و فدائی حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی کا اخبار الفضل سے آغاز (1913ء) سے تقسیم برصغیر (1947ء) تک ساتھ ہے۔ آپ اس تمام عرصہ میں الفضل کے طابع و ناشر رہے۔ یوں الفضل کے ابتدائی عملہ کا تعلق رفقاء کے پاک گروہ سے تھا۔ الفضل کی تاریخ میں حضرت بھائی جی کا نام ہمیشہ چمکتا دمکتا رہے گا۔

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی سابق ہریش چندر یکم جنوری 1879ء کو ایک برہمن ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مہتہ گوراندتہ مل تھا۔ ابتدائی تعلیم جکالیاں ضلع گجرات اور پھر چونیاں سے حاصل کی۔ ابھی مڈل کے طالب علم تھے کہ 1894ء میں کسوف و خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ کر کے حضرت سید حامد شاہ صاحب کی تعارفی چٹھی لے کر 1895ء میں قادیان پہنچے اور دین حق قبول کر کے آغوش احمدیت میں آگئے اور پھر قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ آپ کو غیر معمولی جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ رفقاء 313 میں آپ کا 101 نمبر تھا۔ حضرت مسیح موعود کے دور اور پھر خلافت اولیٰ اور پھر خلافت ثانیہ میں عمر بھر جماعتی خدمت کرتے رہے۔ سفر جہلم میں حضور کے ہمراہ تھے۔ اسی طرح آخری سفر لاہور میں بھی آپ ساتھ تھے۔ مجلس تشحیذ الاذہان و انجمن انصاراللہ کے ممبر رہے۔ الفضل کے طابع و ناشر۔ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے سٹاف کے ممبر تحریک شدھی کے اولین مجاہدوں میں شامل تھے۔ حضرت مصلح موعود کے سفر یورپ 1924ء میں ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا اور اس کی مکمل رپورٹنگ آپ نے کی۔ جو کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد 1948ء میں آپ قادیان میں فروکش ہو گئے اور درویشان میں رہے اور قادیان میں ہی قطعہ رفقاء خاص میں آپ آسودہ خاک ہیں۔ 6,5 مئی 1961ء کی درمیانی رات آپ نے وفات پائی۔ آپ کی اولاد میں چار بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ آپ کی تاریخی اور قیمتی روایات سیرت المہدی میں شامل ہیں۔

مکرم قاضی منیر احمد صاحب پرنٹر و اسیر الفضل

مکرم قاضی منیر احمد صاحب روزنامہ الفضل کے پرنٹر اور اسیر راہ مولیٰ برائے الفضل بھی رہے ہیں۔ آپ سلسلہ کے جید عالم حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ 18 ستمبر 1944ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد الفضل سے منسلک ہوئے۔ لاہور سے امور طباعت کی تربیت لی اور پھر ادارۃ المصنفین میں خدمات شروع کیں۔ 1984ء سے 2001ء تک مینیجر ضیاء الاسلام پریس رہے۔ اس عرصہ میں آپ الفضل کے پرنٹر رہے اور یہ پُرآشوب دور تھا۔ آپ پر بطور پرنٹر ایک سو (100) مقدمات قائم ہوئے۔ مقدمات کی پیروی کے لئے پاکستان کے مختلف شہروں میں جاتے رہے۔ متعدد بار اسیر راہ مولیٰ کا اعزاز حاصل کیا۔ 1989ء اور 1994ء میں پرنٹر روزنامہ الفضل کی حیثیت سے اسیر راہ مولیٰ رہے۔ گزشتہ چند سالوں سے آپ ناروے میں مقیم ہیں اور لوکل جماعت کے صدر بھی ہیں۔ مقدمات اور اسیری کے حوالہ سے آپ تاریخ الفضل کا ایک اہم باب ہیں۔

آپ کے بیرون ملک جانے کے بعد مکرم سلطان احمد ڈوگر صاحب کو الفضل کا پرنٹر مقرر کیا گیا۔ جو 10 مئی 2004ء تا 3 دسمبر 2006ء خدمت کرتے رہے۔

صدران الفضل بورڈ ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے روزنامہ الفضل کے انتظام و انصرام کی نگرانی کے لئے 1975ء میں الفضل بورڈ کا قیام فرمایا۔ یہ بورڈ الفضل کے انتظامی امور کی نگرانی اور دیگر معاملات کی منظوری و راہنمائی کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی ایڈیٹر الفضل کو الفضل بورڈ کا پہلا صدر مقرر فرمایا۔ پہلے بورڈ کے سیکرٹری محترم عباد اللہ گیانی صاحب مینیجر الفضل تھے اور اس کے ممبران میں محترم مولانا نسیم سیفی صاحب اور محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری شامل تھے۔ ہر سال اس بورڈ کی تجدید ہوتی ہے۔

نوٹ: محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی کا تعارف الفضل کے مدیران کے تعارف کی ذیل میں ہو چکا ہے۔ محترم سید عبدالحی شاہ صاحب اور موجودہ صدر الفضل بورڈ کا تعارف پیش ہے۔

محترم سید عبدالحئی صاحب صدر الفضل بورڈ

محترم سید عبدالحئی صاحب مرحوم تین دہائیوں تک الفضل بورڈ کے صدر رہے اور الفضل کے لئے گراں قدر راہنمائی فرماتے رہے۔ 1983ء سے 2011ء تا وفات آپ صدر الفضل بورڈ رہے۔

آپ 12 جنوری 1932ء کو کشمیر میں پیدا ہوئے۔ 1941ء میں حصول علم کے لئے قادیان آگئے۔ جامعہ احمدیہ قادیان، احمد نگر اور ربوہ سے تعلیم پائی اس کے ساتھ ساتھ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور پھر ایم اے عربی بھی کیا۔ آپ کا تقرر شعبہ تالیف و اشاعت میں ہوا۔ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب اور محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب کے ساتھ کام کیا۔ 1973ء تا 1986ء ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان کے پرنٹر رہے۔ 1977ء تا 1979ء اور پھر نومبر 1985ء تا جنوری 1986ء ماہنامہ انصاراللہ کے ایڈیٹر رہے۔ 1982ء میں خلافت رابعہ میں آپ ناظر اشاعت مقرر ہوئے اور تادم واپسیں اس منصب پر فائز رہے۔ آپ کو بطور ناظر اشاعت غیر معمولی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ نظارت کے علاوہ آپ مختلف علمی شعبہ جات میں بحیثیت نگران و ممبر علمی خدمات بجالاتے رہے۔ مثلاً صدر الفضل بورڈ، ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن، ڈائریکٹر طاہر فاؤنڈیشن، ممبر مجلس افتاء، پہلے مینیجنگ ڈائریکٹر ایم ٹی اے پاکستان، صدر عربک بورڈ پاکستان نیز مختلف کمیٹیوں کے ممبر رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ 23 دسمبر 2011ء میں آپ کے بارہ میں فرمایا۔

''بڑے صائب الرائے سادہ مزاج،

شریف النفس معاملہ فہم، حلیم الطبع، مدبر، کم گو اور ہمیشہ نپی تلی بات کرنے والے تھے۔ ٹھوس علمی پس منظر کی وجہ سے ہر معاملے کی خوب گہرائی سے تحقیق کرتے تھے اور اپنی پختہ رائے سے نوازتے تھے۔ خلفائے سلسلہ کی طرف سے موصول ہونے والے علمی موضوعات کی تحقیق اور حوالہ جات کی تخریج و تکمیل کو اول وقت میں انجام دینے کی کوشش کرتے تھے۔ کتب کی تیاری طباعت اشاعت تک کے مراحل میں اپنے عملے کی راہنمائی کرتے اور بڑے گہرے مشورے دیتے۔"

(خطبہ جمعہ 23 دسمبر 2011ء)

خاکسار کو بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ جب 2001ء تا 2003ء خاکسار اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل مقرر ہوا اور پھر ممبر الفضل بورڈ بنا تو آپ کے ساتھ بورڈ کے اجلاسات میں شریک ہوتا اور آپ کی شفقت، معاملہ فہمی اور الفضل کی طباعت، اشاعت اور معیار کے حوالے سے معین و مبسوط علم اور آپ کے صائب الرائے ہونے کا مشاہدہ کیا۔ آپ امور طباعت کی گہری واقفیت رکھتے تھے۔ کاغذ، پریس مشینوں اور طباعت کے جملہ مراحل سے خوب آگاہ تھے۔ اپنے تجربات اور ہدایات سے روزنامہ الفضل کی ترقی میں غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی۔

علمی میدان میں انڈیکس روحانی خزائن بعض جلدات، ملفوظات، حقائق الفرقان اور تفسیر کبیر کا تفصیلی انڈیکس آپ کا تیار کردہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمہ قرآن اور درس القرآن میں معاونت نیز کشمیری ترجمہ قرآن کی نظر ثانی کی توفیق ملی۔ آپ کے دور میں نظارت اشاعت میں غیر معمولی تعداد میں لٹریچر شائع ہوا۔ یوں احباب جماعت کی علمی ضروریات پوری کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی سرپرستی کے 30 سالہ دور میں الفضل نے انتظامی لحاظ سے بھی بہت ترقی کی اور آپ کو اس کی اشاعت و معیار کے لحاظ سے بھی الفضل کی خدمت کی توفیق ملی۔

محترم سید عبدالحئی صاحب ایک بھرپور زندگی گزار کر 18 دسمبر 2011ء کو 80 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ بزرگان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ 23 دسمبر 2011ء میں آپ کا تفصیلی ذکر خیر فرمایا۔ ماہنامہ انصاراللہ نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں ماہ ستمبر و اکتوبر 2012ء کا شمارہ سید عبدالحئی نمبر کے طور پر شائع کیا۔ محترم سید عبدالحئی صاحب نے اپنی یادگار چار بیٹے مکرم سید احمد یحییٰ صاحب چیئرمین ہیومینیٹی فرسٹ، مکرم سید احمد رضوان صاحب، مکرم سید احمد نعمان صاحب اور مکرم سید احمد عمران صاحب یادگار چھوڑے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے اور آپ کی اولاد کو آپ کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترم ملک خالد مسعود صاحب صدر الفضل بورڈ

الفضل بورڈ کے موجودہ صدر مکرم ملک خالد مسعود صاحب ناظر اشاعت صدر انجمن احمدیہ ہیں۔ آپ محترم سید عبدالحئی شاہ صاحب کی وفات کے بعد جنوری 2012ء میں صدر الفضل بورڈ مقرر ہوئے۔ قبل ازیں آپ الفضل بورڈ کے ممبر بھی تھے۔

محترم ملک خالد مسعود صاحب ستمبر 1949ء میں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محترم محمد نذیر صاحب ہے۔ آپ نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پاکیزہ ماحول اور بزرگ اساتذہ کے زیر سایہ 1971ء میں ایم اے عربی کیا اور پھر جماعتی خدمات کا آغاز کیا۔

1973ء سے 1982ء تک آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید کے ساتھ وقف جدید میں کام کیا۔ آپ کو بطور نائب ناظر تعلیم بھی خدمت کی توفیق ملی۔

1982ء سے 1985ء تک سیرالیون میں احمدیہ سکول فری ٹاؤن میں بطور ٹیچر خدمات کیں۔

1985ء سے 1991ء کے دوران آپ تحریک جدید میں نائب وکیل المال ثالث، سیکرٹری کمیٹی آبادی اور ماہنامہ تحریک جدید کے ایڈیٹر کے طور پر خدمات کرتے رہے۔ 1991ء سے 2005ء تک آپ ناظر امور عامہ رہے اور پھر 2005ء میں آپ صدر مجلس کارپرداز مقرر ہوئے اور 2012ء میں ناظر اشاعت کے طور پر تقرر ہوا۔

آپ سیکرٹری سیدنا بلال فنڈ، ڈائریکٹر طاہر فاؤنڈیشن اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن کے علاوہ متعدد کمیٹیوں کے ممبر کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

معزز قارئین! یہ تذکرہ تھا الفضل کے ان خدمتگاروں کا جنہوں نے اپنے خون جگر سے الفضل جیسے شجر سایہ دار کی آبیاری کی۔ جن کی راتیں اس کی صبح کے لئے جاگتی رہیں۔ جن کا قلم اس کے صفحات کو پُرکشش، پُرمعارف اور پُرمغز بنانے کے لئے کوشاں رہا اور جن کی فکر اس کے معیار کو بلند کرنے کے لئے صرف ہوتی رہی اور ان میں سے بعض نے الفضل کے لئے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اللہ تعالیٰ اس قافلہ کے ان مسافروں کو اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے جو اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے اور جو ابھی شریک قافلہ ہیں ان کو اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین

صبح تلاوت کے بعد الفضل کا مطالعہ لازمی ہے

مکرم رانا سلطان احمد خان صاحب مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان

خاکسار کے سسر مکرم صوبیدار حبیب الرحمان صاحب سابق صدر جماعت باہڑی شاہ کریم ضلع ٹنڈو محمد خان سندھ انگریز کے دور میں بھرتی ہوئے اور ترقی کرکے آپ نے صوبیدار کے رینک تک رسائی حاصل کی اور کمپنی کمانڈر کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے انہوں نے الفضل لگوایا ہوا تھا جہاں بھی رہے الفضل ان کے ساتھ ساتھ سفر کرتا رہا اور آج تک یہ ہمارے گھروں میں جاری و ساری ہے۔ یہ وہ نہر ہے جو گھر کے تمام افراد کو سیراب کرتی ہے۔

آپ کا بلوچ رجمنٹ سے تعلق تھا ایک اکھڑ اور بہت ٹیڑھا سپاہی کسی کے ساتھ سیدھی بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا اور اس کی کمپنی کے لوگ اس سے بہت تنگ تھے اس کو آپ کی زیر نگرانی پوسٹ کردیا گیا۔ وہ سپاہی جب صبح تیار ہوکر کمپنی کمانڈر کے انٹرویو کے لئے صوبیدار حبیب الرحمان صاحب کے پاس آیا تو ان کی ٹیبل پر اخبار الفضل دیکھ کر بہت حیران ہوا اور کسی سے پوچھا کہ صوبیدار حبیب الرحمان صاحب "احمدی" ہیں اثبات میں جواب سن کر بولا کہ "میں مارا گیا" اب تو لگتا ہے کہ نوکری کرنی پڑے گی کام بھی کرنا پڑے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شریفانہ زندگی گزارنی پڑے گی۔ کمپنی یا بٹالین میں ڈسپلن کے حوالہ سے صوبیدار حبیب الرحمان صاحب کا ایک نام اور مقام تھا۔

جب صوبیدار صاحب اپنے دفتر میں آئے تو اس سے پوچھا کہ کیسے آئے ہو کیا نام ہے۔ اس نے کہا کہ رات کو آپ کی کمپنی میں میری پوسٹنگ ہوگئی ہے تو پھر کیا چاہتے ہو؟ "یہاں تو کام کرنا پڑے گا" ورنہ ایسی سخت سزادوں گا کہ یاد رکھو گے۔ تو اس بگڑے ہوئے سپاہی نے کہا کہ صوبیدار صاحب آج سے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو میری طرف سے کوئی شکایت نہ ملے گی آپ کے پاس اخبار الفضل دیکھ کر میں اپنی گزشتہ تمام غلطیوں اور کوتاہیوں کی معذرت چاہتا ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایک مثالی سپاہی بن کر رہوں گا کیونکہ آپ کا اپنا نمونہ میرے سامنے ہے آپ پر مجھے اپنے والدین سے زیادہ یقین ہے کہ آپ جو الفضل پڑھتے ہیں تو ان باتوں پر عمل بھی کرتے ہوں گے۔ یقیناً وہ سپاہی بعد میں اپنی پلٹن کا نام روشن کرنے والا سپاہی بنا۔

دوسرا واقعہ خاکسار کی سگی تائی جان مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم صوبیدار حبیب الرحمان صاحب کا ہے۔ آپ نے 1954ء میں محلّہ باب الابواب ربوہ میں بچوں کو پڑھانے کی غرض سے رہائش اختیار کی حالات بھی کچھ اچھے نہ تھے دو کمرے کا گھر اور ایک کنال کا پلاٹ تھا۔ اپنے قریبی عزیزوں کے بچے اور بچیاں بھی آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آگئے۔ ایک وقت میں ان کمروں میں 15 سے زائد بچے سکول جانے والے تھے۔ ان کو یہ ہدایت تھی کہ صبح قرآن کریم کی تلاوت کے بعد ہر بچے نے اخبار الفضل کا مطالعہ ضرور کرنا ہے اور وہ باری باری سکول جانے سے قبل اور سکول سے واپسی پر اخبار کا مطالعہ ضرور کراتے تھے۔ الفضل تو آپ کی قرآن کریم کے بعد روح کی غذا تھی۔ یقین کریں کہ آپ شروع سے آخیر تک یہاں تک کہ تاریخ وار دن اور سیریل نمبر تک ضرور پڑھتی تھیں بلکہ اشتہارات والے لوگوں کے لئے بھی دعا کیا کرتی تھیں۔

آپ کی عمر تقریباً 95 سال سے زائد تھی۔ اپنی آخری بیماری میں آپ بچوں سے قرآن کریم اور الفضل کو پڑھا کر سنا کرتی تھیں۔ ناشتہ دیر سے کرنا قبول، بھوکے رہنا قبول مگر الفضل کا ناغہ اور نہ پڑھنا کسی صورت برداشت سے باہر تھا بلکہ سرکاری چھٹیوں والے دنوں میں آپ گزشتہ اخبارات اکٹھی کرکے ان کا مطالعہ کرتی تھیں۔

اسی طرح آپ تلقین کرتی تھیں کہ تمام بچے الفضل کا مطالعہ ضرور کریں اور ان میں شائع شدہ تعلیمات اور تحریکات پر عمل کرنے کی کوشش اور تلقین کرتی تھیں۔ خاکسار نے بھی جب سے ہوش سنبھالا ہے اخبار الفضل کا مطالعہ کرتا آرہا ہے۔ آرمی سروس کے دوران جہاں جہاں بھی رہا ہوں اگر خود نہیں خریدی تو کسی سے ایک ایک ہفتہ کا اخبار لاکر مطالعہ کیا کرتا تھا بلکہ بعض دفعہ بعض احمدی احباب خاکسار کی چارپائی پر تکئے کے نیچے اخبار چھوڑ جایا کرتے تھے اور پیغام دیتے تھے کہ اخبار کا بتادیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الفضل ایسی نہر کی صورت میں جاری ہے جو اب سات سمندر پار سے بھی اپنی لہروں کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے احمدیوں کو سیراب کررہا ہے۔

کتنی دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ یہ نہر جاری ہوئی۔ دنیا میں بسنے والے احمدی اس بات کے گواہ ہیں کہ اس نہر میں دعا کا اعلان شائع ہونے کے بعد میں تو یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کتنے لوگ فوری دعا کرنے لگ جاتے ہیں اور پھر ہمارا پیارا خدا ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔ خاکسار کی ذاتی زندگی اور میرے عزیز و اقارب کی زندگی میں الفضل کا بہت بڑا کردار ہے خدا تعالیٰ اس ادارہ میں کام کرنے والے تمام افراد کو پہلے سے بڑھ کر مقبول خدمات کی توفیق عطا کرے اور ان سب کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔

الفضل آسمان احمدیت پر چمکتا ہوا ستارہ ہے جو غروب نہیں ہوسکتا جس کی لو کم نہیں ہوسکتی اور یہ اسی طرح روشن اور چمکتا رہے۔ آمین

الفضل خلیفۂ وقت کی آواز ہے

حضرت مصلح موعود نے 11 جنوری 1935ء کو تحریک جدید کے ضمن میں بعض سکیموں کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’جماعتوں کے سیکرٹریوں اور امراء کو چاہئے کہ وہ میرا یہ خطبہ لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں کیونکہ اس کے سوا میری آواز ان تک پہنچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں کی جماعت ہے مگر اخبار ’’الفضل‘‘ کی اشاعت پندرہ سولہ سو کے درمیان رہتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزارہا آدمی ہماری جماعت میں ایسے ہیں جن کے کانوں تک میری آواز نہیں پہنچتی۔ بنگالی اردو کا ایک حرف تک نہیں جانتے پس وہ ’’الفضل‘‘ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ پھر ہمارے ملک میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ...... میں سے صرف تین چار فیصدی تعلیم یافتہ ہیں باقی چھیانوے ستانوے فیصدی ایسے لوگ ہیں جو پڑھے لکھے نہیں۔ پھر جو لوگ پڑھ بھی سکتے ہیں، ان میں سے کچھ غریب ہوتے ہیں اور وہ اپنی غربت کی وجہ سے اخبار نہیں منگوا سکتے۔ بہت سے سست ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو لکھے پڑھے ہونے کے باوجود اخبار نہیں منگواتے اور اگر ان کے قریب کوئی اور شخص اخبار منگواتا ہو تو اسی سے پوچھتے رہتے ہیں سنایئے ’’الفضل‘‘ میں سے کوئی تازہ بات۔ گویا وہ اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ اخبار لے کر پڑھ لیا۔ یا کسی دوسرے سے کوئی ایک آدھ خبر معلوم کر لی خود اس کو خریدنا ضروری نہیں سمجھتے۔ پس ان تمام لوگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ یہ جماعت کے عہدیداروں کا فرض ہے کہ وہ جمعہ یا اتوار کے دن یا ہفتہ میں کسی اور موقع پر میرا ہر خطبہ لوگوں کو سنا دیا کریں بلکہ جماعت کا اصل کام یہی ہونا چاہئے اور ہر جگہ کی جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ میرا خطبہ جمعہ تفصیلاً یا خلاصۃً لوگوں کو جمعہ یا اتوار کے دن سنا دیا کریں۔

جس شخص کے سپرد خدا تعالیٰ جماعت کی اصلاح کا کام کرتا ہے اسے طاقت بھی ایسی بخشتا ہے جو دلوں کو صاف کرنے والی ہوتی ہے اور جو اثر اس کے کلام میں ہوتا ہے وہ دوسرے کسی اور کے کلام میں نہیں ہو سکتا لیکن میں نے دیکھا ہے سیکرٹریوں یا امراء کو یہ شوق ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ خود ہی خطبہ پڑھیں۔ مجھے کئی رپورٹیں ایسی آتی رہتی ہیں کہ جماعت کے لوگ بعض اہم خطبات کی نسبت چاہتے ہیں کہ ’’الفضل‘‘ سے پڑھ کر سنا دیئے جائیں مگر سیکرٹری یا امیر مصر ہوتے ہیں کہ نہیں وہ اپنا ہی خطبہ سنائیں گے۔ گویا وہ اپنی تقریر کے شوق اور لیڈری کی امنگ میں ان فوائد سے قوم کو محروم کر دیتے ہیں جو جماعت کے لئے ایسے ہی ضروری ہوتے ہیں جیسے بچہ کے لئے دودھ۔ پس چونکہ یہ نہایت ہی خطرناک پالیسی ہے اس لئے آئندہ جماعتوں کو چاہئے کہ جو خطبات میں پڑھوں انہیں وہ جب بھی موقع ملے جماعت کو سنا دیا کریں۔ جو زیادہ اہم ہوں انہیں تو جمعہ کے خطبہ کے طور پر سنا دیں اور جن میں کسی خاص سکیم کا ذکر نہ ہو اسے جمعہ یا اتوار کو کوئی الگ مجلس کر کے خطبہ یا خطبے کا خلاصہ سنا دیا کریں۔ بعض دفعہ خطبہ لمبا ہوتا ہے یا جماعت میں سے اکثر نے پڑھا ہوا ہوتا ہے اس صورت میں خطبے کا خلاصہ سنا دینا چاہئے مگر بہرحال جماعت کے ہر فرد تک خطبات کی آواز پہنچنی چاہئے۔ جو دراصل آواز پہنچانے کا اکیلا ذریعہ ہے۔ ورنہ امام کے لئے اور کون سا طریق ہو سکتا ہے جس سے کام لے کر وہ جماعت کو اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کر سکے۔ جماعت کے نام خطوط تو میں لکھ نہیں سکتا، اس کے علاوہ کتابیں بھی میں اب نہیں لکھتا پس یہ خطبات ہی ایسی چیز ہیں جس کے ذریعہ میں اپنا عندیہ یا وہ عندیہ جو خدا تعالیٰ سے معلوم کروں، ظاہر کرتا رہتا ہوں۔

(خطبات محمود جلد 16 ص 27)

سچائی کے کردار تُو زندہ رہے

الفضل اور رحمتوں کے دار تو زندہ رہے
سچ کے اور سچائی کے کردار تو زندہ رہے

سیدی محمود کے افکار تو زندہ رہے
کوششیں دشمن کی ہوں بے کار تو زندہ رہے

حادثے دنیا کے تجھ کو نہ گرا پائیں کبھی
حق کی اور سچائی کی دیوار تو زندہ رہے

اے اجالوں کی کرن اے صبح نو کے آفتاب
اے نویدِ صبح کے آثار تو زندہ رہے

اے دلوں کو حق کی جانب پھیرنے والے سفیر
ظلمتوں سے برسر پیکار تو زندہ رہے

تیرا اک اک لفظ موتی کی طرح نایاب ہے
خوشبوؤں کو بانٹتے گلزار تو زندہ رہے

تو عجب تیری محبت کی کہانی بھی عجیب
سیف کے آگے قلم کے وار تو زندہ رہے

بشارت محمود طاہر

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کے اجراء پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا خصوصی پیغام

الفضل جس کا آغاز بہت سادگی سے ہوا تھا نئی آب و تاب کے ساتھ نئے عالمی دور میں داخل ہو رہا ہے

اخبار الفضل جماعت کی علمی روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا ہے اور جماعت کے بڑے حصہ کو دنیا کے اخباروں سے مستغنی رکھا ہے

1994ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجراء فرمایا اور اس کے نمونہ کے پرچہ کے لئے ایک ایمان افروز پیغام بھی عطا فرمایا جو نذر قارئین ہے۔ اس اخبار کو یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ حضور الفضل انٹرنیشنل کے لئے چندہ ادا فرما کر سب سے پہلے خریدار بنے۔

اخبار الفضل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بابرکت دور خلافت میں حضرت مصلح موعود کے ذریعہ 18 جون 1913ء کو جاری ہوا۔ اس وقت آپ منصب خلافت پر مامور نہیں ہوئے تھے اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد کے نام سے جانے جاتے تھے۔ آج وہی ''الفضل'' کا پرچہ جس کا آغاز بہت سادگی سے غالباً چند سو پرچوں سے ہوا تھا نئی آب و تاب اور شان کے ساتھ نئے عالمی دور میں داخل ہو رہا ہے اور لندن سے اس کے انٹرنیشنل ایڈیشن کی اشاعت کا آغاز ہو رہا ہے۔

الفضل کے لئے حضرت اماں جان (سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) نے اپنی زمین کا ایک ٹکڑا بیچ کر اور حضرت امی جان (حضرت ام ناصر صاحبہ) نے اپنے دو زیور پیش کر کے جنہیں حضرت مصلح موعود نے خود لاہور جا کر فروخت کیا اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے نقد روپے اور زمین کا ایک ٹکڑا دے کر ابتدائی سرمایہ مہیا کیا نیز حضرت قاضی ظہور الدین صاحب اکمل، حضرت صوفی غلام محمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر جیسے بزرگ (رفقاء) نے بھی خصوصی معاونت فرمائی۔

اخبار الفضل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقسیم ہندو پاک سے پہلے برصغیر میں مسلسل بلا روک ٹوک مکمل آزادی کے ساتھ جماعت کی علمی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا اور اس اخبار نے جماعت کے ایک بڑے حصہ کو دنیا کے روزمرہ کے اخباروں سے بھی ایک حد تک مستغنی رکھا کیونکہ عالمی اور ملکی خبریں نہایت عمدہ اور دلچسپ انداز میں اختصار کے ساتھ اس اخبار میں شائع ہوتی رہیں لیکن تقسیم ہندو پاکستان کے بعد جب پاکستان میں (۔) نے سر اٹھانا شروع کیا تو الفضل پر کئی ابتلاء کے دور آئے اور کئی قسم کی پابندیاں لگنی شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ جنرل ضیاء صاحب کے آمرانہ دور میں تو حتی المقدور الفضل کی آواز کو دبانے اور الفضل کی آزادی پر قدغن لگانے کی ہر مذموم سعی کی گئی۔ حتیٰ کہ ایک لمبا تکلیف دہ دور ایسا بھی آیا جبکہ یہ اخبار مسلسل بند رہا اور پاکستان کی جماعت خصوصیت کے ساتھ مرکزی خبروں کے اس اہم رشتے سے کٹ جانے سے بے چین اور بے قرار رہی۔ تربیتی لحاظ سے بھی خصوصاً چھوٹی جماعتوں میں اس کا منفی اثر ظاہر ہونا شروع ہوا لیکن جماعت احمدیہ نے بالآخر قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ الفضل کے اجراء کا حق بحال کرا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کی عدلیہ کو جزا دے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے معاملہ میں انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کی جرأت دکھائی۔

اس از سر نو اجراء کے باوجود وہ مستقل پابندیاں جو ضیاء صاحب کے آمرانہ آرڈیننس کے ذریعے جماعت پر قائم کی گئیں ان پابندیوں سے الفضل اور جماعت کے دیگر جرائد و رسائل کو جو مستقل زخم لگائے گئے تھے وہ اسی طرح ہرے رہے اور رستے رہے۔ چنانچہ آج بھی آپ جگہ جگہ الفضل کی عبارتوں اور جملوں میں جو خلاء دیکھتے ہیں یا بریکٹوں میں بعض غائب عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے یہ سب انہی زخموں کے رستے ہوئے ناسور ہیں۔

جماعت احمدیہ عالمگیر اپنے بہت ہی محبوب روزنامہ کے ساتھ یہ بدسلوکی ہوتے دیکھ کر ہمیشہ کرب محسوس کرتی رہی اور یہ خیال بار بار ابھرتا رہا کہ کیوں نہ الفضل کا ایک عالمگیر متبادل جاری کیا جائے۔ مزید اس خیال کو اس وجہ سے بھی مزید تقویت پہنچی کہ محض الفضل کی آزادی تحریر پر ہی پابندی نہیں تھی بلکہ اشاعت کی راہ میں از راہ شرارت بار بار روکیں ڈالی جاتی رہیں۔ چنانچہ جس طرح بے باک حق گو ''ہفتہ وار لاہور'' کے ساتھ مستقلاً یہ سلوک جاری رہا کہ نامعلوم بے چہرہ اداروں کی طرف سے ڈاکخانوں سے بنڈل کے بنڈل غائب کر دیئے جاتے تھے اور اب بھی کم و بیش یہ سلسلہ جاری ہے ویسا ہی کچھ معاملہ الفضل سے بھی گاہے بگاہے ہوتا رہا جس کی وجہ سے اچانک اخبار کی ترسیل میں خلاء پیدا ہونا عالمگیر قارئین کے لئے مزید اذیت کا موجب بنتا رہا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس نے بالآخر الفضل کی عالمگیر اشاعت کی ضرورت اور خواہش کو حقیقت کا روپ عطا کر دیا۔

تاریخی ریکارڈ کے طور پر مختصراً یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ الفضل کے عالمگیر اجراء کے لئے پہلے مکرم چوہدری رشید احمد صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے درج ذیل ممبران تھے۔

1۔ مکرم مولانا بشیر احمد خان صاحب رفیق
2۔ مکرم نصیر احمد صاحب قمر
3۔ مکرم منیر احمد صاحب جاوید
4۔ مکرم عبدالماجد طاہر صاحب
5۔ مکرم صفدر حسین عباسی صاحب
6۔ مکرم لئیق احمد طاہر صاحب
7۔ مکرم خلیل الرحمان ملک صاحب
8۔ مکرم سعید احمد جسوال صاحب

اس کمیٹی نے لمبے عرصے تک بڑی محنت سے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے غور و خوض کیا اور ساتھ ساتھ مجھے مطلع رکھ کر ہدایات لی جاتی رہیں۔ میں اس کمیٹی کا ممنون ہوں آپ بھی ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انہوں نے ماشاء اللہ بہت عمدہ کام کیا ہے۔ اب جبکہ سارے انتظامات تقریباً مکمل ہیں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ صدر کمیٹی مکرم رشید احمد صاحب چوہدری کو پہلا مدیر اعلیٰ مقرر کیا جائے اور ان کے ساتھ مکرم منیر احمد صاحب جاوید اور مکرم عبدالماجد طاہر صاحب کو بطور نائب مدیر خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ مینجمنٹ کی نگرانی ایڈیشنل وکیل تصنیف مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق کے سپرد کی گئی ہے۔ الفضل انٹرنیشنل بلا ناغہ ہفتہ وار جاری کرنے میں ابھی کچھ اور وقت لگے گا لیکن اس کا ایک نمونہ پہلے پرچہ کے طور پر احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک معین ہفتے کے الفضل کی اہم خبروں، دلچسپ مضامین اور منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ مزید برآں جماعت کی بین الاقوامی اہمیت کی خبروں کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس معین عرصہ کے الفضل میں شائع نہیں ہو سکیں۔ تجویز یہ ہے کہ آئندہ انشاء اللہ بعض مستقل عناوین کے تابع اس میں مزید مقالہ جات اور مضامین بھی شائع کئے جاتے رہیں گے تاکہ بعینہٖ پاکستان کے الفضل کی نقالی نہ ہو بلکہ اسے مزید دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔ یہ پہلا نمونہ احباب کی خدمت میں صرف دعا کی تحریک کے ساتھ پیش ہے۔

جہاں کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا کیا گیا ہے وہاں مکرم نعیم عثمان صاحب کا نام بھی شامل ہونا چاہئے جنہوں نے اشتہارات کے حصول کے ذریعہ الفضل انٹرنیشنل کے اس پرچے کی قابل قدر خدمت سرانجام دی اور صرف احمدیوں سے ہی نہیں بلکہ جماعت سے باہر دوسرے تجارتی اداروں سے بھی اشتہار حاصل کئے۔ اُمید ہے کہ جماعت کے دیگر احباب بھی الفضل انٹرنیشنل کی خدمت سے گریز نہیں کریں گے۔

خدا کرے یہ اخبار نہ صرف کامیابی سے جاری رہے بلکہ بیش از پیش ترقی کرتا ہوا ہفتہ وار کی بجائے روزنامہ میں تبدیل ہو جائے لیکن ابھی اس سفر میں بہت سے اہم مراحل اور بھی طے کرنے ہوں گے۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کا یہ نیا دور مبارک ہو۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

لندن 22 جولائی 1993ء

روزنامہ الفضل پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا تذکرہ

الہام ’’دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا‘‘ اور الفضل انٹرنیشنل کا آغاز

مکرم رشید احمد چوہدری صاحب۔ سابق مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل

حضرت مسیح موعود کو 11 فروری 1906ء کو الہام ہوا ’’دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا‘‘۔ (تذکرہ ص596)

جس میں نہ صرف ایک اخبار کے شائع ہونے کی خبر دی گئی تھی بلکہ اس کے سن اشاعت کا بھی ذکر ہے جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا الہام کا اس طرف اشارہ کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اخبار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوگا۔

الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کی ضرورت کیوں پیش آئی

1984ء کے اوائل میں پاکستان کے صدر ضیاء الحق نے جماعت احمدیہ اور اس کے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خلاف ایسے اقدامات کا ارادہ کیا جس سے خلافت احمدیہ کو عملاً ناکارہ کر کے جماعت احمدیہ میں انتشار پیدا کیا جاسکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے 26/اپریل 1984ء کو اینٹی احمدیہ آرڈیننس نمبر 20 جاری کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس کے ارادوں کو بھانپ کر اور خدائی تقدیر کے تحت پاکستان سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آرڈیننس نافذ ہونے کے تین دن بعد آپ لندن تشریف لے آئے۔ اس طرح اس کی چالیں ناکام ہوگئیں۔

اس آرڈیننس اور سختیوں کی وجہ سے پاکستان میں جماعت کے مرکزی اخبار روزنامہ الفضل ربوہ اور دیگر جماعتی رسائل کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دینی اصطلاحات کے استعمال پر جو ایک مذہبی پرچے کے لئے ضروری ہوتی ہیں پابندی لگا دی گئی۔ آزادی قلم سلب کرلی گئی۔ تحریروں پر پہرے بٹھائے گئے۔ احمدی اخبارات کے ایڈیٹروں، پرنٹروں اور چھاپہ خانوں کے مالکوں پر بے پناہ مقدمات قائم کئے گئے۔ ان سب تکالیف کو احمدی صحافیوں نے اپنے امام حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے مطابق خندہ پیشانی اور حوصلہ سے برداشت کیا اور وہ کسی نہ کسی طرح اخبارات و جرائد نکالتے رہے اور جماعت کے افراد کا رابطہ اپنے امام سے قائم رکھا مگر ان ناجائز پابندیوں کی وجہ سے وہ اپنے فرائض کما حقہ ادا کرنے سے قاصر رہے۔ ایک وقت جماعت پر ایسا بھی آیا کہ حکومت پاکستان نے روزنامہ الفضل کی اشاعت بند کردی۔ ان دنوں جماعت کے دائمی مرکز قادیان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ بدر نے کافی حد تک اس کمی کو پورا کیا اور حضور کے بصیرت افروز خطبات وخطابات اور مجالس عرفان کی رپورٹس احباب جماعت کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہا۔

جماعت احمدیہ اس وقت ایک نہایت نازک دور میں سے گزر رہی تھی۔ ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع محسوس کیا کہ جماعت کو مزید ایک اخبار اور ٹیلی ویژن سٹیشن کی ضرورت ہے تاکہ دنیا بھر کے احمدیوں تک رسائی ہو سکے اور خلیفہ وقت کے خطبات، جلسوں کے خطابات اور مجلس عرفان کی کارروائیوں کے ذریعہ احمدیوں کے دلوں کو گرمایا جائے، ان کی ہمت بندھائی جائے، مزید برآں ان لوگوں کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا مؤثر رد کیا جائے جو جماعت احمدیہ کے عقائد کے بارہ میں بدظنیاں پھیلاتے ہیں اور دشمنوں کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا جائے۔ چنانچہ 7 جنوری 1994ء کو لندن سے جماعت احمدیہ کے مرکزی ترجمان ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ اجراء ہوا اور اسی دن ...... ٹیلی ویژن احمدیہ کے باقاعدہ پروگراموں کے نشر کرنے کا اعلان ہوا۔ ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا چاہے وہ دنیا کے کسی خطہ میں بستا ہو اپنے خلیفہ کے ساتھ ایسا تعلق قائم ہوجائے کہ جسے دنیا کی کوئی حکومت توڑنے کا خیال بھی نہ کرسکے۔

الفضل انٹرنیشنل کمیٹی کا قیام

اخبار الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 7 مارچ 1993ء کو الفضل انٹرنیشنل کمیٹی کا اعلان کیا اور اسے مفصل ہدایات سے نوازا۔ اس کمیٹی کا پہلا اجلاس 9 مارچ 1993ء کو محمود ہال میں منعقد ہوا۔ حضور انور کی راہنمائی اور ارشادات کی روشنی میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ حضور کی خدمت میں پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اخبار الفضل کا ایک ہفتہ وار انٹرنیشنل ایڈیشن لندن سے شائع کیا جائے۔ اور نمونہ کا ایک شمارہ جولائی 1993ء میں جلسہ سالانہ یو۔کے کے موقع پر شائع کیا جائے۔ اس شمارہ کے لئے حضور نے 22 جولائی 1993ء کو ازراہ شفقت مندرجہ ذیل خاص پیغام بھجوایا جو 30 جولائی 1993ء کے نمونہ کے شمارہ کے سرورق پر شائع ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیغام

’’اخبار الفضل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے بابرکت دور خلافت میں حضرت مصلح موعود کے ذریعہ 18 جون 1913ء کو جاری ہوا۔ اس وقت آپ منصب خلافت پر مامور نہیں ہوئے تھے اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد کے نام سے جانے جاتے تھے۔ آج الفضل کا پرچہ جس کا آغاز سادگی سے غالباً چند سو پرچوں سے ہوا تھا نئی آب وتاب اور شان کے ساتھ نئے عالمی دور میں داخل ہو رہا ہے اور لندن سے اس کے انٹرنیشنل ایڈیشن کی اشاعت کا آغاز ہو رہا ہے۔

الفضل کے لئے حضرت اماں جان (سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) نے اپنی زمین کا ایک ٹکڑا بیچ کر اور حضرت امی جان (حضرت ام ناصر صاحبہ) نے اپنے دو زیور پیش کر کے جنہیں حضرت مصلح موعود نے خود لاہور جا کر فروخت کیا اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے نقد روپے اور زمین کا ایک ٹکڑا دے کر ابتدائی سرمایہ مہیا کیا۔ نیز حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب، حضرت صوفی غلام محمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب جیسے بزرگ...... نے بھی خصوصی معاونت فرمائی۔

اخبار الفضل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تقسیم ہندوپاک سے پہلے برصغیر میں بلا روک ٹوک مکمل آزادی کے ساتھ جماعت کی علمی، روحانی اور مذہبی خدمات سرانجام دیتا رہا اور اس اخبار نے جماعت کے ایک بڑے حصہ کو دنیا کے روزمرہ کے اخباروں سے بھی ایک حد تک مستغنی رکھا کیونکہ عالمی اور ملکی خبریں نہایت عمدہ اور دلچسپ انداز میں اختصار کے ساتھ اس اخبار میں شائع ہوتی رہیں۔ لیکن تقسیم ہندوپاکستان کے بعد جب پاکستان میں .... نے سر اٹھانا شروع کیا تو الفضل پر کئی ابتلاء کے دور آئے اور کئی قسم کی پابندیاں لگنی شروع ہوئیں یہاں تک کے جنرل ضیاء صاحب کے آمرانہ دور میں تو حتی المقدور الفضل کی آواز کو دبانے اور الفضل کی آزادی پر قدغن لگانے کی ہر ...... سعی کی گئی۔ حتیٰ کہ ایک لمبا تکلیف دہ دور ایسا بھی آیا جب یہ اخبار مسلسل بند رہا۔ اور پاکستانی جماعت خصوصیت کے ساتھ مرکزی خبروں کے اس اہم رشتے سے کٹ جانے سے بے چین اور بے قرار رہی۔ تربیتی لحاظ سے بھی خصوصاً چھوٹی جماعتوں میں اس کا منفی اثر ظاہر ہونا شروع ہوا لیکن جماعت احمدیہ نے بالآخر قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ الفضل کے اجراء کا حق بحال کرالیا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کی عدلیہ کو جزائے خیر دے جنہوں نے جماعت احمدیہ کے معاملہ میں انصاف کا جھنڈا بلند کرنے کی جرأت دکھائی۔ اس از سرنو اجراء کے باوجود وہ مستقل پابندیاں جو ضیاء الحق کے .... آرڈیننس کے ذریعہ جماعت پر قائم کی گئیں ان پابندیوں سے الفضل اور جماعت کے دیگر جرائد ورسائل کو جو مستقل زخم لگائے گئے تھے وہ اسی طرح ہرے رہے اور رستے رہے چنانچہ آج بھی آپ جگہ جگہ الفضل کی عبارتوں اور جملوں میں جو خلا دیکھتے ہیں یا بریکٹوں میں بعض غائب عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے یہ سب انہی زخموں کے رستے ہوئے ناسور ہیں۔

جماعت احمدیہ عالمگیر اپنے بہت ہی محبوب روزنامہ کے ساتھ یہ بدسلوکی ہوتے دیکھ کر ہمیشہ کرب محسوس کرتی رہی اور یہ خیال بار بار ابھرتا رہا کہ کیوں نہ الفضل کا ایک عالمگیر متبادل جاری کیا جائے۔ اس خیال کو اس وجہ سے بھی مزید تقویت پہنچی کہ محض الفضل کی آزادی تحریر پر ہی پابندی نہیں تھی بلکہ اشاعت کی راہ میں ازراہ شرارت بار بار روکیں ڈالی جاتی رہیں۔ چنانچہ جس طرح بے باک حق گو ہفتہ وار ’’لاہور‘‘ کے ساتھ مستقلاً یہ سلوک جاری رہا کہ نامعلوم بے چہرہ اداروں کی طرف سے ڈاک خانوں سے بنڈل کے بنڈل غائب کردیئے جاتے تھے اور اب بھی کم وبیش یہ سلسلہ جاری ہے ویسا ہی کچھ معاملہ الفضل سے بھی گاہے بگاہے ہوتا رہا جس کی وجہ سے اچانک اخبار کی ترسیل میں خلا پیدا ہونا عالمگیر قارئین کے لئے مزید اذیت کا موجب بنتا رہا۔ یہ وہ پس منظر ہے جس نے بالآخر الفضل کی عالمگیر اشاعت کی ضرورت اور خواہش کو حقیقت کا روپ عطا کردیا۔

تاریخی ریکارڈ کے طور پر مختصراً یہ بیان کرنا

مناسب ہوگا کہ الفضل کے عالمگیر اجراء کے لئے مکرم چوہدری رشید احمد صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس کے مندرجہ ذیل ممبران تھے۔

1۔مکرم بشیر احمد رفیق صاحب۔2۔مکرم نصیر احمد قمر صاحب۔3۔مکرم منیر احمد جاوید صاحب۔4۔مکرم عبدالماجد طاہر صاحب۔5۔مکرم صفدر حسین عباسی صاحب۔6۔مکرم لئیق احمد طاہر صاحب۔7۔مکرم خلیل الرحمٰن ملک صاحب۔8۔مکرم سعید احمد جسوال صاحب۔9۔مکرم مبارک احمد ظفر صاحب

اس کمیٹی نے لمبے عرصہ تک بڑی محنت سے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے غور وخوض کیا اور ساتھ ساتھ مجھے مطلع رکھ کر ہدایات لی جاتی رہیں۔ میں اس کمیٹی کا ممنون ہوں۔ آپ بھی ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انہوں نے ماشاء اللہ بہت عمدہ کام کیا۔ اب جبکہ سارے انتظامات تقریباً مکمل ہیں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ صدر کمیٹی مکرم رشید احمد چوہدری صاحب کو پہلا مدیر اعلیٰ مقرر کیا جائے اور ان کے ساتھ مکرم منیر احمد جاوید صاحب اور مکرم عبدالماجد صاحب کو بطور نائب مدیر خدمت کا موقع دیا جائے۔ مینجمنٹ کی نگرانی ایڈیشنل وکیل التصنیف مکرم بشیر احمد رفیق صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔

الفضل انٹرنیشنل بلاناغہ ہفتہ وار جاری کرنے میں ابھی کچھ اور وقت لگے گا لیکن اس کا ایک نمونہ پہلے پرچے کے طور پر احباب کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ یہ ایک معین ہفتے کے الفضل کی اہم خبروں، دلچسپ مضامین اور منظوم کلام پر مشتمل ہے۔ مزید برآں جماعت کی بین الاقوامی اہمیت کی خبروں کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے اس معین عرصہ کے الفضل سے شائع نہیں ہو سکیں تجویز یہ ہے کہ آئندہ انشاء اللہ بعض مستقل عناوین کے تابع اس میں مزید مقالہ جات اور مضامین بھی شامل کئے جاتے رہیں گے تاکہ بعینہٖ پاکستان کے الفضل کی نقالی نہ ہو بلکہ اسے مزید دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کی جائے۔ یہ پہلا نمونہ احباب کی خدمت میں صرف دعا کی تحریک کے ساتھ پیش ہے۔

جہاں کمیٹی کے ممبران کا شکریہ ادا کیا گیا ہے وہاں مکرم نعیم عثمان صاحب کا نام بھی شامل ہونا چاہئے جنہوں نے اشتہارات کے حصول کے ذریعہ الفضل انٹرنیشنل کے اس پرچے کی قابل قدر خدمت سرانجام دی اور صرف احمدیوں سے ہی نہیں بلکہ جماعت سے باہر دوسرے تجارتی اداروں سے بھی اشتہار حاصل کئے۔ امید ہے کہ جماعت کے دیگر احباب بھی الفضل انٹرنیشنل کی خدمت سے گریز نہیں کریں گے۔''

پیغام کے آخر میں حضور فرماتے ہیں:۔

''خدا کرے یہ اخبار نہ صرف جاری رہے بلکہ بیش از پیش ترقی کرتا ہوا ہفتہ وار کی بجائے روزنامہ میں تبدیل ہوجائے لیکن ابھی اس سفر میں بہت اہم مراحل اور بھی طے کرنے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کا یہ نیا دور مبارک ہو''۔

الفضل انٹرنیشنل کے پہلے خریدار ہمارے محبوب آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع تھے۔ اخبار کا زرسالانہ یو۔کے 25 پاؤنڈ، یورپ 27 پونڈ اور بقیہ ممالک 36 پونڈ مقرر کیا گیا۔ الفضل انٹرنیشنل کے ٹائٹل کے لئے لاہور سے مبارک محمود صاحب پانی پتی نے مختلف ڈیزائن بھجوائے جن میں سے ایک کا انتخاب کرلیا گیا۔ اس کی چھپوائی کا تخمینہ انگلستان، جرمنی، کینیڈا اور امریکہ کے مختلف پریسوں سے حاصل کیا گیا۔ سب سے سستا تخمینہ نیوز فیکس انٹرنیشنل لمیٹڈ نے دیا یعنی پانچ ہزار کی تعداد میں 16 صفحات کے اخبار کے 400 پونڈ لاگت مقرر کی جسے منظور کرلیا گیا۔

30 جولائی کے نمونے کے شمارہ کے سرورق پر حضرت مسیح موعود کا الہام جو آپ کو 11 فروری 1906ء کو ہوا تھا۔ ''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا''۔ (تذکرہ ص596) برکت کے حصول کی خاطر شائع کیا گیا۔ اس شمارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے پیغام کے علاوہ ان کے قطب شمالی کے تاریخی سفر کی مختصر روداد، قطب شمالی میں خطبہ جمعہ اور کرہ ارض کے آخری کنارے پر نماز باجماعت کی تصاویر نیز مچھلی کا شکار کھیلتے ہوئے حضور انور کی تصویر وغیرہ شائع ہوئیں۔ مولانا دوست محمد شاہد صاحب کا مضمون ''الفضل کی زندگی کے 80 سال۔ دور نو شاندار مستقبل''، مولانا عبدالماجد طاہر صاحب کا مضمون ''مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام''، مکرم محمد اشرف صاحب شہید آف جلہن ضلع گوجرانوالہ کا اپنے آقا کے نام آخری مکتوب، خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بتاریخ 23 جولائی 1993ء، مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل کا مضمون ''دوریوں کو قربتوں میں بدلنے والی تقدیر خاص'' اور جماعت احمدیہ پاکستان پر ظلم وستم کے چند واقعات شائع کئے گئے۔ نیز اس خاص نمبر کے لئے مکرم ثاقب زیروی صاحب کی نظم ''سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت'' جو انہوں نے خاص طور پر اس شمارہ کے لئے لکھی تھی شائع ہوئی۔

الفضل انٹرنیشنل کی کمپیوٹر کمپوزنگ ابتداء میں مکرم مولانا عبدالحفیظ صاحب کھوکھر اور مکرم ملک محمود احمد صاحب نے کی اور جب یہ باقاعدہ شروع ہوا تو مکرم مولانا عبدالحفیظ صاحب کھوکھر کو ہی الفضل کی کمپوزنگ کا کام سونپا گیا اور آپ اس وقت سے مسلسل اس خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور محنت اور اخلاص کے ساتھ یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اخبار کی ترسیل کا مرحلہ بھی کافی کٹھن ہوتا ہے۔ اگر اس کے لئے کمپنیوں کو استعمال کیا جائے تو بہت زیادہ خرچ آتا ہے۔ لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ رضا کاروں سے کام لیا جائے۔ چنانچہ مکرم احمد منان مرزا صاحب شروع سے ہی یہ کام سنبھالے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ رضا کاروں کی اچھی خاصی ٹیم اخبار کی ترسیل کا کام کرتی ہے۔ اس ٹیم میں مستورات اور بچے بھی شامل ہیں۔ جو لفافوں پر ایڈریس لیبلز چسپاں کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ دس سال سے بڑی باقاعدگی سے یہ کام خوش اسلوبی سے انجام پارہا ہے۔

اس شمارہ کے شائع ہونے کے بعد ہمارا خیال تھا کہ ہم چند ہفتوں کے بعد ہی اس قابل ہو جائیں گے کہ الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ اجراء ہو سکے۔ اس سلسلہ میں تمام ممکن تدابیر اختیار کی جارہی تھیں مگر باوجود کوشش کے بعض معاملات طول پکڑتے گئے اور وقت سرعت کے ساتھ نکلتا گیا۔ حتیٰ کہ دسمبر کا مہینہ آگیا اور حضور انور نے تمام انتظامات کا جائزہ لے کر فرمایا کہ جنوری 1994ء سے اس کی باقاعدہ اشاعت کا انتظام کریں۔

اسی دوران ایک روح پرور واقعہ پیش آیا جس کا یہاں بیان ضروری ہے۔ وہ یہ کہ 30 جولائی 1993ء کے پرچہ کی اشاعت کے بعد جہاں مختلف ممالک سے احباب کرام کے تہنیت کے پیغامات موصول ہوئے وہاں کینیڈا سے مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نے حضور پُرنور کی خدمت میں ایک فیکس 25 اگست 1993ء کو روانہ کیا جس میں لکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کے الہام ''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا'' کے حروف ابجد کے حساب سے کل تعداد 1993ء بنتی ہے اور خوش قسمتی سے الفضل انٹرنیشنل کے اجراء کا سال بھی 1993ء ہے گویا اس الہام میں یہ خوشخبری ہے کہ سال 1993ء میں ایک اخبار شائع ہوگا جو غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوگا۔

یہ فیکس جب حضور انور کی خدمت میں پیش ہوئی تو اس کے حاشیہ پر حضور انور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے لئے ہدایت لکھی کہ وہ اس بارہ میں زبانی ہدایت لیں۔ مولانا نصیر احمد قمر صاحب جو اس وقت پرائیویٹ سیکرٹری تھے فرماتے ہیں کہ حضور نے انہیں بلا کر یہ ہدایت بھی کی تھی کہ اس فیکس کے بارہ میں ایڈیٹر الفضل یا الفضل کمیٹی کے کسی ممبر سے بات نہ کریں۔ ان کو اپنے طور پر تیاری کرنے دیں۔ زبردستی الہام کو چسپاں کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ مولانا نصیر قمر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس ارشاد کی تعمیل میں میں نے کسی سے اس فیکس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی خط پر کسی قسم کا نوٹ لکھا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد مولانا نصیر احمد قمر صاحب رخصت پر پاکستان تشریف لے گئے اور یہ خط پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں پڑا رہا۔ اوائل دسمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے الفضل کمیٹی کے ممبران کو بلایا اور ان کے کام کا تفصیلی جائزہ لیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہفتہ وار الفضل انٹرنیشنل کا باقاعدہ شمارہ 7 جنوری 1994ء کو شائع کیا جائے۔

مولانا نصیر احمد قمر صاحب کے جانے کے بعد مولانا منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ انہوں نے جب ڈاک میں یہ خط دیکھا کہ اس کا جواب نہیں بھجوایا گیا تو دوبارہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جس پر حضور نے مورخہ 10 دسمبر 1993ء کو مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب کو ایک خط اس سلسلہ میں تحریر کیا جس میں لکھا کہ ''الفضل انٹرنیشنل کے اجراء پر آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کے الہام ''دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا'' کے اعداد 1993 بیان کر کے 1993ء میں اس کی اشاعت کے واقعہ کو غیر معمولی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ جزاکم اللہ۔ غیر معمولی تو خدا کے فضل سے ہے ہی لیکن لفظ ''شائع'' کے حرف ''ء'' (ہمزہ) کا عدد ''1'' آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ''اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ الفضل عملاً جنوری 1994ء سے باقاعدہ شروع ہو رہا ہے اور ''ء'' کا ایک (1) عدد شامل کر کے یہ اعداد بالکل 1994 بن گئے ہیں جو کہ اخبار کے اجراء کا اصل سن ہے۔ ہم نے جان بوجھ کر آپ کے اس خط کو Release نہیں کیا تھا اور الفضل کی انتظامیہ کو بتایا تک نہیں تھا تا کہ وہ اس کے باقاعدہ اجراء کی تاریخیں اس کے مطابق Set کرنے کی کوشش نہ کریں لیکن اب جبکہ اس کے اجراء کی تاریخ طے ہو چکی ہے تو اول آپ کا یہ خط دوبارہ میرے سامنے پیش ہوا ہے۔ دوسرے وہ تاریخ عین 1994ء کا آغاز ہے جو کہ اس الہام کے اعداد کا حقیقی مجموعہ ہے''۔

یوں خدا تعالیٰ نے سب کی نظروں سے اسے فیصلہ ہوجانے کے کئی روز بعد تک اوجھل رکھ کر یہ فعلی شہادت مہیا فرما دی کہ یہ فیصلہ اس کا تائید یافتہ اور اس الہام کی تکمیل کا مظہر ہے۔

مارچ 1994ء میں مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب پاکستان سے واپسی پر اس اخبار کے مدیر اعلیٰ اور مینیجر مقرر ہوئے اور آج حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ہاتھوں کا لگایا ہوا یہ پودا بڑی شان و شوکت کے ساتھ نشوونما پاتے ہوئے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

❀❀❀❀

حضرت مسیح موعود کی تحریرات روحانی پاکیزگی کا موجب ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

بچوں کو حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریریں پڑھانے کی طرف متوجہ ہوں مثلاً الفضل میں جو بار بار ہر روز اقتباسات شائع ہوتے ہیں وہ ادارہ کی طرف سے بڑی محنت کے بعد منتخب کئے جاتے ہیں اور بہت ہی پُراثر ہیں اور وقت کی ضرورت کو پورا کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کا جو اثر پڑ سکتا ہے وہ آپ کی لاکھ تقریریں بھی پیدا نہیں کرسکتیں۔ اس لئے بچوں کو ان اقتباسات کی طرف متوجہ کریں۔ ہمارے یہاں مغربی دنیا میں اسی طرح افریقہ میں اور مشرقی ممالک میں بہت سے احمدی ہیں بلکہ اکثر احمدی ہیں جو اردو نہیں پڑھ سکتے۔ تو انتظامیہ کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ کم سے کم ان اقتباسات کے تراجم فوری طور پر تمام جماعت کو مہیا کر دیئے جایا کریں اور یہ جو بقیہ دو مہینے باقی ہیں ان میں یہ اقتباسات ہی حیرت انگیز روحانی اور پاکیزہ انقلابی تبدیلی پیدا کر دیں گے۔ تو ان کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور یہ کام اس بات کا انتظار نہ کریں کہ جماعتیں باقاعدہ ان کے تراجم کرائیں اور پھر ان کو مشتہر کریں۔ اتنے بڑے کام ہیں۔ اتنی اس میں محنت کرنی پڑتی ہے۔ اتنی احتیاط کرنی پڑتی ہے پھر بھی ایسی غلطیاں رہ جاتی ہیں کہ طعن آمیزی کا موجب بنتی ہیں بعض لوگوں کے لئے اس لئے کہ وہ کام اپنے وقت پر ہوں بڑی توجہ کی جارہی ہے، مترجمین تیار کئے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ رفتہ رفتہ یہ کام مختلف زبانوں میں پھیل رہا ہے لیکن اس کا انتظار نہ کریں جو سرسری ترجمے ہیں وہ کوئی ایسی بات نہیں ہوا کرتے کہ جس کے اوپر باقاعدہ ایکشن لئے جائیں اور جواب طلبیاں ہوں وہ تو صرف ایک کوشش ہے پیغام دوسرے تک پہنچانے کی۔ اس پہلو سے ان کے تراجم کرکے خواہ اگر چھپانے کا یا نقلیں کرنے کا سامان مہیا نہیں ہے تو کیسٹ ریکارڈر ہر جماعت میں موجود ہیں ان میں ان کو بھر کر بچوں کو سنا دیا کریں۔

(خطبات طاہر جلد 8 ص55)

محترمہ زوبیہ فراز صاحبہ۔ لاہور

الفضل اور میرے شعور کی آگہی

الفضل اخبار کے کیا کہنے یہ اپنے نام کی طرح اپنے اندر بہت سی فضیلتیں سمیٹے ہوئے ہے۔ جب ہمارے گھر میں صبح صبح آتا ہے تو گویا صحیح معنوں میں صبح ہوجاتی ہے۔ جب تک اس کو دیکھ نہ لیں پڑھ نہ لیں سکون نہیں ملتا اور اگر ناغہ ہوجائے تو لگتا ہے کمی سی رہ گئی ہے۔

الفضل کا میری زندگی میں بہت اہم کردار ہے میں ماشاءاللہ M.A عربی اور B.Ed ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ اتنی تعلیم کے باوجود میرا علم اگر بڑھا ہے مجھے سوچنے، سمجھنے، شعور کی آگاہی اگر کسی نے خدا کے علاوہ دی تو اس میں الفضل کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ الفضل میں جب بار بار یہ شائع کیا جاتا رہا ہے کہ اشاعت بڑھائیں تو میں نے دس گھروں میں الفضل جاری کروائیں۔ اب میری یہ کوشش رہتی ہے کہ جو بھی ملے اس سے پوچھتی ہوں الفضل آتی ہے کہ نہیں؟ اگر جواب نہیں میں ہو تو لگوانے کا کہتی ہوں اور فائدے بھی سمجھاتی ہوں۔

یہاں لاہور میں کسی وجہ سے ایک ماہ تک الفضل بند رہی پھر کچھ دن آئی پھر تقریباً ایک ماہ بند رہی۔ بہت برے وہ دن گزرے۔ جو عہدیدار آتا پوچھتی الفضل کب آئے گا؟ دعا کرتی رہی آخر وہ دن آگیا جب الفضل باقاعدہ آنا شروع ہوگیا۔

میرا تعلق ربوہ سے ہے وہاں بھی ماشاءاللہ گھر میں الفضل آتی تھی۔ جب شادی ہوکر لاہور آئی تو محض خدا کے فضل سے یہاں بھی الفضل جاری کروالی۔ میرے بچے تو جب الفضل آجائے تو کہتے ہیں ماما آپ کا Friend آگیا۔ وہ بھی کوشش کرتے ہیں کہ کچھ پڑھ لیں۔

میں جب الفضل میں اچھی بات پڑھتی ہوں تو کوشش کرتی ہوں اس کو اپنے پر لاگو کروں اور دوسروں کو بھی توجہ دلاؤں مثلاً میں جب الفضل میں کسی کا ذکر خیر پڑھتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ اگر یہ کام وہ لوگ کرسکتے ہیں تو میں کیوں نہیں کرسکتی اس طرح اپنی بھی اصلاح ہوجاتی ہے۔

مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب وکیل وقفِ نو ربوہ

الفضل رشتہ تودّد و تعارف بڑھا رہا ہے

''پیارے امین۔ تمہارا خط ملا۔ جس عمر میں تم نے اعتراض کرنا سیکھا ہے اس عمر میں میں نے الفضل میں مضمون لکھنا سیکھ لیا تھا''۔

یہ وہ جواب ہے جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ہمارے ایک چچا کے اس خط پر دیا جو انہوں نے اپنے کالج کے زمانہ میں الفضل پر بعض اعتراضات کے رنگ میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں لکھا تھا۔

اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ الفضل کو 'اپنا اخبار' سمجھتے تھے اور اس کی بہتری اور ترقی کے لئے کوشش کرتے رہتے تھے نہ کہ اسے 'پرایا اخبار' سمجھ کر اس پر تنقید اور اعتراض کریں۔

سو سال کے اس سفر میں کئی دور آئے۔ کئی مشکلات سے یہ گزرا۔ کئی پابندیوں نے سدِّ راہ ہونے کی کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کا فضل قدم قدم پر شاملِ حال رہا۔ اور آج یہ ایک تناور درخت بن چکا ہے۔

جماعت کی بہتری کیلئے الفضل نے اپنا کردار بھرپور طور پر ادا کیا اور احباب کے سامنے خلافت کی صحیح تصویر پیش کرنے میں ایسا کامیاب ہوا کہ جب 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے انتقال کے بعد انجمن کے بعض ممبران نے کنٹرول سنبھالنے کی کوشش کی تو احباب جماعت نے انہیں ٹھکرا کر خلافت کے ہاتھ پر بیعت کرکے ثابت کردیا کہ یہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے۔

چنانچہ الفضل کو اسی لئے تمام مخلصین 'اپنا اخبار' سمجھتے رہے کیونکہ انہیں اندازہ تھا کہ آج کی دنیا میں اخبارات خاص و عام سے رابطے کا بہترین ذریعہ ہیں اور انہیں جس قدر ممکن حد تک مثبت رنگ میں استعمال کیا جاسکے اتنے ہی مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے 12 ستمبر 1936ء کے الفضل میں ایک مضمون بعنوان ''اخبار الفضل حضرت مسیح موعود کا ایک بازو ہے'' تحریر فرمایا اور اس میں احباب کو توجہ دلائی کہ وہ اس بازو کو مضبوط کرنے کے لئے اس میں عمدہ مضامین تحریر کریں۔

جس طرح ہمارے بزرگ الفضل کو ''اپنا اخبار'' سمجھتے ہوئے اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ اس کا معیار بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے۔ اسی طرح آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے محقق۔ ڈاکٹرز۔ وکلاء۔ انجینئرز اور کسی بھی لحاظ سے کسی شعبہ میں فوقیت رکھنے والے دوست اپنے علم و تجارب کو محض خود تک محدود نہ رکھیں بلکہ اس اخبار کے ذریعے دیگر احباب کا علمی و ادبی ذوق بلند کرنے کی بھی کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود نے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کیلئے جن فوائد کا ذکر فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ احباب جماعت میں رشتہء ''تودّد و تعارف'' بڑھے گا اور گویا ایک نیا خاندان جنم لے گا۔ الفضل کے ذریعہ ایک فائدہ یہ بھی پہنچا ہے کہ کسی کے ہاں ولادت ہو یا کوئی اور کامیابی حاصل ہو یا خدانخواستہ کسی کا کوئی عزیز انتقال کر جائے یا کوئی بیمار ہو تو الفضل کے ذریعہ دنیا بھر کے دوستوں تک یہ خبر بہت جلد پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ اب تو انٹرنیٹ ایڈیشن کے شائع ہونے سے منٹوں میں تمام دوستوں تک اطلاع پہنچ جاتی ہے۔

ہمارے ایک چچا کی صاحبزادی نے M.B.B.S میں کئی مضامین میں ٹاپ کیا۔ یہ خبر ملکی اخبارات میں شائع ہوئی مگر لوگوں کا کوئی خاص ردّعمل سامنے نہیں آیا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب یہ الفضل میں شائع ہوئی تب لوگوں نے انہیں مبارکباد کے پیغام بھیجے۔ حالانکہ اس سے قبل کئی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوچکی تھی۔

اسی طرح الفضل میں ہی کسی صاحب کے ذکر خیر میں درج تھا کہ وہ دوست روزانہ الفضل میں دعا کے لئے جو اعلانات شائع ہوتے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ہر ایک کے لئے بطورِ خاص دعا کرتے۔ چنانچہ ''تودّد و تعارف'' کا یہ پہلو بھی الفضل کم و بیش ادا کررہا ہے۔

بعض دفعہ کسی شخص کی ذاتی یادوں پر مشتمل مضمون پڑھ کر کوئی ایسی بات سامنے آجاتی ہے جو تاریخ سے اوجھل رہی ہو۔ کیونکہ بعض بزرگان کے واقعات مختلف افراد سے مختلف تعلقات پر مشتمل ہوتے ہیں اور جب تک وہ دوست خود اپنے تجربہ کی روشنی میں کوئی خاص واقعہ جو انہیں سے متعلق ہو بیان نہ کریں تاریخ کا حصہ نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ایسے لوگ جب ذاتی واقعات تحریر کرتے ہیں تو ان بزرگان کی سیرت کے نئے گوشے واضح ہوجاتے ہیں۔

غرض الفضل ہمارا اخبار ہے اور اس کی بہتری کی ہر ممکن کوشش ہماری ذمّہ داری ہے۔ خدا تعالیٰ کرے کہ یہ قیامت تک اس سے بڑھ کر آب و تاب سے دنیا کی راہنمائی کرتا چلا جائے۔ آمین

تبرکات

خلافت حقہ کی چار واضح علامات

حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری

خلافت قائمقامی اور جانشینی کو کہتے اور کسی کی نیابت کی شان اور مرتبہ کو سمجھنے کے لئے اس کے اصل کو جاننا ضروری ہے۔ جس کا وہ نائب اور خلیفہ ہے۔ اگرچہ لفظ خلیفہ عام ہے مگر اصطلاح میں نبی کی وفات کے بعد اس کے کام کو سنبھالنے والا خلیفہ کہلاتا ہے۔

نبی ایسے وقت میں مبعوث ہوتا ہے جب دنیا کو بہت بڑی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس وقت فتنہ وفساد کا غلبہ ہوتا ہے۔ عقائد واعمال میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ نبی اس خرابی کو دور کرنے کے لئے آتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ کے لوگ تقویٰ وصلاحیت سے دور ہوتے ہیں اس لئے نبی کے انتخاب میں انسانوں کے دخل کا یا ان کی صوابدید کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ براہ راست جس کو چاہتا ہے نبی مقرر فرماتا ہے۔ لوگ ہزار کہتے رہیں کہ یہ شخص نبی کے مقام کا اہل نہیں ان کا کہنا بیکار ہوتا ہے اور ان کے ایسے اعتراض بے معنی۔ فرمایا...... من یشاء کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا رسول منتخب کرتا ہے۔ انسانی آراء کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔

نبی اپنی دعاؤں، اپنی تبلیغ اور اپنی اخلاقی قوت قدسیہ کے ذریعے اپنے مخاطب لوگوں میں سے اپنی جماعت میں شامل کرتا جاتا ہے ان کی تعلیم وتربیت کرتا ہے۔ انہیں اخلاقی پاکیزگی سے نوازتا ہے۔ گویا وہ نبی کا گلشن ہوتا ہے جس کی آبیاری ونگرانی عمر بھر کرتا ہے اور آخرکار بوقت وفات نبی اپنے ان متبعین کو اپنی امانت سپرد کر جاتا ہے۔ اور انہیں اپنا جانشین مقرر کر دیتا ہے۔ وہ نبی کے کام کو جاری رکھنے اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ وہ نبی کی تعلیم وتربیت کے ماتحت خوب جانتے ہیں کہ اس اہم ذمہ واری سے سبکدوش ہونے کے لئے اتفاق اور تنظیم بنیادی چٹان ہے۔

نبی کی تربیت سے یہ مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ ہر کام میں جماعت کا ایک امیر ہوتا ہے اور امیر کی اطاعت نبی کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس لئے جب نبی کی وفات کے صدمہ سے ان کے دل پگھلے جا رہے ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ذمہ واری کا ایک پہاڑ ان پر آن پڑا ہے وہ الٰہی تحریک سے فی الفور اپنے میں سے ایسے شخص کے انتخاب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ متقی، نبی کے مقاصد کو سمجھنے والا اور پورے عزم سے ان مقاصد کو بروئے کار لانے والا ہوتا ہے۔

چونکہ نبی کی قائم کردہ روحانی جماعت خدا کی اطاعت کرنے والی جماعت ہوتی ہے اور خلافت کا مقام نبوت کے تابع ہے اس لئے خلیفہ کے تقرر میں خدا تعالیٰ کا منشاء اس طرح کام کرتا ہے کہ مومنوں کی آراء سے نازک ترین وقت میں خلیفہ کا انتخاب ہوتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی پوری ہو جاتی ہے اور نیک انسانوں کی پسندیدگی بھی ظاہر ہو جاتی ہے گویا آیت وعداللّٰہ...... کے مطابق خدا ہی خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ مگر آیت قرآنی وامرھم شوریٰ بینھم کے ماتحت مومنوں کے مشورہ کی توقیر اور عزت بھی قائم کر دی جاتی ہے اور اس طرح نبوت اور خلافت کا روحانی درجہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور دینی صحیح جمہوریت کا نظارہ بھی نظر آ جاتا ہے۔ خلافت کا تقرر عام غیر مومن یا گھٹیا درجہ کے لوگوں کی آراء سے نہیں ہوتا بلکہ آمنوا وعملوا الصالحات میں سے اعلیٰ درجہ کے خدا ترس لوگوں کے انتخاب سے ہوتا ہے۔ اور پھر اسے خدائی تائید ونصرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے یہ انتخاب خاص انتخاب ہوتا ہے۔ اور خلافت اسی دینی جمہوری نظام کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ پس خلافت کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ دین کے جمہوری نظام کے ماتحت قائم ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو۔ گویا مومنوں کے قلوب بھی اس کے ساتھ ہوں اور خدا کا ہاتھ بھی اس کے اوپر ہو۔ خلیفہ اپنے نبی کی روحانیت کا جانشین ہوتا ہے اور مومنوں کو اس میں نبی کا عکس نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ عشق ومحبت سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے احکام پر ہر قسم کی قربانی کرتے ہیں۔

دوسری علامت خلافت کی یہ ہے کہ خلیفہ اپنی خلافت کے زمانہ میں اسی ڈگر پر چلتا ہے جو نبی نے اختیار کی ہوتی ہے وہ نبی کے بعض ناتمام مقاصد کو پورا کرتا ہے اور اس کے پروگرام کو مکمل کرتا ہے۔ اس کے اس رویہ کی تصدیق خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ خلیفہ کے ذریعہ سے نبی کے مشن کو استحکام بخشتا ہے اور اس کے دین کو تقویت عطا کرتا ہے۔ اسے قبولیت بخشتا ہے۔ نبی کے زمانہ میں جو دین ایک کونپل کی طرح تھا۔ وہ خلافت کے دور میں ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔ اور چاروں طرف پھیل جاتا ہے۔ آیت قرآنی و لیمکنن لھم ...... کا یہی منشاء ہے۔ پس خلافت کی یہ نشانی ہے کہ اس وقت نبی کے لائے ہوئے مشن کو خاص ترقی حاصل ہوتی ہے اور اس کی قبولیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

تیسری علامت خلافت کی یہ ہے کہ تمام پیش آمدہ مشکلات میں خلیفہ کو نبی کی طرح کا یقین و وثوق سے پُر دل دیا جاتا ہے۔ اور وہ توکل اور اپنے عزم سے ان مشکلات پر غالب آتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مومنوں کی جماعت کے خوف کو امن سے بدل دیتا ہے۔ ان کے دلوں کو مضبوط کرتا ہے ان کے دشمنوں کو ناکام ونامراد کرتا ہے۔

خوف کے اوقات آتے ہیں تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ لیکن وہ کسی حالت میں بھی مومنوں کی جماعت کی تباہی اور بربادی کا موجب نہیں بن سکتیں۔ بلکہ ان مشکلات کے باعث اللہ تعالیٰ خلافت والی جماعت کو اور بھی قرب بخشتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں غیر معمولی ترقی عطا فرماتا ہے۔ ان کا خوف امن سے بدلا جاتا ہے۔ اور وہ خلافت کی برکت سے ہولناک حالات میں سے امن اور سلامتی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ دشمن خیال کرتا ہے کہ میں خلیفہ کی جماعت کے لئے آگ بھڑکا رہا ہوں مگر وہ حیران ہو جاتا ہے۔ جب اسے نظر آتا ہے کہ خلافت سے وابستہ لوگ تو آگ کی بجائے گلزار میں ہیں اور ان کی تباہی کی بجائے ان کی عظمت وشوکت کے نئے نئے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں خلفاء کی علامت کے طور پر فرماتا ہے ولیبدلنھم...... کہ خدا تعالیٰ خود ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دیتا ہے۔ خوف کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور آشتی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

خلافت حقہ کی چوتھی علامت یہ ہوتی ہے کہ خلفاء اور ان کے متبعین شرک کی نجاست سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کا توکل اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے اور وہ روحانیت اور دینی اخلاق میں ایک نمونہ ہوتے ہیں چونکہ نبی کے بعد خلیفہ اسی نورانی مشعل کا علمبردار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کو منور کرنے کے لئے جلائی تھی۔ اس لئے وہ خود نبی کا روحانی وارث ہوتا ہے اور اس کے ساتھ رہنے والے بھی خدائی نشانوں کو دیکھ کر اس نور سے منور ہو جاتے ہیں اور وہ سب دنیا کی آلائشوں سے پاک ہو کر سارے کام محض اللہ کے لئے کرتے ہیں۔ وہ دنیا میں خدا ہی کی شریعت کا نفاذ کرتے ہیں۔ اور ان کا نصب العین بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ خدائے واحد کی عبادت زمین پر قائم ہو۔ اس ایمان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی انہیں آسمانی نشانوں اور غیر معمولی نصرتوں سے نوازتا ہے اور ان کو اپنی توحید کے قائم کرنے کا ذریعہ بنا لیتا ہے ان کو اور ان کے سچے پیروؤں کو روحانی غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اور ان کو کامیاب وکامران کرتا ہے۔ یہی معنے آیت قرآنی یعبدوننی ...... کے ہیں۔

ان چاروں علامتوں سے خلافت حقہ ممتاز ہوتی ہے۔ اور ان سے ہی خلفاء پرکھے جاسکتے ہیں۔ (الفضل 24 مئی 1960ء)

تبرکات

حضرت مسیح موعود اور خلفاء سلسلہ کے دستخط

حضرت مسیح موعود

حضرت خلیفۃ المسیح الاول

23.1.58

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مکرم نصیر احمد انجم صاحب استاد موازنہ مذاہب

تحقیق ادیان مختلفہ اور الفضل

مختلف مذاہب کی حقیقتا ورتقابل ادیان ایک دلچسپ اور شوق جستجو کو ابھارنے والا موضوع ہے۔الفضل جوایک مؤقر جریدہ ہےاس کے لئے اس موضوع سے انصاف کرنا لابدی امر ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے الفضل کے سوسالہ تاریخ میں ٹھوس علمی، تحقیقی اور بیش قیمت مضامین گاہے بگاہے شائع ہوتے رہے ہیں۔

کئی مضامین توایسے ہیں جو آپ کو آگے بڑھنے سے روک لیتے ہیں ان کامکمل مطالعہ کئے بغیر تسلی نہیں ہوتی۔اس حوالہ سے ایک جائزہ اگلی سطور میں پیش کیا جارہا ہے۔اس جائزہ میں ان مضامین پرایک اچٹتی نظرڈالی گئی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ الفضل کے مختلف شماروں کا مطالعہ گلشن کی سیر کے مترادف ہے۔جہاں گلہائے رنگ ونور کی فراوانی ہے۔یہ ایک کائنات ہے جس کی نیرنگی سے انسان مسحور ہوجاتا ہے۔آسمان الفضل پر یہ مضامین اور ہر مضمون نگارستاروں کی مانند چمکتے ہیں۔غرضیکہ ان کا مطالعہ دریائے علم و عرفان میں غوطہ زن ہونے کے برابر ہے۔نت نئے گوہرآبدار ہاتھ لگتے ہیں۔اورروحانی فرحت وانبساط ملتی ہے۔اورعلمی پیاس بجھتی ہے۔

میرے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ ہر مضمون کا تعارف کراسکوں میں نے چند اہم ترین مضمون نگارہستیوں کا انتخاب کیا ہے جن کے رشحات قلم سے الفضل کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت مصلح موعود

الفضل کو یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ گاہے گاہے اس میں حضرت مصلح موعود کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے تھے۔

1920ء میں پروفیسر رام دیو صاحب نے لاہور میں تقریر کی اس میں انہوں نے کہا کہ اسلام اس زمانہ کا مذہب نہیں ہے کیونکہ اس کے اصول سائنس کے مطابق نہ ہیں۔حضرت مصلح موعود نے پروفیسر صاحب کے اعتراضات کا مدلل جواب اپنے مضمون میں دیا جو 13دسمبر1920ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔جس میں پروفیسر صاحب کے ایک ایک اعتراض کا رد کیا گیا ہے۔آپ نے ثابت کیا کہ یہ اعتراضات تو آریہ دھرم پروارد ہوتے ہیں نہ کہ اسلام پر۔فرشتوں کا وجود محض خیالی ہے اس اعتراض کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

''فرشتہ خیالی یاوہمی وجودنہیں بلکہ ان کا وجود عالم خیال سے باہر بھی موجود ہےاورقرآن کریم نے فرشتوں کی نسبت جوکچھ بیان فرمایا ہےاس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔اگرکسی شخص کوان کے وجود کے خلاف کوئی اعتراض ہوتو میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے شکوک کا ازالہ کرسکتا ہوں اورفرشتوں کا وجود میں صرف اس لئے ہی نہیں مانتا کہ میں نے قرآن کریم میں ان کا ذکر پڑھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل اوراحسان سے میں نے خودبھی ان کی ملاقات کی ہے۔اوران سے کئی علوم سیکھے ہیں''۔

قیام پاکستان کے بعد ملک میں ملکیت زمین جیسے مسائل ابھرے۔مختلف طبقہ ہائے فکر نے اپنے نظریات پیش کرنے شروع کردیئے۔بعض لوگوں کا خیال تھا زمینداری اور جاگیرداری خلاف اسلام ہےاس کوختم کردینا چاہئے۔حضرت مصلح موعود نے اس اہم موضوع پراسلام اورملکیت زمین کے عنوان سے ایک مضمون رقم فرمایا جو 18مارچ 1950ءکےشمارہ کی زینت بنا۔

اس مضمون میں آپ نے ملکیت زمین کے بارے میں اسلامی تعلیم واضح کی۔آپ نے بتایا کہ زمینداری آنحضرت ﷺ کے زمانے سے پہلے بھی موجود تھی۔آپ کے زمانہ میں بھی رہی آپ نے اس کوختم نہ کیا۔آپ کے بعدآپ کے خلفاء کے دور میں بھی جاگیرداری اور زمینداری قائم رہی۔طائف وغیرہ علاقوں میں بڑے بڑے جاگیردار تھے۔لیکن ان کی زمینیں ان کے پاس رہیں۔اصل چیز جوتباہی لاتی ہے وہ جاگیرداروں کے ہاتھوں غریبوں کا استحصال ہے۔اس کو بہرحال ختم ہونا چاہئے۔

27جون 1945ء کے شمارہ میں انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے متعلق آپ کا مضمون شائع ہوا۔

انبیاء موجودہ بائیبل اورقرآن کی نظر میں یہ اہم مضمون 18,16,15 مئی1965ء کی اشاعتوں میں زینت قرطاس ہے۔

اگرسارے مذاہب خدا کی طرف سے ہیں تو بانیان مذاہب کی تعلیمات میں اختلاف کیوں ہے؟

اس اہم سوال کے جواب کے لئے ملاحظہ کریں 24فروری1949ء کا الفضل جہاں حضرت مصلح موعود نے یہ عقدہ کشائی کی ہوئی ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

آپ جماعت احمدیہ میں ایک منجھے ہوئے قلمکاراورمصنف تسلیم کئے جاتے ہیں۔آپ کے مضامین بالعموم توتربیتی نوعیت کے ہوتے تھےلیکن کئی ایسے اہم موضوعات پر بھی آپ نے قلم اٹھایا جوتحقیق ادیان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مؤرخہ 3مئی 1950ء کوآپ کا مضمون ''اسلامی سزاؤں کا بنیادی فلسفہ''الفضل میں شائع ہوا۔اس مضمون میں چور کے ہاتھ کاٹنا قتل کے بدلے قتل اور مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹنا جیسی سزاؤں کی فلاسفی اور حکمتیں بیان کی ہیں۔نیز یہ تفصیل سے بتایا ہے کہ کن حالات میں یہ سزائیں نافذالعمل ہوسکتی ہیں۔

اسی ضمن میں آپ نے رجم کی سزااورمرتد کی سزا کے حوالے سے غلط تشریحات کی حقیقت بھی اس مضمون میں بیان کی ہے۔

مورخہ 25مارچ 1931ء کے الفضل کے شمارہ میں آپ کا مضمون''موجودہ برقع اوراسلامی پردہ کے عنوان سے شائع ہوا۔''اس مضمون میں آپ نے پردے میں افراط اورتفریط کے پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے اصل اسلامی پردہ کے خدوخال واضح کئے ہیں۔

3۔اکتوبر1950ء کے الفضل میں آپ کا مضمون زندگی کے بیمہ کے متعلق اسلامی نظریہ شائع ہوا۔یہ مضمون جب شائع ہوا تب بھی موضوع کے اعتبار سے اہم تھااورآج بھی ہے۔ اس گرانقدرمضمون میں حضرت میاں صاحب نے بتایا کہ مروجہ سکیموں میں سود کا عنصر معلوم ہوتا ہے۔تاہم اسلام نے یہ تعلیم دی ہے۔

ولتنظر نفس ماقدمت لغد

یعنی ہرنفس یہ مدّنظر رکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔اس آیت میں حقیقۃً تو اخروی زندگی کا خیال رکھنے کو کہا گیا ہے۔تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ یہ آیت متوجہ کرتی ہے کہ انسان کواپنے دنیوی اعمال میں بھی مستقبل کومدنظر رکھنا چاہئے۔پس اگرکوئی ایسی سکیم ہوجس میں سود کا عنصر نہ ہوتواس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں 29جولائی 1940ء کوآپ کا مضمون بعنوان درود میں حضرت ابراہیمؑ کے نام کی حکمت کے متعلق شائع ہوا۔

(آپ کے مضامین کا مجموعہ مضامین بشیر (دوجلدیں) کے نام سے شائع ہوچکا ہے)

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب

آپ جماعت احمدیہ کے ایک ثقہ عالم اور مناظر کےطور پرجانے جاتے تھے۔آپ کے تحقیق سے لبریز متعدد مضامین الفضل میں شائع ہوا کرتے تھے۔اسی مضمون میں چندایک کا ہی ذکرکیا جاسکتا ہے۔

27مارچ1940ء کوآپ کا مضمون عہدنامہ عتیق کی ایک واضح پیشگوئی اور13مارچ1940ء کوعیسائیت کے متعلق چنداہم سوال

8مارچ1940ء کفارہ سے خدا منصف نہیں بلکہ غیرمنصف ثابت ہوگا۔

24مارچ1940ء اہل بہاء کوتبادلہ خیالات کی دعوت

ایسے علمی مضامین سے الفضل کا دامن لبریز نظرآتا ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس

آپ ایک جید عالم سلسلہ اور مناظر تھے۔آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ میدان عمل میں گزرا آپ نے متعدد کتب بھی تصنیف فرمائیں تاہم آپ کے مضامین بھی کثرت سے روزنامہ الفضل میں شائع ہوا کرتے تھے۔مثلاً

4دسمبر1923ء فضیلت مسیح پر گفتگو

5مارچ1939ء قبرمسیح کا اعلان یورپ میں

4دسمبر1948ء آج اگردوبارہ عیسیٰؑ تشریف لے آئیں۔

7۔اگست1928ء بہائیت اورتقیہ

31جولائی اور2۔اگست1938ء دوشماروں میں حضرت لوط کا واقعہ کا مضمون شائع شدہ ہے۔

20اور26جنوری 1937ء میں دو اقساط میں ظہورابراہیم کے متعلق مضمون شائع ہوا ہے۔

ستمبر1921ء میں کل چھ اقساط پر مشتمل آپ کا تفصیلی مضمون''اسلام اورحریت مساوات'' کے موضوع پر شائع ہوا۔خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بیان پراعتراض کئے ان کا مدلل جواب ان مضامین میں مولانا صاحب نے دیا ہے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

آپ صوفی منش اور دعا گومستجاب الدعوات ہستی تھے۔آپ کی زندگی کا دوسرا پہلوآپ کا ٹھوس علم اور صاحب تصنیف ہونا ہے۔آپ کے مضامین گہرے مطالب پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔مثلاً

امن عالم ایک ایساموضوع ہےجس کا تذکرہ ہرمذہب اورمعاشرے میں ہوتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ امن عالم کی بنیاد اصلاح نفس سے ہی شروع ہوتی ہے۔اگر ہرنفس اپنی اصلاح کی فکر کرےتوسارامعاشرہ اورکل عالم امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

18فروری1938ء کے الفضل میں حضرت مولانا راجیکی صاحب نے''اصلاح نفس اورامن عالم'' کے عنوان سے مضمون رقم فرمایا اوراس سلسلہ میں دین حق کی تعلیمات کواجاگر کیا۔

آپ نے اصلاح نفس کے10ذرائع اس

طور پر بیان کئے ہیں۔

1۔خدا کی معرفت 2۔دعا اور روزہ 3۔صفات الٰہیہ کا ذکر اور مطالعہ 4۔سابقہ انبیاء کی قوموں کے حالات کا مطالعہ 5۔اہل اللہ کی صحبت 6۔بد لوگوں کی صحبت سے پرہیز 7۔اطاعت میں ملکی (فرشتوں جیسی) مشابہت 8۔تخلق باخلاق اللہ 9۔خدا کے حسن واحسان کے ذریعہ محبت کے حصول کی کوشش 10۔عجز وانکسار

اس طرح 19۔اکتوبر 1940ء کے شمارے میں کیا حیوانات کی موت کے بعد ان کی روحیں زندہ رہتی ہیں پر آپ کا مضمون ہے۔ 23 دسمبر 1939ء ماہرین فلکیات کے ایک اعتراض کا جواب

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب

آپ نابغہ روزگار ہستی تھے۔ جہاں آپ نے سیاست کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے وہیں آپ نے تحقیق الادیان کے سلسلہ میں بھی ٹھوس مساعی سرانجام دیں۔ آپ نے 1978ء میں لندن میں ہونے والی کسر صلیب کانفرنس میں ایک تحقیقی مقالہ پڑھا جو Diliverance from The Cross کے نام سے انگریزی زبان میں شائع شدہ ہے اور اس کا اردو ترجمہ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب نے ''صلیب سے نجات'' کے عنوان سے کیا۔ یہ ترجمہ شائع شدہ ہے۔

30 جون تا 3 جولائی 1954ء کے شماروں میں حضرت چوہدری صاحب کا ایک مضمون اشاعت پذیر ہوا۔ دراصل یہ آپ کا خطبہ صدارت تھا جو آپ نے بین الاقوامی اسلامی اقتصادی تنظیم کے اجلاس میں پڑھا۔ آپ نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں بتایا کہ اسلام زندگی کو جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا مجموعہ قرار دیتا ہے۔ پس ان تینوں حالتوں کی اصلاح ضروری ہے۔ اس کے لئے میانہ روی اختیار کرنے مساوات اور دولت کی مساویانہ تقسیم کی اہمیت کو واضح کیا۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب

اگر الفضل پر نظر ڈالی جائے تو 30ء کی دہائی سے لے کر 1970ء کی دہائی تک ایک نام ایسا تھا جو الفضل میں علمی مضامین کا سرخیل نظر آتا ہے اور یہ نام حضرت مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری کا ہے۔ ہمیشہ اہم موضوعات پر آپ کا قلم رواں رہا۔ تحقیق الادیان آپ کا من پسند موضوع تھا۔ اسلام کے علاوہ عیسائیت، بہائیت، ہندوازم وغیرہ مذاہب کی تحقیق پر مبنی آپ کے متعدد مضامین آج الفضل کا سرمایہ ہیں۔

26,19,12 جولائی اور 14۔اکتوبر 1934ء میں کئی اقساط پر مشتمل مضمون ہے جس کا عنوان ہے ''سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حدیث ثلاث کذبات''

آپ نے بتایا کہ قرآن تو حضرت ابراہیم کو صدیقاً نبیاً کہتا ہے اور آپ کی یہ دعا بیان کرتا ہے

واجعل لی لسان صدق فی الاخرین

اے اللہ تو پچھلے لوگوں میں میری سچی زبان بنا۔ یعنی اگر بعض لوگ میری طرف جھوٹ منسوب کریں تو اس وقت ایسے لوگ پیدا کر جو میرا دفاع کریں اور مجھے سچا ثابت کریں۔

آپ نے اخبار اہلحدیث 23 فروری 1934ء کا حوالہ دیا جس میں لکھا ہے

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری عمر میں 30 جھوٹ بولے''

آپ نے مضمون میں اس عقیدے کی تردید کی اور جماعت احمدیہ کا موقف بصراحت بیان کیا کہ کس مضمون میں ان واقعات کو کذبات کہا گیا ہے۔

30 جنوری 1938ء: بائبل میں غلطیوں کا اعتراف اور حضرت مسیح کے اقتداری معجزات کا انکار

15۔اپریل 1930ء: حضرت مسیح کا مذہب اور موجودہ عیسائیت

24۔اپریل 1932ء: حضرت مسیح کی بستی

6۔اکتوبر 1931ء: حضرت مسیح کی بن باپ ولادت

13۔اکتوبر 1940ء: حضرت مسیح ناصری کی قبر سری نگر میں

28,27,25 جون 1963ء: اصلی مسیحیت اور موجودہ مسیحیت میں 10 اختلافی مسائل واعتقاد

27 جنوری 1928ء: احمدیت اور بہائیت

2۔اگست 1942ء: اہل بہا سے مناظرہ بعنوان شریعت اسلامیہ کا منسوخ ہونا۔

یکم مارچ 1955ء: اہل بہاء سے دس سوال

3 فروری 1928ء: بانی بہائیت کا دعویٰ الوہیت

17 مئی 1950ء: اسلام ہی عورتوں کے حقوق کا محافظ ہے

21۔اکتوبر 1927ء: جماعت احمدیہ اور آریہ سماج

3۔اپریل 1926ء: نیوگ اور نکاح ثانی

8 مارچ 1944ء: نیوگ اور طلاق کے متعلق آریہ پروفیسر کے خیالات

18 مئی 1933ء کے شمارے میں آپ کا مضمون شائع ہوا۔ پادری سلطان پال نے اپنی تفسیر سلطان التفاسیر میں سورہ فاتحہ پر اعتراضات کئے اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ قرآن کا حصہ نہ ہے بلکہ بائبل سے ماخوذ ہے۔ حضرت مولانا ابوالعطا صاحب نے اس کا جواب اس مضمون میں دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ بعض ضعیف روایات کی بناء پر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ سورہ فاتحہ قرآن کا حصہ نہیں۔ مستند روایات اور ہزار ہا مسلمان حفاظ جب اسے قرآن کا حصہ مانتے اور تلاوت کرتے ہیں تو یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

مکرم گیانی عباد اللہ صاحب

ہندومت اور سکھ مت کے متعلق بالخصوص اور بعض دیگر مذاہب کے متعلق بھی آپ کے مضامین کثرت سے الفضل میں شائع ہوتے رہے۔

20,19,18,17,15 نومبر 1960ء کے شماروں میں کئی اقساط پر مشتمل مضمون بعنوان اسلام پر غیر مسلم مضمون نگاروں کے اعتراضات کے جوابات، شائع ہوا۔ اس مضمون میں بالخصوص اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اس اعتراضات کو باطل ثابت کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوؤں اور سکھوں کے متعدد حوالہ جات دیئے ہیں۔ دیگر اقوام کا طرز عمل اور مسلمان بادشاہوں کا حسن سلوک بھی حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مسٹر چونی لال جی ایم۔اے نے لکھا۔

عربی پیغمبر (ﷺ) نے غلاموں کو اور مذہبی و سیاسی ظلم کے تختۂ مشق بدقسمت آدمیوں کا ایسا آزادانہ پیغام دیا جو اپنے زبردست نظام کی وجہ سے سندھ سے جبل الطارق تک تمام دنیا پر اثر ڈالنے والا تھا۔

(مسلم راجپوت 23 جولائی 1924ء)

جون 1943ء میں 9 اقساط پر مشتمل مضمون بعنوان ''ہندو اور سکھ'' شائع ہوا۔

18 جولائی 1952ء مکہ یا کعبہ گھومنے کی ساکھی اور سکھ لٹریچر

31 جنوری 1947ء بابا نانک اور اسلام

18,16,14,6 ستمبر 1914ء بابا نانک اور مسئلہ تناسخ

17 ستمبر 1941ء گرنتھ میں توحید باری کی تعلیم

مکرم گیانی واحد حسین صاحب

گیانی عباد اللہ صاحب کے ساتھ ساتھ گیانی واحد حسین صاحب کا نام بھی ہندمت اور سکھ مت کے متعلق احمدی محققین کی صف اول میں نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کے متعدد مضامین قرطاس الفضل پر ہویدا نظر آتے ہیں۔

26,21,17 اور 29۔اگست 1958ء کے الفضل کے شماروں میں 4 مبسوط اقساط پر مشتمل آپ کا مضمون ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے قرآن پر اعتراضات کئے کہ قرآنی تعلیمات کلام اللہ نہیں بلکہ یہود، عیسائی، صابی، عربی، زرتشتی حکایت واعتقادات وتعلیمات پر مبنی اور سرقہ ہیں۔ اس کا جواب تفصیل سے ان مضامین میں گیانی صاحب نے دیا ہے جس کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ توحید ہی سب انبیاء اور شرائع کا مشترک پیغام رہا ہے۔ پس اس حوالے سے یکسانیت ہونا تو عیب نہیں۔ ایسے اشتراک تو عیسائیوں کے ہاں بھی ہیں عیسائیت تو یہودیت کا ہی چربہ ہے۔ پھر منو کی کہانی کو نوح کی کہانی بنا کر بائبل میں ڈالا گیا۔ اسی طرح ختنہ وغیرہ رسومات توریت سے بہت پہلے رائج تھے جیسا کہ پیدائش کی کتاب سے ظاہر ہے۔ سبت بھی موسوی شریعت سے پہلے ہی مقدس مانا جاتا تھا۔ عیسائیوں کی تثلیث یونانی اور ہندوؤں کی ترے مورتی سے مشابہ ہے۔

26۔اگست 1938ء چولہ بابا نانک کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات

16,15,13 جولائی 1955ء مغل بادشاہوں کی سکھوں سے رواداری

4 مارچ 1946ء جنم ساکھی بھائی بالا کا انکار

حضرت پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب

جماعت احمدیہ میں جلسہ سالانہ ایک خاص موقعہ ہوتا ہے۔ جلسہ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس میں علمائے سلسلہ کی پر مغز تقاریر ہوتی ہیں اور بالعموم بعد ازاں الفضل میں بھی شائع ہوتی رہی ہیں۔

15,12 جنوری 1963ء کو پروفیسر صاحب کی وہ تقریر شائع ہوئی جو آپ نے جلسہ سالانہ 1962ء کے موقع پر کی۔ آپ کی اس تقریر کا عنوان تھا

اسلام اور مفکرین مغرب

اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ اہل مغرب کے مفکرین اور دانشور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا کو مادی اور روحانی طور پر Lead کر رہے ہیں۔ تاہم اب وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ (دین حق) میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے۔

مسٹر ٹائن بی نے یہ لکھا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا اسی طرح سر ٹامس آرنلڈ نے بھی تاریخ اشاعت اسلام لکھی اور وہ اسلام کی روحانی طاقت کے قائل نظر آتے ہیں۔

منٹگمری واٹ نے اب یہ تجویز دی ہے کہ یہود، نصاریٰ اور مسلم دین ابراہیم پر مشترک ہو جائیں تاکہ فساد مٹ جائے۔ حالانکہ یہ تجویز تو قرآن اپنے وقت میں دے چکا ہے کہ مشترک باتوں کا پرچار کرنا چاہئے۔ جہاں تک دین ابراہیم کا تعلق ہے تو اس کا خلاصہ حنیفاً مسلماً ہے پس خدا کی فرمانبرداری اختیار کرنے کی عملی طور پر بہت ضرورت ہے۔

حضرت ملک سیف الرحمان صاحب

حضرت ملک صاحب ایک ٹھوس علمی شخصیت تھے۔ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل بھی رہے۔ آپ کے کئی مضامین الفضل میں شائع ہوئے۔

20,16,15,11,10 دسمبر 1960ء اور 10 جنوری 1961ء میں آپ کے مضامین بالاقساط شائع ہوئے۔ ''اسلام میں تقسیم وراثت کا فلسفہ''

وراثت ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا ذکر ہر معاشرے میں اٹھتا ہے۔ اسلام نے اس مسئلہ کو فطرت کے مطابق خوبصورتی سے حل کیا ہے۔ بنیادی فلسفہ یہ ہے جو مرنے والے کے زیادہ قریب ہو اسی حساب سے اس کا حصہ ہے۔ وراثت پانے والوں کے تین درجے ہیں۔ اصحاب الفروض، عصبات، ذوی الارحام

اس مضمون میں جاہلی عرب، یہود، قدیم یونان، روم، کی تہذیبوں میں وراثت کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا موازنہ اسلامی تعلیم سے کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیم کی برتری ثابت کی گئی ہے۔ اکثر مذاہب تو صرف لڑکوں کو حصہ دیتے ہیں۔ لڑکیوں کو یا تو محروم کرتے ہیں یا لڑکوں کی عدم موجودگی میں حصہ دیتے ہیں۔ لیکن اسلام میں لڑکیوں کا حصہ مقرر ہے۔

مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب

27 مئی 1951ء کے شمارہ میں ''اشتراکیت یا اسلام'' کے موضوع پر مکرم مولانا غلام باری سیف کا مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں ان لوگوں کے خیالات کا رد کیا گیا ہے جو اشتراکیت کو اسلام سے ملتا جلتا نظام قرار دیتے ہیں بلکہ بعض تو غلو کرتے ہوئے عین اسلام قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور اشتراکیت میں بعد المشرقین ہے۔ اسلام تو خدا سے ملاتا ہے جبکہ اشتراکیت خدا سے چھڑاتی ہے۔ خود اشتراکی مفکرین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اشتراکیت مذہب کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب

آپ جماعت احمدیہ میں محقق کے نام سے معروف ہیں۔ آپ نے بائبل اور دیگر موضوعات پر گہری تحقیق کی ہے اور پھر نظر عمیق سے کتب اور مضامین لکھے۔

11,10۔ اکتوبر 1963ء کے شمارہ میں آپ کا مضمون ''انجیل کے قدیم نسخوں کا انکشاف'' شائع ہوا۔ آپ نے بتایا کہ عیسائیت کے موجودہ مروجہ عقائد کیسے داخل ہوئے۔ یہ بائبل میں تحریف کا دروازہ کھلا رہا۔ تیسری صدی کے عالم Origin نے اس کی طرف متوجہ کیا۔

انجیل یوحنا کی ابتدائی عبارت ابتداء میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا سے عیسائی الوہیت مسیح کا استدلال کرتے ہیں۔ لیکن قدیم سریانی ترجمہ پشتہ میں ہدایات مختلف مفہوم رکھتی ہیں۔ ان کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی صفت کلام اس سے جدا نہیں۔ ان آیات میں ''کلام'' سے مراد خدا کا حکم کن کہنا ہے۔

13/اپریل 1962ء کے الفضل میں محترم شیخ صاحب کا مضمون ''قبطی انجیل کا انکشاف اور آنحضرت ﷺ کی بشارت'' شائع ہوا ہے۔

دریائے نیل کے بالائی علاقے ''ناگ حمادی'' میں واقع قدیم خانقاہ کے کھنڈرات سے برتن ملے جن میں Papyras پر لکھی تحریرات ملی ہیں۔ جو قبطی زبان میں ہیں۔ ان میں کئی باتیں اناجیل اربعہ سے مختلف ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی شان لولاک کے بارے میں اشارۃً خبر دی گئی ہے۔

28 ستمبر 1952ء مسیح ناصری کے نقش قدم پر ابتدائی نصاریٰ کی ہندوستان آمد

26 دسمبر 1952ء بائبل کا تازہ ایڈیشن

20,18,17/اگست 1957ء ایلنی فرقہ کے قدیم لٹریچر میں حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات

22 جولائی 1965ء کسر صلیب کا درخشندہ ثبوت کفن مسیح

16/اپریل 1963ء کیا گوتم بدھ پیغمبر تھے

معزز قارئین! مندرجہ بالا سطور میں صرف چند مضمون نگار حضرات کا ذکر کیا جا سکا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اور نام بھی ہیں جن کے مضامین مختلف مذاہب سے متعلق الفضل میں شائع ہوتے رہے۔ مثلاً حضرت مفتی محمد صادق صاحب، مکرم مہاشہ محمد عمر صاحب، مکرم فضل حسین صاحب، مکرم فضل الدین صاحب، حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحب، مکرم نسیم سیفی صاحب، مکرم ناصرالدین احمد عبداللہ صاحب، سردار محمد یوسف صاحب، مکرم محمد عبداللہ صاحب، مولانا بشارت احمد بشیر صاحب، مکرم سید محمود احمد ناصر صاحب، مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب، مکرم مظفر احمد چوہدری صاحب

الغرض تحقیق الادیان سے متعلق اگر آپ نے گوہر نایاب تلاش کرنے ہوں تو آپ کو الفضل کی ورق گردانی سے میسر آسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مضمون نگاروں کو جزائے خیر دے جنہوں نے یہ قیمتی سرمایہ حوالہ قرطاس کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

بیداری کا ایک بڑا ذریعہ مرکزی اخبار و رسائل کا مطالعہ ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:

بیداری کے قیام کے لئے دوسری اہم چیز یہ ہے کہ جو رسالے اور اخبار مرکز سے شائع ہوتے ہیں۔ وہ کثرت سے پڑھے جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی کے کان میں وہ باتیں پڑنی چاہئیں کہ جن کی اشاعت مرکز سے ہوتی ہے۔ مرکزی اخبار اور رسالوں میں ایک تو کچھ اپیلیں کی جاتی ہیں مثلاً بتایا جاتا ہے کہ بعض جماعتیں اپنے وعدوں کے مطابق اور اپنی ذمہ داریوں کے مطابق چندے نہیں دے رہیں یا بعض جگہوں پر (بیوت) نہیں ہیں وہاں (بیوت) ہونی چاہئیں یا بعض جگہ تربیت کے کام میں سستی ہے۔ وہاں اس طرف توجہ ہونی چاہئے۔ اگر جماعت کو یہ پتہ ہی نہ لگے کہ کس جگہ کس قسم کا نقص یا خامی واقعی ہوگئی ہے تو وہ اسے دور کرنے کی طرف متوجہ کیسے ہو سکتے ہیں اسی طرح اگر جماعت اپنے اخبار اور رسالوں کو نہ پڑھے تو انہیں کیسے علم ہو کہ اللہ تعالیٰ کس رنگ میں اور کس کثرت کے ساتھ اپنی رحمتیں جماعت احمدیہ پر نازل کر رہا ہے اور رحمتوں کی اس بارش کے نتیجہ میں ہم پہ جو پہلی اور عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کا شکر بجالانا ہے۔ لیکن اگر احباب جماعت کو ان رحمتوں کا علم ہی نہ ہو۔ تو حمد اور شکر بجالانے کی ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ کیسے بجالائیں گے۔

میرے اس دورہ کے نتیجہ میں جو پچھلے دنوں میں نے یورپ کا کیا تھا۔ جماعت احمدیہ نے خدا تعالیٰ کے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کو دیکھا یعنی جنہوں نے دیکھا جنہوں نے اخبار پڑھے ہمارے اخبار میں بھی ان تمام رحمتوں کا ذکر اس رنگ میں نہیں آسکا جس رنگ میں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہم پر ہوا۔ ابھی پرسوں ہی امام کمال یوسف نے مجھے 164 تراشے اخباروں کے بھیجے ہیں۔ صرف ڈنمارک کی ان اخباروں کے تراشے ہیں جن میں (بیت) ''نصرت جہاں'' کے افتتاح کی خبریں شائع ہوئیں۔ یا انہوں نے ایڈیٹوریل لکھے یا نوٹ دیئے یا مضامین لکھے اس سلسلہ میں۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ تراشے صرف یہاں کے اخباروں کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے چرچ کی ہر بلیٹن دیکھی تو نہیں۔ لیکن میرا یہ اندازہ ہے کہ چرچ کی ہر بلیٹن نے ہماری (بیت) کے افتتاح کا ذکر کیا ہے۔ اس پر نوٹ لکھے ہیں۔ اب یہ ساری باتیں ہمارے اخباروں میں نہیں آئیں۔ لیکن جتنی باتیں ہمارے اخبار میں آئی ہیں۔ اس کے نتیجہ میں بھی ہمارے دل میں اپنے رب اور پیدا کرنے والے کے لئے حمد اور شکر کے جذبات پیدا ہونے چاہئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ساری عمر ان رحمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے رہیں۔ تب بھی ہم حمد اور شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

بعض نادان یہ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ جو رحمتیں اور جو فضل اور جو برکات سماوی اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں نازل کیں۔ وہ کسی ایک شخص پر تھیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ ساری رحمتیں جماعت احمدیہ پر تھیں۔ ساری جماعت ایک جان ہو کر اور ایک وجود بن کر خدا تعالیٰ کے حضور دعاؤں میں لگی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کی دعاؤں کو سنا اور جماعت پر اپنی رحمت کی بارش نازل کی۔ کسی ایک فرد واحد پر نہیں اور اس رحمت کے نزول کے بعد جماعت پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد پہلے سے کہیں زیادہ کرنے لگے اور اس کا شکر بجالائے تاکہ مزید رحمتوں کا نزول آسمان سے ہم پہ ہوتا رہے لیکن اگر جماعت کو ان چیزوں کا علم ہی نہ ہو تو حمد اور شکر کے جذبات کیسے پیدا ہوں گے۔

تو جماعت میں بیداری قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جماعت کا ہر فرد بڑا بھی اور چھوٹا بھی۔ مرد بھی اور عورت بھی۔ جماعت کے اخبار اور رسالوں کو پڑھنے کی عادت ڈالے یا جو نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو سنانے کا انتظام کیا جائے۔ جب تک جماعت کے دوستوں کو یہ پتہ ہی نہیں لگے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور فضلوں کے نزول کے ساتھ ترقیات کی راہوں پر کس طرح کس تیزی کے ساتھ اور بلندیوں کی کس سمت میں ہمیں لے جا رہا ہے۔ ہم اس کا شکر بجا نہیں لا سکتے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے ہمارے دلوں میں وہ جذبہ ہی نہیں ہو سکتا۔

تو جماعت کو بیدار رکھنے کے لئے مرکز کے اخباروں اور رسالوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور ان اخباروں اور رسالوں کو پڑھنا اور پڑھوانا یہ انصاراللہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری انصاراللہ پر ہے کہ انہوں نے جماعت کو بیدار رکھنا ہے۔ انہوں نے جماعت کو بیدار رکھنا ہے تو جس وقت آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ ہر ضلع کے نمائندے تو آئے ہوئے ہیں۔ ضلعی نظام اس بات کی طرف خاص توجہ دے کہ ہر احمدی کو ان فضلوں اور رحمتوں کی واقفیت ہوتی رہے۔ جو اللہ تعالیٰ جماعت پر ہمیشہ نازل کرتا رہا ہے اور کرتا چلا جا رہا ہے۔ بیداری پیدا کرنے کے لئے یا جماعت کو بیدار کرنے کے بعد بیداری قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر فرد واحد مرکز اور خلافت سے پختہ وابستگی رکھے۔ خلافت سے وابستگی رکھنے کا جب میں کہتا ہوں تو میری مراد کیا ہے۔ اس پر تفصیل کے ساتھ میں کچھ باتیں بیان کرنے کے بعد بتاؤں گا۔ بہرحال جماعت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے اور بیداری قائم رکھنے کے لئے مرکز میں کثرت سے آنا۔ مرکز کے اخبارات کو کثرت سے پڑھنا اور خلافت اور مرکز سے وابستگی رکھنا یہ ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں بہرحال جدوجہد کرنی پڑے گی اور جدوجہد رہنی چاہئے۔ کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے۔ ہمارا حق ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ (سبیل الرشاد جلد دوم ص 65)

مکرم رانا منیب احمد خان صاحب۔لندن

شانِ حسین میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات اور الفضل

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے الفضل باقاعدگی سے میرے گھر آتا ہے اور اس کو میرے گھر کے لازمی جزو کی حیثیت حاصل ہے ہر چھوٹا اور بڑا اس کے مطالعہ کا عادی ہے۔

بہت عرصہ پہلے ہمارے قصبہ گڑھ موڑ ضلع جھنگ میں ڈاک کا نظام اچھا نہ ہونے کی وجہ سے ہفتہ بھر کا اخبار ایک ساتھ ہی موصول ہوتا تھا۔بعض دفعہ کئی ہفتے انتظار میں گزر جاتے تھے،ڈاکیا بازار میں ایک غیر از جماعت عزیز کی دکان پر ڈاک دے جاتا تھا جب بھی بازار جانے کا اتفاق ہوتا تو ڈاک کا ضرور پتہ کیا جاتا تھا کیونکہ اس قصبہ میں ہمارا اکیلا گھر احمدی تھا جماعتی سرگرمیاں جاننے کے لئے الفضل کا بے چینی سے انتظار رہتا تھا۔جس دن نیا اخبار موصول ہوتا تھا تو سب سے پہلے والد محترم رانا عبدالحکیم خاں صاحب کاٹھگڑی سابق صدر جماعت گڑھ موڑ ضلع جھنگ اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ان کے مطالعہ کے دوران مجھے انتظار رہتا تھا کہ کب اخبار فارغ ہو اور میں اس کو پڑھ سکوں۔

الفضل کے صفحہ اول نے ہمیشہ مجھے روحانیت اور نیکی کی طرف مائل کیا ہے۔اور سب سے بڑھ کر مجھے حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھنے کی تحریک پیدا ہوئی ہے۔اور خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اس روحانی خزانے کے اندر اتر کر تو دیکھا جائے جس کے ایک ایک اقتباس نے دل میں نرمی پیدا کر دی ہے۔

ایم ٹی اے کے ابتدائی دنوں میں اینا لاگ ریسیور پر رزلٹ اچھا نہ ہوتا تھا تو بعض دفعہ جلسہ سالانہ برطانیہ کے کچھ پروگرام اور تقاریر سننے سے رہ جاتے تھے۔بعد میں جلسہ کی کارروائی کا بیشتر حصہ الفضل میں شائع ہو جاتا تھا تو جلسہ کی کارروائی کے متعلق تین دن کا اخبار الگ جلد کر کے رکھ لیا جاتا تھا اس طرح الفضل کی وجہ سے جماعت کی فتوحات و واقعات فوری پرنٹڈ صورت میں میسر آجاتے تھے اور یہ الفضل غیر از جماعت احباب کو دعوت الی اللہ کے لئے مددگار ثابت ہوتی تھیں۔

اسی طرح اگر خطبہ جمعہ لائیو سننا میسر نہ آتا تو جلی حروف میں لکھی حضور انور کی نمایاں نصائح اور خلاصہ سے پیاس بجھا لی جاتی تھی مزید خطبہ جمعہ کا پورا متن پڑھنے سے خطبہ میں بیان فرمودہ مضمون کو صحیح رنگ میں سمجھنے میں ہمیشہ مدد ملی ہے۔

جب خاکسار نے اردو پڑھنا سیکھا تو والد صاحب یا پھر کبھی بڑے بھائی الفضل سے ارشادات عالیہ پڑھنے کو کہتے جس کے دو فائدے حاصل ہوئے۔پہلا اردو پڑھنے میں روانی آگئی اور دوسرا الفضل پڑھنے کی بچپن سے ہی عادت ہوگئی۔اسی طرح نانی اماں جو اردو پڑھنا نہیں جانتی تھیں۔وہ ہم بھائیوں کو الفضل پڑھ کر سنانے کا کہتی تھیں اور بعد میں الفضل میں بیان فرمودہ مضمون کا گاہے بگاہے ذکر کرتی رہتی تھیں۔

الفضل کے صفحہ پر اول پر ملکی سطح پر اہم مواقع پر اسی مناسبت سے اقتباسات اور تحریرات شائع کرنے کی روایت بھی اس دن کی اہمیت واضح کر دیتی ہیں۔مجھے یاد ہے کہ محرم الحرام کے ماہ کے آغاز میں والد صاحب مکرم رانا عبدالحکیم خاں صاحب کاٹھگڑھی ایک مشہور شیعہ تاجر کے پاس گئے اس وقت خاکسار بھی ہمراہ تھا۔والد صاحب نے الفضل جیب سے نکال کر اس کو دیا۔جس کے صفحہ اول پر حضرت مسیح موعود کی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تحریرات درج تھیں۔ان تحریرات کو پڑھنے کے بعد اس تاجر نے کہا جو مرزا صاحب نے لکھا ہے ہمارا بھی بالکل یہی عقیدہ ہے اور ساتھ ہی اس نے بہت خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تو الفضل دعوت حق دینے میں ایک اچھا ہتھیار ثابت ہوتی ہے۔

جب بھی تقریر کرنے کا موقعہ ملتا تھا یا پھر مضامین لکھنے کا اتفاق ہوتا تو الفضل سے ہمیشہ مدد ملی ہے۔اسی طرح الفضل میں چھپنے والی مختلف بزرگوں کی سوانح حیات پڑھ کر مجھے بھی اپنے بزرگوں کے حالات زندگی الفضل میں لکھنے کی تحریک پیدا ہوئی اور پھر اسے عملی جامہ پہنایا۔

الفضل میں چھپنے والی نمایاں کامیابی کے اعلانات نے بھی ہمیشہ آگے بڑھنے کا شوق پیدا کیا ہے شاید ایک یہی وجہ ہے کہ خاکسار آج کل لندن میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے۔غرض اس میں شائع ہونے والے مختلف اعلانات و واقعات دنیا کے طول و عرض میں رہنے والے احمدی احباب کو حالات سے آگاہی حاصل ہوتی رہتی ہے۔

یقیناً الفضل ایک معمولی اخبار نہیں ہے بلکہ قیمتی معلومات کا خزانہ ہے۔جو ہمیشہ خلافت اور احباب جماعت میں ایک مضبوط واسطہ کا سبب رہا ہے۔

الفضل کا مضمون پڑھ کر والد صاحب نے حقہ توڑ دیا

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب

زندگی کے کٹھن سفر میں انسان کو کئی کیفیات اور حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ بسا اوقات طرح طرح کے خوف طاری ہو جاتے ہیں اور اسی مشکل سے نکلنے کے لئے کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ایسی حالت میں میرے ساتھ بارہا ہوا کہ ادھر الفضل اخبار آیا اور اس میں قرآن کریم کی کوئی آیت یا آنحضرت ﷺ کی حدیث یا حضرت مسیح موعود کی کوئی تحریر یا خلیفۂ وقت کا کوئی خطبہ میری اس تکلیف کا ازالہ بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمادیا۔ میں ابھی بچہ تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے مرحوم والد محترم میاں فضل الرحمٰن صاحب بسمل غفاری، بی اے بی ٹی سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ و پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ نے گھر پر الفضل لگوایا ہوا تھا اور الفضل پڑھنے کی عادت انہوں نے ڈالی۔ خلیفۂ وقت کے ارشادات، تحریکات، خطبات اور تقاریر اور پیغامات کا ذریعہ ہمیشہ سے زیادہ تر الفضل ہی رہا۔ بہت ساری معلومات اور تربیتی امور الفضل سے ہی حاصل ہوتی رہی ہیں۔ لکھنے کا ذوق بھی الفضل سے ہی پیدا ہوا اور مجھ جیسا نالائق بھی لکھنے والے احمدیوں کی صف میں شامل ہوگیا۔

مجھے بطور Site Engineer پہلی نوکری 1967ء کے شروع میں ایک یوگوسلاوین فرم میں ملی۔ چند ماہ بعد میرے ساتھ ایک الیکٹریکل انجینئر شامل ہوئے جن کا نام حبیب الرحمٰن تھا اور وہ ڈپلومہ انجینئر تھے اور کافی عمر کے تھے۔ پہلے ہی دن انہوں نے میرے پاس الفضل اخبار دیکھا اور لے کر پڑھنے لگے۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خلافت ثالثہ کے ابتدائی خطبات میں سے کوئی خطبہ جمعہ تھا۔ پڑھ کر کہنے لگے کہ مجیب صاحب! مجھے آپ کی جماعت سے دیرینہ تعارف ہے بلکہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے خاندان سے دُور کا تعلق بھی ہے اور میں نے آپ کے خلیفہ ثانی کے اس سے پہلے کئی خطبات پڑھے ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریر میں بھی بڑا جذب اور روانی ہے لیکن خلیفہ ثانی کی تحریر پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور آج خلیفہ ثالث کا خطبہ پڑھ کر بھی وہی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ ان کی اس بات نے مجھے خلافت اور الفضل کا گرویدہ بنا دیا اور میں نے الفضل کے مطالعہ سے بڑے بڑے فائدے حاصل کئے دینی اور دنیوی معلومات میں مسلسل اضافہ ہوا اور بڑی برکات کا نزول ہوا۔

میرے والد صاحب بتایا کرتے تھے اور انہوں نے بھیرہ کی تاریخ احمدیت میں اس کا ذکر بھی کیا ہے کہ جوانی میں انہیں حقہ پینے کی عادت پڑ گئی اور الفضل اخبار ان کے پاس باقاعدہ آتا تھا اور انہی دنوں ایک رفیق کار کو الفضل کے ذریعے وہ دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے اور وہ جماعت احمدیہ کی طرف راغب بھی تھے ایک بار حقہ نوشی کے مضرات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا کوئی تربیتی مضمون آیا تو وہ صاحب میرے والد صاحب کو کہنے لگے کہ آپ مجھے احمدی بنانا چاہتے ہیں پہلے یہ مضمون تو پڑھیں اور اپنا حال دیکھیں۔ والد صاحب کہتے ہیں میں نے اسی وقت توبہ کی اور حقہ توڑ دیا اور زندگی بھر اس کے قریب نہیں گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صاحب احمدی ہو گئے اور آج ان کا ایک صاحبزادہ امریکہ میں مربی ہے جس کا نام عبدالرشید یحیٰ ہے۔ یہ اس کی برکت ہے کہ حقہ یا سگریٹ نوشی کی عادت سے والد صاحب کی ساری اولاد بفضل اللہ ہمیشہ دور رہی۔ یہ بھی الفضل کا فیض تھا۔

محترم مسعود احمد خان دہلوی صاحب اور محترم نسیم سیفی صاحب اور موجودہ ایڈیٹر صاحب کے ادوار میں میرے مضامین کثرت سے چھپتے رہے ہیں بلکہ جب ہفتہ وار انٹرنیشنل الفضل لندن سے شائع ہونا شروع ہوا تو اس میں بھی میرے چند مضامین شائع ہوئے۔

باہمی تعارف کا ایک بہت بڑا ذریعہ الفضل ہے۔ صالحین کی جماعت کی صحبت کا ایک ذریعہ الفضل ہے۔ کسی بزرگ کے ہم حالات زندگی پڑھتے ہیں۔ بعض ایمان افروز واقعات اور نشانات نظر سے گزرتے ہیں کسی کی خوشی، غمی کا دعائیہ اعلان ہوتا ہے مختلف تحریکات کا پتہ چلتا ہے اور میرا یہ تجربہ ہے کہ کئی بزرگ ہستیوں کی صحبت میں نے الفضل کے ذریعے حاصل کی اور پھر خط و کتابت کے ذریعے ان سے تعارف بڑھایا اور جب تعارف کروانا چاہا تو الفضل کی وجہ سے وہ پہلے ہی مجھے جانتے تھے ہم عالمی ایسوسی ایشن آف احمدی آرکیٹکٹس اینڈ انجینئرز کی طرف سے ٹیکنیکل میگزین کا سالنامہ نکالتے ہیں اس کا آغاز صد سالہ احمدیہ جوبلی کے سال یعنی 1989ء میں ہوا تھا اس وقت سے اس میگزین کی ادارت اس عاجز کے پاس ہے اگر الفضل نہ ہوتا تو ہم میگزین نکالنے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے کیونکہ الفضل میں ہی بار بار اعلان دے کر ہم مضامین حاصل کرتے ہیں۔

الفضل کے ذریعے بعض نئے علوم سے ہم روشناس ہوتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے درس قرآن کے جو نوٹس الفضل میں چھپتے تھے ان سے ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق بڑا فائدہ اٹھایا۔

الفضل میں قبولیت دعا کے واقعات پڑھ پڑھ کر ہر حاجت کے وقت خلیفۂ وقت کو دعا کے لئے خط لکھنا اب تو فطرت ثانیہ بن گیا ہے اور اس کا ایک محرک یقیناً الفضل ہے۔

حضرت مسیح موعود کے جو اقتباس منتخب کر کے الفضل میں شائع کئے جاتے ہیں ان کا میری زندگی پر بھی خاص Impact ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انسانی استعدادوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سب استعدادوں کی نشوونما ضروری ہے میں تو یقین رکھتا ہوں کہ جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی بیماریوں سے بچنے کا علاج الفضل میں ہے۔

☆☆☆☆☆

الفضل کی ہر سال جلدیں بنائی جاتی ہیں

مکرم محمد یوسف بقاپوری صاحب اسلام آباد

میری پیدائش 1943ء کی ہے۔ جب سے ہوش سنبھالی ہے۔ الفضل کو اپنے گھر میں موجود پایا کراچی میں بچپن گزرا الفضل روزانہ ڈاکیا 11 بجے صبح لاتا تھا۔ صرف منگل کے دن ناغہ ہوتا تھا۔ جب قرآن شریف ناظرہ ساڑھے چار سال کی عمر میں ختم کیا اور سکول میں داخل ہوئے تو پرائمری تک اردو زبان صاف ہونے میں الفضل نے بڑا کردار ادا کیا۔ والدہ صاحبہ روزانہ الفضل کا ایک صفحہ پڑھواتیں۔ مجھے یاد ہے کہ کراچی میں ہر محلّہ میں چوکیداری سسٹم رائج تھا۔ ہمارے محکمہ ایبے سینیا لائنز میں چوکیدار نعمت خان ڈیوٹی دیتا تھا۔ اس کو میں باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا خطبہ سنایا کرتا تھا اور وہ اس حد تک دلچسپی لیتا تھا۔ کہ اس نے اور ساتھیوں کو بھی بلانا شروع کر دیا۔ یہ غالباً 52-1951ء کی بات ہے۔ جن دنوں الفضل کچھ عرصہ کے لئے 1953ء میں بند کر دیا گیا تھا۔ تو کراچی سے المصلح جاری ہوا۔ تاثیر احمدی ہمارے محلّہ ایبے سینیا لائنز میں رہائش رکھتے تھے۔ وہ صبح 7 بجے ریڈیو پاکستان سے اردو کی خبریں ہمارے گھر لانگ ہینڈ میں لکھا کرتے تھے۔ اور پھر صاف کر کے المصلح میں شائع کرتے تھے۔ المصلح اس وقت جنگ اخبار کے سائز میں چھپتا تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطبات بھی اس میں چھپتے تھے۔ میرے والد صاحب محمد اسمٰعیل بقاپوری سرکاری ملازم تھے۔ دوپہر کو جب گھر آتے تو کھانا کھانے کے بعد سب سے پہلے الفضل پڑھتے۔ ہم پہلے ہی الفضل ان کے بستر میں تکئے کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ پھر جب شعور بڑھا تو خاکسار نے محسوس کیا کہ الفضل کی جلدیں بنائی جائیں۔ چنانچہ سال بہ سال اس کی جلدیں بنائی جاتی رہیں۔ جو لائبریری میں رکھوا دی گئیں تا کہ ریکارڈ رہے۔

آج میری عمر 69 سال ہے۔ ہماری والدہ جو دہلی کی رہنے والی تھیں۔ ادبی مذاق بھی رکھتی تھیں۔ بچوں کے رسائل خاص طور پر ہمدرد، نونہال اور کھلونا وغیرہ باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب 1957ء میں تشحیذ جاری ہوا تو وہ بھی گھر میں باقاعدگی سے آنے لگا اور جماعتی معلومات میں اضافہ ہونے لگا۔

ایک مرتبہ والد صاحب نے ہمارا امتحان یوں لیا کہ الفضل میں حضور کا خطبہ چھپا تھا۔ کہ اس کو پڑھو۔ پھر اس کے بعد کہا کہ خطبہ کے خلاصہ کے طور پر مضمون لکھو۔ اس وقت اپنی سمجھ کے مطابق مضمون لکھا اور پاس ہو گئے۔ اس کے بعد مضمون نویسی میں شغف بڑھنے لگا۔ اور ذیلی تنظیموں کے مقابلہ جات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

آج کل مادی دنیا میں نفسا نفسی کا عالم ہے۔ لیکن وہ احمدی بڑا ہی خوش قسمت ہے جو الفضل اخبار سے روحانیت حاصل کرتا ہے۔ یہ دنیا کا واحد اخبار ہے۔ جس سے دین اور دنیا دونوں مل جاتی ہیں۔

الفضل گاہے بگاہے نمبر بھی چھاپتا ہے۔ مثلاً سالانہ نمبر، مصلح موعود نمبر، مسیح موعود نمبر، خلافت نمبر، یوم پاکستان نمبر وغیرہ اور بعض تصاویر دیکھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک روحانی نہر ہے۔ خدا کرے یہ قیامت تک جاری رہے۔ اور اس کو مخلص خدام میسر آتے رہیں۔ آمین

☆☆☆☆☆

محترمہ زاہدہ خانم صاحبہ۔ امریکہ

میرے اور میرے خاندان پر الفضل کے 9۔احسانات

خلافت جوبلی کے موقع پر الفضل کے خریدار بنانے والی باہمت خاتون کی تحریر

حضرت فضل عمر مصلح موعود نے الفضل جاری کرتے وقت جن مشکلات کا سامنا کیا وہ موثر اقتباس الفضل سے ہی پڑھ کر میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ شدت سے احساس اجاگر کیا کہ جماعت کی ایک بڑی تعداد عدم توجہی کی وجہ سے اس کے مطالعہ سے ہی یکسر غافل ہے۔اس وقت میں سیکرٹری تربیت ربوہ مکرمہ امۃ الحکیم لئیقہ صاحبہ (ہمشیرہ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب) کی تربیتی ٹیم میں شامل تھی اوراکثر ربوہ کے حلقہ جات میں لجنہ مقامی کی طرف سے تربیتی دورہ کے دوران آخری 5 منٹ ''الفضل کا ہر گھر میں مطالعہ ضروری ہے'' کے عنوان پر حضرت مصلح موعود کا درد ناک اقتباس پڑھ کر بھرپور توجہ دلاتی رہی اور دعائیں بھی کیں۔حضور انور کی خدمت اقدس میں بھی عاجزانہ طور پر اس مقصد کے لئے دعا کا خط لکھتی رہی کہ حضور دعا کریں اللہ تعالیٰ محض اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے صد سالہ جشن خلافت جوبلی کے بابرکت موقع پر مئی 2008ء تک کم از کم ایک سو گھروں میں الفضل جاری کروانے کی توفیق عطا کرے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور کی دعاؤں اور الفضل کے ایڈیٹر اور عملہ کے تعاون سے مجھے بفضل خدا مئی 2008ء تک ربوہ میں ایک سو سے زائد الفضل جاری کروانے کی خصوصی توفیق ملی۔اگرچہ کچھ خاندانوں نے گھر تبدیل کر لئے اور بعض نے مالی تنگی کے باعث بعد میں اخبار بند بھی کروا دیئے مگر پھر بھی الفضل والوں کی طرف سے لسٹ ملنے پر کافی دوبارہ جاری کروا گئے۔ادارہ کو توجہ دلائی گئی کہ بعض غرباء کے لئے الفضل از خود خرید کر مطالعہ کرنا مشکل ہے تو ادارہ نے خاص مستحقین کو نصف قیمت پر بھی الفضل جاری کرنے کی اجازت بھی دے دی۔اس طرح کافی افراد جماعت کو الفضل کا مطالعہ کرنے سے روحانی پیاس بجھانے اور بچوں کی تربیتی اور علمی طور پر استفادہ کرنے کی توفیق ملی۔اسی لئے تو مکرمی ایڈیٹر صاحب نے کہا تھا کہ آپ الفضل میں اعلان نکاح یا اعلان ولادت پر رقم نہ دیا کریں کیونکہ آپ تو ہماری دفتر کی نمائندہ بن چکی ہیں مگر میں نے خالصتاً للہ سو الفضل جاری کروائے تھے اس لئے ہر اعلان کے موقع پر ضرور ادائیگی کرتی تھی۔

سو اخبار جاری کروانے پر پیارے حضور انور کی طرف سے مجھے خوشنودی کا خط بھی موصول ہوا اور دفتر الفضل سے شکریہ کے طور پر پیارے حضور انور کی ایک بڑی پیاری فریم شدہ تصویر بھی بطور انعام دی گئی۔

9۔اہم برکات

1۔مجھے بچپن ہی سے سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرنے کا حد درجہ شوق تھا خاص طور پر مصباح اور روزنامہ الفضل پڑھنا تو روزانہ کا معمول تھا اسی لئے گھروں میں الفضل جاری کروانے کا جذبہ پیدا ہوا اور یہ میری زندگی میں الفضل کا پہلا کردار تھا بلکہ مجھے بہت سی خدمت دین کا موقع لجنہ کی وساطت سے عطا کیا۔

2۔میرے دادا جان الحاج چوہدری غلام جیلانی صاحب نے انتہائی مخالفت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے احمدیت از خود قبول کی تھی۔والد صاحب مجھے اکثر بتایا کرتے تھے کہ تم ابھی کم سن بچی ہی تھی غالباً دس گیارہ سال کی عمر تھی کہ میں نے والد صاحب یعنی دادا جان کی کوئی اہم بات ماننے سے انکار کر دیا تو تم نے اسی وقت الفضل سے ایک حضرت بانی سلسلہ کا جملہ مجھے پڑھ کر سنایا اور دادا جان کی اطاعت کے لئے قائل کر دیا۔گویا میں نے اطاعت کا پہلا درس بچپن ہی سے صرف اور صرف روزنامہ الفضل سے ہی حاصل کیا۔اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی ابتدائی تربیت میں سلسلہ کی کتب اور الفضل کا مطالعہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

3۔مجھے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعود کا ایک اور اقتباس الفضل میں پڑھنے کا موقع ملا جس میں حضور نے فرمایا تھا کہ لجنہ اماء اللہ کی مضمون نویسی کی طرف توجہ انتہائی کم ہے فرمایا تم ٹوٹے پھوٹے ہی جملے لکھا کرو دیکھنا پھر ایک دن اچھی رائٹر بن جاؤ گی۔میں نے اس پر عمل کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ لکھنا شروع کر دیا۔سات سال حلقہ باب الابواب میں صدر لجنہ کا کام کرنے کی سعادت پائی ممبرات لجنہ کو بھی الفضل اور مصباح سے یہ اقتباس پڑھ کر سناتی رہی۔

آخر کار مقابلہ مضمون نویسی میں انتہائی مصروفیت کے باوجود از خود ہی مضامین لکھنے شروع کر دیئے تا کہ شعبہ اشاعت میں حلقہ کسی سے پیچھے نہ رہے۔الحمدللہ حضرت مصلح موعود کا یہ فرمان الفضل سے پڑھ کر میں نے لجنہ میں آل ربوہ پانچ مرتبہ اول، دوم، سوم پوزیشنز حاصل کیں۔

4۔میرے خاوند محترم کو بھی الفضل کا مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ نیشنل بینک میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے اور ہر ہفتہ یا دو ہفتہ بعد ڈیوٹی سے گھر آتے تھے تو آتے ہی پورے ہفتہ کی جمع شدہ الفضل لے کر مطالعہ کرتے اگر ایک بھی اخبار نہ ملتا لے کر انتظار کرتے کہ پہلے تمام اخبار اکٹھے کرو پھر پڑھوں گا۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے سب بچوں میں مطالعہ الفضل کی عادت ڈالی اور مجھے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بچوں کو الفضل کا پہلا صفحہ ارشادات عالیہ ضرور پڑھا دیا کرو۔میرے خاوند نے اپریل 1990ء میں وفات پائی جبکہ میرے تمام بچے ابھی کم سن اور زیر تعلیم ہی تھے۔میں پورے وثوق اور یقین کامل سے کہہ سکتی ہوں کہ میرے خاوند محترم کی وفات کے بعد الفضل کے مطالعہ اور خطبات امام نے بچوں کی تربیت میں اعلیٰ کردار ادا کیا ہے اور جو بچے مطالعہ الفضل اور خطبات کا کم شوق رکھتے ہیں ان کی تربیت میں ہی کچھ کمی رہی ہے۔

5۔میرے خاوند مکرمی بشارت الرحمان صاحب ایک تعلیم یافتہ اور درویش صفت ،تقویٰ شعار بنک آفیسر تھے جہاں آپ کی شدید خواہش تھی کہ تمام بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں وہاں دلی تڑپ یہ بھی تھی کہ بیٹے حافظ قرآن بھی بنیں۔اس خواہش کی تکمیل میں بھی الفضل ہی ایک بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوا کیونکہ الفضل میں بار بار حفاظ قرآن کا داخلہ اس کی تمام شرائط عمر تعلیم وغیرہ الفضل ہی سے معلوم ہوتی تھیں۔مجھے یاد ہے میرے خاوند محترم الفضل میں سے اعلان داخلہ مجھے اور بچوں کو بار بار پڑھ کر سنایا کرتے تھے تا کہ بیٹوں میں حفظ کرنے کا شوق پیدا ہو سکے۔الحمدللہ میرے خاوند کی یہ خواہش بھی اللہ تعالیٰ نے الفضل کی برکت سے پوری کی ایک بیٹا ان کی زندگی میں صرف ڈیڑھ سال میں اور دوسرے دو بیٹے آپ کی زندگی کے بعد مکمل حافظ قرآن بنے۔پاکستان کی بعض بیوت الذکر کے علاوہ بیت الفتوح لندن، بیت الفضل لندن اور بیت السبیع جرمنی میں بھی نماز تراویح پڑھانے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

6۔میرے خاوند محترم کو بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کا جنون کی حد تک شوق تھا ان کی وفات کے بعد اعلیٰ یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے راہنمائی کے لئے شدید ضرورت تھی۔اس میں بھی الفضل نے شاندار اور بہترین کردار ادا کیا۔نظارت تعلیم کی طرف سے مختلف مضامین میں داخلہ کے لئے اعلانات شائع ہوتے تھے تو میرے بچے یہ اعلانات پڑھ کر نظارت تعلیم کے دفتر میں جا کر راہنمائی حاصل کرتے رہے اور ماشاء اللہ تین بیٹوں نے راہنمائی پر M.B.A لاہور میں اور دو بیٹوں نے M.C.s اور I.T میں ایڈمشن لیا۔

7۔میرے دادا جان نے احمدیت از خود قبول کی تھی۔پارٹیشن کے بعد جب سے میں نے ہوش سنبھالا الفضل اخبار 1955ء سے لے کر جبکہ ہم فیصل آباد محلہ سنت پورہ میں رہا کرتے تھے میری عمر شاید اس وقت 6 سال ہوگی والد صاحب نے بتایا تھا کہ دادا جان نے فیصل آباد 1955ء میں فیصل آباد رہائش کے ساتھ الفضل جاری کروالیا تھا۔اس کے بعد 1961ء میں ہم ربوہ شفٹ ہوگئے پھر بھی الفضل جاری رہا۔1968ء میں شادی ہو کر میں کراچی سانگھڑ، عمر کوٹ، ڈگری اپنے خاوند کے ہمراہ ہی مقیم رہی اور ٹرانسفر کی وجہ سے بیت الذکر یا صدر لجنہ کے گھروں سے الفضل لے کر مطالعہ کرتے رہے مگر ربوہ 1977ء سے لے کر اپریل 2011ء تک باقاعدہ میں نے خود الفضل گھر میں جاری رکھا اور امریکہ آنے کے بعد میں اور بچے بفضل خدا انٹرنیٹ سے مطالعہ کرتے ہیں۔

8۔2005ء تا 2006ء ہیں جبکہ میں دفتر مقامی میں سیکرٹری تربیت آل ربوہ ناصرات اور لجنہ مقامی میں ناصرات و لجنہ کے دورہ جات میں زبانی بہت سے تربیتی امور مثلاً نماز، پردہ، مالی قربانی اور عائلی زندگی جیسے اہم دینی امور پر لیکچرز دیتی تھی تو غیب سے علم و معرفت کا فیض میں نے بذریعہ مطالعہ الفضل ہی سے پایا علاوہ ازیں جب بھی مجھے دفتر مقامی میں آل ربوہ پمفلٹ شائع کروانے کے لئے اہم حوالہ جات کی ضرورت پڑی فوراً الفضل اکٹھے کر لیتی اور ہر قسم کے حوالہ جات مل جاتے اور لجنہ و ناصرات کے لئے اکثر تقاریر لکھنے میں الفضل نے ہمیشہ راہنمائی اور حوالہ جات میں انتہائی مدد کی۔

9۔عبادت اور تعلق باللہ جو انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد حیات ہے وہ بھی میں نے مطالعہ الفضل ہی سے پایا۔ ارشادات عالیہ، خطبات امام، خلفاء کرام کے اعلیٰ اقتباسات پڑھ کر نمازوں میں اس قدر باقاعدگی اور ذوق عبادت حاصل ہوا کہ زندگی بھر کبھی نمازوں اور نوافل میں غفلت نہ ہوئی اور یہ میری زندگی میں الفضل کا اہم ترین کردار ہے۔اے پیاری الفضل تیرے احسانات کا شکریہ۔

ہمارے محلّہ باب الابواب کی سابقہ صدر لجنہ مکرمہ امۃ القیوم صاحبہ مرحومہ تھیں ایک بار میں اچانک ان کے گھر لجنہ کے کسی کام کے لئے گئی تو وہ اچار سے روٹی کھا رہی تھیں میں نے پوچھا کہ کیا آج سالن نہیں بنایا فوراً بلا جھجک کہنے لگیں آپ سے کیا پردہ الفضل کا کئی ماہ کا بقایا چندہ جمع ہو گیا ہے میرے خاوند نے اخبار الفضل عرصہ دراز سے گھر میں لگوایا ہوا ہے۔ان کی وفات کے بعد الفضل بند کروانے کو دل نہیں مانتا میں نے سوچا کہ کچھ بچت کروں اور الفضل کا بقایا چندہ ادا کر دوں۔میں تو ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر حیران رہ گئی کاش یہ جذبہ ہر فرد جماعت میں بھی شامل ہو جائے۔آمین

محترم ملک منور احمد جاوید صاحب کا الفضل سے دلی لگاؤ

محترم ملک منور احمد جاوید صاحب کو ملنے جب ہم ان کے دفتر حاضر ہوئے تو ان کو ہشاش بشاش خدمت کرتے پایا۔ آپ 80 کے ہونے کے باوجود ہمہ وقت اپنی ڈیوٹی پر موجود نظر آتے ہیں۔ آپ کی زندگی خدمت دین سے پُر نظر آتی ہے۔ لاہور کی قیادت ضلع و علاقہ میں بطور قائد مسلسل محنت اور لگن سے خدمات سرانجام دیں۔ مرکز میں تشریف لانے کے بعد پہلے مینیجر ریویو آف ریلیجنز اور پھر بطور نائب ناظر ضیافت تندہی سے خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکرٹری کفالت یکصد یتامیٰ کمیٹی اور مجلس انصار اللہ پاکستان میں متعدد شعبہ جات میں بھی خدمت کی توفیق پاتے رہے ہیں۔ آجکل آپ نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان بھی ہیں۔

آپ نے اپنے والد محترم ملک مظفر احمد صاحب اور والدہ محترمہ سلیمہ خاتون صاحبہ آف مغلپورہ لاہور کی الفضل کے ساتھ دلی محبت اور لگاؤ کے بارے میں بتایا کہ ہم نے اپنے والدین کو بچپن سے ہی الفضل سے پیار کرتے دیکھا ہے اور ہماری تربیت بھی الفضل کے حوالے سے اس رنگ میں ہو گئی۔ ہم دیکھتے تھے کہ جب الفضل گھر آتا تھا تو گویا جھپٹ کر الفضل حاصل کرتے اور الفضل کا پہلے مطالعہ کرنے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ان کے اس طرزِ عمل نے ہم سب کی لیکن بالخصوص میری تربیت میں گہرا اثر ڈالا ہے جس کے نتیجہ میں الفضل سے ایک دلی لگاؤ اور محبت پیدا ہوئی اور پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک ہو گیا۔ **بعض اوقات ناشتہ کرتے وقت الفضل آتا ہے تو ناشتہ بھول کر الفضل کا مطالعہ پہلے کرتا ہوں یا** دونوں کام اکٹھے کرتا ہوں۔ میرا تو طرزِ عمل شروع سے یہ رہا ہے اور آجکل بھی ہے جن جن بیمار احباب کے لئے درخواست دعا شائع ہوتی ہے ان سب کے لئے اسی وقت یعنی **الفضل پڑھتے ہی باقاعدہ دعا کی توفیق پاتا ہوں۔** لیکن سب سے پہلے صفحہ کے اوپر قرآنی آیات یا حدیث کا مطالعہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ بعد میں ملفوظات حضرت مسیح موعود جو قرآن و حدیث کی مطابقت میں ہوتے ہیں لفظ لفظ مطالعہ کرتا ہوں اور میں نے اس سے بہت فیض پایا ہے۔

بعض مرحوم بزرگان کی زندگی کے واقعات طبیعت پر خاصے اثر انداز ہوتے ہیں، ان کی بے لوث قربانیاں اور اطاعت خلافت کے دلکش مناظر دل کو بہت بھاتے ہیں اور ان کی پیروی کرنے کو دل کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں تو سمجھتا ہوں کہ الفضل جماعتی تربیت میں ایک خاص کردار رکھتا ہے۔ جب میں سیکرٹری کفالت یتامیٰ کمیٹی تھا۔ اس وقت اس کے چندے کی تحریکات کے لئے واحد ذریعہ الفضل تھا اور مجھے یاد ہے الفضل میں شائع ہونے والے اعلانات کے نتیجہ میں اچھی خاصی آمدن ہو جایا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اخراجات سے بچا کر میں نے کئی لاکھ روپے کے پرائز بانڈ بھی خریدے۔

الفضل میں جو بعض شعراء کے منظوم کلام شائع ہوتے ہیں ان کے مطالعہ سے بھی طبیعت پر گہرا تربیتی اثر ہوتا ہے۔ ہم تو شکرگزار ہیں اللہ تعالیٰ کے اور بانی الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے جنہوں نے ابتدائی مالی تنگی کے حالات کے باوجود زیورات بیچ کر الفضل شروع کرایا جو بلا شبہ جماعت پر ایک بہت بڑا احسان ہے اور ان کے لئے قیادت تک صدقہ جاریہ ہے۔ الفضل کی اشاعت 15 ہزار تک پہنچانا تو کوئی چیز نہیں میری خواہش ہے کہ پاکستان میں جماعت کی تعداد کی نسبت سے کم از کم 50 ہزار ہونی چاہئے۔ بعض جگہوں پر معزز اور مخیّر احمدی گھرانوں میں الفضل نہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ الفضل جہاں جماعتی زندگی کا ثبوت ہے وہاں انفرادی زندگی بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس کے مضامین ایک نئی اور منفرد شان اپنے اندر رکھتے ہیں جس سے الفضل کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے اور یہ جس گھر میں جاتا ہے اس گھر کے حسن کو بھی دوبالا کر دیتا ہے۔

(انٹرویو: مکرم فخر الحق شمس صاحب)

☆☆☆☆☆

ہر احمدی کی آنکھ کا تارا ہے الفضل

ہر احمدی کی آنکھ کا تارا ہے الفضل
دلکش ہے، دلپذیر ہے پیارا ہے الفضل

یہ مصلح موعود کا ہے زندہ شاہکار
ان کے حسین دل کا اک پارہ ہے الفضل

یہ زندہ ترجماں ہے خلافت کے نور کا
کیا خوش نصیب آج ہمارا ہے الفضل

پھیلا رہا ہے روشنی یہ شرق و غرب میں
ظلمت میں نُورِ حق کا منارہ ہے الفضل

یہ علم و معرفت کا ہے روحانی مائدہ
روحانیت کے فیض کا دھارا ہے الفضل

مردہ دلوں کو دیتا ہے یہ اک نئی حیات
ان کا سکون قلب، سہارا ہے الفضل

دنیا کے سب جریدوں سے افضل ہے یہ سراجؔ
ہم کو ہماری جان سے پیارا ہے الفضل

پروفیسر سراج الحق قریشی

(بقیہ از صفحہ 196۔ احمد عقیل روبی)

آپ کھلے ذہن کے مالک، بے ریا، روشن خیال، روشن فکر اور روشن دماغ کے حامل ہیں۔

الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر انہوں نے مندرجہ ذیل تاثرات کا اظہار کیا۔

میں الفضل کا عرصہ دراز سے قاری ہوں۔ غالباً 65-1964ء میں مظفر گڑھ میں ثاقب زیروی نے پہلی بار پڑھنے کے لئے دیا تھا۔ اس وقت سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ ادبی اور صحافتی حلقے میں الفضل کا بہت مقام ہے۔ اس میں میری اشیاء بھی شائع ہوتی رہی ہیں۔ الفضل ایک ایسے شہر سے نکلتا تھا جو ہمارے شہر سے بہت دور تھا۔ ظاہر ہے اس کا ایک مقام ہے، 100 سال سے جو چھپ رہا ہے تو اس میں کوئی دم ہے۔ میں عرصہ دراز سے اس کو دیکھتا آ رہا ہوں، اب سو سال اس کی عمر ہو گئی ہے امید ہے یہ آئندہ آنے والے سالوں میں بھی شائع ہوتا رہے گا۔

☆☆☆☆☆

''الفضل''۔روحانی ترقی کا زینہ

مکرمہ امۃ الباسط چیمہ صاحبہ۔رانی پور سندھ حال ربوہ

میرے دادا جان چوہدری غلام محمد چیمہ صاحب مرحوم عام سی دنیاوی تعلیم رکھتے تھے لیکن مذہب کے ٹھوس تعلق کے باعث کتبِ سلسلہ اور خاص طور پر الفضل کے مطالعہ کے بے حد شوقین تھے ،ابتدا میں L-30/11 چیچہ وطنی سے تعلق تھا اور اپنے محدود وسائل اور زمیندارہ امور میں مگن رہنے کے باوجود الفضل جاری تھا اور بلا ناغہ مطالعہ کے عادی رہے۔یہی مطالعہ کا شوق اُن کے مذہب سے ٹھوس لگاؤ کا ذوق بن گیا اور ایک فرشتہ صفت نوجوانی گزاری۔

پنجاب سے زمین فروخت کے بعد جب رانی پور ریاست سندھ تشریف لے گئے تو وہاں بھی الفضل جاری کروایا۔جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا ہے کہ ''انسان ہر روز علم کا محتاج ہے۔سچائی انسان کے قلب پر علم کے ذریعہ سے ہی اثر کرتی ہے۔ پس جو علم نہیں سیکھتا اُس پر جہالت آتی ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے جس سے انسان اچھے اور برے ،مفید اور مضر، نیک اور بد، حق و باطل میں تمیز نہیں کرسکتا۔''

(خطبات نور ص۔331)

جماعتی کتب اور الفضل کا مسلسل مطالعہ آپ کو باعمل،تقوی شعار بزرگ بنا گیا۔

محترم دادا جان پوسٹ آفس جو گوٹھ سے تین چار میل دُور تھا ہمیشہ انتظار میں رہتے کہ علم و فضل کے خزانوں سے بھر پور اخبار الفضل کب کوئی لے کر آتا ہے ،خود مطالعہ کرتے ۔علم و معرفت کی تحریریں بآوازِ بلند گھر والوں کو پڑھ کر سناتے ۔اسی میں سے خطبہ جمعہ دیتے اور پھر اخبار کو بیت میں ہی چھوڑ آتے تا کہ دیگر احباب بھی استفادہ کرسکیں ۔لجنہ ،خدام اور اطفال اپنے اجلاسات میں الفضل سے ہی مضامین کا انتخاب کر کے پڑھتے ۔

الفضل کے مطالعہ کا ایسا انہاک مشاہدہ میں آتا تھا کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہوتا اور پانی گرم،توجہ دلانے پر حضرت امام جماعت احمدیہ کا ارشاد سناتے کہ ''جس درخت کو پانی نہ ملتا رہے وہ خشک ہو جاتا ہے اور اس زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اخبار پانی کا رنگ رکھتے ہیں اس لئے ان کا مطالعہ ضروری ہے''۔

(انوارالعلوم جلد 16 ص 245)

اور اخبار سے تحریریں بلند آواز سے پڑھتے رہتے ۔تھک کر اخبار کو تہہ کر کے سرہانے کے نیچے رکھتے اور پھر کوئی اور کام کرتے ۔

اخبار الفضل کے مطالعہ نے ہماری تربیت بڑی احسن انداز میں کی ۔دور دراز جماعت ہونے کے باعث مربیان اور معلمین کی آمد و رفت بہت کم رہا کرتی تھی تاہم الفضل ہی ہماری گوٹھ میں خطبہ جمعہ کیلئے مربی تھا اور الفضل ہی ہماری تربیت کے لئے معلم تھا۔

اخبار کے روزانہ اوطاق میں رہنے کا یہ فائدہ بھی تھا کہ غیر از جماعت زیرِ اثر سندھی بھی اُس کا مطالعہ کر لیتے ۔

دنیاوی تعلیم کے ذرائع بھی دور افتادہ گوٹھ ہونے کے باعث بہت کم تھے تاہم الفضل معمولی تعلیم والے کو بھی عالم بنا دیتا ہے۔محترم نانا جان ایک دفعہ وقفِ عارضی کے سلسلہ میں تقسیم برصغیر پاک و ہند سے قبل یو پی (U.P) انڈیا میں گئے تو محدود مالی وسائل کے باوجود جاری اخبار الفضل سے مطالعہ نے آپ سے مربی کا کام لیا اور وہاں بہت سے گمراہوں کی ہدایت کا سبب بن کر سادہ لوح مسلمانوں کو شدھی ہونے سے بچایا۔جنہیں ہندو اپنے اثر و رسوخ سے ڈرا دھمکا کر ہندو مذہب میں داخل کر چکے تھے ۔اُنہیں دوبارہ دین میں داخل کیا۔

ہمیں چونکہ حضور کا ارشاد ہر وقت یاد رہتا تھا کہ ''دوستوں کو چاہیے کہ کثرت سے ان اخبارات اور رسائل کو خریدیں اور انہیں خریدنا اور پڑھنا ایسا ہی ضروری سمجھیں جیسا زندگی کے لئے سانس لینا ضروری ہے یا جیسے وہ روٹی کھانا ضروری سمجھتے ہیں''۔

(انوارالعلوم جلد 16 صفحہ 249)

لہٰذا محترم نانا جان کی وفات کے بعد بھی اس روحانی نہر کے آگے بند نہیں باندھا گیا بلکہ اسے ہر حال میں جاری رکھا اور بہت سے احمدی اس روحانی نہر سے فیضیاب ہونے کیلئے خریدار بنائے گئے ۔

جب بھی ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے درد بھرے اور پُر تاثیر تحریری کلمات پڑھنے کو ملتے کہ ''الفضل'' جسے میں نے اپنی بیوی کے زیورات فروخت کر کے،حضرت اماں جان نے اپنی زمین فروخت کر کے اور برادرم مکرم نواب محمد علی خاں صاحب نے بھی کچھ نقد دے کر اور کچھ زمین فروخت کر کے ہفتہ وار جاری کیا تھا، ہفتہ وار سے سہ روزہ ہوا اور سہ روزہ سے دو روزہ اور اب روزنامہ شائع ہوتا ہے۔

(الفضل 8 مارچ 1935ء)

اِن ارشادات کو پڑھ کر دل میں تحریک اور نیا جذبہ پیدا ہوتا اور ہم پہلے سے زیادہ اس کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر استفادہ کرتے اور کوشش ہوتی کہ اس کے مزید خریدار بھی تیار ہوں اور گھر کے تمام افراد بھی اُس سے استفادہ کریں۔

محترم دادا جان مرحوم کافی عرصہ امیر ضلع خیر پور میرس سندھ رہنے کی بھی توفیق پا چکے تھے۔ آپ دوران دورہ جملہ جماعتوں میں اس روحانی نہر کو جاری کرنے کا انتظام فرمایا کرتے تھے اور دورانِ سفر الفضل کو اپنے ہمراہ رکھتے۔

ان کی وفات کے بعد اُن کے پوتے مکرم ممتاز احمد صاحب چیمہ جو کہ آج کل امیر ضلع ہیں، نے بھی الفضل کے مطالعہ کے فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے جاری رکھا ہوا ہے اور اس سے بہترین انداز سے استفادہ بھی ہو رہا ہے۔

میں نے چالیس سال قبل اپنی گوٹھ کو چھوڑ کر سسرال 88 شمالی سرگودھا میں رہائش اختیار کر لی اور اب بچوں کے ہمراہ ربوہ آگئی ہوں، میں نے اِس خاندان میں بھی ویسا ہی ماحول پایا ہے، یہاں بھی خدا کے فضل سے مطالعہ الفضل کا وہی شوق و جنون پایا ہے ۔میرے خیال میں الفضل کے ذریعے ہونے والی ہماری بچپن کی تربیت کے باعث اب بفضل خدا میرے دونوں بیٹے واقفِ زندگی اور دونوں بیٹیاں واقفہ نو ہیں۔الفضل کے مطالعہ اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی احمدیت کی لگن نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا بنا دیا ہے۔

میرے خیال اور ذاتی مشاہدہ سے یہ امر تجربہ شدہ ہے کہ جو فیملی روزانہ الفضل کے لئے پانچ روپے بھی پس انداز نہیں کرتی وہ انتہائی کنجوس ہے اور تربیت کے لحاظ سے اپنی آئندہ نسل کو کمزور کرنے کی ذمہ دار ہے۔خدا کرے کہ ہماری اولادیں ہمیشہ وقف کی روح کو سامنے رکھ کر خادمِ دین بنیں۔

الفضل نے احمدی ڈھونڈنے میں مدد کی

مکرم خالد محمود شرما صاحب۔کینیڈا

روزنامہ الفضل میری نظر میں ایک ایسا روحانی اور علمی مائدہ ہے جو قرآن کریم کی تعلیمات، حضرت محمد ﷺ، بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات، اور خلفائے احمدیت کی نصائح کی صورت میں ہر روز ہمارے سامنے پیش ہوتا ہے۔اس کا اندازہ اس شدت سے تب ہوا جب خاکسار پاکستان سے کینیڈا آیا۔اور یہاں کی مصروفیات میں اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کم ہونے لگا تو الفضل کا مجھ پر یہ احسان ہے کہ اس کے آن لائن مطالعہ سے میری وہ علمی پیاس (جس کی سخت کمی محسوس ہو رہی تھی) بجھنے لگی۔الفضل میں ایک قاری کیلئے وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے اس کو ہر علم چاہے دینی ہو یا دنیاوی اس کا نچوڑ مل جاتا ہے۔گویا کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہو۔

ماضی کے دریچوں میں جھانکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الفضل کا تعلق تو میری زندگی میں میرے ہوش سنبھالنے سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ ہمارے والد صاحب محترم عبدالرشید شرما صاحب بتاتے ہیں کہ جب وہ پچاس کی دہائی میں شکار پور سندھ آ کر آباد ہوئے تو اس وقت سے ہی روزنامہ الفضل ہمارے گھر جاری ہے۔ میں بھی بچپن سے ہی گھر میں ابّا جان، اور بڑے بہن بھائیوں کو الفضل پڑھتے دیکھتا رہا۔ ہمارے کارخانہ کے دفتر میں ابا جان الفضل پڑھنے کے بعد سامنے میز پر رکھ دیتے۔ پھر جب کوئی دفتر میں باہر سے کوئی غیر از جماعت آتا تو اخبار کا ضرور مطالعہ کرتا اور پھر کئی سنجیدہ طبع لوگ اخبار کے بارے میں اور جماعت احمدیہ کے بارے میں پوچھتے غرض یہ کہ الفضل کو ہمارے ابا جان ایک بہترین دعوت الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے۔ہمارے کارخانے کے وسیع احاطے میں بہت پیاری بیت الذکر تھی جو شکار پور سندھ اور اس کے گرد و نواح کی جماعتوں کا سینٹر تھا۔جمعہ کو کافی احباب جماعت آجاتے تھے۔ابا جان الفضل سے ہی خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ابا جان بتاتے ہیں کہ جب انہوں نے پہلی دفعہ شکار پور سندھ میں قدم رکھا تو یہاں جماعت کی بنیاد اور سینٹر بنانے کا ارادہ کیا۔ اسی غرض سے بیت الذکر کی تعمیر بھی کی۔اس کے بعد اگلا مرحلہ احمدی احباب کی تلاش کا تھا۔مختلف ذرائع سے احمدی گھر تلاش کئے۔ ایک دفعہ پوسٹ مین سے بھی پوچھا کہ یہ اخبار الفضل کون کون سے گھروں میں دے کر آتے ہو۔ اس طریقے سے آپ کو سینکڑوں احمدی احباب کو تلاش کرنے میں مدد ملی۔غرض یہ کہ الفضل نے اس زمانے میں ایک بڑا احسان یہ کیا کہ شکار پور سندھ جیسی سنگلاخ زمین میں حضرت مسیح موعود کے وجود کی سرسبز شاخوں کو ڈھونڈنے میں اور جماعت کے قیام میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

ایک اور احسان الفضل کا میری زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس نے مجھے ایک قاری کے ساتھ ساتھ میرے ہاتھ میں قلم تھما دیا اور مجھے اپنے احساسات، جذبات اور خیالات کو الفاظ میں ڈھالنے کا جذبہ حوصلہ اور سلیقہ عطا کیا۔اور خاکسار کے مضمون اس اخبار کی زینت بنے۔

☆☆☆☆☆

زندگی بخش ہے فضل کی نہر ہے نور کی لہر ہے علم کا شہر ہے

الفضل کے شہر علم کے بلند پایہ مکین، معمار، صداقت شعار اور سدا بہار بزرگ
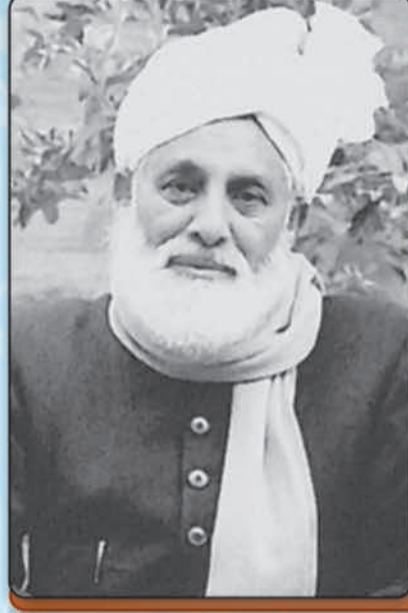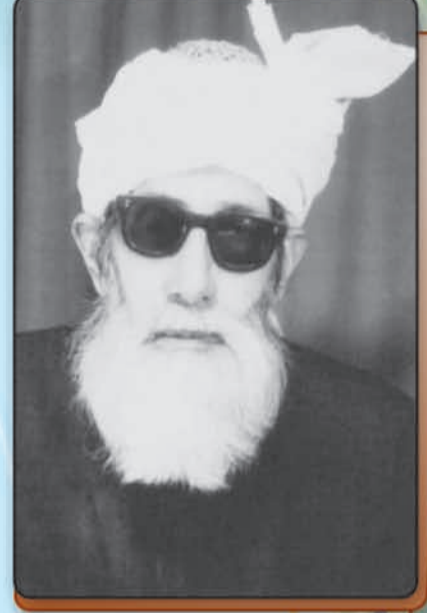
حضرت قاضی محمد نذیر لائلپوری صاحب

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری

حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب

حضرت ملک عبدالرحمان خادم صاحب
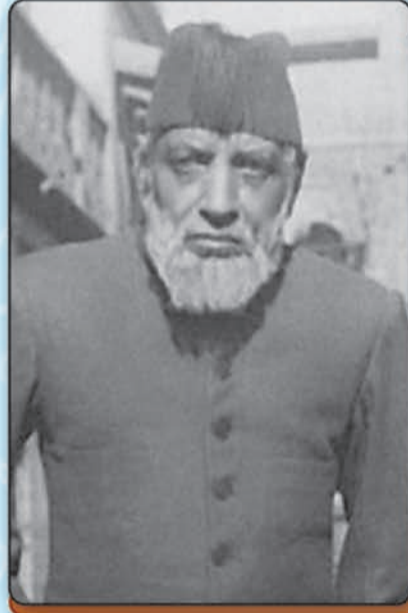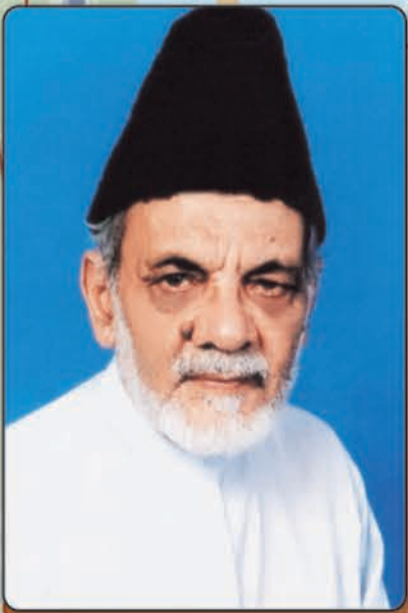
حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی

حضرت مولانا ظفر محمد ظفر صاحب

حضرت مرزا عبدالحق صاحب

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر
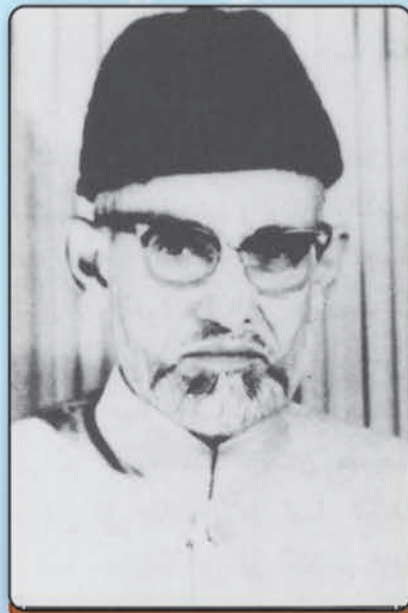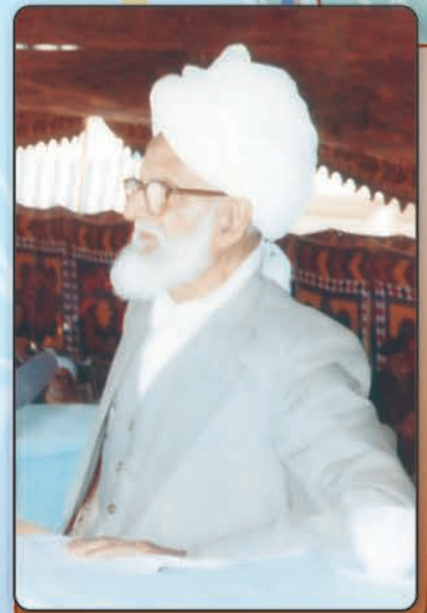
خدا کے پیاروں کے لیل و نہار کا مظہر یہ الفضل تو ہے چین و قرار کا مظہر

حضرت مولوی نذیر احمد علی صاحب

محترم مصلح الدین احمد راجیکی

محترم شیخ عبد القادر سوداگرمل

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی

محترم ملک صلاح الدین صاحب (مؤلف رفقاء احمد)

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت

محترم حکیم شیخ خورشید احمد صاحب
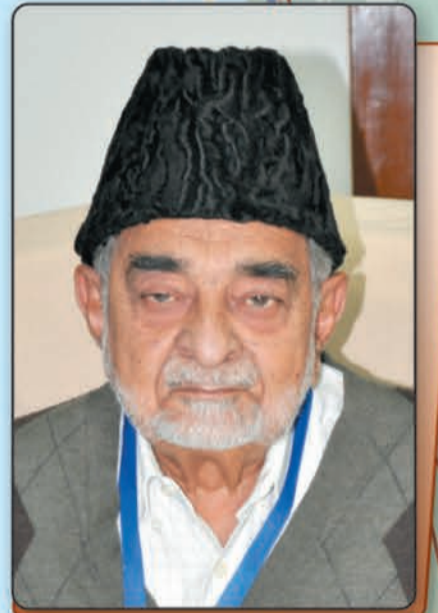
محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی
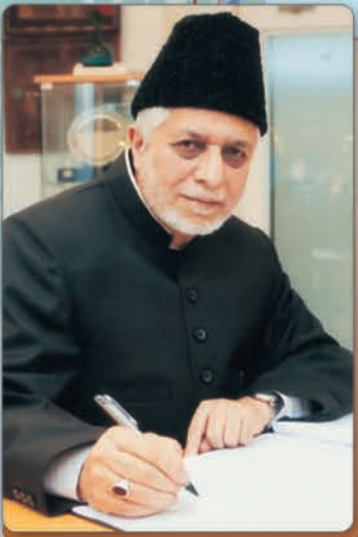
محترم منیر احمد خادم صاحب ناظر اصلاح وارشاد قادیان

محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب
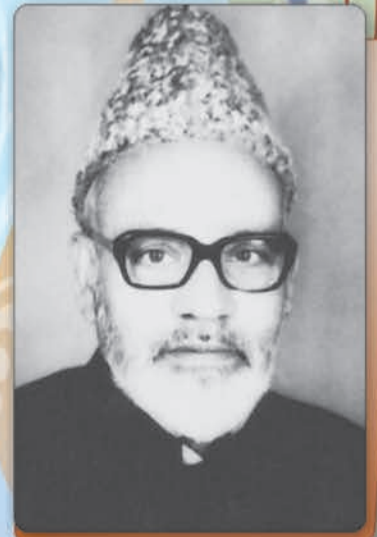
الفضل سجانے اور سنوارنے والے خوش قسمت لوگ۔احباب جماعت کی خاص دعاؤں کے محتاج

حضرت مصلح موعود اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے بعد الفضل کے ایڈیٹرز — امام وقت اس کا راہنما ہے

حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب

حضرت ماسٹر احمد حسین فرید آبادی

حضرت مولانا محمد اسماعیل حلالپوری
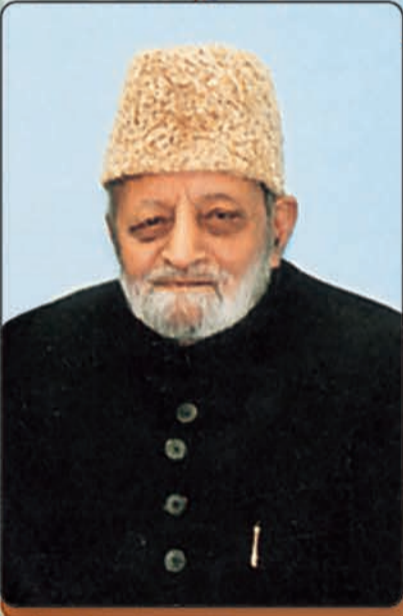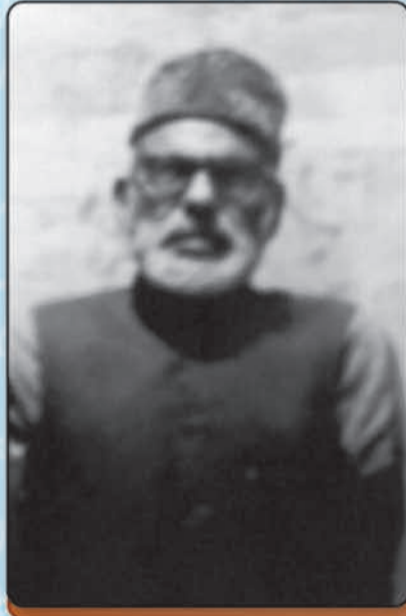
محترم خواجہ غلام نبی صاحب

محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب

محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی

محترم نسیم سیفی صاحب

محترم عبدالسمیع خان صاحب

محترم شیخ خورشید احمد صاحب (سابق نائب ایڈیٹر)

جن کی نظموں نے الفضل میں رنگ بھرے۔ آسمانی بادشاہت کے موسیقاروں میں شامل ہوئے

حضرت محمد حسن صاحب رہتاسی

محترم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب

محترم ذوالفقار علی گوہر صاحب

محترم عبدالسلام اختر صاحب

محترم عبدالمنان ناہید صاحب

محترم چوہدری محمد علی صاحب

محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب

محترم جنرل (ر) محمود الحسن صاحب

محترم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب

محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب

محترم عبدالکریم قدسی صاحب

محترم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب

علم اور عرفان کا بحرِ بیکراں

حق و سچائی کا واحد ترجماں ہے الفضل
واسطے باطل کے اِک تیغِ رواں ہے الفضل

خوش نما پودا تھا جو فضلِ عمر کے ہاتھ کا
اِک شجر ہے اب، تنومند و جواں ہے الفضل

یہ مسیحا کی صدا ہے یہ خلافت کا نقیب
مردِ میداں، دین کا اِک پہلواں ہے الفضل

تربیت کرتا دلوں کو تقویت دیتا ہے یہ
علم اور عرفاں کا بحرِ بیکراں ہے الفضل

معرفت کے موتیوں سے ہے سجا ہر اک ورق
پارس و لعل و جواہر کی دُکاں ہے الفضل

ہے خلافت کے لئے، یہ ایک یارِ جاں نثار
بے غرض ساتھی ہے، مثلِ عاشقاں ہے الفضل

احمدیت کی حسیں تاریخ کا زرّیں ریکارڈ
حق کی جیتی جاگتی اِک داستاں ہے الفضل

دور دیکھے ہیں بہت سے اس نے جبر و ضبط کے
پر سدا جم کر رہا، مثلِ چٹاں ہے الفضل

راہ روکی گرچہ اس کی حاسدوں نے بارہا
فضلِ ربی سے مگر پیہم رواں ہے الفضل

دُشمنوں کی دُشمنی ظلم و جفا سے بے نیاز
دوستوں کے واسطے شکر فشاں ہے الفضل

اس میں چھپنا بے شبہ ہے باعثِ صد افتخار
لکھنے والوں کا حقیقی قدرداں ہے الفضل

موتیوں سے بڑھ کے ہوگی قیمتی اِک ایک جِلد
خود کہے گا وقت کل، جنسِ گراں ہے الفضل

آپ پڑھ سکتے ہیں انٹرنیٹ کے ذریعے بھی اسے
صفحۂ برقی پہ ہر پل ضوفشاں ہے الفضل

جدت و ندرت سے پُر عرشیؔ ہر اِک تحریر ہے
اہلِ عرفاں کے لئے اِک کہکشاں ہے الفضل

ارشاد عرشیؔ ملک

میں نے بہت استفادہ کیا ہے

(مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب مربی سلسلہ ڈنمارک)

''الفضل'' سے خاکسار کا تعارف بچپن سے ہی ہے جبکہ خاکسار دوسری یا تیسری جماعت کا طالبعلم تھا۔ان دنوں ہم پکی کوٹھی ۔شیخوپورہ میں مقیم تھے۔ جہاں میرے والدمحترم مولوی فضل احمد صاحب(مرحوم) معلم وقف جدید کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔گھر میں ہر روز''الفضل'' کا انتظار رہتا۔محترم والد صاحب ہمیشہ حضرت خلیفۃ المسیح کا خطبہ جمعہ الفضل سے پڑھ کر سناتے۔ چونکہ گاؤں میں صرف ایک ہی اخبار آتا تھا۔لہٰذا اس اخبار سے ہر کوئی استفادہ کرتا اور جو احباب خود نہ پڑھ سکتے تھے انہیں والد صاحب مرحوم اہم مرکزی اعلانات واطلاعات پڑھ کر سنادیتے۔ان دنوں ٹیلی فون یا دیگر ذرائع معلومات روابط نہ تھے الفضل ہی جماعت اور مرکز سے رابطہ کا اہم ذریعہ تھا۔جس کے ذریعے حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات مبارکہ اور تحریکات کا علم ہوتا۔

الفضل کا صفحہ اول جو قرآن کریم ،احادیث اور ملفوظات حضرت مسیح موعود پر مشتمل ہوتا ہے تربیتی حوالہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس کا انتخاب روزمرہ کی تربیتی وتعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔اس لئے خاکسار نے درس وتدریس کے ضمن میں اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔گویا درس کے لئے ضروری حوالہ جات موقع اور محل کے مطابق الفضل مہیا کر دیتا ہے۔

اگست 1985ء میں خاکسار کی پہلی تقرری ڈنمارک میں ہوئی۔ جہاں روزانہ اخبار کی بہت کمی محسوس ہوتی تاہم یہ کمی و تشنگی ہفتہ وار بنڈل کی صورت میں پوری ہوجاتی۔یعنی ہفتہ بھر کی اخباریں اکٹھی موصول ہوجاتیں۔ بیرون ممالک میں الفضل کا کردار اور بھی زیادہ وسعت اختیار کر جاتا ہے اور خاص طور پر 80-90 کی دہائی میں جبکہ ٹیلی فون، انٹرنیٹ کی سہولت عام نہ تھی ۔مرکز اور دوست احباب سے رابطہ کا ذریعہ بھی الفضل ہی تھا اور اس میں شائع ہونے والے دعائیہ اعلانات، آمین اور نکاح کی تقریبات کی خبریں۔ پیدائش و وفات کی خبروں کے ذریعہ نہ صرف احباب سے رابطہ کا باعث ہوتا بلکہ ان کے لئے دعائیں کرنے کی بھی توفیق نصیب ہوتی۔

اب انٹرنیٹ کی سہولت سے الفضل کا مطالعہ ہر روز ہی کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

Daily Alfazl 98 years and counting

One of Pakistan's oldest newspapers is thriving despite banes and lawsuit.

Sunday Magazine Feature

by Saba Imtiaz

Published October 9,2011

It is only at mid-afternoon that most bleary-eyed sub-editors start thinking about heading to their respective newsrooms. But for the 15-member editorial team at the Daily Alfazl, that's usually when the paper is being sent to the press.

It is far from a conventional broadsheet. The Jamaat Ahmadiyya's Daily Alfazl newspaper started off as a weekly in 1913. Almost a century later, the paper is still in circulation, despite the bans, threats and legal issues that followed the introduction of Ahmadi-specific laws.

At the newspaper's office in Rabwah, in Chiniot District, the impact of those laws is tangible.

While proofers at other publications look for factual and grammatical errors, staffers at the Daily Alfazl have a different set of tasks. In 1984, a sign was placed in the proofers' room, featuring a list of words the Daily Alfazl cannot use in line with the 'Anti-Islamic Activities of the Qadiani Group, Lahori Group and Ahmadis (Prohibition and Punishment) Ordinance', which was promulgated that year. Intriguingly, editors replace the words they cannot use with dots, leaving readers to figure out what was redacted from the original text. The prohibited words include 'Muslim', 'Azaan' and 'Tabligh'.

At one point, according to editor Abdul Sami Khan, there were over a hundred lawsuits against the paper's printer and publisher. And even though the Daily Alfazl is only circulated within the Ahmadiyya community, 'objections' have been raised by people incensed at the mere sight of its masthead. It has been banned several times, and its printing press was sealed for a year in 1953, during riots against the Ahmadi community. Shipments of the paper are often delayed at the post office.

This isn't the only publication people have been 'offended' by. "People have had issues with the children's magazine as well," says Khan. According to the Ahmadi watchdog website, www.thepersecution.org, cases have been instituted against five monthly magazines and the newspaper itself, as well as books published by the community. The Daily Alfazl also receives no government advertisements, a key source of revenue for most publications.

"We used to get advertisements before 1974 [the year amendments declaring Ahmadis non-Muslims were introduced in the constitution]," says Khan. "Not anymore." Instead, the newspaper runs ads from local advertisers or large businesses run by members of the community.

The slim newspaper — which publishes 9,000 copies daily — is primarily a journal for the community, featuring sermons and local news. A weekly edition is published in the UK.

But were Daily Alfazl tasked with refuting the allegations made against the Ahmadiyya community in the local press, it would have to produce at least a 40-page edition daily. Coverage of the community in the mainstream Urdu press mostly ranges from vitriolic diatribes to headlines that can only be described as bizarre — and at least one such headline is recycled every year without fail. According to an official at the Jamaat Ahmadiyya press section, a story alleging that Ahmadis had enlisted in the Israeli army has been doing the rounds for several years. "When the story was first published, the government of Pakistan issued a clarification to say that no Pakistanis were serving in the Israeli army," he said. "But that story is reprinted every year regardless."

The Jamaat Ahmadiyya also maintains a record of anti-Ahmadi stories published in newspapers printed from Lahore. In 2010, it recorded 1,468 news stories against the community, the majority of which were in seven of the most popular Urdu newspapers in the country.

That's not all. Pakistani newspapers also refused to run a paid-for advertisement by the Jamaat which detailed its reasons for boycotting the 2008 general elections.

Ironically, the Pakistani
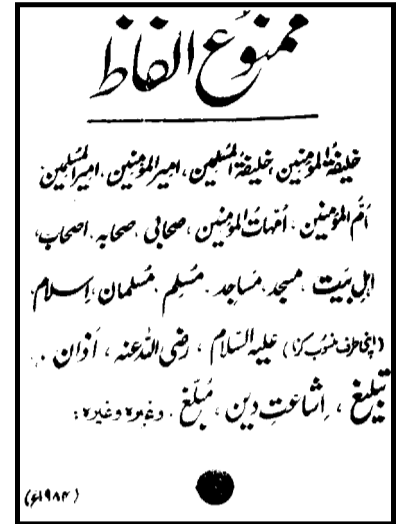
media has unwittingly promoted the Ahmadiyya community's places of worship, which cannot be called mosques for legal reasons. In 2009, as furore built up over a referendum in Switzerland to ban minarets, images of a mosque in the European country were published throughout Pakistan. Editors would be shocked to realise that the Swiss mosque being defended in the Pakistani press actually belongs to the same community they prefer to vilify.

Before leaving Rabwah, my copies of the Daily Alfazl and books are wrapped up in brown paper to evade scrutiny. Or, as a Jamaat representative wryly remarks, blasphemy charges. While I only have to hide the publications for a few hours, for the editors and readers of the Daily Alfazl, this is a daily battle — one that shows no signs of ending anytime soon.

Published in The Express Tribune, Sunday Magazine, October 9th, 2011.

تحریر: صبا امتیاز ——————— ترجمہ: طارق حیات

روزنامہ الفضل۔ اشاعت کے 98 سال

(ایکسپریس ٹریبیون۔ 9/ اکتوبر 2011ء کا سنڈے میگزین فیچر)

اخبارات کے 'سب ایڈیٹرز' عموماً بعد دوپہر اپنے اپنے نیوز روم کا رخ کرتے ہیں، مگر ''روزنامہ الفضل'' کا 15 رکنی ادارتی عملہ دوپہر تک اپنے اخبار کا مسودہ طباعت کے لئے پریس میں بھجوا چکا ہوتا ہے۔ یقیناً یہ امر روایتی اخبارات سے کافی مختلف ہے۔

1913ء میں جماعت احمدیہ کا اخبار ''روزنامہ الفضل'' ایک ''ہفت روزہ'' کے طور پر جاری ہوا تھا۔ اور آج تقریباً ایک صدی کا سفر طے کرنے کے بعد بھی یہ اخبار جاری ہے باوجودیکہ اس کو پابندیوں، دھمکیوں اور قانونی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بطور خاص احمدیوں کے لئے بنائے جانے والے ''قوانین'' کا شاخسانہ ہیں، اس اخبار کے دفتر واقع ربوہ ضلع چنیوٹ میں ان 'قوانین' کا اثر بآسانی نظر آتا ہے۔

دیگر اشاعتی اداروں میں تو ''پروف ریڈر'' واقعاتی اور گرائمر کی اغلاط کی نشاندہی پر مامور ہوتے ہیں مگر ''روزنامہ الفضل'' کا عملہ تو اور ہی کاموں میں مشغول ہے۔ دراصل 1984ء میں ''الفضل'' کے کمرہ ادارت میں ایک چارٹ آویزاں کیا گیا جس پر ان الفاظ کی فہرست درج ہے جو ''روزنامہ الفضل'' میں استعمال ہی نہیں ہوسکتے ہیں۔ ایسا اسی سال '' قادیانیوں کو اسلام مخالف سرگرمیوں سے روکنے اور سزائیں دینے کے لئے'' نافذ ہونے والے آرڈیننس کی وجہ سے کیا گیا تھا جس پر اخبار کے مدیران نے نہایت ذہانت سے ان ''ممنوعہ الفاظ'' کی جگہ نقطے لگانے شروع کردیئے تا کہ قاری خود اندازہ کرلے کہ اصل تحریر کا کونسا لفظ حذف کیا گیا ہے۔ جن الفاظ کا استعمال منع کیا گیا ان میں ''مسلم، اذان اور تبلیغ'' وغیرہ شامل ہیں۔

روزنامہ الفضل کے مدیر عبدالسمیع خان کے مطابق اخبار کے پرنٹر اور پبلشر پر ایک سو سے زائد مقدمات قائم کئے جاچکے ہیں۔ نیز ''روزنامہ الفضل'' صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے شائع اور تقسیم ہوتا ہے مگر اس پر ''اعتراض'' کرنے والوں کی اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو صرف اخبار کی پیشانی پر درج نام دیکھ کر ہی غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں۔ اس اخبار کی اشاعت متعدد مرتبہ رکوائی جا چکی ہے، احمدیہ مخالف فسادات والے سال یعنی 1953ء میں الفضل کا پرنٹنگ پریس ایک سال کے لئے سیل رہا، کئی دفعہ ڈاک خانہ کے ذریعہ سے ہونے والی الفضل کی ترسیل تاخیر کا شکار ہوجاتی ہے۔

خان صاحب نے بتایا کہ (ہمارے مخالف) لوگوں کو صرف روزنامہ الفضل سے ہی ''تکلیف'' نہیں ہے۔ بلکہ (مخالف) لوگوں کو تو بچوں کے رسالے سے بھی مسائل پیدا ہوجاتے ہیں۔

احمدیوں کے حقوق کی پامالی پر نظر رکھنے والی ویب سائٹ www.thepersecution.org پر درج معلومات کے مطابق پانچ جماعتی ماہانہ رسائل اور الفضل پر عدالتی مقدمات قائم کئے گئے ہیں۔ یہی حال جماعت کی طرف سے شائع ہونے والی کتب کا ہے۔ روزنامہ الفضل کو کوئی بھی حکومتی اشتہار نہیں دیا جاتا ہے۔ جبکہ یہی حکومتی اشتہارات ہی کئی اشاعتی اداروں کی آمد کا اصل ذریعہ ہوتے ہیں۔

عبدالسمیع خان صاحب نے ہمیں بتایا کہ (آئین میں ترمیم کرکے احمدیوں کو ''غیر مسلم'' قرار دیئے جانے کے سال) 1974ء تک ہمیں اشتہارات میسر تھے۔ مگر اب ایسا نہیں ہے۔ اس لئے اب ہم مقامی اشتہارات یا بڑے احمدی تاجروں کے کاروباروں کے اشتہاروں سے گزارا کرتے ہیں۔

یہ مختصر سا اخبار جو روزانہ صرف 9000 کی تعداد میں، جماعت کے لوگوں کے لئے چھپتا ہے جس میں خطبات اور مقامی خبریں ہوتی ہیں۔ اس اخبار کا ہفتہ وار ایڈیشن لندن سے شائع ہوتا ہے۔

اب اگر ''روزنامہ الفضل'' ان تمام الزامات کا جواب دینا شروع کردے جو پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف عائد کئے جاتے ہیں تو یقیناً الفضل کو روزانہ کم از کم چالیس صفحات شائع کرنے پڑیں۔ دراصل پاکستان کے اردو اخبارات میں احمدیہ جماعت کے بارہ میں شائع ہونے والا تمام مواد یا تو مخالفین احمدیت کے نفرت اور فساد سے بھرے بیانات ہوتے ہیں یا وہ سرخیاں ہوتی ہیں جن پر صرف ہنسا ہی جاسکتا ہے اور پھر انہی سرخیوں کو ہی بار بار، بلا ناغہ دہرایا جاتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے پریس سیکشن کے ایک نمائندہ نے ہمیں بتایا کہ پاکستان کے اردو اخبارات میں ایک خود ساختہ جھوٹی کہانی گزشتہ کئی برسوں سے گردش کررہی ہے کہ ''احمدی اسرائیل کی فوج میں بھرتی ہورہے ہیں''۔ جب یہ جھوٹی کہانی پہلی بار اخبارات میں شائع ہوئی تو حکومت پاکستان نے اس کی تردید کی تھی کہ کوئی بھی پاکستانی اسرائیلی فوج میں شامل نہ ہے۔ مگر اس سب کے باوجود یہ ''خبر'' مسلسل پاکستان کے اردو اخبارات میں جگہ پارہی ہے۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ لاہور سے شائع ہونے والے اخبارات میں احمدیت مخالف مواد سب سے زیادہ جگہ حاصل کرتا ہے۔ مثلاً سال 2010ء کے دوران کل ایک ہزار چار سو اڑسٹھ (1468) احمدیت مخالف مواد پر مشتمل خبریں شائع ہوئیں اور ان میں بڑا حصہ ان سات اخبارات کا جو پاکستان کے مقبول ترین اردو روزنامے کہلاتے ہیں۔

اس افسوس ناک منظر کا یہاں پر اختتام نہیں ہوتا، بلکہ یہی اردو اخبارات جماعت احمدیہ کی طرف سے بھیجی جانے والی تردید کو قیمت وصول کرکے بھی شائع نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً احمدیہ موقف کہ وہ کیا وجوہات تھیں جن کی بناء پر احمدیوں نے سال 2008 کے عام انتخابات کا بائیکاٹ کیا تھا، کوششوں کے باوجود اشاعت کے لئے جگہ نہ پاسکا۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کا میڈیا احمدیوں کی مساجد کو ''عبادت گاہ'' کے نام سے موسوم کرتا ہے جس کو احمدی قانونی وجوہات کی بناء پر ''مسجد'' نہیں کہہ سکتے ہیں۔ سال 2009ء میں یورپی ملک سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں کے خلاف ایک ریفرنڈم کے بعد پاکستان کے میڈیا میں بہت زیادہ شور اٹھایا گیا تھا۔ مگر یہ بات اخبارات کے ایڈیٹرز کو کافی تلخ محسوس ہوگی کہ وہ اپنے اخبارات میں اسی فرقہ کی مسجد کے میناروں کے حق میں آواز بلند کرتے رہے جس کو وہ پاکستان میں گالی دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

میرے ربوہ سے نکلنے تک مجھے دی جانے والی اخبار ''روزنامہ الفضل'' اور کتب کو خاکی لفافے میں اچھی طرح محفوظ کردیا گیا تھا تا کہ میں چیکنگ کے دوران بچ جاؤں۔ ورنہ جماعت احمدیہ کے نمائندوں کی طرح مجھے بھی ''گستاخی'' کے الزامات میں دھر لیا جائے گا۔ مگر مجھے تو صرف اگلے چند گھنٹوں کے لئے ان مطبوعات کو چھپانا تھا لیکن ''روزنامہ الفضل'' کا ادارتی عملہ اور قارئین تو روزانہ ہی اس امتحان سے گزرتے ہیں .... یقیناً ان لوگوں کے لئے یہ ایک ایسی آزمائش ہے جو جلد ختم ہوتی نظر نہیں آرہی ہے۔

مکرم محمد ارشد کاتب صاحب

الفضل کے کاتب۔ باپ نے 52 سال، بیٹے نے 25 سال خدمت کی

میرے خاندان کا روزنامہ الفضل سے گہرا اور پرانا تعلق ہے۔ میرے والد مکرم منشی محمد اسماعیل صاحب نے 1934ء میں الفضل کی کتابت شروع کی اور 1986ء تک انہوں نے کتابت کی توفیق پائی۔ یہ عرصہ تقریباً 52 سال بنتا ہے۔ میں اپنے والد صاحب کو الفضل کی کتابت کرتے دیکھتا تھا۔ میں نے اپنے والد محترم سے ہی کتابت سیکھی اور جب ہم مئی 1965ء میں ربوہ آئے تو مکرم عباداللہ گیانی صاحب کی تحریک پر میں نے الفضل میں بطور کاتب کام شروع کیا اور 1990ء تک میں نے الفضل کے ص 2 اور ص 7 کی کتابت کی توفیق پائی۔

الفضل کی کتابت کرنے کی وجہ سے میرے علم میں بے انتہا اضافہ ہوا۔ جب مجھے کمیشن کا امتحان دینے کے لئے کہا گیا تو میری کوئی تیاری نہیں تھی۔ میں بغیر تیاری کے امتحان میں بیٹھ گیا۔ الفضل کی کتابت کرتے وقت میں تمام باتیں غور سے پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس کا مجھے اتنا فائدہ ہوا کہ میں نے سوالات کے جوابات دیئے اور امتحان میں میرے نمبر 85/100 آئے۔ یہ الفضل کی برکت ہی تھی کہ میرے علم میں اضافہ ہوا اور یوں میں نے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

میں نے بطور کاتب 25 سال کام کیا۔ اس کے بعد نظارت اشاعت میں کام کیا اور 2010ء میں 45 سال جماعت کی خدمت کی توفیق پانے کے بعد ریٹائر ہو کر صدر انجمن احمدیہ سے پنشن حاصل کی۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ روزنامہ الفضل ہمارے گھر باقاعدگی سے آتا ہے۔ اور ہمارے گھر میں بھی اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ میری اہلیہ تو دروازے کے چکر لگاتی ہیں کہ الفضل آیا ہے کہ نہیں اور جب آتا ہے پھر سب پڑھتے ہیں۔ الفضل کی وجہ سے ہمارے گھر میں علم دوستی بڑھتی۔ چنانچہ اس کی وجہ سے الحمد للہ کہ میری تمام اولاد اچھی تعلیم یافتہ ہے اور ان کا بھی الفضل سے تعلق ہے الفضل کے کام کے دوران کئی دفعہ مشکل دور آئے لیکن خدا کے فضل سے ہمیشہ اس کے ساتھ دلی وابستگی ہونے کی وجہ سے خدمت کا موقع بھی ملتا رہا۔ کئی دفعہ سفر اور دوسری مصروفیات کے باوجود اس کی خدمت کا موقع ملا اور ہمیشہ میرا گھر برکتوں سے بھرا رہا۔ اب جو کچھ بھی میرے گھر ہے وہ سب کچھ الفضل میں خدمات کے بدلہ میں ہی ملا ہے۔

☆......☆......☆......☆

مکرم بشارت احمد شاہد صاحب۔ قرغیزستان

ازبکستان اور قرغیزستان میں الفضل کی روشنی

یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ الفضل سے میرا تعلق بہت ہی پرانا اور گہرا ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں مڈل سکول کا طالب علم تھا تو ہمارے گاؤں مالو کے بھلی ضلع سیالکوٹ میں بذریعہ ڈاک الفضل آیا کرتا تھا۔ میرے والد صاحب محترم نے بچپن ہی سے مجھے یہ بات ذہن نشین کروانی شروع کردی تھی کہ میں نے تمہیں وقف کیا ہوا ہے، تم نے جامعہ احمدیہ میں جانا ہے اس لئے دینی کتب کا مطالعہ کیا کرو۔ چنانچہ علاوہ دوسری کتب کے میں کبھی کبھار الفضل کا مطالعہ بھی کیا کرتا تھا جس کی بدولت میرا دینی شوق بڑھتا گیا۔ اس طرح الفضل نے میری دینی اور روحانی تربیت میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

پھر میٹرک کرنے اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے میں اپنے گاؤں کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر ربوہ آگیا۔ یہاں آنے کے بعد الفضل سے میرا تعلق پہلے سے زیادہ مضبوط ہوا۔ گاؤں میں رہتے ہوئے الفضل بذریعہ ڈاک کافی دنوں کے بعد ملا کرتا تھا جبکہ مرکز سلسلہ کی برکت سے روزانہ کا اخبار روزانہ ملنے لگا۔ اُن دنوں میں اپنے ماموں کے گھر واقع دارالنصر غربی میں رہا کرتا تھا اور اُن کے ہاں الفضل آیا کرتا تھا اور صبح سویرے ہی مل جایا کرتا تھا۔ چنانچہ میں بڑے شوق سے اپنی روحانی اور علمی پیاس بجھایا کرتا تھا۔ اس کے بعد جب 1987ء میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوا تو الفضل سے ایک کبھی نہ ختم ہونے والا رشتہ قائم ہوگیا۔ دوسرے قومی اخبارات کے ساتھ ساتھ الفضل کا مطالعہ زندگی کا ایک لازمی جزو بن چکا تھا۔ ہر روز الفضل پڑھنا پھر اپنی ضرورت کے مطابق کئی مضامین و مقالہ جات کی فوٹو کاپی کروا کر اپنے پاس محفوظ کرنا روزمرہ کے معمولات میں شامل تھا۔ جب کبھی کسی علمی مضمون کی ضرورت پڑتی تو خلافت لائبریری جا کر پرانے الفضل کا انڈیکس لے کر الفضل سے تلاش کیا کرتا تھا۔ چونکہ 1984ء سے پہلے کا الفضل موجودہ دور کی پابندیوں سے آزاد تھا اور اس میں بہت زبردست علمی مواد ہوا کرتا تھا۔ اس لئے ہر طرح کی علمی و روحانی ضرورت پوری ہوجاتی تھی۔ آیات قرآنی بھی ہوا کرتی تھیں، احادیث نبویہ ﷺ بھی الفضل کی زینت ہوا کرتی تھیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی بھی موضوع پر مکمل مواد حاصل ہوجایا کرتا تھا۔

الفضل کے ساتھ یہ پیار و محبت اور علمی دوستی کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہ سفر رواں دواں ہی تھا کہ ایک بار پھر میدان عمل میں جانے کی وجہ سے روزانہ کے الفضل سے محروم ہونا پڑا اور دوبارہ بذریعہ ڈاک موصول ہونے والے الفضل سے استفادہ کرنے پر مجبور ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہفتہ بعد الفضل کے کئی ایک پرچے ایک ساتھ ملتے تھے تو باری باری کھول کر تاریخ کے حساب سے جو پہلے چھپا ہوتا اُس کو پہلے اور جو بعد میں چھپا ہوتا اسے بعد میں پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میدان عمل میں الفضل سے ہی خطبات اور درس وغیرہ تیار کرنے کی توفیق ملی۔ اس طرح الفضل نے نہ صرف میری زندگی میں بلکہ میرے حلقہ میں موجود احباب جماعت کی روحانی و علمی تعلیم و تربیت میں ایک نیک کردار ادا کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

میری اور الفضل کی قدیمی اور گہری دوستی میں ایک وقتی تعطل اس وقت پیدا ہوگیا جب خدمت دین کے لئے مجھے اگست 1996ء میں بیرون ملک ازبکستان (UZBEKISTAN) جانا پڑا۔ وہاں جاکر جن چیزوں کی جدائی کا سب سے زیادہ احساس ہوا وہ جماعتی اخبارات ورسائل ہی تھے۔ وہاں ایسے لگتا تھا جیسے مدت ہوئی کہ جماعت سے ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یہ دن کافی تکلیف دہ اور محرومی کے دن تھے۔ جولائی 1997ء میں مجھے ازبکستان سے قرغیزستان (KYRGYZSTAN) جانے کا ارشاد ہوا۔ ابتداء میں تو ادھر بھی یہی احساس محرومی رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے باران رحمت برسی اور اس کی جناب سے ایک خاص نصرت نازل ہوئی اور لندن سے الفضل انٹرنیشنل آنا شروع ہوگیا۔ اس طرح ایک ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے بحال ہوگیا۔ اب کی دفعہ الفضل سے بہت ہی زیادہ علمی و روحانی فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ خاکسار نے محض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے حضور انور ایدہ اللہ کے خطبات کے علاوہ بے شمار مضامین و مقالہ جات کا ازبیک (UZBEK) اور قرغیز (KYRGYZ) زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح الفضل کے ذریعہ ان پیاسی اور ترسی روحوں کی سیرابی کا سامان بھی ہوا جو حضرت مسیح موعود کے مقدس دامن سے وابستہ ہوئی تھیں۔ میں جو مقالہ یا مضمون الفضل سے پڑھتا تھا اسے اپنے ازبیک اور قرغیز نواحمدی بھائیوں تک پہنچانے کی ایک تڑپ ہوتی تھی۔ اکثر اوقات خاکسار جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد الفضل ہاتھ میں لے کر مشن ہاؤس میں موجود احباب کو ان کی زبان میں سنایا کرتا تھا۔ مقالہ یا مضمون کے اختتام پر کئی دوستوں کی آنکھیں پُرنم ہوجایا کرتی تھیں۔ خاص طور پر الفضل کے پہلے صفحہ پر موجود ملفوظات انقلابی کردار ادا کرتا تھا۔ نواحمدی بھائی بڑے ذوق وشوق سے اور گہری توجہ سے ملفوظات سنا کرتے تھے۔

غالباً 2006ء یا 2007ء کی بات ہے جب میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ قرغیزستان کے چار بڑے شہروں دارالحکومت بشکیک (BISHKEK)، اوش (OSH)، جلال آباد (JALALABAD) اور کاراکول (KARAKOL) میں الفضل ربوہ اور رسالہ تحریک جدید ربوہ آنا شروع ہوگیا۔ یہ سلسلہ ایک ڈیڑھ سال تک چلا۔ کس نے جاری کیا، کس کے ارشاد پر جاری ہوا، کیوں بند ہوگیا، اس کا تو مجھے علم نہیں لیکن سابق یو ایس ایس آر کے ان دور دراز علاقوں میں الفضل کا پہنچنا بھی ایک رنگ میں ”میں تیری (دعوت) کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“ کی پیشگوئی کو پورا کرتا ہے۔ میری نظر میں الفضل ربوہ کے آنے سے جنگل میں منگل کا سا سماں تھا۔ خاکسار نے اور میری فیملی نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ گھر میں ایک فرد بلند آواز میں الفضل پڑھتا تھا اور باقی خاموشی سے سنتے تھے۔ بچوں کو ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معانی اور مشکل مقامات سمجھاتے جاتے تھے۔ اس طرح الفضل نے میرے اندھیرے گھر میں چراغ کا کام کیا۔ یہاں بھی وقتاً فوقتاً مقامی نواحمدی بھائیوں کو ان کی تعلیم و تربیت سے متعلقہ مقالہ جات ومضامین پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے الفضل ربوہ کے اور الفضل انٹرنیشنل کے تمام پرچوں کی خوبصورت جلدیں کروا کر ان کو ایک نایاب علمی خزانے کے طور پر محفوظ کرلیا ہے اور یہ تمام جلدیں اس وقت قرغیزستان کے دارالحکومت بشکیک میں واقع جماعت کے مشن ہاؤس کی لائبریری میں موجود ہیں۔ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے والے پاکستانی احمدی طلبا اور پاکستانی احمدی بزنس مین گاہے بگاہے اس علمی خزانے سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے الفضل کا میری اور میرے اہل خانہ کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم کردار رہا ہے۔ ہمارے گھر میں الفضل روزانہ پڑھا جاتا ہے۔ ربوہ میں گزشتہ پندرہ سولہ برس سے باقاعدگی سے الفضل ہمارے گھر آرہا ہے۔ میرے والد صاحب نے یہ الفضل لگوایا ہوا ہے۔ اگرچہ ان کی تعلیم چوتھی جماعت تک محدود رہی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ روزانہ پورے الفضل کا مطالعہ کرتے ہیں اور دکان سے گھر آنے پر الفضل گھر لے آتے ہیں اور اس طرح دوسرے اہل خانہ بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ والد صاحب دوران گفتگو اکثر الفضل کے مضامین کا حوالہ دیتے ہیں۔

میری ناقص رائے میں الفضل کے مضامین کی موجودہ ترتیب بڑی زبردست اور تعلیم و تربیت کے لئے سودمند ہے۔ احادیث کا انتخاب اور ملفوظات کا چناؤ بہت ہی قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کے تمام کارکنان کے اخلاص و وفا میں برکت دے اور یہ ہمیشہ اس خدمت کو بطریق احسن بجالاتے چلے جائیں۔ آمین

ہومیوڈاکٹر محمد خورشید قریشی صاحب،
پنڈی دھوتراں ضلع منڈی بہاؤالدین

روزنامہ الفضل اور دعوت الی اللہ

صغرسنی میں اپنے گاؤں میں سکول نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں ملحقہ گاؤں موضع نارنگ میں بغرض تعلیم پرائمری سکول جانا پڑتا تھا موضع نارنگ کے سات آٹھ نواحی گاؤں کے طلباء یہاں حصول تعلیم کی خاطر آتے تھے۔

پرائمری سکول کے ایک مدرس سید بہادر شاہ صاحب آف گولیکی ڈاک خانہ کے پوسٹ ماسٹر بھی تھے۔ ساتھ والے تمام گاؤں کی ڈاک بذریعہ طلباء تقسیم کر کے پہنچائی جاتی تھی۔

ہمارے گاؤں میں ایک احمدی چوہدری محمد حسین صاحب روزنامہ الفضل بذریعہ ڈاک باقاعدگی سے منگواتے تھے۔ ان کی ڈاک بالخصوص مَیں وصول کرتا تھا۔ گو اس وقت میں پہلی، دوسری کا طالب علم تھا۔ لیکن الفضل کے صفحہ اوّل پر ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود ضرور پڑھتا تھا۔ گو مجھے اس تحریر کا بہت کم شعور اور ادراک تھا لیکن اس تحریر کے الفاظ میں ایک خاص کشش اور سرور ضرور محسوس ہوتا تھا۔

پھر بڑھتے بڑھتے یہ تمسک شعوری حدوں کو چھونے لگا اور مڈل ہائی سکول کا متعلم ہونے کے باوجود مَیں ان سے اخبار لے کر ضرور دیکھتا۔

بالآخر الفضل سے یہ رشتہ 83-1982ء میں قبول احمدیت پر منتج ہوا۔

دیگر محرکات کے علاوہ بنیادی دعوت الی اللہ کا ذریعہ الفضل ثابت ہوا۔ اس طرح خاکسار مشرف بہ احمدیت ہوا۔

مکرم محمد رئیس طاہر صاحب

ایک پاکیزہ شجر کی پاکیزہ یادیں اور اس کے پھل

ہم اپنے گھروں میں الفضل اخبار کا تذکرہ اپنے بچپن سے سنتے چلے آرہے ہیں۔ اس پاکیزہ شجر کی بہت سی یادیں آج بھی قرطاس ذہن پر نقش ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہم دارالرحمت غربی میں رہائش پذیر تھے اور جب ہم ربوہ شفٹ ہوئے تو خاکسار دوسری کلاس کا طالب علم تھا۔ الفضل سے اور الفضل کے دفتر سے اسی وقت سے رابطہ شروع ہوگیا۔ اس کی دو وجوہات تھیں ایک یہ کہ دفتر الفضل ہمارے ہی محلّہ میں ہوتا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ کہ ابا جان محترم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی کی اس وقت کے مینیجر روزنامہ الفضل محترم عباداللہ گیانی صاحب کے ساتھ گہری دوستی تھی اور ابا جان اور گیانی صاحب کے درمیان بعض اوقات پیغام رسانی کی غرض سے آنا جانا رہتا تھا۔ گو اس چھوٹی عمر میں الفضل کی اہمیت کا شعور تو نہ تھا مگر جاتے شوق سے تھے کیونکہ دفتر الفضل کے دفتر میں ایک بیری کا درخت تھا جس پر موٹے موٹے رس بھرے بیر لگتے تھے اور یہی ہماری توجہ کا اصل مرکز ہوتے تھے۔

اس وقت کا دفتر چند چھوٹے چھوٹے کمروں اور دو برآمدوں پر مشتمل تھا۔ جس میں فرنیچر بھی بہت کم تھا۔ گیانی صاحب تو گرمیوں میں اسی بیری کے درخت کی چھاؤں میں اور سردیوں میں اس درخت سے ذرا ہٹ کر دھوپ میں چارپائی پر بیٹھ کر کام کرتے ہوئے ہی نظر آتے تھے۔ آپ کو گورمکھی زبان پر بہت مہارت تھی اور اکثر اوقات ہم نے آپ کو کاغذوں پر بہت خوبصورت پھول بناتے ہوئے دیکھا۔ پھول اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں اس زبان سے تو واقفیت نہ تھی اس لئے اس کو پھول ہی سمجھتے تھے۔ گیانی صاحب کی گورمکھی زبان میں لکھی ہوئی کتب قادیان میں شائع ہوتیں اور دعوت الی اللہ کیلئے استعمال ہوتی تھیں۔ آپ ابا جان سے بھی مشورہ کرتے تھے۔ اور دفتری امور کی سرانجام دہی کے علاوہ اسی کام میں ہی مصروف رہتے تھے۔ آپ بہت نرم دل اور بچوں سے پیار کرنے والے تھے۔ ان کی اسی محبت کرنے والی طبیعت کی وجہ سے ہم بچوں میں وہاں جانے کی بار بار جرأت بھی ہوتی رہتی تھی۔

1974ء کے پُر آشوب حالات میں مجھے وہ وقت آج بھی یاد ہے کہ پولیس والے ٹانگے پر آئے اور بلاوجہ ضیاء الاسلام پریس کے کارکنان کو ہراساں کرتے رہے۔ یہ مشکلات گو آج بھی ہیں اور پہلے سے بڑھ کر ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے مثلاً اس وقت ہم دیکھتے تھے کہ فرنیچر نہ ہونے کے برابر تھا۔ اب بے شمار سہولتوں سے خدا نے نوازا ہے مثلاً وسیع دفتر ہے کشادہ کمرے، بجلی، گیس، جنریٹر، اے سی، عمدہ فرنیچر اور گاڑی کے علاوہ اخبار تیار کرنے کیلئے کمپیوٹر، انٹرنیٹ، پرنٹر اور فوٹو کاپی مشین جیسی سہولتیں موجود ہیں۔ جبکہ اس وقت کاتب صفوں پر چھوٹی چھوٹی چوکیاں رکھ کر بیٹھے ہوتے تھے اور اسی طرح سب کام ہو رہا ہوتا تھا یہ سب جماعت احمدیہ کی ترقی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

روزنامہ الفضل ہمارے گھر میں ہمارے ہوش میں آنے سے قبل کا آرہا ہے۔ نہ صرف آتا تھا بلکہ باقاعدگی سے اسے پڑھا جاتا تھا اور گھر میں گویا مقابلہ ہوتا تھا۔ اگر کسی بچے نے نادانی میں کہا کہ الفضل کا مزہ نہیں آتا تو مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ایسے ہی ذکر پر ہمیں سمجھایا گیا کہ آج اس میں کیا پڑھا ہے۔ جواب میں خاموشی تھی۔ تو ایک مثال دی گئی کہ اگر تم کسی حلوائی کی دکان پر جاؤ اور باہر کھڑے ہو کر آجاؤ تو کیا تمہیں مٹھائیوں کا مزا آئے گا۔ اسی طرح الفضل کو پڑھو گے تو پھر مزا آئے گا اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کا مطلب پوچھو آہستہ آہستہ مزا آنے لگے گا۔

1983ء میں جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران خاکسار پہلی دفعہ وقف عارضی کیلئے بھڈال ضلع سیالکوٹ گیا۔ وہاں مربی سلسلہ نے ان دو ہفتوں میں چند ایک اجلاسات رکھے اور مجھے تقریر کرنے کیلئے کہا۔ یہ کافی مشکل امر تھا۔ ان تقریروں کیلئے کافی محنت اور تگ و دو کرنی پڑی۔ تو ذہن میں خیال آیا کہ یہ تو ساری عمر کا کام ہے۔ کوئی طریق سوچنا چاہئے۔ چنانچہ یہ حل نکالا کہ ایک موٹی سی کاپی لی۔ اس پر خود ہی چالیس کے قریب عنوانات تجویز کئے اور روزانہ الفضل سے کوئی آیت قرآنی، حدیث، اقتباس یا واقعہ اس کاپی میں متعلقہ عنوان کے تحت درج کرنا شروع کر دیا۔ اس سے اگلے سال جب وقف عارضی پر گیا تو پھر یہ دقت پیش نہ آئی۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایک موٹی سی کتاب بن گئی جو دوروں وغیرہ پر اکثر میرے ساتھ رہتی اور اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔

میں نے اللہ کے فضل سے ایسے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ الفضل لے کر دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پوچھنے پر بتایا کہ اس میں کئی قسم کے اعلانات ہوتے ہیں ان سب کیلئے اور ادارہ الفضل کے کارکنان کیلئے پہلے دعا کرتے ہیں اور پھر مطالعہ کرتے ہیں۔ ہمارے بزرگان کا رویہ الفضل سے ہمیشہ ہی ایسا رہا ہے کہ گویا یہ ان کی حیات مستعار کیلئے آکسیجن کا کام کرتا ہے۔

خاکسار کو زیمبیا میں بھی خدمت دین کی توفیق ملی۔ وہاں سات دن کے الفضل بنڈل کی صورت میں اکٹھے ملتے تھے۔ اس دن سارا دن کی مصروفیت یہی اخبار ہوتا تھا۔ کئی اردو دان غیر از جماعت احباب بھی اس کو حاصل کرتے تھے اور اس کا مطالعہ ان لوگوں کو احمدیت کے قریب لانے کا موجب بنا۔ اور وہ لوگ جو کبھی ایم ٹی اے پر بلانے پر بھی نہ آتے تھے۔ اس اخبار میں چھپنے والی خبروں کا مطالعہ کرتے ہوئے دوسرے حصوں پر نظر ڈالتے تھے اور پھر وہ دوسرے پروگراموں میں بھی شرکت کرنے لگے۔

الفضل سے استفادہ کرنے والے چند ایک ایمان افروز واقعات درج کرتا ہوں۔ مکرم خان صاحب غلام محمد خانصاحب سابق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شادن لنڈ ضلع ڈیرہ غازی خان اپنے بیعت کرنے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

بندہ نے مارچ 1917ء میں پشاور سے بذریعہ خط بیعت کی......جنوری یا فروری 1917ء میں اخبار الفضل میں پیشگوئی جنگ جرمن جو زار روس کے متعلق تھی وہ میں نے پڑھی۔ اس کے پڑھنے سے میرے اندر ایک گھبراہٹ سی معلوم ہوئی کہ اگر مدعی صادق ہے تو ہم غرق ہو گئے۔(......پھر مزید مطالعہ کے بعد فیصلہ کیا) میں ضرور بیعت ہو جاؤں۔ اور اسی روز بعد نماز مغرب میں نے نمازوں کو باقاعدہ کیا۔ اور خدا سے عہد کیا کہ آئندہ تارک صلوٰۃ نہیں ہوں گا۔ اور حسب توفیق ایزدی تہجد گزار بھی ہوں گا۔

(بشارات رحمانیہ صفحہ 47)

مکرم میاں محمد اسمٰعیل صاحب سکنہ محمدانہ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات اپنے قبول احمدیت کا واقعہ درج کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

1915ء میں وہاں (ان کے گاؤں) دیہاتی چٹھی رسان آتا۔ اس کے پاس اخبار الفضل کسی شخص کی ہوتی وہ لے کر دیکھتا رہتا۔ اس سے کچھ آگاہی ہوئی۔

(بشارات رحمانیہ صفحہ 67)

مکرم میر عالم صاحب ساکن کوٹلی پونچھ آزاد کشمیر تحریر کرتے ہیں۔ آپ جماعت غیر مبائعین میں شامل تھے۔

مستری اللہ دین صاحب جو قادیانی ہیں۔ اور ہمارے علاقہ کوٹلی میں ٹھیکے کا کام کرتے ہیں۔ سے تعارف ہوا۔ وہ مجھے گاہے گاہے الفضل مطالعہ کیلئے دیا کرتے تھے۔ اور تحریک کرتے رہے کہ آپ قادیان جائیں۔......اسی دوران میں الفضل اور پیغام صلح زیر مطالعہ رکھے۔ حضرت صاحب کے خطبات اور درثمین میں حضرت مسیح موعود کی اپنی اولاد کے حق میں دعائیں پڑھ کر اور ادھر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضامین جو حضرت صاحب کے خلاف ہوتے تھے۔ پڑھ کر کشش و پنج میں مبتلاء رہتا۔ آخر کار میرے دل نے گواہی دی کہ میری دو سال کی خوابیں بتاتی ہیں کہ میں حق پر نہیں اور اصل جماعت میں شامل نہیں ہوا۔ اس لئے میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں درخواست بیعت کر دی۔

(بشارات رحمانیہ صفحہ 149)

محترم عبداللہ دین صاحب اپنی بیٹی ہاجرہ بیگم صاحبہ کی شدید بیماری کے بعد قبولیت دعا کے نتیجے میں شفاء کا واقعہ لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

اس کے بعد یکا یک لڑکی کی ناف میں سوراخ ہوگیا۔ اور اس قدر پیپ نکلی کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ ہم نے پھر اسی ڈاکٹر کو بلوایا......ہم آپریشن کیلئے رضامند ہوگئے مگر اس نے کہا۔ لڑکی کی حالت بہت نازک ہوگئی ہے۔ اب آپریشن کا وقت نہیں رہا۔ اب یہ کیس hopeless ہوگیا۔ ہم نے دیکھا کہ اب کوئی علاج نہیں سوائے دعا کے۔ میں نے فوراً ایک تار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں اور دوسرا الفضل کو روانہ کیا اور پھر ایک بار حضور کی دعا کا معجزانہ نتیجہ دیکھا۔ کہ بغیر کسی ڈاکٹری علاج کے صرف ایک معمولی دائی کی دوائی سے میری پیاری لڑکی کامل صحت پا گئی۔

(بشارات رحمانیہ صفحہ 202)

مکرم لیفٹیننٹ تاج محمد خان صاحب ولد خوئیداد خان کمانڈر ساکن اسمٰعیلیہ علاقہ تھانہ کالو خان ضلع مردان اپنی بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

جب آخرت پر نظر کی تو بوجہ بدعملی کے سوائے دوزخ کے اور کوئی ٹھکانا نظر نہ آیا۔ میں نے التجا کی کہ اے خداوند کریم مجھے دوزخ سے بچانے کا راستہ بتا۔ اس وقت میری حالت ایک کشمکش اور خوفزدہ انسان کی تھی۔ یک دم میرے دل میں خیال آیا کہ سوائے بیعت مسیح موعود میرا چھٹکارا نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میں بیٹھے بیٹھے چونک پڑا اور میں نے الفضل اپنے ہاتھ میں دیکھا۔ حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ خواب ہے یا بیداری۔ مگر نہیں بیداری میں بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے یہ نظارہ دیکھا۔ اسی وقت میں نے بوقت عصر بیعت کا خط لکھ کر قادیان روانہ کیا۔

(بشارات رحمانیہ صفحہ 261)

اللہ تعالیٰ الفضل کے اس سفر کو مبارک کرے اور خلافت کے بابرکت سایہ کے نیچے ہمیشہ پھلنے پھولنے والا بنائے اور حضرت مصلح موعود کی اس یاد کو ہمیشہ زندہ رکھے۔ آمین

الفضل کی علمی و ادبی خدمات

مکرم پروفیسر عبدالکریم خالد صاحب۔ لاہور

جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و احسان کا مشاہدہ کرنا ہو تو اس کے لیے ’’الفضل‘‘ کی مثال ہی بہت ہے۔ جس کی باقاعدہ اشاعت پر سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ اس وقت دنیا بھر میں کوئی ایک اردو اخبار بھی ایسا نہیں ہے جو سو برس تک زندہ رہا ہو اور ایک بھرپور اور فعال زندگی گزارنے کے بعد آج بھی اسی شان و شکوہ کے ساتھ اپنے وابستگان کی روحانی اور علمی و ادبی تشنگی کی سیرابی، ذہنی بالیدگی اور قلب و نظر کی صفائی کا سامان فراہم کر رہا ہو۔ ’’الفضل‘‘ اگر محض ایک اخبار ہوتا تو شاید یہ بھی دیگر اخباروں کی طرح اپنی عمرِ طبعی پوری کر کے چند دہائیوں ہی میں اضمحلال کا شکار ہو کر قصہ پارینہ بن جاتا اور ہم تاریخ کے خوابیدہ اوراق میں اس کا نام تلاش کرتے رہ جاتے۔ ’’الفضل‘‘ اخبار سے بڑھ کر ایک ایسی تحریک ہے جس کے دروں میں ایک عظیم الشان روحانی قوت کارفرما ہے۔ اس روحانی قوت محرکہ نے اسے انتہائی نامساعد اور مشکل حالات میں بھی ثبات قدم بخشا اور کسی مرحلے پر بھی اسے متزلزل نہیں ہونے دیا۔ اس کے کئی معاصرین داغِ مفارقت دے گئے۔ جو مقابل پر آئے وہ سرنگوں اور نگونام ہوئے اور یہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہر عہد میں سربلند رہا اور آج بھی اسی مستعدی اور تاب و توانائی کے ساتھ زمانے کے سرد و گرم کا مقابلہ کرتے ہوئے جادۂ حیات پر رواں دواں ہے۔

اگر آپ روحانی معجزات کی حقیقت کو سمجھتے اور ان پر یقین رکھتے ہیں تو یقین جانیئے کہ ’’الفضل‘‘ کا وجودِ مسعود بھی حقیقت میں کسی معجزے سے کم نہیں۔ 18 جون 1913ء کو اس کی خشتِ اول رکھنے کی ساعت سعد میں جو دل گداز اور جاں سوز دعائیں اس کے حصے میں آئیں وہ آج بھی لہو بن کر اس کی رگوں میں دوڑ رہی ہیں۔ یہ دعائیں اور مناجاتیں جس عظیم الشان انسان کے قلب مطہر سے ادا ہوئیں وہ اس زمین پر خدا کے زندہ نشانوں میں سے ایک نشان تھا۔ پسرِ موعود، جو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوا، جس عاجزی اور انکساری سے رجوع الی اللہ ہوا اور اپنے مالک و مولا کے حضور دامن پھیلا کر، اسے اس کی اعلیٰ صفات کا واسطہ دے کر جس انداز میں ملتجی ہوا، اُسے بیان کرتے ہوئے آنکھیں بھیگ جاتیں اور دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔

’’اے میرے مولا اس مشتِ خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تو آپ ہی راستہ دکھا۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اُٹھائیں اور اس کے فیض کو لاکھوں نہیں، کروڑوں تک وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔ اس سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔‘‘

(الفضل 18 جون 1913ء صفحہ 3)

حضرت مصلح موعود کی اشکوں میں گُندھی اور خون دل میں رچی ہوئی دعاؤں کا یہ محض ایک تتمہ ہے۔ اس طویل دعائیے کا ایک ایک لفظ دل میں ترازو ہو جاتا ہے اور پڑھنے والے کو ایک عجیب کیفیت سے دوچار کر دیتا ہے۔ یہ دعائیں عرش الٰہی میں مقبول ہوئیں اور ان کا اثر اور فیضان دائمی طور پر ’’الفضل‘‘ کے نصیب میں لکھ دیا گیا۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو، زورِ دعا دیکھو تو

’’الفضل‘‘ کے آغاز میں مادی وسائل انتہائی محدود تھے لیکن اس پاک وجود کی دردِ دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کا سرمایہ اتنا وسیع تھا کہ وہ کئی زمانوں کو محیط تھا۔ الفضل کی سوسالہ زندگی میں یہ سرمایہ اس کے بہت کام آیا اور اس کے معجزانہ اثرات آج بھی ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

’’الفضل‘‘ نے گزشتہ سو سال کے دوران میں استحکام خلافت، اشاعت دین اور دعوتِ حق کے لیے جو شاندار خدمات انجام دی ہیں اُن کے بیان کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ مجھ ایسے کج مج بیاں کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کے کسی ایک گوشے یا محض ایک جہت کی بھی پوری طرح عکس نمائی کر سکوں۔ علم و ادب ترویج و اشاعت میں ’’الفضل‘‘ نے جو کردار ادا کیا۔ اس کی کشادگی اور وسعت کو سمیٹنا اور گہرائی و گیرائی کو ماپنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

اس وقت دنیا کے معلوم اور مروجہ علوم میں شاید ہی کوئی ایسا علم ہوگا جس کی ’’الفضل‘‘ کے صفحات میں نمود نہ ہوئی ہو۔ وہ چاہے خالص سائنسی علم ہو یا سماجی سائنس کا علم ہو، ’’الفضل‘‘ کے دائرہ تحریر سے باہر نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ماموز زمانہ کو مصلح موعود کے بارے میں یہ خبر دی تھی کہ ’’وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔‘‘ چنانچہ آپ نے اپنے دعویٰ مصلح موعود کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے رویا میں بتایا کہ مجھے اس کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا کیا گیا ہے اور چونکہ قرآن کریم کے علم میں دنیا کے سارے علوم شامل ہیں اس لیے اس کے بعد جماعت اور دین حق کے لیے مجھے جس علم کی بھی ضرورت محسوس ہوئی وہ خدا نے مجھے سکھا دیا۔ چنانچہ آج میں دعوے کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں ..... کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم اے خواہ وہ ولایت کا پاس شدہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو، خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو، خواہ وہ منطق کا ماہر ہو، خواہ وہ علم النفس کا ماہر ہو، خواہ وہ سائنس کا ماہر ہو، خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو، میرے سامنے اگر قرآن اور اسلام پر کوئی اعتراض کرے تو نہ صرف میں اس کے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر سکتا ہوں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جس کے متعلق خدا نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں اور اس قدر صحیح علم جو اپنی زندگی کو درست رکھنے یا قوم کی رہنمائی کے لیے ضروری ہو مجھ کو نہ دیا گیا ہو۔‘‘

(انوار العلوم جلد 17۔ صفحہ 154)

حضرت مصلح موعود کی اس امتیازی شان کو اجاگر کرنے اور اسے جماعت کے سامنے کھول کر بیان کرنے کی سعادت ’’الفضل‘‘ ہی کے حصے میں آئی۔ ’’سیر روحانی‘‘ کے نام سے حضرت مصلح موعود کی بصیرت افروز تقاریر آپ کے تبحّر علمی کا شاہکار ہیں۔ ان تقاریر میں قرآن حکیم کے حقائق و معارف کو جس گہرائی سے بیان کیا گیا ہے اس کی نظیر دنیا کی کوئی تاریخ اور لٹریچر پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت مصلح موعود کی زندگی کے اس خالص علمی پہلو نے جماعت کے علمی ذوق رکھنے والے احباب کو بھی متاثر کیا اور انہوں نے نئے علوم سیکھنے اور انہیں اپنے تجربات کا حصہ بنانے کی طرف توجہ دی اور پھر ان علوم کو مضامین کی صورت میں ’’الفضل‘‘ کے صفحات کی نذر کیا اور یوں افادۂ علوم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

یہاں میں صرف ایک مثال حضرت مولانا دوست محمد شاہد کی پیش کروں گا جن کی علم دوستی اور علم شناسی کا ایک زمانہ معترف ہے۔ مؤرخ احمدیت کی حیثیت سے انہوں نے جو کام کیا، اس کی اہمیت اور افادیت مسلمہ ہے کہ اس کا بنیادی حوالہ بھی الفضل ہی ہے۔ تاہم اس سے الگ مختلف علمی موضوعات پر ان کے مضامین حسنِ تحقیق کے خوش نما رنگوں سے آراستہ ہیں۔ آپ کی ایک ایک نمایاں علمی جہت ان مضامین میں آشکار ہوتی ہے۔ جو شذرات، اقتباسات اور مفید علمی حوالہ جات پر مشتمل ’’عالم روحانی کے لعل و جواہر‘‘ کے عنوان سے ’’الفضل‘‘ میں شائع ہوتے رہے اور اس کی کئی اقساط ان کی وفات کے بعد بھی شائع ہوتی رہیں۔ فن حوالہ نگاری میں انہیں کمال حاصل تھا۔ جس کی تحسین خلفائے احمدیت نے بھی کی۔

یہ تو محض ایک مثال ہے ورنہ اس نوع کی اور اس سے بڑھ کر بے شمار ایسے صاحب قلم اصحاب کی مثالیں موجود ہیں جن کی روشنیٔ فکر الفضل کے صفحات کو منور کرتی رہی۔ سلطان القلم حضرت مسیح موعود کے خاندان مبارکہ کے اصحاب شرف وفضیلت کا ذکر ہو تو

ع سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لیے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت مرزا سلطان احمد صاحب تو علم و ادب کے وہ ماہ و انجم ہیں جن کی بصیرت افروز تحریروں نے ہزاروں قندیلیں روشن کیں اور پھر اسی خاندان میں حضرت مریم صدیقہ صاحبہ، محترم پیر معین الدین صاحب، حضرت میر داؤد احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب، محترم میر محمود احمد ناصر صاحب، صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب، صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ، سید قمر سلیمان احمد صاحب اور ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب جیسے صاحبانِ علم و فضل پیدا ہوئے جن کے مضامین اور رشحات قلم چھاپنے کا اعزاز ’’الفضل‘‘ کو حاصل ہوا۔ (میری کوتاہی نظر سے اگر کوئی نام محو ہو گیا ہو تو اس پر میں معذرت خواہ ہوں) اس کے بعد یہ سلسلہ جماعت کے دیگر اہل قلم تک پہنچتا ہے۔ رفقاء مسیح موعود میں تو ہر ایک اپنی جگہ ایک نگینہ اور جوہر قابل تھا۔ ان کی روایات اور اکثر کے مضامین ’’الفضل‘‘ میں شائع ہوتے رہے اور دلوں کو تازگی اور روشنی بخشتے رہے۔

شعرائے احمدیت کی تو ایک طویل فہرست ہے جن کی منظومات ’’الفضل‘‘ کے صفحات کی زینت بنتی رہیں۔ (ان میں حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب، حضرت سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، حضرت ماسٹر نعمت اللہ گوہر صاحب، حضرت قاسم علی خاں صاحب ڈاکٹر منظور احمد صاحب منظور، منشی محمد حسن رہتاسی صاحب، حضرت خان ذوالفقار علی گوہر صاحب، چوہدری محمد علی مضطر صاحب، شیخ روشن دین تنویر صاحب، نسیم سیفی صاحب، ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب)۔

فرداً فرداً نام لینے کا یہ موقع نہیں۔ بلا مبالغہ ان شعرا کی تعداد سینکڑوں میں ہے جن کی شاعری کو الفضل میں چھپنے کے بعد اعتبار ملا۔ ’’الفضل‘‘ کے آغاز سے لے کر آج تک برابر اس میں نظموں کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان نظموں کے موضوعات زیادہ تر احمدیت کے پیغام، جماعت کی ترقی، خلافت احمدیہ اور خلیفہ وقت کی ذات سے والہانہ وابستگی اور محبت و عقیدت کے جذبات پر مبنی

ہوتے ہیں۔بعض شعرا کی نظمیں تو ''الفضل'' میں چھپنے کے بعد زبان زد خاص وعام ہوگئیں۔کلام محمود، درعدن، بخار دل کی اکثر و بیشتر نظمیں پہلے پہل ''الفضل'' ہی میں شائع ہوئیں۔بعد میں انہیں کتاب کی صورت میں ترتیب دیا گیا۔اسی طرح دیگر احمدی شعراء کرام کے مجموعہ ہائے شاعری کی بیشتر تخلیقات الفضل میں اشاعت پذیر ہونے کے بعد ان کی کتابوں میں شامل ہوئیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی رحلت کے سانحہ نے ہر احمدی کو شدید غم سے دوچار کر دیا تھا۔چنانچہ اس دور میں ''الفضل'' میں کثیر تعداد میں دردوغم میں ڈوبی ہوئی نظمیں شائع ہوئیں۔اس موقع پر الفضل نے نووارد شعراء کو بھی اپنے صفحات میں جگہ دی۔اس موقع پر چھپنے والی نظموں میں خلافت خامسہ کے استقبال اور خلیفہ وقت سے اپنی بے پایاں محبت کا اظہار بھی کیا گیا۔بعد میں الفضل کے بنیادی ماخذ کو استعمال کرتے ہوئے ان نظموں کو ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیا گیا۔''الفضل'' نے احمدی شعرا کے ساتھ ساتھ بعض نادر کلاسیکی اور جدید شعرا کی غزلوں اور نظموں کو بھی شائع کیا جو اردو ادب وشعر کے مرکزی دھارے سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا کلام پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ان شعرا کی منظومات کی اشاعت کا مقصد قارئین کے شعری ذوق کی تسکین اور ادبی دلچسپی کا سامان فراہم کرنا تھا۔

''الفضل'' نے ادب وشعر کے حوالے سے بلند پایہ مضامین کی اشاعت کا اہتمام بھی کیا۔اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود کے منظوم فارسی اور اردو کلام کے بارے میں کئی ایک مضامین لکھے گئے جن میں حضرت اقدس کی شاعری کے اغراض و مقاصد، مطالب ومفاہیم اور جملہ محاسن شعری پر روشنی ڈالی گئی۔اسی طرح حضرت مصلح موعود کی شاعری کے حوالے سے بھی مضامین شائع ہوتے رہے۔ان کے علاوہ اردو اور عربی شعرا اور ان کی شاعری کے حوالے سے بھی مضامین کی اشاعت عمل میں آئی۔

سوانح اور شخصیت نگاری کو اردو ادب میں باقاعدہ ایک صنف کا درجہ حاصل ہے۔اس صنف میں جسے میں باقاعدہ ایک فن تسلیم کرتا ہوں، کسی شخصیت کے ظاہری خدوخال اور حلیے سے لے کر اس کے حالات زندگی، معمولات اور طرز حیات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔جس سے اس شخصیت کا اصل جوہر کھل کر سامنے آجاتا ہے۔''الفضل'' میں شخصیت نگاری کے حوالے سے جسے عموماً یادرفتگاں کا نام دیا گیا، بہت ہی اہم اور قیمتی شخصیات پر پُراثر مضامین شائع کئے گئے۔جن میں ان شخصیات کے اعلیٰ اخلاق، اوصاف اور محاسن زندگی کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا اور پڑھنے والوں کو ان اخلاق کو اپنانے اور اوصاف ومحاسن کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی ترغیب دی گئی۔ایسے مضامین کی تعداد ہزاروں میں بنتی ہے۔اس کی اگر اشاریہ سازی کی جائے تو اسماء الرجال کی ایک اہم باب کھل سکتا ہے اور اس سلسلے میں ایک پوری تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔

''الفضل'' کی اہم علمی خدمت جو غیر محسوس طریقے سے ہر شمارے کے صفحہ اول پر نظر آتی ہے وہ احادیث مبارکہ اور حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریروں کے اقتباسات کی معنوی تطبیق ہے۔یہ ایک اہم فن ہے جسے اگر محسوس کر لیا جائے تو اس شخص کو داد دینا پڑتی ہے جو یہ فریضہ انجام دیتا ہے۔یہی معنوی مطابقت بعض اوقات خلیفۃ المسیح کے خطبات اور دیگر مضامین میں بھی نظر آتی ہے۔یوں ایک ہی مضمون کے حوالے سے بہت سے مضامین یکجا ہوجاتے ہیں اور اس موضوع پر سیر حاصل مواد سامنے آجاتا ہے۔حضرت مصلح موعود نے اس کام کی بہت تعریف کی ہے۔آپ فرماتے ہیں:۔

''عجیب بات یہ ہے کہ جس مضمون کا خطبہ ہوتا ہے۔عین وہی مضمون حضرت مسیح موعود کی کسی تحریر سے نکال کر خطبہ نمبر کے پہلے صفحے پر رکھ دیا جاتا ہے اور یہ اتنا قیمتی کام ہے کہ میں اسے خطبہ سے بھی زیادہ اہم سمجھا کرتا ہوں اور بعض دفعہ جب میں دیکھتا ہوں کہ خطبہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود کے ملفوظات نکالے گئے ہیں تو میں بے اختیار کہہ اٹھتا ہوں کہ جس رنگ میں یہ حوالہ نکالا گیا ہے میں تو اسے خدا کا فضل سمجھتا ہوں خطبہ میں آج پڑھتا ہوں مگر خطبہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر جو سالہا سال پہلے کی ہوتی ہے نکال کر سامنے پیش کردی جاتی ہے۔حضرت مسیح موعود کی سو کے قریب کتابیں ہیں۔پھر الحکم اور بدر کے بیسیوں فائل ہیں۔ان تمام مجموعہ کتب میں سے خطبہ کے عین مطابق حوالہ نکال لینا ایک ایسی خوبی ہے جس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔''

(خطابات شوریٰ جلد دوم۔صفحہ 305)

''الفضل'' کی ایک اور اہم خدمت، خلفائے احمدیت کے خطبات اور تقاریر کو حرف بہ حرف قلم بند کر کے اس پر نظر ثانی کرنا اور ہر اعتبار سے مکمل صورت میں اخبار میں شائع کرنا ہے۔اب تو یہ کام کسی حد تک آسان ہوگیا ہے۔لیکن پہلے اس کام پر جو محنت صرف ہوتی تھی اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔زودنویسی ایک بہت ہی مشکل اور محنت طلب فن ہے۔اس مشکل کے ساتھ ایک اور مشکل یہ بھی ہے جو بعض اوقات ذہنی دباؤ کی شکل اختیار کر لیتی ہے کہ جس شخص کی تقریر یا خطبہ ساتھ ساتھ تحریر کیا جارہا ہے وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ خلیفۃ المسیح ہے جس کا ایک ایک لفظ اپنی قدروقیمت رکھتا ہے۔اس صورت میں ایک زودنویس کی ذمہ داری کتنی بڑھ جاتی ہے اس کا اندازہ ایک عام انسان نہیں لگا سکتا۔الفضل میں زودنویسی کا ایک باقاعدہ شعبہ قائم رہا ہے جس میں اپنے فن کے ماہر زودنویس کام کرتے رہے ہیں۔گزشتہ برس الفضل ہی میں حضرت مصلح موعود کی تقاریر قلم بند کرنے والے ایک ماہر زودنویس مولانا محمد یعقوب طاہر کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا تھا۔یہ مضمون اس اعتبار سے بہت اہم تھا کہ اس میں بعض اہم فنی باریکیوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔مثلاً حضرت مصلح موعود کی تقریروں اور خطبات کی عام سپیڈ 85،90 الفاظ فی منٹ رہی ہے لیکن جب حضور انور مجلس علم وعرفان میں تقریر فرماتے تو 100 الفاظ فی منٹ کی رفتار سے بھی تقریر فرمایا کرتے تھے۔بعض اوقات یہ رفتار بڑھ کر 120 الفاظ بھی ہوجایا کرتی تھی۔اس رفتار میں تقریروں کا قلم بند کرنا کوئی معمولی بات نہیں، ایک بہت بڑا کام ہے۔حضرت مصلح موعود خود بھی اس کام کو بہت اہمیت دیتے تھے۔آپ فرماتے ہیں:۔

''خطبہ لکھنا کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ اس شخص پر جو خطبہ لکھ رہا ہوتا ہے بہت بڑا بوجھ ہوتا ہے۔گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا خطبہ ہوتا ہے اور جب اتنا لمبا خطبہ پڑھا جاتا ہے تو اس شخص کی حالت بہت ہی قابل رحم ہوتی ہے جو اس وقت خطبہ لکھ رہا ہوتا ہے.....اردو کا کوئی شارٹ ہینڈ نہیں ہے۔اس وجہ سے خطبہ نویس کو لفظاً لفظاً خطبہ لکھنا پڑتا ہے اور اس پر اس کی اس قدر محنت اور طاقت خرچ ہوتی ہے کہ خطبہ لکھنے کے بعد.....وہ اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ لوگ اس کی انگلیاں دبائیں۔''

(خطابات مجلس شوریٰ، جلد دوم، صفحہ 303 تا 304)

''الفضل'' نے جس محنت، ریاضت اور سلیقے میں خلفائے احمدیت کے خطبات اور ان کی تقاریر کو محفوظ کیا ہے اور ان کی زبان معارف بیاں سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے۔اس پر وہ پوری جماعت کے شکریے کا مستحق ہے اور اس کی جتنی بھی تحسین کی جائے، کم ہے۔حضرت مسیح موعود کی کتب اور ملفوظات کے بعد خلفائے احمدیت کی تقاریر اور خطبات ایک بہت بڑا علمی خزانہ ہے۔یقیناً ''الفضل'' اس علمی خزانے کا امین ہے اور اس نے اس فرض کو پوری دیانتداری کے ساتھ نبھایا ہے اور نبھاتا چلا جارہا ہے۔

الفضل کی علمی وادبی جیت کو نمایاں کرنے میں اس کے اُن ایڈیٹروں کا بھی بہت ہاتھ رہا ہے جو ایک خاص علمی اور ادبی پس منظر رکھتے تھے۔حضرت مصلح موعود مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ''الفضل'' کی ادارتی ذمہ داریاں یکے بعد دیگرے جن اصحاب کے سپرد ہوئیں اُن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب، حضرت ماسٹر احمد حسین فرید آبادی، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل فاضل، خواجہ غلام نبی صاحب، شیخ روشن دین تنویر صاحب، مسعود احمد خان صاحب دہلوی، مولانا نسیم سیفی صاحب اور محترم عبدالسمیع خان صاحب۔جو تادم تحریر نہایت خوش اسلوبی سے یہ ذمہ داری ادا کررہے ہیں۔ان مدیران میں قاضی ظہور الدین اکمل صاحب، شیخ روشن دین تنویر صاحب اور مولانا نسیم سیفی صاحب ایک اعلیٰ شاعر کے طور پر بھی شہرت رکھتے ہیں۔چنانچہ ان کے زیرادارت شائع ہونے والے پرچوں میں ''الفضل'' کی بنیادی پالیسی سے انحراف کئے بغیر اسلوب اور زبان کی سطح پر ایک انفرادیت ضرور ملتی ہے۔مسعود احمد دہلوی صاحب زبان کے بہت ماہر تھے دلی کی ٹکسالی زبان لکھنے میں ان کا مقابل کوئی نہ تھا۔انہوں نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے کہ جب وہ الفضل کی صحافت سے وابستہ ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے انہیں فرمایا تھا کہ زبان کے معاملے میں ہمارا خوب صورتی اور چاشنی کا معیار مختلف ہے.... زبان کے معاملے میں ہم وادی والے قدرتی حسن کے قائل ہیں۔مالی کے لگائے ہوئے مصنوعی حسن کو ہم چنداں اہمیت نہیں دیتے۔''

(سفر حیات، صفحہ 101)

''الفضل'' نے آغاز سے آج تک زبان کے اسی معیار کو ملحوظ رکھا ہے اور نمائشی اور پر تصنع زبان لکھنے سے گریز کیا ہے کہ اس انداز زبان سے مبالغے کو راہ ملتی ہے اور الفضل تو حقیقت اور صداقت کا پرچارک ہے۔اس میں لکھا گیا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جو واقعیت اور حقیقت کے خلاف ہو۔

الفضل نے اپنی سوسالہ زندگی میں بے شمار نشیب وفراز دیکھے ہیں۔اہل صحافت یہ بات جانتے ہیں کہ کسی اخبار کا آغاز کرنا آسان ہوتا ہے لیکن ایک تسلسل اور مستقل مزاجی کے ساتھ اسے جاری رکھنا مشکل ہوتا ہے۔یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا احسان ہے کہ یہ اخبار آج بھی بھرپور توانائی کے ساتھ زندہ ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔''الفضل'' کی سب سے بڑی علمی و ادبی خدمت یہ ہے کہ اس نے جماعت میں ایسے افراد پیدا کر دیئے جو علم وہنر اور فن کے میدان میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے ہیں اور ایسے علمی کمالات حاصل کئے ہیں جن میں دنیا بھر میں کوئی ان کا مقابلہ کرنے والا نہیں۔''الفضل'' کا ہم پر یہ احسان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی کو سچ ثابت کر دکھایا ہے کہ:۔

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام زمین میں پھیلا دے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقے کو غالب کرے گا اور میرے فرقے کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔''

(تجلیات الٰہیہ۔روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 409)

ہر کٹھن وقت میں الفضل نے سہارا دیا

مکرم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب ربوہ

میرے خاندان کی ہدایت اور راہنمائی کرنے میں الفضل کا بہت بڑا کردار ہے جس میں سے کچھ کا بیان یہاں پر کروں گا۔ تقریباً اُسی زمانے میں جب الفضل شروع ہوا تو میرے والد کے بڑے بھائی مکرم عبدالشکور قریشی صاحب کو ان کے والد نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان بھجوادیا حالانکہ وہ احمدی جماعت میں شامل نہیں تھے۔ چنانچہ وہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں پڑھتے رہے اور وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور طالب علمی کے دوران ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی ہوگئے اور واپس اپنے وطن راجپوتانہ آ کر ملازمت کر لی۔ مکرم عبدالشکور قریشی صاحب الفضل کے اولین خریداروں میں سے تھے چنانچہ اجمیر میں ان کے گھر الفضل ڈاک کے ذریعہ سے باقاعدہ آیا کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہمارے دادا نے اپنے چھوٹے بیٹے یعنی میرے والد مکرم منظور احمد صاحب کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بڑے بھائی کے پاس اجمیر بھجوادیا۔ چنانچہ میرے والد اجمیر میں میٹرک کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس زمانے میں انگریزی زبان میں میٹرک کا نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ اردو سکھانے کے لئے بڑے بھائی صاحب اپنے چھوٹے بھائی سے ہر روز الفضل پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ اس اخبار کے مطالعہ کا اتنا اثر ہوا کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد جب میرے والد صاحب کسی کام سے قادیان گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات کی تو اُن پر بے اختیار رقت طاری ہوگئی اور بیعت کر کے قادیان سے واپس لوٹے۔ کچھ عرصے کے بعد میرٹھ کے رفقاءِ مسیح موعود کے ایک بہت نیک اور معزز خاندان میں ان کا رشتہ بھی طے پا گیا۔

میرٹھ اور راجپوتانہ کے تمدن اور تہذیب میں بہت فرق تھا اور فاصلوں کی بہت دوری تھی لیکن ان رشتوں کے قائم کرنے میں الفضل نے بڑا کردار ادا کیا کیونکہ پہلا رشتہ جو مکرم عبدالشکور قریشی صاحب کا ہوا وہ الفضل میں شائع ہونے والے ضرورت رشتہ کے اعلان کے نتیجے میں ہوا۔ ایک دفعہ رشتہ داری قائم ہونے کے بعد میرے والد صاحب کا رشتہ بھی اسی خاندان میں ہوگیا۔ اس کے نتیجے میں میرٹھ کے تمدن کی نیکی، سلیقہ، رکھ رکھاؤ اور بہت خوبصورت اردو زبان ہمارے خاندان میں منتقل ہوگئی۔ اسی خاندان میں سے حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر کی ایک اہلیہ بھی تھیں جو حضرت مولانا عبدالمالک خان اور دو اور خادم سلسلہ بچوں کی والدہ تھیں جس کی وجہ سے میرٹھ سے ان کا بھی قریبی تعلق تھا۔

الفضل میں شائع ہونے والے اعلانات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ الفضل کے بزرگ اور نیک قارئین ان اعلانات کو سرسری طور پر نہیں پڑھتے بلکہ دعا کے ہر اعلان کو پڑھ کر درد دل سے اُن مقاصد کے حصول کے لئے دعا بھی کرتے ہیں جن کے لئے درخواست دعا کی گئی ہو۔ چنانچہ میری پیدائش کی اطلاع اور درخواست دعا بھی الفضل کے ایک شمارے میں مکرم عبدالشکور قریشی صاحب کی طرف سے شائع کروائی گئی اور بعد کے حالات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب دعائیں قبول ہوگئیں۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً امتحانوں میں کامیابیوں، نکاح کا اعلان اور بچوں کی ولادت کے اعلانات شائع ہوتے رہے اور خلفاءِ وقت اور جماعت کے بزرگوں کی دعاؤں کا موجب بنتے رہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔

1947ء میں ہندوستان کی تقسیم کے بعد الفضل کی اشاعت پاکستان سے ہونے لگی۔ اب بھی الفضل ہمارے گھروں میں باقاعدگی سے آیا کرتا تھا اور سب چھوٹے بڑے اس کا مطالعہ کرتے تھے اور فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس میں شائع ہونے والی نظمیں اور نثر معیاری اعتبار سے بہت اعلیٰ اور سلیس اردو ادب کی شاہکار ہوتی تھیں اور علاوہ روحانی فوائد کے پڑھنے والوں کے ادبی معیار کو بلند کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ مضامین آج بھی لائبریریوں میں پڑھے اور دیکھے جا سکتے ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب انٹرنیٹ کے ذریعہ الفضل کے تمام شمارے عالمی سطح پر ہر ملک میں پڑھے جاسکیں گے۔

ہر کٹھن وقت میں الفضل نے ہمیں سہارا دیا۔ 1953ء کا دور آیا تو مشکلات بڑھ گئیں۔ چاروں طرف مخالفت کا زور تھا۔ دشمن ہمیں ہلاک کرنے پر آمادہ تھا اور قریب تھا کہ کامیاب بھی ہوجاتا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ایمان افروز پیغامات الفضل کے ذریعہ سے ہی ہم تک پہنچتے رہے اور ہمیں حالات کا بہادری سے مقابلہ کرنے کا جوش اور ولولہ دیتے رہے۔ جماعت کے خلاف منافقین نے بھی اپنا کردار ادا کیا اور ایک حقیقت پسند پارٹی بنائی تو تمام جماعت نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا اور الفضل ہی میں یہ خطوط شائع ہوا کرتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی آواز پر لبیک کہنے اور اس کا اعلان کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مخالفت کے بعد کے ادوار جو 1974ء اور 1984ء میں آئے ان سب میں امید کی روشنی اور قوت ارادی دینے میں الفضل میں شائع ہونے والے مضامین اور پیغامات اہم کردار ادا کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔

الفضل کا ایک اور فائدہ دور دراز کے افراد سے رابطہ اور محبت کا تعلق استوار کرنا بھی ہے۔ میرے ایک بزرگ کی وفات کا اعلان شائع ہوا تو بہت سے جاننے اور نہ جاننے والوں کے ہمدردی اور تعزیت کے خطوط اور پیغامات موصول ہوئے جن سے اُس محبت اور پیار کا اظہار ہوتا ہے جو افراد جماعت کو ایک دوسرے سے ہوتی ہے۔ میرا ایک مضمون شائع ہوا تو اُسی دن، رات گئے امریکہ سے ایک صاحب کا ٹیلیفون آیا اور اس مضمون کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔ غرض اس قسم کے واقعات موجودہ دور میں ہوتے رہتے ہیں جبکہ انٹرنیٹ پر تمام دنیا میں اردو جاننے والے اپنے دفتر میں آ کر پہلا کام یہ کرتے ہیں کہ الفضل کے تازہ شمارے کا مطالعہ کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کا کوئی بدل نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ امامِ وقت کی آواز کو لوگوں تک پہنچانے اور اُن کی راہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بننے، نیک، پارسا، عبادت گذار، تقویٰ شعار اور دعا گو لوگوں سے جو کہ سب الفضل کے قارئین ہیں دعائیں کروانے اور کرنے کا ذریعہ بننے، اپنی حاجات اور ضروریات کو پورا کرنے اور کرانے کا ذریعہ۔ اپنی روحانی، علمی، ادبی، ثقافتی اور معلوماتی تشنگی کو دور کرنے کا ذریعہ نیز اپنے مافی الضمیر کو لوگوں تک پہنچانے اور دنیا کے دوصد ممالک میں جہاں اردو پڑھنے والے افراد موجود ہیں اور انہیں انٹرنیٹ کی سہولت حاصل ہے تک اپنی آواز کو پہنچانے کا ذریعہ یہی الفضل ہے۔ اس خاکسار نے ان تمام جہات سے الفضل سے تمام عمر فائدہ اٹھایا۔ انگلستان میں قیام کے دوران بھی میں اس کا خریدار اور قاری تھا اور اب بھی ہوں۔ امریکہ کے وسیع ملک میں مشرقی ساحل سے مغربی ساحل تک، کینیڈا، انگلستان، جرمنی، سویڈن، ناروے، روس، ہانگ کانگ، چین، کوریا، جاپان، سنگاپور، انڈونیشیا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، مشرقی، مغربی، جنوبی، شمالی افریقہ، برازیل اور گوئٹے مالا میں جہاں جہاں انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہے صبح صبح پڑھنے والے آج کا الفضل کا شمارہ پڑھتے ہیں اور ضروری حصے کا پرنٹ نکال لیتے ہیں۔

دعا ہے کہ الفضل کی افادیت اور بھی بڑھے اور ترقی کرے اور اس کے پڑھنے والے اور لکھنے والوں کو اللہ ہر قسم کی برکتوں سے مالا مال کرے۔ آمین

مکرم میاں مجید احمد خاں صاحب منہاس
ڈاہرانوالہ ضلع بہاولنگر

الفضل سے فضلوں کا حصول

اس عاجز نے اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانوں کو اپنی آنکھ اور کان سے دیکھا اور سنا اور والدین کی بے نظیر تربیت سے 1937ء سے 2012ء تک حاصل کیا اور بے شمار خدائی انعام بذریعہ الفضل حاصل ہوئے۔ میرے والد میاں غلام نبی خاں صاحب منہاس موضع پھگواڑی مسلماناں تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور انڈیا نے احمدیت قبول کی۔ میں نے 1951ء تک ان سے فیض پایا اور قادیان میں جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے اور اپنے نانا جان محمد الزمان عباسی صاحب موصی کے گھرانے سے برکات لیں اور اس میں الفضل اخبار کا بھی بہت بڑا کردار ہے اور اب تک آخری زندگی تک جو سبق اس سے ملتا ہے ساری دنیا کے سیر سپاٹے اور بہترین دعوت الیٰ اللہ کا کام شان خداوندی حاصل ہو رہا ہے۔

اس کے پہلے صفحہ پر سب سے اوپر ایک طرف روزنامہ الفضل اور دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری وصحت کے متعلق اور اب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ اور قرآنی آیات، حضرت مسیح موعود کے فرمان اور نامی گرامی مستشرقین اور فلاسفر حضرات کے دین حق کے بارہ میں اعلیٰ نظریات شائع ہوتے ہیں۔ جن کے پڑھنے سے ہمارے جسم گند سے پاک ہوتے رہے اور اسی طرح اس پیاری اخبار سے صحت، عزت، وقار، اخلاق، نماز، روزے، تلاوت قرآن مجید کے حکم اور بہت سے مضمون ملتے رہتے ہیں اور پھر دنیا کے جلسہ سالانہ کی کارروائی 200 ملکوں میں احمدیت کے شیدائی لوگوں کی دعوت الیٰ اللہ اور دینی مساعی کی رپورٹس مختلف ملکوں سے دانشمند حضرات کی تقاریر، خلیفۃ المسیح کا خطاب احباب کی تقاریر، احباب جماعت کی صحت کے لئے دعاؤں کی درخواست، سانحہ ارتحال، خلاصہ خطبہ جمعہ اور مزید جماعتی ارشادات اور جماعتی، ملکی، غیر ملکی خبریں شامل ہوتی ہیں۔

ساری دنیا میں نبیوں کے سردار حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام روشن اور بلند ہو رہا ہے۔ سب احباب سے دعا کی درخواست ہے ہم عاجزوں اور ہماری پیاری نسلوں کو اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرماتے ہوئے اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین

☆......☆......☆......☆

مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب ۔نواب شاہ

الفضل کی حفاظت اور استفادہ کا ایک طریق

’’روزنامہ الفضل‘‘ میں تاکید آ رہی ہے کہ ان پرچوں کو تحفظ فراہم کیا جائے اور اگر فاضل پرچوں کو تلف کرنے کی ضرورت پیش آئے تو یہ عمل بھی بہت احتیاط سے کیا جائے۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خاکسار مطالعہ کے دوران موضوعات پر نشان لگا دیتا ہے اور دوسرے مقررہ اوقات میں ہر موضوع کے مضامین پرچے سے علیحدہ کر کے الگ الگ فائلوں میں محفوظ کرتا ہے۔ تا کہ کسی ایک موضوع پر مواد ایک جگہ مہیا ہو جائے اور نئے مضامین معرض تحریر میں آتے چلے جائیں۔ جو موضوعات جس ترتیب کے ساتھ میں نے جمع کئے ہیں وہ افادہ عام کے لئے درج ذیل ہیں:۔

(1) سیرت خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم (2) سیرۃ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین (3) سیرت صحابیاتؓ (4) ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود (5) سیرت مسیح موعود کے چیدہ واقعات (6) رفقاء حضرت مسیح موعود (7) حضرت مصلح موعود کے ارشادات (8) حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی روح پرور یادیں (9) خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع و خامس (10) مجالس عرفان (11) آسمان احمدیت کے درخشندہ ستارے (12) شہدائے احمدیت (13) اسیران راہ مولیٰ (14) شعرائے احمدیت (15) کاروان احمدیت (16) معلومات عامہ وغیرہ۔

علم دوست احباب سے درخواست ہے کہ وہ بھی یہ طریقہ اختیار کریں تو ان کی معلومات میں بھی کافی اضافہ ہو گا اور دعوت الی الحق کے لئے کافی مواد میسر آ جائے گا۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود حضور کے خلفاء اور تاریخ احمدیت کے مطالعہ کے لئے کافی وقت درکار ہے جس کی کمی اخبار الفضل کے روزانہ مطالعہ اور موضوعات کے ایک جگہ مرتب ہونے کی صورت میں پوری کی جا سکتی ہے۔

یہ کتنا سستا سودا ہے تم کیوں اس سے کتراتے ہو؟

(الفضل 6 ستمبر 2003ء)

مکرم مرزا محمد صدیق احمد صاحب ایڈووکیٹ۔ ربوہ

اہم باتیں نوٹ کر لیتا ہوں اور عمل کی کوشش کرتا ہوں

ہمارے گھر میں الفضل تقریباً سن 2000ء سے آ رہا ہے جبکہ میری عمر اس وقت چودہ، پندرہ سال کی تھی اور میں میٹرک کا طالب علم تھا۔ میں تب سے ہی بڑے شوق سے الفضل کا مطالعہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ شوق آج بھی ویسا ہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شوق کو یوں ہی قائم رکھے بلکہ مزید بڑھائے۔ آمین

مجھے مطالعہ کا کچھ خاص شوق نہیں تھا مگر جب سے الفضل گھر میں آنا شروع ہوا تو مطالعہ میں دلچسپی بڑھی اور آہستہ آہستہ یہ شوق مزید بڑھتا گیا پھر الفضل روزانہ پڑھنے کی اتنی عادت ہوگئی کہ روز جب تک پڑھ نہ لیتا سکون نہیں ملتا تھا کسی چیز کی کمی کا احساس رہتا۔ میرے مطالعہ کا طریق کچھ یوں تھا کہ میں اہم باتیں اور دعائیں نوٹ بک میں لکھ لیتا تھا اور پھر ان کو یاد رکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ کم از کم میں حدیث کو جو سب سے پہلے صفحے پر ہوتی ہے اور ارشادات عالیہ کو ضرور پڑھتا اور اسے اپنے عمل کا حصہ بنانے کی کوشش کرتا ہوں۔

اس طرح الفضل نے میری زندگی میں میری تعلیم وتربیت اور اصلاح میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

ایک دفعہ ہمارے گھر میں ملکی اخبار روزنامہ آواز اور روزنامہ الفضل دونوں ایک وقت میں آتے تھے مالی حالات کی وجہ سے الفضل بند کر دیا گیا۔ مجھے جب علم ہوا تو مجھے رنج ہوا کہ اب الفضل آنا بند ہو جائے گا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش کچھ ایسا ہو کہ روزنامہ آواز بند ہو جائے اور الفضل جاری رہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دوست نے کہا کہ آپ الفضل کو نہ بند کروائیں بلکہ جاری رہنے دیں اور مذاق سے کہا کہ اگر بل کا مسئلہ ہے تو میں دے دیا کروں گا۔

پھر روزنامہ آواز کو بند کر دیا گیا اور الفضل جاری رہا اور علم وعرفان کا یہ سرچشمہ آج بھی جاری ہے اور دعا اور کوشش ہے کہ آئندہ بھی جاری رہے اور خدا تعالیٰ ہمیں اس کی برکتوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

مکرمہ نسیمہ بشریٰ صاحبہ۔ ربوہ

الفضل سے وقف عارضی کی توفیق

بچپن سے ہی ہمارے گھر الفضل باقاعدگی سے آتا تھا مگر ابھی پڑھنے کا خیال نہ آیا نہ ہی اس کے مضامین سمجھ سکتی تھی۔ جب ذرا بڑی ہوئی تو پڑھنے کا شوق پیدا ہوا والد محترم اکثر مجھے بلا لیتے اور الفضل کے مضامین کی تشریح کر کے بتاتے تھے۔ پرائمری تعلیم کے بعد میں نے نصرت گرلز سکول میں داخلہ لیا اور اس میں نصاب کی کتب کے ساتھ ساتھ سلسلہ کی کتب بھی پڑھائی جاتی تھیں۔ جب 1974ء کے حالات پیش آئے میں ان دنوں آٹھویں کلاس میں تھی اور چونکہ الفضل کا مطالعہ میں بہت چھوٹی عمر سے کر رہی ہوں۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث 1974ء کے خطبہ کا ایک اقتباس جس کا مفہوم یہ تھا کہ جس کا ایمان لاہور کی مال روڈ سے خریدا گیا ہے وہ تو ضرور متزلزل ہو گا لیکن جس کا ایمان خدا اور اللہ کے رسول پر ہے وہ کبھی متزلزل نہیں ہوگا۔ یہ مجھے یاد ہے۔

میں شروع ہی سے محلے کے اجلاسات میں باقاعدہ شریک ہوتی رہی اس دوران اخبار ورسائل کا مسلسل مطالعہ رکھا اس میں خلفاء سلسلہ کی طرف سے جاری کی جانے والی ہر تحریک پر عمر کے لحاظ سے عمل کرتی ایک دن الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی مبارک تحریک وقف عارضی کے بارے میں حضور کا ارشاد مبارک پڑھا تو عمل کرنے کو دل چاہا۔ چنانچہ میں نے دفتر نظارت تعلیم القرآن ووقف عارضی سے فارم لیا، پُر کیا اور وقف عارضی کی توفیق پائی۔

جب بڑے تجسس سے الفضل پڑھتے

مکرم ملک تبسم مقصود صاحب مشیر قانونی تحریک جدید

میرا تعلق ایک پڑھے لکھے گھرانے سے ہے۔ بچپن سے ہی مختلف کتب، اخبار ورسائل گھر میں آتے دیکھتا تھا۔ ابھی میری عمر آٹھ نو برس کی تھی کہ میں مشاہدہ کرتا کہ گھر کے بڑے افراد آمدہ اخبارات میں سے روزنامہ الفضل کا پرچہ سب سے پہلے نکال کر بڑے تجسس سے اس میں سے پیارے آقا سیدنا حضرت مصلح موعود کی صحت کے بارے چھپی اطلاع کو پڑھتے۔ وہ کبھی خوشکن اطلاع پر خوشی سے جھوم اٹھتے پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے دعائیں کرتے اور کبھی حضور انور کی صحت اچھی نہ ہونے کی خبر پڑھ کر مضطرب ہو کر دعائیں کرنے لگ جاتے اور ہم بچوں کو بھی حضور انور کیلئے دعائیں کرنے کی تلقین کرتے۔ پھر میں اپنی معصوم سی سوچوں میں کھو جاتا کہ آخر الفضل اخبار میں وہ کونسی چیز ہے جو میرے والدین اور عزیزوں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے اور یہ کہ وہ کون سی خبر ہے جو کبھی انہیں متبسم اور کبھی پُرنم کر دیتی ہے۔ اور پھر یہ تحریر یا خبر جیسی بھی ہو یہ باقی سب باتیں چھوڑ کر دعاؤں میں لگ جاتے ہیں۔

آخر ایک روز میں نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور خلیفۃ المسیح کا کیا مقام ہے۔ جس پر مجھے بڑی ہی محبت سے سمجھایا گیا تو علم ہوا کہ ہمارا کل سرمایہ اور اوڑھنا بچھونا جینا مرنا غرضیکہ ہماری دین و دنیا اور آخرت اسی در یعنی خلافت کی غلامی میں ہی ہے اور یہ کہ خوشی اور غم ہر دو مواقع پر دعائیں کرنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرنا ہی ہمارا مقصود ہے۔ میں تو یہ برملا کہتا ہوں کہ الفضل اخبار نے میرے بچپن میں میری ننھی سی سوچ کو جس میں زندگی کے ایام گزرنے کے ساتھ ساتھ جسم میں مضبوطی آنے کے ساتھ پختگی آتی چلی گئی، ہستی باری تعالیٰ سے مانگنے اور خلافت علیٰ منہاج نبوت کے دامن سے چمٹے رہنے اور اس سے حقیقی محبت کرنے کی جو جہت عطا کی وہ میرے لئے حقیقی سرمایہ حیات ہے۔ اللہ کریم قیامت تک خلافت کا باوقار و عالی مرتبت سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

مکرم رانا محمد سلیمان صاحب معلم وقف جدید

الفضل کا شوق

خاکسار کو پہلے تو الفضل کا مطالعہ کرنے کا اتنا شوق نہیں تھا۔ لیکن جب خاکسار نے الفضل کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے اس قدر شوق پیدا ہوگیا اور اس کے مطالعہ کا اتنا مزہ آنے لگا کہ خاکسار نے الفضل کو لفظاً لفظاً پڑھنا شروع کر دیا اور جب تک دن میں الفضل کا مطالعہ نہیں کر لیتا اب مجھے چین نہیں آتا۔

خانیوال میں میں مہدی رتہ میں تھا تو وہاں سے موہری پور کا فاصلہ تقریباً 5 کلو میٹر تھا میں وہاں سے پیدل الفضل اخبار ڈاکخانہ سے خود لینے کے لئے جاتا تھا کیونکہ ڈاکیہ بیمار تھا اور کئی دن ڈاک دینے نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں خود ہی چلا جاتا اور الفضل لا کر مطالعہ کرتا پھر مجھے الفضل کے مطالعہ کے بعد کچھ لکھنے کا بھی شوق پیدا ہوا تو میں نے چند ایک مضامین لکھے جس میں سے کچھ الفضل کی اشاعت کا حصہ بھی بنے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے الفضل اخبار مجھے سب اخبارات سے زیادہ عزیز ہے اور پیارا ہے مجھے اس کا مطالعہ کئے بغیر چین نہیں آتا اور اگر دن کو وقت نہ ملے تو بعض دفعہ میں رات کو اگر بجلی نہ بھی ہو موم بتّی جلا کر اس کا مطالعہ کر لیتا ہوں۔ بیوی منع کرتی ہے کہ آنکھوں پر برا اثر پڑے گا نظر کمزور ہو جائے گی۔ صبح پڑھ لینا مگر میں کیا کروں ایک عادت سی ہوگئی اس پیارے اخبار کے مطالعہ کی اور اس کے مطالعہ سے علم میں اضافہ ہوا ہے اور مجھے تقریر بھی کرنی آ گئی ہے۔

☆......☆......☆

جماعت احمدیہ کی علمی و ادبی شخصیات اور الفضل کے عظیم مضمون نگاروں اور شعراء کا تعارف

وہ بزرگ جنہوں نے شہد کی مکھیوں کی طرح الفضل کو شہد بنایا جس سے لاکھوں روحوں کو شفا نصیب ہوئی

تحریر و تحقیق: مکرم فخر الحق شمس صاحب

الفضل ایک صدی سے جماعت کی ہر میدان میں تربیت کرنے اور علمی پیاس بجھانے میں مصروف عمل ہے۔ قرآن کریم، احادیث نبویہ، علم کلام حضرت مسیح موعود اور خلفاء سلسلہ کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ بزرگان سلسلہ، محققین، ادیب اور شعراء نے بھی اپنے اپنے رنگ میں الفضل کو بنانے، سنوارنے اور الفضل کو ایک مؤقر جریدہ بنانے میں بہت اہم اور فعال کردار ادا کیا ہے۔ انہی قلمکاروں کا تذکرہ اس مضمون کی زینت ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی پوری زندگی سلسلہ احمدیہ کی خدمت کے لئے وقف رہی۔ آپ الفضل کے دوسرے ایڈیٹر بھی تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی سلسلہ کے حالات پر خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت گہری نظر تھی۔ جب کبھی بھی کوئی اہم معاملہ یا کوئی واقعہ رونما ہوا تو اس کا حل یا تشریح ضبط تحریر میں لاتے اور پھر جماعتی اخبارات و رسائل میں شائع فرماتے آپ کا یہ علمی، تربیتی اور روحانی سلسلہ تحریرات 1913ء تا 1963ء تک کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ مجلس انصار اللہ پاکستان نے ان کی تحریرات کو دو جلدوں میں مضامین بشیر کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ آپ کی شخصیت اور علمی کاموں پر بیسیوں کتب لکھی جائیں گی۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ

سیدنا حضرت مسیح موعود کی دختر نیک اختر اور اللہ تعالیٰ کے متعدد خاص نشانات کی مظہر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے 80 سال کی عمر میں 23 مئی 1977ء کو وفات پائی۔ آپ کی شادی ریاست مالیر کوٹلہ کے رئیس اعظم اور حضرت مسیح موعود کے نہایت درجہ مخلص اور فدائی رفیق حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ طے پائی۔ حضرت سیدہ صاحبہ حضرت مسیح موعود کے مبارک زمانہ کے متعلق اور بالخصوص حضرت اقدس کی پاکیزہ گھریلو زندگی کے بارے میں بہت سی قیمتی روایات کی امین تھیں یہی وجہ ہے کہ ذکر حبیب کے موضوع پر آپ نے جو گرانقدر مضامین لکھے وہ خاص شان اور عظمت کے حامل ہیں اور سلسلہ کے لٹریچر میں ہمیشہ یادر ہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت بھی عطا فرمائی تھی کہ آپ نہایت پاکیزہ ادبی ذوق رکھتی تھیں ۔ آپ کا منظوم کلام لطیف اور سراسر روحانیت سے لبریز ہونے کے ساتھ ساتھ بلند ادبی شان کا بھی حامل ہے۔ نظم کی طرح نثر میں بھی آپ کی ایک مخصوص اور منفرد طرز نگارش تھی۔ آپ کی زبان نفیس ، پاکیزہ ، شگفتہ اور سوز وگداز اور روحانیت سے معمور ہوتی تھی جو درحقیقت حضرت مسیح موعود کی پرسوز دعاؤں کا اثر اور حضرت اماں جان کی حسن تربیت کا فیض تھا۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی

جماعت احمدیہ کے اولین مؤرخ اور صحافی ہونے کا شرف رکھنے والے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی 29 نومبر 1875ء کو ضلع جالندھر کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محترم شیخ محمد علی تھا۔ آپ کے دادا محترم شیخ سلطان علی صاحب کا حضرت مسیح موعود کے والد ماجد حضرت غلام مرتضٰی صاحب کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ اس طرح آپ کے خاندان کو حضرت مسیح موعود کے خاندان سے تیسری پشت سے ہی عقیدت تھی۔ حضرت مسیح موعود کی زیارت کا شرف آپ کو 1889ء میں اس وقت ہوا جبکہ حضرت اقدس بیعت لینے کے لئے لدھیانہ پہنچے تھے۔ آپ کو بیعت کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے خدمت سلسلہ سے بھرپور زندگی گزارنے کی توفیق عطا ہوئی۔ آپ نے 18 سال کی عمر میں قلم کے ذریعہ قوم و ملت کی خدمت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت اقدس کے ساتھ سفروں پر جانے کی توفیق ملی۔ آپ کی زندگی کا مرکزی نقطہ قلم تھا۔ 1892ء سے اکتوبر 1897ء تک مختلف اخباروں میں اپنی صحافت کے رنگ جمائے اور نہایت جرأت مندانہ کالم لکھے۔ اور پھر اکتوبر 1897ء میں اخبار الحکم نکالا۔ آپ اپنے اوقات کا ایک بڑا حصہ قرآن مجید پر غور وفکر کرنے اور قرآن مجید کے معارف تحریر کرنے میں صرف کرتے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود سے والہانہ عشق تھا۔ آپ کا طریقہ تالیف وتصنیف بالکل جدا تھا۔ جب قلم پکڑ لیتے تو پھر مضمون مکمل فرماتے لیکن دوبارہ اسے نہ دوہراتے، آپ نے بہت سے علمی موضوعات پر قلم اٹھایا مثلاً حقیقت نماز، اسماء القرآن فی القرآن، کتاب الصیام، کتاب الادب، احکام القرآن، امثال القرآن، تاریخ القرآن اور تفہیم القرآن وغیرہ۔

آپ نے اخبار الحکم کے ذریعے سلسلہ کا ہر قسم کا ریکارڈ محفوظ کر دیا اور ابتدائی تاریخ سلسلہ کا بنیادی ماخذ یہی ریکارڈ قرار پایا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کے مضامین کی اشاعت کی۔ حضرت مسیح موعود کے ملفوظات، تقاریر اور اشتہارات کو شائع کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تقاریر اور درس القرآن کی اشاعت کی۔ سیرت سے متعلق مضامین کی اشاعت اور جماعت کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے پریس کا قیام بھی آپ کے ذریعہ ہوا۔ مدرسہ تعلیم القرآن قادیان کے پہلے ہیڈ ماسٹر کے طور پر خود حضرت اقدس نے آپ کی تقرری فرمائی۔ آپ نے سلسلہ کے لٹریچر میں نہایت عمدہ تصانیف کے ذریعہ گرانقدر اضافہ فرمایا۔ آپ کی وفات 4 دسمبر 1957ء کو ہوئی۔

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب بھیروی

آپ سیدنا حضرت مسیح موعود کے جلیل القدر اور ممتاز اولین رفقاء کرام میں سے تھے۔ آپ کا تحریر و تقریر کا اسلوب مدلل، عام فہم اور مخالف کو خاموش کرادینے والا تھا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض کسر صلیب کے تحت بہت سے کارنامے سرانجام دیئے۔ حضرت مسیح موعود کے لٹریچر میں موجود دلائل اور حضرت اقدس کی تربیت میں رہتے ہوئے آپ نے اپنی تحریر و تقریر سے عیسائیت کے قلعہ کو پاش پاش کرنے میں مدد کی۔ حضرت مسیح موعود کو آپ سے بہت محبت تھی اور آپ کو بھی حضرت اقدس سے عشق تھا۔

آپ 11 جنوری 1872ء کو بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول) سے پڑھا۔ آپ کو عربی، فارسی، عبرانی اور انگریزی زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔ 31 جنوری 1891ء کو آپ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی۔ 1901ء میں آپ ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کی معیت میں متعدد شہروں کے سفر کئے۔ 1903ء میں آپ نے دوسری ملازمتوں کو خیرباد کہہ دیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ بدر کے ایڈیٹر بھی رہے۔ پرائیویٹ سیکرٹری برائے خلیفۃ المسیح الثانی بھی رہے اور بطور ناظر امور خارجہ بھی خدمت سرانجام دی اور انگلستان اور امریکہ کے ابتدائی مربی کے طور پر بھی آپ کو خدمات کا موقع ملا۔

حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر حضرت مفتی صاحب نے عبرانی سیکھی اور توریت و دیگر صحف انبیاء میں سے پیشگوئیاں نکال کر حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کے ساتھ والے کمرے میں سویا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوتا تو آپ کو جگا لیتے، وقت پوچھتے اور وہ الہام آپ کو لکھوا دیتے۔ حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب کی وفات کے بعد حضرت اقدس کی ڈاک کا مکمل انتظام آپ کے سپرد ہو گیا۔ آپ 13 جنوری 1957ء کو ربوہ میں فوت ہوئے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا وہ ہمارے سلسلے کے ایک برگزیدہ رکن، جوان، صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب

حضرت مولانا شیر علی صاحب پنجاب کے گاؤں ادرحمہ میں 24 نومبر 1875ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار اپنے گاؤں میں عالم دین کی حیثیت سے قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ابتدائی دینی تعلیم آپ نے انہی سے حاصل کی۔ میٹرک سے قبل ہی احمدیت کے گہرے اثرات آپ کے رگ و پے میں سرایت کر چکے تھے۔ بی اے پاس کرنے کے بعد یہ جذبہ آپ کے دل کی گہرائیوں میں تھا کہ آپ قادیان جائیں اور حضرت مسیح موعود سے ملاقات کی سعادت حاصل کریں۔ چنانچہ 1897ء میں آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مسیح موعود کو آپ کی سادگی، نیک مزاجی اور حلم کے باعث آپ سے بہت محبت ہوگئی۔ حضرت مولوی صاحب بھی اس گوہر مقصود کے مل جانے پر ایک عاشق صادق کی طرح آپ

کے مقدس دامن کے ساتھ وابستگی میں فخر محسوس کرنے لگے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک مقام پر جہاں جماعت کے مخلصین کا ذکر فرمایا وہاں حضرت مولوی صاحب کے متعلق غریب الطبع، نیک مزاج، حلیم اور سلیم الطبع کے الفاظ استعمال فرمائے۔ حضرت مولوی صاحب کی سب سے بڑی خوبی دعاؤں اور عبادت میں شغف اور مخلوق خدا کی ہمدردی تھی۔ آپ روحانیت کے ارفع اور بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات تک آپ مختلف خدمات پر مامور رہے۔ شروع میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ سکول کی ملازمت کے بعد آپ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور ان کے ہاتھ سے ایسے مضامین نکلے جو سلسلہ کے لٹریچر میں اہم اضافہ ہیں۔ آپ نے بعض کتب بھی تصنیف فرمائیں۔

آپ کی زندگی کا تیسرا دور وہ ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کے ماتحت آپ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے لئے مقرر کئے گئے۔ اس غرض کے لئے آپ کو انگلستان بھی بھجوایا گیا۔ آپ کے تعاون کے لئے حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم اے، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے اور خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خان صاحب ایم اے مقرر تھے۔ انگریزی زبان میں حضرت مولوی صاحب کا مقام بہت بلند تھا اور نہایت صاف، صحیح اور بامحاورہ لیکن سلیس انگریزی لکھتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب بھی قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تو بالعموم آپ کو ہی اپنی جگہ امیر مقرر فرماتے۔

حضرت خلیفہ ثانی کے 1924ء کے سفر یورپ پر جانے کے بعد آپ ہی امیر مقامی مقرر ہوئے۔ آپ کچھ عرصہ ناظر اعلیٰ بھی رہے۔ مجلس انصاراللہ کے پہلے صدر بھی آپ ہی تھے۔ انگریزی زبان پر عبور اور علمی شخصیت ہونے کی وجہ سے نہ صرف اپنوں بلکہ غیروں میں بھی آپ کو بہت احترام حاصل تھا۔

غرض حضرت مولوی صاحب نیکی کا مجسمہ، تقویٰ وطہارت کی جیتی جاگتی تصویر، سادگی و فروتنی کا پیکر، اعلیٰ اخلاق کے حامل اور کم گو انسان تھے۔ آپ کے قلم کے ذریعہ یورپ و امریکہ اور انگریزی دان طبقہ میں سلسلہ کا پیغام بکثرت پھیلا۔ آپ محقق، انشاء پرداز، مترجم اور مصنف تھے۔ کمال یہ ہے کہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر آپ کو یکساں قدرت حاصل تھی۔ آپ 13 نومبر 1947ء کو لاہور میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی

آپ یکم جنوری 1879ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی پرورش ضلع گجرات میں ہوئی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کی سعادت اکتوبر 1895ء میں حاصل کی۔ آپ دینی خدمات میں بہت آگے آگے ہوا کرتے تھے۔ آپ کو استحکام خلافت کے لئے بھرپور خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ خلافت اور تائید خلافت ثانیہ کے بارے میں حضرت بھائی جی نے متعدد مضامین رقم فرمائے جو نہایت مفید اور ایمان افروز ہیں۔ کشمیر میں مرکز سلسلہ سے جن بزرگان نے وقتاً فوقتاً سری نگر، جموں اور میرپور میں اہم خدمات سرانجام دیں ان میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت مصلح موعود نے 1932ء تا 1936ء بطور جائنٹ ناظر مال بعض احباب سے اندرون و بیرون ہند کی جماعتوں کے چندہ کے بجٹ کی تشخیص کروائی۔ چنانچہ حضرت بھائی جی نے قادیان اور ملحقہ دیہات کی 78 جماعتوں کے بجٹ کی تشخیص مکمل کی۔ آپ ان خوش قسمت احباب میں سے ہیں جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اندرون و بیرون ملک کے سفروں میں ساتھ جانے اور خدمات بجالانے کی توفیق حاصل ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا اولین سفر یورپ 1924ء میں ہوا جو نہایت مبارک اور کئی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا تھا۔ اس تاریخی سفر میں دیگر مخلص رفقاء کے ساتھ آپ کو بھی حضور کے ساتھ جانے کی سعادت ملی۔

جب پاکستان وجود میں آیا تو حضرت بھائی جی نے دیار حبیب یعنی قادیان میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور درویشانہ زندگی کو پسند کیا۔ آپ زندگی کی 82 بہاریں گزار چکے تھے اور آپ کا ہر لحہ خدمت دین میں مصروف رہتا تھا۔ 1960ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے آپ ربوہ تشریف لائے۔ جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد اپنے عزیزوں کو ملنے کراچی جارہے تھے کہ آپ ٹرین میں ہی خانیوال کے قریب 15 جنوری 1961ء کو وفات پاگئے۔ جنازہ پہلے ربوہ لایا گیا اور پھر قادیان روانہ ہوا اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب

عالم دین اور مفتی سلسلہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب 4 جون 1947ء کو قادیان میں فوت ہوئے۔ آپ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے والد کا نام سید محمد حسن صاحب تھا۔ آپ کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ 13 سال کی عمر میں ہی تحصیل علم کی خاطر اپنے وطن ہزارہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ صرف ونحو، علوم منطق وفلسفہ، طب اور حدیث جیسے اہم اور بنیادی علوم حاصل کئے، آپ کے اساتذہ کا تعلق مختلف شہروں سے تھا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ کچھ عرصہ سہارنپور میں مدرسہ مظاہرالعلوم میں مدرس رہے۔ پھر آپ پشاور مشن کالج میں عربی کے پروفیسر متعین ہوئے۔ آپ پشاور میں ہی تھے جبکہ آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود کے ارشاد پر ملازمت ترک کردی اور قادیان میں رہائش اختیار کرلی۔ قادیان میں حضرت اقدس کی مقدس صحبت میں رہ کر حقیقی علم سے استفادہ کیا۔ علمی تحقیقی کام سرانجام دیئے، جامعہ احمدیہ میں درس وتدریس بھی کی اور پرنسپل بھی رہے اور پھر آپ مفتی سلسلہ کے جلیل القدر عہدے پر بھی فائز ہوئے۔ آپ نے قریباً 80 سال کی عمر پائی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

سیدنا حضرت مسیح موعود کے جلیل القدر رفیق اور برادر نسبتی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب تقویٰ وطہارت میں ممتاز، علم وحکمت میں بے مثال اور قابلیت میں حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ 1881ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت اماں جان سے تقریباً 16 سال چھوٹے تھے آپ نہایت قابل اور ماہر ڈاکٹر تھے۔ دین کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر عطا ہوا تھا۔ قرآن کریم کے معارف اور حقائق پر آپ کی وسیع نظر تھی۔ الفضل کی فائلوں کا مطالعہ کرنے والے احباب اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ آپ نے کیسے عجیب وغریب انداز میں روحانی مسائل اور دینی ہدایات کو لوگوں کے ذہن نشین کرایا۔ ذکر وفکر اور دوسرے علمی عناوین کے ماتحت آپ بہت دلچسپ مضامین لکھتے رہتے تھے۔ آپ کے مضامین کا مجموعہ ''مضامین حضرت میر محمد اسماعیل صاحب'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ آپ کو شعر گوئی کا شوق بچپن سے تھا اور یہ شوق ان کو ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحب بہت خوش گو شاعر اور شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی کے شاگرد تھے۔ ان کی نظموں کے کئی مجموعے چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ باپ سے یہ شوق بیٹے میں منتقل ہوا۔ آپ کا مجموعہ کلام بخار دل کے نام سے شائع شدہ ہے۔ آپ کو بلاشبہ برصغیر کا قادرالکلام فرشتہ سیرت اور باخدا صوفی شاعر کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کی محبت میں بیشمار نعتیں کہیں آپ کی مشہور عالم نعت ع

علیک الصلوٰۃ و علیک السلام

کا انداز بہت محبت خیز ہے۔ آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود سے محبت اور عشق خاص طور پر پایا جاتا تھا۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی

سیدنا حضرت مسیح موعود کے رفیق اور دعا گو بزرگ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی 1877ء اور 1879ء کے درمیان موضع راجیکی ضلع گجرات میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام میاں کرم دین صاحب اور والدہ کا نام آمنہ بی بی صاحبہ تھا۔ آپ نے 1897ء میں حضرت مسیح موعود کو بیعت کا خط لکھا اور زیارت کا موقع 1899ء میں ملا اور دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت اقدس کی معیت میں کھانا کھانے بلکہ حضور کا پس خوردہ کھانا کھانے کا موقع نصیب ہوا۔ ایک دفعہ آپ اپنے گاؤں میں سارا ماہ رمضان معتکف رہے جس میں آپ کو بار بار مکاشفات ہوئے۔ اعتکاف میں آپ نے ایک عربی قصیدہ لکھا۔ حضرت اقدس نے سن کر فرمایا کہ یہ قصیدہ کوئی دو سو شعر کا ہوگا عرض کیا حضور تین سو اشعار کا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے علمی اعتبار سے جو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مولوی راجیکی صاحب رفقاء میں سے ...... چوٹی کے علماء ہیں۔ پھر فرمایا صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ، دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس دور کرنے والی ہوتی ہے۔ 1897ء میں آپ بیعت کرتے ہی اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں مصروف ہوگئے۔ متعدد تقاریر اور بیشمار مناظروں میں کامیابی حاصل کی اور دلائل وبراہین کی رو سے مخالف کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ آپ نے منظوم کلام کے علاوہ سینکڑوں طویل مضامین سپرد قلم فرمائے جو سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہوئے۔ آپ کی جلسہ سالانہ کی تقاریر الفضل میں شائع ہوتی رہیں۔ آپ نے خودنوشت سوانح عمری حیات قدسی رقم فرمائی جس سے آپ کے شمائل حسنہ پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال

حضرت چوہدری فتح محمد سیال ولد حضرت چوہدری نظام الدین سیال صاحب موضع جوڑا تحصیل وضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد تعلیم کی غرض سے آپ اور آپ کے چھوٹے بھائی کو قادیان لے کر آگئے۔ ان کا مقصد ان بچوں کو حضرت مسیح موعود کے قدموں کے نزدیک رکھ کر دنیوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم سے بھی روشناس کرنا تھا۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ لاہور آکر کالج میں داخل ہوگئے اس

زمانے میں دوسرے احمدی دوستوں کے ساتھ آپ ہر ہفتے قادیان جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے قادیان نہ جاسکے تو حضرت مسیح موعود نے دریافت فرمایا کہ فتح محمد نہیں آیا؟ جواب جب نفی میں ملا تو اسی وقت آپ کا پتہ کرنے کے لئے آدمی لاہور بھجوایا کہ جا کر پتہ کریں کہ کیا وجہ ہے۔

حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے تحت آپ نے اپنی زندگی وقف کی۔ 1910ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کی ڈگری حاصل کی اور ایم اے کی ڈگری کے لئے آپ علی گڑھ چلے گئے اور 1912ء میں قادیان واپس آکر اپنے وقف کے عہد کے مطابق حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضور نے آپ کو چھٹی جماعت میں انگریزی ٹیچر کے طور پر مقرر فرمادیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اجازت سے آپ انگلستان بغرض دعوت الی اللہ تشریف لے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم کے ماتحت آپ نے ووکنگ سے لندن آکر مشن کی بنیاد رکھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ سکول کے زمانہ سے ہی آپ کا تعلق اور دوستی تھی۔ اسی لئے حضور کو آپ پر پورا بھروسہ اور اعتماد تھا۔ حضور جماعتی کاموں میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

دعوت الی اللہ گویا آپ کی گھٹی میں پڑی تھی اور خدمت دین کرنا آپ کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ آپ کے ذریعہ لندن مشن کی بنیاد پڑی اور بیشمار روحوں کی روحانی پیاس بجھانے اور ان کو حضرت مسیح موعود کے آستانے پر لانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ خلافت کے دست راست تھے۔ آپ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحب جائیداد تھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تھے دنیاوی ملازمتوں کو خیر باد کہہ کر حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے آستانہ پر سر رکھ دیا۔ آپ کا طرز زندگی اور لباس بہت سادہ تھا۔

حضرت چوہدری فتح محمد سیال نے مختلف حیثیتوں سے خدمت دین سرانجام دی ان میں سے چند شعبہ جات درج ذیل ہیں۔

☆ 1906ء۔ انجمن تشحیذ الاذہان کے اعزازی ممبر

☆1913ء تا1916ء انچارج لندن مشن

☆1919ء تا1921ء لندن مشن کے امیر

☆1922ء۔ ناظر تالیف واشاعت

☆1924ء تا1950ء ناظر اصلاح وارشاد

☆1950ء۔ ناظر اعلیٰ کے ممتاز عہدوں پر فائز رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے اور پھر 1954ء سے 28 فروری 1960ء تک ناظر اصلاح وارشاد کے عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کے الفضل اور دیگر جماعتی رسائل میں بہت سے مضامین شائع ہوتے رہے جن کا موضوع اکثر دعوت الی اللہ ہوتا تھا۔ آپ کی وفات 28 فروری 1960ء کو ہوئی۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب جماعت احمدیہ کے مخلص خادم، عالم باعمل، داعی الی اللہ، مناظر اور رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ آپ کی تحریر اور تقریر نہایت برجستہ، جامع اور دلنواز ہوتی تھی اور انداز بیان ایسا مربوط اور پُر وقار کہ لفظ لفظ سامع کے ذہن میں اترتا چلا جاتا۔ ہر بات کو منطقی دلائل سے ثابت کرنا، کلام کو مسلسل اور مربوط رکھنا اور غیر متعلق باتوں سے بکلی پاک رکھنا آپ کی تحریر و تقریر کو بہت روشن کر دیتا تھا۔ ہندوؤں کے فلسفہ اور منطق کے جواب میں آپ کی کتاب حدوث روح و مادہ دینی فلسفہ اور علم کلام کی آئینہ دار ہے۔ علم مناظرہ میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ایسے دوٹوک، مختصر، مسکت اور جامع و مانع دلائل پیش فرماتے کہ مخالف نرغے میں آجاتا۔ آپ کا درس حدیث ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔ سوز وگداز اور ذوق وشوق سے بھرپور آپ میں انتظامی قابلیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ نہایت متواضع اور منکسر المزاج اور مہمان نواز تھے۔ آپ کے ماتحت آپ سے بے حد اخلاص و محبت رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کے دامن تربیت میں پرورش پائی۔ 1944ء میں وفات پائی۔ آپ کا ترجمہ قرآن اور عشق رسولؐ بہت معروف ہیں۔

حضرت سید ولی اللہ شاہ

حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ابن حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب کی زندگی کے ابتدائی سال حضرت مسیح موعود کی صحبت میں قادیان میں گزرے جبکہ آپ حصول تعلیم کے لئے مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں آگئے۔ آپ کے 78 سالہ عرصہ حیات میں سے 65 سال خدمات دینیہ میں گزرے۔ بلاد عربیہ میں علمی میدانوں میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ علوم قرآن وحدیث اور ادب عربی کے موضوع پر آپ کے مضامین بہت یادگار ہیں۔ سیاسی اور انتظامی امور نیز اہل کشمیر کے لئے آپ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

آپ 13 مارچ 1889ء کو پیدا ہوئے۔ 1903ء میں جبکہ آپ جماعت ششم میں تھے، حصول تعلیم کے لئے مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے۔ 1903ء سے مئی 1908ء تک آپ قادیان میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ 1908ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان سے میٹرک پاس کیا۔ 27 مئی 1908ء کو وقف زندگی کا عہد کیا۔ متعدد شعبہ جات میں خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔ جولائی 1913ء میں آپ عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے قاہرہ روانہ ہوئے۔ 1925ء میں آپ بطور مربی بلاد شام اور عراق میں خدمات سلسلہ بجالاتے رہے۔

آپ نے اپنا سب سے پہلا مضمون 1907ء میں سترہ سال کی عمر میں انجمن تشحیذ الاذہان کے اجلاس میں پڑھا۔ اس وقت سے لے کر 1963ء تک 70 سال سے زائد عرصہ پر محیط زندگی میں آپ کو قادیان، دمشق، بیروت، ترکی اور پھر ربوہ میں الفضل سمیت اخبارات ورسائل اور جرائد میں سینکڑوں علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی توفیق ملی۔ اس دوران کئی علمی کتب بھی آپ نے تحریر کیں۔ جلسہ سالانہ قادیان اور ربوہ کے مواقع پر آپ کی علمی اور تربیتی تقاریر تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

آپ 15 مئی 1967ء کی شب ربوہ میں بعمر 78 سال اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری

فن شعر میں کامل اور زبان کے بادشاہ، عاشق قرآن اور مسحور کن مقرر حضرت حافظ سید مختار احمد شاہجہانپوری ایک مشہور عالی خاندان کے فرد تھے۔ آپ نے 100 سال عمر پائی اور بیعت 1892ء میں کی اور پھر وفات تک آپ کی ساری عمر جماعت کی خدمت میں بسر ہوئی۔ بہت وسیع مطالعہ رکھنے والے بزرگ تھے۔ سلسلہ کے لٹریچر کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتے اور حوالہ جات سے آگاہ رہتے۔ آپ نے ہزاروں نظمیں لکھیں جن میں سے بعض طبع ہوئیں اور بعض غیر مطبوعہ رہیں۔ فن شعر میں امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ آپ بہت بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ اردو زبان پر دسترس رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں سلسلہ کی تاریخ، روایات، متفرق، لٹریچر کو محفوظ کیا۔ احمدی مصنف، مقالہ نگار اور مضمون نویس آپ سے ہر وقت رابطہ رکھتے اور استفادہ کرتے۔ آپ نے اپنی عمر کا تمام عرصہ سلسلے کی خدمت، دوستوں کی خیر خواہی، مصنفین کی امداد، دعوت الی اللہ اور تلقین عمل میں گزارا۔ بے نفسی، بے ریائی، طبعی انکسار اور بے غرضی سے ہر ایک کام کیا۔ آپ نے 1969ء میں وفات پائی۔

حضرت مولانا جلال الدین شمس

حضرت مولانا جلال الدین شمس ایک کامیاب مربی سلسلہ، کامیاب مناظر، خادم سلسلہ اور کامیاب منتظم تھے۔ آپ کے دل میں خدمت دین کے لئے شدید تڑپ تھی۔ تمام زندگی آپ نے وقف زندگی کے عہد کو باحسن نبھایا۔ آپ نے بہت سے کامیاب مباحثات اور دلوں کو گرمانے والی تقاریر فرمائیں۔ آپ کو بلاد عربیہ، شام، فلسطین، مصر اور یورپ وغیرہ میں خدمات دینیہ کی توفیق ملی۔ اس دوران پیش آنے والے مصائب اور مشکلات کا آپ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ بلاد یورپ اور بلاد عربیہ کی خدمات سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ سے بہت خوش تھے۔ حضور نے تفسیر کبیر میں ایک جگہ آپ کا ذکر بھی فرمایا۔ آپ بے نظیر قابلیتوں کے انسان تھے۔

آپ 1901ء میں حضرت مسیح موعود کے مخلص اور قدیمی رفیق حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کے ہاں بمقام سیکھواں ضلع گورداسپور پیدا ہوئے۔ بچپن کے زمانہ میں آپ کے والدین آپ کو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس اپنا دست شفقت آپ کے سر پر پھیرا کرتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سیکھواں میں حاصل کی۔ 1910ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان کی پہلی کلاس میں داخل ہوئے اور 1919ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک پر آپ نے زندگی وقف کی۔ پہلی یادگار مربیان کلاس کے طلباء میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ ابتداء سے ہی دعوت الی اللہ، مباحثات ومناظرات اور مضامین لکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ شروع میں آپ ابوالثناء کے نام سے تشحیذ الاذہان اور اخبار فاروق میں لکھتے رہے۔ آپ جولائی 1925ء کو بلاد عربیہ خدمات سلسلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں کامیاب دعوت الی اللہ اور مناظرات کئے۔ آپ کے دلائل سے عاجز آکر بعض مخالفین نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور 22 دسمبر 1927ء کو آپ پر خنجر سے حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ آپ کی دینی مساعی کا چرچا ہر سُو تھا اپنوں اور غیروں نے آپ کی خدمات جلیلہ پر صدائے تحسین بلند کی۔ ناظر اصلاح و ارشاد رہے۔ روحانی خزائن شائع کرنے کی توفیق پائی۔ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ آپ کی وفات 1966ء میں ہوئی۔

حضرت مولانا محمد ذوالفقار علی خان گوہر

آپ 1869ء میں بمقام رامپور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بریلی میں حاصل کی۔ 1894ء میں ملازمت شروع کی اور ترقی کرتے کرتے 1907ء میں تحصیلدار ہو گئے۔ اور پھر محکمہ آبکاری کے محکمہ کا انصرام سپرد ہوا۔ اس وقت اس محکمہ کا افسر اعلیٰ سپرنٹنڈنٹ کہلاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود سے آپ نے خط کے ذریعہ بیعت کے بعد مئی 1904ء میں گورداسپور میں پہلی ملاقات کی اور حضرت اقدس کی خدمت میں 24 یوم تک حاضر رہے۔ جب حضرت مصلح موعود نے زندگی وقف

کرنے کی تحریک فرمائی تو انہوں نے فوراً اپنا نام پیش کر دیا پھر 1920ء میں پنشن لے کر اور دنیوی عیش و آرام کو ترک کر کے قادیان کی چھوٹی سی بستی میں دھونی رما کر بیٹھ رہے اور خدمت دین میں ہمہ وقت مصروف ہو گئے۔ کئی سال ناظر امور عامہ رہے بعد ازاں ناظر اعلیٰ کے عہدے پر بھی فائز ہوئے۔ تحریک جدید میں نظامت جائیداد اور تجارت کا کام بھی سپرد ہوا۔ پاکستان آنے کے بعد چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے اس لئے جماعتی کاموں سے فراغت حاصل کر لی۔ آپ نے 26 فروری 1954ء کو بعمر 86 سال لاہور میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

آپ بلند پایہ شاعر اور ادیب تھے آپ کا کلام 1914ء تا 1944ء روزنامہ الفضل میں مسلسل چھپتا رہا۔ آپ کے کلام کو پڑھ کر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جماعت میں شمولیت کی وجہ سے ان کی شاعری نے ایک خاص رخ اختیار کر لیا۔ عام شعراء کی طرح انہوں نے سطحی موضوعات کو موضوع سخن نہیں بنایا بلکہ خدمت دین ان کا مقصد رہا ان کی توجہ اکثر و بیشتر قومی مسائل، مذہبی امور اور جماعتی تقریبات پر مرکوز رہی۔ ان کی غزلوں میں بھی مذہبی رجحان کی جھلک پائی جاتی ہے۔ انہوں نے فارسی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ اسی طرح بعض انگریزی نظموں سے متاثر ہو کر ان کو اردو کا جامہ پہنایا ہے چونکہ یہ چیز ان کے مقصد سے دور تھی اس لئے کوئی خاص توجہ اس طرف مبذول نہ کی۔

محترم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی

جماعت کے معروف ادیب، قلمکار اور دانشور محترم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کی تحریر میں ایسا ٹھہراؤ تھا جو سمندر کی وسعت اور گہرائی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ پانی پت کے رہنے والے تھے، ادب سے تعلق آپ کی گھٹی میں پڑا تھا اور آپ ٹھوس ادبی خدمت کر گئے اور حکومتی سطح پر صدر مملکت کا حسن کارکردگی کا تمغہ اور انعام حاصل کیا۔ جماعتی ادب کی خدمت آپ نے اس طرح کی کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل کے افاضات کو محفوظ کیا۔ بخار دل ہو یا آپ بیتی دونوں محترم شیخ صاحب کی محنت کا نتیجہ تھا۔ شیخ صاحب ریزہ ریزہ چنتے اور پہاڑ بنا دیتے۔ سرسید احمد خان کے مقالات کو جمع کرنا اداروں سے نہ ہو سکا شیخ صاحب نے تن تنہا کیا۔ رسالہ نقوش لاہور کے مدیر محمد طفیل کا کہنا تھا کہ میں نے جو اتنے بڑے بڑے خاص نمبر شائع کئے ہیں وہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے برتے پر کئے تھے۔ ایم اے اور پی ایچ ڈی کے طلباء آپ سے استفادہ کرنے کے لئے آتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں پی ایچ ڈی کے جتنے مقالے پڑے ہیں ان میں سے بیشتر کے دیباچہ میں شیخ صاحب سے استفادہ کا اعتراف ملے گا۔ جماعتی لٹریچر میں متعدد اہم موضوعات پر مشتمل مضامین آپ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہیں۔

محترم شیخ عبدالقادر صاحب

سابق سوداگرمل

جماعت احمدیہ کے ممتاز عالم دین اور بلند پایہ مصنف محترم مولانا شیخ عبدالقادر صاحب فاضل مربی سلسلہ (سابق سوداگرمل) 18 نومبر 1966ء لاہور میں فوت ہوئے۔ آپ 1925ء میں بعمر 16 سال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دست مبارک پر بیعت کر کے ہندومت سے احمدیت میں داخل ہوئے پہلے آپ کا نام سوداگرمل تھا۔ قادیان میں رہ کر آپ نے عربی پڑھی، قرآن کریم اور احادیث کا علم حاصل کیا اور پھر علوم دینیہ میں دسترس حاصل کر کے باقاعدہ مربی سلسلہ مقرر ہوئے۔ آپ سالہا سال تک لاہور میں مربی سلسلہ کے فرائض سرانجام دیتے رہے آپ نے بحیثیت بلند پایہ مصنف کے بہت نام پیدا کیا۔ آپ کی کتب سیرت سید الانبیاء، سیرت طیبہ، حیات نور، حیات بشیر، اور لاہور تاریخ احمدیت سلسلہ کے لٹریچر میں بہت اہم اضافہ ہیں۔ آپ بہت دیندار، عبادت گزار، خوش خلق، خاموش طبع اور ٹھنڈے مزاج کے بزرگ تھے۔ دوسروں سے ہمیشہ مسکرا کر اور بشاشت سے ملتے۔ الفضل سمیت آپ کے تحقیقی اور مبسوط مضامین سلسلہ کے دیگر رسائل میں بھی مسلسل چھپتے رہے۔

محترم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب

قرآن کریم سے گہرا شغف رکھنے والے، سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ، مخلص خادم سلسلہ اور معروف شاعر محترم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب 9/اپریل 1908ء کو بستی مندرانی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب اپنے علاقے میں اپنے علم و فضل کی بدولت مشہور تھے اور عربی و فارسی کے عالم مانے جاتے تھے۔ محترم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب تحصیل علم کے لئے 13 سال کی عمر میں قادیان آ گئے اور مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے آپ کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ ایک سال میں دو جماعتوں کا امتحان دیا اور حافظہ اس پائے کا تھا کہ جو کچھ پڑھتے زبانی یاد ہو جاتا۔ آپ کو اردو عربی اور فارسی زبانوں پر کامل عبور تھا۔ تینوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے۔ سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں آپ کے مضامین اور کلام وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا ہے۔ 1980ء میں آپ کی زندگی میں شعری مجموعہ ''کلام ظفر'' کی صورت میں شائع ہوا۔ آپ دن کا زیادہ حصہ قرآن کریم کے رموز و اسرار اور حقائق و معارف جاننے میں منہمک رہتے۔ مقطعات قرآنی اور علم الاعداد کا گہرا علم رکھتے تھے۔ علوم قرآن پر مشتمل بیش قیمت مسودات تحریر کئے۔ آپ کی کتاب معجزات القرآن نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ آپ خوش مزاج، سادگی پسند، نام و نمود سے متنفر اور بچوں سے پیار کرنے والے بزرگ تھے۔ آپ صاحب رؤیا بزرگ تھے۔ محبت الٰہی، محبت رسولﷺ اور محبت قرآن آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت تھی۔ الغرض آپ عجز و انکسار اور علم و معرفت سے مزین تھے۔ آپ نے 23/اپریل 1982ء کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔

حضرت منشی محمد حسن

رہتاسی

جماعت احمدیہ کے فی البدیہہ، ہجوگو اور مزاح کے نامور شاعر حضرت منشی محمد حسن رہتاسی رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ آپ نے 1896ء میں بیعت کی۔ آپ پُر جوش فطرتی شاعر تھے اور عرصہ دراز تک احمدیت اور اردو ادب کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کے اشعار کا مجموعہ ''کلام حسن'' کے نام سے شائع شدہ ہے۔ برصغیر پاک و ہند کا شائد ہی کوئی ایسا شہر ہو جہاں کی سیاحت آپ نے نہ کی ہو لیکن آپ کا مرکز قادیان ہی تھا۔

آپ مزاحیہ شعراء کے سرخیل اور ہجوگوئی میں لاجواب تھے۔ آپ کی ہجو عامیانہ یا بازاری نہ تھی بلکہ وہ ادبی شہ پارے ہیں۔ جنہیں سن کر مخاطب بھی لطف اندوز ہوتا تھا۔ آپ کو نعت گوئی میں کمال حاصل تھا۔ آپ 10 مارچ 1951ء کو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

حضرت مولانا ابوالعطاء

جالندھری

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری جماعت احمدیہ کے ان خادمان دین میں سے ایک تھے جن کا تذکرہ تاریخ احمدیت میں ایک اہم باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ عالم، مقرر، مناظر، مصنف اور صحافی تھے۔ آپ کریہا ضلع جالندھر میں 1904ء میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ کے والد محترم نے دینی تعلیم کے حصول کے لئے آپ کو قادیان بھجوا دیا۔ آپ ابھی دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ آپ کو مناظروں اور مباحثوں کے لئے بھجوایا جانے لگا اور آپ کے فن تقریر اور علم کی احباب جماعت میں شہرت ہو گئی۔ بلاد عربیہ (فلسطین) میں خدمات کے دوران آپ نے ایک رسالہ عربی زبان میں البشریٰ کے نام سے جاری فرمایا اور باوجود شدید مخالفت کے وہاں کامیاب جماعت قائم کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کی خدمات کے تحت آپ کو ''خالد'' کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ نے الفضل اور دیگر جماعتی رسائل میں مضامین کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ نے تفہیمات ربانیہ کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی۔ جو سلسلہ کے لٹریچر میں ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ آپ نے رسالہ فرقان بھی جاری فرمایا۔ تقسیم پاکستان کے بعد اس کا نام الفرقان رکھ دیا۔ یہ رسالہ ملکی مذہبی صحافت میں گویا جماعت کا نمائندہ قرار پایا۔ 1974ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو قومی اسمبلی میں بلایا گیا تو آپ کے ہمراہ جو چار رکنی وفد تھا اس میں حضرت مولانا بھی شامل تھے۔ آپ نے کئی قیمتی کتب تحریر فرمائیں۔ آپ کی وفات 30 مئی 1977ء کو ہوئی۔ آپ کی سیرت و سوانح حیات خالد کے نام سے شائع شدہ ہے آپ کے ایک بیٹے محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب علم اور تقریر کے میدان میں آپ کے جانشین ہیں۔

حضرت قاضی محمد نذیر صاحب

لائلپوری

حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری جماعت احمدیہ کے شگفتہ بیان مقرر، نامور محقق اور مصنف تھے۔ آپ نے جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں متعدد قیمتی کتب کا اضافہ کیا۔

آپ 3 ستمبر 1898ء کو پیدا ہوئے۔ 1938ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ مولوی فاضل، منشی فاضل اور ایم اے انگلش تھے۔ آپ ایک متبحر عالم تھے۔ سالہا سال درس قرآن اور درس حدیث دیتے رہے۔ آپ ہر قسم کے علوم دینی کا گہرا علم اور ٹھوس مطالعہ رکھتے تھے۔ جلسہ سالانہ ربوہ پر کئی سال تک تقریر کرتے رہے۔ آپ کی تحقیق اور مطالعہ کا نچوڑ آپ کی نصف صد کتب ہیں۔ آپ کی بعض کتب کا بنگالی اور انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم قاضی منیر احمد صاحب ضیاء الاسلام پریس ربوہ کے مینیجر اور روزنامہ الفضل اور دیگر ماہانہ رسالوں کے پرنٹر رہ چکے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے 82 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی دیگر جماعتی خدمات بطور استاد بعدہٗ پرنسپل جامعہ احمدیہ، ناظر اصلاح و ارشاد اور پھر وفات تک ناظر اشاعت ولٹریچر اہم ہیں۔

محترم شیخ مبارک احمد صاحب

محترم شیخ مبارک احمد صاحب جماعت احمدیہ کے دیرینہ خادم، پُر جوش داعی الی اللہ اور نیک اور پاکباز ہستی تھے۔ آپ کی پیدائش 10/اکتوبر

1910ء شجاع آباد ضلع ملتان میں ہوئی۔ آپ کے والد حضرت شیخ محمد دین صاحب سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ (بیعت مارچ 1907ء) محترم شیخ صاحب اور اہل خانہ کو لے کر قادیان منتقل ہو گئے اور ان کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کی تیسری جماعت میں داخل کرا دیا۔ بعدۂ جامعہ احمدیہ کی مربیان کلاس میں داخل ہو گئے اور فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بطور مربی سلسلہ تقرری ہوتی رہی۔ خدمات سلسلہ کے دوران آپ کو بہت سے اہم مواقع پر تقاریر کرنے، مناظرات میں حصہ لینے اور تحقیقی، علمی اور دینی امور پر مشتمل مضامین لکھنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ آپ ستمبر 1934ء میں نیروبی مشرقی افریقہ دعوت الی اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جہاں آپ کو اشاعت لٹریچر اور مناظرات اور سواحیلی زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کی توفیق ملی۔ آپ کو افریقہ کے متعدد ممالک میں خدمات بجالانے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ یورپ اور امریکہ میں خدمت انجام دی۔ آپ 1983ء تا 1989ء امیر جماعت امریکہ بھی رہے۔ آپ 5 مئی 1991ء کو ریٹائر ہوئے اور اس کے بعد جماعتی علمی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے ستمبر 1993ء میں ریاض الصالحین کا سواحیلی زبان میں ترجمہ کر کے طبع فرمایا اور جماعت مشرقی افریقہ کو تحفۃً بھجوا دی۔ آپ نے کئی اور کتب بھی تصنیف کیں اور ان کا سواحیلی میں ترجمہ کیا۔ محترم شیخ عمری عبیدی مربی سلسلہ (سابق وزیر انصاف تنزانیہ) نومبر 1936ء میں محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کے ذریعہ ہی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔

آپ نے جنوری 1936ء سے سواحیلی زبان میں ایک ماہوار رسالہ کا کینیا سے اجراء کیا۔ دوسرا اخبار کینیا ہی سے East African Times کے نام سے جاری کیا۔ آپ نے مشرقی افریقہ میں 28 سال تک خدمات سلسلہ کی توفیق پائی۔ 1962ء میں پاکستان آنے کے بعد آپ نائب ناظر اصلاح وارشاد، ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن، سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن اور سیکرٹری حدیقۃ المبشرین جیسے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں 24 کتب اور متعدد تحقیقی علمی مضامین سپرد قلم فرمائے۔ آپ کو جہاں جہاں بھی خدمت کا موقع ملا آپ نے کامیابی حاصل کی۔ انتھک محنت، سلسلہ کے ساتھ کامل وفاداری، دعا، توکل علی اللہ، والہانہ لگن، بے مثال کوشش اور سب سے بڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی کامل اطاعت آپ کی زندگی کے جلی عنوان ہیں۔

محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب

مخلص خادم سلسلہ، نامور ماہر تعلیم، محقق، ادیب، دانشور اور مترجم محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب 15 دسمبر 1981ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ محترم قاضی صاحب مخلص خدام میں سے تھے، جماعت کے لئے ان کی گرانقدر خدمات ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود اور حضرت مصلح موعود کی متعدد کتب کے انگریزی میں تراجم کئے۔ آپ 1966ء تا 1970ء تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل رہے بطور ناظر تعلیم بھی خدمات سرانجام دیں۔ جلسہ سالانہ ربوہ پر کئی سال تقریر کرتے رہے۔ آپ کا شمار پاکستان کے سینئر ترین ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ تعلیم کے محکمہ کے ساتھ آپ 50 سال تک وابستہ رہے۔

آپ 6 فروری 1900ء کو پیدا ہوئے۔ علیگڑھ لاہور اور پھر کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی، 1924ء سے 1955ء تک گورنمنٹ کالج لاہور سے منسلک رہے۔ اس دوران آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے۔ آپ شعبہ تعلیم پنجاب، کراچی یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی جیسے باعزت اداروں سے بھی منسلک رہے اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ تادم آخر علمی کاموں میں مصروف رہے۔ آپ کے علمی مضامین جماعتی اور ملکی وغیر ملکی اخبارات میں چھپتے رہے۔ آپ بہت وسیع مطالعہ کے حامل اور ماہرانہ تجزیہ کرنے والے تھے۔

حضرت مرزا عبدالحق صاحب

آپ کو تقریباً 85 سال تک ممتاز جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ خلافت ثانیہ تا خامسہ آپ کو خلافت کا قرب اور خلفاء کا اعتماد حاصل رہا۔ آپ کو ایسی خدمات کی توفیق ملی اور اتنے طویل عرصہ تک ملی جو آپ کا ہی منفرد ریکارڈ ہے۔ آپ بے لوث خادم سلسلہ، عاشق قرآن، خلافت کے سچے وفادار، جماعت کے لئے غیر معمولی غیرت رکھنے والے اور معروف قانون دان تھے۔ 1922ء کی پہلی مجلس شوریٰ سے لے کر تادم آخر مجلس شوریٰ کے ممبر ہونے کا اعزاز، 75 سال سے زائد گورداسپور اور سرگودھا کے امیر، 48 سال تک صوبائی امیر پنجاب، نصف صدی سے زائد ممبر صدر انجمن احمدیہ، 35 سال سے زائد تک صدر قضاء بورڈ اور ایک عرصہ سے صدر مجلس افتاء اور تدوین فقہ کمیٹی رہے۔

آپ کی پیدائش جنوری 1900ء کو ان کے آبائی وطن جالندھر میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام قادر بخش تھا۔ آپ نے 1916ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بیعت کا خط لکھا اور احمدیت میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن اور تحقیق و تدقیق کرنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر خطابات، تقاریر روزنامہ الفضل سمیت اخبارات ورسائل میں شائع ہونے والے مضامین، تحقیقی کتب جو ٹھوس علمی موضوعات پر مشتمل ہیں۔ آپ کی محنت کا نچوڑ ہیں۔ تین جلدوں پر مشتمل آپ کی کتاب ''تنویر القلوب'' جماعتی لٹریچر میں بہت معروف ہے۔ اس کی پہلی جلد میں آپ کی جلسہ سالانہ کی تقاریر، دوسری جلد میں مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہونے والے مضامین اور تیسری جلد میں بقیہ تقاریر اور مضامین شامل ہیں۔ آپ کی ایک اور معرکۃ الآراء کتاب روح العرفان ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی کتب کے وہ اقتباسات درج ہیں جو انسان کو روحانی لحاظ سے بہت فائدہ دے سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی 20 عربی کتب کے اقتباسات بھی اس میں موجود ہیں۔ جن کا اردو زبان میں ترجمہ انہوں نے خود کیا ہے۔ آپ نے 10 کے قریب کتب بھی تصنیف فرمائیں۔ دس سالوں میں اوسطاً چار گھنٹے روزانہ وقت دے کر قرآن کریم کی تفسیر جمع کی اور الفاظ کے معانی مختلف لغتوں سے نوٹ کئے۔ بعض اوقات تو آپ نے ایک دن میں بارہ بارہ گھنٹے بھی کام کیا اور یہ سب کچھ آپ نے 40 سال کی عمر سے پہلے ہی مکمل کر لیا تھا۔ حضرت مسیح موعود سے آپ کو والہانہ محبت تھی۔ آپ کے کتب خانہ میں تفسیر، حدیث، تاریخ، بزرگان سلف کی کتب اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تقریباً تمام کتب موجود تھیں۔ ایک خاص بات یہ کہ آپ کے پاس اخبار الحکم، اخبار البدر، الفضل، ریویو آف ریلیجنز، تشحیذ الاذہان، خالد اور الفرقان کا مکمل ریکارڈ مجلد صورت میں موجود تھا جو آپ نے خلافت لائبریری ربوہ کو ہدیہ دے دیا۔ حضرت مسیح موعود کی طبع اول کی بیشتر کتب بھی آپ نے خلافت لائبریری کو دے دیں۔ آپ کی وفات اگست 2006ء میں ہوئی۔

محترم میر محمود احمد ناصر صاحب

محترم میر محمود احمد ناصر صاحب جیّد عالم، محقق، دانشور، مضمون نگار اور دیرینہ خادم سلسلہ ہیں۔ مارچ 1944ء میں زندگی وقف کی اور 1954ء سے عملی میدان میں قدم رکھا۔ برطانیہ، امریکہ اور سپین میں دعوت الی اللہ کے جھنڈے گاڑنے کے ساتھ ساتھ پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ، وکیل التصنیف، وکیل التعلیم تحریک جدید اور پرنسپل جامعہ احمدیہ جیسی اہم ذمہ داری نبھاتے رہے ہیں اور آجکل صدر نور فاؤنڈیشن اور ریسرچ سیل ربوہ کے انچارج کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علم قرآن و حدیث کے علاوہ عربی، انگریزی، سپینش، عبرانی اور اٹالین زبانوں میں مہارت رکھتے ہیں۔ روزنامہ الفضل اور دیگر جماعتی رسائل میں مضمون لکھتے چلے آئے ہیں۔ آپ کے مضامین مبسوط اور مدلل ہوتے ہیں۔ علوم قرآن، سیرۃ النبیؐ، احادیث کی تشریح اور موازنہ مذاہب کے موضوعات آپ کے لکھنے کے خاص میدان ہیں۔ اب ماشاء اللہ اپنی عمر کے 84ویں سال میں قدم رکھا ہے اور بھرپور طور پر تحقیق و تدقیق کے میدان میں خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب

جماعت احمدیہ کے نامور سکالر، ادیب بے مثال، فارسی کے بلند پایہ شاعر، قانون میں بہت گہری نظر اور وقیع رائے رکھنے والے اور سالہا سال تک فیصل آباد کے امیر ضلع کے طور پر خدمت بجالانے والے بزرگ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر تھے۔ ان کی ساری صفات حسنہ اور تبحر علمی کے باوجود حد درجہ منکسر المزاج، بے نفس اور تعریف وتوصیف سے یکسر بے نیاز تھے ان سے مل کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا انہیں اپنی وسعت علمی اور دینی اور روحانی مدارج کا ادراک بھی نہیں ہے۔ آپ پابند وقت، اعلیٰ یادداشت کے حامل، اخبار زمانہ سے باخبر اور انتہائی محتاط شخصیت رکھتے تھے۔ اتنا اعلیٰ حافظہ کہ دس ہزار شعر زبانی یاد تھے۔ آپ صاحب الہام ورؤیا وکشوف بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے اور دنیا کی زبانوں کا ہر لفظ عربی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے اس عظیم دعویٰ کے ثبوت بہم پہنچانے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا اور تن، من، دھن کی بازی لگا دی۔ ماہرین السنہ کے لئے حضرت مسیح موعود کا یہ دعویٰ ایک حیرت انگیز انکشاف تھا۔ حضرت اقدس نے اپنی کتاب منن الرحمٰن میں مثالیں پیش فرمائیں جن کی روشنی میں مختلف زبانوں کے الفاظ کی روٹ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ مگر یہ دعویٰ مزید ثبوت کا طلبگار تھا اور مزید تحقیق کا محتاج تھا۔ حضرت شیخ صاحب نے اپنے آقا کے ہر لفظ کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا اور مختلف زبانوں کی ڈکشنریوں پہ جھک گئے اور 50 سے زائد زبانوں پر تحقیق کی اور ان کا ایک ایک لفظ کھنگالا اور یہ ثابت کیا کہ یہ سب زبانیں عربی کی پیداوار ہیں۔ 50 سے زائد زبانوں پر یہ کام اتنا بڑا کام ہے جو شاید کوئی تحقیقی ادارہ یا اکیڈمی بھی نہ کر سکے۔ لیکن اس نحیف ونزار انسان مگر بڑے باہمت اور بلند حوصلہ امام وقت کے عاشق نے تن تنہا اپنے آقا کے خدائی اشارے پہ کئے گئے دعوے کو سچ کر دکھایا۔ اس موضوع کے علاوہ آپ نے کئی علمی وتحقیقی موضوعات پر مضامین، مقالے اور کتب تحریر فرمائیں۔

محترم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری

جماعت احمدیہ کے قدیمی خادم، افریقہ،

یورپ، مشرق وسطی، مشرق بعید اور جزائر فجی وغیرہ میں نہایت کامیابی سے خدمت دین انجام دینے والے فدائی مجاہد، جید عالم، مناظر، جماعت کے معروف شاعر اور مضمون نگار محترم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب 15 جون 1915ء کو موضع بھڈیار ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ بعد ازاں قادیان کے مدرسہ احمدیہ میں تعلیم مکمل کی 1936ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے کے بعد کچھ عرصہ روزنامہ الفضل میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر کام کیا۔ 1937ء میں آپ نے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی اور تحریک جدید کے تحت مشرق وسطی کے بعض ممالک میں بطور مربی سلسلہ خدمات انجام دیں اور پھر 39 سال تک اخلاص و وفا کے ساتھ خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔ آپ اعلیٰ پایہ کے ادیب و شاعر تھے۔ آپ کی تحریر میں بڑی روانی اور جاذبیت تھی احباب جماعت میں آپ کے اشعار اور نظمیں بہت مشہور تھیں۔ آپ نے تین کتابیں لکھیں جن میں دو شعری مجموعے بعنوان نغمات صدیق اور دل کی دنیا ہیں اور ایک ان کے خدمت دین کے واقعات اور دیگر بزرگان سلسلہ کے واقعات پر مشتمل کتاب ہے۔

آپ مورخہ یکم ستمبر 1984ء کو بعمر 69 سال انتقال فرما گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 7 ستمبر 1984ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب

63 سال سے زائد عرصہ تک خدمات سلسلہ بجالانے والے مؤرخ احمدیت، متبحر عالم، محقق، دانشور محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخہ 3 مئی 1927ء کو اپنے آبائی قصبہ پنڈی بھٹیاں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب نے جلسہ سالانہ 1933ء کے موقع پر حضرت مصلح موعود کے مبارک ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا۔ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب 1935ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے، 1944ء میں جامعہ احمدیہ میں تعلیم کا آغاز کیا۔ 1946ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں تیسرے نمبر پر آئے۔ الفضل قادیان میں آپ کا پہلا مضمون 16 مئی 1944ء کو، ریویو آف ریلیجنز قادیان میں اگست 1945ء اور فرقان میں اپریل 1947ء میں شائع ہوا۔ 29 ر اکتوبر 1951ء کو جامعۃ المبشرین ربوہ کی طرف سے پہلی کامیاب ہونے والی شاہد کلاس میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت مصلح موعود کے ارشاد مبارک پر آپ نے اگست 1952ء سے روزنامہ الفضل میں شذرات کا ایک صفحہ پر مشتمل کالم شروع کیا۔ مورخہ 25 جون 1953ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے محترم مولانا صاحب کو تاریخ احمدیت کی تدوین کی ذمہ داری سونپی۔ آپ نے اپنی زندگی میں تاریخ احمدیت 20 جلدیں مدون کیں۔ آپ کی چالیس سے زائد تالیفات مختلف موضوعات پر شائع ہوئیں۔ آپ کی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ آپ انتھک محنت کرنے والے بااصول شخصیت تھے، پابندی وقت کا بہت خیال رکھتے تھے، دعوت الی اللہ کا آپ کو بہت شوق تھا اپنے مدلل انداز تخاطب سے دوسروں کا منہ بند کرنے میں آپ کو خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ مطالعہ بہت تیزی سے کرنے کے عادی تھے۔ روزنامہ الفضل اور دیگر جماعتی رسائل و جرائد میں آپ کے متعدد تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہے۔ روزنامہ الفضل میں عالم روحانی کے لعل و جواہر کے عنوان سے مفید، کارآمد، نایاب اور قیمتی حوالہ جات، واقعات اور معلومات پر مبنی طویل سلسلہ جاری فرمایا جو آپ کی وفات کے بعد جاری رہا کل 641 اقساط شائع ہوئیں۔ آپ کی وفات 26 ر اگست 2009ء کو بعمر 82 سال ہوئی۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب

مؤلف رفقاء احمد اور دیرینہ خادم سلسلہ محترم ملک صلاح الدین صاحب کو حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے کلاس فیلو ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ کا سب سے بڑا اور تاریخی کارنامہ رفقاء حضرت مسیح موعود کے حالات کی تصنیف و تالیف ہے۔ اس کے لئے رفقاء احمد کے نام سے متعدد جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تبعین میں سے متعدد کے حالات آپ نے تحریر فرمائے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید قادیان کے ممبر رہے اور جامعہ احمدیہ قادیان کے استاد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔

آپ کچھ عرصہ اخبار بدر کے ایڈیٹر بھی رہے، دنیا بھر کے احمدیوں سے خط و کتابت کے ذریعہ رابطہ آپ کا امتیازی وصف تھا۔ آپ اپنے تاریخی تصنیف کے کام کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے کیونکہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے روشن ستاروں کی مانند رفقاء کے حالات زندگی کو احباب کے لئے سپرد قرطاس کیا۔ آپ حقیقی معنوں میں درویش صفت انسان تھے۔ اپنی نیک طبیعت مزاج اور اخلاص کی وجہ سے بڑے نمایاں تھے۔ آپ نے 2 فروری 2003ء کو لدھیانہ میں بعمر 91 سال وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئے۔

محترم صوفی عبدالغفور صاحب

محترم صوفی عبدالغفور صاحب سابق مربی چین وامریکہ نے 5 دسمبر 1978ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لمبے عرصے تک مختلف رنگوں میں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔ چین اور امریکہ میں مربی سلسلہ کے طور پر کام کیا۔ ایک عرصہ تک بطور مدیر رسالہ ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) کے ساتھ منسلک رہے۔ الفضل کے ساتھ ساتھ دیگر جماعتی رسالوں میں سینکڑوں مضامین لکھے۔ متعدد کتب کے مصنف تھے۔ حضرت مسیح موعود اور دیگر بزرگان سلسلہ کی کئی کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ عمر بھر آپ دعوت الی اللہ اور علمی میدان میں دینی خدمات بجالاتے رہے۔

محترم ثاقب زیروی صاحب

نصف صدی تک صحافت کے میدان میں خدمات سرانجام دینے والے بلند پایہ قلمکار، عالمی شہرت یافتہ شاعر، مترنم نظم خواں، بانی وایڈیٹر ہفت روزہ لاہور محترم ثاقب زیروی صاحب کا اصل نام چوہدری محمد صدیق صاحب تھا آپ کے والد حضرت حکیم مولوی اللہ بخش خان صاحب رفیق حضرت مسیح موعود تھے محترم ثاقب زیروی صاحب کی پیدائش 1918ء کی ہے۔ میٹرک کے بعد آپ نے ادیب فاضل، منشی فاضل اور بی اے بھی کیا۔ 1945ء میں آپ قادیان گئے اور حضرت مصلح موعود کی تحریک پر وقف زندگی کی درخواست دے دی۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کو صحافت کی عملی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے برصغیر کے عظیم صحافی اور روزنامہ انقلاب لاہور کے ایڈیٹر جناب عبدالمجید سالک کے پاس بھجوا دیا۔ جہاں دو سال تک ٹریننگ حاصل کی۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کو اپنا پریس سیکرٹری مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ روزنامہ الفضل اور بعض دوسرے دفاتر کے ساتھ منسلک رہے۔ 1952ء میں حضرت مصلح موعود کی اجازت سے رسالہ لاہور جاری کیا اور نصف صدی تک ہفت روزہ لاہور کی ادارت کر کے آپ نے اپنے صحافتی جوہر دکھائے، آپ کے زوردار اداریے، حقائق پر مبنی شذرات، تاریخی حوالوں سے آراستہ مضامین، ادب کے شہ پارے اور تنقید کے شاہکار آپ کی یادگار کے طور پر رسالہ لاہور میں محفوظ ہیں۔ ہفت روزہ لاہور سولو جرنلزم (Solo-Journalism) یعنی یک رکنی صحافت کا مظہر تھا۔ روزنامہ الفضل اور دیگر جماعتی رسائل و جرائد میں آپ کا کلام نصف صدی سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ آپ اردو ادبی حلقہ میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے اور سب ادیب اپنے یا پرائے آپ کی شاعری کے ہمیشہ معترف رہے۔ آپ کے متعدد شعری مجموعے منصۂ شہود پر آ چکے ہیں آپ نے بڑی خاموشی سے صحافت کی بے پناہ خدمت کی۔ آپ نے زبان اور ادب کو ساتھ ساتھ چلایا۔ آپ کو بلاشبہ سید سجاد حیدر یلدرم، ڈپٹی نذیر احمد، چراغ حسن حسرت، غلام رسول مہر اور ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی جیسے بلند پایہ ادیبوں کی صف میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ آپ اپنے زبردست ترنم اور خوبصورت شاعری کی وجہ سے مشاعروں پر چھائے رہتے۔ آپ نے 13 جنوری 2002ء کو 84 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آسودہ خاک ہیں۔

محترم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

ماہر تعلیم، دانشور، محقق، خاموش طبع اور نفیس طبیعت کے حامل اور اپنی طرز کے منفرد انداز تحریر رکھنے والے محترم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب آف لاہور کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جو اپنی جگہ جماعت کی خاموش خدمت کی توفیق پاتے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی محنت اور جانفشانی سے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی کئی کتب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کا اعزاز عطا فرمایا۔ آپ نے روزنامہ الفضل میں متعدد مضامین مختلف موضوعات پر شائع کروائے۔ آپ کا طرز تحریر عام فہم، سادہ اور خوبصورت تھا۔ مختصر الفاظ استعمال کرتے ہوئے اپنی مکمل بات کو قاری تک پہنچانے کا ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی وفات 17 ر اپریل 2007ء کو ہوئی۔

محترم چوہدری محمد علی صاحب

آپ جماعت کے معروف اور مخلص خادم، منفرد لہجے کے شاعر، دانشور اور سالہا سال سے مختلف شعبہ جات میں خدمات کرنے والے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے آپ کی تعریف میں متعدد بار تبصرے فرمائے ہیں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کے مجموعہ کلام اشکوں کے چراغ کی اشاعت پر اپنے پیغام میں فرمایا آپ کی شاعری برائے شاعری نہیں ہوتی بلکہ آپ کا ہر شعر، ہر مصرع، ہر لفظ گہرے معنی لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے تا کہ یہ دل سے نکلی حکمت و عرفان کی باتیں ہمیں پڑھنے سننے کو ملتی رہیں۔ آمین

محترم چوہدری صاحب 1917ء کو ضلع فیروزپور میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کیا۔ نوجوانی میں احمدیت قبول کرنے اور پھر ساری عمر سلسلہ کی خدمات بجالانے کی توفیق پائی۔ آجکل آپ بطور وکیل التصنیف

بہت سے مائدوں پر مشتمل ہے خدا کے فضل کا یہ میٹھا پھل ہے

(ادارہ الفضل کا ایک یادگار گروپ فوٹو) محترم شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر اسسٹنٹ ایڈیٹر، محترم چودھری عبدالمجید صاحب بی اے اسسٹنٹ مینیجر، محترم خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر، حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر، محترم مولوی محمد یعقوب طاہر صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر
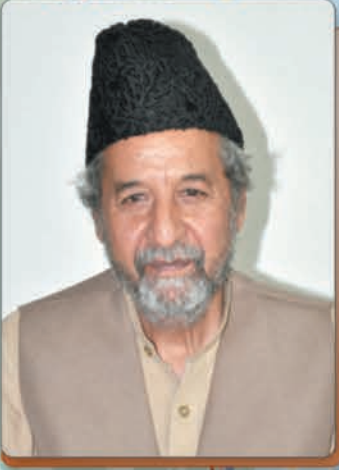
محترم آغا سیف اللہ صاحب سابق مینیجر الفضل، محترم مرزا محمد الدین ناز صاحب سابق ایڈیٹر ماہنامہ انصاراللہ، محترم قاضی منیر احمد صاحب سابق پرنٹر، محترم نسیم سیفی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل

محترم مولانا محمد یعقوب طاہر صاحب سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ممبر الفضل بورڈ

محترم سید عبدالحی مرحوم سابق صدر الفضل بورڈ

محترم ملک خالد مسعود صاحب صدر بورڈ الفضل

الفضل کے حوالہ سے لاہور میں منعقد ہونے والے سیمینار کے مقررین
محترم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب، محترم طاہر احمد ملک صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، محترم عبدالسمیع خان صاحب، محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

ممبران الفضل بورڈ

کارکنان عملہ ایڈیٹر (2013ء)

کارکنان عملہ مینیجر (2013ء)

الفضل کے مضمون نگار۔ کارکنان۔ پریس کے ساتھی۔ دفتر کی عمارت

محترم عبدالمالک صاحب (عاصم جمالی)، محترم مرزا خلیل احمد قمر صاحب، محترم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب، (نامعلوم) محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب، محترم عبدالمالک صاحب لاہور

ادارہ الفضل کے کارکنان کی ایک یادگار تصویر، محترم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر، محترم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر اور محترم قاضی منیر احمد صاحب پرنٹر کے ساتھ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ کے کارکنان

نصرت آرٹ پریس ربوہ کے کارکنان

دفتر الفضل کا ایک خوبصورت منظر

دفتر الفضل ربوہ کی پرانی بلڈنگ دارالرحمت غربی

بلڈنگ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

ریلوے سٹیشن ربوہ جہاں سے الفضل کا بڑا حصہ گاڑی کے ذریعہ جاتا رہا

الفضل کی اشاعت، ترسیل اور دیگر مینجمنٹ کا کام سرانجام دینے والے مینیجر صاحبان

محترم رحمت اللہ شاکر صاحب

محترم چوہدری عبدالواحد صاحب

محترم عبداللہ اعجاز صاحب
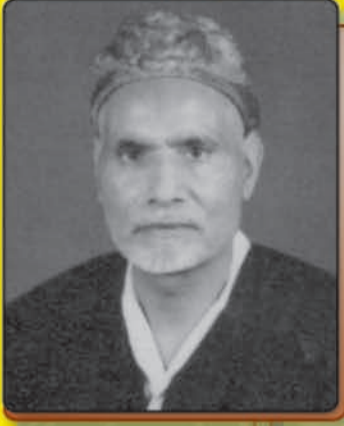
محترم ملک عبداللہ صاحب

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب
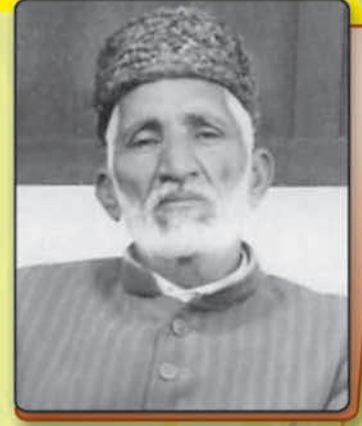
محترم گیانی عباداللہ صاحب

محترم آغا سیف اللہ صاحب

محترم گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب

محترم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب

الفضل کی متنوع خدمات بجالانے والے بزرگان سلسلہ

محترم مولانا فضل الٰہی بشیر صاحب

محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری

محترم مولانا سلطان احمد پیرکوٹی

محترم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ

محترم راجہ غالب احمد صاحب

محترم رانا مبارک احمد صاحب

محترم نذیر احمد خادم صاحب

اس میں چھپنا بے شبہ ہے باعث صد افتخار   لکھنے والوں کا حقیقی قدرداں ہے الفضل

محترم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یوکے

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی

محترم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب

محترم مبارک احمد ظفر صاحب لندن

محترم سید شمشاد احمد ناصر صاحب لاس اینجلس امریکہ

محترم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب سابق ایڈیٹر بدر قادیان

محترم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن

محترم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب

محترم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب

محترم حافظ راشد جاوید صاحب

محترم اسفندیار منیب صاحب

محترم محمود مجیب اصغر صاحب

محترم مولانا عبدالستار خان صاحب امیر جماعت گوئٹے مالا

محترم محمد زکریا ورک صاحب کینیڈا

محترم مبارک صدیقی صاحب لندن

محترم محمود طاہر صاحب

محترم عبدالقدیر قمر صاحب

محترم عبدالصمد قریشی صاحب

محترم میر غلام احمد نسیم صاحب

محترم فخر الحق شمس صاحب نائب ایڈیٹر الفضل

تحریک جدید میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

آپ ایک طویل عرصہ تک پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ اکیڈمک کونسل اور بورڈ آف سٹڈیز کے ممبر رہے۔ کالج میں ہوسٹل کے علاوہ تیراکی، کشتی رانی، کوہ پیمائی، باسکٹ بال وغیرہ جیسے اہم شعبوں کے انچارج اور پاکستان کی قومی باسکٹ بال ٹیم کے سینئر وائس پریذیڈنٹ رہے۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے پرائیویٹ سیکرٹری رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح آپ حضور کے غیرممالک کے سفروں میں بھی ساتھ رہے۔ ایک عرصہ تک جامعہ احمدیہ میں شعبہ انگریزی کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ وکیل وقف نو کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود اور سلسلہ کی بہت سی کتابوں کا اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ آپ اردو ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور بلند پایہ اور قادرالکلام شاعر ہیں۔ آپ کا کلام جماعت اور ملک کے ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب

اردو ادب اور شاعری میں ممتاز مقام رکھنے والے محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب 26/اپریل 1911ء کو شاہجہانپور میں پیدا ہوئے۔ 1931ء میں میٹرک پاس کیا پھر منشی کامل، ادیب فاضل اور تدریسی امتحان کے کئی کورسز پاس کئے۔ آپ کی ٹھوس تعلیم کا اصل منبع حضرت حافظ مختار شاہجہانپوری کی ہستی تھی۔ محترم سلیم شاہجہانپوری کا ذوق مطالعہ بہت زیادہ تھا۔ آپ کی سب سے پہلی کاوش سخن 1927ء میں مشن ہائی سکول شاہجہانپور کے سالانہ میگزین میں مطالعہ کتب کے عنوان سے اشاعت پذیر ہوئی۔ بعدازاں ہفت روزہ المیزان میں ان کی غزلیات شائع ہونا شروع ہوئیں۔ رفتہ رفتہ ملک کے دوسرے اخبارات و رسائل میں اشاعت کا سلسلہ چل نکلا۔ جماعتی خدمات کو آپ نے ہمیشہ اپنے دوسرے فرائض پر فوقیت دی۔ آپ کی 70 سالہ ادبی خدمات تاریخ ادب میں زندہ رہیں گی۔ آپ صرف ادیب و شاعر ہی نہ تھے بلکہ متبحر عالم اور شعلہ نوا مقرر بھی تھے۔ آپ نے دو درجن سے زائد کتب تحریر و تالیف کیں۔ الفضل کی تاریخ اور خدمات پر مشتمل آپ کی نظم بہت مقبول ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بیسیوں نظمیں الفضل میں شائع ہوئیں۔

محترم عبدالکریم قدسی صاحب

محترم عبدالکریم قدسی صاحب پاکستان کے معروف احمدی شاعر اور مقبول ادبی شخصیت ہیں۔ ادبی و تعلیمی حوالے سے ان کی گرانقدر خدمات ہیں۔ اردو اور پنجابی میں شعر کہنے میں کمال رکھتے ہیں۔ مختلف تنظیموں اور اداروں کی طرف سے گاہے بگاہے ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے۔

پنجابی ادب و ثقافت کے ادارہ نے پنجابی غزل کے نورتن کے عنوان سے پنجابی غزلوں کا ایک مجموعہ شائع کیا جس میں جدید پنجابی غزل کے نامور اور منفرد شعراء کا کلام یکجا کر دیا گیا۔ اس مجموعہ میں عبدالکریم قدسی صاحب کے کلام کو نہ صرف شامل کیا گیا بلکہ ان کی غزل کو پنجابی کے نئے دور کی نمائندہ غزل کہا گیا۔ مستقبل کی پنجابی شاعری میں قدسی کے نام کا حوالہ ہمیشہ موجود رہے گا۔ آپ کے پنجابی شعری مجموعہ 'سردل' کو کھدر پوش ایوارڈ بھی ملا ہے۔ اردو شاعری میں آپ کو یہ کمال حاصل ہے کہ کسی بھی موضوع پر تکلف سے پاک منجھی ہوئی نظم اور غزل کہتے ہیں۔ روزنامہ الفضل میں آپ کی لاتعداد نظمیں اور غزلیں اور قطعات شائع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ منفرد لہجے کے اس بزرگ شاعر کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے۔

متفرق بزرگان

بعض مضمون نگار، محققین، ادباء اور شعراء کا ذیل میں مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

☆محترم مولانا غلام باری سیف صاحب عیسائیت، فقہ سیرۃ النبیؐ اور تاریخ اسلام کے موضوعات پر مضامین لکھا کرتے تھے۔

☆محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب بھی عیسائیت اور فقہ کے موضوعات پر علمی و تحقیقی مضامین لکھا کرتے تھے۔

☆محترم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب علوم قرآن اور تفسیر کے ماہر تھے اور انہی موضوعات پر مضامین لکھا کرتے تھے۔

☆ محترم شیخ عبدالقادر صاحب موازنہ مذاہب خاص طور پر عیسائیت کے بارے میں دلائل کے ساتھ غلط عقائد اور اعتراضات کا جواب دیتے تھے۔

☆محترم شیخ نور احمد منیر صاحب تفسیر اور دیگر دینی موضوعات پر ماہرانہ انداز میں قلم اٹھاتے تھے۔

☆ محترم رشید احمد چغتائی صاحب متفرق دینی موضوعات پر اخبارات و رسائل میں لکھا کرتے تھے۔

☆ محترم عطاء اللہ کلیم صاحب علمی و تربیتی مضامین تحریر کیا کرتے تھے۔

☆ محترم محمد اسماعیل منیر صاحب متفرق موضوعات اور دعوت الی اللہ کے حوالے سے لکھا کرتے تھے۔

☆محترم محمد اشرف ناصر صاحب عمومی دینی موضوعات پر قلم اٹھاتے تھے۔

☆محترم حافظ مظفر احمد صاحب کا مضمون نگاری میں خاص میدان سیرت النبیؐ اور سیرت صحابہؓ رسول ہے۔ تحقیقی اور قیمتی مضامین احاطہ تحریر میں لاتے ہیں۔ کئی کتب کے مصنف ہیں۔

☆ محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب خلافت، دعوت الی اللہ اور متفرق دینی موضوعات پر لکھتے ہیں اور اچھے شاعر بھی ہیں۔

☆محترم مولانا بشیر احمد قمر صاحب دعوت الی اللہ اور تربیتی موضوعات پر مضمون لکھا کرتے تھے۔

☆محترم صوفی محمد اسحاق صاحب متفرق دینی موضوعات پر لکھا کرتے تھے۔

☆ محترم عبدالمنان ناہید صاحب جماعت کے اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ مختصر مصرعوں پر مشتمل نظمیں کہنے کے ماہر تھے۔ مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے۔

☆محترم ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب جماعت کے منجھے ہوئے ادیب اور شاعر ہیں، ان کی تحریر بہت نپے تلے اور خوبصورت الفاظ، محاوروں اور تشبیہات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ خاکہ نویسی، سیرت نگاری اور مختلف شخصیات کی تحریر کردہ خودنوشت پر تبصرے اور تنقید کرنا ان کے خاص میدان ہیں۔ کئی کتب کے مصنف ہیں۔

☆محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب اس دور میں تحقیق کے میدان کے شہسوار ہیں ان کے مضامین تاریخ احمدیت کے بعض بہت اہم موضوعات پر جدید تحقیق کی روشنی میں بہت عمدہ، معلومات افزاء اور جماعتی لٹریچر میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

☆محترم حنیف احمد محمود صاحب جماعتی، تربیتی، دعوت الی اللہ اور تعلیمی موضوعات پر اچھوتے انداز میں حوالہ جات اور ذاتی مشاہدات سے مزین مضامین لکھتے ہیں۔

☆ محترم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب متفرق دینی و معلوماتی مضامین لکھتے رہے۔

☆ محترم ریاض محمود باجوہ صاحب متفرق موضوعات اور تاریخی عناوین پر لکھتے ہیں۔

☆ محترم نصر اللہ خان ناصر صاحب سیرت رفقاء حضرت مسیح موعود اور مختلف دینی موضوعات پر لکھا کرتے تھے۔

☆محترم عبدالقدیر قمر صاحب تربیتی موضوعات پر لکھنے کے ماہر ہیں۔

☆محترم عبدالماجد طاہر صاحب فقہ احمدیہ اور مختلف دینی مسائل سے متعلق مفید معلومات پر مبنی مضامین لکھتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورہ جات کے موقع پر لمحہ بہ لمحہ مصروفیات کو عمدہ طریق پر قلمبند کرتے ہیں۔

☆محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ معروف اور مستند شاعرہ جن کے کلام میں ہمیشہ جماعتی وابستگی، خلافت سے محبت اور دینی معاملات

الفضل خلافت جوبلی نمبر پر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا اظہار خوشنودی

مکرم ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے الفضل کا ''خلافت نمبر'' موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاءاللہ بہت مفید مضامین پیش کئے گئے ہیں۔ خلافت کی اہمیت و برکات کا مضمون ایسا ہے جس کا تذکرہ ہمیشہ جماعت میں ہوتا رہنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت اس موضوع پر پڑھنا پسند بھی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کو اپنی ذمہ داریاں ہمیشہ بخوبی بجالاتے رہنے کی توفیق دے اور تمام لکھنے والوں اور کارکنان کو ان کی خدمات کے دائمی اجر عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

05-01-2009

میں رہنمائی ملتی ہے۔ مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے۔

☆محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ بہت اعلیٰ پائے کا شعری کلام کہنے والی درویش صفت شاعرہ تھیں۔

☆محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ عمدہ کلام کہنے والی شاعرہ جن کا کلام بہت اعلیٰ اور خوبصورت ہوتا ہے۔

☆ محترم ڈاکٹر عبد الکریم خالد صاحب جماعت کے معروف ادیب، قلمکار، محقق، دانشور، مترجم اور شاعر ہیں۔

☆محترم مظفر احمد درانی صاحب تربیتی، علمی اور دینی لحاظ سے اچھا لکھتے ہیں۔

☆محترم سید ظہور احمد شاہ صاحب ۔متفرق موضوعات پر معلومات افزاء مضامین لکھنا ان کا فن تھا۔

☆محترم اعجاز احمد کلیم صاحب سیر و سیاحت اور ہائیکنگ پر ادبی لحاظ سے بہت خوبصورت مضمون نگاری کرتے ہیں۔

☆ محترم ہومیو ڈاکٹر راجہ نذیر احمد ظفر صاحب عمدہ اور دلچسپ انداز میں نظمیں کہنے والے تھے۔

☆محترم ناصر ظفر بلوچ صاحب سیرت اور معلوماتی موضوعات پر مضامین لکھا کرتے تھے۔

☆ محترم جنرل محمود الحسن صاحب فارسی کی تراکیب سے مزین اردو شاعری لکھنے والے معروف اور بزرگ شاعر ہیں۔

☆محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نظم اور غزل لکھنے کے ماہر، آپ کا شمار احمدی استاد شعراء میں ہوتا ہے۔

☆محترم عبد السلام اسلام صاحب رموز شاعری کے ماہر اور خوبصورت لہجے کی نظمیں کہنے والے شاعر ہیں۔

☆محترم مبارک احمد ظفر صاحب لندن خوبصورت نظمیں، دینی گیت اور غزلیں کہنے والے اردو پنجابی کے مشہور شاعر ہیں۔ مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے۔

☆محترم عبدالسمیع نون صاحب سیرت نگاری اور متفرق موضوعات پر چنیدہ الفاظ کے انتخاب پر مشتمل مضمون لکھا کرتے تھے۔

☆محترم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب۔ تحریک پاکستان اور استحکام پاکستان کے حوالے سے جماعت احمدیہ کا کردار اور خدمات کا تذکرہ ان کا خاص موضوع ہے

☆محترم سید شمشاد احمد ناصر صاحب امریکہ دینی، تربیتی، تعلیمی موضوعات اور جماعت احمدیہ امریکہ کی مساعی پر مشتمل مضامین لکھتے ہیں۔

☆محترم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب دینی و معلوماتی موضوعات پر لکھتے ہیں۔

☆محترم مرزا خلیل احمد قمر صاحب قیام پاکستان، تحریک پاکستان اور تاریخ سے متعلق متفرق موضوعات پر تحقیقی اور علمی مضامین قلمبند کرتے ہیں۔

☆محترم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب طبی موضوعات پر عام فہم انداز میں قاری کو صحت برقرار رکھنے سے متعلق مضامین لکھتے ہیں۔

☆ محترم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب تاریخی موضوعات پر مبنی حوالہ جاتی مضامین ترتیب دیتے ہیں۔

☆ محترم عبدالستار خان صاحب گوئٹے مالا دعوت الی اللہ اور متفرق دینی موضوعات پر خوب لکھتے ہیں۔

☆محترم محمد طاہر ندیم صاحب مصالح العرب کے قسط وار سلسلہ میں عرب احمدیوں کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔

☆محترم محمد اعظم اکسیر صاحب رفقاء اور دعوت الی اللہ کے موضوعات پر لکھتے ہیں۔

☆ محترم شیخ نثار احمد صاحب تحقیقی اور کاروباری معلومات سے پُر مضمون لکھتے ہیں۔

☆محترم محمد خالد گورایہ صاحب تعلیمی میدان اور طلبہ کی رہنمائی کے لئے قیمتی مشوروں پر مشتمل مضامین لکھتے ہیں۔

☆ محترمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ منجھی ہوئی شاعرہ ہیں، تربیتی، تعلیمی، دعوت الی اللہ اور بیشمار دینی موضوعات پر نظمیں اور غزلیں کہتی ہیں۔ مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے۔

☆ محترمہ ریحانہ صدیقہ بھٹی صاحبہ دینی، معلوماتی اور جدید تحقیقات پر مشتمل خوبصورت مضمون لکھتی ہیں۔

☆محترم مقصود احمد منیب صاحب نظم اور غزل کہنے والے شاعر ہیں انہوں نے شاعری کے ہر میدان میں خوب لکھا ہے۔

☆محترم ناصر سید صاحب متفرق موضوعات پر نظمیں اور غزلیں کہتے ہیں۔

☆محترم عبدالصمد قریشی صاحب خلافت کی اطاعت اور محبت سے لبریز کلام کہتے ہیں۔

☆ محترم انور ندیم علوی صاحب نپی تلی خوبصورت شاعری لکھتے ہیں۔

☆ محترم خواجہ عبدالمومن صاحب ناروے سادہ اور سلیس زبان میں شعری انداز میں بات کہتے ہیں۔

☆محترم مبارک صدیقی صاحب لندن سنجیدہ اور مزاحیہ شاعری کے ماہر ہیں۔

☆ محترم احمد مبارک صاحب امریکہ عمدہ لہجے کے شاعر ہیں۔ بہترین نظمیں، غزلیں کہنا ان کا فن ہے۔

☆محترم عبدالحمید شوق صاحب سادہ زبان میں تربیتی موضوعات کو عمدہ طریق پر شاعرانہ انداز میں کہتے رہے ہیں۔

☆محترم نذیر احمد خادم صاحب کی تحریر اور تقریر دونوں بہت نپے تلے الفاظ اور خوبصورت فقروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

☆محترم محمود مجیب اصغر صاحب متفرق موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں۔

☆محترم عبدالحلیم سحر صاحب۔ معاشیات اور کھیل کے میدان ان کے خاص لکھنے کے میدان ہیں۔

☆محترم بشیر الدین کمال صاحب آرکیٹیکچر اور انجینیئرنگ کے موضوعات پر لکھتے ہیں جن میں نقشوں اور مکان بنانے کے حوالے سے مفید مشورے ہوتے ہیں۔ سیرت النبیؐ اور متفرق موضوعات پر بھی لکھتے ہیں۔

☆محترم ڈاکٹر نسیم اللہ خان صاحب میڈیکل اور صحت عامہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

☆محترم ہومیو ڈاکٹر نذیر احمد مظہر صاحب طبی، ہومیو، ایلوپیتھی اور دیگر متفرق موضوعات پر لکھتے ہیں۔

☆محترم محمد زکریا ورک صاحب سائنسی موضوعات خاص طور پر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب اور ان کی سائنسی خدمات سے آگاہ کرتے ہیں۔

☆محترم پروفیسر محمد اسلم سجاد صاحب۔ ہومیو پیتھی میں جدید تحقیقات اور اس کے مفید پہلوؤں پر لکھنا ان کا شوق اور مہارت تھی۔

☆محترم غلام مصباح بلوچ صاحب۔ سیرت رفقاء حضرت مسیح موعودؑ پر تحقیقی مضامین لکھنا ان کا خاص میدان ہے۔

☆محترم عطاء الوحید باجوہ صاحب سیرت، دینی و معلوماتی موضوعات پر لکھتے ہیں۔

☆محترم ابن کریم صاحب دعوت الی اللہ اور تربیتی مضامین قلمبند کرتے ہیں جن میں دلچسپ واقعات اور اہم نکات بیان کرتے ہیں۔ اچھے شاعر بھی ہیں۔

☆محترم مقبول احمد ظفر صاحب ہومیو پیتھی سے متعلق جدید تحقیقات کی روشنی میں بہت عمدہ مضامین لکھتے تھے۔

☆محترم احمد مستنصر قمر صاحب انگریزی سے اردو میں خوبصورت انداز میں ترجمہ کرتے ہیں اور جدید عناوین پر مضمون لکھتے ہیں۔

☆ہومیو ڈاکٹر محترم نصیر احمد شریف صاحب ہومیو پیتھی سے متعلق مضامین لکھتے ہیں۔

☆محترم محمد اشرف کاہلوں صاحب دینی، تعلیمی و تربیتی موضوعات پر اچھے مضامین لکھتے ہیں۔

☆ہومیو ڈاکٹر محترم مقبول احمد صدیقی صاحب دینی و ہومیو پیتھی کے موضوعات پر مضمون تحریر کرتے ہیں۔

☆محترم ڈاکٹر حنیف احمد قمر صاحب مزاحیہ انداز میں بہت گہری عمدہ شاعری کرتے ہیں۔

☆محترم ماسٹر احمد علی صاحب متفرق موضوعات پر سادہ لیکن خوبصورت انداز میں قلم اٹھاتے ہیں۔

☆محترم رانا مبارک احمد صاحب دینی و معلوماتی موضوعات پر مضمون تحریر کرتے ہیں۔ الفضل میں مطبوعہ مضامین پر مشتمل 2 کتب شائع کر چکے ہیں۔

☆محترم ریاض احمد ملک صاحب سیرت، تاریخ احمدیت اور دیگر موضوعات پر مضمون لکھنے کے ماہر ہیں۔

☆محترمہ زاہدہ خانم صاحبہ متفرق تربیتی و علمی موضوعات پر لکھتی ہیں۔

☆محترم رانا عبدا لرزاق خاں صاحب تربیتی، تعلیمی اور دعوت الی اللہ کے موضوعات پر لکھتے ہیں۔

☆محترم عطاء النور صاحب معلوماتی اور تحقیقی موضوعات پر لکھتے ہیں۔

☆محترم سیف اللہ وڑائچ صاحب حالات حاضرہ اور معلوماتی مضامین لکھنے کے ماہر ہیں۔

☆محترم نذیر احمد سانول صاحب دینی موضوعات پر خوب لکھتے ہیں۔

☆محترم محمد رئیس طاہر صاحب کے بھی متفرق مضامین شامل اشاعت ہوتے رہتے ہیں۔

ان مضمون نگار اور شعراء حضرات کے علاوہ ایک لمبی فہرست ان احباب و خواتین کی ہے جنہوں نے ایک، دو یا چند مضامین لکھے لیکن یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہی وہ بزرگ عظیم شخصیات اور احباب ہیں جن کی محنتوں سے الفضل اس قابل ہوتا ہے کہ جماعت کو دینی، تربیتی، تعلیمی، دعوت الی اللہ، اخلاق، ادبی اور معلوماتی لحاظ سے سیر حاصل مضامین پہنچا سکے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے اور زندہ افراد کو مزید خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

تبرکات

امر بالمعروف　وقت کی قدر کرو

(از قلم: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے الفضل کے پہلے پرچہ میں 18 جون 1913ء کو امر بالمعروف کے مستقل عنوان کے تابع ''وقت کی قدر کرو'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل مضمون سپردِ قلم فرمایا جو ہدیہ قارئین ہے۔

پیشتر اس کے کہ مختلف قسم کی بدعات اور رسومات اور کمزوریوں پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ میں اپنے بھائیوں کو ایک نہایت ضروری امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ وقت کی قدر ہے۔ جو قومیں وقت کی قدر کرنا نہیں جانتیں اور اسے ضائع کرتی ہیں وہ کبھی بھی سرسبز و شاداب نہیں ہوتیں۔ اور ہمیشہ ذلیل و رسوا رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔(-) اگر تم شکر و تو مجھے قسم ہے کہ میں تم پر اپنے احسانات کو اور بھی وسیع کروں گا۔ اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔ اس آیت کے ماتحت جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں سخت دکھ پاتے ہیں اور آخر وہ نعمت ان سے چھین لی جاتی ہے۔

اگر کوئی شخص مدت تک اپنے ہاتھ سے کام نہ لے تو ضرور ہے کہ کچھ مدت کے بعد وہ ہاتھ سوکھ جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں کو بند رکھے اور ان سے کام نہ لے تو اس سے وہ نعمت چھین لی جاتی ہے اور کچھ مدت کے بعد اس کی آنکھیں جاتی رہتی ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں جو لوگ اپنے قویٰ سے کام لیتے رہتے ہیں وہ دن بدن اور زیادہ قوی ہوتے جاتے ہیں۔ آنکھوں کے استعمال کرنے والوں کی آنکھیں تیز ہو جاتی ہیں اور ورزش جسمانی کرنے والوں کی بدنی طاقت بہ نسبت ان کے جو ورزش نہیں کرتے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر نعمتیں دی ہیں۔ جتنا انہیں برمحل استعمال کرو وہ ترقی ہی کرتی ہیں اور گھٹتی نہیں۔

پس جو لوگ وقت کی عظیم الشان نعمت کو استعمال نہیں کرتے یوں ہی ضائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے وہ نعمت لے لیتا ہے اور بہت جلد ہلاک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (-) جو تو جھاگ ہوتی ہے وہ تو ناکارہ چلی جاتی ہے اور جو کچھ لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں قائم رہتا ہے۔ پس خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ صرف انہیں قوموں کو لمبی عمر دیتا ہے کہ جو اپنے اوقات کو مفید کاموں میں لگاتی ہیں ورنہ جو اپنے اوقات کو ضائع کرتی ہیں وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتیں بلکہ مر جاتی ہیں۔

ایک وقت ایسا تھا کہ......اپنے وقت کی قدر کرتے تھے اور باتوں میں ضائع نہیں کرتے تھے اور اگر آپس میں باتیں کرنے کا موقع ملتا بھی تو وہ ذکر الٰہی اور دین کے معاملات میں گفتگو شروع کر دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خدا نے ان کو مدتوں تک زندہ رکھا اور جس نے ان کو ہلاک کرنا چاہا انہیں ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مومنوں کی نسبت بیان فرماتا ہے (-) وہ لغو سے پرہیز کرتے ہیں لیکن آجکل کے (-) کی حالت یہ ہو رہی ہے کہ وہ اپنے اکثر اوقات لغو ہی میں صرف کر دیتے ہیں وہ نہیں دیکھتے کہ کس قدر عظیم الشان کام ان کے سپرد کئے گئے ہیں اور پھر یہ نہیں دیکھتے کہ کس قدر محدود عرصہ میں وہ سب کام انہیں کرنے ہیں۔ کچھ وقت تو سو کر خراب کر دیتے ہیں اور کچھ وقت ادھر ادھر کی باتوں میں خرچ کرتے ہیں۔ کچھ اپنے بناؤ سنگھار اور لباس کے درست کرنے میں کچھ تماشہ دیکھنے اور تفریح طبع میں۔ صبح سے شام تک ان کے اسی قسم کے شغل ہی ہیں۔ وقت کا صحیح استعمال ان میں بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ پھر یہ شکایت کیوں ہے کہ ہم ذلیل ہیں۔ ان غفلتوں کے باوجود ذلیل نہ ہوں تو اور کیا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو رات دن محنت کرتا اور اپنے وقت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ وہ اور وہ برابر ہو جائیں جو وقت کو فضول خرچ کرتا ہے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اسے غنیمت نہیں سمجھتا۔ جو کوشش نہیں کرتا وہ جیت کس طرح سکتا ہے جس نے بویا ہے وہی کاٹے گا اور جس نے درخت لگایا ہے وہی اس کے پھل چکھے گا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محنت تو ایک کرے اور پھل دوسرا کھائے۔

ہمارے لئے دو نمونے

ہمارے لئے تو دو نمونے بھی موجود ہیں۔ حضرت صاحب اس بیماری اور ضعف میں بھی سارا دن تصنیف و تالیف کے کام میں لگے رہتے تھے اور کسی وقت فارغ نہ بیٹھتے تھے اور جس وقت دیکھو دین کی فکر میں محو تھے۔ یہ تو ہے ہمارے امام کا نمونہ۔ دوسرا نمونہ اس کے خلیفہ کا ہے جو لوگ قادیان آتے جاتے رہتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس بڑھاپے میں حضرت خلیفۃ المسیح صبح سے شام تک علم کے حاصل کرنے اور علم پڑھانے میں کس طرح مشغول رہتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں نے محنت سے منع کیا ہے مگر آپ ان دونوں شغلوں سے ایک دم فارغ نہیں رہ سکتے پس ان دو نمونوں کے ہوتے ہوئے اگر ہم اپنے اوقات کو ضائع کریں تو کس قدر افسوس ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (-) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کھائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ فوت ہوگا۔ پس وقت کو غنیمت جانو اور کچھ وقت اپنے روزمرہ کے گزارہ اور طیب روزی کے پیدا کرنے کے لئے خرچ کرو اور کچھ وقت دین کے سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور پھر دوسروں تک پہنچانے میں خرچ کرو۔ کیا دنیا میں ایسے لوگ نہیں گزرے جو جوانی میں عین صحت کی حالت میں دیکھتے دیکھتے اس دنیا سے گزر گئے۔ موت کا کوئی وقت نہیں۔ بچوں، جوانوں، بوڑھوں سب پر یکساں آتی ہے۔ پس جو کچھ کر سکتے ہو کر لو تا اس دن جبکہ خدا کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا شرمندہ ہونا نہ پڑے اور اس دنیا میں بھی اپنے رقیبوں سے پیچھے نہ رہو کیونکہ فیل ہونا بڑی ندامت ہے اور بہادر اپنے حریف سے شکست کھانے کو عار جانتے ہیں۔ تعجب ہے کہ غیر مذاہب کے کسان تاجر صناع، استاد، وکیل، طبیب، حاکم سب اپنے زائد اوقات کو اپنے خود ساختہ دینوں کی اشاعت میں لگاتے ہیں اور ......اپنے مقررہ اوقات کو بھی خدا کی راہ میں صرف کرنے کی بجائے داروں، کلبوں، مجلسوں اور بازاروں میں بیٹھ کر ضائع کر دیتے ہیں اور اس بات کی کچھ فکر نہیں کرتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اپنے اوقات کو عمدگی کے ساتھ صرف کرو۔ جتنا وقت دنیاوی کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہو اُن پر صرف کرو اور بقیہ اوقات کو بجائے یوں ہی عبث ضائع کرنے کے دین کے سیکھنے اور اس کی اشاعت میں خرچ کرو۔ دشمن بہت ہیں اور ہم تھوڑے ہیں پس جب تک ہم اپنے اوقات کو نہایت کفایت شعاری سے خرچ نہ کریں۔ کامیاب نہیں ہو سکتے وقت ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اس کی قدر کرو تا کہ لئن شکرتم لازیدنکم کے ماتحت خدا تمہیں ترقی دے۔

(روزنامہ الفضل 18 جون 1913ء)

ہم میاں بیوی دونوں مکمل الفضل پڑھتے ہیں

محترم سید طاہر احمد صاحب محترم سید سید احمد ناصر صاحب کے بیٹے اور حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے پوتے ہیں۔ آپ 1959ء کو نیروبی میں پیدا ہوئے۔ 1984ء کو کراچی یونیورسٹی سے ایم ایس سی پاس کی اور ساتھ ہی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں بطور استاد سائنس خدمات کا آغاز کیا۔ 10 سال جامعہ میں پڑھانے کے بعد 1995ء میں نائب ناظر تعلیم اور دو سال بعد آپ کو ناظر تعلیم بنا دیا گیا۔ آج کل آپ بطور ایڈیشنل ناظر اشاعت ایم ٹی اے کے طور پر خدمات بجا لا رہے ہیں۔

ایک ملاقات میں انہوں نے الفضل کے حوالے سے بتایا کہ ایم ایس سی کے دوران یونیورسٹی کے دور سے الفضل باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا اور اب یہ حال ہے کہ روزنامہ الفضل کو بہت شوق سے بلکہ ترجیحاتی لحاظ سے پڑھتا ہوں۔ جونہی الفضل ملتا ہے فوری شروع کر کے ایک ڈیڑھ گھنٹے میں پڑھ لیتا ہوں۔ بعض مضامین تو فوٹو کاپی کروا کے الگ فائل میں رکھتا ہوں جن کو بعد میں غور سے پڑھ لیتا ہوں۔ ہمارے گھر میں الفضل ہمیشہ سے ہی باقاعدہ آتا رہا ہے۔ میں اور میری اہلیہ صاحبہ ہم دونوں الفضل کے مستقل قاری ہیں۔ میں پہلے وقت میں اور میری اہلیہ رات کو سونے سے پہلے الفضل پڑھنے کی عادی ہیں۔ وہ بھی اپنے شوق کے مطابق اہم مضامین سنبھال لیتی ہیں بلکہ میں بعض اوقات وقت کی کمی کی وجہ سے دفتر میں انٹرنیٹ پر الفضل دیکھتا ہوں۔ لیکن اکثر پرنٹ شدہ ہی الفضل پڑھتا ہوں۔ انہوں نے بتایا میرے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ بعض لوگ الفضل کے خاص حصے مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن ہم دونوں مکمل پڑھتے ہیں۔ میرے ایک دوست جو امریکہ میں مقیم ہیں وہ پہلے صفحہ سے لے کر آخر تک الفضل پڑھتے ہیں اور وصایا کے گواہان تک کے نام پڑھ جاتے ہیں۔ ان کے گھر ہفتہ بھر کے الفضل پیکٹ میں موصول ہوتے ہیں۔ صبح پہلے مطالعہ کر کے پھر مشن کا کام شروع کرتے ہیں۔

جہاں تک الفضل کے معیار کا تعلق ہے تو بلاشبہ الفضل کے مضامین میں تنوع ہوتا ہے، اس میں سے ہر قسم کا ریفرنس مل جاتا ہے میرے نزدیک تو ہر جماعتی درسگاہ میں اس کو نصاب کا حصہ بنانا چاہئے۔ ایک احمدی کو جب تک بچپن اور نوجوانی سے اس کو پڑھنے کی عادت نہ ہوگی وہ باقاعدہ قاری نہیں بن سکتا۔ نوجوانوں کا اس کے پڑھنے سے شعور بیدار ہوتا ہے۔ ماس کمیونیکیشن اور ابلاغیات کی طرف دلچسپی بڑھتی ہے۔ نوجوانوں میں اس کو پڑھنے کی عادت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی ان کا ابلاغیات کی طرف رجوع ہوگا۔

(مرتبہ: مکرم فخر الحق شمس صاحب)

میں ہوں الفضل

نورانی ہاتھوں کے کنگن میرا سر آغاز
فضلِ عمر کی سوچ نے دی مجھ کو پہلی پرواز
کتنی فصیلیں، دیواریں رستے میں بنی ہیں روک
ایک صدی سے گونج رہی ہوں میں نادر آواز

میرے دامن میں ہیں سجے ایسے تاریخ کے پھول
جن پہ سخن سازی کا کوئی نہ چھینٹا نہ دُھول
سو برسوں سے میری مساعی مستحسن مقبول
سچائی کی نشوونما ہے میرا ایک اصول

میرے دل میں مہک رہے ہیں ایسے پانچ گلاب
ماند پڑے گی حشر تلک نہ جن کی آب و تاب
میرے سینے پر لکھے ہیں ان کے سنہرے کام
میرے لفظ خزانے میں ہیں ان کے زریں خواب

میرا قبیلہ حق گو ہے اور میں ہوں اس کا نقیب
سب سے الگ انداز ہے میرا دنیا بھر سے عجیب
دین کو دنیا پر میں مقدم رکھتا ہوں ہر آن
یہ اک نکتہ جیون مایا یہ ہے میرا نصیب

میرے سر پر برگد سایہ میرا ایک امام
میری پیشانی کی زینت اس کا مقدس نام
مہدیٔ دوراں کی تحریریں میرے سر کا تاج
میرا اثاثہ نبیؐ کے فرماں رب کا پاک کلام

چھان پھٹک کر خبریں دوں تحقیق سے پُر مضمون
شعرو ادب کو چھاپ کے میرا بڑھ جاتا ہے خون
تصویروں سے سجے سجائے نمبر پیش کروں
جب جب خاص مواقع ہوں یہ مجھ کو شوق جنون

یہی تو اک اعزاز ہے میرا جس پر میں مسرور
نورِ خلافت سے میرا ہر صفحہ ہے پُر نور
میری ادارت اور عملے پر اُس کی دعائے خاص
رنج و محن سے درد و الم سے مجھ کو رکھے دُور

میری دعا ہے اس سے منور رہ کر عمر کٹے
میرے جامِ جم سے دنیا بھر میں علم بٹے
اس کا چاند سا چہرہ ہے میری آنکھوں کا نور
اس کے چہرے سے اک لمحہ نہ یہ آنکھ ہٹے

مبارک احمد عابدؔ

داعیان الی اللہ کو حضرت مصلح موعود کی نصائح

سلسلہ کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ ضروری ہے

1937ء میں تحریک جدید کے مطالبہ نمبر 4 کے ماتحت چودھری محمد اسحٰق صاحب سیالکوٹی دعوت الی اللہ کے لئے چین کو روانہ ہوئے۔ ان کی خواہش پر حضرت مصلح موعود نے اپنے قلم سے ان کی نوٹ بک میں حسب ذیل ہدایات درج فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی محبت سب اصول سے بڑا اصل ہے۔ اسی میں سب برکت اور سب خیر جمع ہے۔ جو سچی محبت اللہ تعالیٰ کی پیدا کرے۔ وہ کبھی ناکام نہیں رہتا اور کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا۔ نمازوں کو دل لگا کر پڑھنا اور باقاعدگی سے پڑھنا۔ ذکر الٰہی، روزہ مراقبہ۔ یعنی اپنے نفس کی حالت کا مطالعہ کرتے رہنا سونا کم، کھانا کم، دین کے معاملات میں ہنسی نہ کرنا نہ سننا۔ مخلوق خدا کی خدمت نظام کا ادب و احترام اور اس سے ایسی وابستگی کہ جان جائے اس میں کمی نہ آئے۔ (دین) کے اعلیٰ اصول ہیں۔

قرآن کریم کا غور سے مطالعہ علم کو بڑھاتا ہے اور دل کو پاک کرتا ہے اور دماغ کو نور بخشتا ہے۔

سلسلہ کی کتب اور اخبارات کا مطالعہ ضروری ہے۔............

تقویٰ اللہ ایک اہم شے ہے۔ مگر بہت لوگ اس کے مضمون کو نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔

سلسلہ کے مفاد کو ہر دم سامنے رکھنا، بلند نظر رکھنا، مغلوبیت سے انکار اور غلبۂ (دین) اور احمدیت کے لئے کوشش ہماری زندگی کا نصب العین ہونے چاہئیں۔

خاکسار مرزا محمود احمد

(الفضل 30 ستمبر 1937ء صفحہ 4)

اخبار الفضل کی ایک سرمایۂ افتخار ادبی خدمت

خصوصی اشاعتوں میں برصغیر کے مشاہیر کا نعتیہ کلام پہلی بار شائع ہوا

مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

ادبی خدمات کا درخشندہ پہلو

دنیائے احمدیت کا ترجمان اخبار ''روزنامہ الفضل'' اپنے دامن میں دور حاضر کی 100 سالہ تاریخ سمیٹے ہوئے ہے اور بے شمار معلوماتی مضامین اور بلند پایہ منظومات کا مرقع ہے علاوہ ازیں اس کی ادبی خدمات کا یہ ناقابل فراموش اور درخشندہ پہلو آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے کہ اس کی 1929ء سے 1931ء تک کی خصوصی اشاعتوں میں برصغیر کے متعدد مسلم مشاہیر کا نعتیہ کلام پہلی بار اس کی زیب وزینت بنا اور چونکہ اس مبارک کلام کا سرچشمہ جذبہ عشق رسولؐ ہے اور دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے اس لئے اس کا مقام وقتی نہیں سرمدی ہے اسی لئے چمنستان ادب میں گلہائے نعت کھلانے والی ان ہستیوں کے بعض اشعار اس درجہ جذب وکیف سے معطر ہیں کہ ان کو پڑھتے ہی وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ لگانے کیلئے دس ممتاز شخصیات کے بارگاہِ رسالت میں نذرانہ عقیدت کے بعض نمونے ذیل میں ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں۔

پاکستان کے محقق و فاضل جناب ڈاکٹر ابوسعید نورالدین مؤلف ''تاریخ ادبیات اردو'' کا یہ نظریہ بالکل درست ہے کہ ''نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے'' لیکن ہمیں برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بیسویں صدی کے ان مرحوم شعرائے عظام نے اس فضائے بسیط میں محو پرواز ہو کر اس کے بڑے بڑے مشکل اور دشوار گزار مقامات کمال خوبی سے طے کئے ہیں اور اپنی نعتیہ شاعری میں نکتہ آفرینی، تشبیہات، استعارات، صداقت، شیفتگی اور وفور عقیدت کے اظہار میں تسنیم وکوثر سے دھلی ہوئی زبان کے استعمال کی قابل قدر کوشش کی ہے جس کی بدولت ان کے نعتیہ قصائد میں غیر معمولی دلکشی اور جاذبیت پیدا کر ڈالی ہے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل کیلئے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال

(وفات 21/اپریل 1938ء)

باخدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار\
یارسول اللہ اونہاں و تو پیدائے من!\
تیغ لا در پنجہ ایں کافر دیرینہ دہ\
باز بنگر در جہاں ہنگامہ الاّئے من!\
بہر دہلیز تو از ہندوستاں آوردہ ام\
سجدہ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من!

(الفضل 31 مئی 1929ء صفحہ 16)

لسان الملک ریاضؔ خیرآبادی

(وفات 1934ء)

ہے عرش بریں اور مدینے کی زمیں اور\
اللہ یہاں کے ہیں مکاں اور مکیں اور\
اٹھ اٹھ کے چلے ساتھ کئی طور نشیں اور\
جاتے ہیں جو کعبے کو وہ جائیں گے کہیں اور\
ہے عرش بریں فرش رہ گنبد خضرا\
میری ہے جبیں اور فرشتوں کی جبیں اور

(الفضل 31 مئی 1929ء صفحہ 27)

سید علی آشفتہ لکھنوی مدیر ''مبصر''

سن کے قیصر نے کہا ہاں وہ نبی ہے برحق\
مرسل خاص خدا، حق کا ولی ہے برحق\
یوں نہ اس کفر کی دنیا میں پریشاں ہوتا\
پاؤں دھو دھو کے میں پیتا جو کہیں واں ہوتا\
نور ایماں سے مگر قلب منور نہ ہوا\
پھر بھی آشفتہؔ مسلمان وہ کافر نہ ہوا

(الفضل 31 مئی 1929ء صفحہ 26)

لسان الہند مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی

(وفات 29 جولائی 1935ء)

مگر حقیقت کی اک نظر کر ذرا سراپائے مصطفیؐ پر\
یہ قد آدم وہ آئینہ ہے کہ جس میں قدرت ہے جلوہ آرا\
عرب کے جاہل عرب کے سرکش کہ جن کا جوہر درندگی تھا\
یہی ہے وہ فلسفی اُمّی کہ جس نے اس قوم کو سنوارا\
حضیض ہستی پہ جب تھا مائل تو ذرہ ذرہ بنا تھا سورج\
ہوا تھا میلان ارتقا جب تو عرش اعظم کا تھا ستارا\
مجسمہ حسن معنوی کا نمونہ اک لطف سرمدی کا\
حراء کے خلوت کدہ میں جس کو خدائے برحق نے خود سنوارا\
زمین شور عرب پہ آ کر بنائے اخلاق اس نے ڈالی\
وہی یتیموں کا آسرا تھا وہی ضعیفوں کا تھا سہارا

(الفضل 31 مئی 1929ء صفحہ 30)

لسان القوم جناب علی نقی زیدی صفیؔ لکھنوی

(وفات 1951ء)

اعجاز ہی اعجاز تھے اطوار محمدؐ\
رفتار محمدؐ ہو کہ گفتار محمدؐ\
مقصود نہ تھی جنگ سے تسخیر ممالک\
پیکار حکیمانہ تھی پیکار محمدؐ\
اس وقت دیا اذن پئے جنگ دفاعی\
ہونے لگے مقتول جب انصار محمدؐ\
آقائے دو عالم کے غلاموں سے تو پوچھو\
آزادوں سے بہتر تھے گرفتار محمدؐ

(الفضل 31 مئی 1929ء صفحہ 48)

حکیم ضمیر حسن خاں دل شاہجہانپوری

(وفات 1959ء)

کیونکر نہ ہو مومن کو تمنائے مدینہ\
ہیں خلد کے مالک چمن آراء مدینہ\
تنویر کا مخزن ہے ہر اک ذرہ یثرب\
دیکھو تو سہی رونق صحراء مدینہ\
مداح رہا آپ کا ہر مشرک و مومن\
مجموعۂ اخلاق تھے مولائے مدینہ\
افسردہ دلوں پہ نظر فیض و عطا ہو\
اے بحر کرم اے چمن آراء مدینہ\
ہے پاک و مطہّر وطن شاہ دو عالم\
قدسی بھی نظر آتے ہیں شیداء مدینہ

(الفضل 31 مئی 1929ء صفحہ 53)

مولانا عبدالمجید سالک مدیر ''انقلاب'' لاہور

(وفات 27 ستمبر 1959ء)

اے شاہ عرب، ختم رسل۔ سید ابرار، اے احمد مختار\
مسلم ہیں ترے نام پہ کٹ مرنے کو تیار، اے احمد مختار\
ایمان ہمارا ہے۔ ترے نام کی عزت، اسلام کی عزت\
ہم کو تری عزت کے سوا کچھ نہیں درکار، اے احمد مختار\
پھر تیری تجلی سے ضیا بار ہے مشرق، بیدار ہے مشرق\
پُرنور ہیں پھر چین و عرب کابل و تاتار، اے احمد مختار

(الفضل 25/اکتوبر 1930ء صفحہ 6)

جناب سراج الحسن صاحب سراج لکھنوی

(وفات 1968ء)

شہ کونین فخر انبیاء محبوب سبحانی\
محمد مصطفیٰ **نور خدا** اسلام کا بانی\
وہی امی لقب مشہور ہے جس کی زباں دانی\
بلاغت جس کا حصہ تھا۔ فصاحت جس کی لاثانی\
مئے وحدت کا متوالا اٹھا جب لے کے انگڑائی\
دکھا دی اس نے غیبی قوتوں کی کارفرمائی\
بنی ہر ہر ادا تصویر اعجاز مسیحائی\
کچھ ایسی شان تھی اللہ کی قدرت نظر آئی\
اُسی کا نام ہے نام خدا دل کے نگینوں میں\
محبت کے خزانے بھر دیئے ہیں جس نے سینوں میں

(الفضل 25 اکتوبر 1930ء صفحہ 18)

جناب نشتر جالندھری مدیر رسالہ ''ادیب'' پشاور

(وفات 22 جون 1975ء)

اے آنکہ ذات تو سبب خلق کائنات\
یک پرتو تو چہرہ برافروز شش جہات\
شہنائے لا الہ دمیدی چو در حجاز\
یکسر بباد رفت صنم زار کائنات\
گفتار تست چشمہ تہذیب خلق را\
کردار تست خضر راہ منزل حیات\
''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''\
اے لطف عام تو بہ جہاں مژدۂ نجات

(الفضل 25۔ اکتوبر 1930ء صفحہ 30)

نواب سراج الدین احمد خاں سائلؔ دہلوی

(داماد فصیح الملک داغ وفات 15 ستمبر 1945ء)

برزخی رتبہ ہے یوں شاہ رسولاں تیرا\
تو ہے امت کا نگہباں وہ نگہباں تیرا\
یا نبی آفت خورشید قیامت سے بچا\
حشر میں سر پہ رہے سایۂ داماں تیرا\
دل میں ہو جاتی ہے تسکین سی پڑھنے سے درود\
آ گیا راس مرے درد کو درماں تیرا

ذوق پابوس کے پر ہوں تو مدینہ کی طرف
لے کے اڑ جائے مجھے دید کا ارماں تیرا

(الفضل 8 نومبر 1931ء ص 20)

نوٹ: راقم الحروف نے مضمون بالا میں برصغیر کے مشاہیر سخن کی نعتیہ غزلوں کے فقط چند اشعار کے انتخاب پر اکتفا کیا ہے وگرنہ بعض پُرکیف نظمیں خاصی طویل ہیں اور الفضل کے پورے پورے صفحہ پر محیط ہیں۔ المختصر بقول اسداللہ غالب دہلوی:۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

الفضل میرا محسن استاد۔ ایک باوفا دوست

مکرم حمیداللہ ظفر صاحب نیشنل سیکرٹری تحریک جدید۔ جرمنی

میری زندگی میں الفضل کا کردار محسن استاد کی طرح ہے۔ میں نے اپنے گاؤں داتا زید کا، کے دیہاتی ماحول میں آنکھ کھولی جہاں لکھنے پڑھنے والا طبقہ بہت کم تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اکثر احباب وخواتین خط لکھنے اور خط موصول ہونے پر کسی پڑھے لکھے فرد کو تلاش کرتے تھے، تاکہ آنے والے خط کو پڑھا کر اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی خیریت سے آگاہی حاصل کرسکیں۔ پھر اس کا جواب لکھوانے کے لئے بھی تلاش کرکے کسی پڑھے لکھے آدمی کو ڈھونڈ کر خط لکھوایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ میرے والدین پڑھے لکھے تھے۔ والد سکول میں مدرس تھے اور ان کے نام پر ہی روزنامہ الفضل کا پرچہ باقاعدگی سے آتا تھا۔

میں نے بچپن کے زمانہ میں جب اردو پڑھنی اور لکھنی سیکھنی شروع کی تو میرے والد محترم مجھ سے اردو الفضل سے پڑھوایا کرتے تھے۔ شروع شروع میں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت کے بارہ میں پہلے صفحہ پر جو اعلان چھپتا تھا وہ پڑھانا شروع کیا۔ اس سے دو باتوں کا پتہ چلا ایک تو حضور کی صحت کے بارہ میں اطلاع مل جاتی اور دوسرا حضرت خلیفۃ المسیح سے محبت کا سبق ملنا شروع ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ دوسرے مضامین پڑھنے کی مشق شروع ہوئی۔ اور اس سے جماعتی مضامین دینی اصطلاحیں جماعتی روایات اور ایمان افروز واقعات کا مجموعہ الفضل میرے علم میں اضافہ کا باعث بنتا گیا۔ یوم مصلح موعو، یوم مسیح موعود یوم خلافت، سیرت النبی ﷺ کے مواقع پر اس کی خصوصی اشاعت میرے علم میں دن دگنی رات چوگنی ترقی کا باعث بنتی رہی۔ اس پرچہ سے گھر میں والد محترم والدہ محترمہ ہم بہن بھائی استفادہ کرنے کے بعد محترم امیر صاحب داتا زید کا کے گھر پہنچا دیا کرتے تھے۔ آپ جمعہ کے روز آنے والے خطبہ کو پڑھ دیا کرتے تھے۔ گویا خطبہ جمعہ کی دوہرائی ہوجاتی تھی۔

مجھے پرائمری کے بعد اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لئے ربوہ میں قیام کرنا تھا اور وہاں براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی صحبت سے فیضیاب ہونے اور خطبہ جمعہ سننے کے مواقع ملنا میرے لیے از حد خوشی کا باعث بنے۔ لیکن سکول کی لائبریری میں الفضل کے مطالعہ کا موقع ملتا تھا اور استاد شاگرد کا تعلق قائم رہتا تھا۔ ملازمت میں کچھ عرصہ الفضل سے رابطہ ممکن نہ رہا۔ لیکن کبھی کبھی اس کی زیارت کا موقع ملتا رہا۔ پھر 1975ء میں میرا لاہور میں قیام مکرم میجر محمد عبداللہ مہار صاحب کے ہاں تھا۔ وہ ہمارے صدر حلقہ شمالی چھاؤنی رہے اور لمبا عرصہ خدمت دین کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ ان کے گھر الفضل کا پرچہ آیا کرتا تھا اور اکثر وبیشتر خاکسار ہی ڈاک وصول کرتا تھا اور الفضل کا مطالعہ جاری رہا۔

1990ء میں مجھے ہجرت کرکے جرمنی آنا پڑا تو خاکسار نے الفضل منگوانا شروع کیا۔ اب الفضل پڑھے بغیر چارہ نہ تھا۔ اس میں شائع شدہ ایمان افروز واقعات قلب و ذہن پر ایسا نقش چھوڑتے کہ ان پر عمل کئے بغیر گزارہ ممکن نہ تھا۔ بلکہ ایسے مضامین کی فوٹو کاپیاں کرکے محفوظ کر لیتا تاکہ بعد میں اس کی ضرورت ہو تو استفادہ کیا جائے۔ بیماروں کے لیے دعا کے اعلانات نے دعاؤں میں رقت اور لذت پیدا کی اور دور دراز ایسے بیمار اور مشکلات میں گھرے احباب اسی طرح اسیران راہ مولیٰ کے لیے درد دل سے دعاؤں کی عادت میں پختگی پیدا کرنے میں الفضل نے میری زندگی میں نمایاں کردار کیا ہے اور اب یہ عادت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تاجر احباب کے اشتہارات پڑھ کر ان کے لیے بھی دل سے دعا نکلتی ہے کہ ان کے اشتہارات الفضل کی اقتصادی معاونت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے جرمنی میں نیشنل سیکرٹری وقف عارضی کے طور پر خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی تو میں نے اپنی اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے الفضل میں ایسے شائع ہونے والے مضامین سے نہ صرف خود فائدہ اٹھایا بلکہ جرمنی بھر کی جماعتوں کے سینکڑوں احباب کو بھی اس کے روحانی فیوض و برکات سے آگاہ کرنے کا موقع ملا۔ 1995ء تا حال مجھے سیکرٹری تحریک جدید کے طور پر اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے جو مدد تعاون مجھے الفضل کے ذریعے میسر آیا اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھ جیسے نالائق انسان کو تو اس سے قبل تحریک جدید جیسی بابرکت اور الٰہی آسمانی سکیم کے بارہ میں علم ہی نہ تھا۔ جوں جوں میں نے الفضل سے مدد حاصل کی مجھے اس بات کا ادراک میسر آیا اور میں اس عظیم الشان تحریک کے بارہ میں علم حاصل کرسکا۔

الفضل میں شائع ہونے والے خلفاء احمدیت کے تحریک جدید کے بارہ میں ارشادات بزرگان سلسلہ کی اس تحریک کے بارہ میں مضامین پڑھ کر نہ صرف میرے علم میں اضافہ ہوا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ الفضل کا مجھ پر ایک عظیم احسان ہے کہ مجھے اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے میں بھی الفضل کا کردار نمایاں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے الفضل کی ہی ان معلومات سے مجھے جرمنی بھر کی جماعتوں کے ہزاروں افراد بشمول لجنہ و ناصرات تک کو اس بابرکت تحریک کے بارہ میں معلومات پہنچانے کی سعادت ملتی رہی۔ بلکہ ایسے ایمان افروز واقعات الفضل کے حوالہ سے سن کر وہ اپنی مالی قربانیوں میں اضافہ کرتے چلے جارہے ہیں اور اپنے پیارے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر مجھے جیسے دیہاتی انسان کو الفضل کے مطالعہ اور اس سے بڑھ کر مجھ جیسے دیہاتی انسان کو الفضل کے مطالعہ اور اس سے تعلق پیدا کرنے کے لیے اس میں مضامین لکھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور اس عاجز کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بارہ میں لکھنے کی توفیق ملی۔

آگئی جب اس تبسم آفریں چہرے کی یاد
دیر تک قلب و نظر میں پھول سے مہکا کئے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ان دونوں خلفاء احمدیت سے تو خلافت سے قبل ہی گہرا تعلق قائم ہوچکا تھا۔ جن کی یادوں کا نقش مجھے اپنے مضامین میں لکھنے کی سعادت ملی۔ محترم ثاقب زیروی صاحب پر اپنے خاندان میں احمدیت آنے کے بارہ میں اپنی دادی جان پر مضمون لکھنے کا موقع ملا۔ یہ الفضل کا ہی کردار ہے کہ اس عاجز کی زندگی میں اس سے ایسا فیض پانے کی سعادت ملی کہ لکھنے بیٹھوں تو قلم رکتا نہیں۔ یہ مجھ پر الفضل کا احسان ہے۔

ان مضامین کو پڑھ کر مجھے بعض احباب کے فون آتے رہے کہ ان مقدس ہستیوں کے بارہ میں ان کے اوصاف حمیدہ اور ایمان افروز واقعات پڑھ کر اپنے ایمان میں اضافہ محسوس ہوتا ہے اور آپ کے لئے بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ یہ عاجز تو الفضل کے ذریعہ اس سلوک کا بھی مستحق ٹھہرا کہ بہت سارے احباب کی دعائیں حاصل کرنے کی سعادت ملی۔

الفضل کا میری زندگی میں کردار ایسا بھی ہے کہ بہت سے تاریخی واقعات پڑھنے اور اپنے علم میں اضافہ کرنے کا باعث بنے وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل بیان کروں تو ایک الگ مضمون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اعلیٰ پایہ کے شعراء کا کلام ان میں بھی ایمان افروز باتوں کی لذت اور چاشنی سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دور میں تو یہ الفضل ایسے محبت بھرے دوست کی جگہ لے چکا ہے کہ اس دور جدید میں جب میں الفضل کی قربت کے بارے میں سوچتا ہوں تو پہروں دل خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرتا ہے کہ کہاں میرے گاؤں میں الفضل ڈاک کے ذریعہ آتا تھا حضور انور کا خطبہ جمعہ مہینوں بعد پڑھنے کو ملتا تھا اور اب انٹرنیٹ پر ہر روز کا تازہ شمارہ الفضل پڑھنے کے لیے میسر ہوتا ہے۔ **یہ میرا باوفا دوست ہر روز خود انٹرنیٹ پر ملاقات کے لئے موجود ہوتا ہے۔ میں دفتر پہنچ کر سب سے پہلے الفضل کا مطالعہ کرتا ہوں** حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ جات کی تفصیل ارشادات احادیث دینی واقعات علمی و روحانی حقائق اور بزرگان کے مضامین سے فیضیاب ہونے کا موقع ملنے کے ساتھ ساتھ جہاں ایمان افروز واقعات ان کی فوٹو کاپی لے کر دوسرے احباب تک پہنچا کر ایک روحانی سرور ملتا ہے۔ اور بہت سے اعمال صالحہ کی طرف رغبت پیدا کرنے میں الفضل نے میرے لیے ایک مصلح کا کردار بھی ادا کیا اور کرتا چلا جارہا ہے۔

ناشکری ہوگی اگر میں الفضل مرتب کرنے والے احباب، مضامین اور معلومات بھجوانے والے احباب کو خراج تحسین پیش نہ کروں اور بالخصوص محترم ایڈیٹر الفضل مکرم عبدالسمیع خان صاحب کی خدمات گراں مایہ کا ذکر نہ کروں کیونکہ عاجز ہی نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بھی ایک ملاقات میں ان کے ایک عزیز سے فرمایا تھا جو مفہوم میں اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں کہ عبدالسمیع خان نے الفضل میں جان ڈال دی ہے اور ایسے مواد سے مزین کیا ہے جو نہایت قابل تعریف ہے۔ اللہ الفضل کو ہر مشکل تکلیف اور پریشانیوں سے بچائے۔ آمین

مکرم حافظ راشد جاوید صاحب ناظم دارالقضاء

سو سال سے جاری الفضل.....تندوتیز آندھیوں میں اک روشن چراغ

الفضل کی مشکلات اور اس پر بننے والے مقدمات اور آزادی صحافت کے لئے الفضل کا کردار

حضرت مصلح موعود کی دعاؤں سے جاری ہونے والا الفضل بے شمار مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود گزشتہ ایک صدی سے جاری و ساری ہے۔ 2013ء میں اس پر سو سال پورے ہو رہے ہیں اُردو کا کوئی اخبار خواہ وہ کسی جماعت کا ہی ترجمان کیوں نہ ہو یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ گزشتہ ایک صدی سے جاری و ساری ہے۔ پھر الفضل کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ تقسیم ہند کے وقت یہ واحد اردو اخبار تھا جو بھارت سے پاکستان منتقل ہوا۔

الفضل کا یہ سو سال کا سفر بہت سی مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ مالی و دیگر مشکلات تو ایک طرف رہیں اس کو بہت دفعہ بندشوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر سنگین نوعیت کے مقدمات بنائے گئے۔ ڈاک کے ذریعے ترسیل میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ اخبار تقسیم کرنے والے ہاکروں کو دھمکیاں دے کر تقسیم بند کروادی گئی۔ لیکن سب سے افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ یہ کارروائیاں اس اخبار کے خلاف کی گئیں جس نے ہر موقع پر مسلمانوں کے حقوق کی آواز بلند کی۔ مسئلہ کشمیر ہو یا فلسطین کا مسئلہ، مسلمانوں کی آزادی کی تحریک ہو یا قیام پاکستان کے وقت کی مشکلات، استحکام پاکستان کے مسائل ہوں یا پاکستان کی معاشی مشکلات غرض ہر وقت ہر لحہ الفضل نے نہ صرف مسلمانوں کے حقوق کی آواز بلند کی بلکہ جب کبھی بھی انسانی اقدار کی خود ساختہ علمبردار اقوام کی طرف سے ظلم کی کوئی کارروائی ہوئی تو الفضل نے بلا تفریق مذہب و ملت انسانیت کے حق میں آواز بلند کی۔ یہاں تک کہ دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم گرائے گئے تو انسانیت کے اس بھیانک انداز میں قتل عام پر سب سے پہلے روزنامہ الفضل ہی تھا جس نے اپنے امام کے ارشادات کے ذریعے اس کی شدید مذمت کی اور اسے ایک ظالمانہ اور بہیمانہ فعل قرار دیا اور لکھا کہ اس طرح کے اقدامات سے دنیا کا امن مزید خطرات سے دوچار ہو جائے گا۔

پھر الفضل ہی وہ اخبار ہے جس نے تحریک پاکستان کے دوران قائد اعظم کے شانہ بشانہ آزادی کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ قیام پاکستان سے قبل جب بھی کسی مسلم اخبار کے خلاف انگریز حکومت یا ہندوؤں کی طرف سے کوئی کارروائی کی گئی الفضل نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ مگر قیام پاکستان کے بعد بدقسمتی سے الفضل کو ہی سب سے زیادہ مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

الفضل پر بننے والے مقدمات کا جائزہ لیں تو نظیرا کبرالہ آبادی کا یہ شعر من وعن الفضل پر پورا اترتا ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

لگتا ہے کہ اکبرالہ آبادی غلطی سے الفضل کی جگہ اکبر لکھ گئے۔ عملاً یہ شعر الفضل پر زیادہ پورا ہوتا ہے کیونکہ الفضل وہ اخبار ہے جس کو محض خدا کا نام لینے کی پاداش میں بہت سے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

چنانچہ آغاز سے لے کر اس وقت تک الفضل پر جو مقدمات بنے اور جو مشکلات پیش آتی رہیں ان کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

الفضل کے خلاف دائر ہونے والا پہلا مقدمہ

الفضل پر سب سے پہلا مقدمہ 28 راگست 1923ء کے شمارے پر ظہیر الدین اروپی نامی شخص کی طرف سے ہتک عزت کا دائر کیا گیا۔ ظہیر الدین اروپی وہ شخص ہے جس نے کیسری اخبار کے ہندو ایڈیٹر کے حق میں گواہی دی تھی کہ اس اخبار کے ایڈیٹر نے جو آنحضرت ﷺ کی شان کے خلاف ایک خبر شائع کی ہے اس سے آنحضرت ﷺ کی کوئی توہین نہیں ہوئی۔ اس طرح ایک ایسے شخص کا جو خود کو مسلمان کہتا ہوا ایک ہندو ایڈیٹر کے اس فعل کی مذمت کرنے کی بجائے اس کے حق میں گواہی دینے پر مسلمان بالعموم مشتعل تھے۔ روزنامہ الفضل جو کہ آنحضرت ﷺ کی محبت کا سب سے بڑھ کر داعی اخبار ہے اس نے ظہیر الدین اروپی نامی اس شخص کے اس فعل کی مذمت کرتے ہوئے اس کا کچا چٹھا نذر قارئین کیا کہ یہ شخص دھوکہ باز ہے اور اس کے خلاف دھوکہ دہی کا ایک مقدمہ بھی زیر دفعہ 420 لاہور کی ایک عدالت میں چل رہا ہے۔ اس خبر کی اشاعت پر اس شخص نے آریوں اور ہندوؤں کی پشت پناہی پر روزنامہ الفضل پر ہتک عزت کا مقدمہ جناب لالہ برکت رام آنریری مجسٹریٹ گوجرانوالہ کی عدالت میں دائر کر دیا۔ چنانچہ اس مقدمہ کی پہلی پیشی 8 راکتوبر 1923ء کو گوجرانوالہ کی عدالت میں ہوئی۔ الفضل کی طرف سے حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب (جو بعد ازاں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بنے) بطور وکیل پیش ہوتے رہے یہ مقدمہ تقریباً 7 ماہ گوجرانوالہ کی عدالت میں زیر سماعت رہا۔ آخر کار 22 راپریل 1924ء کو مجسٹریٹ نے استغاثہ خارج کرتے ہوئے لکھا کہ

استغاثہ کو بے بنیاد اور فضول قرار دیتا ہوں اور ڈسمس کرتا ہوں۔ نیز مستغیث کے متعلق لکھا کہ وہ وجہ بتائے کہ اس کے اس ناحق استغاثہ کی وجہ سے مستغاث علیہم کو کیوں معقول ہرجانہ نہ دلایا جائے۔

(الفضل مورخہ 28 دسمبر 1939ء)

دوسرا مقدمہ

مکرم غلام نبی صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل کے مطابق دوسرا مقدمہ غیر مبائعین کی طرف سے ایک مضمون کی اشاعت پر دائر کیا گیا۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اراکین کا کچا چٹھا کے عنوان سے شائع کیا گیا تھا۔ اس مضمون کی بناء پر پہلے تو مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین نے ایڈیٹر الفضل کو پچاس ہزار روپیہ نقد ادا کرنے اور تحریراً غیر مشروط معافی مانگنے ورنہ قانونی کارروائی کرنے کا نوٹس دیا۔ اور ماسٹر یعقوب خان صاحب کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ بطور تاوان ادا کرنے اور تحریراً غیر مشروط معافی مانگنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ورنہ مقدمہ کرنے کی دھمکی دی گئی۔

لیکن پھر صرف ماسٹر صاحب کی طرف سے فوجداری مقدمہ دائر کیا گیا۔ اسی دوران میں ایڈیٹر الفضل کے خلاف پیغام صلح میں ایک مضمون لکھا گیا۔ جس کی بناء پر پیغام صلح پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل مساوی الفاظ میں مصالحت نامہ لکھا گیا اور مقدمات سے دستبرداری دے دی گئی اور اس مقدمہ میں بھی آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب الفضل کی طرف سے پیش ہوتے رہے۔

تیسرا مقدمہ

تیسرا مقدمہ جو احرار کی طرف سے الفضل کے ایک نوٹ کی بناء پر دائر کیا گیا اس کا 1939ء میں فیصلہ ہوا۔ ایڈیٹر کو 51 روپیہ جرمانہ یا دو ماہ قید سخت اور پرنٹر کو 25 روپیہ جرمانہ یا ایک ماہ قید سخت کی سزا دی گئی۔

(روزنامہ الفضل 28 دسمبر 1939ء)

تحریک پاکستان کے دوران روزنامہ الفضل نے امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی راہنمائی میں قیام پاکستان کے لئے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد روزنامہ الفضل لاہور سے شائع ہونے لگا۔

تقسیم ہند کے بعد بھارت میں داخلہ پر پابندی

قیام پاکستان کے بعد روزنامہ الفضل میں کشمیر کے الحاق اور پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے حوالے سے بعض اداریے شائع کئے گئے جس پر بھارتی حکومت نے روزنامہ الفضل کا بھارت میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ تاہم کچھ عرصہ بعد یہ پابندی اٹھالی گئی۔

(بحوالہ سفر حیات 252)

ایک سال کے لئے پہلی جبری بندش اور المصلح کا اجراء

قیام پاکستان کے بعد استحکام پاکستان کے لئے الفضل کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہ ہے۔ تاہم بدقسمتی سے پاکستان کی مخالفت کرنے والے گروہ نے سیاستدانوں کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے دوبارہ متحرک ہونا شروع کر دیا اور جماعت پر 1953ء کے فسادات کا پرآشوب دور مسلط کر دیا گیا۔ جس میں ایک صوبائی حکومت کی پشت پناہی میں احمدیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور روزنامہ الفضل کی اشاعت پر بھی ایک سال کے لئے پابندی لگادی گئی۔ 27 فروری 1953ء کا شمارہ آخری شمارہ تھا جو لاہور سے شائع ہوا۔ اس کے بعد 28 فروری 1953ء کا شمارہ جو کہ پریس میں جاچکا تھا اس کی اشاعت زبردستی رکوادی گئی۔ ایڈیٹر اور پبلشر کے گھروں کی تلاشی بھی لی گئی تاہم احمدیوں کے پاس سے کیا برآمد ہونا تھا جوان کے پاس سے ہوتا۔ سوائے خجالت کے تلاشی لینے والوں کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اس بندش کے دوران 30 مارچ 1953ء کو کراچی سے روزنامہ المصلح جاری کیا گیا جو الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا اس کی اشاعت کا انتظام ادارہ الفضل ہی کرتا تھا۔ پھر ایک سال کی جبری بندش کے بعد 15 مارچ 1954ء سے الفضل دوبارہ پوری آب وتاب کے ساتھ لاہور سے شائع ہونا شروع ہو گیا اور 29 دسمبر 1954ء کو ربوہ سے

شائع ہونے لگا۔اس کے بعد بھی پریس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے الفضل کو ناحق طور پر دباؤ میں رکھنے کے لئے تنبیہات پر مشتمل چٹھیاں بھجوائی جاتی رہیں۔ ہر چند کہ الفضل کی طرف سے پریس ڈیپارٹمنٹ سے تحریری استفسار کیا جاتا رہا کہ اسے بتایا جائے کہ الفضل میں شائع ہونے والے کس مواد سے بے احتیاطی کا پہلو اجاگر ہو رہا ہے۔مگر اس کا جواب آنے کی بجائے دوبارہ ایک تنبیہ کی چٹھی موصول ہو جاتی۔

چنانچہ ان تنبیہات کے حوالے سے جب متعلقہ لوگوں کو اعلیٰ حکام سے بات چیت کے لئے بھیجا گیا اور واپس آکر وہ رپورٹ کے لئے حاضر ہوئے تو قبل اس کے وہ رپورٹ پیش کرتے حضرت مصلح موعود نے انہیں پہلے ہی بتا دیا کہ مجھے پتہ ہے ان تنبیہات کی حیثیت گیدڑ بھبکیوں سے زیادہ نہ تھی کیونکہ رات کو مجھے ان تنبیہات کی وجہ سے سخت پریشانی تھی کہ حکومت کہیں پھر الفضل پر کوئی پابندی نہ لگا دے کہ غنودگی میں فقرہ جاری ہوا کہ ع

بلبل نے اڑ کے یونہی پریشان کر دیا

اس کے بعد متعلقہ کارکنان نے رپورٹ پیش کی کہ اعلیٰ حکام کا یہی کہنا ہے کہ ہم نہیں چاہتے کہ 1953ء کے حالات دوبارہ پیدا ہوں اس لئے احتیاط کی چٹھیاں سب کو لکھتے رہتے ہیں۔ الفضل پر کسی قسم کی پابندی کا کوئی ارادہ نہ ہے۔

(بحوالہ سفر حیات صفحہ نمبر 284 از مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب)

1974ء میں جماعت کو جن ابتلاؤں سے گزرنا پڑا اس میں بھی الفضل کو مشکلات سے دوچار کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ ریلوے سٹیشن پر ہونے والے واقعہ کے بعد حکومت نے کچھ دنوں بعد ان واقعات کی اشاعت پر پابندی لگا دی اور اس کو بنیاد بنا کر ربوہ الفضل کے دفتر پر پولیس کی بھاری نفری نے چھاپہ مارا جس میں الفضل کی پوری عمارت کو گھیرے میں لے لیا گیا اور بعض اہلکار دفتر کی چھت پر بھی چڑھ گئے۔اسی طرح ایڈیٹر الفضل کو بھی تھانہ ربوہ میں بلا کر ہراساں کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔

1980ء کے بعد الفضل کی مشکلات

پھر 1979ء میں ضیاء الحق کا جو تاریک دور شروع ہوا اس میں پاکستان کے بالعموم سارے اخبارات کے لئے ہی مشکلات کھڑی کر دی گئیں، آزادی صحافت پر پہرے بٹھا دیے گئے۔ اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دی گئی اور روز چیف سنسر کے دفتر میں اخبارات کی کاپی پیش کر کے اجازت کو ضروری قرار دے دیا گیا۔ لاہور کے اخبارات کے لئے تو مسئلہ نہ تھا کیونکہ چیف سنسر کا دفتر لاہور میں ہی تھا لیکن ربوہ سے روز الفضل کی کاپی لاہور لے جانے اور وہاں پر پیش کر کے اجازت کے بعد واپس لا کر شائع کروانے کے حوالے سے الفضل کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

سنسر شپ کے دوران خدائی مدد کے نظارے

سنسر شپ کے اس دور میں الفضل کا شائع ہونا اپنی ذات میں ایک معجزہ تھا۔لیکن ایک خاص معجزہ کا ذکر اس وقت کے ایڈیٹر محترم جناب مسعود احمد دہلوی صاحب نے اپنی کتاب سفر حیات میں بھی کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح خدا اپنے خلیفہ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات کے پورا ہونے کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ جناب دہلوی صاحب واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ایک خطبہ جمعہ الفضل کے خطبہ نمبر میں شائع کرنا مقصود تھا۔ حضور کا یہ بہت جلالی خطبہ تھا۔اس میں ایک پیرا ایسا تھا جو کہ خطبہ کی جان تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ سنسر والے اس پیرا کو شائع نہیں ہونے دیں گے۔ جناب دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ میں یہ خطبہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ پیرا سنسر والے کاٹ دیں گے اس لئے اگر اجازت دیں تو فی الحال خطبہ شائع نہ کیا جائے اس پر حضور نے فرمایا لائیں مجھے دکھائیں وہ پیرا۔اس کے بعد حضور نے وہ پیرا اپنے ہاتھ کنپٹیوں پر رکھ کر اور کہنیوں کو میز پر ٹکا کر پڑھنا شروع کیا پھر محسوس ہوا کہ حضور دعا کرتے ہوئے حالت استغراق میں چلے گئے ہیں۔ پھر جب اس حالت سے باہر آئے تو بڑے جلال سے فرمایا کہ سارا خطبہ شائع ہوگا یہ پیرا نہیں کٹے گا۔لیکن اس خطبہ کا مسودہ آپ (یعنی دہلوی صاحب) خود لاہور لے کر جائیں۔ چنانچہ لے جایا گیا اور جس افسر نے الفضل کو چیک کرنا ہوتا ہے اس نے اس پیرا کے بارے میں آرڈر کر دیا کہ یہ پیرا نہیں چھپے گا۔اس پر دہلوی صاحب لکھتے ہیں میں نے کہا کہ مجھے چیف افسر سے بات کرنے دیں اس پر اس نے کہا کہ وہ بھی یہی فیصلہ کریں گے۔ بہر حال میرے اصرار پر وہ یہ خطبہ لے کر چیف افسر کے پاس گیا اس افسر نے پڑھ کر اپنے ماتحت کو کہا کہ احمدی بھی اس ملک کے شہری ہیں ان کو بھی اپنی بات کہنے کا حق ہے پورا خطبہ چھپنے دو۔اس پر وہ افسر تو حیران رہ ہی گیا لیکن یہ بات میرے لئے بھی ازدیاد ایمان کا باعث ہوئی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کے منہ سے نکلی بات جو بظاہر ناممکن لگتی تھی پوری کر دی۔

1984ء کے بعد مقدمات اور جبری بندش

اس کے بعد پھر 1984ء کا وہ پُر آشوب دور آیا جو پاکستان کی تاریخ کا بھی بدترین دور تھا۔وہ ظلمت جسے اُس دور میں ضیاء کہا گیا اور وہ صرصر جسے اُس دور میں صبا سمجھا گیا، آج پاکستان کے دانشور متفق ہیں کہ اس دور میں جو تاریک اور مہیب سائے پاکستان پر مسلط کئے گئے آج دیو بن کر پاکستان کے گلی کوچوں کو خون آشام کر رہے ہیں۔دہشت گردی اور بربریت پورے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لی چکی ہے۔ یہ دور جہاں اہل پاکستان کے لئے بدترین دور تھا وہاں الفضل کو بھی اس دور میں سب سے طویل بندش اور بہت سے مقدمات کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ اس دور میں الفضل پر سب سے پہلا مقدمہ 1982ء میں قائم کیا گیا اس کے بعد بھی ایک مقدمہ قائم ہوا لیکن یہ مقدمات جلد ہی خارج ہو گئے۔

(بحوالہ مقالہ بعنوان صحافت ایک تفصیلی تاریخی خاکہ صفحہ نمبر 599)

پھر اس کے بعد 29/اگست 1984ء کو روزنامہ الفضل کو صوبائی حکومت کی طرف سے اظہار وجوہ کا نوٹس بھجوایا گیا جس میں یہ کہا گیا کہ الفضل کے بعض شماروں میں قابل اعتراض مواد شائع ہوا ہے اور اس نوٹس میں قابل اعتراض مواد کی جو تفصیل دی گئی وہ انتہائی دلچسپ ہے،مثلا یہ کہ الفضل میں نماز تراویح کے بارے میں اعلان شائع ہوا ہے، یہ بھی قابل اعتراض ٹھہرایا گیا کہ الفضل میں اخبار احمدیہ کیوں لکھا گیا کہ اور یادرفتگان کے حوالے سے ایک شخص نے اپنے والد صاحب کے بارے میں مضمون لکھا جس کا عنوان تھا پیارے ابا جان مرحوم۔ اس کو قابل اعتراض گردانا گیا۔ اور حکم ہوا کہ دس روز کے اندر تین ہزار روپیہ جمع کروائیں۔اس کے بعد 12دسمبر 1984ء کو ضیاء الاسلام پریس جہاں سے الفضل شائع ہوتا تھا اس کو سیل کر دیا گیا بعد ازاں جنوری 1985ء میں اخبار کا ڈیکلریشن بھی منسوخ کر دیا گیا۔روزنامہ الفضل پر یہ پابندی کا طویل ترین دور تھا جو کہ 3 سال گیارہ ماہ اور 9 دن پر محیط تھا۔

اس کے بعد گو 28 نومبر 1988ء کو الفضل کو شائع ہونے کی اجازت تو مل گئی لیکن مقدمات کا جو سلسلہ جاری ہوا تھا وہ کسی نہ کسی رنگ میں تا حال جاری ہے۔گو جمہوری دور میں براہ راست مقدمات میں کسی حد تک کمی ہوتی ہے لیکن دیگر ذرائع سے دار و رسن کے پہرے موجود رہتے ہیں۔

1982ء سے لے کر تا دم تحریر روزنامہ الفضل پر 42 مقدمات قائم کئے گئے۔ مقدمات کی ایف آئی آر میں جس قابل اعتراض مواد کو مقدمہ کی وجہ قرار دیا گیا وہ بھی انتہائی دلچسپ ہیں، جب پاکستان کے افق پر چھائے ہوئے تاریک بادلوں کی جگہ حقیقی نور پھیلے گا تو اس وقت کے لوگوں کا ذہن اس امر کو مشکل سے ہی تسلیم کرے گا کہ ان چیزوں پر بھی الفضل کو مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔

چونکہ پاکستان کے ایک قانون کے مطابق احمدی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے اس لئے الفضل پر یہ الزام نہیں تھا کہ خود کو مسلمان کہا بلکہ مقدمات اس وجہ سے بنے کہ الفضل میں ایسا مواد شائع کیا گیا جس سے خود کو مسلمان ہونا ظاہر کیا گیا۔

ایک مقدمہ کی ایف آئی آر میں مقدمہ کی وجہ یہ قرار دی گئی کہ اخبار میں دعائے مغفرت کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ نیز ایک فوت شدہ احمدی خاتون کے متعلق مرحومہ کا لفظ لکھا گیا ہے۔لہٰذا ان پر مقدمہ قائم کیا جائے۔ایک مقدمہ میں درخواست دہندہ نے موقف اختیار کیا کہ جوبلی نمبر پرچے میں مرزا طاہر احمد کا خصوصی پیغام اور خطبہ میں پڑھی جانے والی دعا عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔نیز مرزا ناصر احمد، مرزا بشیر الدین محمود اور حکیم نورالدین کے ناموں کے ساتھ نوراللہ مرقدہ لکھا گیا ہے۔ (حضرت) مرزا طاہر احمد (صاحب) کی رنگین تصویر پر ان کے اردو میں دستخط موجود ہیں۔جس سے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کیا۔

نیز ایک مضمون کی وجہ سے الفضل پر مقدمہ قائم کیا گیا کہ اس میں بیت اللہ کی قدیم تاریخ پر مضمون کیوں شائع کیا گیا جب کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اس لئے ان کو بیت اللہ کی قدیم تاریخ کے حوالے سے بھی لکھنے کا کوئی حق نہ ہے۔

1988ء میں قائم ہونے والے ایک مقدمہ میں ایک مخالف نے جناب ڈی ایس پی صاحب کو درخواست دی کہ ایڈیٹر اخبار مکرم نسیم سیفی صاحب روزنامہ الفضل ربوہ کی کاپیاں پھاٹک پر مفت تقسیم کر رہا تھا۔ایک شمارہ میں نے حاصل کر کے روبرو گواہان پڑھا۔ جس کے سرنامہ پر قرآنی آیات تحریر ہیں۔چنانچہ اس بات پر اخبار کے ایڈیٹر اور پبلشر وغیرہ پر مقدمہ درج کرلیا گیا۔

پھر 1988ء میں ہی قائم ہونے والے ایک مقدمہ میں یہ الزام تھا کہ اخبار نے مرزائیوں کو مومن اور مرزائیت کو ہدایت اور سچائی کا پیغام لکھا ہے۔

1988ء میں ایک مخالف احمدیت کی درخواست پر مقدمہ درج کیا گیا اس درخواست میں تحریر تھا کہ

روزنامہ الفضل ربوہ جو کہ قادیانیوں کا ترجمان ہے۔ 12/12/1984 کو حکومت نے بند کر دیا تھا۔مورخہ 27/11/1988 کو ربوہ سے

دوبارہ شائع ہوگیا ہے۔ جو روز اشاعت سے لے کر اب تک مسلسل ہم مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کر رہا ہے۔ سرورق پر قرآنی آیات تحریر ہوتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

1989ء میں تحفظ ختم نبوت کے ایک کارکن کی درخواست پر قائم ہونے والے ایک مقدمہ میں الزام یہ تھا کہ اخبار الفضل ربوہ بلاناغہ مسلسل، خطبہ جمعہ، نماز، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، قرآن کریم، حدیث اور آیات قرآن اور اس قسم کے اسلامی الفاظ و اصطلاحات لکھ رہا ہے جو کہ امتناع قادیانی آرڈیننس کی خلاف ورزی ہے۔ اس پر الفضل کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔

اس کے علاوہ فروری 2012ء میں مقامی انتظامیہ کی طرف سے روزنامہ الفضل کے ڈیکلریشن کی منسوخی کے حوالے سے نوٹس دیا گیا جس پر اعلیٰ عدلیہ سے رجوع کر کے الفضل کو حکم امتناعی لینا پڑا۔

صرف مقدمات ہی نہیں بلکہ الفضل کو قارئین تک پہنچنے سے روکنے کے لئے مخالفین کی طرف سے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے رہے ہیں۔ الفضل اخبار چونکہ احمدی احباب کے لئے ہے جو کہ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان تک اخبار پہنچانے کا ایک سستا ذریعہ ڈاک کے ذریعے بھجوانے کا طریق تھا جو کہ مجبوراً الفضل کو ترک کرنا پڑا کیونکہ ڈاک کے ذریعے الفضل کے بنڈل کے بنڈل غائب کر دیئے جاتے۔ یا ان کی ترسیل میں غیر معمولی تاخیر کی جاتی۔

پھر بعض بڑے شہروں میں جہاں جماعت کے افراد کی تعداد زیادہ ہے وہاں ہاکروں کے ذریعے بھی الفضل پہنچایا جاتا تھا۔ لیکن گزشتہ کچھ عرصہ سے مخالفین احمدیت کی طرف سے ان ہاکروں کو دھمکیاں دی گئیں اگر انہوں نے الفضل کو گھروں تک پہنچایا تو بھیانک نتائج کی ذمہ داری ان کی اپنی ہی ہوگی جس کی وجہ سے وہ ڈر گئے اور الفضل کی ترسیل اس ذریعے بھی روکنا پڑی۔ فیصل آباد میں ایک ہاکر کو مارا پیٹا بھی گیا۔

صحافت کی آزادی کے لئے الفضل کی خدمات

آج جماعت احمدیہ کی صحافت کا گلا گھونٹنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا لیکن ان سب امور کے برعکس قیام پاکستان سے قبل مسلم صحافت کی آزادی پر جب بھی کوئی قدغن لگانے کی کوشش کی گئی، یہ کوشش خواہ حکومت کی طرف سے ہو یا مسلم لیگ مخالف جماعتوں کی طرف سے ہوئی ہو، الفضل نے کمال جرأت اور بہادری سے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ آزادی صحافت کی جدوجہد میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ کام کیا اور جب کانگرس کی طرف سے بعض مسلمان اخباروں مثلاً انقلاب اور سیاست کو بند کر دینے کا نوٹس ملا اور بصورت دیگر انھوں نے پکٹنگ لگانے کی دھمکی دی جس سے کانگرس کی غرض یہ تھی کہ مسلمان اخبارات جو کانگرسی شورش کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کر رہے تھے ان کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ اس طرح مسلمانوں کے سیاسی اور ملکی مفادات کو سخت نقصان پہنچایا جائے اس نازک موقع پر لاہور کے مسلمان اخبارات انقلاب و سیاست کو کانگرس کے تشدد سے بچانے کیلئے جماعت نے اپنی خدمات پیش کیں۔ چنانچہ ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے اخبار انقلاب و سیاست کو حسب ذیل تار دیا۔

''جماعت احمدیہ کو یہ سُن کر افسوس ہوا کہ کانگرس کے یہ رضا کار آپ کے دفتر میں پہرا بٹھانے کی دھمکی دے رہے ہیں اس لیے جماعت احمدیہ قادیان حسب ضرورت اپنے آدمیوں کو لاہور بھیجنے کیلئے بالکل تیار ہے تاکہ وہ کانگرس کے جارحانہ اقدام کے مقابلہ میں اخبارات کی حفاظت کریں۔''

ناظر صاحب امور عامہ کی طرف سے دی جانے والی اس ٹیلیگرام کو اخبار الفضل نے شائع بھی کیا۔

یہ تار اردو صحافت کے معروف اخبار ''انقلاب'' نے اپنے 19 مئی 1930ء کے پرچے میں ''احمدی بھی انقلاب کی حفاظت کے لیے تیار ہیں'' کے عنوان سے نمایاں طور پر شائع کی اور لکھا ہم جماعت احمدیہ کے تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی طرح ہر مسلمان اس خادم جریدے کی حفاظت کیلئے کمر بستہ ہے۔ جب تک ملت اسلامیہ انقلاب کی پشت پناہ ہے انقلاب کو کفر کی طاقتیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں''۔

(اخبار انقلاب مورخہ 29 مئی 1930 صفحہ نمبر 1 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 196 و 197)

اس تار کے جواب میں اخبار سیاست کے ایڈیٹر جناب سید حبیب صاحب کی طرف سے بھی شکریہ کا خط موصول ہوا۔

پھر 1932ء میں بھی جب مسلمان اخبار انقلاب سے صوبائی حکومت کی طرف سے اڑھائی اڑھائی ہزار روپے کی دو ضمانتیں طلب کی گئیں اس وقت امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کشمیر کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی میں مقیم تھے۔ آپ کی طرف سے فوری طور پر اس پر صدائے احتجاج بلند کی گئی اور گورنر پنجاب کے نام اپنے مکتوب میں امام جماعت احمدیہ نے لکھا کہ اس طرح عوام میں یہ خیال تقویت پائے گا کہ حکومت اسلامی پریس کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے۔ اور چونکہ ضمانت کے طور پر بھاری رقوم طلب کی گئی ہے اس لئے اس سے اخبار کے بند ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے حکومت اسلامی پریس کے خلاف اس طرح کے سخت اقدامات لینے سے گریز کرے۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 25)

32 دشمن دانتوں میں گھری ہوئی الفضل

آزادی صحافت کے بین الاقوامی قوانین کے برعکس روزنامہ الفضل پر آئے روز قدغنیں لگتی رہیں۔ دیگر مشکلات کے ساتھ ساتھ بہت سے مقدمات قائم کے گئے جو کہ کسی بھی اخبار پر قائم ہونے والے مقدمات کے لحاظ سے ریکارڈ ہے۔ ان میں سے صرف 3 مقدمات قیام پاکستان سے قبل قائم ہوئے جبکہ 42 مقدمات 1982ء کے بعد بنائے گئے۔ اگر ان کا جائزہ لیں تو 1989ء میں الفضل پر سب سے زیادہ مقدمات قائم کئے گئے جن کی تعداد 14 تھی۔ جب کہ 94-93-1992ء میں 15 مقدمات قائم کئے گئے۔ الفضل کے قیام سے لے کر اس وقت تک الفضل کو کل 45 مقدمات کا سامان کرنا پڑا۔ دو دفعہ الفضل کو جبری طور پر بند کر دیا گیا۔ یہانتک کہ الفضل کے پرنٹر مکرم قاضی منیر احمد صاحب پر 100 کے لگ بھگ مقدمات ہیں۔ میرے علم میں کسی پرنٹر پر ہونے والے یہ مقدمات عالمی ریکارڈ ہے۔ الفضل جن حالات میں شائع ہوتا ہے اس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1989ء میں الفضل کے ایڈیٹر جناب نسیم سیفی صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرمایا:

میں دعا میں اس نکتے کو یاد رکھتا ہوں کہ الفضل کی زبان محض 32 دانتوں میں نہیں بلکہ 32 دشمن دانتوں میں گھری ہوئی عمدگی سے مافی الضمیر ادا کرنیکی توفیق پا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی حفاظت فرمائے۔

(مکتوب 18 جنوری 1989)

10/اپریل 2013ء کو تھانہ اسلام پورہ لاہور میں الفضل کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا جس میں 6 احمدیوں کے نام شامل تھے۔ 4 کو گرفتار کر لیا گیا۔ 2 کی 4 ماہ بعد ضمانت ہوگئی اور 2 ابھی تک جیل میں ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مکرم محمد عاصم حلیم صاحب معلم سلسلہ

الفضل ہدایت کا ذریعہ بنا

1973ء کی کلاس برائے معلمین وقف جدید میں آئے ہوئے گلگت، سکردو کے ایک نو احمدی مولوی غلام محمد صاحب بلتستانی جو انصار اللہ کی عمر میں تھے۔ انہوں نے احمدی ہونے کا واقعہ بیان کیا کہ ایک دن میں اپنے گاؤں دُم سُم سکردو، بلتستان کی دکان پر سودا سلف لینے کے لئے گیا تو جس اخبار کے ٹکڑے میں مجھے سامان دیا گیا وہ روزنامہ الفضل کا پہلا صفحہ تھا جہاں حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت کے لئے اطلاع ہوتی ہے۔ میں نے اس کاغذ پر لکھی تحریر بڑے غور سے پڑھی اور اس خیال میں گم ہوگیا کہ واقعی یہ زمانہ تو امام مہدی اور اس کی خلافت کے نظام کا ہے مگر یہ خلافت کہاں قائم ہے جس کی مجھے بھی جستجو تھی۔ میں اسی جستجو میں لوگوں سے پوچھتا رہا اور اس خلافت کا پتہ لگاتا رہا۔ مقامی لوگوں میں سے کسی نے بتایا کہ اس فرقہ کے کچھ لوگ راولپنڈی میں رہتے ہیں ان سے رابطہ کریں۔ آخر اسی تلاش میں میں ایک دن احمدیہ بیت الذکر راولپنڈی پہنچا اور تلاش اور جستجو کے بارے میں بتایا۔ وہاں کے احباب نے میری رہنمائی کی اور مجھے ربوہ کا پتہ بتایا۔ خاکسار پہلے بھی پیشگوئیوں کے مطابق اسی جماعت جس کا کام نیکی کی ترویج اور برائیوں سے روکنا تھا کی تلاش میں تھا۔ اس سے مجھے حقیقی آگاہی ہوئی اور میں نے ربوہ مرکز میں جا کے بیعت کی اور احمدی ہو کر اپنی زندگی برائے خدمت دین بطور معلم وقف جدید پیش کر دی اور بعد ازاں میری اولاد بھی واقف زندگی بنی۔

خاکسار راقم الحروف نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے گھر اور ماحول میں جماعتی لٹریچر کے ساتھ ساتھ روزنامہ الفضل کا کردار شامل رہا میرا وقف میں آنا بھی روزنامہ الفضل میں شائع شدہ اعلان برائے داخلہ معلمین کلاس 1973ء وقف جدید ربوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گاؤں اور جماعت میں مرکز سے آئے ہوئے معلم صاحب (اصلاح و ارشاد) استاذی المکرّم عبدالمجیب منیب صاحب مجھے دفتر وقف جدید لائے اور اس وقت ناظم ارشاد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) سے تعارف کرایا اور درخواست لکھوائی۔ خاکسار اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے آج تک خدمات دینیہ سرانجام دے رہا ہے۔ روزنامہ الفضل نے خاکسار کی ہر لمحہ راہنمائی فرمائی ہے۔ درس ملفوظات میں اعلان نکاح کرنے میں خطبہ جمعہ سننے اور سنانے میں اور بھی مزید روحانی مائدہ سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق پائی ہے اور پا رہا ہے۔

مکرم میاں محمد شبیر ہرل صاحب ایڈووکیٹ۔سرگودھا

☆ الفضل کی متانت اور سنجیدگی ☆

میں 28۔اپریل 1978ء کو باقاعدہ بیعت فارم پر کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوا۔اس سے قبل الفضل کے مطالعہ کا موقع ملتا رہتا تھا کیونکہ جن دوستوں کے زیر دعوت تھا وہ الفضل اور دیگر جماعتی رسائل کے باقاعدہ خریدار تھے سو میں واثق طور پر کہہ سکتا ہوں کہ میں عرصہ 35 سال سے الفضل کا قاری ہوں الفضل کے متعلق جو سب سے پہلے عرض کروں گا وہ الفضل کی ''متانت اور سنجیدگی'' کی صفت ہے۔

اپنے ہم عصر جرائد کے بالمقابل اس کی یہ خوبی ہے کہ ''اپنا موقف پیش کرو'' نہ کہ محض دوسروں کو طعن و تشنیع یا طنز و تمسخر کا نشانہ بناؤ اور دوسرے کے موقف پر اگر تنقید ضروری ٹھہرے تو صرف مختلف فیہ بات کی حد تک ذکر کر کے اس کی اصلاح پیش کردو اور وما علینا الا البلاغ پر عمل پیرا ہو۔الفضل کے قاری میری اس بات کی یقیناً تائید کریں گے کہ اس میں کبھی کوئی ایسا مضمون شائع نہیں ہوا جس میں محض کسی دوسرے کو یا کسی مخالف کو تنقید محض کا نشانہ بنایا جائے اور دوسرے کی دل آزاری کو بڑی خوشی سمجھ کر اس پر اپنا زور قلم صرف کیا جائے۔الفضل اس عیب سے کلیۃً پاک ہے۔اس کا الفضل کے قارئین کی تربیت اور مزاج پر اچھا اور مثبت اثر پڑتا ہے۔قارئین کے اندر اپنے موقف کو مثبت اور پرزور انداز میں بیان کرنے کی خوبی اور ملکہ پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی دوسروں پر کیچڑ اچھالنے سے اپنا دامن پاک رکھتے ہوئے اپنی بات اور اپنا پیغام پہنچانے کی صفت ترقی کرتی ہے۔یہ ایک بڑا مشکل کام ہے جس کو کہہ لینا آسان ہے اور عمل پیرا ہونا اور پوری زندگی عمل پیرا رہنا خاصا مشکل ہے اور استقامت کی صفت کا متقاضی ہے۔کوئی مخالف سے مخالف بھی میری اس بات کی تردید نہیں کرسکتا۔

دوسری بات جس کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں وہ افراد جماعت میں اخوت و بھائی چارہ کے فروغ میں الفضل کا کردار ہے۔الفضل میں جو خبریں افراد کے متعلق شائع ہوتی ہیں وہ ہمارے برادرانہ جذبات کو بیدار کر کے ہمیں دعاؤں کی طرف مائل کرتی ہیں۔بعض اوقات تو ہم اس صفحے کو پڑھتے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے جاتے ہیں اور اکثر و بیشتر محض اس دعا پر ہی بات ختم نہیں ہوتی باقی اوقات بالخصوص نماز تہجد میں جو دعائیں کرنے کے خاص لمحات ہوتے ہیں، الفضل کا وہ صفحہ آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ ''درخواست دعا'' کرنے والوں کے لئے دل پگھل رہا ہوتا ہے ان جانے، ان دیکھے بھائیوں کے لئے دعاؤں کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔یہ اخوت و بھائی چارہ دنیا میں اور کہیں دیکھنے میں نہیں آتا۔

میں اپنی کم فہمی کی وجہ سے الفضل کے اس صفحہ کی اہمیت کا پورا عرفان نہیں رکھتا تھا۔لیکن جب میری اہلیہ صاحبہ کی صحت کے لئے درخواست دعا کا اعلان شائع ہوا تو بے شمار احمدی احباب کی طرف سے مجھے فون آئے ملاقات پر پہلا سوال میری اہلیہ صاحبہ کی صحت کے متعلق ہوتا۔ان احباب میں بیمار پرسی کرنے والے سیرالیون (افریقہ) سے بھی تھے اور سوئٹزرلینڈ (یورپ) سے بھی تھے اور امریکہ سے بھی تھے۔اگلے روز صبح ہی صبح سیرالیون سے میرے عزیز مربی سلسلہ محمد قاسم طاہر صاحب کا فون آگیا۔میں نے ان سے اطلاع کا ذریعہ پوچھا تو کہنے لگے الفضل سے اعلان پڑھا ہے۔شکر اور حمد کے جذبات سے میرا دل لبریز ہوگیا اور آنکھیں بھر آئیں۔الحمدللہ کہ میں ایسی برادری کا فرد ہوں جس کے افراد ہزاروں میل دور بیٹھے بھی میرے دکھ درد میں شریک ہیں اور میرے لئے دعا گو ہیں۔ہر ایک عیادت کرنے والے نے بتایا کہ الفضل میں پڑھا ہے۔

بفضل اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ جسد واحد ہے۔ایک امام کی مطیع و فرمانبردار ہے اور اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے امام سے نواز رکھا ہے جس کی اطاعت و رہنمائی میں ساری جماعت جسد واحد کی طرح آگے سے آگے بڑھ رہی ہے اور الفضل اس میں ایک نہایت اہم ذریعے کا کام کر رہا ہے۔

روزنامہ الفضل کا کراچی ایڈیشن یعنی المصلح کراچی کا اجراء اور خدمات

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی کہ اس نے کراچی سے 15 جولائی 1950ء کو اپنا پہلا پندرہ روزہ اخبار ''المصلح'' جاری کیا۔ اخبار کا مقصد نوجوان طبقہ میں دینی روح پیدا کرنا اور انہیں (دین حق) کی تعلیم کے محاسن اور فضائل سے آگاہ کرنا تھا۔ نیز یہ بھی کہ بہتر سے بہتر طریق سے اپنی آواز اپنوں تک اور دوسروں تک بآسانی پہنچائی جاسکے۔

اخبار کے پہلے مدیر اعزازی جناب تاثیر احمدی صاحب مقرر کئے گئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اخبار المصلح کے لئے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا۔ 'Live in God, Trust in God Shut your eyes from every thing and clinch your teeth and advance through every valley to every clift and strive the Banner of ......on every height"

(Khalifatul Masih)

ترجمہ:

''تمہارا جینا اور مرنا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو۔ خدا پر تمہیں کامل توکل ہو اور ماسوا اللہ کے سب تمہاری نظروں میں ہیچ ہو تم عزم صمیم کے ساتھ مشکلات کی پرخار وادیوں میں سے گزرتے ہوئے کامیابی کی چوٹی پر پہنچ جاؤ اور ہر بلندی پر............ کا جھنڈا گاڑ دو۔''

(خلیفۃ المسیح)

اس شمارے کے لئے مندرجہ ذیل احباب کرام کے پیغامات موصول ہوئے۔

1۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب۔ وزیر خارجہ پاکستان

2۔ محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری

3۔ محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ کراچی

15 جولائی 1950ء سے جولائی 1951ء تک ''المصلح'' پندرہ روزہ شائع ہوتا رہا۔ یکم اگست 1951ء کو ہفتہ وار شائع ہونے لگا۔

1953ء کا سال جماعت احمدیہ کے لئے قیامت خیز سال تھا۔ جماعت احمدیہ کراچی کے جلسہ منعقدہ جہانگیر پارک صدر کراچی کے بعد پورے ملک میں فسادات پھوٹ پڑے۔ صوبہ پنجاب کی مسلم لیگی حکومت نے 27 فروری 1953ء کو جماعت احمدیہ پاکستان کے واحد روزنامہ الفضل ربوہ کی اشاعت ایک سال کے لئے جبراً بند کردی۔ اس ظالمانہ اقدام کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا کہ بیرونی احمدی جماعتوں کا رابطہ اپنے مرکز سے معطل بلکہ مفلوج کر کے رکھ دیا جائے۔ ان حالات میں اخبار المصلح کراچی نے الفضل ربوہ کی جگہ لے لی۔

المصلح کراچی کو روزنامہ کی شکل دینے کی کوشش شروع ہوئی جو 29 مارچ 1953ء کو کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور 30 مارچ 1953ء کو اس خبار کی روزانہ اشاعت کا آغاز ہوگیا۔ اب المصلح کراچی عملاً الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا۔ اس کی اشاعت اور ادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔ اس کا دفتر احمدیہ ہال میگزین لین کراچی میں تھا۔ ابتداء میں یہ کلیم پریس لارنس روڈ، بعد ازاں علی پرنٹنگ پریس اور پھر آرمی پریس میں چھپتا رہا اور 31 مارچ 1954ء تک یعنی الفضل کے دوبارہ اجراء تک نہایت باقاعدگی سے روزنامہ کی شکل میں شائع ہوتا رہا۔

مکرم منصور محمد شرما صاحب اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جماعت احمدیہ کراچی نے 1953ء سے قبل ایک پندرہ روزہ رسالہ المصلح کے نام سے جاری کیا تھا۔ جس وقت مجلس احرار کے فسادات میں کراچی کا اثر پنجاب تک پہنچا تو حکومت پنجاب نے اخبار الفضل ربوہ کو بند کردیا۔ جماعت کراچی نے المصلح کو حکومت سے اجازت کے بعد روزنامہ کر دیا اور اس کو جناب مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کی ایڈیٹرشپ میں جاری کردیا جس سے جماعت کو ہر روز تازہ خبروں سے آگاہی ملتی رہی اور دشمن پھر ایک بار اپنی شرارت میں ناکام رہا۔ شام کے وقت ہم چند لڑکے شفیع صاحب کے ساتھ بطور معاون شامل ہو جاتے تھے۔ ہم اے پی پی سے خبریں لا کر شفیع صاحب کو دیا کرتے تھے۔

جبری تعطل کا عرصہ ختم ہونے کے بعد 15 مارچ 1954ء کو لاہور سے الفضل کا دوبارہ اجراء عمل میں آ گیا۔ حضرت مصلح موعود نے مولوی محمد شفیع صاحب اشرف سابق مدیر فاروق لاہور کو اس نئے دور کا قائم مقام ایڈیٹر نامزد فرمایا جس کے چند روز بعد کراچی سے الفضل کا پورا عملہ اور کاتب حضرات لاہور پہنچ گئے۔ اور 26 مارچ 1954ء سے جماعت کا یہ ترجمان دوبارہ جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا۔

محترم مولوی محمد شفیع صاحب اشرف تحریر فرماتے ہیں:

جس وقت فاروق کا پہلا پرچہ شائع ہوا روزنامہ الفضل کا سارا سٹاف اس وقت لاہور ہی میں تھا عین انہی دنوں کراچی کی جماعت اس کوشش میں تھی کہ ان کا اخبار المصلح جو پندرہ روزہ تھا اور جسے وہاں کے خدام بہت اخلاص کے ساتھ چلایا کرتے تھے اسے روزنامہ کر دیا جائے۔ 12 مارچ کو جب کہ لاہور میں مارشل لاء لگا ہوا تھا بذریعہ فون ہم سب کو فوری طور پر ربوہ پہنچنے کی ہدایت ہوئی۔ الفضل کا سارا (سٹاف) جس میں ادارتی عملہ اور انتظامی کارکنان سب شامل تھے معہ ضروری ریکارڈ کے ربوہ پہنچے۔ ربوہ پہنچ کر یہ ہدایت ملی کہ الفضل کا عملہ فوراً کراچی کے لئے روانہ ہو جائے اور خاکسار حسب سابق لاہور جا کر فاروق جاری رکھے۔ نیز یہ کہ اخویم مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی جو اس وقت لاہور ہی میں تھے اور ادارہ الفضل کے رکن تھے میرے ساتھ کام کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

فاروق کے دو پرچے شائع ہو چکے تھے۔ دوسرے پرچہ کی اشاعت کے وقت مارشل لاء لگ چکا ہوا تھا۔ تیسرے پرچہ کی نوبت آئی تو سنسر شپ کی پابندی بھی لگ چکی تھی۔ کاپیاں لے کر خاکسار تعلقات عامہ کے دفتر میں گیا جس کے ناظم اس وقت جناب یوسف العزیز صاحب تھے۔ انہوں نے کاپیاں رکھ لیں اور کہا کہ کل آ کر لے جائیں۔ دوسرے روز گیا تو انہوں نے پھر ٹال مٹول سے کام لیا اور فرمانے لگے کہ کچھ دیر اور انتظار کریں۔ مجھے صورت حال کا اندازہ ہو چکا تھا چنانچہ اس وقت لاہور میں محترم حضرت مرزا عزیز احمد صاحب قیام فرما تھے۔ رتن باغ جا کر میں نے ان کی خدمت میں ساری تفصیل بتائی وہ فوراً تیار ہوئے اور اس وقت کے صوبائی وزیر اطلاعات جناب عبدالحمید دستی صاحب کے ہاں گئے اور فاروق کے سلسلہ میں گفتگو کی۔ دستی صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ اصل حالات معلوم کر کے آپ کو اطلاع دیں گے۔ ان کی طرف سے اطلاع کیا آنی تھی شام کے پانچ بجے کی خبروں میں ریڈیو سے یہ اعلان ہوگیا کہ فاروق بند کر دیا گیا ہے۔

ان سب امور کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور محترم ناظر صاحب دعوت الی اللہ کی خدمت میں بھجوائی گئی اور آئندہ کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا طلبگار رہا جس پر خاکسار کو واپس ربوہ آنے کا ارشاد ہوا۔ ربوہ پہنچ کر محترم ناظر دعوت الی اللہ کی ہدایت پر خاکسار نے پھر اپنے اصل دفتر یعنی وکالت تبشیر تحریک جدید میں رپورٹ کی۔ وکالت نے جب پھر میرے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ہدایت طلب کی تو حضور نے فرمایا اس وقت سلسلہ کو جرنلسٹوں کی ضرورت ہے۔ اسے کراچی بھجوا دیا جائے۔ وہاں المصلح میں کام کا تجربہ حاصل کرے اور مجھے رپورٹ دیا کرے۔ چنانچہ اس کے چند روز بعد ہی حضور سے مل کر خاکسار کراچی چلا گیا۔ جہاں اس وقت اخبار کے انچارج محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب تھے۔ اسی دوران الفضل کی بندش کا عرصہ ختم ہوگیا۔

بندش کے بعد الفضل کا دوبارہ اجراء

10 مارچ 1954ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر حملہ ہوا۔ اگلے ہی روز 11 مارچ کو مجھے بذریعہ تار ربوہ بلوایا گیا۔ چنانچہ 13 مارچ کی شام کو خاکسار کراچی سے بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ پہنچا۔ حضور پُرنور کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ زخم کی وجہ سے حضور لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا ابھی جا کر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ملو اور ان سے ہدایات لے کر لاہور جا کر فوراً الفضل جاری کر دو۔ اس کی پابندی کا عرصہ ختم ہوگیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت خاکسار میاں صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوا اور حضور کے ارشاد سے اطلاع دی۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا تم کل صبح ہی لاہور چلے جاؤ اور اللہ کا نام لے کر جیسے بھی ہو الفضل جاری کردو خواہ دوصفحہ کا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت صاحب کی صحت کی خبریں جماعت کو جلد جلد پہنچتی رہنی چاہئیں۔ وہاں الفضل کے خریداروں کے پتہ جات بھی ہوں گے۔ انہیں اور ایجنسیوں کو اخبار بھجوانا شروع کردیں۔ فرمایا آپ جا کر کام شروع کردیں پھر کراچی سے دوسرا عملہ بھی جلد آ جائے گا۔ اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ حضور کی صحت کے پیش نظر اب حضور سے تو عرض نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آپ ہی ایک مختصر سا پیغام مجھے لکھ دیں تو میں الفضل کے نئے دور کے پہلے پرچہ میں اسے شائع کردوں۔ فرمانے لگے بہت اچھا۔ کل لاہور جاتے وقت صبح صبح مجھ سے لیتے جائیں۔ چنانچہ 14 مارچ کی صبح کو حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے دعا سے رخصت فرمایا اور اپنا تحریری پیغام بھی عطا فرمایا۔ جو الفضل کے نئے دور کے پہلے پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ یہ پرچہ بھی 14 مارچ کو شائع ہوا تاریخ اس پر 15 مارچ کی تھی اور دوشنبہ کا مبارک دن۔ صرف دوصفحہ کا پرچہ تھا وہ بھی نہایت جلدی اور افراتفری میں مرتب کیا گیا نہ کوئی کاتب تھا اور نہ کوئی دوسرا معاون بڑی مشکل سے اخویم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی کے ذریعہ ایک بزرگ اور معمر کاتب مکرم سلطان احمد صاحب

کو تلاش کیا گیا۔ وہ بہت کمزور اور ضعیف ہو چکے تھے۔ لیکن بہر حال ہنگامی ضرورت تھی جیسے بھی ہوا انہوں نے دو صفحے لکھ دیئے۔ اگلے روز ذرا سکون ہوا تو ہفت روزہ لاہور کے دفتر میں گیا جہاں لاہور کے کاتب مکرم منشی لعل دین صاحب سے استعانت کی۔ انہوں نے دو صفحات لکھ کر دیئے اور یوں دوسرا شمارہ نکلا۔

کتابت کا مسئلہ تو کسی نہ کسی طرح حل کر لیا گیا مگر جلد ہی اخبار کو طباعت کی شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ بوجہ مخالفت کوئی پریس الفضل چھاپنے کو تیار نہ تھا۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو اس وقت ناظر دعوت الی اللہ تھے۔ محترمہ بیگم شفیع ایڈیٹر دستکاری کے پاس ان کے فلیٹ نمبر 8 میکلیگن روڈ لاہور تشریف لائے۔ اسی فلیٹ کے نیچے محترمہ بیگم شفیع کا دستکاری پریس تھا جس میں انگریزی اور اردو چھپائی کا انتظام تھا۔ الفضل کا دفتر بھی اسی بلڈنگ کے نمبر 3 فلیٹ میں تھا۔

حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے محترمہ بیگم شفیع کو تمام حالات سے آگاہ کیا کہ کوئی پریس اخبار الفضل کو چھاپنے کو تیار نہیں ہے۔ آپ کے پریس کے علاوہ ہماری نظر میں کوئی پریس نہیں ہے جو الفضل کو چھاپ سکے۔ بیگم شفیع نے بلا توقف ایمانی جرأت سے جواب دیا کہ ’’احمدیت کے لئے میرا پریس کیا میری جان بھی حاضر ہے۔ میں ضرور ہر قیمت پر الفضل کو چھاپوں گی۔ اور اس خدمت کو عین سعادت سمجھوں گی۔‘‘

چنانچہ الفضل 30۔ مارچ 1954ء سے 15۔ اپریل 1954ء تک دستکاری پریس میں چھپتا رہا اور ہوتا یہ کہ بیگم شفیع کے صاحبزادے مبشرات احمد صاحب جو پریس کے مینیجر تھے اپنی نگرانی میں رات بھر اخبار چھپواتے اور بیگم شفیع اس عرصہ میں الفضل کے خیریت سے چھپنے کے لئے نوافل پڑھتیں اور دعائیں کرتیں۔

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے محض احمدیت کی برکت سے بیگم شفیع کے پریس اور ان کے بچوں کی حفاظت فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد محترمہ بیگم شفیع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئیں تو حضور نے بڑے اچھے الفاظ کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اخبار الفضل دستکاری پریس کے بعد پہلے انصاف پریس میں پھر پاکستان ٹائمز پریس میں طبع ہوتا رہا۔ بعد ازاں جلسہ سالانہ 1954ء کے ایام میں لاہور سے ربوہ منتقل کر دیا گیا۔ اور 31 دسمبر 1954ء۔ 31 فتح 1333ہش سے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپنے لگا۔ اس طرح سلسلہ احمدیہ کا یہ قومی ترجمان قریباً سات برس کے بعد دوبارہ مرکز احمدیت سے نکلنا شروع ہوا۔ جس پر احباب جماعت نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے تو اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے نام خصوصی پیغامات دیئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 275)

صدیق بانی صاحب کے خاندان کا قبول احمدیت

5 سال کا بچہ الفضل پڑھ کر مصلح موعود کا عاشق ہو گیا

مکرم شریف احمد بانی صاحب۔ کراچی

میرے والد میاں محمد صدیق بانی صاحب نے 1918ء میں بیعت کی۔ آپ اپنے گھر میں پہلے احمدی تھے۔ آپ کی والدہ نے چنیوٹ کے ماحول کے مطابق شدید مخالفت کی۔ وہ بڑی نیک اور دیندار خاتون تھیں۔ ہماری چنیوٹ برادری کی بیشمار لڑکیوں کو انہوں نے قرآن پاک پڑھایا۔ لیکن وہ دیانتداری سے یہ سمجھتی تھیں کہ احمدیت قبول کر کے ان کا بیٹا گمراہ ہو گیا ہے۔ جناب والد صاحب کے لئے ان کو قائل کرنا انتہائی مشکل تھا کیونکہ وہ کوئی بات سننے کے لئے تیار ہی نہ تھیں اور بیٹے سے بات چیت بھی انہوں نے بند کر رکھی تھی۔

1918ء میں پنجاب میں انفلوئنزا کی وبا کی وجہ سے جلسہ سالانہ دسمبر میں نہیں ہوا اور حضرت صاحب کے ارشاد پر یہ جلسہ مارچ 1919ء میں منعقد ہوا۔ والد صاحب اس جلسہ میں قادیان جا کر شامل ہوئے۔

آپ نے اپنی ڈائری میں لکھا:

’’قادیان میں میں نے بہت سی کتب خریدیں اور کیلنڈر کی طرح موٹے الفاظ میں دیدہ زیب دس شرائط بیعت پر مشتمل چارٹ، درثمین اردو اور فارسی اور اخبار الفضل وغیرہ بھی اور جلسہ کے بعد واپس چنیوٹ آ گیا۔ گھر کی فضا اس دفعہ بھی مخالفانہ رہی اور میں ایسا مہمان تھا جو خواہ مخواہ مقیم تھا۔ رشتہ دار مستورات اور دیگر ملاقاتی عورتیں میری والدہ صاحبہ کے پاس آ کر میرے احمدی ہو جانے کی وجہ سے اکثر اس طرح اظہار افسوس کرتیں جس طرح کسی عزیز کی وفات پر سیاپا ڈالا جاتا ہے۔

گھر کے ایسے ماحول کو بدلنے کے لئے میں نے یہ تدبیر کی کہ دس شرائط بیعت والے کیلنڈر گھر کے تمام کمروں میں دیواروں کے ساتھ مضبوطی سے چسپاں کر دیئے۔ گھر میں آنے والی ہر پڑھی لکھی عورت اور لڑکی اسے پڑھتی۔ میں اکیلا بیٹھا بلند آواز سے درثمین کی نظمیں، خاص طور پر اولاد کے حق میں حضرت مسیح موعود کی دعائیں ترنم سے پڑھتا رہتا۔ قرآن مجید پڑھنے کے لئے آنے والی لڑکیوں میں سے کسی کو اخبار الفضل دے کر اسے اونچی آواز میں سنانے کے لئے کہتا تاکہ والدہ صاحبہ تک یہ آواز پہنچے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عملی حالت کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نماز بروقت اور باقاعدگی سے پڑھنے لگا اور تلاوت قرآن مجید روزانہ بالالتزام کرنے لگا۔

حضرت مسیح موعود کے شیریں کلام الفضل کی تاثیرات اور میرے عملی نمونہ نے اثر دکھانا شروع کر دیا۔ اب جو عورتیں حسب سابق افسوس کے لئے آتیں اور حضرت مسیح موعود کی شان میں کوئی نامناسب الفاظ استعمال کرتیں تو والدہ صاحبہ ناراض ہوتیں اور انہیں منع کرتیں اور کہ اپنی زبان گندی نہ کرو۔ احمدیت ضرور کوئی نیک تحریک ہے۔ جس نے میرے بیٹے کو فرشتہ بنا دیا ہے چنانچہ کچھ عرصہ بعد والدہ صاحبہ میرے چھوٹے بھائی میاں محمد یوسف بانی کو ساتھ لے کر خود قادیان گئیں اور ایک ماہ تک حضرت اماں جان کی مہمان رہیں اور بیعت کر کے احمدیت کی فدائی ہو کر چنیوٹ لوٹیں۔ حضرت مسیح موعود کے بابرکت کلام کی یہ پہلی برکت تھی جو الفضل کے ذریعہ ہمارے گھر پر نازل ہوئی اور اس کی برکت سے سارا خاندان احمدیت میں شامل ہو گیا۔‘‘

جب ہم بہن بھائی سکول جانے کی عمر کو پہنچے تو ہمارے والدین نے چنیوٹ سے ہجرت کر کے مستقل رہائش کے لئے قادیان میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ہم تینوں بھائیوں کو داخل کیا۔ جہاں ہمارے تمام اساتذہ فرشتہ سیرت اور نیک انسان تھے۔ سکول کے سب بچوں کو دلی لگن سے پڑھاتے تھے اور سب بچوں سے بے لوث محبت کرتے تھے۔ ہمارے ایک استاد میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی تھے۔ جو بعد میں ربوہ میں ٹی آئی ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے اور امریکہ میں جماعت کے مشنری بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بہت ہی رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ بچوں کو نہایت محبت اور شفقت سے پڑھاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ درسی کتابوں کے علاوہ بچوں کو ایک اردو اور ایک انگریزی اخبار کا مطالعہ باقاعدگی سے کرنا چاہئے اس سے بچوں کا جنرل نالج بڑھتا ہے۔ مجھے یاد ہے قادیان ہمارے گھر انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ (Civil and Military Gazette) آتا تھا اور اردو اخبار الفضل ہم پڑھتے تھے۔ اس طرح سکول کے زمانہ یعنی بچپن سے ہی ہمارا تعلق الفضل سے قائم ہو گیا۔

اخبار الفضل نے ہم بچوں پر کیا اثر کیا اس کی جھلک میرے بڑے بھائی میاں منیر احمد صاحب بانی مرحوم کی اس تحریر میں نظر آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل اور دوسرے دینی رسائل ہماری دکان پر آتے تھے۔ والد صاحب مرحوم میاں صدیق صاحب بانی شام کو گھر آتے تو ان اخبارات سے حضور کا کلام معرفت اور احباب جماعت کو نصائح آسان زبان میں بچوں کے ذہن نشین کراتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مصلح موعود کو لاکھوں عشاق عطا فرمائے لیکن یہ خاکسار جب حضور پر عاشق ہوا تو میری عمر صرف پانچ سال تھی۔ تو یہ وہ تاثیر تھی کہ الفضل کے مضامین سن کر ایک پانچ سال کا بچہ بھی حضرت مصلح موعود پر عاشق ہو گیا۔

ملکی تقسیم کے بعد ہم لوگ کلکتہ چلے گئے والد صاحب کا کاروبار وہیں تھا۔ وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ اگرچہ الفضل ہماری دکان پر باقاعدگی سے آتا تھا لیکن الفضل کے پرانے شمارے بنڈلوں کی صورت میں رکھے تھے۔ مجھے الفضل سے ایک لگاؤ اور محبت تھی۔ میں نے وہ تمام بنڈل اکٹھے کئے۔ سارے پرچوں کو تاریخ وار ترتیب دی اور چھ چھ ماہ کے اخبارات کی جلدیں بنوائیں۔ 1965ء تک الفضل کلکتہ جاتا رہا۔ اس کے بعد بند ہو گیا۔ میں بھی تقریباً چالیس سال سے کراچی میں مقیم ہوں۔ ابھی جب کبھی بھائی سے ملنے کلکتہ جاتا ہوں تو الفضل کے پرانے پرچے پڑھنے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے قیمتی اور نادر تربیتی مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔

آخر میں ایک بات ضرور لکھوں گا ہمارے بچپن میں اردو کا ایک اخبار زمیندار ہوتا تھا جس طرح آج کل کے اردو اخباروں میں اخبار جنگ ہے۔ اس زمانہ میں زمیندار کی حیثیت اور اثر و نفوذ اس سے بھی زیادہ تھا۔ اس کی پیشانی پر یہ شعر لکھا ہوتا تھا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

آج کی نسل شاید اخبار زمیندار کے نام سے بھی واقف نہ ہو گی اس اخبار نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احمدیت کی مخالفت کی تھی لیکن کسی پھونک کے بغیر ہی قدرت نے یہ چراغ گل کر دیا۔ الفضل جو حضرت مصلح موعود کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جس کے ساتھ خدا کا نور ہے پوری آب و تاب کے ساتھ گزشتہ سو سال سے شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک قائم و دائم رکھے۔ آمین

لاہور میں الفضل کے سات سال کا جائزہ

(15 ستمبر 1947ء تا 30 دسمبر 1954ء)

مکرم منور علی شاہد صاحب۔ لاہور

لاہور اور اہل لاہور کی یہ خوش بختی رہی ہے اس سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی ماموریت سے قبل ہی اعزازات سے نوازنا شروع کر دیا تھا۔ ماموریت کے بعد ظاہر ہونے والے آسمانی نشانوں، اعجازوں، بشارتوں اور مخالفین کے عبرت ناک انجام کے واقعات نے لاہور کو ہمیشہ کے لئے تاریخ احمدیت کا زندہ و جاوید باب بنادیا۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ لاہور کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ ماموریت سے قبل اور بعد، امام الزماں حضرت مسیح موعود کئی مرتبہ لاہور تشریف لائے۔ آپ کے بعد آپ کے چاروں خلفاء خلافت سے پہلے اور بعد صدہا مرتبہ لاہور رونق افروز ہوئے۔ اسی طرح ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی قبل از خلافت متعدد بار قدم بوسی کا شرف بھی خاک لاہور کے حصہ میں آیا۔

متعدد عظیم الشان جمالی اور جلالی پیشگوئیاں بھی اسی شہر لاہور میں پوری ہوئیں۔ 28 مئی 2010ء کو عاشقان مسیح موعود نے جانوں کے نذرانے دے کر لاہور کے نام کو جانی قربانیوں میں سرفہرست کر دیا۔ محض اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحم کے ساتھ لاہور کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ آزادی کے بعد روزنامہ الفضل لاہور سے جاری ہو۔ 1947ء کے ہنگامہ خیز ایام کے دوران بانی الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو 'الفضل' کے از سرنو اجراء کے لئے شب و روز انتھک ذہنی و جسمانی تگ و دو کرنا پڑی تھی۔ الفضل کی اہمیت کا اندازہ خلیفہ وقت سے زیادہ کسی کو بھی نہیں تھا۔ کیونکہ پاکستان بھر میں پھیلی جماعت سے خلافت سے رابطے اور تعلق کو برقرار رکھنا وقت کی اولین ضرورت تھی۔

جون 1913ء سے لے کر اگست 1947ء تک روزنامہ الفضل متحدہ ہندوستان سے شائع ہوتا رہا۔ آزادی کے بعد 15 ستمبر 1947ء سے روزنامہ الفضل لاہور پاکستان کے نام سے شائع ہونا شروع ہوا۔ اور 26 فروری 1953ء تک باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔ 1953ء میں جماعت احمدیہ کے خلاف فسادات کے باعث 27 فروری 1953ء سے الفضل ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا۔ 15 مارچ 1954ء سے دوبارہ الفضل لاہور شائع ہونا شروع ہوا اور یہ دوسرا دور دسمبر 1954ء تک جاری رہا۔ جب الفضل ربوہ منتقل ہو گیا، دونوں ادوار کے حالات و واقعات اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں جو تاریخ احمدیت کا درخشندہ باب ہے۔ اور ہر دور میں ہر پڑھنے والے احمدی کے ایمان کو مزید مضبوط کرتے رہیں گے۔

مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل اپنی خود نوشت ''سفر حیات'' صفحہ نمبر 343 پر بیان کرتے ہیں:

''روزنامہ الفضل کے لاہور سے نکلنے کا آٹھ سالہ دور اس لحاظ سے بے سروسامانی کا دور تھا کہ مرکز سے دوری، مہجوری، مجبوری و محرومی اس کے شامل حال رہی۔ یہ پرانی انارکلی سے ملحق 3 میکلیگن روڈ کے نام سے موسوم تھا نکلتا رہا۔

پاکستان بننے کے بعد جماعت کے اس آرگن کی اشاعت کا کام لاہور میں شروع ہوا۔ بینک سکوئر مال روڈ کے پاس 3۔ میکلیگن روڈ پر (جو کہ نیشنل بینک آف پاکستان کے ساتھ منسلک تھیں) الفضل کے دفتر کے لئے ایک عمارت لی گئی۔ یہ بڑی سنٹرل جگہ تھی۔ اس کے سامنے پرانی انارکلی تھی۔ دائیں ہاتھ نیلا گنبد کی طرف سڑک چلی جاتی تھی اور بائیں ہاتھ اے جی آفس سٹیٹ بنک۔ جی پی او وغیرہ کی طرف راستے نکل جاتے تھے''

اخبار کا ابتدائی کام مسجد لاڈو کے سامنے ایک کوٹھی میں نہایت بے سروسامانی میں شروع کیا گیا۔ بعد ازاں دفتر پہلے رتن باغ میں پھر پنجاب نیشنل بنک فلیٹ نمبر تین میں منتقل ہو گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد یازدہم فصل دوم صفحہ 55)

اس حوالے سے ملک محمد عبداللہ صاحب سابق مینیجر الفضل تحریر کرتے ہیں:

1954ء میں خاکسار روزنامہ الفضل لاہور کا مینیجر تھا۔ ان دنوں الفضل کا دفتر شاہراہ قائداعظم سے متصل میکلیگن روڈ پر تھا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب گاہے بگاہے یہاں تشریف لاتے اور خاکسار کو ساتھ لے کر انارکلی میں شاپنگ کے لئے جاتے۔

(بحوالہ کتاب میری یادیں از ملک محمد عبداللہ سابق مینیجر الفضل لاہور صفحہ نمبر 34)

تاریخ احمدیت میں یہ حالات اس طرح محفوظ ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر مولانا تنویر صاحب، جناب شیخ خورشید صاحب اور مکرم احمد حسین صاحب کاتب 9 ستمبر 1947ء کو قادیان سے لاہور پہنچے۔ ان دنوں الفضل کے مینیجر جناب چوہدری عبدالواحد صاحب (سابق مدیر ''اصلاح'' سرینگر) تھے اور طابع و ناشر قاضی عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی مقرر ہوئے۔ طباعت گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ میں ہوتی تھی۔ اخبار کا ابتدائی کام مسجد لال روڈ کے سامنے ایک کوٹھی میں نہایت بے سروسامانی میں شروع کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد یازدہم فصل دوم صفحہ 55)

الفضل لاہور کا پہلا تاریخی اور یادگار پرچہ

الفضل لاہور کے کارکنان نے دن رات کی بھاگ دوڑ کے بعد اور حضرت خلیفۃ المسیح کی براہ راست نگرانی اور ہدایات کی روشنی میں بالآخر الفضل لاہور کا پہلا شمارہ نکالنے میں کامیابی حاصل کی اور 14 ستمبر کی شام کو الفضل لاہور کا پہلا شمارہ شائع ہونے کے لئے پریس میں بھجوایا گیا تو اس پر 15 ستمبر 1947ء کی انگریزی ماہ کی تاریخ جب کہ اسلامی تاریخ 15 ماہ تبوک 1326 ھش 30 شوال 1366ھ جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 1 درج تھا۔ یاد رہے کہ صحافت میں جلد سے مراد سال لیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے لاہور، پاکستان سے اشاعت کا پہلا سال اور پہلا شمارہ تھا۔ رجسٹرڈ 5254 ہے۔

آزادی کے بعد لاہور پاکستان سے الفضل کے پہلے ایڈیٹر ہونے کا اعزاز مکرم روشن دین تنویر صاحب بی اے ایل ایل بی کو نصیب ہوا۔ اس کے پرنٹر و پبلشر عبدالحمید بی اے ایل ایل بی تھے جبکہ گیلانی الیکٹرک پریس ہاسپٹل روڈ لاہور میں طبع ہو کر جودھامل بلڈنگ، جودھامل روڈ لاہور سے شائع کیا گیا۔

صفحہ اول پر حضرت بانی روزنامہ الفضل کا ارشاد بعنوان ''کیا آپ سچے احمدی ہیں؟'' شائع ہوا۔ اس پُر آشوب دور میں یہ مضمون ایک روحانی اکسیر کی حیثیت کا حامل تھا۔

پاکستان کے پہلے شمارہ کے صفحہ دوم پر مینیجر الفضل کی طرف سے اعلان بھی شائع کرایا گیا تھا جس میں احمدی احباب کو مطلع کیا تھا کہ قادیان سے ڈاک کی آمد و رفت بند ہے اس لئے فی الحال الفضل لاہور سے شائع ہوا کرے گا۔ جہاں جہاں ڈاک جا سکتی ہے وہاں پرچہ بذریعہ ڈاک بھجوایا جائے گا۔

ایک مکمل مضمون **بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا** کے عنوان سے شائع ہوا جو پڑھنے کے لائق ہے۔ جس میں الفضل کے ساتھ بار بار لاہور کا نام پڑھا گیا۔ اس مضمون کے چند اقتباس اختصار کے ساتھ شامل کئے جاتے ہیں جو الفضل کے مکمل اغراض و مقاصد کو بیان کرتے ہیں:

''آج سے تقریباً پینتیس سال قبل قادیان سے ہفتہ وار ''الفضل'' جاری کیا گیا تھا جو بعد میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر سہ روزہ اور پھر روزنامہ میں تبدیل کر دیا گیا۔

آج محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم پر بھروسہ کرتے ہوئے ''الفضل'' ترقی کی طرف اور قدم آگے بڑھا رہا ہے۔ یعنی جماعتی ضروریات اور اہم سیاسی تغیرات کی بنا پر قادیان کے علاوہ اب الفضل لاہور سے بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ ہم اپنے زندہ اور قادر و توانا رب سے نہایت عاجزی اور تضرع کے ساتھ دست بدعا ہیں کہ وہ اس نئے اقدام کو ہر لحاظ سے مفید اور مبارک کرے۔ اور الفضل کو (دین) اور ملک و ملت کی بیش از بیش خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

روزنامہ ''الفضل'' کا مقصد کیا ہے اور وہ کن عزائم کا علمبردار ہے؟ اس کا جواب الفضل کی پینتیس سالہ تاریخ کا ایک ایک ورق دے رہا ہے.......مضمون کے آخری پیرا میں تحریر ہے:

.......جماعت احمدیہ کے مسلمہ اصول کے مطابق الفضل، قیام امن کے لئے دیگر اہم امور کے سلسلے میں حکومت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے گا اور اس سلسلے میں حکومت کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش کرے گا۔ احباب سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ الفضل ملک و قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکے اور اپنے اغراض و مقاصد میں کامیاب کرے۔''

(روزنامہ الفضل لاہور 15 ستمبر 1947ء)

فیض احمد فیض کی الفضل دفتر آمد

ڈاکٹر مقبول احمد صاحب بیان کرتے ہیں ان دنوں پاکستان ٹائمز کا دفتر رتن باغ کے بالمقابل ہوا کرتا تھا۔ ایک روز ابا جان وہاں کسی کام سے گئے مطلوبہ دوست نہ ملنے پر ان کا انتظار کرنے لگے۔ فیض احمد فیض صاحب نے ان کو دیکھا اور استفسار کیا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ والد صاحب نے کہا کہ فلاں صاحب سے ملنے آیا تھا۔ جس پر فیض صاحب نے کہا کہ وہ تو یہاں نہیں، آپ میرے ساتھ آجائیں۔ چنانچہ فیض صاحب میرے والد کو اپنے ساتھ لے گئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اسی دوران وہ دوست آگئے۔ چنانچہ ان سے ملاقات کے بعد میں واپس آگیا۔ چند روز بعد میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ گھنٹی بجی۔ اوپر سے دیکھا تو نیچے فیض صاحب کھڑے تھے۔ میں نے فوراً نیچے جا کر دروازہ کھولا اور کہا کہ مجھے بلالیا ہوتا۔ آپ نے کیوں تکلیف کی؟ فیض صاحب کہنے لگے کہ پہلے آپ میرے دفتر آئے

تھے، لہٰذا آج میرا فرض تھا سو حاضر ہو گیا۔

(بحوالہ ڈاکٹر مقبول ملک ابن ملک محمد عبداللہ سابق مینیجر الفضل لاہور اپنے مضمون ابا جان اور الفضل (غیر مطبوعہ)

عالمگیر جماعت احمدیہ کے ایک انتہائی اہم اور ناگزیر آرگن روزنامہ الفضل کو اس کے اجراء کے 6 سال بعد ہی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور اس پر حکومت وقت کی طرف سے ایک سال کے لئے پابندی عائد کر دی گئی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان بھر کے احمدی احباب خلیفہ وقت کی براہ راست راہنمائی اور ولولہ انگیز خطبات سے محروم ہو گئے۔ اسی طرح سلسلہ کے دیگر صاحب علم احباب کے تربیتی و علمی مضامین بھی الفضل کی بندش کے باعث شائع ہونے سے محروم رہے۔ یہ پہلا حملہ تھا جو معاندین کی طرف سے کیا گیا۔ ایک سال کی پابندی کا عرصہ مکمل ہوتے ہی، بانی الفضل حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے فوری طور پر الفضل کے اجراء کا حکم دیا۔ اس ضمن میں جناب مولوی محمد شفیع اشرف صاحب سابق مدیر ''فاروق'' (لاہور) کی ایک تحریر ان حالات کی یوں منظر کشی کرتی ہے:

''13 مارچ کی شام کو خاکسار کراچی سے بذریعہ ایکسپریس ربوہ پہنچا۔ حضور پُرنور کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ زخم کی وجہ سے حضور لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا ابھی جا کر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ملو اور ان سے ہدایات لے کر لاہور جا کر فوراً ''الفضل'' جاری کر دو۔ اس کی پابندی کا عرصہ ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت خاکسار میاں صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوا اور حضور کے ارشاد سے اطلاع دی۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا تم کل صبح ہی لاہور چلے جاؤ اور اور اللہ کا نام لے کر جیسے بھی ہو ''الفضل'' جاری کر دو۔ خواہ دو صفحہ کا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت میاں صاحب کی صحت کی خبریں جماعت کو جلد جلد پہنچتی رہنی چاہئے۔ وہاں ''الفضل'' کے پتہ جات بھی ہوں گے۔ انہیں اور ایجنسیوں کو اخبار بھجوانا شروع کر دیں۔''

مکرم مسعود احمد دہلوی سابق ایڈیٹر ''الفضل'' رقمطراز ہیں:

مارچ کے تیسرے ہفتہ میں ہماری لاہور واپسی ہوئی اور آتے ہی روزنامہ الفضل نکالنا شروع کر دیا۔ روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر اور دیگر عملہ کے لاہور واپس آنے اور دوبارہ آباد ہونے پر کچھ وقت لگا اس عرصہ میں ایک دو ورقہ علامتی الفضل 15 مارچ 1954ء سے نکلنا شروع ہوا جو مکرم محمد شفیع اشرف صاحب بطور قائمقام ایڈیٹر نکالتے رہے۔ انہوں نے 15 مارچ 1954ء سے 25 مارچ 1954ء تک دس پرچے نکالے اس پر ان کا نام بطور ایڈیٹر نہیں بلکہ قائمقام ایڈیٹر شائع ہوتا رہا۔ 26 مارچ 1954ء سے الفضل 8 صفحات پر مشتمل اپنی روایتی شان کے ساتھ دوبارہ نکلنا شروع ہوا اور احباب جماعت نے اس کے دوبارہ اجراء کا حمد اور شکر کے جذبات سے لبریز ہو کر بڑے ہی والہانہ انداز میں استقبال کیا اور ان کے استقبالیہ خطوط ابتدائی پرچوں میں شائع ہوتے رہے۔ روزنامہ الفضل مزید ایک سال تک لاہور سے شائع ہوتا رہا۔

(بحوالہ ''سفر حیات'' خودنوشت از مسعود احمد دہلوی، سابق ایڈیٹر الفضل صفحہ نمبر 42-241 ناشر اردو جرمن کلچر سوسائٹی فرینکفرٹ جرمنی)

1953ء میں ایک سال کی پابندی کے بعد دوبارہ الفضل لاہور کے اجراء میں بھی بے پناہ مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کی تیاری و طباعت میں مشکلات کے باوجود محض خلیفۂ وقت کی ذاتی نگرانی و دلچسپی کے نتیجہ میں تمام رکاوٹیں معجزانہ رنگ میں خود بخود دور ہوتی رہیں۔ تاریخ احمدیت میں محفوظ تفصیل استفادہ عام و خاص کے لئے اور یاددہانی کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔

27 فروری 1953ء سے روزنامہ ''الفضل'' ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا تھا۔ اس جبری تعطل کا عرصہ ختم ہونے کے بعد 15 مارچ 1954ء کو لاہور سے ''الفضل'' کا دوبارہ اجراء عمل میں آ گیا۔ حضرت مصلح موعود نے مولوی محمد شفیع صاحب اشرف سابق مدیر ''فاروق'' (لاہور) کو اس نئے دور کا قائمقام ایڈیٹر نامزد فرمایا اور 26 مارچ 1954ء سے جماعت احمدیہ کا یہ ترجمان دوبارہ جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد ہفت دہم صفحہ 275)

الفضل کی تیاری کی بابت تاریخ احمدیت میں مزید تفصیلات کچھ یوں بیان کی گئی ہیں:

''الفضل کے نئے دور کے پہلے پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ تاریخ اس پر 15 مارچ کی تھی اور دوشنبہ کا مبارک دن۔ وہ بھی نہایت جلدی اور افراتفری میں مرتب کیا گیا نہ کوئی کاتب تھا اور نہ کوئی دوسرا معاون۔ بڑی مشکل سے اخویم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی کے ذریعہ ایک بزرگ اور معمر کاتب مکرم سلطان احمد صاحب کو تلاش کیا گیا۔ وہ بہت کمزور اور ضعیف ہو چکے تھے۔ لیکن بہرحال ہنگامی ضرورت تھی جیسے بھی ہوا انہوں نے دو صفحے لکھ دئے۔ اگلے روز ذرا سکون ہوا تو ہفت روزہ ''لاہور'' کے دفتر میں گیا۔ جہاں ''لاہور'' کے کاتب مکرم منشی لعل دین صاحب سے استعانت کی۔ انہوں نے دو صفحے لکھ کر دئے اور یوں دوسرا شمارہ نکلا۔'' (تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 273)

آگے چل کر مزید لکھا ہے کہ ''کتابت کا مسئلہ تو کسی نہ کسی طرح حل کر لیا گیا۔ کیونکہ بوجہ مخالفت کوئی پریس الفضل چھاپنے کو تیار نہ تھا۔ الفضل کا دفتر بھی اسی بلڈنگ کے نمبر ۳ فلیٹ میں تھا۔ اسی فلیٹ کے نیچے محترمہ بیگم شفیع مرحومہ کا دستگیری پریس تھا۔ چنانچہ الفضل 30 مارچ 1954ء سے 15/اپریل 1954ء تک دستکاری پریس میں چھپتا رہا۔ اخبار ''الفضل'' دستکاری پریس کے بعد انصاف پریس میں پاکستان ٹائمز پریس میں طبع ہوتا رہا بعد ازاں جلسہ سالانہ 1954ء کے ایام میں لاہور سے ربوہ منتقل کر دیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ نمبر 78-275)

پاکستان کے تحفظ اور کشمیر کے الحاق کے بارے میں الفضل لاہور کے اداریے: آزادی کے بعد جب پوری قوم سخت آزمائش کی گھڑی سے دوچار تھی۔ ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ مسائل کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ انہی ایام میں الفضل لاہور نے ایک قومی روزنامے کا کردار ادا کیا تھا اور حالات و وقت کی نزاکت کے پیش نظر بعض اہم نوعیت کے سیاسی اور قومی مسائل پر اداریوں کے ذریعے حکومت وقت کی راہنمائی کی۔

مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب اپنی خودنوشت ''سفر حیات'' میں لکھتے ہیں:

''لاہور سے الفضل کا دوبارہ اجراء ہونے کے بعد اس کے دس پندرہ ایسے مدلل اور غیر معمولی طور پر تاثیر کے حامل اداریے پے در پے شائع کرائے جو کشمیر کے الحاق اور پاکستان کے مفادات کے تحفظ کے بعض دوسرے پہلوؤں پر مشتمل تھے ..... ان سب اداریوں سے بھارت کی سرکار کی مخاصمانہ روش آشکار ہو کر دنیا بھر کے فہمیدہ و سنجیدہ اصحاب کے علم میں آ رہی تھی۔ اس لئے بھارت نے حق و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی بجائے الٹا الفضل کا بھارت میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا''

(بحوالہ خودنوشت سفر حیات از مسعود احمد دہلوی صفحہ 252)

الفضل لاہور کے رپورٹر

کسی بھی اخبار کا رپورٹر ہونا ایک اہم صحافتی ذمہ داری ہوتی ہے اور باعث دلچسپی بھی۔ رپورٹر کا بنیادی کام پریس کانفرنسوں و سرکاری و نجی تقریبات، جلسوں، دیگر فنکشنوں کی آنکھوں دیکھا کارروائیوں کی اخبار کے لئے رپورٹنگ کرنا ہوتی ہے۔ اس رپورٹنگ میں سب سے اہم فائدہ پبلک ریلیشن میں مہارت کا حصول ہے۔ آج کے دور میں رپورٹ کی حیثیت مسلّمہ ہو چکی ہے۔ روزنامہ الفضل کی رپورٹنگ کے حوالے سے مسعود دہلوی صاحب سابق ایڈیٹر الفضل اپنی خودنوشت میں بیان کرتے ہیں:

''پارٹیشن کے بعد لاہور سے الفضل کے اجراء کے وقت سے رپورٹنگ کی ڈیوٹی برادرم محترم ثاقب زیروی صاحب کے سپرد تھی۔ اس وقت الفضل کے رپورٹر کو بھی تمام پریس کانفرنسوں اور سرکاری تقریبات میں مدعو کیا جاتا تھا ...... اور وہ اس پوسٹ کی ذمہ داریاں بہت خوش اسلوبی سے نبھا رہے تھے کہ 1949ء کے اوائل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر ہدایت مجھے الفضل کا رپورٹر مقرر کر دیا گیا۔ اور محترم ثاقب صاحب نے میری جگہ اسسٹنٹ ایڈیٹر کے فرائض سنبھال لئے رپورٹنگ کا شعبہ میرے لئے بالکل نیا تھا اور دوسرے اخباروں کے رپورٹرز کے ساتھ میرا تعارف بھی نہ تھا۔ تاہم میں نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کیا...... پاکستان ٹائمز کے نامی گرامی رپورٹر میاں محمد شفیع المعروف م۔ش نے مجھے اپنے شاگردوں کے حلقہ میں شامل کر لیا اور رفتہ رفتہ وہ مجھے رپورٹنگ کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتے رہے۔ اس زمانہ میں سرکاری تقریبات میں محترم مولانا عبدالمجید سالک ایڈیٹر روزنامہ انقلاب بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ چونکہ میں نے کچھ عرصہ 'انقلاب' میں بھی بطور نوآموز (اپرنٹس) کام کیا تھا۔ وہ مجھ سے پہلے واقف تھے۔ ان کی نظر التفات نے بھی اخبار نویسیوں کے حلقہ میں میری جگہ بنانے میں بہت مدد کی۔''

(سفر حیات از مسعود احمد دہلوی صفحہ نمبر 55-254)

لاہور میں الفضل کی تقسیم پر پابندی:

25 جولائی 2012ء کو لاہور کی تاریخ میں ایک سیاہ دن کی حیثیت حاصل رہے گی۔ گزشتہ تین دہائیوں سے روزنامہ الفضل اخبار فروش یونین کے قدیم مقام سے احباب جماعت کو بھجوایا جا رہا تھا لیکن 28 مئی 2010ء کے انسانی سانحہ کے بعد لاہور میں بڑھتی ہوئی احمدیت مخالفت کے ساتھ ہی مخالفین نے اخبار فروش یونین کے ذریعے الفضل کی لاہور میں تقسیم و فروخت بند کرا دی۔ اس ضمن میں اخبار فروش یونین کو ایک لیگل نوٹس بھجوایا گیا تھا۔ جس کے مطابق .... آپ کو بذریعہ لیگل نوٹس مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کے ہاں اخبار فروش یونین کی اجازت سے قادیانی اخبار الفضل اور دیگر رسالہ جات فروخت کئے جاتے ہیں جو کہ 298-C ت۔پ اور 99-A ص ف اور 24-A پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس کے تحت جرم ہے۔ اس لئے اپنی مارکیٹ میں الفضل اور دیگر قادیانی رسائل اور جرائد فروخت بند کروا دیں ورنہ میرا موکل الفضل والوں کے خلاف پرچہ درج کرا دے گا۔ بذریعہ کونسل 12-7-7 دستخط وکیل

سو سال کے گزشتہ سفر اور اس کے حال پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء سے لے کر اب تک کونسی آزمائش ہے جو اس کی راہ میں نہیں آئی۔ کونسی مشکلات ہیں جو آڑے نہیں آئیں؟ اور کونسا حکومتی جبر اور مخالفین کی مخالفت ہے جس نے زور نہیں پکڑا لیکن یہ تمام مخالف اور ان کی مخالفت خلافت کی برکتوں، خلیفہ وقت کی دعاؤں اور تائید الٰہی کی بدولت خائب و خاسر رہے ہیں اور انشاء اللہ رہیں گے۔

قدغنوں پر سے گزر جاتا ہے سیل تاریخ
اور فلک تک تو کبھی اٹھ نہیں سکتی دیوار

مکرم بشیر الدین احمد سامی صاحب۔ لندن

الفضل کے درویش کراچی میں

اس وقت کی کہانی جب المصلح نے الفضل کا پیرہن اوڑھ لیا

1953ء کے احمدیوں کے خلاف ہنگاموں کے دوران روزنامہ الفضل کو جوان دنوں لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ بند کر دیا گیا۔ الفضل بند تو ہوا۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کے ذریعہ ہونے والی آبیاری بھی رک جاتی۔ یہاں بھی کراچی ہی کا سینہ وا ہوا۔

کراچی سے ان دنوں خدام الاحمدیہ کا ترجمان پندرہ روزہ المصلح نکلا کرتا تھا۔ جس کی ادارت میں فیض عالم چنگوی اور تاثیر احمدی شامل تھے۔ یہ حضرات بخوشی ایک طرف ہٹ گئے اور اس کی جگہ الفضل کے سٹاف نے لے لی۔ یوں الفضل نے المصلح کا پیرہن اختیار کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ کراچی کے وارے نیارے ہوگئے۔ مفت میں مکرم روشن دین صاحب تنویر، مسعود احمد خان دہلوی، شیخ خورشید احمد اور محمد احمد پانی پتی جیسے صاحب طرز ادیب اور اخبار نویس آموجود ہوئے۔ الفضل کے ادارہ کی تفصیل بھی اس وقت یہی تھی۔ جن کے خامے، حضرت سلطان القلم کے علم کلام اور اسلوب بیان سے ترشے ہوئے تھے۔ بس اسی حادثہ نے ہمیں بھی روشن دین تنویر سے ملا دیا۔ ملانا تو بہت بڑی بات ہے۔ ہمارے جیسوں کے تو پر جلتے تھے۔ بس نظارہ تھا اور وہ بھی دور دور سے! ایسی ہستیاں اپنی ذات میں ایک انجمن ہوتی ہیں۔ مگر حسرت رہی کہ ہم کبھی کسی مجلس میں تنویر کو دیکھ پاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ انہوں نے بھی احمدیہ ہال کے پچھواڑے ایک کمرہ کو اپنا مسکن اور دفتر بنائے رکھا۔ اور دوسری طرف احمدیہ ہال کا ماحول ایسا فعال ماحول تھا۔ جس نے ان دنوں فقط اپنی گھما گھمیوں میں سرمست رہنے کا طور اپنا رکھا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ روشن دین تنویر کو باہر نہ لا سکے۔ وہ تو تھے بھی اپنی جگہ خاموش طبع اور تنہائی پسند انسان، ان کے خرام میں بھی تو کوئی آواز نہ تھی۔ کاش کراچی کو کبھی ان کے ساتھ کوئی شام منانے کا خیال آتا۔

اسی ماحول میں ایک مسعود احمد خان دہلوی بھی تھے بولتے کم تھے۔ آس پاس کو پڑھتے زیادہ تھے۔ کہیں کہیں ایک آدھ فقرہ چست کر دیا۔ ان کے ساتھیوں میں ایک شخصیت اللہ بخشے محمد احمد پانی پتی کی بھی تھی۔ جنہوں نے احمدیہ ہال کے بازو میں سٹور نما کمرہ میں ایک چٹائی کو دفتر بنا رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں عربی کی کوئی پرانی کتاب تھامے رکھتے۔ دوسرے ہاتھ میں قلم ہوتا۔ جو رہٹ کی طرح علوم و فنون کے خزانے قرطاس پر انڈیلتا چلا جاتا۔ ترجمہ کرنے میں ایسی مہارت اور روانی تھی کہ دیکھنے والا محسوس کر سکتا تھا۔ کہ محمد احمد پانی پتی کو ایک دوڑ سی لگی ہے۔ وقت نے بھی یہی بتایا۔ واقعی وہ دوڑ تھی۔ زندگی نے وفا نہ کی۔ نوجوانی میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے اور اپنے کام سے اردو بازار لاہور کے کتب فروشوں کی الماریاں بھر گئے۔

باوجود تنگیٔ داماں، انتظامی لحاظ سے ایک مولوی عبداللہ اعجاز تھے جنہوں نے دفتری آن بان کو بنا رکھا تھا۔ اسی طرح عملہ میں ایک نہایت ہردلعزیز، سادہ اور منکسر المزاج ہستی منشی سبحان علی صاحب کی تھی۔ جتنے خوش طبع تھے۔ اتنے ہی خوش نویس تھے۔ کراچی کی ہر ادا انہیں بھلی لگتی تھی۔ خاص طور پر موسم سے بہت خوش تھے۔ ایک روز وہ کسی مارکیٹ سے کالے رنگ کا سیکنڈ ہینڈ مخملی کوٹ خرید کر پہن آئے۔ ان کا گزر تنویر صاحب کے سامنے سے ہوا۔ بس یہاں تو وہ پکڑے گئے۔ ''کیا خوب! منشی صاحب آپ تو بالکل بیگم لیاقت علی خان لگ رہے ہیں''۔

تنویر صاحب نے چلتے چلتے یہ فقرہ چست کر دیا۔ دراصل منشی صاحب نے جو کوٹ پہن رکھا تھا اس کے بٹن لیڈیز کوٹ ہونے کی چغلی کھا رہے تھے۔ بہت دیر تک عملہ میں ان کے ساتھ یہ چھیڑ رہی۔ لیکن ان کی ہمت کی بھی داد دینا پڑے گی۔ انہوں نے وہ کوٹ اتارا نہیں۔ انہوں نے تو آخر اسے خرید کر ہی پہنا تھا۔ اور اس پر ان کے دام خرچ ہوئے تھے۔

الفضل کا سٹاف ایک سال تک کراچی میں رہا۔ ان کی مستقل مزاجی، لگن، ان تھک محنت اور ذمہ داری کے احساس نے ایک لمحہ بھی انہیں اجنبی مہمان ہونے کا کوئی تصور پاس نہیں پھٹکنے دیا۔ المصلح کے نام کے سوا انہوں نے کراچی کی جماعت سے اپنے لئے کسی سہولت کی خواہش نہ کی۔ کس حال میں وہ کراچی آئے۔ کس حال میں وہ واپس گئے۔ یہ سب اثاثے وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ اور ہمیں خواب دیکھنے کے لئے چھوڑ گئے۔

اللہ اللہ، کتنے خوددار، کتنے حوصلہ مند، کتنے درویش صفت تھے وہ لوگ!

جن سے مل کر زندگی سے پیار ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

مکرم سلطان احمد عامر صاحب مربی سلسلہ

مفید اخبار

خاکسار الفضل کا مطالعہ کرتے کرتے جب ایمان افروز، تاریخی، تربیتی اور مختلف قربانیوں کے واقعات پڑھتا ہے تو ان کا خاص اثر دل پر ہوتا ہے۔ جب وہ واقعات اکثر درس کی صورت میں احباب جماعت کے سامنے دہراتا ہے تو تربیتی لحاظ سے خاص اثر ہوتا ہے اور احباب کے دل میں الفضل کے مطالعہ کی طرف بھی یقیناً توجہ پیدا ہوتی جاتی ہے۔ الفضل کا مقام اور احترام بھی پہلے سے بڑھ جاتا ہے اور الفضل کو ایک عام اخبار کی بجائے مفید اخبار سمجھنے لگتے ہیں۔

خاکسار چند سال سے الفضل میں سے واقعات اکٹھے کر رہا ہے اور ان کو ترتیب دینے اور شائع کرنے کا ارادہ ہے جو اب تک سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو چکے ہیں۔

جب یہ پھول جو جگہ جگہ سے چنے گئے ہیں گلدستہ کی شکل میں سامنے آئیں گے تو یقیناً دلچسپ ایمان افروز اور قربانیوں پر فخر اور سبقت بالخیر جیسے نتائج پیدا ہوں گے۔ جس میں اہم کردار یقیناً الفضل کا ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور خلفاء کی خواہش کے مطابق یہ روحانی مائدہ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر روحانی بھوک مٹانے کا باعث بنتا رہے۔ آمین

مکرمہ صفورہ ممتاز صاحبہ۔ جرمنی

جیتا جاگتا بولتا اخبار

الفضل کی ضرورت یا اہمیت وغیرہ جیسے عناوین کی بجائے قارئین کیلئے یہ عنوان چننا کہ ''میری زندگی میں الفضل کا کردار'' ظاہر کرتا ہے کہ الفضل ایک جیتا جاگتا بولتا اخبار ہے اور الفضل ایک زندہ اخبار کیوں نہ ہو! اس میں زندہ خدا کی اور خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق رکھنے والے لوگوں کی باتیں ہوتی ہیں۔ سب سے پیارا ذکر اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام پاک قرآن کریم کا، اس کے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کا، حضرت مسیح موعود کا اور خلیفۂ وقت کا ہوتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ اور خطابات سے تازہ بہ تازہ روشنی اور راہنمائی مل جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں حضرت محمد ﷺ کیلئے جو عشق و محبت بہتا ہے وہ پڑھنے والوں کو بھی یہی جاگ لگا دیتا ہے۔ **اللھم صل علی محمد و آل محمد !**

حضرت مسیح موعود کی کتب وارشادات کے بارے میں حضور انور کا رہنما ارشاد ہے کہ حضرت مسیح موعود جو اس زمانہ کے امام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کیلئے صحیح راستے پر چلانے کے لئے بھیجا اس زمانہ میں آپ کی کتب ہیں جو اصلاح کے لئے ایک بہت وسیع لٹریچر ہے اور یہ پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ اس کو پڑھنا چاہئے کیونکہ یہ قرآن کریم کی تشریح ہے وضاحتیں ہیں... صحبت صادقین کے تعلق میں اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی کتب جو ہمیں مہیا ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے... (الفضل 7 جولائی 2009ء)

''اس زمانے میں حضرت مسیح موعود کی کتب ہی ہیں جو حق و باطل کے معرکے میں دلائل و براہین سے دشمن کا منہ بند کرنے والی ہیں... قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے بھی حضرت مسیح موعود کی کتب پڑھنا ضروری ہے...''

(الفضل 18/اگست 2009ء)

یہ سب تحریرات دل، دماغ، ضمیر اور روح کی صفائی اور جِلا کا ذریعہ بنتی ہیں جو روزمرہ معاملات میں کام آتی ہیں یعنی ایک احمدی کو اپنی زندگی میں جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب الفضل میں مل جاتی ہیں جو دنیا کی کسی اور اخبار میں نہیں ملتیں۔

دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی سرگرمیوں کی رپورٹیں پڑھ کر لگتا ہے کہ ہر جگہ سے ہی ربوہ کی خوشبو آرہی ہے اور ساری دنیا ہی ربوہ بن گئی ہو۔ وفات یافتگان کا ذکرِ خیر پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ گویا احمدی مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگیا ہو۔ باقی سب مضامین بھی مفید اور کارآمد ہوتے ہیں۔

تحریک و استحکام پاکستان میں ''الفضل'' کا کردار

مکرم پروفیسر راجا نصراللہ خان صاحب پرنسپل ہیون ہاؤس سکول ربوہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنی خلافت سے قبل 1913ء میں اخبار الفضل جاری فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے الفضل جماعت میں مقبول سے مقبول تر ہوتا چلا گیا اور حضرت مصلح موعود کے دورِ خلافت میں اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی کیونکہ حضور کے بیسیوں قیمتی مضامین، پیغامات اور خطباتِ جمعہ باقاعدگی سے الفضل میں شائع ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں الفضل ہر دور میں جماعت کی مختلف علمی اور ملی سرگرمیوں کا ترجمان رہا ہے۔

تحریک پاکستان میں مثالی کردار

عجیب الٰہی تصرف ہے کہ تحریک پاکستان کا سارا صبر آزما سفر اور حصول پاکستان کا کامیاب اور معجز نما مرحلہ حضرت مصلح موعود کے مبارک دور میں طویل جادہ پیمائی کے بعد کامیابی کی منزل سے ہمکنار ہوا اور اس سارے کٹھن عرصہ میں حضرت مصلح موعود نے مسلمانانِ ہند کی بہتری اور کامیابی کے لئے مسلسل رہنمائی فرمائی اور عملی طور پر بھرپور حصہ بھی لیا۔ حضور اور آپ کے خدام کی انتھک مساعی کو منصۂ شہود پر لانے اور عوام و خواص تک پہنچانے میں الفضل نے نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس عظیم الشان تگ و دو کے سلسلہ میں حضور کی اکثر تحریرات، پیغامات اور رہنما تجاویز الفضل میں ہی شائع ہو کر ملک بھر میں پھیلتی تھیں۔ اور متعلقہ شخصیات اور طبقات تک پہنچتی تھیں۔ اس کی روشنی میں الفضل مختلف اداریے، مضامین اور اقتباسات شائع کرتا تھا اور اس پیغام کو عام کرتا تھا جس کے گواہ الفضل کے اوراق ہیں۔ اس سلسلہ میں تحریک پاکستان کے کچھ سنگِ میل اور 'الفضل' کی مثالی خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے اتحاد کیلئے مفید تجاویز

قارئین کرام! 1923ء کا سال ہندوستان میں شدید فرقہ وارانہ دشمنی اور دوری کا سال تھا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہندوؤں کے آریہ فرقہ کی جانب سے شدھی (مسلمانوں کو ہندو بنانے کی کوششیں) کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس نے ملک کا امن برباد کر دیا۔ اس نازک اور حساس موقع پر حضرت مصلح موعود نے اہل وطن کے سامنے تفصیلی حل ایک لیکچر کی صورت میں پیش کیا جو آپ نے 14 نومبر 1923ء کو بریڈلا ہال لاہور میں دیا جہاں اس اہم لیکچر کو سننے کے لئے تعلیم یافتہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

حضور نے اپنے لیکچر میں ہندو مسلم اتحاد کو نقصان پہنچنے کی کئی وجوہات بیان فرمائیں اور واضح کیا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو حفاظتی اقدامات کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اس سلسلہ میں دینی تعلیمات کی روشنی میں مؤثر اور حد درجہ مفید تجاویز بتائیں جن میں سے دو بنیادی نوعیت کی تجاویز یہ تھیں:

مسلمان اپنے تئیں مضبوط کریں اس کے لئے مسلم لیگ جیسی تنظیموں کو قائم اور مضبوط رکھنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ مسلمانانِ ہند سیاسی اور مذہبی اختلافات نظر انداز کر کے آپس میں اتحاد اور اتفاق کو فروغ دیں اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے کسی فرقہ کو الگ نہ کریں۔

ہندو مسلم صلح کیلئے ایک بنیادی اصول

حضور نے اپنے لیکچر میں واضح فرمایا کہ مستقل صلح کے لئے ضروری ہے کہ سب مذاہب والے ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں اور پیشواؤں کا احترام کریں یا کم از کم اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے پر اکتفا کریں یعنی دوسروں کے مذہب پر ناروا اور دل آزارانہ حملے نہ کریں۔

واضح ہو کہ حضرت مصلح موعود کا یہ تفصیلی لیکچر سر عبدالقادر کی صدارت میں ہوا جنہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا: ''جناب مرزا صاحب کو جو موقع اس مسئلہ اور اسی طرح اور بہت سے اہم مسائل پر غور فرمانے کا حاصل ہے وہ معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہے۔''

(الفضل 20/23 نومبر 1933ء صفحہ 7)

مسلم لیگ کی مضبوطی کیلئے مالی اعانت

الفضل مورخہ 14/ جون 1956ء میں حضرت مصلح موعود نے مسلم لیگ کی بہتری اور کامیابی کے لئے ایک خاص پہلو کا ذکر فرمایا۔

''جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کی مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ انہیں اپنے جلسے منعقد کرنے کے لئے بھی روپیہ نہیں ملتا تھا اور ہمیشہ میں انہیں مدد دیا کرتا تھا۔''

(الفضل مورخہ 14/ جون 1956ء صفحہ 4)

سائمن کمیشن پر رہنمائی

تحریک پاکستان کا ایک اہم مرحلہ سائمن کمیشن کی ہندوستان آمد تھی۔ 8 نومبر 1927ء کو قائم ہونے والے اس برطانوی کمیشن کے سربراہ سر جان سائمن تھے۔ اس کمیشن کا مقصد اہل ہند کے مطالبات سے آگاہی حاصل کرنا اور ان کی تحقیقات کرنا تھی۔ لیکن کانگرس اور مسلم لیگ دونوں بڑی پارٹیوں نے اس کمیشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ حضرت مصلح موعود نے اپنی خدائی فراست سے فوراً سمجھ لیا کہ اس بائیکاٹ سے مسلمانوں اور ان کی پارٹی مسلم لیگ کا زیادہ نقصان ہو گا کیونکہ جب مسلمان ان کے سامنے اپنے مسائل اور مطالبات میں پیش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو حکومتِ برطانیہ کی طرف سے ان کو حقوق اور مراعات کیسے ملیں گے؟ چنانچہ آپ نے مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کے لئے آٹھ اہم مسائل کی نشاندہی کی اور ان کی تیاری کا مشورہ دیا۔ ان مسائل میں تیسرے نمبر پر یہ اہم نکتہ تھا۔

''ہندوستان کے مخصوص حالات میں مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کی سخت ضرورت ہے۔ پس اس امر پر زور دینا چاہئے کہ اس حق کو ہندوستان کے اساسی قانون میں داخل کیا جائے۔''

(ماخوذ از الفضل 16/ دسمبر 1927ء صفحہ 8)

الحمد للہ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے نے اپنے زعما سر شفیع اور علامہ اقبال کی قیادت میں کمیشن کے بائیکاٹ کی پُرزور مخالفت کا آغاز کر دیا اور بائیکاٹ کا خاتمہ بالآخر مسلمانوں کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوا اور جداگانہ انتخاب کا مطالبہ آگے چل کر حصولِ وطن عزیز کے لئے دوسرا بنیادی نکتہ ثابت ہوا۔

''نہرو رپورٹ پر تبصرہ'' پہلے الفضل میں شائع ہوا

پنڈت موتی لال نہرو کی سربراہی میں نہرو رپورٹ 1928ء میں سامنے آئی جس کا مقصد ہندوؤں کی ہر لحاظ سے بالادستی قائم کرنا اور مسلمانوں کو محرومی سے دوچار کرنا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر نے اس ظالمانہ رپورٹ پر یہ تبصرہ کیا۔

''جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں منادی کی جاتی تھی تو منادی پکارتا تھا کہ خلقت خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکم کمپنی بہادر کا، لیکن نہرو رپورٹ کا ملخص یہ ہے کہ خلقت خدا کی، ملک وائسرائے یا پارلیمنٹ کا اور حکم مہا سبھا کا''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 65)

حضرت مصلح موعود نے نہرو رپورٹ پر بھرپور تبصرے کے لئے ''نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح'' کے زیر عنوان مفصل مضمون تحریر فرمایا۔ جو الفضل میں اکتوبر 1928ء سے 2 نومبر 1928ء تک سات قسطوں میں شائع ہوا۔ بعد میں یہ تبصرہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔

اس تفصیلی تبصرہ میں حضور نے پہلے یہ ثابت کیا کہ رپورٹ تیار کرنے والی نہرو کمیٹی کسی صورت میں بھی ہندوستان کی نمائندہ نہیں کہلا سکتی۔ پھر مسلمانوں کے اصولی مطالبات پر روشنی ڈالی۔ پہلا مطالبہ صوبوں میں مسلمانوں کی سیاسی اور عملی حیثیت مضبوط اور مؤثر بنانے سے متعلق تھا۔

''حکومت کا طریق فیڈرل یا اتحادی ہو یعنی تمام صوبوں کو اندرونی طور پر کامل خود مختاری حاصل ہو۔'' اس طرح باری باری سات مطالبات پر حضور نے شرح و بسط سے روشنی ڈالی جو مسلمانانِ ہند کے قومی و سیاسی استحکام اور مضبوطی کے لئے حد درجہ مفید تھے اور بعد میں تحریک پاکستان کی کامیابی کا باعث ثابت ہوئے۔''

گول میز کانفرنس سے آئینی فوائد

متحدہ ہندوستان میں آئینی اصلاحات اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے وقتاً فوقتاً جو مساعی کی گئیں لندن میں منعقدہ (1930ء اور 1931ء اور 1932ء) تین گول میز کانفرنسیں اس سلسلہ میں نمایاں طور پر ممد و مفید ثابت ہوئیں اور ان کے نتیجہ میں مسلمانوں کے کم و بیش تمام مطالبات منظور کر لئے گئے۔ جداگانہ انتخاب بدستور قائم رہا۔ صوبہ سرحد میں مکمل اصلاحات رائج کر دی گئیں۔ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک جداگانہ صوبے کی حیثیت دے دی گئی۔ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت اگرچہ بے حد قلیل قائم ہو گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 227)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی سپوت سر محمد ظفر اللہ خان کو ان تینوں مواقع پر شرکت کرنے اور فعال اور مؤثر کردار ادا کرنے کی توفیق و سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی کامیاب و منفرد مساعی پر انہیں ہر طرف سے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ان حوالوں کو الفضل نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ چند مستند اور اہم حوالے مختصراً پیش کئے جاتے ہیں۔

پاک اور بے لوث انسان

ہندوستان کے فاضل ادیب وصحافی خواجہ حسن نظامی نے اپنے اخبار ''منادی'' 20/ اکتوبر 1934ء میں سرمحمد ظفر اللہ خان کے متعلق تحریر کیا۔

''فراخ عقل، فراخ علم اور فراخ عمل، قوم (۔) عقیدہ قادیانی چپ رہتے ہیں اور بولتے ہیں تو کانٹے میں تول کر............گول میز کانفرنس میں ہر ہندو اور ہر مسلمان اور ہر انگریز نے چوہدری ظفر اللہ خان کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ (۔) میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بے کار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانہ کے پالیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری محمد ظفر اللہ ہے............ظفر اللہ ہر انسانی عیب سے پاک اور بے لوث ہے۔''

(الفضل 13/نومبر 1934ء صفحہ 7)

مفاد ملت کا خیال

سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست (لاہور) نے مورخہ 19/اکتوبر 1934ء کو چوہدری صاحب کے متعلق لکھا:

''سائمن کمیشن میں انہوں نے مسلم نمائندہ کی حیثیت سے کام کیا۔ سرفضل حسین کی جگہ عارضی طور پر (وزیر) مقرر ہوئے اور گول میز کانفرنس میں مسلم نمائندہ کی حیثیت سے لئے گئے ...... چوہدری صاحب نے جہاں جہاں بھی مسلمانوں کی خدمت کی وہاں ہمیشہ مفادِ ملّت کا خیال رکھا ....انہوں نے لندن میں اپنا اور مسلمانوں کا نام روشن کیا۔ سرآغا خان اور دوسرے مسلمان ان کی قابلیت، محنت، جانفشانی اور مفاد اسلام کے لئے اُن کی عرق ریزی کے مداح رہے۔''

(الفضل 9 فروری 1952ء صفحہ 5)

قائداعظم کے نادر تعریفی کلمات

اخبار 'مسلم آواز' کراچی جون 1952ء لکھتا ہے:

''سرظفر اللہ خان کے متعلق اکثر قائداعظم فرمایا کرتے تھے کہ ظفر اللہ خان کا دماغ خداوند کریم کا زبردست انعام ہے۔''

(روزنامہ الفضل 22/جون 1952ء صفحہ 8)

''مؤرخ احمدیت محترم مولانا دوست محمد شاہد الفضل کے حوالے سے یہ حقیقت بھی ریکارڈ پر لائے ہیں۔

''اسلامی ہند کی سیاسی تاریخ میں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اسلامی حقوق کی پاسبانی و ترجمانی کا فریضہ جس خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ اس پر ہندی مسلمانوں نے کھلے دل سے خراج تحسین پیش کیا اور سیاسی معاملات میں آپ کی بلند فکر و اصابت رائے کا سکہ بڑے بڑے مدبرانِ سیاست کے قلوب پر بیٹھ گیا......اور جب آپ لندن سے واپس آئے تو آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 227۔ الفضل 17/دسمبر 1933ء)

معمارِ پاکستان کی ہندوستان واپسی کیلئے کامیاب کوششیں

یہ بھی حضرت مصلح موعود کا ایک عظیم کارنامہ ہے جس کی کچھ تفصیل الفضل مورخہ یکم جنوری 1955ء میں موجود ہے۔

قارئین کرام! تحریک آزادی کے دوران ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جب محمد علی جناح (مستقبل کے قائداعظم اور بابائے قوم) ہندوستان کے سیاسی حالات سے بالکل بددل ہوگئے اور جب 1930ء میں گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں لندن گئے تو مستقل طور پر وہیں سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت مصلح موعود کے دردمند دل نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کو منزل آزادی تک پہنچانے کے لئے محمد علی جناح جیسے عظیم لیڈر کی رہنمائی از حد ضروری ہے۔ چنانچہ آپ کی ہدایت پر 1933ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد امام بیت الفضل لندن نے قائداعظم سے ملاقات کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی گھنٹوں کی پُرخلوص بحث وتمحیص کے بعد قائداعظم کو اپنا ارادہ بدلنے پر آمادہ کرلیا۔ پھر اپریل 1933ء میں بیت الفضل لندن میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں قائداعظم نے ہندوستان کے مستقبل پر تقریر کی۔ (الفضل 27/اپریل 1933ء) تقریر کے آغاز میں قائداعظم نے یہ خوش آئند الفاظ کہے۔

(ترجمہ) امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب وتلقین نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی۔

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 102)

بالآخر قائداعظم دسمبر 1934ء میں ہندوستان واپس آ گئے اور مسلمانانِ ہند کی کامیاب رہنمائی فرمائی۔ کئی سال کی انتھک جدوجہد کے نتیجہ میں بفضل اللہ تعالیٰ پاکستان معرض وجود میں آیا۔ بعد میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے قائداعظم سے اپنی کامیاب ملاقات کا حال ایک تقریر میں بیان کیا جو الفضل مورخہ یکم جنوری 1955ء صفحہ 8 پر شائع ہوئی۔

قارئین کرام! ایک لمبے تاریک زمانے میں مسلمانانِ کشمیر کے لئے 1931ء کا اہم سال طلوع ہوا۔

اہل کشمیر کیلئے حضرت مصلح موعود کی دردمندی

اہل کشمیر کی لمبی اور مسلسل زبوں حالی کا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کے دردمند دل پر گہرا اثر تھا اور آپ نے کشمیریوں کی حمایت اور ان کے حالات کو بہتر بنانے کے اقدامات سے متعلق ''الفضل'' میں تین اہم مضمون تحریر فرمائے۔

پہلا مضمون الفضل 16 جون 1931ء کو دوسرا مضمون الفضل 2 جولائی 1931ء کو اور تیسرا مضمون الفضل مورخہ 16 جولائی 1931ء کو شائع ہوا۔ حضور نے پہلے ہی مضمون میں واضح طور پر فرمایا کہ

''ضرورت ہے کہ ریاست کشمیر کو اور گورنمنٹ کو پوری طرح اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ اس معاملے میں سارے کے سارے مسلمان خواہ وہ بڑے ہوں یا کہ چھوٹے ہوں کشمیر کے مسلمانوں کی تائید اور حمایت پر ہیں اور ان مظالم کو جو وہاں کے مسلمانوں پر جائز رکھے جاتے ہیں کسی صورت میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔''

(الفضل 16/جون 1931ء صفحہ 3)

اس حوالے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1931ء سے حضرت مصلح موعود نے اہل کشمیر کے لئے خصوصی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ نے الفضل میں مضامین تحریر فرمانے کے ساتھ ساتھ فوری طور پر ایک خطیر رقم مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے ارسال فرمائی جس کی تصدیق تحریک آزادی کے مشہور لیڈر مفتی ضیاء الدین صاحب نے اپنے منظوم کتابچہ ''نوحہ کشمیر'' (اردو ترجمہ صفحہ 12،13) میں کی ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 401)

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ 13 جولائی کے دردناک واقعہ کی اطلاع ملتے ہی یہ امام جماعت احمدیہ حضرت مصلح موعود تھے جنہوں نے ایک تفصیلی تار وائسرائے ہند کو بھجوایا تھا جس میں نہایت ہی مدلّل اور مؤثر انداز میں اہل کشمیر کی حالت زار اور 13 جولائی کی صورتِ حال کو واضح کیا گیا تھا۔

علاوہ ازیں حضور نے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے زعماء کو اس امر کی اطلاع دی کہ 25 جولائی 1931ء کو شملہ میں اکٹھے ہوں تا کہ کشمیر کے معاملہ پر پوری طرح غور وخوض کیا جائے۔

اس کے علاوہ حضور نے روزنامہ الفضل کو اہل کشمیر پر ظلم وستم کے خلاف زیادہ پُرزور آواز بلند کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پھر 18 جولائی 1931ء کو قادیان میں وسیع پیمانے پر ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں جماعت کے تین ممتاز بزرگوں نے جن میں خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل بھی شامل تھے۔ کشمیر میں ہونے والے مظالم کے خلاف زبردست تقریریں کیں اور اس احتجاجی جلسہ میں ڈوگرہ حکومت کے خلاف متحدہ قراردادیں پاس کی گئیں۔

(الفضل 21 جولائی 1931ء صفحہ 1
تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 413۔428)

علامہ اقبال کا اصرار

''کشمیر کی کہانی'' کے مصنف جناب ظہور احمد اپنی قابلِ قدر تصنیف کے صفحہ 55،56 پر رقمطراز ہیں۔

''ڈاکٹر محمد اقبال نے تجویز کیا کہ اس کمیٹی کے صدر امام جماعت احمدیہ ہوں۔ ان کے وسائل، مخلص اور کام کرنے والے کارکن ۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ان سے بہتر ہمارے پاس کوئی آدمی نہیں۔ خواجہ حسن نظامی نے فوراً اس کی تائید کی اور ہر طرف سے ''درست ہے درست ہے'' کی آوازیں آئیں۔ ...... جب چاروں طرف سے زور پڑا تو کرہاً نہ کہ طوعاً امام جماعت احمدیہ نے اس عہدہ کو قبول کیا۔ اور سب حاضرین کی رضامندی سے مولانا عبدالرحیم درد ایم اے (مرحوم) کو کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔''

(الفضل 30/جولائی 1931ء صفحہ 2)

یوم کشمیر اور الفضل

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے پہلے اجلاس منعقدہ شملہ میں قرار پایا تھا کہ 14/اگست 1931ء کو ملک بھر میں یوم کشمیر منایا جائے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے 6/اگست کو الفضل میں ایک مضمون لکھا جس میں پُرزور تحریک فرمائی کہ کشمیر ڈے پورے جذبہ واہتمام سے منایا جائے۔ آپ نے تحریر فرمایا:

''مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے تیس لاکھ بھائی بے زبان جانوروں کی طرح قسم قسم کے ظلموں کا تختۂ مشق بنائے جا رہے ہیں ...... ریاست جموں وکشمیر میں جلسہ کرنے کی اجازت نہیں۔ انجمن بنانے کی اجازت نہیں اور اخبار نکالنے کی اجازت نہیں غرض اپنی اصلاح اور ظلموں پر شکایت کرنے کے سامان بھی ان سے چھین لئے گئے ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں کی حالت اس شعر کے مصداق ہے۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

(الفضل 6/اگست 1931ء صفحہ 3)

''یوم کشمیر'' کے کامیاب جلسے

حضرت مصلح موعود کے تجویز کردہ پروگرام

کے مطابق 14؍اگست 1931ء کو ہندوستان کے طول وعرض میں یوم کشمیر منایا گیا۔ قادیان کے عظیم الشان اور بے مثال جلوس اور جلسے کی طرح ملک بھر کے بڑے بڑے شہروں حتیٰ کہ بستیوں میں بھی زبردست جلسے منعقد ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔

(تفصیلات الفضل اگست 1931ء)

کشمیر کمیٹی کے تحت بیرون ملک بھی کامیاب جدوجہد صدر کشمیر کمیٹی حضرت مصلح موعود کی ہدایت پر مشنری انچارج لندن حضرت مولوی فرزند علی صاحب نے بھرپور کوشش کر کے مظلومانِ کشمیر کے حالات برطانوی اخبارات میں شائع کرائے اور ان اخبارات نے نظم ونسق میں خاطر خواہ اصلاحات کی پرزور تائید کی۔

(الفضل 21؍فروری 1932ء)

اخبار ''انقلاب'' نے اپنی یکم اکتوبر 1931ء کی اشاعت میں کشمیریوں کے حق میں برطانیہ کے مختلف اخبارات میں شائع ہونے والے مضامین کا کھل کر تذکرہ کیا۔ معروف ادیب وصحافی غلام رسول مہر نے بطور نمائندہ 'انقلاب' انگلستان سے مندرجہ ذیل رپورٹ ارسال کی۔

''کشمیری مسلمانوں کے تعلق میں برطانوی جرائد کا رویہ پہلے کی نسبت بہتر ہے اور اس میں بلاشائبہ ریب مولوی فرزند علی صاحب امام بیت لندن کا بڑا حصہ ہے جو شروع سے لے کر کشمیر کے تعلق میں اور دوسرے اسلامی مسائل کے تعلق میں مسلسل جدوجہد فرماتے رہے ہیں۔ اور فرمارہے ہیں۔ اخبارات میں جو خبریں شائع ہوتی رہیں اُن کے علاوہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف سے متعدد تار موصول ہوئے جن کی کاپیاں ایک ایک مسلم مندوب کے پاس بھیجی جاتی رہیں۔''

(انقلاب 19 نومبر 1931ء بحوالہ الفضل 24؍نومبر 1931ء صفحہ 4)

مظلوم کشمیریوں کیلئے ان گنت خدمات

حضرت مصلح موعود کی زیر صدارت کشمیر کمیٹی کو مظلوم کشمیریوں کے لئے اہم اصلاحات، مراعات اور دوسری خدمات کی وسیع توفیق ملی۔ جسے سمیٹنے کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے بہرحال ایک اہم اور تاریخی حقیقت یہ ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں مہاراجہ کشمیر نے 12؍نومبر 1931ء کو ابتدائی حقوقِ آزادی دینے کا اعلان کر دیا جس کا مکمل متن بحوالہ الفضل 19؍نومبر 1931ء صفحہ 9 اور 10 تاریخ احمدیت جلد پنجم کے صفحہ 492 تا 495 پر درج ہے۔

کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ

حضور کی زیر صدارت کشمیر کمیٹی کی مظلوم کشمیریوں کے لئے بے لوث اور ان گنت مساعی پورے زور وشور سے جاری تھیں کہ کچھ اندرونی ریشہ دوانیوں اور کچھ احراری سازشوں کی وجہ سے حضرت مصلح موعود نے کمیٹی کا ہنگامی اجلاس 7 مئی 1933ء کو لاہور میں بلایا اور کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ (الفضل 23 مئی 1933ء صفحہ 2)

ڈاکٹر سر محمد اقبال کو قائمقام صدر مقرر کیا گیا لیکن علامہ اقبال نے فقط چند ہفتے بعد یعنی 20 جون کو کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔

آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد

مورخ احمدیت مولانا دوست محمد شاہد رقمطراز ہیں۔

''تحریک آزادی کشمیر کا ساتواں دور 4 اکتوبر 1974ء کو شروع ہوا جبکہ ''اسیروں کے رستگار'' سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مبارک ہاتھوں سے آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ سردار گل احمد خاں صاحب کوثر سابق چیف پبلسٹی آفیسر جمہوریہ حکومت کشمیر کا بیان ہے کہ

''یکم اکتوبر 1974ء کو جونا گڑھ میں عارضی متوازی حکومت کا اعلان کیا گیا اور نواب جونا گڑھ کو معزول کیا گیا۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے دیکھا کہ یہی وقت کشمیریوں کی آزادی کا ہے تو آپ نے کشمیری لیڈروں اور ورکروں کو بلایا۔ میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ مفتی اعظم ضیاء الدین صاحب ضیاء کو عارضی جمہوریہ کشمیر کا صدر بنایا جائے مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس کے بعد ایک اور نوجوان قادری صاحب کو کہا گیا۔ اس نے بھی انکار کیا۔ آخر میں قرعہ خواجہ غلام نبی صاحب گلکار انور صاحب کے نام پڑا''

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 685)

چنانچہ کچھ عرصہ بعد حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک رضا کار بٹالین کے قیام کا منشاء ظاہر کیا۔ جس پر حضرت مصلح موعود کے ارشاد کے مطابق فرقان بٹالین کا قیام عمل میں آیا۔

فرقان بٹالین جون 1948ء سے جون 1950ء تک قائم رہی۔ فورس کی ٹریننگ جلد جلد ایک ماہ میں مکمل ہوگئی۔ 10 جولائی 1948ء کو یہ بٹالین محاذ جنگ باغسر (بربط) کی طرف روانہ ہوئی بٹالین نے دوسال تک اپنے فرائض جرأت اور کامیابی سے ادا کئے۔

آزادی کشمیر کیلئے دعاؤں کی تلقین

حضرت مصلح موعود نے 8 فروری 1957ء کو آزادیٔ کشمیر کے لئے جماعت کو دعاؤں کی خاص تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''ہماری جماعت کے دوستوں کو دعائیں کرنی چاہئیں کہ کشمیر کے قریباً نصف کروڑ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے منشاء کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس پر کاربند رہنے کی توفیق دے اور ایسے سامان پیدا کرے کہ یہ لوگ جبری غلامی میں نہ رہیں ......

چونکہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اس لئے کشمیر بھی ہمیں بہت پیارا ہے۔ پھر کشمیر ہمیں اس لئے بھی پیارا ہے کہ وہاں قریباً 80 ہزار احمدی ہیں اور بعض ایسے علاقے ہیں جن کی رائے کے مطابق کشمیر یا ہندوستان میں جاسکتا ہے یا پاکستان میں جاسکتا ہے۔ ان میں احمدیوں کی اکثریت ہے۔

.... پس ہمیں دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری بھائیوں کی مدد کرے۔''

(الفضل 23؍فروری 1957ء صفحہ 3 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 715)

تاریخ ساز قرارداد لاہور

تحریک پاکستان میں 1940ء کا سال بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سال 23؍مارچ کو لاہور کے منٹو پارک میں (اب اقبال پارک میں) مسلمانوں کے ایک عظیم اجتماع میں قرارداد لاہور جو بعد میں بجا طور پر قراردادِ پاکستان کے طور پر مشہور ہوئی) منظور کی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بھی موجودہ دور کے روزنامہ الفضل کا اعزاز ہے کہ جنوری 2012ء اور مارچ 2012ء کے تین شماروں میں مستند حوالوں حقائق اور دلائل پر مشتمل ایسے مضامین شائع کئے گئے جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ اس تاریخ ساز قرارداد کو تیار کرنے میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کا مرکزی کردار تھا۔

پاک وطن کی منزل قریب تر

اگر ہم تحریکِ پاکستان کی متعدد اہم منزلوں اور ستونوں میں سے تین بنیادی اور نمایاں منزلوں اور ستونوں کا ذکر کرنا چاہیں تو بلاجھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ تین بنیادی ستون یہ ہیں۔ (1) مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کے لئے لفظ مسلمان کی تعریف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور شریعت پر ایمان (کلمہ طیبہ) تسلیم کی گئی۔ جس سے مسلم لیگ کو زیادہ سے زیادہ عددی قوت ملی۔ (2) ہندوستان میں جداگانہ انتخابات پر زور جس سے مسلم لیگ کی سیاسی قوت بڑھی اور (3) حکومت کا فیڈرل سسٹم اپنانا جس سے مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو سیاسی اور انتظامی تقویت حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تینوں نکات حضرت مصلح موعود نے پُرزور اور مدلّل طریق سے تجویز فرمائے تھے جن کا اپنے اپنے محل پر الفضل وغیرہ کے حوالوں سے زیرنظر مضمون میں واضح ذکر ہو چکا ہے۔ اب چوتھے بنیادی نکتے کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے گویا پاکستان کی منزل سامنے نظر آنے لگی۔ یہ مرحلہ 1945-46ء کے انتخابات کا تھا۔

1945-46ء کے انتخابات کی اہمیت

قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے عظیم الشان اجلاس میں قرارداد لاہور یعنی قرارداد پاکستان متفقہ طور پر منظور کی گئی جس سے حصولِ پاکستان کے لئے مسلمانانِ ہند میں زبردست جوش وخروش پیدا ہو گیا تھا۔ آخر 1945ء میں مسلم لیگ اور کانگرس کی مقبولیت کے امتحان کا مرحلہ اُس وقت آ پہنچا۔ جب ستمبر 1945ء میں وائسرائے ہند نے ملک بھر میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔

حضرت مصلح موعود کا مسلم لیگ کے حق میں حتمی فیصلہ

مسلم لیگ اور کانگرس کے درمیان یہ انتخابی معرکہ ایک غیر معمولی مقابلے کی حیثیت رکھتا تھا۔ گویا دونوں طرف کی ٹیمیں میدانِ عمل میں اتر آئی تھیں۔ ایسے میں قائداعظم کے قول کے مطابق بعض مسلمان کہلانے والے گروہوں اور افراد کا مسلم لیگ اور قائداعظم کی مخالفت کرنا کس قدر افسوس اور بدقسمتی کی بات تھی خاص طور پر ایسے موقع پر جب ایک ایک ووٹ اور ایک ایک کارکن کی بڑی اہمیت اور ضرورت تھی۔ ایسے میں حضرت امام جماعت احمدیہ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی باوفا جماعت کی ساری حمایت اور قوتِ مسلم لیگ کے پلڑے میں ڈال دی۔ مسلمانانِ ہند اور مسلم لیگ کے لئے اس فیصلہ کن گھڑی اور امتحان کے وقت حضرت مصلح موعود نے برصغیر کی پوری جماعت احمدیہ کے نام جو پیغام دیا وہ مفصل طور پر الفضل مورخہ 22؍اکتوبر میں 1945ء کو اشاعت میں شائع ہوا اور اس کا ایک اہم حصہ مورخ تحریکِ آزادی و پاکستان مولانا رئیس احمد جعفری نے اپنی مشہور کتاب ''قائداعظم اور اُن کا عہد'' میں درج کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''جناب موصوف (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ ناقل) اپنی جماعت کے اصحاب کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے...... پس میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔" اس کے بعد مولانا رئیس جعفری اپنی متذکرہ کتاب میں جماعت احمدیہ اور مخالف پاکستان گروہوں کا باہمی تقابل کرتے ہوئے اپنا بیان مخالفین کے خلاف ایک طنزیہ شعر پر ختم کرتے ہیں۔

آئیے یہ تحریر پڑھتے ہیں:

"مسلم قوم کی مرکزیت پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید، مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش، عامۃ المسلمین کی صلاح وفلاح، نجاح ومرام کی کامیابی، تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ نہیں پھر کیا؟ جانشین شیخ الہند اور دیوبند کا شیخ الحدیث؟ وہ بھی نہیں۔ پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف "کفر" کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے۔ جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے۔ جن کا ایمان، جن کا عقیدہ مشکوک، مشتبہ اور محل نظر ہے۔ کیا خوب کہا ایک شاعر نے۔

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

("قائداعظم اور ان کا عہد" صفحہ 346-345 پبلشرز مقبول اکیڈمی لاہور)

سردار خضر حیات دشمنوں کی سازش کا آلۂ کار

الحمدللہ 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی عظیم الشان فتح کے بعد پاکستان کا قیام تو یقینی ہوگیا۔ لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ دشمن بات کرے انہونی۔ پاکستان کی دشمن کانگرس کی سازباز کی وجہ سے پنجاب میں خضر حیات کی وزارت نے مسلم لیگ کے حق میں مستعفی ہونے سے انکار کردیا۔

خضر حیات کی غیر نمائندہ اور غیر آئینی وزارت کے خلاف 10/ مارچ 1946ء کو قادیان میں حضرت چوہدری فتح محمد سیال کی صدارت میں ایک احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد بالاتفاق پاس کی گئی۔

"مسلمانانِ قادیان کا یہ عظیم الشان اجتماع گورنر صاحب پنجاب کے اس طریق کو جو اس وقت وزارت قائم کرنے کے لئے اختیار کیا جارہا ہے۔ صوبہ پنجاب میں مسلمانوں کی حق تلفی یقین کرتا ہے۔ اس وزارت میں صوبہ کی مسلم اکثریت کی کوئی نمائندگی نہیں ...... ہم اس طریق کو غیر آئینی اور غیر رسمی اور خلاف عرف تصور کرتے ہیں اور اس کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں کیونکہ اس میں صوبہ کی اکثریت کی حق تلفی ہے۔"

(الفضل 11/ مارچ 1946ء)

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کی کامیاب کوشش

اس مشکل مرحلہ پر حضرت مصلح موعود کے روحانی بیٹے اور قابل فخر شاگرد سر محمد ظفر اللہ خان نے مسلم لیگ اور مسلمانانِ ہند کی ایک اور عظیم خدمت انجام دی۔ آپ نے سر خضر حیات سے ملاقات کرکے ان کو استعفیٰ دینے پر آمادہ کرلیا اور یوں مسلم لیگ کی یہ مشکل بھی حل ہوگئی۔

اُس دور کے مشہور اخبار ٹریبیون نے اپنی 5 مارچ 1947ء کی اشاعت میں یہ خوشکن خبر دی۔

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خان صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے؟"

(الفضل 6/ مارچ 1947ء)

حضرت مصلح موعود کا 1947ء کے جلسۂ لاہور میں اعلان

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آگیا ہے اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ اُن کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہوسکتا ہے۔"

(الفضل 23/ مارچ 1965ء)

روزنامہ الفضل کا ایک امتیاز

کتاب "داستانِ صحافت" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کا حوالہ

"آزادی کے فوراً بعد صحافت ایک انقلاب سے گزری بہت سے غیر مسلم اخبار ہندوستان چلے گئے...... اتنے غیر مسلم اخباروں کی روانگی کے باوجود ہندوستان کا کوئی مسلمان روزنامہ لاہور نہ آیا۔ البتہ جماعت احمدیہ کا روزنامہ الفضل قادیان سے لاہور منتقل ہوگیا۔"

(داستانِ صحافت صفحہ 126 از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مکتبہ کارواں، کچہری روڈ لاہور)

پاکستان کے روشن مستقبل کے متعلق لیکچرز

نوزائیدہ مملکتِ خداداد پاکستان کے روشن اور کامیاب مستقبل کے لئے حضرت مصلح موعود نے لاہور میں 2/ دسمبر 1947ء تا 17 جنوری 1948ء چھ معرکۃ الآرا لیکچرز دیئے۔ جن میں وطن عزیز کے ماہرین، مدبرین اور اہل علم وقلم کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ ان لیکچرز کو مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی اعلیٰ شخصیات نے بے حد سراہا اور انہیں ملک کی ترقی کے لئے بے حد اہم قرار دیا۔ ان چھ رہنما لیکچرز کے مرکزی نکات درج کئے جاتے ہیں۔

(نوٹ: ان لیکچرز کی تفصیلات اور مکمل عمائدین کے تعریفی و توصیفی کلمات ساتھ ساتھ الفضل میں قلمبند ہوتے رہے۔)

پہلے لیکچر میں حضور نے وضاحت فرمائی کہ پاکستان ایک ارتقائی تحریک ہے۔ حضور نے پاکستان کے دفاع کی طرف خاص توجہ دلائی۔ آپ نے ملک کی زرعی ترقی کی اہمیت واضح فرمائی اور اس میدان میں جدید ذرائع کو بروئے کار لانے پر زور دیا۔

(تفصیل کے لئے الفضل 2/ دسمبر 1947ء)

دوسرے لیکچر میں حضور نے فرمایا کہ ملکی ترقی کے لئے لکڑی کا وجود نہایت ضروری ہے اس لئے پاکستان کو اپنی نباتی دولت کو ترقی دینی چاہئے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(تفصیل کے لئے الفضل 9/ دسمبر 1947ء)

تیسرے لیکچر میں حضور نے فرمایا کہ ملک کی معنوی دولت ہی اس کی اصل قوت ہوتی ہے۔ اگر ہمارے ملک کا ہر نوجوان سوجھ بوجھ سے کام لے اور یہ عہد کرے کہ اپنی تمام قوتیں ملک وملت کے لئے وقف کر دینی ہیں تو یقیناً ہماری ساری ضرورت پوری ہوسکتی ہے اور ہم ملک کا عمدگی سے دفاع کر سکتے ہیں۔ حضور نے نوجوانوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے اخلاق درست کریں اور وقت کی قدر کریں۔

(تفصیل کے لئے الفضل 14/ دسمبر 1947ء)

چوتھے لیکچر میں حضور نے نہایت تفصیل سے ملک کی دفاعی طاقت کا جائزہ لیا اور پاکستان کے ابتدائی دور میں دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے اہم اور مفید طریق بتائے۔ حضور نے خاص طور پر پاکستان کی فضائی طاقت کو مضبوط بنانے پر زور دیا اور فرمایا کہ عوام میں فضائی تربیت حاصل کرنے کا رجحان پیدا کرنا چاہئے۔

(تفصیل کے لئے الفضل 12/ دسمبر 1947ء میں)

پانچویں لیکچر میں حضور نے بحری طاقت کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان کے پاس اس وقت تجارتی بیڑے کی حفاظت کرنے والے چھوٹے جہاز موجود ہیں۔ اچھے ماہر افسران کی وجہ سے ان ہی سے لڑائی میں کچھ حد تک کام لیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں تجارتی بیڑہ قائم کرنا بھی ضروری ہے۔ حضور نے عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی حضور نے اس لیکچر میں دوسرے ممالک کے ساتھ پاکستان سیاسی تعلقات کے سلسلے میں اہم تجاویز پیش فرمائیں۔

(تفصیل کے لئے الفضل 11/ جنوری 1947ء)

چھٹے لیکچر میں حضور نے فرمایا کہ اس وقت ملک میں یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ پاکستان کا دستور اسلامی ہو یا قومی۔ حضور نے وضاحت فرمائی کہ اسلامی آئین اساسی کے معنی یہی ہوں گے کہ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جو قرآن کریم، سنت اور رسول کریمؐ کی تعلیم کے خلاف ہو۔ حضور نے مساوات رکھنے کے اسلامی نظام کا تعارف اور بعض احکام کی خصوصیات بھی بیان فرمائیں۔

معزز قارئین کرام! حضور کے پانچویں اور چھٹے لیکچر میں صدارت کے فرائض شیخ سر عبدالقادر صاحب نے انجام دیئے۔ آپ نے چھٹے لیکچر کے اختتام پر اپنی صدارتی تقریر میں کہا:

"حضرات! میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ سب کے دل کی بات کہہ رہا ہوں کہ جب کہ میں آپ سب کی طرف سے حضرت مرزا صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نہ صرف آج کے لیکچر کے لئے بلکہ گزشتہ پانچ لیکچروں کے لئے بھی جن میں سے بے شمار اہم معاملات اور مسائل کے متعلق نہایت مفید اور ضروری باتیں آپ نے بیان فرمائی ہیں۔ میں فاضل مقرر سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان لیکچروں کو کتاب کی شکل میں شائع کر دیا جائے تو پبلک آپ کی بہت ممنون ہوگی۔"

(الفضل 18/ جنوری 1948ء)

استحکام وترقیٔ پاکستان کیلئے ان گنت وگرانقدر خدمات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف ادوار میں بے شمار مخلص، قابل اور ماہر احمدی سپوتوں نے ملک وملت کی قابل ذکر وقابل ستائش خدمات انجام دیں۔ ان میں پہلا نمایاں نام چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کا ہے جنہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے متحدہ ہندوستان اور پھر وطن عزیز پاکستان میں بھی ان گنت اور انمول خدمات کی توفیق ملی۔ ان عظیم الشان خدمات میں قائداعظم کے حکم پر باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا مقدمہ نہایت فاضلانہ اور جرأتمندانہ طریق سے پیش کرنا۔ اقوام

متحدہ میں مسئلہ فلسطین پر عربوں کے موقف کی زبردست اور کامیاب وکالت کرنا۔ اواخر 1947ء میں قائداعظم کی نظر انتخاب سے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کئے جانے کے بعد اقوام عالم میں وطن عزیز کی سربلندی۔ قدر و منزلت اور با اُصول و کامیاب خارجہ پالیسی کی دھاک بٹھا دینا مسئلہ کشمیر پر دلائل اور حقائق اور پُرشوکت قوتِ بیان سے بھارت کو کئی بار شکست فاش دے کر اقوام متحدہ سے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے لئے مستقل اہمیت کی قرار دادیں منظور کرانا۔ متعدد مسلمان (عرب اور افریقی) ممالک کی آزادی کے لئے مؤثر اور کامیاب ترجمانی کرنا وغیرہ وغیرہ ...... یہ سب فقید المثال کارنامے پاکستان کی روشن تاریخ کا حصہ ہیں اور مؤقر الفضل نے ان کو قدم بقدم محفوظ کیا اور اپنے قارئین تک پہنچایا۔ مثال کے طور پر اس وقت ہمارے سامنے الفضل مورخہ 26 دسمبر 1947ء کا شمارہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ اوّل کی شہ سرخی ہے:

پاکستان نے مسئلہ فلسطین کی حمایت سے تمام عرب ممالک کو زیر احسان بنالیا ہے

شاہ یمن نے گورنر جنرل پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کو ایک برقی پیغام میں مبارک پیش کی ہے کہ دولت پاکستان نے اتحادی مجلس میں مسئلہ فلسطین پر عربوں کی نہایت احسن طریق سے حمایت کی ہے اور اس طرح تمام عرب ممالک پاکستان کے زیر احسان ہو گئے ہیں۔ آپ نے اتحادی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جو مجلس دنیا میں قیام امن کے لئے بنائی گئی تھی۔ آج وہ مسلم دنیا میں جنگ وجدال کا موجب بن رہی ہے۔

آپ نے پاکستان کے اتحادی اقوام میں ممتاز نمائندہ (سرمحمد ظفر اللہ خان) کا بھی شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے نہایت خوش اسلوبی سے عربوں کا کیس پیش کیا۔ قائداعظم نے اس کے جواب میں شاہ یمن کی مبارک بادی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تقسیم فلسطین کے فیصلہ کو اتحادی مجلس کی کم فہمی قرار دیا ہے آپ نے عربوں کو ان کی اس جدوجہد میں پاکستان کی طرف سے ہر ممکن امداد کا یقین دلایا ہے۔

(الفضل لاہور مورخہ 26 دسمبر 1947ء صفحہ اوّل)

الفضل کے ذریعے احباب جماعت کو حضرت مصلح موعود کی اہم ہدایات

جنگ 1965ء کے متعلق فرمایا:

''تمہیں یہ امر اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جن امور کو (دینِ حق) نے ایمان کا اہم ترین حصہ قرار دیا ہے ان میں ایک جہاد بھی ہے بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ جو شخص جہاد کے موقع پر پیٹھ دکھاتا ہے جہنمی ہو جاتا ہے۔'' (الفضل 10 ستمبر 1965ء)

پھر احباب جماعت کو تاکیدی ہدایت کی۔

''میں پاکستان کے تمام احمدیوں کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ وہ اپنی شاندار روایت کو قائم رکھتے ہوئے حکومت پاکستان سے ہر طرح تعاون کریں اور استحکام پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانیاں بشاشت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے حب الوطنی کا ثبوت دیں۔'' (الفضل مورخہ 10 ستمبر 1965ء)

صدرِ پاکستان ایوب خان کو ارسال کردہ پیغام

الفضل نے حضرت مصلح موعود کا صدر پاکستان کو ارسال کردہ پیغام بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

''مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی قلق اور صدمہ ہوا ہے کہ بھارتی حکومت نے بغیر کسی وجۂ اشتعال کے بزدلانہ طور پر ہماری مقدس سرزمین پر جارحانہ حملہ کیا ہے۔ امتحان و آزمائش کے موجودہ وقت میں پوری کی پوری قوم یک جان ہو کر فرد واحد کی طرح آپ کی پیچھے ہے۔ میں اپنی طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کو دل و جان کے ساتھ مکمل تعاون اور مدد کا یقین دلاتا ہوں۔ اس نازک موقع پر ہم ہر مطلوبہ قربانی بجالانے کا عہد کرتے ہیں۔'' (الفضل 8 ستمبر 1965ء)

ائمہ احمدیت کی پاکستان سے محبت اور جماعت کو نصیحت

حضرت مصلح موعود کی پاکستان سے دردمندانہ محبت کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کے یہ عرفان بھرے الفاظ پڑھتے ہیں:

''ہمارے دلوں میں اپنے ملک سے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مہر لگائی ہے۔ حب الوطن من الایمان یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔............اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے خواہ ہمیں ہر طرف سے بُرا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے۔''

(الفضل 9 جنوری 1972ء صفحہ 3)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشادات

''پاکستان کے احمدیوں کے نام بالخصوص میرا یہ پیغام بھی ہے کہ آنحضورؐ کے اس مقدس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور حرز جان بنائیں کہ حب الوطن من الایمان ۔ وطن کی محبت ایمان ہی کا ایک جُز ہے۔ وطن کی محبت میں اپنی سنہری درخشندہ تاریخ کی حفاظت کریں...... جب بھی وطن عزیز کو کوئی خطرہ پیش آیا آپ صفِ اوّل کی قربانیاں کرنے والوں میں شامل رہے۔ تاریخ پاکستان میں دوسرے محبان وطن کے دوش بدوش آپ کے نام بھی انمٹ سنہری حروف میں کندہ رہیں گے۔''

(الفضل 8 مئی 1984ء صفحہ 8)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''جماعت احمدیہ نے پہلے دن سے ہی جب سے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے ہمیشہ پاکستان اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے قربانیاں دی ہیں...... پس جماعت احمدیہ نے اس ملک کے بنانے میں بھی حصہ لیا ہے اور انشاء اللہ اس کی تعمیر و ترقی میں بھی ہمیشہ کی طرح حصہ لیتی رہے گی کیونکہ آج ہمیں ''وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے'' کا سب سے زیادہ ادراک ہے۔ آج احمدی ہے جو جانتا ہے کہ وطن کی محبت کیا ہوتی ہے؟''

(الفضل انٹرنیشنل 4 نومبر 2005ء
خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 612-611)

رواں دواں سلسلہ

حقیقت یہ ہے کہ ''تعمیر و استحکام پاکستان میں الفضل کا کردار'' سمندر کی مانند وسیع مضمون ہے۔ اور اس کا مکمل احاطہ کرنا ایک مضمون تو کیا کئی ضخیم کتب میں بھی مکمل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ایک رواں دواں سلسلہ ہے۔ خاکسار نے مختلف میدانوں اور شعبوں میں جماعت کے کچھ ممتاز ترین قومی مشاہیر کی خدمات اور کارنامے جو فقط اشارۃً بیان کئے ہیں انہی کا مستند اور حقیقت افروز تذکرہ ہمارے ملکی اخبارات اور مختلف کتب میں اب تک چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے اہل علم و قلم حضرات ان سچے بے لوث اور مستند کارناموں کو مضامین اور تراجم کے ذریعہ الفضل اور دوسرے جماعتی رسائل و جرائد میں محفوظ کئے جا رہے ہیں اور ان میں طبعزاد مضامین کے ذریعہ مزید اضافہ کیا جا رہا ہے۔ پاکستان واپس آنے کے بعد گزشتہ تقریباً بیس بائیس سال سے تو خاکسار اس تاریخی ریکارڈ اور مواد کو باقاعدگی سے دیکھ رہا ہے۔ پھر الفضل کے سالانہ پاکستان نمبر تو اس مواد اور ریکارڈ کا خوبصورت اور قیمتی مرقع ہوتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ بفضل اللہ تعالیٰ الفضل ہر دور میں استحکام و ترقی پاکستان کے سلسلہ میں اپنا تعمیری اور تخلیقی کردار ادا کرتا رہا ہے اور انشاء اللہ کرتا رہے گا اور سب سے بڑھ کر یہ نعمت کہ حضرت خلیفۃ المسیح اپنے پیارے وطن کی بہتری کے لئے بعض دفعہ ملکی حالات پر ہمدردانہ تبصرہ فرماتے ہیں اور ملکی سالمیت اور سلامتی کے لئے رہنمائی فرماتے ہیں اور احباب جماعت کو وطن عزیز کی سلامتی اور بہتری کے لئے دعاؤں کی تلقین فرماتے ہیں جو MTA اور الفضل دنیا بھر میں جماعت تک پہنچاتے ہیں۔ الحمدللہ

آئندہ کے مؤرخ کو سچی تاریخ کا مواد الفضل اور جرائد سے ملے گا

سچ کو چھپانے والے ابن الوقت اپنی مذموم کوششیں کرتے رہیں اور ملکی تاریخ کو مسخ کرنے کا مکروہ دھندہ جاری رکھیں لیکن یاد رہے کہ انشاء اللہ آئندہ آنے والا انصاف پسند اور سچا علم دوست مورخ اصل تاریخ کو ضرور سامنے لے آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور فضل سے اسے ملک کی سچی اور حقیقی تاریخ کا سراغ اور مواد الفضل اور دوسرے جماعتی رسائل اور جناب ثاقب زیروی کے ہفت روزہ لاہور اور متعلقہ موضوع پر احمدی لٹریچر سے ملے گا۔ اس لئے بھی کہ متذکرہ لٹریچر و جرائد میں وطن عزیز کے انصاف پسند اور وقیع و متین قلمکاروں اور مصنفین کے مضامین اور تصانیف کے بے شمار حوالے محفوظ کر دیے گئے ہیں نیز اور بھی غیر جانبدار اہل قلم کی تحریرات مختلف جگہوں اور لائبریریوں میں موجود ہیں۔

پاکستان کے پیچھے خدائی طاقت کارفرما ہے

حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

''حکومت کا ان حالات میں بچ جانا جن سے پاکستان گزرا ہے۔ پھر اس کا ترقی کرنا اور عزت حاصل کر لینا کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر اس نے یہ ترقی تین چار سال میں کر لی ہے......اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کتنا ہاتھ تھا ...... پاکستان کا قائم رکھنا اور بیرونی دنیا میں اس کا مشہور ہو جانا اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ خدا تعالیٰ جس کی نصرت پر آتا ہے کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔''

(الفضل 17 نومبر 1951ء صفحہ 3)

دعاؤں کی طرف بہت توجہ دیں

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آج کل کے مشکل اور تشویشناک حالات کے پیش نظر جماعت کو تلقین فرماتے ہیں:

''ایک دعا کی طرف بھی توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ پاکستان کے حالات آج کل انتہائی ناگفتہ بہ ہیں.....تو دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو (ملک کے مفاد کے خلاف کام کرنے والوں کو......ناقل) عقل دے اور سمجھ دے۔ احمدیوں کا تو اس ملک کے قیام میں بھی حصہ ہے۔ احمدیوں کے خون اس ملک کے قیام کے وقت بھی بہے ہیں۔ احمدیوں کے خون اس ملک کی تعمیر میں بھی بہے ہیں۔ احمدیوں کے خون اس ملک کی حفاظت کے لئے بھی بہے ہیں اور یہ وطن سے محبت کا تقاضا بھی ہے کہ ہم آج بھی اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں کیونکہ اب جو حالات ہیں ویسے بھی ہمارے پاس اور کوئی طاقت نہیں جو ظلم کو روک سکیں۔ ظلم سے روکنے کے لئے ایک چیز جو ہمارے پاس ہے وہ دعا ہے۔ اس لئے دعاؤں کی طرف بہت زیادہ توجہ دیں۔

پاکستان میں رہنے والے احمدی بھی بہت زیادہ دعائیں کریں۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں جو پاکستانی احمدی رہ رہے ہیں وہ بھی اس ملک کے لئے دعائیں کریں۔ بلکہ دنیا میں رہنے والے غیر پاکستانی احمدی بھی دعا کریں............ ہر احمدی کو آجکل پاکستانی احمدیوں کے لئے اور ان کے ملک کے لئے دعا کرنی چاہئے۔''

(خطبہ فرمودہ 28 دسمبر 2007ء الفضل 19 فروری 2008ء خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 530 تا 531)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے ہماری تضرعات سنے اور ہمارے پیارے وطن کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور شروع کے ماہ و سال کی کامیاب و باوقار اٹھان سے بہت بڑھ کر ترقی اور امن و سلامتی عطا فرمائے۔ ساری جماعت کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہمارے ان گنت نہتے شہیدوں کی قربانی اور بے دریغ بہنے والے خون کے طفیل ہماری آئندہ نسلوں کو بھی دینی دنیاوی سرخروئی عطا فرمائے۔ آمین شائد حقیقی انقلاب عظیم میں ابھی کچھ دیر ہے............

چراغِ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے
جئیں گے جو وہ دیکھیں گے بہاریں زلفِ جاناں کی
سنوارے جائیں گی گیسوئے دوراں ہم نہیں ہوں گے
جوانو اب تمہارے ہاتھ میں تقدیرِ عالم ہے
تم ہی ہوگے فروغِ بزمِ امکاں ہم نہیں ہوں گے
ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں ہم نہیں ہوں گے

الفضل سے تصنیف تک

مکرم عاصم جمالی صاحب۔ جھنگ

یہ ناچیز اب زندگی کے تریسٹھویں سال میں ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہی موقوف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے افضال کو حاصل کرنے میں روزنامہ الفضل کی شکل میں جاری ایک روحانی نہر کا بھی ایک کردار ہے۔

اس کردار کے پہلو کا تعلق اس احقر العباد کو ''صاحب کتاب'' بنانا ہے۔ بیسویں صدی کے سن ساٹھ کے دہاکے میں راقم الحروف کو اپنے والد محترم چوہدری محمد عبدالغنی صاحب کے ساتھ جھنگ کے چھوٹے سے شہر سے جا کر سرگودھا اور لاہور کے بڑے شہروں میں رہنے کا موقعہ میسر آیا۔

یہ میری تعلیم کے پرائمری درجے سے نکل کر ہائی سکول اور کالج کی تعلیم کے سال تھے۔ الفضل اگرچہ جھنگ میں بھی والد صاحب منگواتے تھے اور میں اس میں سے کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا تھا لیکن اس کی قدر و قیمت سے آگاہ نہ تھا۔ جب والد صاحب مرحوم کا تبادلہ ڈی سی آفس جھنگ سے کمشنر آفس سرگودھا ہوا تو گھر کا سامان ٹرک میں جس طور رکھا گیا سو رکھا گیا، لیکن میں نے اپنی غلیل کو کسی الفضل کے شمارے میں لپیٹ کر اس پر دھاگہ لپیٹا تھا اور اسے سامان میں رکھوایا تھا۔

جب ہم سرگودھا میں نیو سول لائنز کے علاقہ میں رہتے تھے تو ان دنوں سائیکل سے گر کر میرا بایاں بازو ٹوٹ گیا تھا۔ نیو سول لائنز میں ہی دو گلیاں چھوڑ کر احمدیہ بیت الذکر کے بنائے جانے کے وہ ابتدائی ایام تھے جس میں مٹی وغیرہ ڈھونے میں، میں نے بھی حصہ لیا تھا اور پکی اینٹوں کا ایک تھڑا اور محراب بنائی گئی تھی وہاں نمازیں ادا ہوتی تھیں جن میں، میں بھی اپنے بڑے بھائی پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالخالق صاحب اور محترم والد صاحب اور چھوٹے بھائی عزیزم محمد عبدالرزاق صاحب کے ساتھ شریک ہوا کرتا تھا۔ بازو ٹوٹنے کے باعث کافی دنوں تک بیت الذکر میں نہ جا سکا تو ایک روز شام کو مشفقی مرزا نثار احمد صاحب ابن حضرت مرزا عبدالحق صاحب میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور جاتے ہوئے مجھے حضرت مسیح موعود کی تصنیف ''کشتی نوح'' سے ماخوذ ''ہماری تعلیم'' (جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا تیار کیا ہوا ہے) اور ٹالسٹائے کا ناول ''وار اینڈ پیس'' دے گئے کہ لیٹا لیٹا میں ان کا مطالعہ کیا کروں۔

ان ہی ایام میں مجھے پتہ چلا کہ الفضل غلیل لپیٹنے کا کام تو دیتی ہے لیکن اس کا صحیح مصرف نہیں ہے بلکہ اس کے تو فائل سال بہ سال جلدیں بندھوا کر رکھے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے الفضل کے اجراء سے لے کر رکھے ہوئے ہیں۔ ان فائلوں کی زیارت کا موقع تو مجھے صرف ایک بار ملا جب مجلس خدام الاحمدیہ کی مجلس عاملہ کے ایک رکن حیثیت سے مرزا صاحب مرحوم سے کوئی میٹنگ تھی مگر اس طرح سنبھالنے اور جلدوں میں محفوظ دیکھ کر الفضل کے مقام و مرتبے کا احساس پیدا ہو گیا۔

چنانچہ ان دنوں سے میں نے بھی الفضل کے پرچوں کو سنبھال کر رکھنا شروع کر دیا۔ پھر ہم والد صاحب کے تبادلہ کے باعث لاہور میں چوبرجی گارڈنز اسٹیٹ کے کوارٹرز میں فروکش ہو گئے۔ کوارٹرز سے ملحق پونچھ روڈ پر اسلامیہ پارک کی احمدیہ بیت الذکر میں، میں مکرم شیخ عبدالقادر صاحب محقق کی گفتگو اور گاہے بگاہے تقاریر سنتا تھا اور کچھ مرتبہ موصوف سے ان کے گھر پر بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ پہلے اسلامیہ پارک میں بعد میں رستم پارک ملتان روڈ لاہور۔ شیخ صاحب مرحوم سے تبادلہ خیال کے دوران ہی یہ خیال آیا کہ الفضل کا ایک انڈکس بنایا جائے۔ اس امر کو شیخ صاحب موصوف نے بہت سراہا۔ مگر جب اس بات کا اظہار میں اپنے تایا زاد بھائی انجینئر (ڈائریکٹر برجز) چوہدری عبدالحمید صاحب مرحوم (آپ چنیوٹ اور ربوہ کے درمیان برج کے ڈیزائن، اسی طرح خلافت لائبریری ربوہ کے ڈیزائن میں بھی شامل تھے) سے کیا تو موصوف نے ازراہ تفنن کہا کہ ''تمہارے پاس بہت سے باداموں کا ڈھیر ہونا چاہئے تاکہ اس کام کے دوران ساتھ ساتھ باداموں کا پھکا بھی مارتے جاؤ تاکہ حافظہ قوت پاتا رہے''۔

پھر میں بنک کی ملازمت کے جھمیلوں میں پڑ گیا مگر الفضل کے تمام شماروں (نئے اور پرانے) کو سینت سینت کر رکھتا رہا۔ اسی دوران مارچ 2000ء میں مجھے دل کے بائی پاس آپریشن کے عمل سے گزرنا پڑا اور مولیٰ کریم نے اپنے فضل و کرم سے شفایاب کر دیا تو ریکوری کے لئے چھٹیوں کے دوران یہ خیال دل میں گھر کرتا گیا کہ اس فضل و کرم کے شکرانے کے لئے کیوں نہ حضرت مسیح موعود کے 313 رفقاء کے احوال و آثار کو باقاعدہ طور پر لکھ دیا جائے۔

اور............اب تو یہی کام ہی دن رات کا مشغلہ بن گیا۔ تو نہایت ہی مختصر عرصے میں نومبر 2002ء میں مکرم نصر اللہ خان ناصر کے ساتھ مل کر 313 رفقاء کے کام کو الفضل اور دیگر رسائل و کتب سلسلہ عالیہ احمدیہ 1960ء تا 2002ء کے پرچوں کو کھنگال کر ترتیب دے دیا گیا۔ ''جواہر الاسرار'' کے بارے میں مضمون مارچ 2004ء میں بھجوایا گیا اور تادم اشاعت 2007ء پہلے سے بھجوائے گئے مواد میں مزید اضافے کئے جاتے رہے اور پھر یہ کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔

بحمد اللہ یہ ہے ایک مختصر روئیداد میری زندگی میں الفضل کے کردار کی۔ جس نے اس کج مج بیان کو الفضل کے سنبھال سنبھال کر رکھنے کی برکت نے سلسلہ احمدیہ کی ایک خدمت کی طرح ڈالنے کی توفیق عطا کر دی وگرنہ ع

من آنم کہ من دانم

مرتبہ: محترمہ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ
گائناکالوجسٹ۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ

یومیہ انسائیکلوپیڈیا

الفضل خدا کے فضل سے دینی و دنیوی متفرق معلومات چند صفحات میں اس طرح پہنچاتا ہے کہ اگر اسے یومیہ انسائیکلوپیڈیا (encyclopadia) کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

بچپن کے نقوش الفضل کے بارے میں اس طرح ابھرتے ہیں کہ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت کے بارے میں تازہ اطلاع آیا کرتی تھی اور ہر فرد سب سے پہلے پڑھنے کے لئے دوڑتا تھا۔ پھر بڑے ہو کر ایک چسکا سا پڑ گیا کہ اگر نہ پڑھا جائے تو تشنگی رہ جاتی ہے۔ جب خاکسار انگلستان میں تعلیم میں مشغول تھی تو ابا جان کا خط ملا کہ ''تمہیں چاہئے کہ اخبار الفضل منگواؤ تاکہ سلسلہ کی روز افزوں ترقی اور حالات سے تم لوگ باخبر رہو''۔

میرے دادا کیونکر احمدی ہوئے؟ یہ مضمون مجھے الفضل کی معرفت پڑھنے کو ملا۔ گزرے ہوئے ادوار کے دلچسپ واقعات خاص طور پر بزرگوں کے سیاحت کے قصے، پیارے آقا کے دورہ جات کا آنکھوں دیکھا حال، کسی پھل سبزی کی افادیت، سائنسی تحقیق کے بارے میں معلومات پر ماخوذ مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔ نیز تقریبات ولادتیں، کامیابیاں اور وفات وغیرہ کی خبریں بھی الفضل کے ذریعے پہنچتی رہتی ہیں۔

بعض جامع دعائیں اور سید الاستغفار کی کٹنگ الفضل سے لے کر سرہانے رکھ لیتی ہوں تو پھر آسانی سے یاد ہو جاتی ہیں۔

کئی دفعہ ایسا عجیب اتفاق ہوا ہے کہ انسان کسی کیفیت یا حالات سے گزر رہا ہوتا ہے یا کوئی تازہ واقعہ ایسا ہوا ہوتا ہے کہ اسی کے مطابق ملفوظات چھپ جاتی ہیں اور لگتا ہے کہ اسی مضمون کی ضرورت تھی۔

اخبار الفضل سے منسلک ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ خاکسار کی بیٹی جو کہ ابا جان کے ساتھ رہتی تھی وہ اسے گود میں بٹھا کر الفضل پڑھا کرتے تھے اور وہ انگلی رکھ رکھ کر اردو پڑھنا چار سال کی عمر میں سیکھ گئی تھی۔

مکرم مولانا محمد ابراہیم بھامبڑی صاحب۔ ربوہ

لغویات اور فحش خبروں سے پاک صحیفہ

الفضل میرا ہم عمر ہے میں اس سے ہمیشہ سیراب ہوتا ہوں

میری پیدائش جولائی 1914ء کی ہے اور الفضل کا اجراء 1913ء ہے۔ اس لحاظ سے الفضل میرا ہم عمر ہی ہے صرف ایک سال کا فرق ہے۔ مجھے ایک عزیز نے توجہ دلائی ہے کہ اگلے سال الفضل کو جاری ہوئے ایک صدی گزر رہی ہے۔ اس موقع پر انشاء اللہ الفضل کا خاص نمبر شائع ہوگا۔ مجھے اس نے الفضل کے بارہ میں اپنے تاثرات لکھنے کی تحریک ہے۔ خاکسار کوئی مضمون نویس اور قلمکار تو نہیں ہے لیکن حصول ثواب کی خاطر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اپنے تاثرات پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ جتنی کسی چیز کی علت فاعلی عمدہ اور اعلیٰ ہوگی اتنی ہی وہ چیز مبارک اور اعلیٰ ہوگی۔ مثلاً قرآن مجید کی علت فاعلی اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے۔ اسے خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ یہ کلام اللہ ہے اس کا ہر ایک لفظ اللہ تعالیٰ کے منہ سے نکلا ہوا ہے لہٰذا یہ کتاب یکتا اور بے نظیر ہے علموں کا خزانہ ہے غیر محدود معارف کا سمندر ہے۔

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

جب ہم الفضل کی علت فاعلی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں چار مبارک وجود نمایاں نظر آتے ہیں۔ اول مبارک وجود حضرت مصلح موعود کا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا'' حضور نے یہ الفضل 1913 میں جاری فرمایا۔ دوسرا مبارک وجود حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول جنہوں نے اس اخبار کا نام الفضل رکھا۔ یہ ایسا مبارک وجود ہے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود نے فرمایا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

الفضل نام میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے جو کہ اسے جو اخلاص سے پڑھے گا اس کے سارے کام انشاء اللہ خدا کے فضل سے مبارک ہوتے چلے جائیں گے۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما الفضل ایسی روحانی غذا ہے جس میں تمام روحانی وٹامن پائے جاتے ہیں۔

اولاد کی تربیت کے لئے روحانی دودھ ہوتا ہے۔ اسے پینا اور محفوظ رکھنا چاہئے۔ چیدہ چیدہ ملکی خبریں ہوتی ہیں جن سے ملکی فضاء کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ مرکز سے رابطہ رہتا ہے۔ پھر بعض احباب اپنے بزرگوں کے حالات الفضل میں شائع کرواتے ہیں جو بڑے سبق آموز ہوتے ہیں۔ مجھے تو بعض حالات پڑھ کر رشک آجاتا ہے پھر ان کے لئے دعا نکلتی ہے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ پھر کئی ایسے شذرات الفضل میں شائع ہوتے ہیں جن سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ طبی معلوماتی مضامین ہوتے ہیں۔ میں تو جب الفضل میں کوئی سانحہ ارتحال پڑھتا ہوں اسی وقت دعا جنازہ پڑھ لیتا ہوں۔ جب کسی عزیز کی بیماری کی خبر پڑھتا ہوں اسی وقت صحت کے لئے دعا کر لیتا ہوں اگر ممکن ہو تو عیادت کے لئے بھی جاتا ہوں۔ الفضل کے کیا کیا فوائد اور برکات لکھوں شمار نہیں کر سکتا۔

الفضل کی برکتوں کے سلسلہ میں خاکسار ذاتی طور پر جانتا ہے کہ جس گھر میں الفضل جاتا ہے الفضل اس کے لئے برکت کا موجب بن جاتا ہے۔ میرے علم میں ہے کہ ایک دوست کو اپنے بیٹے کے لئے رشتہ کی ضرورت تھی۔ وہ اس بارے میں ایک گھر میں جائزہ لینے گئے۔ اس نے دیکھا کہ اس گھر میں الفضل آتا ہے اور گھر کے سارے افراد اسے پڑھتے ہیں اس دوست کو الفضل سے ان کے اخلاص کا اندازہ ہوگیا اور رشتہ طے ہوگیا جو بہت مبارک ثابت ہوا یہ ہے الفضل کی برکت۔

بہترین کام اولاد کی تربیت ہے اس میں بھی الفضل کا بڑا کردار اور دخل ہے۔ اس زمانہ میں یہ مسئلہ بڑا اہم ہے۔ حضرت مصلح موعود نے والدین، اساتذہ کرام اور تنظیموں کو اس طرف خاص توجہ دینے کا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ بزرگوں کے گزرنے کے بعد اولاد پر ذمہ داری کا بار پڑتا ہے۔ زندہ قوم کے لئے اپنی اولاد کی تربیت نہایت ضروری ہوتی ہے۔ الفضل اخبار اولاد کو قابل بنانے کے لئے مواد مہیا کرتا اور رہنمائی کرتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں الفضل بہترین ساتھی ہے۔ اس سے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور خیر کے کام کیلئے رغبت پیدا ہوتی ہے تربیت اولاد اور خود اپنی اصلاح کا الفضل بہت بڑا ذریعہ ہے۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ الفضل پڑھنے میں بڑی برکتیں ہیں۔ موضع بھامبڑی میں ماحول بڑا جاہلانہ تھا۔ بچپن ہی مجھے الفضل پڑھنے کا شوق پیدا ہوا میرے والد مرحوم ہمارے لئے سلسلہ کا لٹریچر الفضل، درثمین، کشتی نوح وغیرہ ہمیں لا کر دیا کرتے ہمارے کان میں اس طرح دینی باتیں ڈالا کرتے تھے۔ جس طرح پرندہ اپنے بچوں کے منہ میں دانہ ڈالتا ہے۔ ہماری انہوں نے بہت اچھے رنگ میں تربیت کی اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

میں الفضل کے چیدہ چیدہ حصے پڑھتا اور انہیں محفوظ رکھتا تھا۔ میں بہت نالائق تھا انگریزی کو گریجی تلفظ سے بولتا تھا یہ میرے والدین کا احسان ہے کہ انہوں نے ہماری اچھے رنگ میں تربیت کی اس میں الفضل کا بھی بڑا دخل ہے۔ مطالعہ کا شوق پیدا کیا۔ کجا گریجی والا زمانہ کجا آج کا کہ میرے لائق شاگردوں پر سورج غروب نہیں ہوتا اور وہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ میں ان کے لئے دعا بھی کرتا رہتا ہوں اور ان کو واسطہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے رحم اور مغفرت مانگتا رہتا ہوں۔

تحدیث نعمت اور نوخیز نسل کو سبق کی خاطر اظہار کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار دفعہ حضرت مسیح موعود کی کتب پڑھ چکا ہوں اور حضور کے عربی اردو فارسی کے سینکڑوں اشعار ازبر یاد ہیں۔ یا عین فیض اللہ والعرفان کا قصیدہ روزانہ سونے سے پہلے پڑھ لیتا ہوں۔ اس کی برکت اور اللہ کے فضل سے میرا حافظہ ابھی بھی ٹھیک ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ہفتہ میں کم از کم ایک بار دعائیہ فیکس کرتا ہوں عزیز دوستوں اور مہربانوں سے رابطہ رکھتا ہوں۔ ملاقات کرتا ہوں۔ گزرا زمانہ دیکھنے کے لئے ذہن کا ٹیلی ویژن لگا تا ہوں۔ قوت متخیلہ بڑی نعمت ہے جو صرف انسان کو ملی ہے۔

الفضل کا روزانہ مطالعہ کرتا ہوں ملکی اخبار بھی روزانہ لیتا ہوں۔ قرآن مجید مجھے کافی یاد ہے اس کو بھی دوہراتا ہوں دعا جنازہ بھی روزانہ پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے اس کا نام الفضل رکھوا دیا اس کا جاری کرنے والا محمود ہے اس کا نام رکھنے والا نورالدین ہے الفضل کی آڑے وقت میں مدد کرنے والے حضرت سیدہ ام ناصر اور ان کی لخت جگر حضرت سیدہ ناصرہ بیگم ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ ان مبارک وجودوں کو مدنظر رکھ کر بھی الفضل پڑھنا چاہئے الفضل ان کی ایک یادگار ہے ہر احمدی کو الفضل پڑھنا چاہئے یہ طرز عمل ان کے درجات کی بلندی کا باعث ہے عالم آخرت میں ان کی خوشی کا انشاء اللہ باعث بنے گا۔ الفضل دنیا میں ایک واحد صحیفہ ہے جو لغویات اور فحش خبروں سے پاک اور خیر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ قیمتی خزانہ ہے اور صحیح راہوں کی راہنمائی کرتا ہے۔ روحانی نہر ہے ہمیں اس نہر کے پانی سے اپنے روحانی باغوں کو سینچنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود کا بازو ہے اسے مضبوط کرنا چاہئے حاسد اس کی خوبیاں دیکھ کر جل رہا ہے اور چاہتا ہے کہ احمدی احباب تک نہ پہنچے۔ اس صورت حال پر ہمیں غور کرنا چاہئے۔ اور باد مخالف کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ یہ سدا ہمیں اونچا اڑانے کے لئے چل رہی ہے۔

میں تو الفضل کو شہد سمجھتا ہوں اور اس کے مضمون نگاروں اور عملہ کو شہد کی مکھیاں اور قرآن مجید حدیث اور کتب مسیح موعود اور دیگر علمی کتابیں جن سے مضمون کا مواد اخذ کیا جاتا ہے پھولوں سے تشبیہ دیتا ہوں۔ الفضل خالص روحانی شہد ہے اور سراسر خیر ہی خیر ہے۔ ہر احمدی کو اسے ضرور پڑھنا چاہئے۔ علم میں اضافہ ہوتا ہے یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اصلاح نفس اور تربیت کا بڑا موثر ذریعہ ہے۔

الفضل بھی دودھ کی ایک نہر ہے ہر مخلص احمدی کو تمام روکیں دور کر کے اس جوئے شیر کو اپنے گھر لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں تمام احباب جماعت سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر تک میرے قویٰ سلامت رکھے اور کسی کا محتاج نہ کرے اور اپنے انجام بخیر فرمائے۔

مکرم فیض الحق صاحب۔ لاہور

بے چین دل کے ساتھ الفضل کا انتظار

میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے الفضل کا مطالعہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نے دینی و دنیاوی ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ شاید اسی لئے اور کوئی اخبار ہمارے گھر نہیں آتی۔ دن کا آغاز ہی الفضل کے مطالعے سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے حدیث اور پھر سیدنا حضرت مسیح موعود کا اقتباس پڑھ کر دل کو جو راحت و سکون میسر آتا ہے وہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

خاکسار بفضل اللہ تعالیٰ سیکرٹری اشاعت و تصنیف شمالی چھاؤنی نمبر2 ہے۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کو الفضل کے مطالعہ کی طرف راغب کیا جا سکے اور شوق اور خلوص سے ایک گہرا تعلق پیدا کیا جائے۔

الفضل کے سو سال مکمل ہونے پر خاکسار دل کی گہرائیوں سے سب احباب جماعت کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ خاکسار کا تعلق لاہور سے ہے یہاں ایک دن تاخیر سے الفضل پہنچتی ہے۔ پیر کا دن بے چین اور بے قرار گزرتا ہے کیونکہ اس دن گھر میں الفضل نہیں آتی۔ کچھ وجوہات کی بنا پر یہاں الفضل کا ملنا مشکل ہوگیا ہے۔ جس کے باعث ہر روز بے تابی رہتی ہے۔

Distributors:

Servis TYRES & TUBE
PSO
CALTEX
SHELL
gg we grow to serve

Distributors:

پاک ٹریڈرز

محتاج دعا:

236-237 اے فاطمہ جناح روڈ۔ سرگودھا

(048)3716727
3727842
0300-9604071

ڈیلر: گارڈ فلٹرز، بریک آئل اور بریک لیدر

Guard Oils & Filters

Guard Oils & Filters

پاک ٹریڈرز

118-119 شعیب بلال مارکیٹ، بالمقابل جنرل بس سٹینڈ فیصل آباد

(041)8861164 (041)8789864
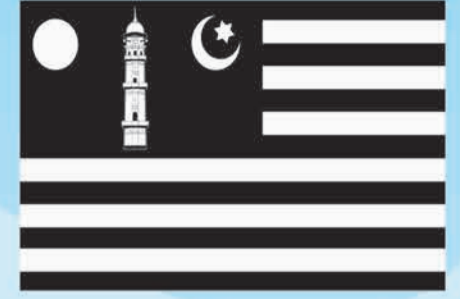
روزنامہ الفضل کی خدمات اور سوسالہ سفر مکمل ہونے پر

خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کی جانب سے تمام احمدی احباب کو مبارکباد

☆ زعیم اعلیٰ واراکین عاملہ واراکین انصاراللہ حلقہ ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ قائد علاقہ واراکین عاملہ علاقہ واراکین خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ علاقہ لاہور

☆ قائد ضلع واراکین عاملہ ضلع واراکین خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ ضلع لاہور

☆ صدر لجنہ واراکین عاملہ نگران قیادت وحلقہ 1 واراکین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ قیادت نگران وحلقہ 1 ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ حلقہ 2 ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ حلقہ 3 ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ حلقہ 4 ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ حلقہ 5 گارڈن ٹاؤن لاہور

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے احمدی
بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام

الفضل کے 100 سال مبارک ہوں

محمد نعیم اللہ خاں امیر ضلع جماعت ہائے احمدیہ
وصدران جماعت واراکین عاملہ ضلع خانیوال

آفس : 0092-65-2553870
رہائش : 0092-65-2553770
موبائل : 0092-345-7388470
فیکس : 0092-65-2553869

مبارک صد مبارک

الفضل کی 100 سالہ خدمات، احمدیت کا روشن باب

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہو گئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی

دعاگو

ناظم صاحب انصاراللہ ضلع و
اراکین عاملہ مجلس انصاراللہ
ضلع خانیوال

الفضل کے 100 سال مکمل ہونے پر خلیفۃ المسیح اور
جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارک صد مبارک

اس نے درخت دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بے کار ہو گیا

مبارک صد مبارک

الفضل کی ایک صدی
1913-2013ء

ہر دور میں خلافت کی زندہ و پائندہ آواز

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

دعاگو
قائد صاحب ضلع و مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع خانیوال

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

حضرت مصلح موعود کی جاری کردہ روحانی تحریک اخبار الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ یہ شمع ہمیشہ روشن رکھے اور اس کی روشنی سے کل عالم مستفیض ہوتا رہے۔ آمین

صدر لجنہ ضلع شیخوپورہ و اراکین عاملہ ضلع شیخوپورہ

صدر لجنہ و ممبرات مجلس چک 18 بھوڑو ضلع شیخوپورہ

جماعت احمدیہ عالمگیر کو اخبار الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر ہم دل کی گہرائیوں سے مبارکباد کہتے ہیں اور ہم حضور انور کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں۔

پھیلائیں گے صداقت (دین) کچھ بھی ہو\
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں\
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار\
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

صدر لجنہ و ممبرات مجلس سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

صدر لجنہ و ممبرات مجلس چک 117 جھور مغلیاں ضلع شیخوپورہ

الفضل کی اشاعت کے سو سال پورے ہونے پر حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ادارہ الفضل اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو دلی مبارکباد

دعا گو صدر و ممبرات عاملہ لجنہ اماء اللہ شیخوپورہ شہر

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچہ آل محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جلال محمد است

ہماری طرف سے

حضور پرُنور کو اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دلی مبارک باد

ہم ادارہ الفضل کو سو سالہ جشن منانے پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں

امارت ضلع سیالکوٹ و مجلس عاملہ ضلع سیالکوٹ

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے
کیونکر ہو حمد تیری، کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سبحٰن من یرانی

حضور پرُنور کو اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دلی مبارک باد

برہان احمد خالد قائد ضلع سیالکوٹ

ممبران ضلعی مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ • قائدین مجالس خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ

خدمات الفضل

وفا و مہر و محبت کا ہے نشاں الفضل
سنا رہا ہے اخوت کی داستاں الفضل
کبھی کسی سے بھی پیچھے رہا نہ اس کا قدم
رہ عمل میں سدا ہے رواں دواں الفضل
کبھی جو اس پہ کوئی دور ابتلا آیا
خوشی سے جھیل گیا ساری سختیاں الفضل
ستم کے دور میں رہنا پڑا جو مہر بہ لب
سنا سکا نہ الم کی کہانیاں الفضل
دیار ہند کی پہنائیوں میں گم تھا کبھی
اور آج دیکھئے پہنچا کہاں کہاں الفضل
کمال ضبط و تحمل ہے اس کی فطرت میں
نہ دی ہیں اور نہ دے گا دہائیاں الفضل
نہ لب پہ شکوہ نہ چہرے پہ کوئی گرد ملال
مثال ماہ منور ہے ضوفشاں الفضل
دکھا رہا ہے مدیروں کو راہ صدق و صفا
بنا ہوا ہے یہ سالار کارواں الفضل
ابھر رہا ہے یہ اب انٹرنیشنل بن کر
دکھا رہا ہے ابھی چند جھلکیاں الفضل
ابھی تو بام ثریا تک اس کو جانا ہے
چڑھے گا اوج ترقی کی سیڑھیاں الفضل
خدا کے فضل سے اک روز وہ بھی آئے گا
بنائے گا جو زمانے کو ہم زباں الفضل

تاریخ الفضل

رہا خلیفہ اول کی سرپرستی میں
بنا یہ ان کی خلافت کا اک نشاں الفضل
جناب فضل عمر نے اسے کیا جاری
ہے ان کی سعی مسلسل کا رازداں الفضل
وہ اس کے پہلے ایڈیٹر تھے اور مؤسّس بھی
رہینِ منت حضرت تھا بے گماں الفضل
مدیر اس کے بنے پھر میاں بشیر احمد
بنا ہے تیزی سے مقبول دوستاں الفضل
سنبھالی اس کی ادارت جو قاضی اکمل نے
تو ان کے دم سے بنا ایک گلستاں الفضل
پھر آئے ماسٹر احمد حسین بعد ازاں
تو ان کے دور میں بھی تھا خبر رساں الفضل
مدیر بن کے جو آئے جناب اسماعیل
رہا ہے علم کی برکت سے ضوفشاں الفضل
مگر جب اس کے ایڈیٹر بنے غلام نبی
تو پھر دکھانے لگا اپنی خوبیاں الفضل
رہے وہ تیس برس تک مدیر باتدبیر
ترقیات پہ قائم تھا بے گماں الفضل
مدیر اس کے بنے جب جناب روشن دین
تو بن گیا ہے گلستان بے خزاں الفضل
مدیر اس کے رہے وہ بھی ایک مدت تک
رہا ہے دور میں ان کے رواں دواں الفضل
بنے مدیر جو مسعود دہلوی اس کے
طرارے بھرنے لگا اسپ خوش عناں الفضل
بیان شستہ رفتہ زبان ٹکسالی
زبان دانی میں پیچھے رہا کہاں الفضل
زمین شعر و ادب بھی رہی ہے زیر نگیں
بنا ہوا تھا صحافت کا آسماں الفضل
نسیم سیفی کو کیسے بھلا سکے گا کوئی
کہ جن کے دم سے بنا بحر بیکراں الفضل
خلا جو پیدا ہوا تھا وفات سے ان کی
سراپا بن گیا عبدالسمیع خاں الفضل
لگائے اس نے مضامین تازہ کے انبار
ہے اہل حق کے لئے ایک ارمغاں الفضل
مٹا ہے اور نہ مٹے گا نشان صدق و صفا
بہ بانگ دہل سنائے گا داستاں الفضل
خزاں کا دور الٰہی نہ اس پہ آئے کبھی
رہے سدا یہ گلستان بے خزاں الفضل
ہمیں تو فکر نہیں اپنے دور کی مطلق
نہ لے گا اپنی لیاقت کا امتحاں الفضل
سلیم پر بھی تو اک دور ایسا آئے گا
سنائے گا یہ المناک داستاں الفضل
لکھیں گے اس پہ مضامین دوست اور احباب
اور ان پہ خود بھی لگائے گا سرخیاں الفضل
الٰہی دور خلافت سدا رہے قائم
ہر ایک دور میں ہو اس کا ترجماں الفضل

سلیمؔ شاہجہانپوری

مکرم عبدالکریم جہلمی صاحب

الفضل اور ملفوظات حضرت مسیح موعود

ہر احمدی جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ اپنے احمدی بھائیوں کو اپنے نام الفضل جاری کرانے کی ضرورت اور اہمیت سمجھائے اور اپنے ذاتی اثر ورسوخ سے ہر خریدار کم از کم ایک نیا خریدار بنائے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم اپنے بھائیوں کو الفضل کے سلسلہ ملفوظات حضرت مسیح موعود کی طرف ہی اپنے ذاتی تاثرات کے ماتحت متوجہ کریں اور حضور کے پاکیزہ اور مقدس کلام کی برکات و فیوض سے آگاہ کریں تو ممکن نہیں کہ کوئی صاحب توفیق احمدی الفضل کے مطالعہ سے محروم رہنا پسند کرے۔ میں اپنی ایک ذاتی مثال سے اس امر کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے یہ طریق کسی بھائی کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔

پچھلے دنوں اس عاجز پر اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کی عجیب جلوہ نمائی ہوئی وہ اس طرح کہ بندہ پے در پے تین روح فرسا صدمات کا نشانہ بنا مگر ان حادثات میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کی برکت سے صبر وشکر کی توفیق بخشی اور قضا وقدر پر حقیقی رضا عطا فرمائی۔

3 جنوری 1937ء کے الفضل میں میرے عزیز بچے اور بیوی کی المناک وفات کی خبر شائع ہوئی اور اسی پرچہ میں ملفوظات کے عنوان کے ماتحت حضرت اقدس کا یہ پاک کلام بھی درج ہوا ''مومن کی بڑی قسمت یہ ہے کہ وہ خدا پر ایمان لاتا ہے اور اس کے فضل پر بھروسہ رکھتا ہے۔ جو شخص خدا سے ناامید ہوتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔ دنیا تو خود روزے چند اور بے اعتبار ہے۔ ایک خدا ہی ہے جس سے خوشی ہے۔ وہ قادر ہے اور بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے...... جو شخص نومید ہوا وہ جہنم میں گیا۔ اگر ہماری جلد ہمارے بدن سے الگ کردی جائے اور ایک آہنی تنور میں ڈال دیا جائے تب بھی ہم اس خدا سے نومید نہیں ہوسکتے''۔

(مکتوبات احمد جلد 2 ص 423,422)

جب ہم اس پاک کلام کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں تو ایسی تعلیم کی موجودگی میں ہمارے صدمات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ پھر حضور فرماتے ہیں یاد رکھو خدا کا ساتھ بڑی چیز ہے۔ اگر فرض بھی کرلیں کہ نہ کوئی بیٹا رہے نہ کوئی مال و دولت رہے پھر بھی خدا بڑی دولت ہے۔ یاد رکھو کہ امتحان ہی وہ چیز ہے جس سے انسان بڑے بڑے مدارج حاصل کرسکتا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ قضا وقدر کے ساتھ شکوہ نہ کرے اور رضا بالقضا پر عمل کرنا سیکھے اور جو ایسا کرتا ہے۔ میرے نزدیک وہی صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی کرتا ہے اور ہر ایک مصیبت کے وقت اسے سنبھالتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف تو فتح مومن ہی کو دیتا ہے اور اس کی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں حضرت مسیح موعود نے انتہائی صبر وشکر رضا و وفا اور توکل علی اللہ اور توسل باللہ کی تعلیم دی ہے۔ جو شخص خلوص نیت اور بصیرت کی آنکھوں سے ان سطور کا مطالعہ کرے۔ اس کے لئے بڑے سے بڑا امتحان اور ابتلاء بھی باعث رحمت بن سکتا ہے اور وہ پُردرد التجاؤں اور پُرسوز دعاؤں سے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرسکتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جملہ اخلاقی اور روحانی مفاسد کا واحد علاج حضرت مسیح موعود کا پاک کلام ہے۔ مبارک وہ جو اس سے حقیقی طور پر مستفیض ہو۔ وہ دوست جو اپنی کسی کوتاہی یا مصروفیت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کی کتب کا مطالعہ نہیں کرسکتے۔ ان کے لئے الفضل کا سلسلہ ملفوظات حضرت مسیح موعود علم و معرفت کا ایک بے بہا گنجینہ ہے۔ میں نے کئی ایک احمدی احباب سے اس امر کی اہمیت کا ذکر کیا تو انہوں نے یہی خیال ظاہر فرمایا کہ یہ روح پرور ملفوظات ان کی قلبی تسکین اور روحانی اصلاح کا باعث بنتے ہیں۔ احمدی تو خدا تعالیٰ کے عاشق ہیں تو اپنے کیوں اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔ صرف مناسب طریق سے تحریک کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم اپنی ہر مفید تجویز کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

(الفضل 4 مارچ 1937ء ص 8)

دفتر روزنامہ الفضل میں 18 جون 2013ء کو خدمات بجالانے والے کارکنان

عملہ ایڈیٹر

☆ عبدالسمیع خان صاحب۔ ایڈیٹر
☆ فخرالحق شمس صاحب۔ نائب ایڈیٹر
☆ محمد رئیس طاہر صاحب۔ معاون ایڈیٹر
☆ منیر احمد رشید صاحب۔ معاون ایڈیٹر
☆ رانا رضاء اللہ خاں صاحب۔ مربی سلسلہ (واپس چلے گئے)
☆ غلام مصطفیٰ تبسم صاحب۔ پیسٹر
☆ محمد زاہد عمر صاحب۔ کلرک
☆ فرید احمد صاحب۔ پروف ریڈر
☆ افتخار احمد انور صاحب۔ پروف ریڈر
☆ چوہدری نصیر احمد صاحب۔ کمپوزر
☆ ملک حامد حسین صاحب۔ کمپوزر
☆ محمد طلحہ چوہدری صاحب۔ کمپوزر
☆ غلام رسول صاحب۔ مددگار کارکن

عملہ مینیجر

☆ مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب مینیجر
☆ گلزار احمد طاہر ہاشمی صاحب۔ معاون مینیجر
☆ منیر احمد صاحب۔ انچارج اشتہارات
☆ معین الدین صاحب۔ کلرک آمد
☆ محمد زبیر باجوہ صاحب۔ وی پی کلرک
☆ بلال احمد خان صاحب۔ کلرک
☆ عثمان احمد زاہد صاحب۔ اکاؤنٹنٹ
☆ حسن آفتاب صاحب۔ کلرک
☆ وسیم احمد بابر صاحب۔ نمائندہ
☆ مبشر احمد صاحب۔ ڈرائیور
☆ آصف محمود صاحب۔ مددگار کارکن
☆ سعید احمد وفا صاحب۔ مددگار کارکن
☆ منور احمد چچہ صاحب۔ انسپکٹر
☆ احمد حسیب صاحب۔ انسپکٹر
☆ نعیم احمد اٹھوال صاحب۔ انسپکٹر
☆ محمد احمد مظفر علوی صاحب۔ انسپکٹر
☆ محمد عمر صاحب بندیشہ۔ انسپکٹر
☆ رفیع احمد رند صاحب۔ انسپکٹر
☆ محمد سرور صاحب۔ فولڈر
☆ لطیف احمد مصطفیٰ صاحب۔ فولڈر
☆ اعجاز محمود صاحب۔ فولڈر
☆ طارق احمد گجر صاحب۔ فولڈر
☆ رانا محمد طارق صاحب۔ فولڈر
☆ لیاقت علی صاحب۔ فولڈر
☆ لقمان بشیر صاحب۔ فولڈر
☆ نعیم احمد صاحب۔ مالی
☆ طارق احمد سندھی صاحب۔ چوکیدار
☆ خالد فاروق صاحب۔ چوکیدار
☆ منشاء مسیح صاحب۔ خاکروب

اظہار تشکر

روزنامہ الفضل کے اس خاص ضخیم تاریخی صد سالہ جوبلی سوونیئر کی تیاری میں بہت سے احباب و ادارہ جات کا تعاون حاصل رہا۔ ان میں سب سے اول مضمون نگار اور شعراء ہیں۔ الفضل کے عملہ ادارت، شعبہ کمپیوٹر، شعبہ پروف ریڈنگ، شعبہ پیسٹنگ کے علاوہ شعبہ اشتہارات نے بھی خصوصی کاوش کی۔ ممبران بورڈ الفضل نے اس کا اکثر حصہ پڑھا اور قیمتی مشورے دیئے۔ پریس کے تعاون کے ساتھ شائع ہوا اور مکرم مینیجر صاحب نے اپنے عملہ کے ذریعہ آپ تک پہنچایا ہے۔

خوبصورت تصاویر کی دستیابی اور ڈیزائننگ میں مندرجہ ذیل احباب و ادارہ جات کا ادارہ الفضل ممنون ہے۔

☆ مکرم منیر احمد صاحب جاوید پرائیویٹ سیکرٹری
☆ مکرم عمیر علیم صاحب
انچارج مخزن تصاویر لندن
☆ مکرم محمد صادق صاحب
انچارج خلافت لائبریری ربوہ
☆ مکرم اسفندیار منیب صاحب
انچارج شعبہ تاریخ احمدیت
☆ مکرم فراست احمد صاحب
☆ مکرم صفی الرحمٰن خورشید صاحب
☆ مکرم سید عمار احمد صاحب
☆ مکرم شعیب سرور صاحب
☆ مکرم محبوب شاہد صاحب

اللہ تعالیٰ سب احباب کو جزائے خیر دے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین

(ایڈیٹر روزنامہ الفضل)

الفضل نے وقف کی تمام تحریکات احباب جماعت تک پہنچائیں

خلفاء کی نصائح بزرگوں کی سیرت اور مشنوں کی تاریخ کا بنیادی ماخذ۔ سلسلہ کا بے لوث خادم

مکرم شیخ ظافر احمد صاحب

جماعت احمدیہ میں واقفین زندگی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آج کل تو ہر طرف انٹرنیٹ، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن کی بھرمار ہے مگر جس وقت الفضل جاری ہوا اس وقت ان چیزوں کا وجود نہ تھا۔ الفضل ایک بہت بڑا ذریعہ تھا خلیفہ وقت کی آواز جماعت تک پہنچانے کا۔ جب بھی کوئی وقف کی تحریک خلیفہ وقت کی طرف سے خطبہ جمعہ یا خطاب جلسہ وغیرہ میں ہوئی تو الفضل کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اسے دنیا کے کونے کونے میں اپنے قارئین تک پہنچائے۔

آنریری مربیان کا تقرر

حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے (دعوت الی اللہ) کے کام کو ملک کے طول وعرض میں زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لئے نومبر 1916ء میں آنریری (مربیان) کے تقرر کی تحریک ہوئی۔ جس پر کئی احمدیوں نے لبیک کہا۔

(الفضل 25 نومبر 1916ء) (الفضل 13 نومبر 1917ء)

پیشے سیکھ کر وقف کریں

حضرت مصلح موعود کی ایک اہم تحریک الفضل کے ذریعہ احباب جماعت تک پہنچی جو کہ پیشے سیکھ کر خدمت دین سے متعلق تھی اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:

یہی وہ روح ہے جو حقیقی (دین) کی روح ہے۔ ابتداء میں (دعوت الی اللہ) کا یہی رنگ تھا اور طریق بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس کو پسند فرمایا ہے اور یہی وہ طریق ہے جس کے ذریعے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ پس جب تک کام اس طرح نہیں ہوگا وہ کام انجام نہیں پائے گا جو ہمارے پیش نظر ہے۔

دوستوں کو اپنی زندگیاں وقف کرنی چاہئیں تاکہ سلسلہ پر ان کا کوئی بوجھ نہ ہو اور وہ خود محنت کر کے اپنا گزارہ بھی کریں اور (دین حق) کی اشاعت میں بھی مصروف رہیں اور وہ ایک ایسے انتظام کے ماتحت ہوں کہ ان کو جہاں چاہیں۔ جس وقت چاہیں بھیج دیں اور وہ فوراً چلے جائیں۔ (الفضل 22 دسمبر 1917ء)

تحریک شدھی کی روک تھام

1923ء میں آریوں نے ایک منصوبہ کے تحت 7 کروڑ مسلمانوں کو ہندو بنانے کا کام شروع کیا۔ حضرت مصلح موعود نے اس شدھی تحریک کی روک تھام کے لئے ایک نہایت جامع منصوبہ تیار کیا اور فرمایا:

''ہمیں اس وقت ڈیڑھ سو آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس علاقہ میں کام کریں اور کام کرنے کا یہ طریق ہو کہ اس ڈیڑھ سو کو تیس تیس کی جماعت پر تقسیم کر دیا جائے اور اس کے چار حصہ بیس بیس کے بنائے جائیں اور تیس آدمیوں کو ریزرو رکھا جائے کہ ممکن ہے کہ کوئی حادثہ ہو...... اس ڈیڑھ سو میں سے ہر ایک کو......فی الحال تین مہینہ کے لئے زندگی وقف کرنی ہوگی............ ہم ان کو ایک پیسہ بھی خرچ کے لئے نہ دیں گے۔ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ انہیں خود برداشت کرنا ہوگا۔......سوائے ان لوگوں کو جن کو ہم خود انتظام کرنے کے لئے بھیجیں گے۔ ان کو بھی جو ہم کرایہ دیں گے وہ تیسرے درجہ کا ہوگا۔ چاہے وہ کسی درجہ، کسی حالت کے ہوں اور اخراجات بہت کم دیں گے۔ ان لوگوں کے علاوہ زندگی وقف کرنے والے خود اپنا خرچ آپ کریں گے۔ اپنے اہل وعیال کا خرچ خود برداشت کریں گے۔ البتہ ڈاک کا خرچ یا وہاں (دعوت الی اللہ) کا خرچ اگر کوئی ہوگا تو ہم دیں گے۔

اس کے لئے جماعت کو پچاس ہزار روپیہ دینا ہوگا۔ ایسے کاموں کے لئے جو (دعوت الی اللہ) وغیرہ کے ہوں گے۔ باقی (مربیان) اسی رنگ میں جائیں گے وہاں اپنے اخراجات خود اٹھائیں گے...... جو لوگ ملازمتوں پر ہیں وہ اپنی رخصتوں کا خود انتظام کریں اور جو ملازم نہیں اپنے کاروبار کرتے ہیں......وہاں سے فراغت حاصل کریں اور ہمیں درخواست میں بتائیں کہ وہ چار سہ ماہیوں میں سے کس سہ ماہی میں کام کرنے کے لئے تیار ہیں''۔

(خطبات محمود جلد 8 ص 37)

بیرون ممالک کیلئے وقف

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا میں نے تحریک کی تھی کہ نوجوان خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اس پر بہت سے نوجوانوں نے کیں جن میں کئی ایک عربی کی تعلیم حاصل کئے ہوئے تھے اور کئی انگریزی کی۔ اس وقت جتنے آدمیوں کی ضرورت تھی وہ پوری ہوگئی لیکن اب پھر بعض کاموں کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے.......... پہلے میں نے مدرسہ احمدیہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے اور بعض نوجوانوں نے مجھے درخواستیں پہنچائی ہیں اور بعض نے دفتر میں دی ہیں۔ اب میں باقی جماعت کو اس خطبہ کے ذریعہ مطلع کرتا ہوں خصوصاً کالجوں کے طلباء کو اور ان طلباء کو جو اپنی تعلیم ختم کر چکے یا کرنے والے ہیں۔ اس وقت غیر مذاہب میں (دعوت الی اللہ) کے لئے (مربی) بھیجنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ایسے نوجوان ہوں جو دین کے متعلق واقفیت رکھتے ہوں یا واقفیت پیدا کرنے کی خواہش رکھتے ہوں۔ اس وقت چند آدمیوں کی ضرورت ہے جن کو لے کر کام پر لگا دیا جائے گا یا تیاری کرائی جائے۔

(الفضل 15 مئی 1928ء خطبات محمود جلد 11 ص 377)

تحریک جدید کا آٹھواں مطالبہ یہ تھا کہ ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں جو تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔

(الفضل 9 دسمبر 1934ء)

اس پر مولوی فاضل، بی اے، ایف اے اور انٹرنس پاس قریباً دوسو نوجوانوں نے تین سال کے لئے وقف کر دیا۔

(الفضل 22 دسمبر 1937ء)

1937ء میں حضور نے اس تحریک میں اضافہ کرتے ہوئے مستقل وقف زندگی کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا:

دور اول میں میں نے کہا تھا کہ نوجوان تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں مگر دور ثانی میں وقف عمر بھر کے لئے ہے۔ میری کوشش یہ ہے کہ اس دور میں سو واقفین ایسے تیار ہو جائیں جو علاوہ مذہبی تعلیم رکھنے کے ظاہری علوم کے بھی ماہر ہوں اور سلسلہ کے تمام کاموں کو حزم و احتیاط سے کرنے والے اور قربانی و ایثار کا نمونہ دکھانے والے ہوں۔

(الفضل 24 نومبر 1938ء)

دعوت الی اللہ کے لئے تیار ہوں

پھر پاک و ہند کے دیہات میں دعوت الی اللہ کے لئے حضرت فضل عمر نے ایک تحریک کا اجراء فرمایا جو آگے جا کر وقف جدید کی شکل اختیار کر گئی۔ اس تحریک کے لئے حضرت مصلح موعود نے فرمایا:

''میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دو قسم کے (مربی) ہونے چاہئیں ایک تو وہ جو بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں جا کر (دعوت الی اللہ) کر سکیں۔ لیکچر اور مناظرے وغیرہ کر سکیں۔ اپنے ماتحت (مربیوں) کے کام کی نگرانی کر سکیں اور ایک ان سے چھوٹے درجہ کے (مربی) دیہات میں (دعوت الی اللہ) کے لئے ہوں۔ جیسے دیہات کے پرائمری سکولوں کے مدرس ہوتے ہیں ایسے (مربی) دیہات کے لوگوں میں سے ہی لئے جائیں۔ ایک سال تک ان کو تعلیم دے کر موٹے موٹے مسائل سے آگاہ کر دیا جائے اور پھر ان کو دیہات میں پھیلا دیا جائے اور جس طرح پرائمری کے مدرس اپنے اردگرد کے دیہات میں تعلیم کے ذمہ دار ہوتے ہیں اسی طرح یہ اپنے علاقے میں (دعوت الی اللہ) کے ذمہ دار ہوں۔......انہیں ایک سال میں موٹے موٹے دینی مسائل مثلاً نکاح، نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، جنازہ وغیرہ کے متعلق احکام سکھا دیئے جائیں۔ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا دیا جائے، کچھ احادیث پڑھائی جائیں، سلسلہ کے ضروری مسائل پر نوٹ لکھا دیئے جائیں۔ تعلیم و تربیت کے متعلق ان کو ضروری ہدایات دی جائیں اور انہیں سمجھا دیا جائے کہ بچوں کو کس قسم کے اخلاق سکھانے چاہئیں اور اس غرض سے انہوں نے ایک دو ماہ خدام الاحمدیہ میں کام کرنے کا موقع بہم پہنچایا جائے اور یہ سارا کورس ایک سال یا سوا سال میں ختم کرا کے انہیں دیہات میں پھیلا دیا جائے.......... پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس سکیم کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے اور اپنے ہاں کے ایسے نوجوانوں کو جو پرائمری یا مڈل پاس ہوں اور لوئر پرائمری کے

مدرسوں جتنا ہی گزارہ لے کر (دعوت الی اللہ) کا کام کرنے پر تیار ہوں۔فوراً بھجوادیں تا ان کے لئے تعلیم کا کورس مقرر کر کے انہیں (دعوت الی اللہ) کیلئے تیار کیا جاسکے۔''

(الفضل4فروری1943ء)

وقف زندگی کی وسیع تحریک

حضرت مصلح موعود کی دوربین نگاہ نے قبل از وقت دیکھ لیا تھا کہ جنگ عظیم دوم کے اختتام پر ہمیں فوری طور پر (دعوت الی اللہ) کی طرف توجہ دینا پڑے گی۔اس لئے حضور نے 24مارچ 1944ء کو وقف زندگی کی پرزور تحریک کی اور فرمایا:

''میرا اندازہ ہے کہ فی الحال اور دوسو علماء کی ہمیں ضرورت ہے تب موجودہ حالات کے مطابق جماعتی کاموں کو تنظیم کے ماتحت چلایا جاسکتا ہے لیکن اس وقت واقفین کی تعداد 35,30 ہے۔..........اس کے علاوہ گریجویٹوں اور ایم اے پاس نوجوانوں کی بھی کالج کے لئے ضرورت ہے تا پروفیسر وغیرہ تیار کئے جاسکیں۔ایسے ہی واقفین میں سے آئندہ ناظروں کے قائم مقام بنایا جا سکے۔میری تجویز ہے کہ واقفین نوجوانوں کو ایسے کاموں پر بھی لگایا جائے اور ایسے رنگ میں ان کی تربیت کی جائے کہ وہ آئندہ موجودہ ناظروں کے قائم مقام بھی ہوسکیں۔پس ایم اے پاس نوجوانوں کی ہمیں ضرورت ہے''۔

(الفضل31مارچ1944ء)

اس عظیم الشان تحریک پر بھی مخلصین جماعت نے شاندار جوش وخروش کا مظاہرہ کیا اور ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر قادیان اور بیرونی مقامات کے 335 مخلصین نے (جن میں ہر طبقہ، عمر اور قابلیت کے افراد شامل تھے) اپنے آقا کے حضور وقف زندگی کی درخواستیں پیش کردیں۔

(الفضل11مئی1944ء ص6)

نوجوان اپنی زندگی وقف کریں

پھر حضرت مصلح موعود نے نوجوانوں کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ نوجوان جو فوج سے فارغ ہوں گے اور وہ نوجوان جو نئے جوان ہوئے ہیں اور ابھی کوئی کام شروع نہیں کیا۔میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی وقف کریں۔ایسے رنگ میں نہیں کہ ہمیں دین کے لئے جہاں چاہیں بھیج دیں چلے جائیں گے بلکہ ایسے رنگ میں کہ ہمیں جہاں بھجوایا جائے ہم وہاں چلے جائیں گے اور وہاں سلسلہ کی ہدایت کے ماتحت تجارت کریں گے۔اس رنگ میں ہمارے (مربی) سارے ہندوستان میں پھیل جائیں گے۔وہ تجارت بھی کریں گے اور (دعوت الی اللہ) بھی۔

(الفضل11۔اکتوبر1945ء)

طلباء کو وقف کی تحریک

15۔اکتوبر1954ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے طلباء کو وقف کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''تم ضرورت وقت کو سمجھو اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرکے اپنے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو وقف کرو اور یہ وقف اتنی کثرت سے ہونا چاہئے کہ دس نوجوانوں کی ضرورت ہو تو جماعت سو نوجوان پیش کرے۔''

(الفضل20۔اکتوبر1954ء)

وقف جدید کیلئے وقف

حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ 1957ء پر جماعت کے سامنے وقف جدید کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''میری اس وقف سے غرض یہ ہے کہ پشاور سے لے کر کراچی تک ہمارے معلمین کا جال پھیلا دیا جائے اور تمام جگہوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر یعنی دس دس پندرہ پندرہ میل پر ہمارا معلم موجود ہو اور اس نے مدرسہ جاری کیا ہوا ہو۔یا دکان کھولی ہوئی ہو اور وہ سارا سال اس علاقہ کے لوگوں میں رہ کر کام کرتا رہے اور گو یہ سکیم بہت وسیع ہے مگر میں نے خرچ کو مدنظر رکھتے ہوئے شروع میں صرف دس واقفین لینے کا فیصلہ کیا ہے ممکن ہے بعض واقفین افریقہ سے لئے جائیں یا اور غیر ملکوں سے بھی لئے جائیں مگر بہرحال ابتداء دس واقفین سے کی جائے گی اور پھر بڑھاتے بڑھاتے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔''

''پس میں جماعت کے دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ جتنی قربانی کرسکیں اس سلسلہ میں کریں اور اپنے نام اس سکیم کے لئے پیش کریں۔اگر ہمیں ہزاروں معلم مل جائیں تو پشاور سے کراچی تک کے علاقہ کو ہم دینی تعلیم کے لحاظ سے سنبھال سکتے ہیں اور ہر سال دس دس بیس بیس ہزار اشخاص کی تعلیم وتربیت ہم کرسکیں گے۔''

(الفضل16فروری1958ء)

حضرت مصلح موعود کی طرف سے وقف جدید کا اعلان ہوتے ہی واقفین کی درخواستیں آنی شروع ہوگئیں چنانچہ 18جنوری 1958ء کو 14واقفین کو بطور معلم منتخب کرلیا گیا ان کیلئے ایک ہفتہ کی تربیتی کلاس منعقد کی گئی اور یکم فروری 1958ء کو 6معلمین کا پہلا قافلہ سوئے منزل روانہ ہوگیا۔16فروری کو مزید 22واقفین کا انٹرویو لے کر تقرر کیا گیا۔چنانچہ پہلے سال کے اختتام پر 90مراکز وقف جدید کے تحت قائم ہو چکے تھے۔چنانچہ حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ 1958ء پر وقف جدید کے معلمین اور ان کی خوشکن کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس سال 90 معلم وقف جدید میں کام کررہے ہیں اور ستر ہزار روپیہ کے وعدے جماعت کی طرف سے آئے تھے جو قریباً پورے ہوگئے ہیں۔جس کی وجہ سے یہ صیغہ بڑی عمدگی سے اپنا کام کررہا ہے..........وقف جدید کی معرفت 400بیعت آئی ہے۔اصلاح وارشاد کی معرفت صرف 54افراد سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔اگر جماعت اپنی آمد بڑھائے تو اس کے نتیجہ میں چندہ کی مقدار بھی بڑھ جائے گی۔جس سے ہم اپنے کام سہولت سے وسیع کرسکیں گے بلکہ بیماریوں کو دور کرنے میں بھی ہم ملک کی مدد کرسکیں گے کیونکہ وقف جدید کے معلم تعلیم کے ساتھ ساتھ علاج معالجہ بھی کرتے ہیں اور اس سے ملک میں بیماریوں کو دور کرنے میں مدد مل رہی ہے۔''

(الفضل25جنوری1959ء)

تحریک وقف عارضی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک تحریک وقف عارضی کے نام سے شروع کی۔اس تحریک کو آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں احباب جماعت تک پہنچایا۔حضور نے فرمایا:

''میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور ان کے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں''۔

(الفضل23مارچ1966ء)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک مرتبہ مجلس مشاورت 2004ء کے ممبران کے نام وقف عارضی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''گزشتہ سالوں میں کئی دفعہ وقف عارضی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ جماعتوں نے اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔گو اس سال شاید یہ تجویز نہیں ہے لیکن میری ممبران شوریٰ سے یہ درخواست ہے کہ یہ ارادہ کر کے جائیں کہ اس سال ہم نے ربوہ کے علاوہ باہر سے پانچ ہزار واقفین عارضی مہیا کرنے ہیں، جو وفود کی شکل میں مختلف جماعتوں میں جائیں۔انشاء اللہ ان وفود کی اپنی تربیت بھی ہوگی اور جماعت کی تربیت میں بھی مدد ملے گی۔اللہ تعالیٰ اس کی توفیق دے۔آمین''۔

(الفضل5۔اپریل2004ء)

تحریک وقف نو

وقف زندگی کا سلسلہ تو الٰہی جماعتوں کی اتباع میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے جماعت احمدیہ میں جاری تھا۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس باب میں ایک ایسا اضافہ کیا جو تاریخ عالم میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے یعنی تحریک وقف نو۔

غرض یہ کہ خلیفہ وقت کی ہر آواز جس پر جماعت نے لبیک کہا اس کو جماعت کے افراد تک پہنچانے میں ایک بہت بڑا حصہ الفضل اخبار کا ہے اور آج انہی تحریکات کا پھل ہے کہ جماعت دنیا کے 202 ممالک میں پہنچ چکی ہے۔اور بچہ، جوان بوڑھا ہر ایک خدمت دین اور دعوت الی اللہ میں مصروف ہے اور تمام دنیا میں موجود مربیان، معلمین اور واقفین زندگی مشن ہاؤسز اور بیوت الذکر ان تمام تحریکات کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

انصار اللہ کو وقف کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے نوجوانوں کے ساتھ ساتھ انصار اللہ کو بھی ان کے 1988ء کے مرکزی اجتماع کے موقع پر وقف کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

وقف زندگی سے متعلق میں آج انصار اللہ کو تحریک کرنا چاہتا ہوں۔وہ خصوصیت کے ساتھ وقف کی طرف توجہ کریں......ہمارے بہت سے ایسے انصار ہیں جو ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچنے والے ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں جو ریٹائرمنٹ کو پہنچ چکے ہیں۔ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کو ذریعہ معاش کی کچھ اور صورتیں حاصل ہوگئی ہوں گی۔روزی کمانے کے کچھ نئے نئے رستے میسر آگئے ہوں گے لیکن کچھ ایسے بھی ہوں گے اور غالباً زیادہ تعداد ایسے دوستوں کی ہوتی ہے جن کو ریٹائرمنٹ کے بعد کوئی کام نہیں ملتا۔پس جن کو کام نہیں ملتا ان کی اس سے زیادہ خوش نصیبی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی بقیہ عمر خدا کے دین کی خدمت کے لئے رضا کارانہ طور پر وقف کریں (یہ وقف خصوصی ہے۔اس لئے یہ رضا کارانہ طور پر ہوگا اس میں سلسلہ ان کو مالی لحاظ سے کچھ بھی نہیں دے گا)......ایسے واقفین بھی چاہئیں جو یہ توفیق رکھتے ہوں کہ مرکز سے باہر جاکر بھی خدمت دین کرسکیں۔یہ بھی اسی قسم کا رضا کارانہ وقف ہوگا۔

وقف کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ نوجوان آگے آئیں......یہ ایک عمومی تحریک ہے جس میں انصار سلسلہ کی بہت بڑی مدد کرسکتے ہیں۔گھر گھر چرچا کرسکتے ہیں اور ایک نئی رو چلا سکتے ہیں''۔

جامعہ احمدیہ اور الفضل

واقفین زندگی اور مربیان سلسلہ کی ایک بہت بڑی تعداد کی بنیاد جامعہ احمدیہ ہے۔ الفضل کا جامعہ احمدیہ کے ساتھ بھی ایک خاص اور پختہ تعلق رہا ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز جامعہ احمدیہ میں داخلہ ہے۔ اس سلسلہ میں بھی الفضل نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے سب سے پہلے تو جیسے ہی تعلیمی سال ختم ہوتے ہیں تو مختلف مضامین طلباء کو ان کا مستقبل سنوارنے کے بارے میں لکھے جاتے ہیں۔ جن میں وقف کر کے مختلف شعبہ ہائے زندگی اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جن میں سب سے اول درجہ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کا ہے۔ پھر جامعہ میں داخلے سے قبل امیدواران کے لئے کچھ نصائح ہوتی ہیں جو ان کو جامعہ داخلے اور جامعہ تعلیم میں بہت مدد کرتی ہیں۔ یہ بھی الفضل اخبار کے ذریعہ ہی احباب جماعت تک پہنچتی ہیں۔

ایک نہایت اہم مرحلہ جامعہ میں داخلہ کا تحریری ٹیسٹ ہوتا ہے اس کی معین تاریخ وقت اور جگہ کا اعلان بھی الفضل کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جو اطلاع بھی امیدواران کو دینی مقصود ہو اس کا ایک بہترین ذریعہ الفضل ہے۔

ایک زمانہ تک جامعہ احمدیہ کا سالانہ رزلٹ بھی اخبار الفضل کے ذریعہ ہی طلباء تک پہنچتا تھا اور ان کو اپنے پاس ہونے کی خوشی ملتی تھی۔

اب جامعہ احمدیہ صرف پاکستان کے جامعہ تک محدود نہیں ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں قائم جامعہ احمدیہ کی رپورٹس بھی گاہے بگاہے الفضل اخبار کے ذریعہ احباب جماعت تک پہنچتی ہیں اور ان میں ایک نمایاں مقام اس بابرکت کلاس کا ہوتا ہے جو حضور انور اپنے دورہ جات کے دوران وہاں پر موجود طلباء کے ساتھ لیتے ہیں: جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی وہ نصائح تمام جماعت کے احباب اور خاص طور پر تمام دنیا کے طلباء جامعہ احمدیہ تک پہنچ جاتیں۔

بزرگان کا ذکر

اخبار الفضل کی ایک اچھی ریت اپنے بزرگان کو یاد رکھنا ہے۔ اس سلسلہ میں اکثر و بیشتر جماعتی بزرگان رفقاء اور مربیان کی سیرت و سوانح پر مضامین شائع ہوتے ہیں۔ جن کا ایک مقصد ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہوتا ہے۔

پھر بزرگان سلسلہ کی وفات پر ان کے جنازہ کی اطلاع تدفین کی رپورٹ اور بعد ازاں ان کی سیرت اخلاق پر مضامین کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو ان بزرگان کو یاد رکھنے اور ان کی خدمات دینیہ کے اعتراف کرنے اور ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کا موجب بنتا ہے۔

ان مضامین میں ان کی خدمات دین مختلف علاقوں میں دعوتی سرگرمیاں وقف کے دوران قربانیاں اور پھر ان کے ذریعہ ملنے والی برکات کا ذکر ہوتا ہے۔

دنیا کے احمدیہ مشنوں کی سرگرمیاں

اللہ کے فضل و کرم سے دنیا کے 204 ممالک میں جماعت احمدیہ کے مشن ہاؤسز قائم ہیں اور ان کے ذریعہ جماعت دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ الفضل اخبار کے ذریعہ ان کی مساعی کی ایک جھلک دوسرے احباب جماعت تک بھی پہنچائی جاتی ہے۔ ان میں وہاں جماعت کے تحت ہونے والے جلسہ جات، تقاریب، اجتماعات اجلاسات دعوت الی اللہ کی نشست اور دیگر دینی سرگرمیوں کی رپورٹیں شامل ہوتی ہیں۔ ان میں ایک اہم مثال ''مصالح العرب'' کا قسط وار سلسلہ ہے جو پچھلے ایک عرصہ سے جاری ہے جس میں عرب دنیا میں ہونے والی جماعتی سرگرمیوں کا ذکر ہے اور ان کے ذریعہ حاصل ہونے والے ایمان افروز افراد کا ذکر خیر بھی۔

واقفین نو

جماعت احمدیہ کے بچوں میں ایک نمایاں مقام واقفین نو کا ہے جن کو ان کے والدین پیدائش سے قبل ہی وقف کر دیتے ہیں۔ ان کی زندگی میں بھی الفضل اخبار نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

سب سے پہلے اکثر والدین اعلان ولادت کے ذریعہ ان کو صحت و عمر میں اخبار الفضل کے ذریعہ سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ پھر کئی مضامین الفضل اخبار میں ان کی اچھی تربیت کے حوالے سے شائع ہوتے ہیں۔ کئی مضامین کے ذریعہ ان واقفین نو کو جماعت احمدیہ کے دعوت الی اللہ کے میدان میں آگے نکلنے کی مساعی ہوتی ہیں۔

ایک بہت بڑا حصہ ان کی تربیت کا ان کلاسز کا ہے جو دنیا بھر کے واقفین نو کی حضور انور ایدہ تعالیٰ کے دورہ جات کے دوران ان کے ساتھ ہونے والی کلاسز کی رپورٹس پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کلاس میں واقفین نو بچے اور بچیاں حضور انور کے سامنے اپنے سوالات کر کے ان کے مفید اور پُر نصائح جواب حاصل کرتے ہیں اور الفضل اخبار ان تمام جوابات اور نصائح کو تمام دنیا کے واقفین نو تک پہنچاتا ہے اور ان کی اخلاقی تربیت میں ایک نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ایک تاریخی ریکارڈ کی حیثیت

ایک بہت بڑا فائدہ الفضل اخبار کا یہ ہے کہ یہ جماعت کے افراد اور خاص طور پر مربیان سلسلہ کے لئے ایک عصری تاریخی ریکارڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور انور کے خطبات جمعہ، خطابات جلسہ و اجتماعات دورہ جات کی رپورٹس وغیرہ مسلسل اس اخبار کے ذریعہ ایک مستند تاریخ کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔

دنیا کے کسی کونے میں موجود کسی مربی سلسلہ یا جامعہ احمدیہ کے کسی طالب علم کو کسی بھی مقصد کے لئے کسی اقتباس یا مضمون کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ سب سے پہلے اخبار الفضل کے ذریعہ فائدہ حاصل کرتا ہے۔

غرضیکہ اخبار الفضل خلیفہ وقت اور جماعت احمدیہ اور خاص طور پر مربیان سلسلہ کے درمیان ایک ایسے میڈیم کا کام کرتا ہے جس کا نعم البدل ملنا مشکل ہے۔ خدا تعالیٰ اس اخبار کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے نوازے۔ آمین

☆......☆......☆

جلوے تو بے نقاب ہیں اہلِ نظر نہیں

وہ آنکھ کیا جو ذکر الٰہی میں تر نہیں
وہ دل ہی کیا جسے کوئی عقبیٰ کا ڈر نہیں

یہ اور بات ہے تجھے ذوق نظر نہیں
نورِ خدا وگرنہ کہاں اور کدھر نہیں

یہ فصلِ گل یہ حسنِ گلستاں یہ چاندنی
جلوے تو بے نقاب ہیں اہلِ نظر نہیں

اس جانِ کائنات کو پانا ہے زندگی
وہ جس کو مل گیا اسے کوئی خطر نہیں

پا کر اسے جو ڈھونڈے کسی اور کو کبھی
ہوگی نظر کسی کی وہ میری نظر نہیں

سب مشکلوں کا ایک ہی مشکل کشا ہے وہ
اس کے سوا ہمارا کوئی چارہ گر نہیں

صد حیف ایسی موت پہ جو زندگی نہ ہو
وہ زندگی ہی کیا ہے جو برق و شرر نہیں

رونق ہے جن گلوں سے تو سمجھا ہے ان کو خار
کچھ بھی تجھے تو معرفت خیر و شر نہیں

مشکل کے وقت کام جو آئے وہی ہے دوست
ورنہ جہاں میں دوست کوئی معتبر نہیں

محمد صدیق امرتسری

الفضل سے میرا خاندانی تعلق اور اس کے احسانات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور نسیم سیفی صاحب کی الفضل کے حوالہ سے عنایات

اور مکرم شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل کی بے لوث خدمات

مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کراچی حال۔ امریکہ

ربوہ سے سات سمندر پار صبح نماز فجر اور تلاوت قرآن پاک کے بعد انٹرنیٹ پر تازہ الفضل پڑھتی ہوں۔ الفضل سے ہمیں حضور انور کے تازہ خطبے اور سب ملکوں کے دوروں کے احوال کا علم ہوتا ہے جماعت کی روز افزوں ترقی سے باخبر رہتے ہیں لگتا ہے ساری پیاری جماعت احمدیہ ایک وسیع تر خاندان ہے جس کا ہر فرد الفضل کے ذریعہ ایک دوسرے سے منسلک ہے آج ہی کے اخبار میں ایک دعا کا اعلان تھا کہ جرمنی میں ایک بچہ بیمار ہے جس کے دو بھائی پہلے اسی کی عمر اور بیماری میں وفات پا چکے ہیں دکھ اور درد سے بچنے کے لئے دعا کرتے ہوئے سوچتی ہوں اب سارے قارئین اللہ شافی سے رحم کی بھیک مانگیں گے یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں الفضل میسر ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ رکھتا ہے اس نعمت عظمیٰ پر دل حمد و شکر سے بھرا رہتا ہے۔ یہ پیارا اخبار ایک مضبوط کڑا ہے جس کو تھام کر ہم بے آسرا نہیں رہتے۔

ماضی میں الفضل سے دلچسپی کی شروعات کھوجنے کے لئے بہت دور جانا ہوگا میں سکول میں پڑھتی تھی جب بڑی بہن محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ کی شادی محترم شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل سے ہوئی۔ آپ بیاہ کے لاہور چلی گئیں ان دنوں الفضل لاہور سے نکلتا تھا۔ ہم اپنے بہنوئی کو دولہا بھائی کہتے تھے۔ شادی کے بعد دولہا بھائی بھاٹی گیٹ محلہ پٹ رنگاں سے اچھرہ میں کرایے کے مکان میں منتقل ہوگئے آپی بھرے پرے گھر سے گئی تھیں وہاں دل نہ لگا تو گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے کے لئے مجھے اپنے پاس بلالیا یہیں الفضل سے تعارف ہوا یعنی اس مؤقر روزنامے سے محبت کا آغاز ہوا۔

مجھے یاد ہے جب 1953ء میں جماعت کے خلاف شرانگیزی ہوئی میں لاہور میں تھی۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب کے پاس مخدوش حالات کی پل پل کی خبریں آتیں میں بھی سہمے سہمے دعاؤں میں لگی رہتی۔ حضرت مصلح موعود کا پُر جلال پیغام میرا خدا مدد کے لئے دوڑا آرہا ہے پڑھ کر بہت تقویت ملی تھی۔ پھر حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر الفضل کی اشاعت ربوہ سے شروع ہوئی تو یہ جوڑا ربوہ منتقل ہوگیا اور وہ بھی بالکل اپنے گھر جیسے پڑوس میں وہ اس طرح کہ ہم دارالرحمت وسطی میں ایک کنال کے پلاٹ پر آدھے حصے میں رہتے تھے آپی نے باقی کے آدھے میں مکان بنوایا درمیانی دیوار میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جس سے دونوں گھر ساتھ بھی تھے اور علیحدہ بھی' دولہا بھائی اور الفضل گویا ایک ہی وجود کے دو نام تھے دفتر سے گھر آتے تو اپنے ساتھ سائیکل کے کیریر میں ایک پلندہ لاتے جس میں تازہ الفضل' معاصر روزنامے اور ہفت روزے ہوتے۔

مجھے فطرتاً لکھنے پڑھنے کا شوق ہے میرے لئے یہ سب کچھ بہت پُرکشش ہوتا دولہا بھائی کے دفتر سے واپسی کی منتظر رہتی۔ صحافیوں کو اس ذوق کی خوشبو آجاتی ہے۔ مجھے اخبار کی تیاری اور اشاعت کے مرحلوں' اشتہاروں کی ضرورت' مختلف احتیاطوں اور معاصرین سے ایک قسم کی دوڑ کے بارے میں بہت کچھ بتاتے۔ میرے ہر سوال کا تحمل سے اور وضاحت سے جواب دیتے۔ آپ کتابت کا ہنر جانتے تھے آپ لکھتے تو میں غور سے لفظوں کی بناوٹ دیکھتی۔ آپ سے سیکھا ہوا ساری عمر بہت کام آیا۔ مثال کے طور پر آپ کبھی کبھی الفضل کی طباعت سے پہلے پیلے پیلے زعفرانی سے رنگ کے بڑے بڑے کاغذوں کی پروف ریڈنگ کرتے تھے یہ مشغلہ میرے لئے بڑا دلچسپ تھا غلط لفظ پر دائرہ بناتے اور حاشیے پر لائن کھینچ کر یا ایرو لگا کر سطر کے اوپر اصلاح لکھ دیتے جن کو پروف ریڈنگ سے واسطہ نہیں پڑا وہ اندازہ نہیں کرسکتے کہ یہ کتنا ظالم کام ہے۔ مجھے اس مشاہدے سے بہت فائدہ ہوا ساری عمر یہی کام کرنا مقدر تھا وہ اس طرح کہ کراچی لجنہ کی اشاعت کا کام کرتے ہوئے قریباً ایک سو کتابوں کے ورق ورق کی بیسیوں بار پروف ریڈنگ کرتی۔ ظالم کا لفظ اس لئے لکھا ہے کہ پوری آنکھیں کھپا کر پروف ریڈنگ کرنے پر بھی جو غلطی میری نظر سے اوجھل رہ جاتی وہ بعض دفعہ دوسروں کی پہلی نظر میں آجاتی۔

آپی کے گھر کا ماحول میری ادبی تربیت گاہ تھا۔ حسن اتفاق سے میاں بیوی دونوں لکھاری۔ آپی لجنہ مرکزیہ کی سیکرٹری اشاعت اور بعد میں مصباح کی ایڈیٹر رہیں دینی ماحول میں علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی۔ الفضل کے مضامین اور نظموں پر تبصرے ہوتے جو علم میں اضافے کا بہترین ذریعہ ہوتے۔ شذرات کے کالم کے لئے دوسرے اخبارات کی خبروں سے تراشے لیتے جن سے ہم حالات حاضرہ سے باخبر رہتے۔

بعض مزیدار واقعات بھی ہوتے ایک دفعہ کافی رات گئے اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب کے گھر کا دروازہ کھٹکا ایک صاحب یاد رفتگاں کے عنوان سے کسی کی یاد میں مضمون لائے دولہا بھائی نے حیرت سے کہا کہ موصوف تو ابھی ہستگاں میں شامل ہیں کہنے لگے الفضل میں ان کی تشویشناک علالت کا پڑھا تھا میرے پاس وقت تھا میں نے سوچا بعد میں بھی تو لکھنا ہے کیوں نہ ابھی لکھ لوں فوت ہوجائیں تو پہلا میرا مضمون چھاپ دینا۔ ایک دفعہ میرے ایک سوال نے بھی سب کو بہت ہنسایا حالانکہ بڑا معصوم سا سوال تھا کہ کیا محترم روشن دین تنویر صاحب کے علاوہ بھی جماعت میں کوئی شاعر ہے۔

مجھے اندازہ نہیں کہ دولہا بھائی نے کل کتنے سال الفضل کی خدمت کی۔ مگر اتنا کہہ سکتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا۔ میرے پاس ایک بہت دلچسپ بات ہے جو اس ذیل میں بے محل بھی نہیں ایک دفعہ ان کے والد صاحب نے بھاٹی گیٹ کے اپنے آبائی گھر کی ایک پرانی الماری سے دولہا بھائی کے بچپن کی سنبھالی ہوئی چیزیں دکھائیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ ان میں پورے پورے اخبار ہاتھ سے لکھے ہوئے موجود تھے باقاعدہ کالم بنائے ہوئے شہ سرخیاں' ذیلی سرخیاں لگائی ہوئیں دوسرے اخباروں سے خبریں نقل کی ہوئیں ناقابل یقین صفائی ستھرائی سے ہر جہت سے مکمل اخبار بنائے ہوئے۔ جب ان کی والدہ صاحبہ کی وفات ہوئی یہ بہت چھوٹے تھے اکیلے ہی کھیلتے رہتے تھے۔ اس وقت یہ مشغلہ اپنایا۔ جو زندگی کی راہیں متعین کر رہا تھا۔ دراصل قدرت ایک صحافی تراش رہی تھی جس سے بڑے ہو کر سلسلے کے اخبار کی خدمت لینی تھی۔ ان کا ذوق وشوق ان کی روزی بن گیا اور جماعت کی خدمت کا موقع بھی ملا۔ پھر حالات انہیں کینیڈا کی سرزمین پر لے آئے۔ خاکسار سے ہم ذوقی کا رشتہ انہوں نے ساری عمر نبھایا جب بھی ملاقات کی صورت ہوتی وہ میری حقیر کاوشوں پر دل سے داد دیتے اور الفضل کی ترقی اور پرنٹنگ کی جدید سہولتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس ماں کی طرح خوش ہوتے جو اپنے خون سے پرورش کئے ہوئے بچے کو پھولتے پھلتے دیکھ کر طمانیت محسوس کرتی ہے۔ آخری عمر تک الفضل زیر مطالعہ رہا۔ تحریر کی حرمت پہچانتے تھے ان کے پاس یادگار خطوط اور تحریروں کا خزانہ تھا۔ یہ فرشتہ سیرت' قابل صد احترام بھائی کئی طرح ہمارے خاندان کے لئے باعث رحمت ثابت ہوئے خاص طور پر ابا جان کے درویش قادیان ہونے کی وجہ سے گھر میں ایک سرپرست کی حیثیت حاصل تھی۔ اب مولا کریم کے حضور حاضر ہو چکے ہیں ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے ہمیشہ دل سے دعائیں کرتے رہیں گے۔

جامعہ نصرت میں پڑھنے پڑھانے کا عرصہ پھر شادی اور سب سے چھوٹی بچی کے سکول جانے تک الفضل کا مطالعہ تو جاری رہا مگر فعال رابطہ محترم نسیم سیفی صاحب کی ادارت کے زمانے میں ہوا موصوف میرے پھوپھی زاد بھائی اور پڑوسی تھے۔ بہت حوصلہ افزائی کرنے والے ایڈیٹر تھے۔ میں ٹوٹی پھوٹی نظمیں بھیجتی وہ خوشی سے قبول کرتے اور ممنونیت سے چھاپتے جیسے کسی کہنہ مشق شاعر نے ادب کا شاہکار تخلیق کیا ہو۔ حقیقتاً یہ ان کی اعلیٰ ظرفی تھی میں ربوہ جاتی تو وہ قلندر درویش بھائی عزت و تکریم میں حد کر دیتے۔ کراچی لجنہ کی کتب پر بہت خوشی کا اظہار کرتے اور اچھے تبصرے لکھتے۔ ہمارے پاس کتب کے تعارف کا یہی ایک ذریعہ تھا الفضل میں تبصرہ آتا اور ہمیں آرڈر ملنے شروع ہوجاتے۔ کلام طاہر شائع ہوئی تو تبصرے میں لکھا 'جماعت احمدیہ کی سب سے خوبصورت کتاب' نثر نظم دونوں میں داد دی ان کو لکھنے پر ابھارنے کا فن آتا تھا۔ ان کے زمانے میں ایسے قلمکار بھی سامنے آئے جو قلم پکڑنا نہیں جانتے تھے الفضل میں چھپنا بڑا بابرکت ثابت ہوا بعض دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیارا مکتوب ملتا' الفضل میں آپ کی نظم پڑھی.........' یا ' الفضل میں عزیزہ امۃ الباری ناصر کا مضمون پڑھا۔

الفضل مجھے ایک چاند کی طرح لگتا۔ جب نظم چھپتی میں سوچتی یہ چاند وہاں بھی نکلا ہوگا حضور پرنور نے بھی میری نظم پڑھی ہوگی۔ پھر جب حضور کا کوئی خط یا پیغام آجاتا تو دل حمد و شکر سے بھر جاتا۔ صرف ایک خط لکھتی ہوں شاید کوئی میری خوشی کا اندازہ لگا سکے۔ یہ خودستائی نہیں اظہار تشکر ہے۔ آپ نے دست مبارک سے تحریر فرمایا۔

ابھی الفضل 11 جنوری میں آپ کی نظم

’اسیرانِ راہِ مولا‘ پڑھی تو ؏

جو بدلی غم کی اُٹھی دل پہ تھوڑی برسا دی

ساری نظم ہی بڑی پُر اثر ہے اور فصیح و بلیغ مگر بعض اشعار اور بعض مصرعے تو شوخیٔ تحریر کے فریادی بنے ہوئے ہیں۔

میں نے سوچا کہ پہلے اس سے کہ میری آنکھیں خشک ہو جائیں میں آپ کو بتا دوں کہ نظم پڑھ کر اسیرانِ راہِ مولا کے ساتھ ساتھ میرے دل نے آپ کو بھی دعائیں دیں۔

ایک دفعہ سیفی صاحب نے الفضل میں لوگوں کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطوط چھاپنے کا سلسلہ شروع کیا انہی دنوں لجنہ کراچی کی اس وقت کی صدر صاحبہ محترمہ سلیمہ میر صاحبہ کے نام حضور انور کا ایک بہت ہی شاندار خط موصول ہوا جس میں خاکسار کا بہت اچھا ذکر تھا۔ سیفی صاحب سے خط چھپوانے کی درخواست کی تو آپ نے بتایا کہ وہ سلسلہ حضور نے بند کروا دیا ہے موڈ خراب ہو گیا حضور کو خط لکھ رہی تھی اشارۃً اس بات کا ذکر کر کے میں نے پنجابی کا ایک محاورہ لکھا ’غریباں روزے رکھے تے دن وڈے آئے‘ پیارے حضور نے فون پر ہنستے ہوئے فرمایا میں آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں ’غریباں روزے رکھے تے دن وڈے آئے‘ والا سیفی صاحب کو لکھوا رہا ہوں کہ آپ کا خط چھاپ دیں آپ بھی ان کو یہ پیغام دے دیں کہ یہ خط چھاپنے کی خصوصی اجازت ہے۔ پھر یہ خط الفضل کے پہلے صفحے پر شائع ہوا۔

الفضل میں چھپنے والی ایک نظم پر حضور انور نے ازراہ شفقت داد اور دعا سے نوازتے ہوئے کچھ اصلاح بھی تجویز فرمائی۔ میں نے سرخوشی میں جواب دیتے ہوئے نظم کا وہ شعر بھی لکھ دیا جو سیفی صاحب نے کسی مصلحت سے حذف کر دیا تھا۔ بڑا دلچسپ جواب ملا۔

28.1.1993

آپ نے لکھا ہے کہ اعتراض والی نظم کا ایک شعر سیفی صاحب کی سنسر شپ کی زَد میں آ گیا اس شعر کو شائع نہ کرنے کی حکمت تو مکرم سیفی صاحب سمجھتے ہوں گے لیکن ایسا کرنے سے وہ خود بھی آپ کے اعتراض میں آ گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ مکرم سیفی صاحب ماشاء اللہ بڑی ذہانت سے الفضل کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ ورنہ الفضل کبھی کا بند ہو چکا ہوتا۔ اگر الفضل ماہ بماہ چھپتا تو بلاشبہ سیفی صاحب بھی ماہ لقا کہلوانے کے مستحق ٹھہرتے۔ لیکن الفضل تو روزنامہ ہے اور سورج کی طرح روز اُن کے خوبصورت کلام کے آئینہ میں اُن کی لقاء الفضل کے شائقین سے کرواتا ہے۔ اس پہلو سے اُن کا چیں بہ جبیں ہونا تعجب کی بات نہیں وہ سمجھے ہوں گے کہ شعر کا مصداق وہ خود ہیں لیکن ماہ لقا لکھ کر اُن کو اصل مقام سے گرا دیا گیا ہے جو ’مہرلقا‘ یا ’خورشید لقا‘ ہونا چاہیے تھا انہوں نے ویسی ہی بات کی ہے جیسے غالب کے ایک مصرع میں مذکور ہے۔ ؎

یوسف اس کو لکھوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی

افسوس کہ آپ کے شعر کی خیر نہ ہوئی.....‘‘

حذف شدہ اشعار میں سے ایک اور شعر بھی نظر کرم کے قابل ٹھہرا۔ 4.3.1993 کے الفضل میں ایک نظم چھپی تھی جس کا پہلا شعر تھا۔ ؎

میری راہیں سخت کٹھن ہیں صبر و جنوں کی ہمت لے کر

فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا میرے ساتھ آنے سے پہلے

اسی نظم کا ایک شعر تھا۔ ؎

حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح و جسم کو مَل مَل دھوئیں

کچھ سنگار تو کرنا ہو گا وصل کی رات آنے سے پہلے

نسیم سیفی صاحب نے نظم میں سے یہ شعر حذف کر دیا۔ جب پیارے آقا سے حذف شدہ اشعار کی بات چلی تو میں نے یہ بھی لکھ دیا۔ پیارے آقا نے بڑے شگفتہ انداز میں تحریر فرمایا:

مدیر صاحب الفضل کے سنسر کی زَد میں آنے والا شعر بھی آپ نے بھجوا دیا ہے۔ یہ تو بہت اعلیٰ شعر ہے۔ جب حُسنِ عمل کا آپ نے کہہ دیا تو ذہن کے لئے کسی غلط روش پر چلنے کی کوئی وجہ تو نہیں لیکن چونکہ یہ منظر کشی بہت کھلی کھلی سہاگ رات کی تیاری پر صادق آتی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے مدیر صاحب الفضل ڈر گئے۔ اس قسم کا مبنی بر احتیاط فیصلہ مدیر کے حقوق میں داخل ہے۔ لیکن یہ اچھا ہوا کہ آپ نے مجھے یہ شعر لکھ دیا۔ شعر اپنی ذات میں بہت خوبصورت ہے۔ مدیر صاحب خود شاعر ہیں وہ اگر شعر میں معمولی سی تبدیلی کر لیتے تو کسی احتیاط کی ضرورت ہی نہ رہتی مثلاً یوں کہا جا سکتا ہے۔ ؎

حُسنِ عمل کا اُبٹن لے کر روح کے جسم کو مل مل دھوئیں

کچھ سنگار تو کرنا ہو گا وصل کی رات آنے سے پہلے

اب حضور انور ہیں نہ سیفی صاحب مگر بہت سی باتیں ان کی یاد دلاتی ہیں۔ ان کے درجات کی بلندی کے لئے اداس دل سے دعا گو ہوں۔

کراچی میں الفضل کی مستقل خریدار رہی ایک ایک سال کے الفضل ترتیب سے بڑے بڑے لفافوں میں اوپر سن لکھا ہوا گھر میں موجود ہیں ایک ڈائری میں انڈیکس بھی بنا لیتی تھی تاکہ مخصوص مضمون کی تلاش میں وقت ضائع نہ ہو۔

ایک دلچسپ بات بھی لکھ دوں ایک دفعہ ڈاکیا الفضل کی وی پی لایا تو ہماری بچت کی خاطر ایک آفر دی کہنے لگا کہ آپ اس کے لئے اتنے پیسے دیتی ہیں اس طرح کے بہت سے اخبار ہمارے ڈاکخانے میں پڑے رہتے ہیں مجھے صرف دس روپے مہینہ دے دیں میں روز ڈال جایا کروں گا۔ ظاہر ہے یہ آفر قبول نہ کی گئی۔ لگے ہاتھوں ایک اور آفر کا ذکر بھی کر دیتی ہوں۔ ڈاک سے ربوہ کے قریبی شہر سے ایک تنظیم کی طرف سے ایک لفافہ ملا جس میں کچھ لٹریچر کے ساتھ ایک خط تھا۔ خط کا منحوس نفس مضمون یہ تھا کہ ہم الفضل میں آپ کو پڑھتے ہیں آپ دنیائے شعر میں بلند مقام پر فائز ہیں مگر آپ ایک محدود دائرے میں بند ہو کر رہ گئی ہیں اگر ہمارے ساتھ آ ملیں تو ....میں نے خط یہیں تک پڑھا اور اس داد بیداد کو آگ دکھا دی۔ اس خط کا اس سے بہتر جواب نہ تھا

ایک سال ایسا بھی گزرا ہے کہ الفضل میرا اوڑھنا بچھونا بنا رہا۔ 1991ء میں خیال آیا کہ جلسہ ہائے سالانہ کو سو سال پورے ہونے پر لجنہ کراچی کی طرف سے ایک یادگار سوونیئر ’المحراب سَو واں جلسہ سالانہ نمبر شائع‘ کیا جائے۔ سو سال کا ڈیٹا جمع کرنا تھا کس کس سال جلسہ کہاں کہاں ہوا۔ کن تاریخوں میں ہوا کیا حاضری رہی پروگرام کیا تھے جلسہ گاہ اور رہائش کے انتظامات کیا تھے کس کس نے صدارت کی‘ افسر جلسہ گاہ کون تھے‘ تقریروں اور نظموں کی تفصیل دیگر ریکارڈ وغیرہ وغیرہ۔ اس کام کے لئے تاریخ احمدیت کی جلدوں کے ساتھ الفضل کے فائلوں کی ضرورت تھی گھر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ربوہ یا کسی مقامی لائبریری میں زیادہ دیر کے لئے جانا مشکل تھا ایک حل نکالا اپنی جاننے والیوں سے درخواست کی کہ جس کے گھر میں بھی کچھ سالوں کے الفضل ہوں احمدیہ ہال پہنچا دیں۔ کچھ ڈبے بکسے لفافے گٹھڑیاں آ گئیں پرانے کاغذوں کی بو اور مٹی دھول برداشت کر کے ہم نے ترتیب سے ایک ایک سال کے فائل بنا کر الگ الگ لفافوں میں رکھ لئے میں احمدیہ ہال سے گھر آتے ہوئے کچھ بنڈل اٹھا لاتی کئی کئی گھنٹے دن رات کام کر کے مطلوبہ مواد تلاش کر لیتی جو خلا رہ گئے مکرمہ امۃ الشکور امجد صاحبہ نے خلافت لائبریری جا کر پورے کئے ہم نے ہاتھوں سے کوہ کنی کی اور تاریخی علوم و معارف کی نہر نکال لی۔ نایاب تصاویر کے ساتھ یہ خوب صورت دستاویز شائع ہو کر جلسے پر قادیان پہنچی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں پیش کی گئی۔ یہ سب اللہ کریم کے خاص احسان سے ممکن ہوا۔ خلیفہ وقت سے پسندیدگی کی نوید سے تھکن کا احساس بھی نہیں رہتا۔

کراچی کے نائب امیر محترم عبدالرحیم بیگ صاحب (مرحوم) نے ہمیں گرمجوشی سے مبارک باد دی اور بتایا کہ ایک صاحب ان سے ملے ہاتھ میں المحراب تھا اور کہا میں نے یہ سوونیئر پڑھ کر احمدیت قبول کی ہے دیگر کتب کی تیاری اور دوسرے مرتبین اور مصنفین کی کتب کو چیک کرنے میں بھی الفضل ہی کا سہارا لیتی رہی۔ میں نے الفضل سے بطور تاریخی ماخذ بہت فائدہ اٹھایا۔

الفضل کے احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان یہ ہے کہ یہ ہمیں شناخت دیتا ہے اس کا اندازہ مجھے یوکے، کینیڈا اور امریکہ کے سفروں میں مختلف شہروں میں جانے سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے خاکسار جہاں بھی اپنے احمدی حلقے میں گئی الفضل کے ناتے پہلے سے متعارف تھی۔ اس اعتراف میں کیا مضائقہ ہے کہ اس نعمت خداداد سے خوشی ہوتی ہے۔ میں کبھی کبھی اللہ تعالیٰ سے دعا میں زاری کرتے ہوئے اس کے رحم کو ابھارنے کے لئے زاری کرتے ہوئے یہ بھی عرض کرتی ہوں کہ مولیٰ کریم تیرے پیاروں کے جاری کردہ پیارے الفضل میں کبھی کبھی اس عاجز بندی کا نام بھی آیا ہے۔ میری ہر خطا معاف کر دینا۔

ہمارے خاندان میں سب افراد الفضل کی قدر و قیمت پہچانتے ہیں۔ میری امی جان مرحومہ اردو پڑھ سکتی تھیں الفضل اور درثمین کی شیدائی تھیں ہم سے پڑھوا کر بھی سنتی تھیں اور درخواست دعا کرنے والوں کے لئے دعائیں کرتی تھیں۔ تازہ ترین جماعتی احوال سے باخبر رہتیں۔ ان کا مبلغ علم خطبات اور الفضل تھا۔ اپنی پہلی بیٹی کا اسسٹنٹ ایڈیٹر سے رشتہ ان کے ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔

بڑے بھائی جان مکرم عبدالمجید نیاز صاحب الفضل کے بڑے مداح اور مستقل خریدار ہیں پہلے حیدرآباد سندھ میں رہتے تھے پکا قلعہ کے ایڈریس پر سالہا سال الفضل منگواتے رہے۔ ان کا خریداری نمبر غالباً 121 تھا ایک چھوٹا سا کمرہ الفضل کے پرچوں سے بھرا ہوا تھا۔ پاکستان سے آسٹن امریکہ منتقل ہوئے تو بھی اخبار جاری رکھا کہتے ہیں نیٹ پر پڑھنے کا وہ مزا نہیں جو ہاتھ میں لے کر پڑھنے کا ہے۔ منجھلے بھائی جان محترم عبدالباسط صاحب شاہد الفضل ربوہ کے مستقل لکھنے والوں میں شامل رہے اب یوکے میں الفضل انٹرنیشنل کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے الفضل اور الفضل کی کسی بھی رنگ میں خدمت کرنے والوں کو سلامت رکھے۔ آمین

حضرت مسیح موعود کا دوستوں اور غیروں سے حسن سلوک

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اس کے گرانے میں کبھی پہل نہیں کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے مگر آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آکر انہیں ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہو گئے۔ اور آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعود کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی اور گو آپ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کر لیا اور ان کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کیلئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زور دار مضامین بھی لکھے۔ مگر ان کی دوستی کے زمانہ کو آپ کبھی نہیں بھولے اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

”یعنی تو نے تو اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے“۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم 1905ء)

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعود کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا جیسے ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کِھل جاوے۔ اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو ازحد صدمہ پہنچتا تھا۔ ایک دفعہ جب آپ نے اپنے بڑے فرزند اور ہمارے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے قرآن شریف ختم کرنے پر آمین لکھی اور اس تقریب پر بعض بیرونی دوستوں کو بھی بلا کر اپنی خوشی میں شریک فرمایا تو اس وقت آپ نے اس آمین میں اپنے دوستوں کے آنے کا بھی ذکر کیا۔ اور پھر ان کے واپس جانے کا خیال کر کے اپنے غم کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سَو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

(درثمین اردو)

اوائل میں آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ اپنے دوستوں اور مہمانوں کے ساتھ مل کر مکان کے مردانہ حصہ میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور یہ مجلس اس بے تکلفی کی ہوتی تھی اور ہر قسم کے موضوع پر ایسے غیر رسمی رنگ میں گفتگو کا سلسلہ رہتا تھا کہ گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا بھی دسترخوان بچھ جاتا تھا۔ ان موقعوں پر آپ ہر مہمان کا خود ذاتی طور پر خیال رکھتے اور اس بات کی نگرانی فرماتے کہ ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ عموماً ہر مہمان کے متعلق خود دریافت فرماتے تھے کہ اسے کسی خاص چیز مثلاً دودھ یا چائے یا پان وغیرہ کی عادت تو نہیں اور پھر حتی الوسع ہر ایک کے لئے اس کی عادت کے مطابق چیز مہیا فرماتے۔ جب کوئی خاص دوست قادیان سے واپس جانے لگتا تو آپ عموماً اس کی مشایعت کے لئے ڈیڑھ ڈیڑھ، دودو میل تک اس کے ساتھ جاتے اور بڑی محبت اور عزت کے ساتھ رخصت کر کے واپس آتے تھے۔

آپ کی یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان میں آئیں وہ حتی الوسع آپ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقع مل سکے۔ غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اس طرح آپ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا۔ مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ معززین جو آج کل بڑے بڑے وسیع مکانوں اور کوٹھیوں میں رہ کر بھی تنگی محسوس کرتے ہیں حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ایک ایک کمرہ میں سمٹے ہوئے رہتے تھے اور اسی میں خوشی پاتے تھے۔

قادیان میں حضرت مسیح موعود کے والد صاحب کے زمانہ کا ایک پھلدار باغ ہے جس میں مختلف قسم کے ثمر دار درخت ہیں۔ حضرت مسیح موعود کا طریق تھا کہ جب پھل کا موسم آتا تو اپنے دوستوں اور مہمانوں کو ساتھ لے کر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور موسم کا پھل تڑوا کر سب دوستوں کے ساتھ مل کر نہایت بے تکلفی سے نوش فرماتے۔ اس وقت یوں نظر آتا تھا کہ گویا ایک مشفق باپ کے اردگرد اس کی معصوم اولاد گھیرا ڈالے بیٹھی ہے۔ مگر ان مجلسوں میں کبھی کوئی لغو بات نہیں ہوتی تھی بلکہ ہمیشہ نہایت پاکیزہ اور اکثر اوقات دینی گفتگو ہوا کرتی تھی اور بے تکلفی اور محبت کے ماحول میں علم و معرفت کا چشمہ جاری رہتا تھا۔

حضرت مسیح موعود کے تعلقات دوستی کے تعلق میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کی دوستی کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ دوستی اور دشمنی دونوں خدا کے لئے ہونی چاہئیں، نہ کہ اپنے نفس کے لئے یا دنیا کے لئے۔ اسی لئے آپ کی دوستی میں امیر و غریب کا کوئی امتیاز نہیں تھا اور آپ کی محبت کے وسیع دریا سے بڑے اور چھوٹے ایک سا حصہ پاتے تھے۔

غیروں سے سلوک

قرآن شریف سورۃ المائدہ آیت 9 میں فرماتا ہے۔ چاہئے کہ کسی قوم یا فرقہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملہ میں عدل وانصاف کا طریق ترک کر دو۔ بلکہ تمہیں ہر حال میں ہر فریق اور ہر شخص کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا چاہئے۔ قرآن شریف کی یہ زرّیں تعلیم حضرت مسیح موعود کی زندگی کا نمایاں اصول تھی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کسی شخص کی ذات سے عداوت نہیں ہے بلکہ صرف جھوٹے اور گندے خیالات سے دشمنی ہے۔ اس اصل کے ماتحت جہاں تک ذاتی امور کا تعلق ہے آپ کا اپنے دشمنوں کے ساتھ نہایت درجہ مشفقانہ سلوک تھا۔ اور اشد ترین دشمن کا درد بھی آپ کو بے چین کر دیتا تھا۔ چنانچہ جب آپ کے بعض چچازاد بھائیوں نے جو آپ کے خونی دشمن تھے آپ کے مکان کے سامنے دیوار کھینچ کر آپ کو اور آپ کے مہمانوں کو سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا اور پھر بالآخر مقدمہ میں خدا نے آپ کو فتح عطا کی اور ان لوگوں کو خود اپنے ہاتھ سے دیوار گرانی پڑی تو اس کے بعد حضرت مسیح موعود کے وکیل نے آپ سے اجازت لینے کے بغیر ان لوگوں کے خلاف خرچہ کی ڈگری جاری کروا دی۔ اس پر یہ لوگ بہت گھبرائے اور حضرت مسیح موعود کی خدمت میں ایک عاجزی کا خط بھجوا کر رحم کی التجا کی۔ آپ نے نہ صرف ڈگری کے اجراء کو فوراً رُکوا دیا بلکہ اپنے ان خونی دشمنوں سے معذرت بھی کی کہ میری لاعلمی میں یہ کارروائی ہوئی ہے جس کا مجھے افسوس ہے اور اپنے وکیل کو ملامت فرمائی کہ ہم سے پوچھے بغیر خرچہ کی ڈگری کا اجرا کیوں کروایا گیا ہے۔ اگر اس موقعہ پر کوئی اور ہوتا تو وہ دشمن کی ذلّت اور تباہی کو انتہا تک پہنچا کر صبر کرتا۔ مگر آپ نے ان حالات میں بھی احسان سے کام لیا اور اس بات کا شاندار ثبوت پیش کیا کہ آپ کو صرف گندے خیالات اور گندے اعمال سے دشمنی ہے، کسی سے ذاتی معاملات میں آپ کے دشمن بھی آپ کے دوست ہیں۔

اسی طرح جب ایک خطرناک خونی مقدمہ میں جس میں آپ پر اقدام قتل کا الزام تھا آپ کا اشد ترین مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کے خلاف بطور گواہ پیش ہوا اور آپ کے وکیل نے مولوی صاحب کی گواہی کو کمزور کرنے کے لئے ان کے بعض خاندانی اور ذاتی امور کے متعلق ان پر جرح کرنی چاہی تو حضرت مسیح موعود نے بڑی ناراضگی کے ساتھ اپنے وکیل کو روک دیا اور فرمایا کہ خواہ کچھ ہو مَیں اس قسم کے سوالات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور اس طرح گویا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر بھی اپنے جانی دشمن کی عزت و آبرو کی حفاظت فرمائی۔

اسی طرح جب پنڈت لیکھرام حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے مطابق لاہور میں قتل ہوئے اور آپ کو اس کی اطلاع پہنچی تو گو پیشگوئی کے پورا ہونے پر آپ خدا تعالیٰ کا شکر بجالائے مگر ساتھ ہی انسانی ہمدردی میں آپ نے پنڈت لیکھرام کی موت پر افسوس کا بھی اظہار کیا اور بار بار فرمایا کہ ہمیں یہ درد ہے کہ پنڈت صاحب نے ہماری بات نہیں مانی اور خدا اور اس کے رسول کے متعلق گستاخی کے طریق کو اختیار کر کے اور ہمارے ساتھ مباہلہ کے میدان میں قدم رکھ کر اپنی تباہی کا بیج بولیا۔

قادیان کے بعض آریہ سماجی حضرت مسیح موعود کے سخت مخالف تھے اور آپ کے خلاف ناپاک پراپیگنڈے میں حصہ لیتے رہتے تھے مگر جب بھی انہیں کوئی تکلیف پیش آتی یا کوئی بیماری لاحق ہوتی تو وہ اپنی کارروائیوں کو بھول کر آپ کے پاس دوڑے آتے اور آپ ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت درجہ ہمدردانہ اور محسنانہ سلوک کرتے اور ان کی امداد میں دلی خوشی پاتے۔ چنانچہ ایک صاحب قادیان میں لالہ بڈھامل ہوتے تھے جو حضرت مسیح موعود کے سخت مخالف تھے۔ جب قادیان میں منارۃ المسیح بننے لگا تو ان لوگوں نے حکام سے شکایت کی کہ اس سے ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی اس لئے مینارہ کی تعمیر کو روک دیا جائے۔ اس پر ایک مقامی افسر یہاں آیا اور اس کی معیت میں

لالہ بڈھامل اور بعض دوسرے مقامی ہندو اور غیر احمدی اصحاب حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مسیح موعود نے ان افسر صاحب کو سمجھایا کہ یہ شکایت محض ہماری دشمنی کی وجہ سے کی گئی ہے ورنہ اس میں بے پردگی کا کوئی سوال نہیں۔ اور اگر بالفرض کوئی بے پردگی ہوگی تو اس کا اثر ہم پر بھی ویسا ہی پڑے گا جیسا کہ ان پر۔ اور فرمایا کہ ہم تو صرف ایک دینی غرض سے یہ مینارہ تعمیر کروانے لگے ہیں ورنہ ہمیں ایسی چیزوں پر روپیہ خرچ کرنے کی کوئی خواہش نہیں۔ اسی گفتگو کے دوران میں آپ نے اس افسر سے فرمایا کہ اب یہ لالہ بڈھامل صاحب ہیں، آپ ان سے پوچھئے کہ کیا کبھی کوئی ایسا موقعہ آیا ہے کہ جب یہ مجھے کوئی نقصان پہنچاسکتے ہوں اور انہوں نے اس موقعہ کو خالی جانے دیا ہو۔ اور پھر انہی سے پوچھئے کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ انہیں فائدہ پہنچانے کا کوئی موقعہ مجھے ملا ہو اور مَیں نے اس سے دریغ کیا ہو۔ حضرت مسیح موعود کی اس گفتگو کے وقت لالہ بڈھامل اپنا سر نیچے ڈالے بیٹھے رہے اور آپ کے جواب میں ایک لفظ تک منہ پر نہیں لا سکے۔

الغرض حضرت مسیح موعود کا وجود ایک مجسم رحمت تھا وہ رحمت تھا (دین) کے لئے اور رحمت تھا اس پیغام کے لئے جسے لے کر وہ خود آیا تھا۔ وہ رحمت تھا اس بستی کے لئے جس میں وہ پیدا ہوا اور رحمت تھا دنیا کے لئے جس کی طرف وہ مبعوث کیا گیا۔ وہ رحمت تھا اپنے خاندان کے لئے اور رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے اور رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے۔ اس نے رحمت کے بیج کو چاروں طرف بکھیرا۔ اوپر بھی اور نیچے بھی، آگے بھی اور پیچھے بھی، دائیں بھی اور بائیں بھی۔ مگر بدقسمت ہے وہ جس پر یہ بیج تو آ کر گرا مگر اس نے ایک بے خبر زمین کی طرح اسے قبول کرنے اور اُگانے سے انکار کر دیا۔

(روزنامہ الفضل قادیان 5 دسمبر 1941ء)

بقیہ از صفحہ 200

ان تقریبات کے علاوہ مختلف شہروں کے امراء اضلاع کی ضلعی عاملہ کی میٹنگز میں گاہے بگاہے شمولیت کی گئی۔ ان کو خطوط اور سرکلرز اور دورہ جات کے ذریعہ الفضل کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر خریداری بڑھانے کی طرف توجہ دلائی گئی اور پھر یہ الفضل کا صد سالہ جوبلی سوونیئر بھی انہی تقریبات کی ایک اہم کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور الفضل ہمیشہ خلافت احمدیہ کا دست و بازو اور معین و مددگار بن کر جماعت کی خدمت پر کاربند رہے۔ آمین

اس موقع پر بہت سے احباب نے زبانی تحریری یا ای میل پر مبارکباد دی۔ بعض جماعتوں نے مبارکباد کی قراردادیں پاس کیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے اور ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ (ایف شمس

مکرم ماسٹر منصور احمد صاحب امیر ضلع حیدر آباد

الفضل کا فیض۔ سندھ کے ریگستانوں تک

میری زندگی میں الفضل کے کردار کا آغاز تقریباً ساٹھ سال پہلے ہوا جب میری عمر 10 سال کے لگ بھگ تھی ان دنوں ہماری رہائش ظفر آباد فارم (راجاری) میں تھی یہ فارم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے نام پہ تھا بعد ازاں ہم منصور آباد فارم جو والد صاحب کی ذاتی زمین تھی۔ منتقل ہو گئے۔ ہر دو جگہ پہ میرے والد صاحب مرحوم الفضل سے جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ اسی دور میں حضرت مصلح موعود کی تازہ نظمیں الفضل میں شائع ہوا کرتی تھیں اور میں ان نظموں کو کاپی میں اتارا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں حضرت مصلح موعود کا یہ شعر مجھے یاد ہے۔

وہ دل کو جوڑتا ہے تو ہیں دلفگار ہم
وہ جان بخشتا ہے تو ہیں جاں نثار ہم

الفضل نے اردو میں میری دلچسپی کو بہت بڑھایا اسی بنیاد پہ آگے چل کر ایم اے اردو کرنے کی توفیق ملی پرائمری پاس کر کے جب میں نے مڈل سکول نبی سر روڈ میں داخلہ لیا تو سکول دور ہونے کی وجہ سے گھوڑے پر سکول جانا ہوتا سکول سے واپسی پر ڈاکخانہ سے ڈاک لانا بھی میری ذمہ داریوں میں شامل ہو گیا اور کوئی ڈاک ہو نہ ہو الفضل تو مجھے ضرور مل جاتا اور میں شاداں و فرحاں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا گاؤں۔ پہنچ جاتا تھا۔ اس طرح الفضل کی یہ جاری نہر سندھ کے ریگستانوں کے کنارے آباد بستیوں ظفر آباد اور پھر منصور آباد کے باسیوں کو روحانی طور پر سیراب کرتی تھی۔ الفضل نے دینی تعلیمات، قرآنی علوم، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور ملفوظات حضرت مسیح موعود کی ترویج کے لئے وہ کام کیا ہے جس کے لئے ہم اور ہماری آئندہ نسلیں رہتی دنیا تک الفضل کی ممنون رہیں گی۔

الفضل نے احباب جماعت کی تعلیم و تربیت میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کبر و غرور کے بارے میں خطبات دیئے تھے جو الفضل نے ساتھ ساتھ شائع کئے تھے ان سے ہمیں اپنی زندگی کی راہیں متعین کرنے میں بہت مدد ملی۔ خاکسار نے اپنی زندگی میں بہت کثرت سے الفضل کا مطالعہ کرنے والے بزرگ دیکھے ہیں سب سے پہلے تو میں اپنے والد مکرم چوہدری شریف احمد صاحب کاہلوں کا ذکر کرتا ہوں جو ہمیشہ الفضل بہت تفصیل سے پڑھتے تھے اور اسی وجہ سے آپ خاندان حضرت مسیح موعود اور احباب جماعت کے باہم رشتوں اور دینی مسائل سے آگاہی رکھتے تھے۔

مکرم ماسٹر غلام رسول صاحب آف سنجر چانگ ضلع حیدر آباد جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں بھی ٹیچر رہے اور بعد میں سنجر چانگ میں مستقل سکونت اختیار کی خاکسار نے جب بھی ان کو دیکھا الفضل یا تو ان کے سامنے والی جیب میں ہوتا یا کسی دکان پر بیٹھے الفضل کا مطالعہ کر رہے ہوتے۔

حیدر آباد کے ایک بزرگ محترم محکم الدین جتوئی صاحب جو مکرم نعمت اللہ صاحب جتوئی کے والد تھے نہ صرف الفضل کا مطالعہ بڑی تفصیل سے کرتے بلکہ الفضل جمع کرتے رہتے اور پھر ان کی جلد اپنے ہاتھوں سے بنا کر بیت الظفر پہنچا دیتے۔

میرے چھوٹے بھائی مکرم مبشر احمد وسیم مرحوم بھی بہت کثرت سے الفضل کا مطالعہ کرتے تھے اور شروع سے آخر تک سارا الفضل پڑھتے تھے۔ چیدہ چیدہ تحریریں اور مضامین یا تو خود بچوں کو سناتے یا بچوں سے سنتے تھے الفضل کے مطالعہ کا اثر ان کی زندگی میں بہت نمایاں تھا۔

جن احباب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے ان کو الفضل خود خرید کر پڑھنا چاہئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کسی سے اخبار لے کر پڑھنے کو پسند نہیں فرمایا کرتے تھے اور آپ نے اپنی تقاریر میں دو تین دفعہ دبیان فرمایا کہ مغربی ممالک کے لوگ عاریۃً اخبار لے کر پڑھنے کو اس حد تک نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن بس یا ٹرین سے اترتے ہوئے اپنا اخبار اپنی سیٹ پر چھوڑ جاتے تو بھی کوئی دوسرا آدمی وہ اخبار اٹھا کر نہیں پڑھتا بلکہ خود خرید کر اپنا اخبار پڑھتا ہے اور وہاں سفر وحضر میں اپنے کسی ساتھی سے اخبار مانگ کر پڑھنے کو سخت معیوب گردانا جاتا ہے پس اخبار الفضل کسی سے مانگ کر اسی صورت میں جائز سمجھا جاسکتا ہے کہ پڑھنے والا خود خریدنے کے لئے مالی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

(الفضل 17 جون 2007ء)

☆......☆......☆......☆

مکرمہ سدرہ نورین علی صاحبہ لندن

الفضل ہمارے گھر کا فرد ہے

الفضل کا کردار میرے اخلاقی، تربیتی، تعلیمی معاملات، ہر ایک قدم میں ایسا ہے جیسا کہ نیک تربیت کرنے والے والدین کا اپنے بچوں کی زندگی میں ہوتا ہے۔

ہمارے گھر میں الفضل اُس وقت سے آرہا ہے جب میں تین یا چار سال کی تھی۔ اُس وقت صرف یہ شوق ہوتا تھا کہ بھاگ کر دروازے میں جا کر سب سے پہلے الفضل میں نے لے کر آنی ہے۔ گھر کا کوئی اور فرد اگر الفضل پہلے دروازے سے اٹھا لاتا تو میں رونے لگ جاتی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گھر کے تمام افراد کو الفضل بہت شوق کے ساتھ پڑھتا دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ یہ خاص اہمیت کی حامل اخبار ہے۔ والد صاحب فضل عمر ہسپتال میں ڈرائیور تھے ڈیوٹی کی غرض سے ان کو ربوہ سے باہر جانا پڑتا مگر ایک یا دو دن کی واپسی کے بعد میں نے دیکھنا نمازِ فجر اور تلاوتِ قرآن کریم کے بعد پچھلے دِنوں کی الفضل کا مطالعہ کرنا۔ اُن کا اصول تھا۔ والدہ صاحبہ نے جب سب بچوں نے سکول چلے جانا، پھر الفضل کا مطالعہ کرنا۔ غرض بچپن سے والدین کو دیکھ کر الفضل سے پیار میرے اندر ایسے ہی ہے جیسے الفضل ہمارے گھر کا ایک اہم فرد ہے۔

درخواستِ دعا پڑھ کر اجتماعی دعا کا موقع مل جاتا ہے۔ الفضل کا مطالعہ کئے بغیر دن کا گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دن نامکمل سا ہو اور کسی چیز کی کمی ہو۔ شادی کے بعد الفضل کی ویب سائٹ پر مطالعہ کا موقع ملتا ہے مگر دن کا آغاز اُسی طرح ہوتا ہے جیسے ہی کمپیوٹر آن کیا www.alfazal.org پر جا کر جب تک الفضل نہ پڑھ لوں کوئی کام نہیں کر سکتی۔ مجھے یاد ہے جن دنوں الفضل پر پابندی لگی تھی اُن دنوں ہمارے پورے گھر کی عجیب سی کیفیت تھی۔ ہر فرد اُداس سا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سچی جماعت کے ہر ادارے کو، ہر فرد کو ہر قسم کی پریشانی اور بلا سے بچائے۔

میری والدہ صاحبہ نے بچپن میں مجھے کہنا کہ میں کام کر رہی ہوں آپ اُونچی آواز میں الفضل کا مطالعہ کر کے مجھے سناؤ جس سے تربیتی امور میں اصلاح کے ساتھ ساتھ مجھے ایک تعلیمی فائدہ یہ پہنچا کہ میری اردو بہت اچھی ہوگئی اور میں کلاس میں بھی مشکل سے مشکل لفظ آسانی سے پڑھ لیا کرتی تھی۔

الفضل کے خصوصی شمارہ جات کی اہمیت کو بھی کسی طرح سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اُس دن کے حوالے سے بہت سی قیمتی معلومات اُس خصوصی نمبر سے ہمیں ملتی ہیں۔

الفضل کی سو سالہ خدمات پر مختلف شعبہ جات کی معزز شخصیات کے قیمتی تاثرات

﴿الفضل کی پاکستان اور اردو کے لئے خدمات کا تذکرہ، خوشی کا اظہار اور 100 سال پورے ہونے پر مبارکباد کے پیغام﴾

فخر الحق شمس ۔ نائب ایڈیٹر الفضل

حضرت مصلح موعود کے ہاتھوں پروان چڑھنے والا الفضل اردو صحافت میں ایک ایسا اخبار ہے جو گزشتہ 100 سال سے مسلسل اشاعت پذیر ہے ایک صدی سے جاری رہنے کی وجہ سے الفضل کا مقام ومرتبہ صحافت کی دنیا میں بہت بلند اور اس کی عزت وتکریم دوچند کرتا ہے۔ جہاں اس نے تعلیم و تربیت کے میدان میں اپنے قارئین کو بھرپور مواد سے نوازا ہے وہاں اردو زبان کی بھی خوب خدمت کی ہے۔ اس کی یہ اہمیت وافادیت اپنے تو مانتے ہی ہیں لیکن صحافت کی دنیا کے استاد، علم وادب کے ماہر اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی الفضل کے سو سال کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ الفضل کی سو سالہ تقریب کے موقع پر پاکستان کی بعض معزز شخصیات سے ان کے تاثرات لینے کے لئے ادارہ کی ٹیم جس میں خاکسار کے علاوہ مکرم منور علی شاہد صاحب، مکرم نصراللہ بلوچ صاحب اور مکرم مشہود احمد ملک صاحب شامل تھے ان تک پہنچی۔ علم وفن کے بہت سے ماہرین سے ملاقات ہوئی، اکثر نے الفضل کی خدمات کو سراہا۔ جن قابل احترام شخصیات نے کھلے دل سے اپنے تاثرات دیئے وہ تاریخی ریکارڈ اور قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش ہیں۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر مہدی حسن

جناب پروفیسر ڈاکٹر مہدی حسن کا نام صحافت، ابلاغیات، علم وادب اور تعلیم وتحقیق کے میدان میں بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات میں 31 سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے بعد آجکل آپ بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی لاہور کے ساتھ بطور پروفیسر منسلک ہیں اور اسی یونیورسٹی کے سکول آف میڈیا اینڈ کمیونیکیشن میں ڈین (Dean) بھی ہیں۔ آپ پاکستان کے ان چند معروف ماہرین ابلاغ عامہ میں سے ہیں جنھوں نے ہر دور میں سچائی کا ساتھ دیا۔ آپ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی گورننگ کونسل میں شامل ہیں۔ آپ کو تقریباً تمام پاکستانی نیوز چینلز کے متعدد پروگراموں میں بطور ماہر ابلاغیات و سیاسی امور، دانشور اور سینئر تجزیہ نگار مدعو کیا جاتا ہے۔ آپ کی متعدد کتب کے علاوہ بہت سے مقالے، مضامین اور کالم ملکی اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔ آپ کی کتاب The Political History of Pakistan نے بہت پذیرائی حاصل کی ہے۔ آپ پاکستان پریس انٹرنیشنل (PPI) اور پاکستان فیڈریشن آف یونین آف جرنلسٹس (PFUJ) کے ساتھ وابستہ رہے ہیں اور ریڈیو پاکستان اور پی ٹی وی کے علاوہ وائس آف امریکہ، بی بی سی، ریڈیو جرمنی، رائٹرز اور APA کے ساتھ بھی رہے ہیں اور آجکل انگریزی اخبار Daily The News International اور روزنامہ وقت میں بطور کالم نویس منسلک ہیں۔

لاہور میں ان کے ساتھ ایک گھنٹے کی ملاقات میں بہت سے دینی، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ملکی حالات و واقعات پر عمدہ پیرائے میں گفتگو ہوئی۔ روزنامہ الفضل کے سو سال پورے ہونے پر انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مبارکباد پیش کی۔ الفضل پر بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ پاکستان میں کسی اخبار کی اشاعت کو 100ویں سالگرہ مناتے دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کیونکہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے علاوہ ملک کے کسی اور اخبار نے اشاعت کے 100 سال مکمل نہیں کئے۔ اگرچہ الفضل کو صحافت کی اس کیٹیگری میں شامل نہیں کیا جاسکتا جس کو قبول عام کا درجہ حاصل ہو۔ کیونکہ یہ اخبار نظریاتی طور پر ایک ایسے مخصوص نظریے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا رہا ہے، جس نظریے کو ماننے والے پاکستان میں بہت مشکل زندگی گزارتے رہے ہیں۔ پاکستان کی ریاست جو ایک جمہوری سیاسی انداز میں وجود میں آئی تھی۔ بدقسمتی سے آزادی کے فوراً بعد اس کو مخصوص مذہبی رنگ میں رنگنے کی کامیاب کوشش کی گئی اور یہ کوششیں بڑھتے بڑھتے جنرل ضیاء الحق کے دور میں امریکہ کی مدد سے نام نہاد جہاد پر آکر ختم ہوئیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ وہ کوششیں ابھی تک جاری وساری ہیں، جس کے نتیجہ میں پاکستان میں اب تک ساٹھ ہزار افراد زندگی کی بازی ہار چکے ہیں۔ جن میں سے ساڑھے پانچ ہزار افراد فرقہ وارانہ فساد کی نظر ہوئے ہیں۔

پاکستان میں خاص طور پر مذہبی اقلیتوں اور ایک دوسرے کے مسلک کی بنیاد پر اختلاف رکھنے والے کو بہت زیادہ مشکلات درپیش ہیں۔ خاص طور پر احمدی عقیدہ سے تعلق رکھنے والی آبادی کو شدید مشکلات درپیش ہیں۔ پاکستان کی صحافت میں اس عقیدہ سے تعلق رکھنے والے افراد کا نقطہ نظر کسی اخبار میں نہیں آتا۔ جبکہ ان کے خلاف ہر قسم کی خبریں اور تحریریں بغیر کسی ثبوت یا تحقیق کے اخبارات میں نعروں کی شکل میں شائع کردی جاتی ہیں، صحافت کی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اخبارات اور رسائل جو پاکستان میں رواداری اور فرقہ وارانہ امن کی کوششوں میں مصروف ہیں ان کو یقیناً پذیرائی ملنی چاہئے۔

مجھے خوشی ہے کہ اخبار الفضل نے اپنی اشاعت کے 100 سال پورے کئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ **صحافت سے متعلقہ لوگوں اور صحافت میں دلچسپی رکھنے والے عوام کو اس موقع پہ الفضل کی اس کامیابی پر مبارکباد دینی چاہئے۔**

جناب آئی اے رحمٰن

پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کو قائم کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف جناب آئی اے رحمٰن جن کا پورا نام ابن عبدالرحمٰن ہے۔ گزشتہ 23 سال سے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی Civil حقوق کی سرگرمیوں کی بحالی کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ 1989ء میں پاکستان ٹائمز کے چیف ایڈیٹر بنے، پاکستان انڈیا پیپلز فورم برائے امن و جمہوریت کے چیئرمین ہیں۔ آپ پاکستان انڈیا تعلقات میں امن کے خواہاں ہیں۔

الفضل کا وفد آپ سے ملاقات کے لئے HRCP کے آپ کے دفتر میں حاضر ہوا تو 83 سال کی عمر میں بھی آپ کو مصروف کار پایا۔ آپ کے دفتر اور میز پر ہر طرف کتب اور کاغذوں کے ڈھیر نظر آئے۔ الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر آپ نے خوشنودی کا اظہار کیا اور اس موقع پر اپنے تاثرات اس طرح پیش کئے۔ ادارہ الفضل سے منسلک تمام مدیران اور کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ان کے اخبار کی اشاعت کی صدی مکمل ہوگئی۔ **اتنی طویل مدت تک کسی اخبار کی اشاعت بجائے خود ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور الفضل کی تاریخ تو اس وجہ سے بھی قابل تعریف ہے کہ اس اخبار کو کبھی بھی دوستانہ یا منصفانہ ماحول نصیب نہیں ہوا۔**

مختلف ادوار میں اسے بہت سے عناصر کی معاندانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور متعدد بار حکومت نے ناجائز قوانین کو استعمال کرتے ہوئے اس کی اشاعت میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی جبکہ تمام بنیادی انسانی حقوق اور آئین میں درج آزادی اظہار کے آرٹیکل کی رو سے تمام مکاتب فکر کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا ناقابل تنسیخ حق حاصل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آزادیٔ اظہار کے سب ہی علمبردار جو خواہ کسی مسلک سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی اشاعت جاریہ کے حق میں کلمہ خیر ہی کہیں گے۔

جناب ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

اردو صحافت، ادب اور پاکستانی میڈیا میں ایک معتبر نام جناب ڈاکٹر محمد اجمل نیازی کا ہے۔ آپ معروف کالم نویس، اینکر پرسن، دانشور اور سیاسی تجزیہ نگار ہیں۔ الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر جب ہم ان کے تاثرات لینے کے لئے ان کی رہائش گاہ پر گئے تو انہوں نے بھرپور انداز میں استقبال کیا اور ملکی حالات حاضرہ پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ الفضل کے حوالے سے انہوں نے ان الفاظ میں اپنے تاثرات لکھوائے۔

روزنامہ الفضل ایک شاندار تاریخ کا رسالہ ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے اپنی باقاعدہ اشاعت کے سو سال پورے کر رہا ہے۔ یہ ایک بے مثال صورتحال ہے جو کسی لگن اور آرزو کے بغیر تکمیل نہیں پاسکتی۔ کسی مشن اور وژن کے ذریعہ ہی جہد مسلسل کی توفیق ملتی ہے۔ اپنے پڑھنے والوں کی رہنمائی اور تربیت کا کام ایک ایسی نیکی ہے جو تخلیقی جذبوں سے بھری ہوئی ہے۔ **ادارہ کے ارکان کی محنت اور محبت کے علاوہ الفضل کے پڑھنے والوں کی استقامت کا ذکر بھی ضروری ہے۔ کسی رسالہ کی کامیابی اس کے قارئین کی مرہون منت ہوتی ہے یہ بات الفضل کی افادیت اور مقبولیت کی دلیل ہے کہ اسے پڑھا جاتا ہے اور پچھلے سو سال سے** پڑھا جارہا ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے الفضل کے ادارہ کے اراکین اور قارئین کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کے دلوں کو

روشنیوں سے معمور کردے۔

جناب ڈاکٹر کنول فیروز

صحافت علم وادب اور شاعری کے میدان میں ڈاکٹر کنول فیروز کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔انہوں نے امریکہ سے جرنلزم میں Ph.D مکمل کی، روزنامہ پاکستان کے ایڈیشن انچارج رہے اور متعدد اخبارات و رسائل میں سینکڑوں مضامین، کالم، تجزیے اور نظمیں، غزلیں لکھی ہیں۔ 44 سال سے اپنا رسالہ ماہنامہ شاداب لاہور شائع کر رہے ہیں اور اس کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ان کی ادب وصحافت اور علمی خدمات کے اعتراف میں ان کو 2010ء میں صدارتی تمغہ امتیاز (لٹریچر) حکومت پاکستان سے نوازا گیا۔

ہم نے آپ کی رہائش گاہ پر ملاقات کی، انہوں نے اپنے تاثرات میں کہا، میرے پاس کافی عرصہ سے الفضل آتا رہا ہے، کچھ مہینوں سے اس کی آمد میں تعطل آیا ہے۔سابق ایڈیٹر الفضل جناب نسیم سیفی سے میری بہت اچھی یاد اللہ تھی۔ انہوں نے میرے پرچہ شاداب کے تبادلے میں الفضل بھجوانا شروع کیا تھا۔ **میرے لئے الفضل میں بہت معلوماتی مواد ہوتا ہے کیونکہ میں انٹرفیتھ ڈائیلاگ کو پسند کرتا ہوں۔** اس لئے مجھے دنیا کے سب مذاہب سے دلچسپی ہے، میرا یقین ہے کہ مذہب انسان کے لئے ہے، انسان مذہب کے لئے نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ کے لئے اس جریدہ کو ان حالات میں سوسال سے جاری رکھنا بہت بڑی جدو جہد ہے اور یہ کاوش قابل تحسین ہے۔ **آپ لوگ الفضل کے ذریعہ صرف ذہنی تربیت ہی نہیں بلکہ اردو زبان کی خدمت بھی کرتے ہیں۔** اس میں بنیادی طور پر جماعت کی ترجمانی ہوتی ہے احمدیوں نے تحریک پاکستان میں بہت اہم کام کیا اور خدمات بھی سرانجام دیں۔ اس لئے قائداعظم نے سر محمد ظفراللہ خان کو پاکستان کا پہلا وزیرخارجہ بنایا۔ قائداعظم کے پاکستان میں اظہار خیال کی آزادی نہیں ہے۔

جناب حسین نقی

معروف صحافی، کالم نویس اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے نیشنل کوآرڈینیٹر جناب حسین نقی سے ہم نے ان کے دفتر HRCP میں ملاقات کی۔الفضل کے حوالے سے انہوں نے اپنے تاثرات اس طرح کہے۔

بطور صحافی میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ احمدی مسلک کا نقیب روزنامہ الفضل اپنی اشاعت کی ایک صدی پوری کر چکا ہے۔ **کسی روزنامہ کا یہ اعزاز پاکستان میں مثالی ہے۔** بالخصوص ان حالات میں جن سے معتبر اشاعتی ادارے، اخبارات اور رسائل دوچار رہے ہیں۔ الفضل کو ایک صدی تک جاری رکھنے والا ادارہ، اس کے صحافی اور دیگر کارکنان صحافت کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کی جانب سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب نعیم شاکر

ماہر قانون

پاکستان کے معروف اور سینئر ماہر قانون، ایڈووکیٹ سپریم کورٹ جناب نعیم شاکر پروگریسو سوچ کے مالک ہیں، الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور مبارکباد دی۔انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

پاکستان کی فیڈریشن کثیر القومی اور کثیر المذاہب ہے۔اس ریاست کی تشکیل کے وقت ضمانت فراہم کی گئی تھی کہ ریاست کی کثیر القومی اور کثیر المذاہب حیثیت کو آئینی اور ریاستی تحفظ فراہم کیا جائے گا، جو لوگ اس تاریخی حقیقت کو آج تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ اس ریاست کی اساس اور اس سے متعلقہ تاریخی دستاویزات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 65 سالہ تاریخ میں اس فیڈریشن کی مختلف اکائیوں سے امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ جس سے ان کے نسلی، لسانی، سماجی، اقتصادی، انسانی اور جمہوری حقوق پامال ہوئے ہیں اور اسی طرح جب ریاست کسی خاص عقیدہ یا مسلک کی سرپرستی کرتی ہے تو دیگر عقیدے اور مسلک ثانوی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں اور یوں ریاست اور اس کے اداروں سے امتیاز کی بُو آنے لگتی ہے۔نتیجتاً ثانوی حیثیت اختیار کر جانے والی اکائی، قوم اور عقیدہ یا مسلک سے متعلق عوام کے جمہوری، انسانی، سماجی اقتصادی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ یہی صورت حالات بالآخر ریاست کی شکست وریخت کا سبب بن رہی ہے۔

یہ اہم تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان کی تکمیل وتشکیل اور ترقی میں احمدیہ جماعت سے متعلق لوگوں کا اہم حصہ ہے جو قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھی تھے۔ اس حقیقت سے انکار تاریخ کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔احمدیہ جماعت کی زیر سرپرستی روزنامہ الفضل اور ہفت روزہ لاہور کی اشاعت مذکورہ جماعت کے لئے اہم ہے۔ان کی اشاعت اور ترسیل پر کسی صورت قدغن قابل افسوس اور قابل مذمت ہے۔الفضل کی اشاعت کو سو برس ہوگئے ہیں۔ **کسی روزنامہ یا جریدہ کا ایک صدی تک قائم رہنا خود اس سے متعلقہ جماعت یا لوگوں کی دلچسپی اور ان کے لئے اہمیت ظاہر کرتا ہے۔** ان اداروں کو چلانے والے یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس طویل عرصہ میں مستقل مزاجی، دلچسپی اور ہمت سے کام لیا ہے۔

عالمی سطح پر اظہار رائے اور عقیدہ کے حق کو بنیادی انسانی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔اقوام متحدہ کی تاریخی دستاویز Universal Declaration of Human Rights کے مندرجات کی سطح پر توہین کی گئی ہے۔ان حقوق کی پاسداری پاکستان کی ریاست اور اس کے تمام اداروں کی ذمہ داری ہے۔

جناب وجاہت مسعود

ماہر تعلیم، دانشور، صحافی، کالم نگار اور بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی میں جرنلزم کے پروفیسر جناب وجاہت مسعود بڑی خوش دلی اور بشاشت سے ملے، روزنامہ الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر خوشنودی کا اظہار کیا اور کہا۔

روزنامہ 'الفضل' کی اشاعت کے سو برس مکمل ہونے کا موقع ایسا ہے کہ اس پر احمدی دوستوں بالخصوص 'الفضل' کے ادارتی ارکان کو پُرخلوص مبارکباد دینی چاہیے۔'الفضل' احمدیہ عقائد کے حامل ...... کا ترجمان پرچہ ہے۔ پاکستان میں گزشتہ 65 برس کے دوران اس فرقے پر جو گزری اس کی ایک جھلک 'الفضل' کی اشاعتی تاریخ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ میری رائے میں دوسری عالمی جنگ کے بعد پوری دنیا میں کسی مذہبی فرقے کو اس تسلسل کے ساتھ ریاستی امتیاز اور معاشرتی تعصب کا نشانہ نہیں بنایا گیا جس کا سامنا پاکستان میں احمدی مسلک کو کرنا پڑا۔ اسی طرح **پاکستان کی تاریخ میں کوئی اخبار ایسا نہیں جس کی اشاعت پر اس تواتر سے پابندیاں عائد کی گئی ہوں اور جس کے شمارے اس تعداد میں ضبط کیے گئے ہوں۔** آج پاکستان میں مذہبی تعصب اور منافرت کی جو فضا موجود ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ریاست اور سیاسی قوتوں نے احمدیہ مسلک کے خلاف اشتعال انگیز کارروائیاں روکنے میں اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ اس سے مذہب کے نام پر ظلم وستم کی روایت پیدا ہوئی۔ آج اسی روایت کے تسلسل میں پاکستان کے کسی مذہبی فرقے کے پیروکار محفوظ نہیں ہیں۔

ایک پاکستانی شہری کی حیثیت سے میرا خواب ہے کہ ایک دن پاکستان میں عقیدے کی بنیاد پر کسی امتیاز کے بغیر تمام شہریوں کو مساوی درجہ دیا جائے گا۔ اسی طرح حقیقی معنوں میں رواداری اور امن کی ثقافت پیدا ہو سکے گی اور ملک معاشی اور تمدنی طور پر ترقی کر سکے گا۔

جناب محبوب خان

پاکستان کے معروف علمی طبقہ سے تعلق رکھنے والے دانشور اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) کے لیگل ایڈوائزر جناب محبوب خان صاحب کی دھیمی اور خوشگوار شخصیت اپنے حلقہ میں بہت مشہور ہے۔ان کے ساتھ روزنامہ الفضل اور جماعت احمدیہ کے حوالے سے بہت سی باتیں ہوئیں۔الفضل کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ روزنامہ الفضل بغیر وقفہ کے پوری ایک صدی سے جاری ہے یہ کوئی عام بات نہیں ہے بلکہ ایک بہادری کا کام ہے کیونکہ سوسال سے ایک روزنامہ نکل رہا ہے۔ **الفضل کے جاری ہونے اور اس کے خریدار ہونے کا مطلب ہے اس کو پڑھا بھی جاتا ہے اور لوگ اس میں شائع ہونے والے مواد سے فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ یہ روزنامہ اردو کی بھی بہترین خدمت کر رہا ہے۔** باوجود اظہار خیال کی مشکلات کے اس کو چلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ایسا قانون جو فریڈم آف ایکسپریشن پر پابندی لگاتا ہو اس کو درست نہیں کہا جا سکتا۔

انہوں نے الفضل میں آنے والی بعض معلومات اور تاریخی واقعات کا تذکرہ بھی کیا جن میں پاکستان بنانے میں احمدیوں کا کردار، قیام پاکستان سے قبل جماعت احمدیہ کا مسلم لیگ کو ووٹ دینا، جنرل اختر حسین ملک اور دیگر احمدی جرنیلوں کے کارنامے، حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کا کشمیریوں کی حق خود ارادیت کے حوالے سے اقوام متحدہ میں آواز اُٹھانا۔انہوں نے بتایا قومیائے جانے سے پہلے ٹی آئی کالج ربوہ میں داخلہ لینے کے لئے پاکستان بھر سے طلباء سفارشیں کرواتے تھے۔آخر پر انہوں نے ربوہ کے کھیل خاص طور پر باسکٹ بال، کبڈی، گھڑ دوڑ اور نیزہ بازی کے حوالے سے بھی اپنی یادیں بیان کیں اور بتایا کہ ان کھیلوں میں ربوہ نے نیشنل لیول کے کھلاڑی پیدا کئے ہیں۔

جناب احمد عقیل روبی

پاکستان کے علمی، ادبی اور میڈیا کے حلقوں میں ایک مقبول شخصیت جناب احمد عقیل روبی کی ہے۔آپ مترجم، شاعر، ڈرامہ نگار، دانشور اور صاحب علم شخصیت کے مالک ہیں۔35 سال تک شعبہ تعلیم سے وابستہ رہے اور ایف سی کالج لاہور کے شعبہ اردو کے صدر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔اردو نثر نگاری میں آپ کا نام معروف ادیبوں میں آتا ہے۔یونانی ادب پر بھی آپ کی گہری نظر ہے۔نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے یونانی ادبی ورثہ کے موضوع پر آپ کی کتاب شائع کی ہے۔ویسے آپ 50 سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔آپ کا شمار ڈاکٹر سجاد باقر رضوی اور ناصر کاظمی کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ڈاکٹر سجاد باقر رضوی ٹی آئی کالج ربوہ کے تحت برپا ہونے والی اردو کانفرنس میں شرکت کیا کرتے تھے۔احمد عقیل روبی کی پہلی کتاب کا دیباچہ ناصر کاظمی نے لکھا تھا۔

(بقیہ صفحہ 143 پر)

’’الفضل‘‘ ۔ مائدوں پر مشتمل

بہت سے مائدوں پر مشتمل ہے
خدا کے فضل کا یہ میٹھا پھل ہے

پیاسے دید کے ماروں کی خاطر
یہ میٹھا ٹھنڈا ٹھنڈا ایک جل ہے

حسیں شاہکار ہے اس دور کا اک
یہ وہ اخبار ہے جو بے بدل ہے

ہر اک دن منتظر رہتے جو اس کے
یہ آتا ہے تو دل جاتا مچل ہے

کہیں خبریں کہیں خطبے ہوں اس میں
کہیں مضمون تو ملتی غزل ہے

چمک اذہان جائیں اس کو پڑھ کے
انوکھی دوستو اس کی نِکَل ہے

گرے بجلی اگر طوفان آئے
بفضل اللہ یہ جاتا سنبھل ہے

اسے سنبھال کر رکھو پیارو!
یہ اک اخبار بھی اور اک سجل ہے

رہے تا حشر یہ الفضل جاری
کھٹکتا دشمنوں کو آجکل ہے

مبارک احمد ظفر

یہ شمع آندھیوں میں بھی جلتی رہی ہمیش

ہر بات تیری دل میں اترتی رہی ہمیش
الفضل تیری منزلت بڑھتی رہی ہمیش

قرآن کا ہو علم کہ اُسوۂ رسول کا
ہر تربیت کی بات سے سجتی رہی ہمیش

خطبہ امامِ وقت کا، مہدی کی بات ہو
تیری جبینِ ناز سنورتی رہی ہمیش

خواتینِ خاندان کے زیور تری بِنا
محمود کے خلوص سے پھلتی رہی ہمیش

علمی حکایتیں ہیں اور دیں کی روایتیں
بس پاک صاف رستے پہ چلتی رہی ہمیش

پھونکوں سے یہ چراغ بجھیں گے نہ حشر تک
یہ شمع آندھیوں میں بھی جلتی رہی ہمیش

سالار پہلا حضرتِ فضلِ عمر ہی ہیں
جس کے قلم کی تیغ تو چلتی رہی ہمیش

دُکھ سُکھ میں احمدی کے تو ہر دم ہے پیش پیش
صبح و مسا دعا تری ملتی رہی ہمیش

حافظؔ یہ مائدہ ہمیں سیراب کر گیا
یاں روح کی پیاس ہی بجھتی رہی ہمیش

ابن کریم

عورت ہونا تھی سخت خطا — تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا — تا مرگ سزائیں پاتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی — احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر — ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے — تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے — سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج دورد اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

(درعدن)

''الفضل'' کیلئے سید عبدالحی شاہ صاحب کی بے لوث خدمات

جب 4 سال الفضل بند رہا اور رسالہ جات کے ضمیمے چھپتے رہے۔ مالی مشکلات کا دور

مکرم آغا سیف اللہ صاحب، سابق پبلشر ومینیجر الفضل

الفضل کے انتظام وانصرام میں فعال کردار

مکرم شاہ صاحب بورڈ الفضل کے صدر تھے۔ جولائی 1984ء سے 12/اکتوبر 2006ء تک مجھے آپ کے ماتحت بطور مینیجر و پبلشر کام کرنے کا موقع ملا۔ ''بورڈ الفضل'' کے ماہانہ اجلاس میں شرکت تو ایک لازمی معمول تھا۔ بقیہ ایام میں بھی اہم امور یا بعض پیش آمدہ مشکلات میں شاہ صاحب محترم کے تعاون اور راہنمائی کی ضرورت رہتی تھی۔ اس لئے آپ سے ملتا رہتا تھا جس کی بناء پر آپ سے قریبی تعلق ممکن ہوگیا۔

چونکہ میری ڈیوٹی بطور مینیجر تھی لہٰذا خاکسار ادارہ الفضل کے مالی اور انتظامی امور میں آپ کی راہنمائی ونگرانی اور دیگر ہدایات پر مشتمل واقعات کے ذکر پر ہی اکتفا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی فراوانی فکر اور غیر معمولی ذہانت عطا کی تھی کہ مایوس کن حالات میں بھی اپنی زرخیزی ذہن کی بدولت مشکل ترین حالات سے نبرد آزما ہونے اور اپنے فرائض کی تعمیل وتکمیل کی غرض سے کوئی تدبیر اور راہ نکالنے میں ضرور کامیاب رہتے۔ 1984ء کے اواخر میں ''الفضل'' کی اشاعت پر حکومت نے پابندی عائد کردی۔ اشتہارات اور کاغذ کا کوٹہ پہلے ہی بند کر چکے تھے۔ مقدمات بھی بنائے گئے۔ ادارہ کے مالی حالات بھی اچھے نہ تھے۔ ''رواں سرمایہ'' جو تھوڑا بہت تھا وہ تو وقت کے متقاضی بعض اقدامات پر دو مہینوں میں ہی ختم ہوگیا۔ اس گھمبیر صورت حال پر دفتر الفضل کو فعال صورت میں قائم رکھنے کے مقصد سے بمشاورت ممبران کرام بورڈ الفضل و بمنظوری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جو ہدایات مکرم شاہ صاحب کی طرف سے دی گئیں وہ مؤثر، کامیاب اور ثمر آور ثابت ہوئیں۔ اگرچہ عارضی طور پر بعض افراد کیلئے قدرے باعث تکلیف تھیں اور ان پر عمل کرتے وقت حتمی یقین نہ تھا کہ یہ بار آور ہوں گی۔ اہم امور درج ذیل تھے۔

الف۔ دفتر الفضل کے عارضی عملہ کو اس وعدہ کے ساتھ فارغ کر دیا گیا کہ بصورت اجراء الفضل دوبارہ کام پر بُلا لیا جائے گا۔

ب۔ مستقل عملہ کو اس تلقین کے ساتھ برقرار رکھا گیا کہ ان مخدوش حالات میں سب مل جل کر دفتر میں مطلوبہ فرائض سرانجام دیں گے۔

ج۔ الفضل کے خلاء کو کسی حد تک پُر کرنے کیلئے مختلف رسالہ جات (انصاراللہ، خالد، مصباح اور تحریک جدید) کے ضمیمہ جات شائع کئے جائیں۔ یعنی ہر ہفتہ ایک ضمیمہ چار ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا جس کی قیمت ابتدائی 85 پیسے تھی۔ دفتر الفضل کی جانب سے جملہ خریداران الفضل کو یہ ضمیمہ جات (ہفت روزہ) باقاعدگی سے بذریعہ ڈاک و دیگر ذرائع بھجوا دیئے جاتے تھے۔

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

الفضل کا دوبارہ اجراء

جب روزنامہ الفضل پر عائد کردہ پابندی کے خلاف ہماری دائر کردہ پٹیشن پر چار سال بعد جناب جسٹس خلیل رمدے صاحب (ہائی کورٹ) نے اس پابندی کو کالعدم قرار دے دیا تو الفضل کی اشاعت شروع کرنے کے طریق کار پر وکلاء کرام کے درمیان اختلاف رائے تھا۔

مکرم شاہ صاحب کی حکیمانہ اور حوصلہ افزاء روح Encouraging Spirit پھر کام آئی اور انہوں نے ہدایت دی کہ کل صبح پرچہ شائع ہو کر تقسیم ہو جانا چاہئے۔ چنانچہ طویل بندش کے بعد احباب جماعت کے گھروں پر جب علی الصبح پرچہ ملا تو ان کے لئے یہ ایک بڑی مسرت تھی۔

شعبہ کتابت کے متبادل شعبہ کمپوزنگ

کافی دیر یہ امر بورڈ الفضل میں زیر غور رہا کہ الفضل کی طباعت میں سہولت اور بہتری کی خاطر کتابت کی بجائے کمپوزنگ اختیار کی جائے۔ بالآخر فیصلہ کرلیا گیا اس زمانہ میں کمپوزنگ کے اہل کارکنان کی کمی تھی۔ مکرم شاہ صاحب کی منظوری سے دفتر میں موجود تین کارکنان کو کمپوزنگ کی تربیت دلوائی گئی اور پھر کمپوزنگ کا آغاز ہوگیا اور رکاوٹوں کے دور ہو جانے پر الفضل کیلئے ایک نیا دور شروع ہوگیا اور اخبار نئی دیدہ زیب شکل میں چھپنے لگا اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ شعبہ کمپوزنگ تدریجاً کافی مراحل طے کر چکا ہے۔

الفضل کی ترقی میں قابل ستائش کامیابی

جو احباب ادارہ سے وابستہ رہے ہیں یا روزنامہ الفضل کی تاریخ سے آگاہ ہیں وہ 1984ء اور 2006ء میں ادارہ کے مالی تقابل اور الفضل کے دفتری نظام میں آسائشوں، سہولتوں اور کارکنوں کو دی جانے والی مراعات پر نظر رکھتے ہوئے اس حقیقت کا ادراک بہتر رنگ میں کر سکتے ہیں کہ اپنے ذمہ دیگر فرائض کی تکمیل میں مرحوم کو جو شاندار خدمات کی توفیق ملی۔ الفضل کی تعمیر وترقی میں بھی ان کو قابل ستائش کامیابی حاصل ہوئی۔ بلاشبہ شاہ صاحب کو ہر دور میں خلافت کی اشیر باد اور راہنمائی حاصل رہی اور آپ خود بھی ہر اہم مرحلے یا تبدیلی حالات پر خلیفۂ وقت سے ہی طالب ہدایت اور سائل دعا ہوتے اور پھر پورے خلوص، ایقان ایمانی اور بشاشت قلبی سے ارشادات کی تعمیل خود بھی کرتے اور اپنے ماتحت افراد سے بھی کرواتے۔ بورڈ الفضل کے صدر کی حیثیت میں آپ نے جو اقدام کئے وہ کامیاب ہوئے۔

معیاری اور متنوع مضامین میں ترقی کا دور

آپ کے دور صدارت ''بورڈ الفضل'' میں اخبار نے علمی معیار، متنوع مضامین اور مستند حوالہ جات کے لحاظ سے بہت ترقی کی۔ مختلف قانونی قدغنوں اور تحریری مواد پر پابندیوں کے باوجود مکرم مدیر صاحب اور ان کے عملہ نے محنت شاقہ اور بالغ نظری سے اخبار الفضل کو حکومت کی انضباطی چیرہ دستیوں سے بچانے کی مکمل کوشش جاری رکھی۔ تحقیق کے ساتھ احتیاط کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ خطبات، تقاریر، ارشادات، تربیتی وتعلیمی تحریکات، نیز دیگر جماعتی شعبہ جات میں ترقیات، ان کے اعلانات بڑی کامیابی سے احباب جماعت تک پہنچائے۔ قرآن کریم احادیث اور ملفوظات کی اشاعت میں بھی کبھی رخنہ نہیں آنے دیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ۔

ادارہ الفضل مالی اور انتظامی لحاظ سے مستحکم اور منظم ہوتا چلا گیا اور خاصی حد تک اپنے مالی امور میں خود کفیل ہے اور اس میں شاہ صاحب کی شخصیت کا بڑا دخل ہے۔ انہیں خوشکن طریق پر اپنی ہدایات پر تعمیل کرانے کا پورا ملکہ حاصل تھا اور اپنے ماتحتوں پر اعتماد اور ان کی اچھی کارکردگی پر نوازنے کا سلیقہ بھی خوب تھا۔ بزرگانہ انداز اور شیریں الفاظ میں مؤثر نصیحت بھی فرما دیتے۔ ایک طویل عرصہ تک آپ کے ماتحت کام کرتے ہوئے کبھی طعن وتشنیع یا ناجائز سرزنش سے واسطہ نہیں پڑا۔

دفتر الفضل کے کلرک صاحبان اور درجہ چہارم کے کارکنان بھی اپنی معروضات یا بعض شکایات لے کر بلا جھجک مکرم شاہ صاحب کی خدمت میں چلے جاتے۔ آپ پورے حلم اور توجہ سے ان کی بات سنتے۔ پھر ہمدردی اور ممکنہ دادرسی بھی کرتے۔ اگر کبھی شکایت کنندہ کی بات درست نہ ہوتی یا مطلوبہ سہولت خلاف قواعد ہوتی تو بھی لہجہ میں تلخی اور الفاظ میں سختی نہ آتی بلکہ دھیمے انداز میں مناسب نصیحت فرما دیتے۔ ان کی زیر صدارت بورڈ الفضل ایک طویل عرصہ مجھے جو خدمت کا موقع میسر آیا تو اس میں آپ کی نرم خوئی، مزاج شناسی، معاملہ فہمی اور تحمل کو بڑا دخل ہے۔

یہ سعادت محض عطیہ خداوندی ہے۔ آپ کی نیکی، تقویٰ اور مقبول خدمات دینیہ پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مہر تصدیق ثبت فرما دی جو آپ کی سعادت اور فلاح دارین ہے۔ الفضل کے دوبارہ اجراء کے ساتھ ہی تحریری مواد پر متعدد قدغنوں کے علاوہ ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف مقدمات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ کی زیر صدارت جو اجلاس بورڈ الفضل منعقد ہوتے تھے۔ ان میں آپ کی طرف سے کبھی بھی غیر معمولی پریشانی، انتشار ذہنی یا تلخی الفاظ کا اظہار نہیں ہوا۔

دفتر الفضل کی جانب سے پیش کردہ رپورٹس پر تبصرہ کرتے تو وہ جامع مختصر اور بامعنی الفاظ میں ہوتا۔ کسی امر یا خرچ پر وضاحت طلب کرتے تو وہ بھی مناسب اور نرم الفاظ میں مجھے یاد نہیں کہ کبھی ان کی مجلس سے میں بوجھل دل لے کر اٹھا تھا۔

آپ کے حسن عمل اور شیریں سلوک نے میرے قلب وفکر میں ان کا ایسا نقش اور روحانی ارتباط ودیعت کیا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نہ کبھی ان کی نافرمانی سرزد ہوئی نہ ہی شاہ صاحب نے رنجیدگی یا عدم تسلی کا اظہار کیا۔ باہمی اعتماد کا یہ سلسلہ میرے بیرون ملک آنے تک برقرار رہا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب دیگر ساتھیوں کے ہمراہ کراچی اور سندھ میں بسلسلہ مقدمات پیشی پر جانا ہوتا تو شاہ صاحب تسلی

دہندہ ہوتے۔ دلجوئی کرتے۔ صدقہ وعبادت کی تلقین کرتے اور وہ وعدہ دعا کے ساتھ کوئی مؤثر تدبیر بتاتے ہوئے پیار سے رخصت کرتے۔ آپ خود بھی بعض دیگر عہدیداران کی طرح مقدمات میں ملوث کئے گئے تھے۔ چنانچہ جب ہم سب لوگ چنیوٹ پیشی پر جانے کیلئے گاڑی میں بیٹھ جاتے تو شاہ صاحب محترم لبوں پر مؤمنانہ مسکراہٹ لئے آ بیٹھتے۔ آپ کی کوشش ہوتی کہ ان کیلئے کوئی امتیازی سہولت نہ پیدا کی جائے۔ نہ ہی کوئی تفوّق کا اظہار ہوتا بلکہ بڑی سادگی اور درویشی کے ساتھ ہم میں گھل مل جاتے اور ہمارے ساتھ ہی رہتے خواہ فرش پر ہی کیوں نہ بیٹھنا پڑتا۔

باوجودیکہ حالات پُرآشوب اور مخدوش تھے۔ آئے روز مقدمات کا سامنا تھا پرچے ضبط کرلئے جاتے تھے۔ لیکن مالی طور پر کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ نہ کسی سے اعانت مانگی نہ ادھار لیا۔ نہ کارکنان کے واجبات کی ادائیگی اور اخبار کو جاری رکھنے کیلئے رقم کا فقدان ہوا۔ سبھی معاملات تسلی بخش رنگ میں حل ہوتے رہے۔ لوگوں کی رقوم کو ہمیشہ امانت سمجھا گیا اور حسابات کی پڑتال اور ان کے صحیح مصرف کو ہر حال میں فوقیت دی گئی۔

مکرم شاہ صاحب دفتر کی تعمیر و ترقی اور کارکنان کی بہبود اور ان کی آسائش کا خیال بھی رکھتے لیکن بلاجواز خرچ اور زائد از ضرورت کی بھی اجازت نہ دیتے اور ماہانہ آڈٹ ہوتا اس کی رپورٹ دیکھتے۔ ہدایات دیتے۔ بورڈ کے ماہانہ اجلاس میں جرح وتنقید بھی ہوتی۔ سالانہ بجٹ کی منظوری تو بعض اوقات سخت مرحلہ بن جاتی لیکن ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا تھا۔

الفضل کے سرپرست

از عبدالسمیع خان مدیر روزنامہ الفضل

خاکسار کو بطور ایڈیٹر الفضل 13 سال محترم شاہ صاحب کی رہنمائی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ اس سارے عرصہ میں شاہ صاحب کو نہایت محنتی، صائب الرائے اور متحمل مزاج پایا۔

کئی مضامین اور اعلانات ایسے ہوتے جن کو مشورہ کیلئے آپ کی خدمت میں بھیجتا رہا۔ شاہ صاحب تمام مصروفیات کے باوجود فوری طور پر ان کو ملاحظہ فرماتے اور اسی دن یا زیادہ سے زیادہ اگلے دن وہ ان کی ہدایت کے ساتھ واپس مل جاتے۔ اور ان کی ہدایات نہایت عمدہ اور موقع محل کی مناسبت سے کارآمد ہوتی تھی اور فوری طور پر یہ احساس ہوتا کہ شاہ صاحب نے اسے سرسری نہیں گہری نظر سے ملاحظہ فرمایا ہے۔

بعض دفعہ کسی مشورہ کیلئے خاکسار خود حاضر ہوتا تو دیگر مصروفیات معطل کر کے عاجز کو وقت عنایت فرماتے کیونکہ الفضل تو روزنامہ ہے اور تاخیر سے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں دفتری اوقات کے بعد کوئی مسئلہ پیش آتا تو کئی دفعہ MTA کے دفتر یا گھر پر بھی شرف ملاقات بخشتے اور رہنمائی فرماتے۔

آپ کی تحریر صرف ظاہری خوبصورتی ہی نہیں رکھتی تھی نہایت جچے تلے الفاظ اور معانی سے پُر ہوتی تھی اور جس مضمون میں اصلاح فرماتے نگینے کی طرح اس میں جڑ دیتے تھے۔ کسی مضمون میں تبدیلی یا تاخیر پر احباب یا کوئی بزرگ ناراض ہوتے تو حکمت کے ساتھ رہنمائی فرماتے اور بعض دفعہ ان کی ناراضگی دور کرنے کا کام اپنے ذمہ لے لیتے۔ الفضل سارے عرصہ میں نہایت مشکلات کا شکار رہا ہے۔ الفضل کے خلاف تمام کارروائیاں لازماً ان کے علم میں لائی جاتیں مگر کسی مرحلے میں ان کو گھبرایا ہوا نہیں دیکھا تحمل اور خاموشی سے دعا کے بعد حوصلہ دیتے اور دشمن کی تدبیر کا مناسب توڑ تجویز فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ بفضل اللہ تعالیٰ الفضل کا چراغ جلتا رہا۔ دفتر الفضل کی توسیع کے سلسلہ میں بھی بے حد تعاون فرمایا۔ ان کے دور میں دفتر الفضل میں 4 کمروں کا اضافہ ہوا۔ کئی کمروں کی مرمت اور روغن وغیرہ کا کام ہوا۔ دفتر کی تقریباً نئے سرے سے تزئین وآرائش ہوئی اور ایک صاف ستھرا دفتر ترتیب پایا۔ الفضل کے کاغذ کے بارہ میں ہمیشہ فکرمند رہتے اور یہ ہدایت کرتے کہ تین چار ماہ کیلئے مطلوبہ کاغذ سٹاک میں ضرور موجود رہے۔ کیونکہ حالات کے پیش نظر کسی بھی وقت کوئی روک پڑ سکتی ہے۔

خاکسار ان کے بہت سے احسانوں کا مورد ہے۔ ان کی خدمت میں جب بھی کوئی درخواست کی یا اختلاف کیا اسے خندہ پیشانی سے قبول فرمایا۔ اگر مناسب نہ سمجھتے یا تو ٹھوس دلیل سے اسے اس طرح رد کر دیتے کہ طبیعت میں ملال نہ ہوتا یا اس کے متبادل کوئی بہتر صورت بتا دیتے۔

ان کی مجلس سے کبھی غمزدہ ہو کر واپس نہیں آیا۔ ایک مہربان باپ اور بزرگ کی شفقت ساتھ لے کر آیا۔ الفضل کا کوئی مضمون یا خاص نمبر پسند آتا تو زبانی کے علاوہ تحریری طور پر بھی اس کا اظہار کرتے اور ہمیں خوشی سے مالا مال کر دیتے تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی ارشاد الفضل کے حوالہ سے موصول ہوتا تو بذریعہ فون فوری طور پر اس سے مطلع فرماتے اور پھر ڈاک میں بھی وہ خط بھجوا دیتے اور پھر یہ بھی رہنمائی فرماتے کہ بہترین طور پر اس کی تعمیل کیسے ہوسکتی ہے۔ الغرض ایک نہایت علم دوست، اعلیٰ ظرف کے مالک اور بےنفس وجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ان جیسے سینکڑوں ہزاروں نابغ جماعت کو عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

روزنامہ الفضل کی صدسالہ تقریبات کی ایک جھلک

خداتعالیٰ کے فضل ورحم کے ساتھ روزنامہ الفضل 100 سال سے خلافت کا دست وبازو اور معاون ومددگار بن کر جماعت احمدیہ کی خدمت پر کمربستہ ہے۔ 18 جون 2013ء کو سوسال پورے ہونے کی خوشی میں الفضل کی صدسالہ تقریبات کا سلسلہ جاری ہے۔ مختلف تقریبات کی ایک جھلک پیش ہے۔ ان تقریبات کی تفصیلی رپورٹس مختلف اوقات میں شائع ہوتی رہی ہیں۔

روزنامہ الفضل کی صدسالہ تقریبات کے سلسلہ میں 18 جون 2012ء کی خصوصی اشاعت ہوئی اور مورخہ 14 جولائی 2012ء کو الفضل کی صدسالہ تقریبات کا باقاعدہ آغاز ربوہ میں منعقد ہونے والے ایک اہم سیمینار سے ہوا جس میں پاکستان کے مختلف شہروں اور ربوہ سے 250 سے زائد مہمانان اور بزرگان سلسلہ نے شرکت کی۔ اس سیمینار کی صدارت محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل نے سیمینار کا تعارف کرایا۔ دیگر مقررین میں مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب لاہور، مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی اور مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب ربوہ شامل تھے۔ الفضل کے حوالے سے بعض نظمیں اور ملٹی میڈیا پروجیکٹر سے سلائیڈز بھی دکھائی گئیں۔

الفضل کی صدسالہ تقریبات کے سلسلہ میں ایک سیمینار سرگودھا شہر میں مورخہ 6/اکتوبر 2012ء کو منعقد ہوا۔ بیت الذکر میں ہونے والے اس پروگرام کی صدارت مکرم ملک گلزار احمد صاحب امیر ضلع سرگودھا نے کی۔ تلاوت کے بعد مکرم مجید احمد قریشی صاحب جنرل سیکرٹری ضلع اور مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل نے الفضل کی تاریخ اور خدمات کا ذکر کیا۔ مکرم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ صاحب مینیجر الفضل نے خریداری بڑھانے کی تحریک اور مالی امور کا جائزہ پیش کیا۔

جماعت احمدیہ ملتان کو ان تقریبات کے سلسلہ میں مورخہ 14/اکتوبر 2012ء کو ایک سیمینار منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس کی صدارت مکرم میجر (ر) محمود احمد صاحب امیر ضلع ملتان نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم نصیر احمد رعنا صاحب سیکرٹری اشاعت ضلع نے الفضل سے متعلق ایک مقالہ پیش کیا۔ مکرم محمد رئیس طاہر صاحب معاون ایڈیٹر الفضل نے الفضل کی خدمات اور اہمیت کے عنوان پر تقریر کی۔ محترم طاہر مہدی صاحب مینیجر الفضل نے الفضل کی تاریخ اور ملتان کا جائزہ خریداری پیش کیا۔

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ ضلع لاہور کے زیراہتمام الفضل کے سوسال کے حوالے سے متعلق ایک سیمینار دارالذکر لاہور میں مورخہ 24 فروری 2013ء کو منعقد ہوا۔ اس کی صدارت محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان نے فرمائی۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم عبدالسمیع خان صاحب، مکرم ڈاکٹر عبدالکریم خالد صاحب اور مکرم طاہر مہدی صاحب نے تقاریر کیں۔ مکرم صاحبزادہ صاحب موصوف نے صدارتی خطاب میں الفضل کا اجراء اور اس کی تاریخ کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش فرمایا۔ مکرم طاہر احمد ملک صاحب امیر ضلع لاہور نے شکریہ ادا کرتے ہوئے احباب کو مطالعہ کرنے اور خریداری بڑھانے کی تلقین کی۔

جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے زیراہتمام ایک سیمینار ریلوے کے میں مورخہ 3 مارچ 2013ء کو منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت مکرم محمد محمود طاہر صاحب مربی سلسلہ نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم محمد سعید احمد انور صاحب سیکرٹری اشاعت ضلع نے الفضل کے اجراء پر حضرت مصلح موعود کی دعائیں پڑھ کر سنائیں۔ مقررین میں مکرم عتیق احمد گوندل صاحب جنرل سیکرٹری ضلع، مکرم طاہر مہدی صاحب اور مکرم عبدالسمیع خان صاحب تھے۔ صدر مجلس نے الفضل کے بارے میں خلفاء احمدیت کے ارشادات بیان کئے۔ آخر پر مکرم امیر صاحب ضلع نے احباب کو الفضل پڑھنے اور خریداران بڑھانے کی تلقین کی۔

دوسری صدی میں داخل ہونے والے جماعتی تاریخ اور دنیائے صحافت کے واحد اخبار الفضل کے حوالے سے ایک دعائیہ تقریب مورخہ 22 جون 2013ء کو الفضل کے سبزہ زار میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی تھے۔ اس تقریب میں ممبران الفضل بورڈ، بزرگان سلسلہ، ادارہ الفضل کے موجودہ اور سابق کارکنان اور بزرگان نے شرکت کی۔ تلاوت ونظم کے بعد مکرم طاہر مہدی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وہ دعائیں پڑھ کر سنائیں جو حضور نے 100 سال قبل الفضل کے آغاز پر اللہ تعالیٰ کے حضور مانگی تھیں۔ تقریب کے آخر پر محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے دعا کرائی۔ تقریب کے اختتام پر عشائیہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

باقی صفحہ نمبر 194 پر

مبارک صد مبارک

ہم تمام ممبران جماعت احمدیہ راولپنڈی، ممبران مرکزی مجلس عاملہ اور صدران حلقہ جات روزنامہ ''الفضل'' کو اس کی زندگی کے 100 سال پورے ہونے پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرماتے ہوئے سدا بہار رکھے اور حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک سے لگائے گئے اس پودے کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت مصلح موعود نے الفضل کا اجراء کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا۔

''اے میرے مولیٰ اس مشت خاک نے ایک کام شروع کیا ہے اس میں برکت دے اور اسے کامیاب کر۔ میں اندھیروں میں ہوں تُو آپ ہی راستہ دکھا۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ ''الفضل'' سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اسے مفید بنا۔ آمین'' (روزنامہ الفضل 18 جون 1913ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مصلح موعود کی توقعات پر پورا اُترتے ہوئے الفضل سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم الفضل کی صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جماعت احمدیہ عالمگیر نیز الفضل کے تمام سٹاف کو بھی تہہ دل سے ہدیۂ تبرک پیش کرتے ہیں۔

ممبرانِ جماعت احمدیہ راولپنڈی۔ بوساطت محترم امیر صاحب ضلع وشہر

ہماری طرف سے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

روزنامہ الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دلی مبارک باد

ضلع سیالکوٹ کی جانب سے

1۔ حامدہ بنت ملک عبداللہ خان صاحب صدر لجنہ ضلع
2۔ ساجدہ بشارت صاحبہ اہلیہ بشارت احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کلاس والہ
3۔ شجر النساء صاحبہ اہلیہ مبارک احمد خالد صاحب صدر لجنہ مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ ڈسکہ کورٹ
4۔ امۃ المتین صاحبہ اہلیہ محی الدین صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ ملیانوالہ + بمبانوالہ
5۔ ریحانہ کوثر صاحبہ اہلیہ اعجاز احمد صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ موسیٰ والہ
6۔ آسیہ نواز صاحبہ بنت محمد نواز صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جنڈ وساہی
7۔ آنسہ وسیم صاحبہ اہلیہ وسیم احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ ڈگری گھمناں
8۔ امۃ الحی بشریٰ صاحبہ بنت علی بخش صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ ریلوے
9۔ امۃ المومن صاحبہ اہلیہ طاہر محمود صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ رائے پور
10۔ میمونہ صاحبہ اہلیہ منظور احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ گھٹیالیاں خورد
11۔ مسرت جبیں صاحبہ اہلیہ محمد افضل صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ گھٹیالیاں کلاں
12۔ خالدہ پروین صاحبہ اہلیہ محمد اکرم صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ گھنوکے ججہ + اونچہ ججہ
13۔ محترمہ ناہید منیر صاحبہ اہلیہ منیر احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ داتا زیدکا
14۔ فرحت عرفان صاحبہ اہلیہ عرفان احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کورپور
15۔ شمائلہ یوسف صاحبہ بنت محمد یوسف صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ معراجکے
16۔ محترمہ شہناز طارق صاحبہ اہلیہ طارق احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ گوہد پور
17۔ شمیم اختر صاحبہ بنت رحمت اللہ صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ چونگ پور
18۔ رباب انور صاحبہ بنت انور محمود صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ اورابھا گوبھٹی
19۔ بشریٰ مدثر صاحبہ اہلیہ مدثر احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ بھڈال
20۔ شاہدہ طاہر صاحبہ اہلیہ طاہر احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ ملکے سلیم پور
21۔ امۃ القدیر صاحبہ اہلیہ بشارت احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اگوکی
22۔ پروین اختر صاحبہ اہلیہ خلیل احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ مرل
23۔ رفیعہ انعام صاحبہ اہلیہ رانا انعام اللہ صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ وس کے
24۔ بشارت صاحبہ اہلیہ ملک صلاح الدین صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ سمبڑیال
25۔ امۃ النصیر صاحبہ اہلیہ محمد اعجاز صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کوٹ آغا
26۔ خالدہ خلیق صاحبہ اہلیہ خلیق احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ بھروکے کلاں
27۔ خالدہ احمد صاحبہ اہلیہ احمد محمد بوٹا صاحب ممبر مجلس لجنہ اماء اللہ ڈسکہ کورٹ
28۔ زرینہ اعجاز صاحبہ اہلیہ اعجاز احمد صاحب ممبر مجلس لجنہ اماء اللہ مرل
29۔ نجمہ سرفراز صاحبہ اہلیہ سرفراز احمد صاحب ممبر مجلس لجنہ اماء اللہ مرل
30۔ مسرت اشرف صاحبہ اہلیہ محمد اشرف صاحب نائب صدر لجنہ اماء اللہ گھنوکے ججہ + اونچہ ججہ
31۔ رخسار صاحبہ اہلیہ ناصر محمود صاحب صدر لجنہ اماء اللہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کالیکے ناگرہ
32۔ نائلہ رافع صاحبہ اہلیہ عبدالعزیز رافع خاں ممبر لجنہ اماء اللہ ڈسکہ کورٹ
33۔ امۃ السلام صاحبہ اہلیہ مقصود احمد بھٹی صاحب جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ بھروکے کلاں ضلع سیالکوٹ
34۔ خدیجہ کشور صاحبہ بنت نواب دین بھٹی صاحب ممبر لجنہ اماء اللہ بھروکے کلاں
35۔ نصر جہاں صاحبہ اہلیہ احسان اللہ گورائیہ صاحب نائب صدر لجنہ اماء اللہ ڈسکہ کلاں
36۔ صابرہ بیگم صاحبہ اہلیہ رفیق احمد بٹ صاحب مجلس ممبر عاملہ لجنہ اماء اللہ ڈسکہ کورٹ
37۔ فہمیدہ یاسین صاحبہ اہلیہ محمد یاسین صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ ندیم آباد
38۔ مبشرہ وسیم صاحبہ اہلیہ وسیم احمد صاحب نائب صدر لجنہ اماء اللہ مرل
39۔ زیب النساء صاحبہ اہلیہ انعام اللہ صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ لبے
40۔ ثریا فاروق صاحبہ اہلیہ فاروق احمد صاحب جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ لبے
41۔ رفعت اشتیاق صاحبہ اہلیہ اشتیاق احمد صاحب صدر لجنہ و مجلس عاملہ چانگریاں

طالب دعا: صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ ضلع و جملہ عہدیداران و ممبران جماعت احمدیہ ضلع سیالکوٹ

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو
اجراء الفضل کے صد سالہ جشن کے موقع پر
پیارے آقا اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی
خدمت میں مبارک صد مبارک
صدر لجنہ اماء اللہ خانیوال شہر و
اراکین لجنہ اماء اللہ
خانیوال شہر

اگر سارا گھر غارت ہوتا ہے تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو
روزنامہ الفضل کو 100 سال
پورے ہونے
پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد
منجانب:
نظامت ضلع بدین
و
زعماء انصار اللہ ضلع بدین

احباب جماعت کو الفضل کے سو سال مبارک ہوں
ورائٹی میں لاثانی نام
لاثانی ٹریڈرز
سیاسی و جمہوری نٹ بولٹ
ٹولز ہر قسم
فینسی ہارڈ ویئر
ڈرل مشین
ہینڈ گرائینڈر
کٹر
روٹر
بلور
ویکیوم کلینر
ویلڈنگ پلانٹ
فینسی ہینڈ لاک
کیل قبضہ
چابی و گولی سیٹ
فولڈنگ سیڑھی
ونڈو جالی
ٹول بیگ بکس
ڈیجیٹل الیکٹرک سکیل
فینسی دستیاں
اس کے علاوہ ہر قسم کی ورائٹی آپ کے معیار کے عین مطابق
طالب دعا: خادم حسین
رحمٰن کالونی، ساہیوال روڈ، نزد بیت اقصیٰ گیٹ نمبر 1 ربوہ
047-6211796- 0334-6204816

ہو فضل تیرا یا رب یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو
حضور پر نور کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دلی مبارکباد
صدر حلقہ وحدت کالونی لاہور
ممبران مجلس عاملہ و
احباب جماعت
وحدت کالونی لاہور

مکرم حکیم قدرت اللہ محمود چیمہ صاحب۔ ربوہ

بچپن سے ساتھ۔ الفضل کے محنتی کارکنوں کا ذکر

روزنامہ الفضل کے ساتھ میرا تعلق بہت پرانا ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے گھر میں روزنامہ الفضل باقاعدگی سے آتے ہوئے دیکھا اور اسے پڑھا ہے۔ میرے والد محترم محمد عبداللہ چیمہ صاحب مرحوم سابق کارکن دفتر وقف جدید انجمن احمدیہ کو ابتداء سے ہی روزنامہ الفضل سے دلی لگاؤ تھا۔ وہ نہایت دلچسپی اور ذوق کے ساتھ روزنامہ الفضل پڑھتے اور اپنے گھر کے سب افراد کو اس بابرکت اخبار کا مطالعہ کرواتے۔ اباجان مرحوم روزنامہ الفضل کے تمام پرچے خوب سنبھال کر رکھتے اور ماہ بماہ اس اخبار کی فائل بنا کر رکھتے۔ انہوں نے تقریباً 1970ء سے لے کر تمام ریکارڈ سال بہ سال سنبھال کر رکھا ہوا تھا اگر کسی فائل میں سے کوئی پرچہ کم ہوتا تو دفتر الفضل سے رابطہ کر کے پرچے حاصل کر کے اپنی فائل مکمل کرتے اور اسی طرح اپنا ریکارڈ مکمل رکھتے تھے۔ محترم والد صاحب کے ساتھ ساتھ ہم سب بہن بھائیوں کو روزنامہ الفضل پڑھنے کا شروع سے ہی بہت شوق رہا ہے۔ جو بفضل اللہ تعالیٰ مسلسل جاری ہے اور اب بھی علی الصبح جب روزنامہ الفضل ہمارے گھر پہنچتا ہے تو ہر ایک فیملی ممبر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مجھے سب سے پہلے اخبار الفضل پڑھنے کا موقع مل جائے۔

میرے نانا جان حضرت میاں پیر محمد صاحب پیرکوٹی رفیق حضرت مسیح موعود ضلع حافظ آباد کے گاؤں پیرکوٹ ثانی کے رہنے والے تھے۔ وہاں گاؤں میں ہر چار دن کے بعد ڈاکیا ڈاک لے کر آتا تھا۔ ہمارے نانا جان روزنامہ الفضل کے خریدار تھے بذریعہ ڈاک چار دن کے اخبار الفضل اکٹھے انہیں پہنچتے تھے۔ حضرت نانا جان شروع سے لے کر آخر تک الفضل اخبار کا مطالعہ فرماتے۔ نیز آپ کے پسران محترم میاں محمد اسماعیل صاحب پیرکوٹی، محترم مولوی محمد عبداللہ صاحب پیرکوٹی اور محترم مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی بھی الفضل کا باقاعدہ مطالعہ کرتے اور بعد ازاں بیت الذکر میں یہ اخبار باقی احباب کے مطالعہ اور استفادہ کے لئے رکھ دئے جاتے۔ حضرت میاں پیر محمد صاحب پیرکوٹی رفیق حضرت مسیح موعود اپنے گاؤں کے لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ آپ سچی اخبار لیا کریں۔ روزنامہ الفضل میں سچی باتیں شائع ہوتی ہیں۔ جھوٹی اخباریں نہ لیا کریں کیونکہ دیگر اخبارات میں اکثر جھوٹی خبریں بھی شائع ہو جاتی ہیں لیکن روزنامہ الفضل میں صرف سچی باتیں ہی شائع ہوتی ہیں۔

حضرت میاں پیر محمد صاحب پیرکوٹی نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وفات تک روزنامہ الفضل کا مطالعہ جاری رکھا۔ آپ مورخہ 7 نومبر 1972ء کو عیدالفطر سے ایک روز قبل اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ اور 8 نومبر 1972ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ رفقاء حضرت مسیح موعود میں تدفین کے بعد حضرت مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری نے دعا کروائی۔ روزنامہ الفضل کے سالانہ نمبر 1972ء میں اُس سال وفات پانے والے بزرگان میں آپ کی تصویر شائع شدہ ہے۔

1974ء کی بات ہے ریلوے سٹیشن ربوہ پر موسم گرما میں مسافروں کو ٹھنڈا پانی پلانے کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ باری باری ربوہ کے ہر محلّہ سے احباب جماعت اس ڈیوٹی کے لئے ریلوے سٹیشن پر جایا کرتے تھے۔ میرے والد محترم محمد عبداللہ چیمہ صاحب کی جب یہ ڈیوٹی آتی تھی تو اکثر میں بھی ان کے ساتھ ریلوے سٹیشن پر چلا جایا کرتا تھا۔ ٹرین آنے سے ذرا پہلے ڈیوٹی والے احباب ٹھنڈے پانی کا انتظام کر کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جونہی ٹرین پلیٹ فارم کے ساتھ آکر رکتی تو ٹرین میں بیٹھے ہوئے مسافروں کو ڈیوٹی پر موجود احباب نہایت مستعدی سے ٹھنڈا پانی پینے کے لئے پیش کر دیتے تھے۔ میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن مجھے یہ نظارہ اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے محلّہ دارالرحمت غربی ربوہ کے ایک بزرگ حضرت مولوی عطا محمد صاحب رفیق حضرت مسیح موعود بھی سٹیشن پر گئے ہوتے تھے اور جب ٹرین سٹیشن پر آکر رکتی تو ان کے ہاتھ میں روزنامہ الفضل اخبار کا ایک بنڈل ہوتا تھا اور وہ ٹرین کے ساتھ ساتھ پلیٹ فارم پر چلتے جاتے اُن کی آواز ماشاء اللہ کافی بلند تھی اور وہ چلتے چلتے اونچی آواز میں کہہ رہے ہوتے ''پڑھنے کے لئے الفضل اخبار مفت'' اور ساتھ ساتھ ریل گاڑی کی کھڑکیوں میں سے خواہشمند مسافروں کو یہ اخبار مفت تقسیم کرتے جاتے۔ اس طرح انہوں نے بے تحاشا لوگوں کو روزنامہ الفضل کے علمی خزانہ سے فیضیاب فرمایا۔

اس طرح روزنامہ الفضل ریل گاڑی کے مسافروں کے ہاتھوں ملک کے طول وعرض میں پہنچتا رہا اور بہت سے تشنہ دلوں کی سیرابی اور سلیم فطرت لوگوں کی قبولیت حق میں ممد ومعاون ثابت ہوا۔

دفتر روزنامہ الفضل ہمارے محلّہ دارالرحمت غربی ربوہ میں ہماری پچھلی گلی میں بلاک 7 میں لمبا عرصہ موجود رہا اور آج تک وہ گلی دفتر الفضل والی گلی کے نام سے موسوم ومشہور ہے۔ گھر کے قریب ہونے کی وجہ سے بچپن سے ہی اکثر دفتر الفضل میں جانے کا موقع ملتا رہا۔ اس طرح اس وقت سے ہی دفتر روزنامہ الفضل کے کارکنان سے تعارف اور ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ انہی یادوں کے دریچے سے مجھے وہ سب بزرگ بھی چشم تصور میں نظر آرہے ہیں جو اب اس دنیائے فانی میں موجود نہیں ہیں۔ محترم گیانی عباداللہ صاحب جو اس وقت روزنامہ الفضل کے مینیجر تھے یہ سادہ طبیعت باریش درویش بزرگ تھے اور دفتر کے اندر ہی ایک کمرہ میں ان کی رہائش تھی۔

اسی دفتر کے ایک کمرہ میں محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ الفضل بیٹھتے تھے۔ آپ اہل زبان تھے اور آپ کی اردو نہایت نستعلیق ہوتی تھی۔ جب ہم دفتر جاتے تو اکثر آپ اپنے کمرہ میں کتابوں کے وسیع مطالعہ میں مستغرق پائے جاتے۔ محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی ہمارے محلّہ کی بیت الذکر بیت الناصر میں اکثر ملفوظات حضرت مسیح موعود کا درس دیا کرتے تھے جو ان کے مخصوص انداز میں بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ بعض اوقات کسی تربیتی جلسہ کے موقع پر بھی محترم مسعود احمد خان صاحب دہلوی کی تقریر سننے کو ملتی تھی۔

میرے ماموں جان محترم مولانا سلطان احمد صاحب پیرکوٹی جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان تھک قدیمی خادم، زودنویس، عالم دین اور صاحب قلم کئی کتب سلسلہ کے مولف و مرتب تھے انہیں روزنامہ الفضل میں یکم فروری 1970ء سے 31 جولائی 1983ء تک بطور معاون ایڈیٹر روزنامہ الفضل خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ یکم جون 1923ء کو پیدا ہوئے آپ حضرت میاں پیر محمد صاحب پیرکوٹی رفیق حضرت مسیح موعود کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ قادیان سے فاضل عربی کی تکمیل کی۔ 1946ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔ 38 سال تک شعبہ زودنویسی میں نیز روزنامہ الفضل میں بطور معاون ایڈیٹر خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو سلطان القلم کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محترم ماموں جان کو بھی سلطان القلم کی پیروی کے طفیل تحریر کے ملکہ سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا اس لئے روزنامہ الفضل میں اپنے فرائض کی بجاآوری کے دوران آپ نے بے شمار اہم تحقیقی اور علمی مضامین تحریر فرمائے۔ جو روزنامہ الفضل کے صفحات کی رونق بنتے رہے اس کے علاوہ آپ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہت سی کتب کی ترتیب اور تدوین کا بہت ہی اہم کام نہایت محنت سے سرانجام دیا۔ محترم ماموں جان کی وفات کے بعد آپ کے تحریر کردہ مسودہ ''حضرت مسیح موعود کے رفقائے کرام پیرکوٹ ثانی ضلع حافظ آباد'' کو محترم مولانا نصراللہ خان ناصر صاحب (مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے ماموں جان کے صاحبزادے مکرم مرزا منیر احمد صاحب کے تعاون سے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے مراحل میں خاکسار کو بھی خدمت کی توفیق ملی۔

محلّہ دارالرحمت غربی ربوہ میں واقع دفتر روزنامہ الفضل کے ایک بڑے کمرے میں محترم یوسف سہیل شوق صاحب نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل اور ان کے ساتھ محترم سید گلزار احمد ہاشمی صاحب اکاؤنٹنٹ اور محترم لالہ منیر احمد صاحب بطور مینیجر اشتہارات بھی کمربستہ ہو کر اپنا اپنا کام نہایت تندہی اور مستعدی سے سرانجام دے رہے ہوتے تھے۔ اس طرح ان سے بھی ملاقات دفتر میں ہوتی رہتی تھی۔ محترم یوسف سہیل شوق صاحب نے اس زمانہ میں جب وہ ادارہ الفضل میں نئے نئے آئے تھے۔ بچوں کے لئے ایک صفحہ الفضل اخبار میں شائع کرنا شروع کیا تھا۔ یہ سلسلہ ہم بچوں کے لئے اس وقت نہایت دلچسپ اور مفید ہوتا تھا۔ خاکسار بھی ایک دو دفعہ اس بچوں کے صفحہ میں مضمون شائع کروانے کے لئے محترم شوق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔

اسی طرح دفتر الفضل کے دیگر کارکنان میں مکرم ناصر احمد صاحب مددگار کارکن تھے یہ بھی بڑے صاف گو سادہ طبیعت اور محنتی انسان تھے۔ ابھی کچھ ہی سال پہلے ان کا انتقال ہوگیا ہے۔ ان کے ساتھ ہی دفتر روزنامہ الفضل کے ایک اور دیرینہ کارکن کا ذکر خیر کرنا چاہوں گا وہ مکرم عبدالرشید بٹ صاحب الفضل کے دفتر کے احاطہ میں ہی موجود ایک چھوٹے سے کوارٹر میں مع فیملی محترم بٹ صاحب رہائش پذیر تھے۔ بہت ہی سادہ ملنسار اور نہایت محنتی انسان تھے۔ یہ ضیاء الاسلام پریس میں اخبار فولڈ کرنے پر مامور تھے۔ بعد ازاں اخبار چھپنے کے بعد ربوہ کے مختلف محلّہ جات میں پرچہ تقسیم کرنے کی خدمت بھی باحسن سرانجام دیتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ علیل رہ کر چند سال پہلے وفات پا گئے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

روزنامہ الفضل سے منسلک ایک شعبہ کتابت کا ہوا کرتا تھا جس زمانے میں روزنامہ الفضل کا دفتر دارالرحمت غربی میں واقع تھا تو دفتر جا کر جن کاتب حضرات کو دیکھنے یا ملنے کا موقع ملتا تھا ان میں بہت سے ماہرفن خطاط کاتب حضرات تھے

چند ایک کے اسماء۔ محترم منشی احمد حسین صاحب کاتب فیکٹری ایریا میں رہائش رکھتے تھے۔ پھر محترم منشی اسماعیل صاحب کاتب یہ ان دنوں دارالرحمت میں ہی رہائش پذیر تھے۔ اسی طرح محترم منشی محمد اسماعیل صاحب کاتب کے چھوٹے بھائی مکرم ومحترم منشی نورالدین صاحب خوشنویس جو میرے خالو جان تھے وہ بھی روزنامہ الفضل کی کتابت کرتے تھے۔ اور بطور خاص صفحہ اول کی کتابت ان کے سپرد ہوتی تھی۔ وہ کتابت کے میدان میں اللہ کے فضل سے ماہرفن تھے قرآن مجید کی بڑی شاندار کتابت کی بھی انہیں توفیق ملی۔ قادیان اور ربوہ کے جملہ اخبارات و رسائل میں لمبا عرصہ کتابت کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ محترم خالو جان منشی نورالدین صاحب کا گھر دفتر روزنامہ الفضل کے بالکل سامنے بلاک نمبر 5 میں واقع تھا اور وہ اپنے کمرہ میں تخت پوش پر بیٹھ کر روزنامہ الفضل کی کتابت کیا کرتے تھے۔ ہماری خالہ جان محترمہ رحمت بی بی صاحبہ اہلیہ منشی نورالدین صاحب نہایت محنت کے ساتھ اپنے خاوند کا ہاتھ بٹاتی تھیں اور الفضل کا مسودہ لکھنے کے لئے کاغذ کو مایا نشاستہ لگا کر خشک کرتی تھیں اس طرح وہ پیلے رنگ کا کاغذ تیار ہو جاتا تھا جس پر کتابت کی جاتی تھی۔ محترم خالو جان نے لمبا عرصہ جماعتی اخبارات و رسائل میں کتابت کی توفیق پائی۔ نصف صدی سے زائد عرصہ جماعتی اخبارات و رسائل میں کتابت کے فرائض سر انجام دیئے۔

منشی نورالدین صاحب خوشنویس کے بڑے بھائی مکرم منشی محمد اسماعیل صاحب ہیڈ کاتب روزنامہ الفضل (عرصہ خدمت 1934ء تا 1989ء) بھی نہایت سادہ، ملنسار اور منکسر المزاج شگفتہ طبیعت والے بزرگ انسان تھے۔

دفتر الفضل کے عملہ کتابت میں ایک نام مکرم برادرم حمیدالدین صاحب خوشنویس کا آتا ہے۔ محترم حمیدالدین صاحب میرے خالہ زاد بھائی ہیں اور محترم منشی نورالدین صاحب خوشنویس مرحوم ومغفور کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو بھی لمبا عرصہ روزنامہ الفضل میں کتابت کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ تقریباً 25-26 سال آپ نے الفضل اخبار کی کتابت کی توفیق پائی۔

دفتر الفضل کے عملہ کتابت میں اگلا نام مکرم محمود انور خوشنویس کا آتا ہے آپ کا لکھنے کا انداز باقی کاتب حضرات سے ذرا الگ تھلگ تھا۔

دفتر الفضل کے مطبع ضیاء الاسلام پریس کے بھی دو محنتی اور نیک کارکن اس وقت یاد آرہے ہیں جو اس زمانے میں بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ ماہرانہ طور پر کام کررہے ہوتے تھے۔ ایک تو مکرم منشی ہدایت اللہ صاحب تھے جو پریس میں ہی رہتے تھے اور لیتھو سسٹم آف پرنٹنگ کے دور میں پلیٹ لگایا کرتے تھے۔ پلیٹ کے اوپر الفاظ الٹے چھپ جاتے تھے اور جو لفظ کسی وجہ سے ٹھیک نہیں لگتا تھا یا ٹوٹ جاتا تھا۔ محترم منشی ہدایت اللہ صاحب بڑی مہارت کے ساتھ قلم دوات سامنے رکھی ہوتی تھی قلم کے ساتھ الٹی لکھائی میں پلیٹ کے اوپر اس لفظ کو مرمت کرکے درست کردیتے تھے۔ پھر اس پلیٹ کو پرنٹنگ مشین پر چڑھایا جاتا تھا جہاں پھر اخبار چھپنا شروع ہو جاتا تھا۔ کچھ عرصہ مکرم منشی ہدایت اللہ صاحب ہمارے محلہ دارالرحمت غربی میں بھی رہائش پذیر رہے پھر بیرون ملک چلے گئے۔ کئی سال قبل ان کی وفات ہوگئی تھی۔

منشی ہدایت اللہ صاحب کے ساتھ ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں ایک کارکن مشین مین مکرم حمیداللہ صاحب ہوتے تھے۔ جو بڑی محنت کے ساتھ روزنامہ الفضل اخبار کو مشین پر پرنٹ کرنے کا کام کرتے تھے۔ ان کے کپڑے مکمل طور پر سیاہی سے آلودہ ہوتے تھے وہ بار بار مشین کے رولے اتار کر انہیں اکثر کپڑے سے صاف کرکے فٹ کر رہے ہوتے تھے۔ بجلی بند ہونے کی صورت میں تیل کا انجن چلا کر اس حالت میں اخبار کو بروقت چھاپ کر تیار کرنا ان کی ہی خوبی تھی۔ کافی عرصہ سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

رقم فرمودہ: حضرت مفتی محمد صادق صاحب

خلافت کے ساتھ وابستگی کیوں ضروری ہے؟

1۔اس واسطے کہ خلافت منہاج نبوت کا ایک جزو ہے۔ وہ منہاج نبوت جس کو حضرت مسیح موعود نے پھر دنیا میں قائم اور زندہ کیا۔

2۔اس واسطے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی بعض تحریروں میں اپنے بعد سلسلہ خلفاء کے قیام کا اظہار فرمایا ہے۔

3۔اس واسطے کہ حضرت مسیح موعود کے وصال کے وقت تمام جماعت کا بالاتفاق حضرت نورالدین اعظم کو خلیفہ مقرر کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ سلسلہ حقہ احمدیہ میں قیام خلافت منشائے الٰہیہ سے ہے اور یہ سلسلہ خلافت اس جماعت میں انشاء اللہ تعالیٰ علیٰ رغم انف حساد تا قیامت قائم رہے گا اور مبارک ہوں گے وہ جو اس سے منسلک رہیں۔

4۔اس واسطے کہ حضرت خلیفہ اول نورالدین اعظم اپنے چھ سالہ خلافت کے ایام میں اپنے اکثر وعظوں میں بار بار تاکیداً فرماتے تھے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا۔ میرے بعد بھی خدا ہی خلیفہ بنائے گا۔

5۔اس واسطے کہ حضرت خلیفہ اول نے اپنی وفات سے چند روز قبل اپنے بعد خلیفہ بنائے جانے کے متعلق وصیت کی اور جماعت کے اکابر نے جو اس وقت موجود تھے۔ اس امر کے آگے سرِ تسلیم خم کیا۔

6۔اس واسطے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ان تمام پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے ہیں جو ان کے متعلق حضرت مسیح موعود نے ان کی پیدائش سے قبل کی تھیں۔ مثلاً وہ اولوالعزم ہوگا۔ اس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اس کا نام بشیر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا وغیرہ۔

7۔اس واسطے کہ جب ہم اپنے لئے مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہم نے محض حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کے طفیل اس قدر دینی خدمات کی توفیق حاصل کی ہے اور دینی اور دنیوی امور میں ایسی ترقیاں حاصل کی ہیں جو ہمارے ساتھ کے اور شخصوں کو نہیں ہوئیں تو حضرت مسیح موعود کی دعائیں جو آپ کی اولاد کے حق میں ہیں اور شائع شدہ ہیں ضرور تھا کہ وہ بھی اپنی قبولیت کے آثار نمایاں کرتیں اور ان دعاؤں کی قبولیت کا ایک نمونہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عزم، استقلال، تقویٰ، عبادت، زہد، قوت نظام، تمکنت، وقار، سنجیدگی، شجاعت، عفو، جود اور دیگر صفات حمیدہ و اخلاق فاضلہ میں اور حضور کی کامیابیوں اور فتح مندیوں میں ہو رہا ہے۔

8۔اس واسطے کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کہ وہ حسن و احسان میں تیری مانند ہوگا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وجود باجود میں پوری ہو رہی ہے۔

9۔اس واسطے کہ یہ سنت اللہ ہے کہ ہر زمانہ میں وہ اپنی وحی و الہام کے ذریعہ سے ایک مقدس جماعت قائم کرتا ہے جس کو برکت دیتا ہے اور اس کی نصرت کرتا ہے وہ جماعت اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کی قائم کردہ جماعت ہے۔ جس کا نظام اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کے جانشین خلیفہ وقت کے ذریعہ سے مستحکم کر دیا ہے۔

10۔سلسلہ احمدیہ کے قیام کا جو اصل مقصد ہے کہ دنیا بھر میں دین (-) قائم ہو۔ وہ کام نہایت زور اور خوبی کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کرا رہا ہے۔

11۔خدا تعالیٰ کے پاک کلام کے معارف و حقائق جو سوائے مظہر لوگوں کے اوروں پر نہیں کھلتے۔ اس زمانہ میں جس کثرت کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر کھل رہے ہیں۔ اس کی مثال دنیا بھر میں اور کسی انسان میں نہیں پائی جاتی۔ تفسیروں کو پڑھ پڑھا کر اور دوسروں سے سن سنا کر ایک تفسیر بنا لینا یا ایک آدھ لطیفہ بیان کر دینے کا کام بہت لوگ کر سکتے ہیں لیکن کثرت کے ساتھ حقائق و معارف کلام الٰہی صرف اسی پر کھلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و اطاعت کا خاص تعلق رکھتا ہو اور جو خدا رسیدہ اولیاء اللہ میں سے ہو۔

12۔اس واسطے کہ گزشتہ تئیس سال کا عرصہ اس امر کا شاہد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے بالمقابل جن لوگوں نے اس سلسلہ میں سے خلافت کو اڑانا چاہا یا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خلافت کی مخالفت کی۔ وہ ہمیشہ ناکام اور نامراد رہے اور ایسے لوگ آئندہ بھی ہمیشہ ناکام و نامراد رہیں گے۔

13۔اس واسطے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعائیں افراد جماعت کے حق میں روزانہ پوری ہوتی رہتی ہیں۔ میں دفتر ڈاک میں کچھ عرصہ خدمت کرتے ہوئے اس امر کو دلچسپی کے ساتھ مشاہدہ کرتا رہا ہوں کہ روزانہ کئی ایک خطوط اس شکریہ سے پُر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں پہنچتے کہ حضور کی دعا کے طفیل ہماری فلاں مراد حاصل ہوئی یا فلاں مقصد پورا ہوا۔

14۔اس واسطے کہ میں نے خود اپنے نفس پر اور اپنے اہل و عیال پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بہت سی دعاؤں کو قبول ہوتے ہوئے مشاہدہ کیا اور ایسی برکتیں پائیں جو اور کسی جگہ حاصل نہیں ہو سکتیں۔

چونکہ یہ سلسلہ حقہ چودھویں کے بدر سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس واسطے چودہ کے نمبر پر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ (الفضل 10 راگست 1937ء)

مکرم ڈاکٹر محمود احمد عاطف صاحب۔ ربوہ

الفضل اور آج کے میڈیا میں فرق

بچپن سے ہی گھر میں روزانہ الفضل کا انتظار ہونے اور اس کے آنے کے بعد گھر کے بڑوں کو اس کے مضامین پر تبادلہ خیالات کرتے دیکھا اور سنا۔ جب خود اس سے استفادہ کے قابل ہوئے تو آہستہ آہستہ اس کے علمی خزانہ کے سحر میں گرفتار ہوتے چلے گئے۔ آج تک یہ اسیری قائم ہے بلکہ اپنی شدت میں بڑھتی جا رہی ہے۔

کچھ عرصہ قبل جب میڈیا چند اخبارات اور ایک سرکاری چینل پر مشتمل تھا اور آج بھی جبکہ یہ بے تحاشا اخبارات، پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا پر مشتمل ایک پرآشوب عفریب کا روپ دھار چکا ہے کہ جس کے شور شرابے سے کان پھٹے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دو چیزوں یعنی سکون کی تلاش اور کسی بھی معاملے کی پرکھ بہت مشکل ہو چکی ہے۔ ہماری رائے میں الفضل ہی ہے جو ان دونوں چیزوں کی فراہمی کو ممکن بناتا ہے۔

ماضی پر نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ الفضل نے اپنی دینی و دنیاوی معلومات سے ہمارے نظریات اور خیالات کی حفاظت اور پرورش کرتے ہوئے ہمیں فلسفیوں کے خیالات کہ جن کی پرواز کی انتہا صرف یہ ہے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہونا چاہئے لیکن خالق کے وجود اور اس کی تجلیات تک رسائی کے لئے اس کے پروں میں پرواز کی طاقت نہیں۔ اور میڈیا پر روز افزوں نمودار ہونے والے ''عظیم دانشوروں'' کی دانشوری کی گمراہ کن پیروی سے بچنے میں حقیقی مدد کی ہے۔ زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں پھیلے ہوئے متضاد نظریات کی اسیری سے بچایا ہے۔ کیونکہ اس کی بنیادیں اس روحانی شجر پر قائم ہیں کہ جس کی آبیاری کسی زمینی نہیں بلکہ آسمانی علم نے کی اور اس میں لکھنے والے اہل قلم کے افکار و نظریات کی جڑیں بھی اسی درخت کے پھلوں سے فیض پاتی ہیں جس کے باعث اس کے صفحات پر بکھری علم و عرفان کی کرنوں سے ایک ایسا اجالا پیدا ہوتا ہے جو ذہن کو ایک خاص سمت میں دیکھنے کی طاقت دیتا ہے اور بھٹکنے نہیں دیتا۔ اور عام رسل و رسائل کی مانند متضاد خیالات و نظریات پر مشتمل باتوں سے قاری کے ذہن میں آزادی اظہار کے نام پر کنفیوژن نہیں پھیلاتا کہ جس کی وجہ سے جابجا یہ لکھنا پڑتا ہے کہ

''ادارہ کا مصنف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں''

اس میں ہر معاملہ کی پرکھ کے لئے قرآن و حدیث، روحانی خزائن، ملفوظات، خلفاء سلسلہ کے ارشادات اور علماء سلسلہ کے مضامین پر مبنی دلائل کا ایک ایسا روحانی اسلحہ موجود ہے جو کسی بھی ذہنی اور فکری چپقلش کو دور کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ اس خزانہ کے مستقل استفادہ سے ہم کسی بھی دنیاوی و دینی تھنک ٹینک سے مرعوب ہوئے بغیر اسے برملا للکار سکتے ہیں اور اپنی دلی خواہش کے مطابق زندگی کو اپنی نظر سے دیکھ سکتے ہیں اور اپنے نقطہ نظر کے مطابق پرکھ سکتے ہیں بقول شاعر ؎

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

مکرم منور اقبال مجوکہ صاحب سابق امیر ضلع خوشاب

الفضل لانے والے ڈاکئے کا انتظار

خاکسار کو اس وقت جو تھوڑا سا دینی علم ہے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے الفضل کا مرہون منت ہے۔

خاکسار کا تعلق پنجاب کے ایک ایسے دور افتادہ علاقہ سے ہے جو ایک لمبے عرصہ تک تمام تر بنیادی سہولتوں سے محروم رہا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے گاؤں میں بجلی جیسی نعمت کو دستیاب ہوئے بھی دو چار سال ہی ہوئے ہیں۔ یہ خاکسار کی خوش قسمتی ہے کہ ایک احمدی گھرانہ میں آنکھ کھولی اور پڑھنے لکھنے کی تھوڑی سی سوجھ بوجھ ہوئی تو قرآن کریم کے بعد تحریری صورت میں الفضل ہی استاد و معلم ٹھہرا۔

میرے والد مکرم ملک عمر حیات مجوکہ صاحب جماعت احمدیہ احمد آباد جنوبی ضلع سرگودھا اب ضلع خوشاب کے قریباً بیس سال صدر رہے۔ ان کی صدارت کا مجھے جو فائدہ سب سے زیادہ ہوا وہ براہ راست الفضل کا ہمارے گھر باقاعدگی سے آنا تھا۔

الفضل کا بذریعہ ڈاک انتظار اور اس سے استفادہ کا ذوق و شوق جنون کی حد تک تھا۔ چونکہ ڈاک کا انتظام مؤثر نہ تھا اور ڈاکیا ہفتہ میں ایک دن ہمارے گاؤں آتا اور پورے ہفتہ کے الفضل اکٹھے دے جاتا اس لئے الفضل لانے والے ڈاکئے کے انتظار میں بھی ایک خاص لذت اور سرور کا سماں رہتا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود جو الفضل کے ماتھے کا جھومر ہوتے ہیں سے شروع کر کے آخری صفحہ پر ایڈریس والی چسپاں چٹ تک ایک ایک لفظ جب تک نہ پڑھا جاتا، چین نہ آتا اور اب 45 سال گزرنے کے بعد بھی الفضل کے انتظار کی کیفیت ویسی ہی ہے یا شاید اس سے بھی کچھ زیادہ کہ فجر کی نماز کے بعد الفضل کے آنے کا انتظار رہتا ہے اور اگر کسی دن الفضل کے آنے کے مخصوص اوقات سے کوئی لمحہ آگے پیچھے ہونے لگے تو طبیعت کو بے چینی سی آ لیتی ہے۔ ناشتہ کرنے اور دفتر جانے سے پہلے الفضل کا مطالعہ ایک بھرپور، بابرکت اور معلوماتی دن کا ضامن ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ الفضل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بیشمار افضال کے سائے میں رہتے ہوئے ایک نہیں آنے والی کئی صدیوں میں تشنہ لبوں کی پیاس بجھانے کا سامان کرتا رہے۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشادات
مکرم نسیم سیفی صاحب کے نام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مکرم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل کے نام جو خطوط تحریر فرمائے ان میں سے بعض اقتباسات پیش خدمت ہیں:۔

الفضل کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔

میں بڑی باریکی سے الفضل کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جو باتیں بھی قابل توجہ میرے ذہن میں آتی رہیں گی وہ آپ کو لکھتا رہوں گا۔ اگر کوئی تنقید بھی ہو تو رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔

بڑی توجہ سے الفضل کا مطالعہ کر رہا ہوں۔

ماشاءاللہ آپ کی ادارت میں الفضل دن بدن خدا کے فضل سے زیادہ مضبوط اور مؤثر ہو رہا ہے اور رفتہ رفتہ ایک اعلیٰ پائے کے روزنامے کے طور پر ابھر رہا ہے۔

اس وقت تو الفضل کو زندہ رکھنا ہی بڑا اجہاد ہے۔ جو منہ پھاڑے اژدہا ہے اس سے الفضل کو بچائے رکھنا زبردست جہاد اور تاریخی جدوجہد ہے۔ اس سلسلے میں جو آپ کی عقل میں بات آتی ہے اس پر عمل درآمد کریں اور ان لوگوں کی تنقید سے بے نیاز ہوں۔

یہ پرچہ نہیں بلکہ پرچم ہے۔ جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ نہ یہ سرنگوں ہونا جانتا ہے نہ یہ پرچم۔ خدا اس ہاتھ کو بھی مضبوط اور توانا اور محفوظ رکھے اور اس قلم کو بھی جو صبح و مساء ہر میدان کارزار میں احمدیت کی صداقت کے پھریرے اڑا رہا ہے۔

الفضل باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اس کے ہر صفحے اور ہر مضمون پر میری نظر ہوتی ہے۔

کارکنان الفضل جس بلند ہمتی کے ساتھ سینہ تانے بے خوف اور بے دھڑک دشمن کے ہر ظالمانہ حملے کا مقابلہ کر رہے ہیں ہر احمدی کو اس کا شدت سے احساس ہے اور ہر احمدی کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ (ماخوذ از داد سخن شناس)

الفضل کے ذریعہ
وقف زندگی اور مضمون نویسی کی تحریک

مکرم میر غلام احمد نسیم صاحب مربی سلسلہ (ر) حال مقیم امریکہ

زندگی وقف کرنے کی تحریک

میں جب ابتدائی کلاسوں کا طالبعلم تھا اس وقت حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے ولولہ انگیز خطبات جمعہ الفضل میں چھپتے تھے اور جمعہ کے روز ہمارے امام الصلوٰۃ جمعہ کے خطبوں میں سنایا کرتے تھے اور مجھے سننے کا موقعہ میسر آتا۔ پھر یہ کہ ہفتہ بھر کے ''روزنامہ الفضل'' کے پرچے اکٹھے ہی ملتے کیونکہ ہمارے گاؤں جیسے دور دراز علاقوں میں روزانہ ڈاک کی تقسیم کا انتظام نہیں تھا۔ جب یہ اخبار ملتے تو بڑے شوق سے ان کا مطالعہ کرتا۔ اس زمانہ یعنی 1940ء کی دہائی اور اس سے قبل کے چند سالوں میں ان خطبات میں اشاعت دین کی خاطر زندگی وقف کرنے کی ولولہ انگیز تلقین ہوا کرتی تھی۔ جب میں موضع چارکوٹ، راجوری ریاست جموں کے احمدیہ سکول میں زیر تعلیم تھا۔ ہمارے استاد ماسٹر بشیر احمد صاحب نے قادیان کی مبارک بستی میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد چارکوٹ کی جماعت احمدیہ کے بچوں کی تعلیم کے لئے سکول جاری کیا تھا۔ جب میں اس سکول میں داخل ہوا اور جہاں میرا قیام تھا وہاں بھی الفضل کا پرچہ آیا کرتا تھا جو میرے زیر مطالعہ رہتا تھا۔ جمعہ کی نماز وہاں کی احمدیہ دارالذکر میں ادا کرنے کی وجہ سے خطبات جو الفضل میں طبع ہوتے تھے سنا کرتا تھا۔ اس دور میں تحریک جدید کے قیام اور اس کی غرض وغایت کا ذکر ہوتا اور یہ بھی کہ احمدی نوجوان طلبہ احمدیت کی اشاعت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ حضور کے خطبات پُرعزم اور پرجوش ہوتے تھے اور کبھی کبھار ان میں یہ ذکر ہوتا کہ ایسے واقف زندگی طلبہ قادیان میں قائم دینی اداروں میں تعلیم اور ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد مختلف ممالک میں دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے بھجوانے کا جماعت انتظام کرے گی۔ انہی ایام میں ایک جمعہ کے دن خطبہ سن کر واپس لوٹا تو دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ امام کے حضور اپنی زندگی اس مقدس کام کے لئے پیش کردی جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے والد صاحب سے ذکر کیا کہ میں زندگی وقف کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کام صبر آزما ہے اگر اس پر قائم رہنا ہے تو سوچ کر فیصلہ کرلو یہ تمہاری مرضی ہے۔ چنانچہ میں چونکہ الفضل میں مطبوعہ خطبات سننے اور پڑھنے سے کافی متاثر ہو چکا تھا اس لئے میں نے مرکز سلسلہ جو اس وقت قادیان میں تھا وقف کی درخواست بھجوادی کہ میں خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں گر قبول افتد زہے عز وشرف جون 1947ء میں جواب موصول ہوا کہ وقف منظور ہے۔ تعلیم جاری رکھیں جب سلسلہ کو ضرورت ہوگی آپ کو یہاں بلا لیا جائے گا۔ تقسیم برصغیر کے بعد اگست 1948ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد مربی کے طور پر مختلف ممالک میں خدمات کرنے کا موقعہ ملا اور کچھ عرصہ استاد کے طور پر جامعہ احمدیہ میں تدریس کے فرائض ادا کرنے کا بھی موقعہ ملا۔

مضمون نویسی کی ترغیب

جامعہ احمدیہ میں حصول تعلیم کے دوران بھی موقع ملنے پر جامعہ کی لائبریری میں جا کر الفضل کا مطالعہ کرنا میرا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ادارتی صفحہ کے مطالعہ کے علاوہ مختلف موضوعات پر مضامین لکھنے والوں کے مضامین جو ان کے ناموں کے ساتھ طبع ہوا کرتے تھے انہیں پڑھتا اور دل میں یہ خواہش جنم لیتی کہ میں خود بھی کوئی مضمون کسی موضوع پر لکھوں۔ چنانچہ جامعہ کی غالباً آخری کلاس میں تھا کہ ایک مضمون لکھ کر ایڈیٹر الفضل کو بھجوایا اور انہوں نے اس مضمون کو الفضل کی زینت بنا دیا۔ مجھے اس مضمون کی اشاعت کی وجہ سے مضامین لکھنے کی حوصلہ افزائی ہوئی اور جامعہ کے بعد کبھی کبھار مضامین لکھتا رہا اور یہ کام تا حال جاری ہے بلکہ بیرون پاکستان دین کی خدمت کے دوران گی آنا، (جنوبی امریکہ) اور زیمبیا، (وسطی افریقہ) جب میرے سپرد ان ممالک کے مشنوں کا مکمل چارج تھا ماہوار رسالے بھی شائع کرنے کی توفیق ملی۔ یہ سب میری زندگی میں الفضل کے کردار کی وجہ سے تھا۔

سیرالیون مشن میں خدمت

جامعۃ المبشرین سے شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد 1960ء میں سیرالیون، مغربی افریقہ میں بطور مشنری تقرری ہوئی۔ وہاں قیام کے دوران اخبار الفضل کے پورے ہفتے کا بنڈل ملتا تھا اور ملنے پر میں بڑے اشتیاق سے مطالعہ میں مصروف ہو جاتا تھا۔ ایک روز ایک دوست نے دریافت کیا کہ تم اتنے غور سے اس اخبار میں کیا پڑھتے رہتے ہو اور پھر خود گویا ہوئے کہ اس میں دیگر خبروں اور مضامین کے علاوہ بیمار افراد کی شفایابی کے لئے دعا کی درخواستیں ہوتی ہیں شائد اس لئے اس صفحہ پر غور کرتے ہو اور پھر خود کہا کہ بیماروں کی شفاء کے لئے دعا کرنا اچھی بات ہے۔ میں تو اس کے مطالعہ سے اور بھی بہت کچھ سیکھا کرتا تھا حتیٰ کہ اگر خطبہ جمعہ دینا پڑے تو علاوہ مقامی اعلانوں اور ضروری امور کے، وہ بھی الفضل میں درج خطبہ جمعہ سے یا کسی اور مضمون سے تیار کر لیا کرتا تھا۔ بطور مربی گی آنا، سورینام، اور زیمبیا میں قیام کے دوران بھی جمعہ کے خطبات اور دیگر جلسہ وغیرہ کے موقعوں کی تقاریر زیادہ تر الفضل میں طبع شدہ مضامین کی مدد سے ہی کرتا رہا ہوں۔

اردو ادب میں دلچسپی کا باعث

قریباً آج سے ستر سال قبل کی بات ہے کہ کسی نوجوان یا نوعمر کے انتقال پر افسوس کا اظہار اور انتقال کی تفصیل کے بعد آخر پر شعر درج تھا۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اس شعر نے میری طبیعت پر اس قدر اثر کیا کہ اردو ادب سے گہری دلچسپی پیدا ہوگئی کہ ایک ڈائری حاصل کر کے اس قسم کے اشعار جو کسی واقعہ پر درج ہوں اور دل پر اثر کرنے والے ہوں ان کو اس ڈائری میں درج کر لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی موقعہ پر کسی نے درثمین کا یہ شعر۔

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

پڑھا تو میرے دل نے اس قدر اثر قبول کیا کہ پوری نظم پڑھنے کے لئے درثمین میں نظم تلاش کی۔ اس طرح درثمین اور کلام محمود (گو بعد میں) کے مطالعہ کا شوق پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا۔ زمانہ طالب علمی میں ہی ثاقب زیروی کے منظوم کلام کا مصرعہ ع

اے قادیاں دارالاماں اونچا رہے تیرا نشاں

پڑھنے پر قادیان کی بابرکت بستی کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اب بھی ہے۔ بیرون پاکستان مشنری کے طور پر کام کرتے ہوئے جب اہل وعیال کا خیال آتا یا شہدا کا خیال آتا تو یہ شعر حرزِ جان بنا

یہ عشق ووفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو

میری زندگی میں الفضل کا کردار ہر پہلو سے ملتا ہے۔ جب میں جامعہ میں زیر تعلیم تھا اس وقت حضرت مصلح موعود کا کلام طبع ہوا کرتا تھا اور شوق سے مطالعہ کرتا تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا کلام جس میں پردیسی کا یادوطن یا جو وطن سے ان کی یاد میں لکھتے تھے کا منظوم دل کی گہرائیوں تک اثر انداز ہوتا رہا۔ اردو ادب کا ذوق جس کا آغاز بذریعہ الفضل ہوا وہ مجھے دیگر شعراء کے کلام تک بھی لے گیا۔ جس میں دیوان غالب اور کلام اقبال شامل ہیں اور اس کے علاوہ بھی اردو ادب کے مشہور شعراء جو عصر حاضر تک کے ہیں۔

الفضل کی خصوصیات

خاکسار نے بوجوہ بیماری ریٹائر ہونے سے قبل قریباً 42 سال بطور مربی سلسلہ اور استاد جامعہ احمدیہ خدمات انجام دی ہیں۔ اس سارے عرصہ اور اس کے بعد اب بھی صبح قرآن مجید کی تلاوت کے بعد انٹرنیٹ پر (آجکل) الفضل ہی پڑھتا ہوں۔ انٹرنیٹ پر آنے سے قبل یہاں امریکہ میں قیام کے دوران بھی بذریعہ ڈاک منگواتا رہا ہوں۔ ایک دور ایسا بھی آیا تھا کہ الفضل کے پہلے صفحہ پر چند قرآنی آیات درج ہوا کرتی تھیں اور ان آیات کے مضمون سے متعلق حدیث یا احادیث درج ہوا کرتی تھیں اور پھر اسی مضمون سے تعلق رکھنے والی حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب میں سے عبارت ہوتی تھی جس کی وجہ سے بعض اوقات صبح کے درس میں آسانی ہوتی بلکہ بعض اوقات خطبہ جمعہ بھی ان تحریرات کی مدد سے دیا جاتا۔

دینی علوم اور عام معلومات میں اضافے کا باعث

قرآن مجید اور احادیث کے ساتھ فقہا اور علماء کے اقوال پر مبنی مضامین الفضل میں شائع ہونے کی بنا پر ہر آن معلومات میں اضافہ ہوتا رہا۔ جماعت کے جید علماء کے مضامین کی اشاعت بھی دینی معلومات میں اضافے کا باعث بنتے رہے۔ مختلف مذاہب پر تقابلی مضامین کی اشاعت پر ان کے مطالعہ سے میدان عمل میں معترضین کو جواب دینے میں مدد حاصل ہوتی رہی۔ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت کے بارے میں مختلف خبریں الفضل کے ذریعہ حاصل ہونے سے بیمار افراد کے لئے ان کی صحت کے لئے دعائیں کرنے کی توفیق ملتی رہی اور اب بھی مل رہی ہے۔ ارتحال کے عنوان سے شائع ہونے والی خبروں سے اس فانی دنیا سے جاودانی دنیا کی طرف منتقل ہونے والوں کے لئے مغفرت کی دعائیں کرنے کا موقعہ ملتا رہا اور برابر مل رہا ہے۔ یہ ذکر بھی کرتا چلوں کہ میری زندگی میں الفضل کے کردار کے مثبت پہلو تو بے شمار ہیں ان کا پوری طرح احاطہ کرنا ممکن نہیں صرف چند پہلو کا ذکر کرنا ممکن ہوا ہے ان کے ذکر کے ساتھ ایک پہلو ایسا بھی رہا ہے جس کی کمی محسوس ہوتی رہی ہے اور وہ یہ کہ روزمرہ کی ملکی اور غیر ملکی اہم خبروں کی کمی محسوس ہوتی رہی تاہم اس کا ازالہ ریڈیو اور اب ٹیلیویژن سے پورا ہو رہا ہے۔

روزنامہ الفضل کے سو سال مبارک ہوں۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و تندرستی درازئ عمر کے لئے دعا گو ہیں

- امیر ضلع و اراکین عاملہ ضلع وصدران جماعت ہائے احمدیہ ضلع و اراکین جماعت ہائے احمدیہ ضلع لیہ
- صدر و اراکین عاملہ شہر و اراکین جماعت احمدیہ شہر لیہ
  ناظم ضلع و اراکین عاملہ ضلع و زعماء انصار اللہ ضلع و اراکین انصار اللہ ضلع لیہ
- قائد ضلع و قائدین ضلع و اراکین عاملہ ضلع و اراکین خدام الاحمدیہ ضلع و اراکین اطفال الاحمدیہ ضلع لیہ
- چوہدری شاہد پرویز باجوہ ابن چوہدری ہدایت اللہ باجوہ
  محلّہ قادر آباد چاہ گردے والا۔ لیہ
- چوہدری محمد اکرم ابن چوہدری اعظم علی
  چک 365/TDA جماعت احمدیہ 381/TDA ضلع لیہ

روزنامہ الفضل کے سو سال مبارک ہوں۔

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و تندرستی درازئ عمر کے لئے دعا گو ہیں

- صدر لجنہ و اراکین عاملہ و اراکین لجنہ اماء اللہ
  و اراکین ناصرات الاحمدیہ خان پور ضلع رحیم یار خان
- قائد و اراکین عاملہ و اراکین خدام الاحمدیہ
  و اراکین اطفال الاحمدیہ خان پور ضلع رحیم یار خان
- صدر و اراکین عاملہ و اراکین جماعت احمدیہ
  چک 10/P تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان
- فیضان احمد بارعہ طاہر ابن طاہر احمد
  چک 10/P تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان
- صدر و اراکین عاملہ و اراکین جماعت احمدیہ لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
- صدر لجنہ و اراکین عاملہ و اراکین لجنہ اماء اللہ
  و ناصرات الاحمدیہ لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
- سیکرٹری مال و اراکین جماعت احمدیہ لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سو سال مکمل ہونے پر مبارک۔ صد مبارک
پیارے آقا کی صحت و تندرستی اور سلامتی درازی عمر کیلئے ہم دعا گو ہیں

- امیر ضلع و اراکین عاملہ ضلع
  و صدران جماعت احمدیہ ضلع
  و اراکین جماعت ہائے احمدیہ ضلع مظفر گڑھ
- نائب امیر ضلع و صدران
  و اراکین عاملہ شہر
  و اراکین احمدیہ مظفر گڑھ شہر

ہم الفضل کے مسلسل اشاعت کے سو سال پورے ہونے پر روزنامہ الفضل کی پوری ٹیم اور تمام احباب جماعت کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب:

قائد ضلع و اراکین عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ

ضلع اسلام آباد

الفضل کے ذریعہ پاک تبدیلیاں

عبدالسمیع خان

☆چوہدری نور احمد صاحب ناصر لکھتے ہیں:۔
میرے دادا چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش تھے۔ وہ علاقہ کے بڑے ہی بااثر شخص تھے۔ دور دور تک ان کا چرچا تھا۔ حضرت مسیح موعود کے ایک رفیق چوہدری عبدالقادر صاحب سجوال کے رہنے والے جو اس وقت گورنمنٹ انگریزی میں ملٹری ڈرائیور تھے۔ انہیں علم ہوا کہ اگر وہ چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش کو احمدی کر لیں تو سارے علاقے میں احمدیت پھیلنے میں آسانی ہو جائے گی۔ چنانچہ احمدیت کا پیغام پھیلانے کے جنون نے حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب کو چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش کے پیچھے لگا دیا۔ ادھر چوہدری نور محمد صاحب احمدیت کے سخت خلاف تھے اور کوئی بھی بات سننے کے لئے تیار نہ تھے اور ہمیشہ حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب سے بدسلوکی سے پیش آتے۔

حضرت عبدالقادر صاحب ان ساری بدسلوکیوں کو درگزر کرتے ہوئے مسلسل آتے اور جماعتی اخبار دادا جان کے تکیے کے نیچے رکھ کر چلے جاتے اور ہمارے دادا جان اس کو بغیر پڑھے اور دیکھے دادی جان کو دے دیتے کہ اسے چولہے میں جلا دینا۔ حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب مسیح پاک کے مضبوط جرنیل ثابت ہوئے اور مسلسل یہ سلسلہ جاری رکھا اور ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس خاندان کو احمدیت کے فیضان سے فیض یاب کرنا تھا ایک دن ہمارے دادا کی نظر اخبار پر لکھے ایک حرف ''محمدؐ'' پر پڑی جب تھوڑا سا اخبار پڑھا لکھا تھا۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

اس شعر نے تو گویا ان کی کایا ہی پلٹ دی وہ دھول جو علماء سُو نے ان کے دل پر چڑھا رکھی تھی وہ ہٹنے لگی سارا اخبار پڑھا اور پھر بھاگے بھاگے ہماری دادی کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ''حق دی ماں کی تو او اخبار جلا دتے جیڑے او مولوی عبدالقادر لیاندا سی''۔ وہ کہنے لگیں نہیں میں نے سارے سنبھال کے رکھے ہوئے ہیں۔ کہا سارے لے آ۔ جب وہ لائیں تو سارے اخبار ایک ایک کر کے پڑھنے لگے جوں جوں پڑھتے جاتے توں توں دل کی میل صاف ہوتی گئی اس وقت اٹھے جب سارے اخبار ختم ہو گئے اور دل مسیح پاک کی پاکیزہ تحریرات سے دھل گیا اور امام الزماں کا غلام ہو گیا۔ چنانچہ فوراً حضرت عبدالقادر صاحب کو بلایا اور فوراً بیعت کی۔

(الفضل 28/اکتوبر 2011ء ص9)

☆محترمہ وزیر بیگم صاحبہ لکھتی ہیں:۔
1939ء میں میرے خاوند قاضی شریف الدین صاحب نے احمدیت قبول کر لی۔ ایک دفعہ تو گویا ہمارے گھر پر بم گر گیا مگر پھر میں ان کے پاس چلی گئی۔

گھر میں میں احمدیت کی بہت ہی مخالف تھی۔ ہر وقت قاضی صاحب سے ناراض رہتی۔ مگر وہ مجھے کچھ نہیں کہتے تھے۔ انہوں نے یہ کہا کہ میں تو خدا کے فضل سے احمدی ہو گیا ہوں اور اب میں نہیں ہٹ سکتا۔ تمہیں نہیں کہتا کہ تم احمدی ہو جاؤ۔ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ مجھے ہر وقت احمدیت کے متعلق اچھی باتیں بتاتے رہتے تھے مگر میں اکثر ان سے ناراض رہتی۔ جب صبح قرآن پاک پڑھتے تو مجھے اس کے معنے بتاتے۔ مسئلہ بھی بتاتے کہ دیکھو قرآن میں یہ لکھا ہے جب سے احمدی ہوئے تھے پانچ وقت نمازیں گھر میں ہی پڑھتے۔ تہجد بھی پڑھتے تھے۔ خدا کے فضل سے بہت ہی دعائیں کرتے۔ میرے لئے بہت ہی دعائیں کرتے رہتے تھے۔ اس وقت میرے دو بچے چھوٹے چھوٹے تھے۔ میں بہت کمزور تھی پھر ان کی طرف سے بہت غم کرتی تھی۔

رشتے دار اور ملنے والے بھی مخالفت کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میری کچھ سہیلیاں میرے گھر آئیں تو میں نے ان کی چائے وغیرہ سے خاطر کی۔ انہوں نے کوئی چیز نہیں کھائی اور کہنے لگیں کہ تو تو مرزائن ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم نے تیرے گھر کا کچھ نہیں کھانا۔ جس پر میں بہت روئی اور قاضی صاحب کو کہا کہ دیکھا لوگ کتنا بُرا سمجھتے ہیں وہ ہنس کر کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں ایک دن آئے گا کہ وہ خود ہی کھالیں گے۔

گھر میں اخبار الفضل بھی آنا شروع ہو گیا تھا۔ محترم قاضی صاحب الفضل کو اونچا اونچا پڑھتے تھے اور میں سنتی رہتی تھی۔ آخر ایک دن محترم قاضی صاحب کا نیک نمونہ اور دعائیں رنگ لائیں اور میں نے ان کو کہہ دیا کہ میری بیعت کا خط بھی لکھ دیں۔ یہ 1940ء کی بات ہے۔

(الفضل 17 نومبر 2011ء)

☆مکرم طارق احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ بہاولنگر لکھتے ہیں:۔
روزنامہ الفضل 12 اور 16/اگست کی اشاعت میں چھپنے والے ایک مضمون بعنوان ''عصر حاضر کی طب کی روشنی میں روزہ کی افادیت'' کے بارے میں ذاتی تجربہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

خاکسار نے یہ سارا مضمون نماز فجر کے بعد درس کے طور پر قسط وار احباب جماعت کو سنایا۔ درس کے دوسرے دن ہماری جماعت چک 166 مراد ضلع بہاولنگر کے ایک بزرگ کہنے لگے کہ آپ کا کل کا درس سن کر میں نے آج روزہ رکھا ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے پورا کرنے کی اور الحمد للہ بغیر کسی مشکل کے انہوں نے وہ روزہ مکمل کر لیا اور بعد کے روزے بھی رکھنے شروع کر دیئے اور بیماری کی وجہ سے پچھلے 15 سال سے وہ بزرگ روزے نہیں رکھ رہے تھے۔ اسی طرح حلقہ کی ایک اور جماعت چک 141 مراد دورہ پر گیا تو وہاں بھی اس مضمون کا کچھ حصہ سنایا تو ایک بزرگ نے وہ اخبار مانگ لیا اور سارا مضمون مطالعہ کیا۔

☆مکرم عبدالحمید طاہر صاحب معلم وقف جدید لکھتے ہیں:۔
گزشتہ چند دنوں سے آپ روزنامہ الفضل کے صفحہ اول پر اخلاق عالیہ و ارشادات عالیہ حضرت رسول کریم ﷺ شائع کر رہے ہیں۔ یہ بہت ہی حسین اضافہ ہے جو آپ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک اجر عطا فرمائے۔ آمین

کئی سالوں سے خاکسار سوچ رہا تھا کہ محترم ایڈیٹر صاحب کو اس قسم کی تجویز جانی چاہئے۔ لیکن سچ پوچھئے سستی آڑے آتی رہی سو بہت بھلا کیا آپ نے کہ یہ حسین کام کر ہی دیا۔

الفضل کی قدر ایک ہندو کی نظر میں

☆مکرم ناظر صاحب دعوت الی اللہ قادیان لکھتے ہیں:۔
چند روز ہوئے بعض غریب جماعتوں کے لئے الفضل مفت جاری کرانے کی تحریک کی گئی تھی۔ اس پر جہاں اپنوں میں سے لجنہ اماء اللہ قادیان نے دو اخبار اور میری اہلیہ سیدہ سیارہ حکمت صاحبہ نے ایک اخبار مفت جاری کرنے کی اطلاع دی ہے وہاں ہندو اصحاب میں سے جناب لالہ سنت رام صاحب رئیس بشناہ تحصیل رنبیر سنگھ ریاست جموں لکھتے ہیں کہ وہ اخبار الفضل کو روزانہ پڑھتے ہیں اور یہ کہ وہ آپ کی تحریک پر مبلغ تین روپے مینیجر صاحب الفضل کو بھیج رہے ہیں۔ (جو پہنچ چکے ہیں) تا کہ ان کی طرف سے جماعت ریاسی کے نام اخبار الفضل مفت جاری کر دیا جائے۔ میں لالہ صاحب محترم کا اس فراخ دلی اور قدر دانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایسا ہی لجنہ اماء اللہ قادیان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے نظارت دعوت الی اللہ کی ضرورت کو پورا کرنے میں میری مدد کی۔ سب سے بڑھ کر صدقہ جاریہ یہ ہے کہ درماندوں کو روحانی غذا پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔

(الفضل 22 فروری 1936ء)

الفضل میں مطبوعہ حضرت مصلح موعود کے خطبات کا اثر

☆ایک صاحب نے اپنے احمدی ہونے سے قبل اپنے ایک احمدی دوست کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا۔

الفضل اخبار نے میرے دل میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر دی ہے خاص کر خلیفہ صاحب کے خطبات بہت مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ ان ساحر مگر مسحور کر دینے والے خطبات کے بغور مطالعہ کے بعد زنگ آلودہ دلوں کی تسخیر یقینی اور لازمی امر ہے۔ اگر آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں ضرور اس نیک دل اور روشن دماغ کی کرنیں گم گشتہ راہ لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث ہوں گی۔

اگر آپ کے پاس بیعت فارم موجود ہوں تو ارسال کر کے ممنون فرمائیں ورنہ مرکز سے منگوانے کی تکلیف گوارا کریں۔

(الفضل 24 مئی 1936ء ص3)

☆ایک غیر احمدی عالم اور دانشور الفضل کے خریدار تھے ان کے متعلق الفضل لکھتا ہے۔

سر شفاعت احمد خان صاحب الٰہ آباد کئی سال سے الفضل کے مستقل خریدار ہیں حال میں جب ان کی خدمت میں آئندہ سال کے لئے قیمت کی وصولی کا وی پی بھیجا گیا تو خلاف توقع واپس آ گیا۔ اس پر بذریعہ خط انہیں وی پی واپس آنے کی اطلاع دی گئی۔ اس کے جواب میں انہوں نے سالانہ قیمت پندرہ روپے کا چیک بھیجتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

مکرمی بندہ السلام علیکم والا نامہ جناب صادر ہوا مجھے نہایت افسوس ہے کہ الفضل کا وی پی واپس کر دیا گیا میں بمبئی تھا ابھی آج آیا ہوں اور نوکروں کی بیوقوفی اور غلطی ہے۔ معافی کا خواستگار ہوں۔

بعض الفضل کے مضامین نہایت دلچسپ ہوتے ہیں اور تقریباً تمام پرچہ روز میں پڑھتا ہوں۔

(الفضل 25/اکتوبر 1940ء ص2)

حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ 1935ء میں فرمایا:

مجھے کل ہی ایک نوجوان کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے میں احراری ہوں میری ابھی اتنی چھوٹی عمر ہے کہ میں اپنے خیالات کا پوری طرح اظہار نہیں کر سکتا اتفاقاً ایک دن ''الفضل'' کا مجھے ایک پرچہ ملا جس میں آپ کا خطبہ درج تھا میں نے اسے پڑھا تو مجھے اتنا شوق پیدا ہو گیا کہ میں نے ایک لائبریری سے لے کر ''الفضل'' باقاعدہ پڑھنا شروع کر دیا پھر وہ لکھتا ہے خدا کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں اگر کوئی احراری آپ کے تین خطبے پڑھ لے تو وہ احراری نہیں رہ سکتا۔ میں درخواست کرتا ہوں

کہ آپ خطبہ ذرا لمبا پڑھا کریں۔ کیونکہ جب آپ کا خطبہ ختم ہو جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل خالی ہو گیا اور ابھی پیاس نہیں بجھی۔ تو سچائی کہاں کہاں اپنا گھر بنا لیتی ہے وہ چھوٹے بچوں پر بھی اثر ڈالتی ہے اور بڑوں پر بھی۔

(خطبات محمود جلد 16 ص 361)

1940ء میں غیر مبائعین کے سابق منتظم مہمان خانہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں سیالکوٹ سے لکھا۔

آداب کے بعد عرض ہے کہ بندہ جناب سید حامد شاہ صاحب مرحوم سیالکوٹ کے خاندان اور حضرت مسیح موعود کے (رفقاء) سے ہے اور حضرت اقدس کی بیعت کا شرف حاصل ہے۔ ان کے بعد حضرت خلیفہ اول کی بیعت کی اس کے بعد چند ایک وجوہ سے لاہور کی جماعت کے ہاں سلسلہ آمد و رفت رہا۔ مگر حضور کی عزت اور احترام بدستور میرے دل میں رہا۔

یہ میرا ایمان ہے کہ کسی جماعت کی تنظیم یا ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی۔ جب تک کسی خلیفہ یا امیر کے ماتحت نہ ہو اور اس کے حکم کے ماتحت نہ چلے۔ مگر لاہور کی رہائش میں مجھے جو تجربہ ہوا۔ وہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں تنظیم نہیں ہے اور وہی وہ اپنے امیر کے ماتحت چلتے ہیں۔ کئی ایک ان میں خود سر ہیں اور حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب چشم پوشی فرماتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی حالت بھی مصری عبدالرحمٰن صاحب کے لاہور آنے پر درست نہ رہی اور پبلک گفتگو بھی شرافت کی حد سے گر گئی ہے۔

چونکہ حضور کی عزت اور احترام میرے دل میں بہت تھا۔ اس لئے میں برداشت نہ کر سکتا تھا اور اکثر بحث مباحثہ تک نوبت پہنچتی تھی۔ جس سے مجھے قادیانی جاسوس کہنے لگے۔ چونکہ ان ایام میں میری رہائش لاہور احمدیہ بلڈنگ میں تھی اور میں سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ بھی تھا۔ اس لئے حالات زیادہ وضاحت سے معلوم ہوتے رہے جس سے میں ان لوگوں سے دلبرداشتہ ہو گیا اور حضور کی قدم بوسی کا اشتیاق بڑھتا گیا۔ انہی دنوں جناب میر عبدالسلام صاحب لندن سے سیالکوٹ آئے ہوئے تھے جو کہ میرے ماموں زاد بھائی ہیں اور ہم زلف بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے سیالکوٹ کی رہائش کا مشورہ دیا۔ چنانچہ دو سال سے میں سیالکوٹ میں ہوں۔ یہاں اخبار الفضل روزانہ پڑھتا رہا اور جناب ہمشیرہ صاحبہ سیدہ فضیلت بیگم سے تبادلہ خیالات بھی ہوتا رہا جس سے میرے تمام شکوک رفع ہو گئے۔

اب میں حضور سے سابقہ غفلت اور کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہوں اور حضور کی بیعت میں داخل ہوتا ہوں اور فارم بیعت پُر کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں۔ حضور میری بیعت قبول فرمائیں اور میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت دے۔ (الفضل 24 مئی 1940ء)

الفضل سے اچھا کوئی اخبار نہیں ہے

طے کر کے سفر لمبے پہنچ جاتا ہے گھر گھر
دامن میں لئے علم و معارف کے یہ گوہر
کرتا ہے رسا ذہن کو اور دل کو منوّر
آوارہ خرد کے لئے کیا اچھا ہے رہبر!
کیا قدر کا یہ پھر بھی سزاوار نہیں ہے؟
الفضل سے اچھا کوئی اخبار نہیں ہے

الفضل میں قرآن کی آیات کی تعلیم
اخلاقِ نبیؐ اور احادیث کی تفہیم
اور مہدئ دوراں کے خزائن بھی ہوں تقسیم
اخلاص و وفائے صلحاء کی بھی ہو تعمیم
اِس باغِ جناں میں سدا حق کی چلے تسنیم
گھاٹے میں ہے جو اِس کا خریدار نہیں ہے
الفضل سے اچھا کوئی اخبار نہیں ہے

الفضل میں انوارِ خلافت کے نشاں بھی
الفضل خلافت کا ہے بازو بھی، زباں بھی
ہر حکم کا ناقل بھی ہے، پیغام رساں بھی
خطبات و خطابات کا، دَوروں کا بیاں بھی
احوال کلاسوں کا بھی، جلسوں کا سماں بھی
اِس جیسا خلافت کا وفادار نہیں ہے
الفضل سے اچھا کوئی اخبار نہیں ہے

کِھلتے ہیں اِسی باغ میں تاریخ کے غنچے
کُھلتے ہیں اِسی دار میں سیرت کے دریچے
تحقیق کسی بات پہ کرنے کا جو سوچے
الفضل کے احسان کے رہتا ہے وہ نیچے
کتنے ہی گُلِ علم ہیں جو اِس نے ہیں سینچے
محروم از ایں کوئی قلمکار نہیں ہے
الفضل سے اچھا کوئی اخبار نہیں ہے

الفضل کے اعلان ہیں غمّازِ اُخوّت
اِک جسم کے اعضاء ہیں سب افرادِ جماعت
آمین ہو، شادی ہو کہ ہو کوئی ولادت
کرتا ہے ہر اِک پاک خوشی کی یہ اشاعت
ہر غم میں، مَرَض ہو کہ کوئی صدمۂ رحلت
دیتا ہے دعاؤں کی یہ احباب کو دعوت
حسنات کا داعی ہے، بس اخبار نہیں ہے
الفضل سے اچھا کوئی اخبار نہیں ہے

میر انجم پرویز

مکرم فیض احمد صاحب گجراتی

ماہر زودنویس اور مصلح موعود کی تقاریر قلمبند کرنے والے

مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر

زودنویسی ایک فن ہے اور بہت ہی مشکل اور محنت طلب فن۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس بحرِ عمیق کی شناوری کا اتفاق ہوا ہو۔ یوں تو زودنویسی اپنی ذات میں ایک مشکل کام ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ یہ بھی مدنظر رکھا جائے تو اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ یہ زودنویسی کسی عام مقرر کی تقریروں اور خطبات کے لئے نہیں ہوتی تھی بلکہ اس عظیم الشان مصلح موعود کے ساتھ کام کرنا ہوتا تھا جسے کسی انسان نے نہیں کسی یونیورسٹی نے نہیں بلکہ خود خدائے عرش نے یہ بے مثال ڈگری عطا فرمائی ہوئی ہے کہ

وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔

علوم ظاہری و باطنی کے الفاظ بولے سے زبان کے ساتھ ادا کر لینا آسان ہے لیکن ان کے معانی و مفہوم کی تہہ تک پہنچنا بہت مشکل ہے اور آج یہ حقیقت تو اپنوں اور اغیار کے سامنے ہے کہ ان معانی کی تہہ تک صرف وہی عظیم المرتبت انسان پہنچا ہوگا جس کے متعلق خدائے عرش نے یہ الفاظ فرمائے تھے میری یا کسی دوسرے شخص کی کیا مجال کہ تصور بھی پرواز کر کے رسائی حاصل کر سکے۔

ہاں تو اس عظیم المرتبت مصلح موعود کے ساتھ کام کرنے کے لئے بڑے دل گردے اور شب و روز کی محنت درکار تھی۔ آپ اندازہ تو فرمائیں۔ بولنے والا وہ انسان جو علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہے اور پھر جو کچھ وہ بولتا ہے اس کی بات میں کیا ہے۔ ہر ہر لفظ ایک نکتہ ادق ہے۔ ہر ہر جملہ ایک درس علم ہے اور ہر ہر فقرہ دریائے معرفت ہے اور چونکہ متکلم عرش عظیم سے ایک بے مثل سند پائے ہوئے ہے کہ

علوم ظاہری و باطنی سے پُر

اس لئے ظاہر ہے کہ اس کے الفاظ کو تصور اور قلم کی گرفت میں لانا کتنا بڑا کام ہوگا۔ ادھر ایک مشین ہے جو چلتی چلی جارہی ہے اور دقائق و نکات علم و معرفت ہیں جو موتیوں کی طرح جھڑتے چلے جارہے ہیں اور ادھر ایک کمزور جسم و صحت کا مالک انسان ہے جس کا ہاتھ اور قلم متحرک ہے اور چند منٹ نہیں بلکہ گھنٹوں تک وہ متواتر مصروف حرکت ہے۔ دو دو گھنٹے، تین تین گھنٹے چار چار گھنٹے بلکہ سات سات گھنٹے علم لدنی کا دریا اپنی پوری تیزی اور روانی کے ساتھ بہتا چلا جارہا ہے اور ایک بیمار سا شخص اس کی تیزی اور روانی کو اپنے حیطۂ قلم میں لاتا جارہا ہے اور وہ بیمار شخص کون ہے، وہی مولوی محمد یعقوب طاہر زودنویس۔ جسے خالق ازل نے پیدا ہی اس لئے کیا تھا کہ اپنے زمانے کا ایک یکتا اور عظیم المرتبت انسان مصلح موعود کی حیثیت میں اپنی روحانی رفعتوں کے ساتھ علم و معرفت کے دریا بہائے اور وہ کمزور سا زودنویس اپنے قلم کے سحر سے انہیں سمیٹتا چلا جائے۔

یہ میں نہیں کہتا بلکہ حضرت مصلح موعود نے خود اپنی زبان مبارک سے یہ سرٹیفیکیٹ مولانا محمد یعقوب صاحب کو عطا فرمایا تھا۔ حضور نے فرمایا تھا:

”عملی طور پر صرف مولوی محمد یعقوب صاحب ہی اس وقت کام کر رہے ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے قدرتی طور پر زودنویسی کا ملکہ عطا کیا ہوا ہے اور جو اکثر خطبات اور ڈائریاں وغیرہ صحیح لکھتے ہیں۔ ...... ان کے لکھے ہوئے مضمون کے متعلق میرا ذہن یہ تو تسلیم کر سکتا تھا کہ کسی بات کے بیان کرنے میں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ مگر میرا ذہن یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ انہوں نے کسی بات کو غلط طور پر تحریر کیا ہے“۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1945ء ص87)

یہ اتنا بڑا سرٹیفیکیٹ ہے کہ مرحوم نے تو یقیناً اس پر ناز کیا ہوگا لیکن مرحوم کی نسلیں بھی اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔

ناچیز راقم چونکہ خود بھی اس فن میں معمولی سی شدبد رکھتا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذرا وضاحت سے عرض کیا جائے کہ حضرت مصلح موعود کے خدام میں ایک زودنویس کی حیثیت سے کام کرنا کتنا مشکل ہے۔ قارئین یہ تو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت مصلح موعود کو وہ رعب و دبدبہ عطا فرمایا ہوا ہے کہ بڑے بڑے دنیاوی عہدے رکھنے والے احمدی اور جماعت کے بڑے بڑے علماء حضور کی خدمت میں پیش ہوتے وقت حضور کے بے پناہ رعب اور شخصیت کی وجہ سے اتنے مرعوب ہوتے ہیں کہ اکثر پسینہ آجاتا ہے اور زبان میں لکنت سی پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مرحوم سالہا سال تک حضور انور کی خدمت میں پیش ہو کر اور گھنٹوں حضور کے قدموں میں بیٹھ کر تفسیر نویسی کا کام کرتے رہے ہیں۔ جب حضور تفسیر لکھواتے تھے تو تیزی سے بولتے چلے جاتے تھے اور مولانا محمد یعقوب صاحب اسی تیزی سے لکھتے چلے جاتے تھے اور اتنے شکستہ خط میں لکھتے تھے کہ لکھنے والے کے سوائے کوئی اسے پڑھ نہیں سکتا تھا۔ بعد میں گھر پر یا دفتر میں آکر اسے صاف کرتے تھے۔ یعنی صاف خط میں لکھتے تھے۔

صاف کرنے کی اصطلاح شعبہ زودنویسی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب خطبہ یا تقریر لکھی جاتی تھی تو اسے شکستہ در شکستہ خط میں لکھا جاتا تھا اور پھر بعد میں اسے صاف خط میں لکھا جاتا تھا۔ اسے صاف کرنا کہا جاتا تھا۔

آج ہماری جماعت میں تفسیر کبیر کی صورت میں علم و معرفت کے جو خزانے موجود ہیں اور جن سے مقام مصلح موعود کی تعیین ہوتی ہے۔ یہ وہی خزانے ہیں جنہیں حضرت مصلح موعود کی زبان فیض ترجمان نے فرمایا اور مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر کے قلم نے محفوظ کیا۔ اتنی تیزی کے ساتھ حضرت مصلح موعود کے قدموں میں بیٹھ کر لکھنا اور پھر اسے صاف کر کے حضور کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش کرنا کتنی بڑی محنت کا کام تھا اور پھر صرف محنت کا کام نہ تھا بلکہ صاف کرنے کے بعد جب کوئی چیز حضور کی خدمت میں نظر ثانی کے لئے پیش کی جاتی تھی تو جس زودنویس کی مرتب کردہ ہوتی تھی۔ وہ اس وقت تک سخت متفکر رہتا تھا جب تک حضور کے ملاحظہ کے بعد واپس نہ آجاتی تھی۔ جس پر حضور نے اپنے قلم مبارک سے اصلاح یا ترمیم فرمائی ہوتی تھی۔

یہ بہت بڑا کام مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر ہی کا حصہ تھا اور حق یہ ہے کہ مرحوم نے اسے کمال جانفشانی اور محنت اور اخلاص سے کیا اور جہاں حضرت مصلح موعود کا جماعت اور اس کی آئندہ نسلوں پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ حضور نے تفسیروں اور تقریروں اور خطبات کی صورت میں علم و معرفت کے خزانے دیئے۔ وہاں جماعت کو مولانا موصوف کا بھی احسان مند ہونا چاہئے کہ انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر یہ خزانے محفوظ کرنے میں بہت بڑی خدمت ادا کی ہے۔

قارئین کے علم میں اضافہ کے لئے بعض امور کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ تا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمات عظیمہ کا صحیح تصور کیا جاسکے اور ان کے حق میں وہ دعا کی جاسکے جو واقعی ان کا حق ہے۔

(1) ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مصلح موعود کی تقریروں اور خطبات کی عام سپیڈ 90,85 الفاظ فی منٹ رہی ہے۔ لیکن جب حضور انور مجلس علم و عرفان میں (جو ہمیشہ بعد نماز مغرب (بیت) مبارک میں منعقد ہوا کرتی تھی تقریر فرماتے تو 100 الفاظ تک فی منٹ کی رفتار سے بھی تقریر فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات تو یہ رفتار بڑھ کر 120 الفاظ فی منٹ تک بھی ہو جاتی تھی۔ (خود خاکسار راقم نے بعض ملفوظات اسی رفتار سے قلمبند کئے تھے) اس رفتار میں تقریروں کا قلمبند کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ ایک بہت بڑا کام ہے۔

(2) یہ انکشاف بھی اکثر احباب کے لئے شاید نیا ہوگا کہ حضور انور کی ایک گھنٹہ کی تقریر الفضل کے آٹھ صفحات پر حاوی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور جلسہ سالانہ کے ایام میں جو علمی تقاریر فرماتے رہے ہیں اور جو عموماً سات گھنٹوں کی ہوا کرتی تھیں وہ الفضل کے 56 صفحات کی ہوتی تھیں۔ یعنی درسی کتابی سائز 30x20/16 کے 224 صفحات۔ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر نے جو سیر روحانی جیسی جلسہ سالانہ کی علمی تقریریں قلمبند کی ہوں گی ان پر ان کے جسم کی کتنی قوت صرف ہوئی ہوگی۔ میرا تو ان کی صحت کی خرابی کے بارہ میں نظریہ ہمیشہ یہی رہا کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تحریری خدمات میں قوت صرف کرتے ہوئے گزرا۔

(3) یوں تو شعبہ زودنویسی میں کئی کارکن آتے اور جاتے رہے۔ مگر مستقل طور پر اس محکمہ میں اگر کسی شخص نے کام کیا ہے تو وہ مولانا موصوف تھے۔ چونکہ کام کی نوعیت بہت سخت تھی اور محنت طلب کام ہوتا تھا۔ اس لئے اکثر زودنویس کام سے گھبرا کر چلے جاتے تھے۔ عام طور پر اگر ایک زودنویس کو روزانہ مجلس علم و عرفان کی ڈائری لکھنی پڑے تو وہ فل سکیپ کے قریباً چالیس صفحات پر حاوی ہوتی تھی۔ یا یوں سمجھئے کہ الفضل کے سات یا آٹھ صفحات کی ہوتی تھی اور یہ اتنا بڑا کام ہے کہ ایک عام آدمی اسے سمجھ نہیں سکتا۔ یعنی پہلے تو مجلس کے اندر شکستہ خط میں ڈائری لکھنا اور پھر اسے گھر آکر اسی وقت صاف کرنا جس کا مطلب یہ ہے کہ روزانہ 80 صفحات تحریر کرنا۔ لیکن یہ مولانا محمد یعقوب صاحب کا دل گردہ ہی تھا کہ انہوں نے بڑی استقامت کے ساتھ اس عہد وفا کو نبھایا اور رہتی دنیا تک جماعت کی دعاؤں کے مستحق بن گئے۔

(4) شعبۂ زودنویسی میں جب کوئی نیا زودنویس آتا تھا تو یہ خاکسار کا ذاتی تجربہ ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب اسے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ زودنویسی کے بعض خاص گر بتایا کرتے تھے اور اس کے مرتب کردہ خطبات و تقاریر پر نظر ثانی کرتے وقت اصلاح طلب مقامات کے

بارہ میں سمجھایا کرتے تھے اور اپنے ماتحت زودنویسوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آیا کرتے تھے۔ گویا جہاں تک ان کی ایک افسر کی حیثیت تھی اس سے زودنویس مطمئن وممنون رہتے تھے۔

(5) یوں تو زودنویسی کے لئے اردو شارٹ ہینڈ بھی ایجاد ہو چکا ہوا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ شارٹ ہینڈ اس شعبہ میں کام نہیں دیتا تھا اور ایک نوجوان عبدالکریم صاحب شرما جنہیں شارٹ ہینڈ کی ٹریننگ دلائی گئی تھی ان کا کہنا تھا کہ حضور انور کے خطبات اور تقاریر کے لئے شارٹ ہینڈ (Short Hand) کام نہیں دے سکتا۔ انہوں نے اس شعبہ میں کچھ ماہ کام کیا۔ لیکن چونکہ ان کا بازو متاثر ہونے لگا تھا۔ یعنی وہ بعض اوقات اپنے بازو میں سکتے یا شل ہونے کی کیفیت پاتے تھے اس لئے وہ اس شعبہ میں کام نہ کر سکے۔ اس کے مقابل پر مولانا محمد یعقوب صاحب نے جو فن ایجاد کیا تھا اور جو شارٹ ہینڈ کے بالکل برعکس تھا وہ ''لانگ ہینڈ'' (Long Hand) یعنی الفاظ کو شکستہ خط میں اس کی پوری شکل میں لکھا جاتا تھا اور اس فن میں مولانا کو ہی مہارت تھی کہ وہ ستر فیصد الفاظ تحریر کرلیا کرتے تھے۔ کا۔ کو۔ کے۔ سا۔ سے وغیرہ الفاظ چھوڑتے جاتے تھے۔ جنہیں صاف کرتے وقت پُر کر لیتے تھے اور یہی وہ فن تھا جو وہ نوآزمودہ زودنویسوں کو تھوڑی سی دیر میں سمجھا دیا کرتے تھے۔ لیکن کوئی بھی زودنویس اس رفتار کو نہ پہنچ سکا جو مولانا موصوف کی تھی۔ یعنی ستر فیصد، دوسرے زودنویس عام طور پر زیادہ سے زیادہ 50 فیصد الفاظ لکھا کرتے تھے اور باقی حصے مرتب کرتے وقت پُر کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ پچاس فیصد کی نسبت ستر فیصد لکھنے والا زیادہ عمدگی سے مرتب کر سکتا ہے۔ اسی لئے مولانا محمد یعقوب صاحب کو یہ سرٹیفکیٹ ملا اور جلیل القدر مصلح موعود کی طرف سے ملا۔

''ان کے لکھے ہوئے مضمون کے متعلق میرا ذہن یہ تو تسلیم کر سکتا تھا کہ کسی بات کے بیان کرنے میں مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ مگر میرا ذہن یہ تسلیم نہیں کرتا تھا کہ انہوں نے کسی بات کو غلط طور پر تحریر کیا ہے۔''

(6) ایک گھنٹہ کی تقریر یا خطبہ کو صاف کرنے کے لئے آٹھ گھنٹے درکار ہوتے ہیں۔ اس شرط کے ساتھ کہ 24 گھنٹے کے اندر اندر اسے صاف کرلیا جائے۔ جبکہ ساری تقریر زودنویس کے ذہن میں ہو۔ ورنہ زیادہ وقت گزر جانے پر وہ تقریر ذہن سے اتر جائے گی اور اپنا لکھا ہوا بھی پڑھنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب جنہوں نے حضور انور کے ہزاروں خطبات جمعہ اور خطبات نکاح اور تقاریر اور مجلس علم وعرفان کی ڈائریاں اور مختلف تقاریر کی تقریریں قلمبند کیں۔ انہوں نے کس قدر زیادہ محنت کی ہو گی!!

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کرسی پر بیٹھ کر قلم سے لکھ لینا بھلا کونسا مشکل کام ہے۔ لیکن درحقیقت یہ آسان کام نہیں ہے۔ اس کا اثر جہاں دوسرے اعصاب پر پڑتا ہے وہاں کمر خاص طور پر متاثر ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر کی کمر مسلسل اور بہت زیادہ محنت کے کام کی وجہ سے مستقل طور پر ایک طرف جھکی ہوئی تھی۔ یہ ان کی نشست تھی جو منجمد ہو کر ایک سانچے میں ڈھل گئی تھی۔ میں قربان جاؤں اس جھکی ہوئی کمر پر جس کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عظیم الشان خدمت میں جھک کر جماعت کے لئے حضرت مصلح موعود کے علم وعرفان کا ایک بے حد قیمتی ذخیرہ محفوظ کر دیا جس سے رہتی دنیا تک روحانیت کے پیاسے اپنی تشنگی کو بجھاتے رہیں گے۔

مولانا مرحوم کو قرآن، حدیث اور فقہ کے علوم پر کافی عبور حاصل تھا اور ان کے حوالجات اس طرح یاد تھے کہ وہ ایک چلتے پھرتے انسائیکلوپیڈیا تھے۔ میرے جیسے کم علم اور کم تجربہ زودنویس جب حضور انور کے خطبات وتقاریر نوٹ کرتے تھے تو جلدی میں لکھنے کی وجہ سے اور پھر رفتار تحریر کم ہونے کے باعث بعض حوالے رہ جاتے تھے جنہیں نظر ثانی کے وقت مولانا موصوف ہی لکھا کرتے تھے۔ وہ طب یونانی اور ہومیوپیتھی میں بھی کافی شغف رکھتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ قادیان میں ان سے استعجاباً دریافت کیا کہ آپ ہومیوپیتھی کی اتنی بڑی بڑی کتابیں بھی زیر مطالعہ رکھتے ہیں اور پھر اتنا زیادہ کام بھی کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ ابتداء میں جب میں نے زودنویسی شروع کی تو میں نے دیکھا کہ حضور اپنی تقریروں اور خطبات میں بعض دوائیوں کا ذکر بھی فرماتے ہیں۔ جن کے نام مجھے نہیں آتے تھے اور دوسرے لوگوں سے دریافت کرنا پڑتا ہے اور اس طرح ایک سبکی سی محسوس ہوتی ہے۔ لہٰذا میں نے علم طب کی طرف توجہ کی گویا یہ طلب علم کے علاوہ ان کی غیرت کا تقاضا بھی تھا جو انہوں نے پورا کیا۔

جہاں تک شارٹ ہینڈ کا تعلق ہے یہ ایک مفید فن ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے شارٹ ہینڈ اس شعبہ میں کام نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ شارٹ ہینڈ لکھنے والوں کو اتنی لمبی اور علمی تقریریں لکھنے کی پریکٹس نہیں دی جاتی۔ وہ عام طور پر لیڈروں کی تقریریں یا صاحب کے لکھائے ہوئے مسودات لکھتے ہیں جن کی رفتار بہت کم ہوتی ہے اور لیڈروں کی تقریریں تو صرف جستہ جستہ مقامات سے ہی محفوظ کی جاتی ہیں۔ لیکن حضور انور کے خطبات کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک زیروزبر محفوظ کرنا ہوتا تھا اور منٹوں کے حساب سے نہیں بلکہ گھنٹوں کے حساب سے تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ لہٰذا شارٹ ہینڈ والے یہاں نہیں چل سکتے تھے اور یہاں لانگ ہینڈ ہی کام دے سکتا تھا اور اس فن کی ایجاد اور اسے اس کی معراج تک پہنچانے کا سہرا مولانا محمد یعقوب صاحب مرحوم کے سر ہی تھا۔ جنہوں نے اس فن میں اس قدر دسترس حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے انہیں ایسا نوازا کہ حضرت مصلح موعود نے آپ کو وہ عظیم الشان سرٹیفکیٹ عطا کیا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

مولانا مرحوم بڑی ہی شگفتہ اور باغ و بہار طبیعت رکھتے تھے اور انہیں چٹکلے اور لطیفے یاد ہی نہ تھے بلکہ انہیں بیان کرنے کا عمدہ سلیقہ تھا۔ گو وہ اپنے فرائض کی مصروفیات کے باعث عام طور پر مجالس سے مجتنب رہتے تھے۔ لیکن اپنے مخصوص احباب کے حلقہ میں اپنی شگفتگی طبع کے باعث وہ مقبول ومحبوب تھے۔

بہرحال مولانا مرحوم اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ بلکہ ایسا کہنا چاہئے کہ وہ اس فن میں ورلڈ چیمپئن (World Champion) تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس فن میں اتنی دستگاہ بخشی تھی اور ان کے قلم اور بازو میں اتنی طاقت دی تھی جس میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا اور وہ اکیلے دس آدمی کے برابر کام کرتے تھے۔ دور اول میں چونکہ مجبوراً تلوار کے جہاد کی ضرورت پیش آئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ میں ایسے ایسے جری اور بہادر پیدا کئے جو اکیلے اکیلے بیسیوں دشمنوں کا مقابلہ کر کے کامیاب ہوا کرتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کا زمانہ چونکہ قلمی جہاد کا زمانہ ہے اس لئے اس زمانہ میں ایسے ہی لوگوں کو ضرورت تھی جو اکیلے دس دس بیس بیس آدمیوں جتنا قلم کا کام کریں۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جیسے لوگ تھے جو زودنویسی کے فن میں مشاق تھے اور حضور کی سیر کے وقت کی ڈائری بھی چلتے چلتے قلمبند کرلیا کرتے تھے۔ حالانکہ چلتے چلتے لکھنا ایک بہت ہی مشکل امر ہے پس قلمی جہاد کے زمانہ میں قلمی مجاہدین اور شہسواروں کی ضرورت تھی جو اپنے وقت میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے بڑی عمدگی اور بڑے ہی سلیقہ کے ساتھ پوری کی۔ اب تو ریکارڈنگ مشینیں نکل آئی ہیں لیکن مولانا مرحوم اپنے زمانہ کی ریکارڈنگ مشین تھے اور ان کے کمزور سے جسم اور کمزور سے بازوؤں کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز قوت عطا کی تھی اور وہ بظاہر بیمار اور منحنی سا انسان سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وہ خدمت کر گیا جو دس افراد مل کر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

(بدر یکم اپریل 1965ء)

مکرم بشارت احمد باجوہ صاحب۔ ربوہ

الفضل میری پریشانیوں کا علاج بن گیا

خاکسار کی زندگی میں الفضل نے بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جب 1992ء میں خاکسار نے لوکل انجمن احمدیہ میں ملازمت شروع کی تو پہلے چھ سال کا عرصہ رات دن ڈیوٹی دے کر گزرا۔ اس دوران خاکسار شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو گیا اور حالت ایک دم بگڑتی اور دورے پڑتے تھے ایسی حالت میں اپنے پرائے کی پہچان بھی ہوتی نہ تھی۔ تقریباً تین سال کا یہ عرصہ جو بہت کٹھن تھا میرے بچوں اور بیوی نے نہایت صبر کے ساتھ گزارا۔ میرے بچے تو بہت چھوٹے تھے لیکن میری بیوی نے اس عرصہ کو خدا کے حضور التجاؤں میں گزارا **ایک روز تہجد کے بعد دیکھتی ہیں کہ ایک بزرگ ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہیں کہ ''بیٹا اپنے گھر الفضل لگواؤ اور اپنے میاں کو پڑھنے کے لئے دو''۔**

میری بیوی نے مجھ سے پوچھا ہمارے گھر الفضل لگ سکتی ہے میں نے کہا کیوں نہیں اور یوں کچھ دنوں بعد ہمارے گھر الفضل آنے لگا۔ اور جب میں ناشتہ کے لئے گھر آتا میری بیوی مجھے کہتیں کہ میں ناشتہ بناتی ہوں آپ الفضل پڑھ کر سنائیں اور میں باآواز بلند الفضل سے ارشادات عالیہ اور حدیث پڑھ کر روزانہ سنانے لگا۔ یوں دن گزرتے گئے اور میری ذہنی حالت آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگی۔ میری ذہنی حالت میں بہتری کی پہلی وجہ خدا کا مجھ پر فضل پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی دعائیں اور پھر الفضل کے ذریعہ اللہ کا فضل مجھ پر رہا۔

اب میرے گھر میں میرے بچے بھی الفضل باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے ہیں یوں الفضل میری زندگی میں واقعی اللہ کا بڑا فضل ہے اور خدا نے مجھ پر بہت کرم اور احسان کیا۔ الفضل واقعی زندگیوں کو بدلنے ان کو سنوارنے اور ہمیں ہمارے بزرگوں کی قربانیوں اور خدمات کو یاد رکھ کر ان کو اپنانے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مکرمہ سیدہ فریحہ ظہیر صاحبہ۔ ربوہ

الفضل نے ہمیں ایک خاندان بنا دیا ہے

میرے لئے الفضل محض ایک روزنامہ یا اخبار نہیں ہے ایک جیتا جاگتا وجود ہے جس نے اپنی مشفقانہ رہنمائی اور بزرگانہ محبت سے میری زندگی کے ہر راستے پر میرا ساتھ دیا ہے۔ مجھے بچپن سے یاد ہے کہ کوئی بھی مسئلہ در پیش ہو کوئی دنیاوی یا دینی الجھن ہو الفضل کا پہلا صفحہ کھولتے ہی حدیث، ارشاداتِ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ یا خطبات کی صورت میں ایسی بات سامنے آجاتی تھی کہ عقل حیران رہ جاتی تھی اور دل فوراً مطمئن ہو جاتا تھا۔ میرے مرحوم والدین مکرم سید ظہور احمد شاہ صاحب اور سیدہ منیرہ ظہور صاحبہ تو اس قدر ذوق وشوق سے الفضل کا مطالعہ اور گاہے بگاہے قلمی تعاون کرتے تھے جیسے یہ زندگی کا اہم ترین کام ہو۔ والدہ صاحبہ تو کئی مضامین تو بار بار پڑھ کر لطف اندوز ہوتی تھیں۔ محترم نسیم سیفی صاحب سے ذاتی تعلقات تھے وہ خود بھی ایک صاحب طرز شاعر و ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ مسلسل والدہ مرحومہ کے ساتھ خط وکتابت کے ذریعے منسلک رہا کرتے تھے۔ اور بے حد خلوص سے سیدہ منیرہ ظہور صاحبہ کے مشورہ جات کی پذیرائی فرمایا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ کے بعد میں نے بھی اگرچہ چند مرتبہ ہی الفضل میں لکھنے کی جسارت کی مگر میں تہہ دل سے مشکور ہوں کہ ہر مرتبہ میری بھرپور پذیرائی کی گئی اور میرے نظم ونثر کو اس بابرکت اخبار کے دامن میں جگہ دی گئی۔ میں نے تو ذاتی طور پر الفضل سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ڈھیروں دینی و دنیاوی معلومات اور سب سے بڑھ کر سیرت خلفاء رفقاء اور بزرگان سلسلہ کا ایک نہ ختم ہونے والا نہایت دلچسپ اور بابرکت ذکر کی باتیں ہم سے الفضل نے ہی کچھ اس رنگ میں بیان کی ہیں کہ گویا ہمیں ان کی مقدس مجالس میں ہی لا کر بٹھا دیا۔ نہایت درجہ سلجھے ہوئے مضامین، شستہ زبان ہمارے پیارے الفضل کا طرۂ امتیاز ہے۔

الفضل میں جب کسی انجانے احمدی کی بیماری یا تکلیف کا پڑھ کر اسی وقت دست دعا خدا کے حضور دراز ہوتا ہے۔ اور دل کی دھڑکن آنکھوں کے ذریعے اظہار کا راستہ پاتی ہے تو سچ مچ جماعت احمدیہ ایک واحد برادری یا ایک مشترکہ خاندان کا منظر پیش کرنے لگتی ہے۔ جس کے سر پر ایک روحانی باپ سایہ فگن ہے اور جو خدا کی خوشنودی کے مزے بھی لوٹ رہی ہے۔ کسی بچے کی آمین کسی پیاری بہن یا بھائی کی شادی یا صاحبِ اولاد ہونے کی خبر سے ہزاروں میل دور جب دل خوشی سے دھڑکنے لگتا ہے اور دعائیں عرش کی سمت لپکتی ہیں۔

پیارے محبوب آقا کے روز وشب کی حسین منظر کشی بھی ہمیں اسی الفضل کے صفحات پر نظر آتی ہے۔ وصایا کی تفصیل چھاپ کر جس طرح نظام وصیت کو پھیلانے میں الفضل نے اپنا کردار ادا کیا ہے اس کی نظیر بھی دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ اور کیوں کہ یہ اخبار ہمارا پیارا الفضل روز ہمارے پاس آتا ہے تو جس دن اپنی کسی ذاتی کوتاہی سے پڑھنے سے محروم رہ جائیں تو ایک ایسا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے جو تشنگی کا گہرا اور نا مٹنے والا احساس پیدا کر دیتا ہے۔ اہم مواقع پر الفضل نمبر جو ہمارے کارکنان کی محنت کے منہ بولتے ثبوت ہوتے ہیں ان کو بھی کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تاریخی اور یادگار تصاویر سے مزین! درحقیقت الفضل نے اپنی جگہ نہایت خوبصورت انداز میں تاریخ احمدیت مرتب کی ہے۔ ماشاءاللہ! اور ہاں محترم ایڈیٹر صاحب اور ہمارے وہ تمام کارکنان جو روز وشب بے حد خلوص سے اور عرق ریزی سے اس اخبار میں اپنا حصہ ڈالے ہوئے ہیں قلمی تعاون کرنے والے بھائی بہن سب کے لئے میں ہمیشہ دعا گو رہی ہوں اور رہوں گی یہ ایسی انمول خدمت ہے جس کا معاوضہ ہم صرف احسان مندی کے گہرے جذبات اور دلی دعاؤں سے ہی ادا کر سکتے ہیں۔

اگر کبھی کوئی مضمون لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو حوالہ جات اور معلومات کا خزانہ نکل کر سامنے آجاتا ہے بس ذرا الفضل کے صفحات پلٹنے کی دیر ہے۔ میری تو اپنی نئی نسل سے درخواست ہے کہ اس بابرکت اخبار کے پرانے شمارے سنبھال کر رکھا کریں اور جب بھی ضرورت پڑے اس سے مستفید ہوں۔ میرے دادا جان حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب تو الفضل کی جلد بندی کروا کر رکھا کرتے تھے اور ایک کمرے میں باقاعدہ الگ الفضل کی لائبریری تھی۔

فصیلِ شب میں یہ روشن دیا ہے

فصیلِ شب میں یہ روشن دیا ہے
سرِ مقتل صداقت کی صدا ہے
سلگتی دھوپ میں بادِ صبا ہے
مرا الفضل اک فضلِ خدا ہے

ہمیشہ بات کرتا ہے خدا کی
مرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کی
امامِ وقت کے درسِ دعا کی
جفا کے دور میں صبر رضا کی
یہ ہے لعل و گہر اور کیمیا ہے
مرا الفضل اک فضلِ خدا ہے

اگرچہ اِس نے ہیں طوفان دیکھے
بہت دنیا کے بھی نقصان دیکھے
سلاخیں، بیڑیاں، زندان دیکھے
کئی فرعون اور ہامان دیکھے
مگر حق بات یہ لکھتا رہا ہے
مرا الفضل اک فضلِ خدا ہے

وطن کے آجکل حالات کیا ہیں
غریبوں کے لئے آفات کیا ہیں
فراقِ یار میں جذبات کیا ہیں
وصالِ یار کے اوقات کیا ہیں
ہمیں پل پل کی خبریں دے رہا ہے
مرا الفضل اک فضلِ خدا ہے

خدا کی حمد کے نغمات گاتے
ہمیں قرآن کی باتیں سناتے
ہدایت کی طرف سب کو بلاتے
بڑھے جاتا ہے یہ شمعیں جلاتے
امامِ وقت اس کا رہنما ہے
مرا الفضل اک فضلِ خدا ہے

مبارک صدیقی۔ لندن

مکرم شیخ مجاہد احمد صاحب سابق شاستری ایڈیٹر اخبار ہفت روزہ بدر قادیان

الفضل ایک تاریخی ورثہ اور بیش قیمت خزانہ

خاکسار کی پیدائش یکم جنوری 1978ء کی ہے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کا امتحان درجہ اول میں پاس کرنے کے بعد یکم اگست 1993ء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے قائم کردہ تاریخی ''مدرسہ احمدیہ'' میں جو بعد میں ''جامعہ احمدیہ'' کہلایا داخلہ کی توفیق ملی۔ فروری 2000ء میں جامعہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل ہوا۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے ساتھ ہی ''احمدیہ مرکزیہ لائبریری'' واقع قصر خلافت قادیان میں جانا شروع کر دیا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ قصر خلافت کی عمارت دو منزلہ ہے۔ نیچے کی منزل میں علماء سلسلہ کی کتب اور رسالہ جات کے ساتھ ایک کمرہ میں خصوصاً جماعتی اخبارات و رسائل رکھے جاتے تھے۔ ان اخبارات میں سے بڑا حصہ اخبار الفضل کا تھا۔

لائبریری میں جب بھی جاتا اکثر ایک شناسا چہرہ میز پر الفضل کی ضخیم جلدیں سامنے رکھے محو مطالعہ نظر آتا۔ لمبا قد، خوبصورت گورا رنگ، چہرہ پر موٹے شیشوں والی عینک لگائے متفکرانہ انداز میں فائلوں میں ڈوبا ہوا ایک شخص، اُسے معلوم ہی نہ ہوتا کہ کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے؟ آنے والے کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا تحفہ پیش کر کے دوبارہ مطالعہ میں مصروف ہو جاتا۔ یہ تھے ہمارے محترم درویش بزرگ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے، مؤلف رفقاء احمد تابعین احمد، مکتوبات احمد وغیرہ۔ جتنا عرصہ لائبریری میں گزرتا محترم ملک صاحب کو مطالعہ میں مصروف پاتا۔ کبھی کوئی نشانی کسی فائل میں رکھ رہے ہیں تو کبھی کوئی نشان کسی جگہ لگا رہے ہیں۔ آج بھی محترم ملک صاحب کے لگائے ہوئے قلم اور کاغذ کی نشانیاں الفضل کی فائلوں میں نظر آ جاتی ہیں۔ جب کبھی آپ مطالعہ کی تھکاوٹ محسوس کرتے آپ لائبریری میں موجود افراد کے ساتھ محو گفتگو ہو جاتے۔ لیکن اس گفتگو میں موضوع کوئی اور نہ ہوتا بلکہ ''رفقا احمد'' کے دلنشین واقعات بیان کرتے اور یوں گویا تمام حاضرین کو ''رفقاء احمد'' کی پاکیزہ مجلس میں لے جاتے۔ جب لائبریری کا وقت ختم ہو جاتا تو مددگار کارکن الفضل اور البدر کی ضخیم فائلیں اٹھائے محترم ملک صاحب کے گھر جاتا اور انہیں وہاں رکھ آتا محترم ملک صاحب گھر میں نہ جانے کتنے گھنٹے ان فائلوں کا مطالعہ عرق ریزی کا نتیجہ ''رفقاء احمد'' ''تابعین رفقاء احمد'' اور ''مکتوبات احمد'' کی سیریز کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

ابتدائی تعارف اخبار الفضل سے یوں ہوا کہ جامعہ احمدیہ قادیان میں ان دنوں طلباء کی تقریری صلاحیت بڑھانے کے لئے الگ الگ گروپ میں طلباء کو تقسیم کیا گیا تھا۔ روزانہ آخری گھنٹی تقریر کی ہوتی تھی طلباء کی تعداد 150 سے زائد نہ ہوگی۔ اس لئے ہر گروپ میں 30 یا 35 سے زائد طلباء نہ ہوتے تھے۔ ہر طالب علم کو دس دس منٹ پر مشتمل مختلف موضوعات پر تقریر کرنی ہوتی تھی۔ روزانہ چار پانچ طلبا کی باری آتی تھی۔ اس طرح ہر طالب علم کی ہفتہ میں ایک بار تو لازماً باری آ جاتی تھی۔ تقاریر کی تیاری کرنا ایک بڑا بھاری مرحلہ ہوتا تھا۔ اساتذہ یہ ترغیب دلاتے کہ خود لکھو تا لکھنے کا ملکہ آئے۔ مختلف نوٹس لینے کے لئے اخبار الفضل کی طرف رخ کیا۔ متفرق مضامین جو علمائے سلسلہ کی طرف سے مختلف موضوعات پر شائع شدہ تھے ان سے استفادہ کیا جانے لگا۔ آہستہ آہستہ مزہ آنے لگا۔ تقریر کا موضوع کچھ ہوتا اور اس کی تلاش میں ساری فائل کی ورق گردانی ہو جاتی اور کوئی اسی دوران دوسرا اہم موضوع نظر آیا اور وہ پڑھنے بیٹھ گئے اور یوں ایک کے بعد ایک الفضل کی فائلوں کو دیکھنے کا موقع ملنے لگا۔

الحمدللہ مطالعہ کی عادت شروع سے طبیعت میں تھی۔ الفضل کے مطالعہ نے اس میں مزید چاشنی بھر دی۔ جامعہ احمدیہ میں ان دنوں یکم تا 15 اپریل موسم بہار کی چھٹیاں ہوا کرتی تھیں۔ ان دنوں میں طلباء پنجاب ہماچل وغیرہ قریبی صوبوں میں وقف عارضی کے لئے جایا کرتے تھے۔ 1996ء کی موسم بہار کی چھٹیوں میں وقف عارضی کا پروگرام بعض وجوہ سے ملتوی کرنا پڑا۔ ان دنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لائبریری میں اخبار بدر الفضل و دیگر جماعتی رسالہ جات کی فہرست تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ 1914ء سے اخبار الفضل کا مطالعہ شروع کیا۔ ایک کے بعد ایک جلد اخبار کی الماری سے نکال کر اپنی پسند اور ذوق کے مطابق اخلاقی، تعلیمی، تربیتی، علمی معلوماتی مضامین کی فہرست بنانی شروع کی۔ الحمد للہ اس فہرست سے زمانہ طالب علمی میں خوب فائدہ اٹھایا۔

الحمدللہ مرکزی لائبریری میں اخبار البدر، الفضل اور دیگر کتب کے مطالعہ کی وجہ سے قطرہ قطرہ کر کے علم میں اضافہ ہونے لگا۔ فروری 2000ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جون 2005ء تک بنارس میں ہندو یونیورسٹی میں سنسکرت زبان میں تخصص کی توفیق ملی۔ 2005ء میں قادیان آنے پر نظارت نشر و اشاعت قادیان میں بطور ہندی مترجم اور پروف ریڈر تقرر ہوا۔ اخبار الفضل کا مطالعہ دوسرے نقطہ نگاہ سے شروع کیا۔ اخبار الفضل کی جلدوں میں محترم مہاشہ محمد عمر صاحب، محترم فضل الدین مہاجر صاحب اور مولانا ناصر الدین ودیارتھی صاحب کے ہندو ازم کے بارہ میں معلوماتی اور تحقیقاتی مضامین پڑھنے شروع کئے تاکہ آگے مزید تحقیق کی جا سکے۔ ان مضامین کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوا۔ تقریباً ہندوستان کے اکثر صوبوں میں جماعتی نمائندگی میں ''جلسہ پیشوایان مذاہب'' میں جانے اور تقریر کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔ بڑے بڑے علماء ہنود ان مضامین میں بیان کئے گئے نکات کو خوب پسند کرتے ہیں اور برملا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان مضامین کو ہندی زبان میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا چاہئے۔

اخبار الفضل نے جماعت احمدیہ کی کئی رنگ میں خدمات کی ہیں۔ جہاں ایک طرف خلفائے کرام کی تحریکات کو سب سے پہلے شائع کرنے کا فخر اسے حاصل ہے، وہاں جماعت احمدیہ کی تاریخ کو محفوظ رکھنے، مخالفین کے اعتراضات و الزامات کا جواب دینے، نئے نئے مضمون نگار پیدا کرنے میں بھی اس کی خدمات قابل قدر اور لاثانی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اخبار الفضل کے اس صد سالہ تاریخی نمبر کو نافع الناس اور مفید بنائے اور اس خصوصی نمبر کی تیاری کرنے والے جملہ احباب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

خاکسار کی جانب سے اس بابرکت موقعہ پر دلی مبارکباد قبول ہو۔

عالمی معلومات میں اضافہ

مکرم رشید احمد طیب صاحب مربی سلسلہ

خاکسار چند سال قبل مغربی اور سینٹرل افریقہ کے درمیان واقع ایک الگ تھلگ جزیرہ ''ساؤتومے'' میں مامور خدمت تھا اور مرکز سلسلہ اور احباب جماعت سے رابطہ کا واحد ذریعہ ''الفضل'' میسر تھا، خاکسار نے اپنے ایک خط میں ''الفضل'' کے توسط سے اپنے مربیان بھائیوں سے اپیل کی کہ جہاں جہاں وہ ہیں، اگر اُن علاقوں کا اجمالی تعارف خطوط یا مختصر مضامین کی شکل میں الفضل میں بھجواتے رہیں تو علاوہ معلومات میں اضافہ کے ہمارے آپس کے رابطے کا بھی باعث ہوگا اور ہم ایک دوسرے سے باخبر رہیں گے۔ کچھ عرصہ بعد ''الفضل'' میں روس کی مختلف ریاستوں میں متعین دوستوں کے بڑے ایمان افروز واقعات اور مضامین ''الفضل'' میں شائع ہوئے یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ چند دن قبل اُنہی علاقوں سے آئے ہوئے اپنے ایک مربی بھائی سے ملاقات ہوئی جن کے مضامین ''الفضل'' میں گاہے بگاہے چھپتے رہتے ہیں، اُنہوں نے خاکسار کو بتایا کہ میں نے تمہاری تحریک پر ''الفضل'' میں لکھنا شروع کیا تھا۔ اسی طرح کئی احباب عندالملاقات بتاتے ہیں کہ ''الفضل'' کے ذریعہ ہمیں پتہ چلتا رہا ہے کہ آپ کہاں کہاں رہے ہیں۔

تو الفضل کا یہ پہلو بھی اسے عام اخبارات سے ممتاز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اس عظیم سرمائے کو تا قیامت سلامت رکھے۔ آمین

الفضل پڑھ کر بہت دعا کی

مکرم کلیم احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ

احباب جماعت کی علمی، تربیتی ترقی کے ساتھ اتحاد و اتفاق پیدا کرنے میں بھی الفضل کا بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ جس کا اکثر احمدی احباب کو تجربہ ہوا ہوگا۔ مجھے بھی اس کا بہت تجربہ ہوا ہے۔ اگست 1999ء میں جب میں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوا تو روزنامہ الفضل کے ذریعہ ہی دنیا بھر میں بہت سارے احمدی احباب کو علم ہوا جس کا اظہار انہوں نے اپنے خطوط کے ذریعہ کیا۔ بعض واقعات اس ضمن میں تحریر کرتا ہوں۔

ایک دن ایک دوست مجھے گھر پر ملنے آئے اور کہنے لگے کہ میری ایک عزیزہ نے امریکہ میں الفضل میں آپ کے ایکسیڈنٹ کے بارہ میں پڑھا تو ان کو بہت دکھ ہوا اور انہوں نے خط بھی بھیجا ہے اور مجھے بھی تاکید کی ہے کہ میں خود جا کر آپ کی عیادت کر کے آؤں۔ جبکہ میں اس سے قبل کبھی بھی ان سے نہیں ملا تھا۔ یہ صرف خلافت اور روزنامہ الفضل کی برکت تھی کہ ایسا اپنائیت کا اظہار ہوا۔ انہی دنوں ایک بزرگ خاتون ناروے سے میرے گھر تشریف لائیں۔ میں ان کو جانتا بھی نہیں تھا اور نہ ہی زندگی میں کبھی ان سے ملا تھا۔ وہ بہت ہی محبت سے ملیں اور کہنے لگیں کہ میں نے روزنامہ الفضل میں آپ کے ایکسیڈنٹ کے اور ٹانگ کے جسم سے جدا کئے جانے کا پڑھا تو بہت دکھ ہوا اور میں بہت روئی اور میں نے آپ کے لئے بہت دعا کی ہے۔

ان دنوں بہت سارے خطوط مجھے موصول ہوتے رہے جو میں نے سنبھال کر رکھے بھی ہوئے ہیں جن میں بہت سارے احباب جماعت جن کو میں جانتا تک نہیں لکھا کہ ہم نے الفضل میں آپ کے بارہ میں پڑھا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کی صحت کے بارہ میں الفضل میں چھپنے والے اعلانات سے آگاہی ہوتی رہتی ہے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ بعض خطوط یورپ، امریکہ اور افریقہ سے بھی آئے۔

بہت سارے احباب جماعت روزنامہ الفضل میں پڑھ کر ہسپتال عیادت کے لئے بھی آتے اور ان میں سے بہت سارے احباب کی تعداد ایسی تھی جن سے پہلے کبھی کوئی تعارف نہ تھا بس خلافت کی برکت تھی اور روزنامہ الفضل کی رحماء بینھم کی پھیلائی گئی تعلیم تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس اخبار کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

نہایت ہی پیارے امام کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کیلئے دعا گو

تصور اقبال ورک امیر ضلع و اراکین عاملہ ضلع و صدران

جماعت ہائے احمدیہ ضلع و اراکین جماعت ہائے احمدیہ ضلع خوشاب

ثمرہ فرید۔ صدر لجنہ و اراکین عاملہ و اراکین لجنہ اماء اللہ

و اراکین ناصرات الاحمدیہ

جوہر آباد ضلع خوشاب

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و تندرستی درازیٔ عمر کے لئے دل کی گہرائیوں سے ہم دعا گو ہیں

قائد ضلع و اراکین عاملہ ضلع و اراکین خدام الاحمدیہ ضلع

و اراکین اطفال الاحمدیہ ضلع ملتان

100 Years Mubarak

روزنامہ الفضل کے سو سال پورے ہونے پر جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارکباد

قائد و اراکین عاملہ و اراکین خدام الاحمدیہ و اراکین اطفال الاحمدیہ گلگشت کالونی ملتان

سید مظہر حسین شاہ آفیسر سٹیٹ بینک ابن سید ناصر علی شاہ والدین و بیگم و بچگان گلگشت کالونی ملتان

محمد صدیق ابن چوہدری عبد الرشید صدر و اراکین عاملہ و اراکین جماعت احمدیہ چک 1 گلزار ضلع ملتان

امپورٹڈ میٹیریل سے تیار اعلیٰ کوالٹی کے ریڈیئر ہاوز پائپ

بنانے والے علاوہ ازیں ہیٹر پائپ نیز یونیورسل پائپ بھی دستیاب ہیں۔

میاں ریاض احمد
0300-9401543:

مین جی ٹی روڈ رچنا ٹاؤن لاہور

میاں عدنان عباس
0300-9401542:

طالب دعا: میاں عباس علی

042-36170513,042-37963207 042-37963531

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سو سال مکمل

ہونے پر مبارک۔ صد مبارک

پیارے آقا کی صحت و تندرستی اور سلامتی درازی عمر کے لئے ہم دعا گو ہیں

منجانب:

طارق محمود بٹر قائد مجلس کرتو و مجلس خدام الاحمدیہ کرتو

تحصیل مرید کے ضلع شیخوپورہ

KOHISTAN STEEL

DEALERS OF PAKISTAN STEEL MILLS CORPORATION LTD AND IMPORTERS

Talib-e-Dua:

Mian Mubarik Ali

1712 کچہری روڈ ملتان فون نمبر 061-4570602

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ

نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کا مقام

حضرت مسیح موعود نظام وصیت قائم فرماتے وقت تحریر فرماتے ہیں:۔

''پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں...........اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی..........

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور و رحیم۔تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔جن سے تو راضی ہے۔اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔آمین یا رب العلمین۔

اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ بہشتی مقبرہ ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے۔اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجا لانا ہو گا''

(الوصیت۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 316)

اس کے آگے حضور نے وہ شرطیں بیان فرمائی ہیں جو بطور خلاصہ یہ ہیں:۔

(1) جو اس میں دفن ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے قبرستان کی توسیع اور اس کے خوشنما رکھنے کے لئے جو مصارف درکار ہیں ان میں حصہ لے۔اس کا نام چندہ شرط اول ہے۔

(2) اپنے ترکہ کے کم از کم دسویں اور زیادہ سے زیادہ تیسرے حصہ کے دینے کے لئے وصیت کرے یہ روپیہ اشاعت (دین) اور (دعوت) احکام قرآن میں خرچ ہو گا۔اور یہ آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور...........کا بھی حق ہو گا۔جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور جائز ہو گا کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دی جائے۔

(3) اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو۔

(ملخص از رسالہ الوصیت۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ 318)

حضرت مسیح موعود نے اپنے خدائی برکتوں سے بھرے ہوئے اور پرتاثیر کلام میں نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کے لئے کچھ باتیں تو وہ بیان فرمائی ہیں جن کا انہیں اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے لازمی طور پر پابند ہونا ہو گا۔ اور کچھ باتوں کے لئے حضور نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزی سے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مقبرہ میں دفن ہونے والوں میں پیدا فرمائے۔ وضاحت کے لئے میں ان دونوں کو الگ الگ طور پر ایک ایک کر کے درج کرتا ہوں تا کہ وہ اچھی طرح سے ذہن نشین ہو سکیں۔

حضور نے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والوں کے لئے جو باتیں پابندی کے لئے بطور شرط رکھی ہیں وہ یہ ہیں:۔

(1) اس قبرستان کی توسیع اور اس کو خوشنما رکھنے کے لئے اپنی حیثیت کے...........مطابق چندہ دیں جو صرف ایک مرتبہ ہی وصیت کرتے وقت دیا جائے گا۔

(2) اشاعت (دین) اور (دعوت) احکام قرآن کے لئے اپنے ترکہ کے کم از کم دسویں حصہ کی وصیت کریں۔

(3) وصیت کرنے والے تقویٰ اختیار کریں۔

(4) محرمات سے پرہیز کریں۔

(5) کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کریں۔

(6) سچے اور صاف...........بنیں۔

بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والوں کے لئے حضور نے دعا یہ کی کہ وہ۔

(1) پاک دل ہو۔

(2) درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔

(3) دنیا کی محبت چھوڑ دینے والے ہوں۔

(4) خدا کے لئے ہو گئے ہوں۔

(5) اپنے اندر پاک تبدیلی کرنے والے ہوں۔

(6) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلانے والے ہوں۔

(7) فی الواقع خدا کے ہو چکے ہوں۔

(8) دنیا کے اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہ ہو۔

(9) خدا کے فرستادہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہوں۔

(10) کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر رکھنے والے نہ ہوں۔

(11) جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لانے والے ہوں۔

(12) خدا کے لئے اور اس کی راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہوں۔

(13) ایسے ہوں کہ خدا ان سے راضی ہو۔

(14) بکلی خدا کی محبت میں کھوئے گئے ہوں۔

(15) خدا کے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہوں۔

سو وصیت کرنے والے دیکھیں کہ خدا کے مامور نے ان کے لئے کتنا بڑا مقام تجویز کیا ہے وہ ان باتوں پر بھی اچھی طرح سے غور کریں جو ان کے لئے بطور شرط رکھی گئی ہیں اور ان باتوں کو بھی ایک ایک کر کے دیکھیں جن کے لئے اس فرستادہ نے تین بار دعا کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان وصیت کرنے والوں اور اس مقبرہ میں دفن ہونے والوں میں پیدا کرے۔یہ درحقیقت ان کو اولیاء اللہ کے مقام پر لا کر کھڑا کرنا ہے۔اس سے کمتر ہرگز نہیں۔وہ جو فی الحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں اور ان کے کاروبار میں دنیا کی ملونی نہیں رہتی۔اور وہ اپنا جان و مال خدا کے لئے فدا کر دیتے ہیں۔اور اس کی محبت میں کھو جاتے ہیں۔وہ بجز اولیاء اللہ کے اور کون ہیں۔

لیکن اگر ان باتوں میں کمی ہے۔اگر مال و دولت خدا کے لئے دیتے وقت انقباض ہے اور خوشی محسوس نہیں ہوتی۔اگر خدا کے خوف سے اور ڈرتے ڈرتے دن اور رات بسر نہیں ہوتے۔اگر ہر قسم کی بدی سے پرہیز نہیں اگر شرک اور بدعت کو کاموں میں دخل ہے اور اگر کامل سچائی دل میں داخل نہیں ہوئی اور خدا کی محبت نے بے خود نہیں کر دیا تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان پاکبازوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں۔جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے مامور نے اس نظام وصیت کو قائم فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ کی برکتوں سے حصہ لینے اور اس کی آغوش محبت میں آ جانے کے لئے بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے اور بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔قربانی ہی قرب کا مقام دیتی ہے۔اور جنون ہی محبت کو کھینچتا ہے۔ نظام وصیت کا مغز یہی دو چیزیں ہیں۔ان کے بغیر نظام وصیت میں داخل ہونا لا حاصل ہے۔

اے ہمارے غفور رحیم خدا تو ہماری کمزوریوں کو دور فرما اور ہمارے گناہوں کو بخش۔تو اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایسی نیکیوں کی توفیق عطا فرما۔جن سے تو بہت ہی راضی ہو جائے اے ہمارے خدا تو ہمیں اپنے پیارے مسیح موعود کی دعاؤں کا مصداق بنا اور ہمارے ذریعے سے اپنے حسن اور احسان کو ظاہر فرما تا دنیا تیرے قدموں کی طرف کھنچی آئے اور شیطان سے نجات پائے۔

(روزنامہ الفضل 24 مارچ 1963ء)

☆......☆......☆

مکرم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب۔ سابق مربی سلسلہ نائیجیریا، گیمبیا، جرمنی

میری زندگی میں افضال و برکات کا موجب

خاکسار 1927ء میں بھیرہ (ضلع شاہ پور۔ حال سرگودہا) میں پیدا ہوا۔ یہیں خاکسار کے ننہال تھے لیکن پرلے درجہ کے جاہل اوران پڑھ۔ اس کے برعکس والد صاحب، ماسٹر امام علی صاحب حضور پوری ثم بھیروی، ڈسٹرکٹ بورڈ سرگودہا کے محکمہ تعلیم میں مدرس تھے۔ جہاں تک احمدیت کا تعلق تھا تو ابا جان کے سب سے بڑے بھائی، ماسٹر محمد زمان صاحب، مدفون بہشتی مقبرہ قادیان، ہمارے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئے جو اگرچہ جوانی میں ہی فوت ہو گئے تھے مگر ان کی وجہ سے گھر میں احمدیت کا چرچا ہوتا رہتا تھا۔ مگر خود ابا جان نے بہت بعد میں یعنی اندازاً 1930/31ء میں احمدیت قبول کی۔ اُس وقت خاکسار کی عمر 3، 4 سال کی تھی۔ اب یہ تو معلوم نہیں کہ اُس وقت ابا جان کس سکول میں پڑھا رہے تھے مگر اس قدر یاد ہے کہ جن دنوں خاکسار موضع سالم کے ورنیکلر مڈل سکول کی دوسری یا تیسری جماعت میں پڑھتا تھا جہاں ابا جان بطور سیکنڈ ماسٹر ملازم تھے تو گھر میں احمدیت کا چرچا ہوتا رہتا۔ یہ بھی یاد ہے کہ اس سکول میں ابا جان کے علاوہ دو تین اَور مدرس بھی احمدی تھے جن کے ساتھ جمعہ کی نمازیں با جماعت ادا ہوتی تھیں اور یہ بھی کہ دوسرے غیر احمدی ٹیچر جن کی سکول میں اکثریت تھی، ابا جان کے ساتھ احمدیت کے موضوع پر اکثر بحث کرتے رہتے۔ خاکسار کو اپنی کم سنی کے باعث موضوع بحث کے بارے میں تو کچھ علم نہیں تاہم جب ہم بہن بھائی بڑے ہوئے تو گھر میں احمدیت پر گفتگو کے دوران ابا جان اپنے سالم کے زمانے کا حوالہ دیتے ہوئے بتاتے کہ احمدیت کے ابتدائی زمانے میں آپ کی غیر از جماعت ٹیچروں کے ساتھ کس قسم کی بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ چونکہ ابا جان ان دنوں نئے نئے احمدی ہوئے تھے، اس لئے بتاتے کہ غیر از جماعت ٹیچروں کے اعتراضات کا جواب تلاش کرنے کے لئے آپ کو کس قدر تگ و دَو کرنی پڑتی۔ مثلاً بتایا کرتے کہ مَیں اخبار الفضل منگوایا کرتا تھا جبکہ دوسرے ٹیچر اخبار زمیندار منگوایا کرتے۔ اُن ایام میں اخبار زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان صاحب کا مرغوب مشغلہ احمدیت پر نت نئے اعتراضات شائع کرنا تھا۔ چنانچہ جونہی اس میں کوئی نیا اعتراض شائع ہوتا، غیر از جماعت ٹیچر فوراً ابا جان کو لے کر بیٹھ جاتے کہ اچھا جی، بتائیں، اس کا کیا جواب ہے۔ اُس وقت اخبار الفضل کا بھی ایک نمایاں کردار یہ تھا کہ جب بھی اخبار زمیندار یا کسی اَور غیر از جماعت اخبار میں احمدیت پر کوئی اعتراض شائع ہوتا تو کچھ دنوں کے بعد اس کا جواب شائع ہو جاتا۔ اور اس طرح پر جہاں آپ خود مطمئن ہو جاتے، وہاں اعتراض کرنے والے ٹیچروں کا بھی گھر پورا کر دیتے۔

علاوہ ازیں اخبار الفضل اپنے علمی اور تربیتی مضامین کے اعتبار سے اُس وقت بھی ایک بہت بڑے معلم اور مربی کا کردار ادا کر رہا تھا جیسا کہ وہ ہمیشہ سے کرتا چلا آ رہا ہے۔ علمائے سلسلہ کے مختلف علمی اور تربیتی موضوعات پر اس میں چھپنے والے مضامین ہمیشہ علوم کا ایک بیش بہا خزانہ لے کر آتے جنہیں پڑھنے والا نہ صرف محظوظ ہوتا بلکہ انہیں ایک گرانقدر سرمایہ حیات سمجھ کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کر لیتا۔ سب سے بڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطباتِ جمعہ ہر ہفتہ ایک نئی روحانی غذا لے کر آتے جو دلوں کو مسخر کئے بغیر نہ رہتی۔ ان باتوں کا ذکر ابا جان گھر آ کر بھی کرتے۔ ہم بہن بھائی تو بہرحال چھوٹے تھے لیکن والدہ صاحبہ جو اپنے غیر از جماعت والدین کے اثر کے تحت شروع شروع میں کچھ مخالفانہ رنگ رکھتی تھیں، ضرور ان سے متأثر ہوتیں۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ ایک عرصہ بعد والدہ صاحبہ نے بھی بیعت کر لی اور پھر ایسا اخلاص دکھایا کہ گھر میں مالی قربانی کی ایک بہترین مثال قائم کر دی۔

اخبار الفضل کے حوالے سے اپنے ابتدائے احمدیت کے زمانے کی باتوں میں سے ابا جان نے ایک ایسی بات بتائی جس نے ایک مستقل اثر نہ صرف آپ پر چھوڑا بلکہ ہم بچوں پر بھی ہمیشہ کے لئے قائم رہ گیا۔ وہ دعا کی قبولیت کے بارے میں تھی۔ فرماتے تھے کہ ایک سکول میں جس میں مَیں پڑھاتا تھا، ایک بار ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مَیں نے تبادلہ کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لئے دعا کرنی شروع کر دی۔ مگر تبادلہ کی درخواست محکمہ میں بھیجے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس پر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں دعا کے بارے میں کچھ بدظنی پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ اس اثنا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک خطبہ الفضل میں شائع ہوا جس میں دعا ہی کا مسئلہ بیان ہوا تھا اور بتایا گیا تھا کہ دعا کے بارے میں کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کہ بعض دعائیں ایسی ہوتی ہیں جن کو قبولیت کی حد تک پہنچنے کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ اور مثال بھی وہی دی ہوئی تھی جس سے خود مَیں دوچار تھا۔ یعنی فرمایا کہ مثلاً ایک ٹیچر ہے، وہ اپنے تبادلے کے لئے دعا کرتا ہے۔ اب یہ چیز ایسی نہیں جس کا ایک فرد واحد سے تعلق ہو۔ تبادلے کا خواہش مند ٹیچر آخر کسی دوسرے ٹیچر کی جگہ جائے گا اور تب جائے گا جب وہ دوسرا ٹیچر بھی تبدیل ہوگا۔ یعنی وہ کسی تیسرے ٹیچر کی جگہ جائے گا۔ اس طرح پر ایک ٹیچر کی تبدیلی کئی دوسرے ٹیچروں کی تبدیلی کے بعد عمل میں آئے گی اور اس کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔ پس دعا کرنے والے کو اپنی دعا کے قبول ہونے کے لئے جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ ابا جان فرماتے تھے کہ حضور کی یہ بات پڑھ کر میری ساری کوفت دُور ہو گئی کیونکہ وہ مثال ایسی تھی جو خود مجھ پر صادق آ رہی تھی اور پھر کچھ عرصہ کے بعد فی الواقعہ میرا تبادلہ عمل میں آ گیا۔

الفضل کا پہلا کردار ہمارے گھر میں جو احمدیت میں نیا نیا داخل ہوا تھا، ایک ایسی ماں کی صورت میں ظاہر ہوا جو اپنے نوزائیدہ بچے کی پرورش اپنے دودھ سے کرتی ہے یعنی جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ اپنی ابتدائی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے شیر مادر کا محتاج ہوتا ہے، ہم بھی احمدیت میں آ کر اپنی ابتدائی روحانی زندگی کے لئے اخبار الفضل کی شکل میں روحانی شیر مادر کے محتاج تھے۔

الفضل کا دوسرا کردار خود خاکسار کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ جب خاکسار نے گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے 1944ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، گھریلو مالی وسائل کے پیش نظر خاکسار کا آگے تعلیم حاصل کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور ابھی خاکسار سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کیا جائے کہ اخبار الفضل میں پڑھنے میں آیا کہ قادیان میں کالج کھل گیا ہے، جن احمدی طلبہ نے میٹرک پاس کر لیا ہو اور وہ اس میں داخلہ لینا چاہیں، وہ فلاں تاریخ تک قادیان پہنچ جائیں۔ چنانچہ خاکسار اپنے والدین سے مشورہ کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کے نام سے کھلنے والے اس کالج میں داخلہ لینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس سے قبل خاکسار 1940ء کے جلسہ سالانہ پر اپنے ابا جان ماسٹر امام علی صاحب کے ساتھ قادیان دیکھ چکا تھا۔ قادیان احمدیت کا عالمی مرکز اور خلافت کا پایۂ تخت ہونے کے لحاظ سے ہر احمدی کی توجہات کا مرکز تو تھا ہی، تاہم خاکسار کے لئے اس میں علاوہ اس کے ایک ذاتی دلچسپی بھی تھی اور وہ یہ کہ یہاں خاکسار کی تائی صاحبہ مسماۃ غلام فاطمہ (بیوہ ماسٹر محمد زمان صاحب مرحوم) رہ رہی تھیں جن کا نام ہم اپنے گھر میں اکثر سنتے رہتے تھے اور جنہیں خاکسار 1940ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان میں اپنی پہلی بار آمد کے موقع پر دیکھ بھی چکا تھا۔ جیسا کہ خاکسار اوپر بتا چکا ہے، خاکسار کے یہ تایا جو اپنے بھائیوں میں سے سب سے بڑے تھے اور خاندان میں سب سے پہلے آپ ہی نے احمدیت قبول کی تھی، 1914ء کے لگ بھگ بطور ٹیچر قادیان میں آئے تھے مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ تپ محرقہ سے بیمار ہو کر 1919ء میں فوت ہو گئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ یہ خلافت ثانیہ کا ابتدائی زمانہ تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی انہیں اچھی طرح جانتے تھے بلکہ حضور ہی کے مشورہ پر خاکسار کی تائی صاحبہ اپنے میاں کی وفات کے بعد دارالمسیح قادیان میں منتقل ہو کر بعض دیگر بیوہ عورتوں کے ہمراہ رہنے لگ گئی تھیں۔ پس قادیان کے ساتھ اس روحانی اور اس تھوڑے سے جسمانی تعلق کی وجہ سے الفضل میں کالج کے بارے میں اعلان پڑھتے ہی خاکسار مزید تعلیم کے لئے تیار ہو گیا ورنہ شاید اس وقت کہیں مزدوری کر رہا ہوتا۔

اخبار الفضل کا دوسرا کردار بھی خاکسار کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس صورت میں عمل میں آیا کہ 1946ء میں ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کر لینے کے بعد خاکسار اپنے وطن بھیرہ میں تھا کہ خاکسار کے لئے پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ اس اثنا میں اخبار الفضل میں حضرت المصلح الموعود کی جانب سے نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کی تحریک شائع ہوئی۔ چنانچہ والدین کی اجازت کے ساتھ خاکسار نے تعلیمی کوائف پر مشتمل فوراً اپنی زندگی وقف کرنے کی درخواست حضور کی خدمت میں بھیج دی۔ حضور کی طرف سے جواب ملا کہ مَیں فوراً قادیان پہنچ جاؤں۔ چنانچہ اپریل یا مئی 1947ء میں خاکسار نے قادیان پہنچ کر اپنے حاضر ہونے کی رپورٹ کر دی۔ یہ تو یاد نہیں رہا کہ خاکسار کا انٹرویو کس نے لیا تھا مگر جو فیصلہ ہوا وہ یہ تھا کہ خاکسار کو فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لئے لے لیا گیا ہے۔ اس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام بھی اولوالعزم خلیفہ نے کالج کے ساتھ ہی فرما دیا تھا۔ تاہم برصغیر کی پارٹیشن اور ربوہ، پاکستان، میں جماعت کا نیا مرکز قائم ہونے پر حالات بدل چکے تھے۔ چنانچہ میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے بی ایس سی کا امتحان پاس کر کے خاکسار ربوہ میں دفتر تحریک جدید میں حاضر ہوا تو حضور نے فیصلہ فرمایا کہ خاکسار جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہو۔ اور پھر وہاں سے خاکسار ایک مربی سلسلہ بن کر فارغ ہوا۔ اس اعتبار سے خاکسار کی آئندہ کی زندگی کے لئے ایک ایسا مستقبل متعین ہو گیا جو خاکسار کو مغربی افریقہ اور مغربی جرمنی کے ممالک میں لے گیا اور جس میں سراسر برکتیں ہی برکتیں تھیں۔ خاکسار بجا طور اپنے آپ کو ان ساری برکات کے لئے اخبار الفضل کا مرہون منت سمجھتا ہے۔

اخبار الفضل نے ایک تیسرا کردار جو خاکسار کے حق میں ادا کیا، وہ ایسا ہے کہ اس کا پورا ادراک

روزنامہ الفضل کے سو سال پورے ہونے کی خوشی میں ہماری طرف سے

حضور پرنور کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دلی مبارکباد

منجانب:

ڈاکٹر ادریس احمد ولد سلطان احمد صاحب

صدر جماعت احمدیہ بھمہ ضلع لاہور

مجلس عاملہ جماعت احمدیہ بھمہ ضلع لاہور

محمد منیر ولد محمد حسین زعیم مجلس انصار اللہ بھمہ ضلع لاہور

حفیظہ ادریس زوجہ ادریس احمد صاحب

صدر لجنہ اماء اللہ بھمہ لاہور

بدر احمد جمال ولد ادریس احمد صاحب

مرتاض احمد کمال ولد ادریس احمد

خدا کے فضل و کرم کے ساتھ

روزنامہ الفضل کے 100 سال ہونے پر

امیر ضلع سانگھڑ اور آپ کی مجلس عاملہ کے

تمام ممبران مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

دعا کے ساتھ امیر ضلع سانگھڑ

اور

جملہ اراکین عاملہ

رابطہ نمبر: 0345-3745777

ہم دل کی گہرائیوں سے اپنے نہایت ہی پیارے

امام کی صحت وسلامتی و درازی عمر کیلئے دعا گو ہیں

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سو سال مکمل ہونے

پر احباب جماعت احمدیہ کو مبارک صد مبارک

صدر لجنہ و اراکین عاملہ و

اراکین لجنہ اماء اللہ و

اراکین ناصرات الاحمدیہ

واپڈا ٹاؤن لاہور

ہم دل کی گہرائیوں سے اپنے نہایت ہی پیارے

امام کی صحت وسلامتی و درازی عمر کیلئے دعا گو ہیں

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سو سال مکمل ہونے

پر احباب جماعت احمدیہ کو مبارک صد مبارک

صدر لجنہ و اراکین عاملہ و

اراکین لجنہ اماء اللہ و

اراکین ناصرات الاحمدیہ

وحدت کالونی لاہور

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اس نے ثریا بنا دیا

ہم سب اہل خانہ الفضل کی صد سالہ جوبلی پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو خلافت کے سایہ میں تا قیامت جاری رکھے۔

حضور انور اور تمام جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: خالد محمود، طارق منصور، زاہد منصور، مہند جاوید، شاہد جاوید، پسران چوہدری حامد جاوید
مجیب احمد۔ وحید احمد پسران چوہدری سعید احمد

194 ر۔ب لاٹھیانوالہ ضلع فیصل آباد

خدا کے فضلوں کا زندہ نشان سر پر ہے
ہمیں خوش نصیب کہ اک سائبان سر پر ہے
عجب سرور میں کٹتے ہیں اپنے شام و سحر
رہ حیات میں اک پاسبان سر پر ہے

ہم دل کی گہرائیوں سے
اپنے پیارے امام اور جماعت ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر
مبارکباد پیش کرتے ہیں

طالب دعا:
شہزاد احمد سلیم قائد ضلع و اراکین عاملہ ضلع و قائدین مجالس ضلع بہاولنگر

ہماری طرف سے

پیارے آقا سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر

مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب: مالکان نسیم آباد فروٹ اینڈ ایگریکلچر فارم تحصیل وضلع عمر کوٹ

We Promissed
Best Returne of your Money

روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو مبارک۔ صد مبارک ہو

ریلوے روڈ ربوہ
047-6213961
0300-7711861

گل احمد، الکرم، چکن، ڈیزائنر زسوٹس، ریشمی نیز مردانہ کرنڈی، بوسکی کے علاوہ گریس شبیر جے این جی۔ سلکی جوائے۔ کڑھائی والے سوٹ

بے شمار اعلیٰ جاذب نظر۔ جدید ورائٹی کے ساتھ دستیاب ہیں

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اس نے ثریا بنا دیا

ہم سب اہل خانہ الفضل کی صد سالہ جوبلی پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو خلافت کے سایہ میں تا قیامت جاری رکھے۔

حضور انور اور تمام جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: خالد محمود، طارق منصور، زاہد منصور، مہند جاوید، شاہد جاوید، پسران چوہدری حامد جاوید
مجیب احمد۔ وحید احمد پسران چوہدری سعید احمد

194 ر۔ب لاٹھیانوالہ ضلع فیصل آباد

خدا کے فضلوں کا زندہ نشان سر پر ہے
ہمیں خوش نصیب کہ اک سائبان سر پر ہے
عجب سرور میں کٹتے ہیں اپنے شام و سحر
رہ حیات میں اک پاسبان سر پر ہے

ہم دل کی گہرائیوں سے
اپنے پیارے امام اور جماعت ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر
مبارکباد پیش کرتے ہیں

طالب دعا:
شہزاد احمد سلیم قائد ضلع واراکین عاملہ ضلع و قائدین
مجالس ضلع بہاولنگر

کرنے کی غرض سے خاکسار اپنے معزز قارئین کو اپنے بچپن کے اُس دور کی طرف واپس لے جانا چاہتا ہے جب خاکسار گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں نویں یا دسویں جماعت کا طالبعلم تھا۔ ان ایام میں خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ

''مَیں ایک چھوٹے سے تنگ، راستے پر جا رہا ہوں۔ اس راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھاٹک کی شکل کے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے گیٹ لگے ہوئے ہیں جو بند ہیں۔ مَیں اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک ایک گیٹ کو کھولتا اور آگے بڑھتا چلا جا رہا ہوں۔ اُس وقت مجھ پر ایک خاص رقت کی کیفیت طاری ہے۔ میرے آنسو بہہ رہے ہیں تاہم ان آنسوؤں میں درد نہیں بلکہ لذّت اور سرور ہے اور دل میں خیال کرتا ہوں کہ جب میں سارے پھاٹک نما دروازے کھول کر اس راستے کے آخر پر پہنچوں گا تو آگے مجھے حضرت مسیح موعود نظر آ جائیں گے۔ بلکہ عالم تصور میں مَیں آپ کی شبیہ مبارک کو دیکھ بھی رہا ہوں''

دن، مہینے اور سال گزرتے چلے گئے اور اس خواب کی تعبیر ایک مقدس راز کی طرح پردۂ اخفا میں رہی۔ اس دوران خاکسار کا وہ دعوت الی اللہ کا دَور بھی شروع ہو گیا جس کی طرف اوپر کے بیان میں خاکسار اشارہ کر چکا ہے۔ جب مغربی جرمنی (اُس وقت تک ابھی مشرقی جرمنی رشین سوویت سٹیٹ کا حصہ تھا) اپنے دوسرے دَور کے خاتمے پر خاکسار پاکستان پہنچا تو 1974ء میں جماعت کے خلاف اٹھنے والے فسادات میں کسی قدر کمی آ چکی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی صورت دیکھنے میں آئی جو اس سے قبل شاذ کے طور پر ہوتی تھی یعنی تقریباً روزانہ مختلف اضلاع سے غیر از جماعت لوگوں کے وفود پر وفود سپیشل بسوں پر ربوہ آنے شروع ہو گئے۔ جماعت کی ضلعی انتظامیہ کی سرکردگی میں ترتیب دیئے گئے یہ وفود ربوہ میں موجود بیوت الذکر، تعلیمی اداروں اور لنگر خانہ وغیرہ دیکھنے کے علاوہ سلسلہ کے علماء سے بھی ملتے، اپنے شکوک و شبہات رفع کرواتے اور آخر پر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، خلیفۃ المسیح الثالث، کی خدمت میں حاضر ہو کر اور آپ کی باتیں سننے کے بعد واپس چلے جاتے۔ خاکسار جو ان دنوں حضور ہی کے دفتر میں بیرونی ڈاک کے دیکھنے پر مقرر تھا، بعض اوقات خود بھی ایسی مجالس میں شریک ہو جاتا اور حضور کے کلمات سے محظوظ ہوتا۔ حضور کا موضوع سخن ان ایام میں زیادہ تر ان افضال الٰہیہ سے متعلق ہوتا جو جماعت پر رؤیائے صالحہ اور کشوف کی صورت میں نازل ہو رہے ہیں اور ان کی ایمانی تقویت کا باعث بن رہے ہیں۔ مثلاً خاکسار کو یاد ہے کہ حضور نے ضلع شیخوپورہ کے زمیندار طبقہ سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون (چودھرانی) کا کئی بار ذکر فرمایا کہ کس طرح وہ اپنے میاں کے احمدیت کی طرف جھکاؤ کو دیکھ کر سیخ پا ہو گئی اور گھر میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے لگی۔ پھر کس طرح جب اسے غیب سے ڈنڈا پڑا تو ایک رات کے اندر ہی ایسی سیدھی ہو گئی کہ خود کہہ کر بیعت فارم منگوایا اور احمدیت میں داخل ہو گئی۔ اسی طرح ایک بار ایک احمدی بچے کا ذکر فرمایا کہ اس کے باپ نے ایک بچھڑا پال رکھا تھا کہ بڑا ہونے پر اسے فروخت کر دیں گے مگر جب بڑا ہو گیا تو کوئی گاہک نہ ملا۔ ایک دن بچے نے خواب میں دیکھا کہ بچھڑا بک گیا ہے اور اسے کسی ایسے شخص نے خریدا ہے جس کے پاؤں میں کوئی نقص ہے۔ اگلے روز بالفعل ایک گاہک آیا اور بچھڑا خرید کر لے گیا۔ وہ خریدار فی الواقعہ ایک پاؤں سے معذور تھا۔

جب حضور نے اس قسم کی خوابوں اور کشوف وغیرہ کا ذکر افراد جماعت کے حوالے سے اپنے خطبات اور خطابات میں کئی بار فرمایا تو خاکسار نے حضور کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا، جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

''سیدی! اس عاجز کا ایک عرصہ سے خیال تھا کہ سچی خوابوں کی کثرت کا جو نشان اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کی برکت سے جماعت کو بخشا ہے اس پر ایک کتاب لکھی جائے۔ حضور کا درسِ قرآن سننے کے بعد اس خواہش میں مزید جنبش پیدا ہوئی ہے۔ حضور اس عاجز کو اس کی اجازت مرحمت فرماویں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے مطلوبہ مواد جمع کرنے اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشے''۔

اس پر حضور کی جانب سے اگلے ہی روز اسی خط کے اوپر لکھا ہوا مندرجہ ذیل نوٹ موصول ہوا:

''مسودہ تیار کریں، پھر دیکھیں گے کہ چھپے یا نہ''۔

حضور کے اس ارشاد سے مثبت اشارہ پاتے ہوئے خاکسار نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ روزنامہ الفضل میں اس مضمون کا اعلان شائع کرنے کے لئے بھیج دیا کہ خاکسار اس قسم کی ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی دوست یا بہن کو کوئی سچی خواب آئی ہو تو خاکسار کو لکھ بھیجے تاکہ اسے بھی شامل کر لیا جائے۔ اس پر کوئی یک صد سے اوپر احباب و خواتین کی طرف سے ڈھائی صد کے قریب سچی خوابیں موصول ہو گئیں۔ اُدھر خاکسار نے خود بھی سلسلہ کی کتب، اخبارات اور رسائل میں سے اپنی اس مجوزہ کتاب کے لئے مواد اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ خاکسار کو اس سلسلہ مضمون کی باقاعدہ تبویب کی ضرورت پیش آئی۔ یعنی یہ کہ واقعات کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ ہر ذیلی مضمون کا ایک الگ باب بن جائے۔ اور جب مختلف ابواب پر کام شروع کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ ایک کتاب نہیں بلکہ کئی کتابیں اور ہر کتاب میں کئی ابواب بنیں گے۔ عین اُس وقت خاکسار کا ذہن اپنی زمانۂ طالبعلمی کی اُس رؤیا کی طرف منتقل ہوا جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

اب جبکہ اس عاجز کی وہ کتاب ''درویشانِ احمدیت'' کے نام سے تیار ہو کر چھ جلدوں میں چھپ چکی ہے اور اس میں جا بجا ان رؤیائے صالحہ کا ذکر ہے جو خاکسار کو اپنے الفضل میں شائع ہونے والے اعلان کے جواب میں احباب و خواتین کی طرف سے موصول ہوئی تھیں تو خاکسار بجا طور پر اپنے آپ کو روزنامہ الفضل کا ممنون احسان سمجھتا ہے کہ جس کی بدولت خاکسار کو ایسا مواد میسر آ گیا جو خاکسار کی اس کتاب کی زینت بننے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ان افضال کا بھی عملی ثبوت مہیا کر رہا ہے جو افراد جماعت پر زمانے کے مامور پر ایمان لانے کے نتیجہ میں نازل ہو رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

خدا کے فضل و کرم کا نشان ہے الفضل
ہمارے قلب و نظر کی کمان ہے الفضل

برس رہی ہیں خدا کی عنائتیں ہم پر
ہمارے دامنِ دل کا بیان ہے الفضل

امام وقت سے ہے رابطہ کی ایک دلیل
ہمارے حسنِ عقیدت کی جان ہے الفضل

ہمارے خرد و کلاں کے لئے ہے وجہ سکون
ہر ایک جذبۂ دل کی اڑان ہے الفضل

مہ و نجوم سے بڑھ کر ہے اس کا ہر اک حرف
نظر نواز ہے سونے کی کان ہے الفضل

ہے دینِ حق کے لئے وقف اس کی ہر اک سطر
ہر ایک طرح ارادت کی جان ہے الفضل

ہے اس سے روح کی بالیدگی کا ہر امکان
خدا کے قرب کے نغمہ کی تان ہے الفضل

ہمارے عشقِ رسولِ خدا کا ہے پیمان
ہماری حُبّ عقیدت کی جان ہے الفضل

ہے اس میں مجلسِ عرفان کی مہک کا رنگ
جبھی تو دیں کی بہاروں کا مان ہے الفضل

نسیم جان سے رکھتے ہیں ہم عزیز اسے
ہماری عزت و توقیر و آن ہے الفضل

نسیم سیفی

مکرم حافظ ملک منور احمد احسان صاحب مربی سلسلہ

خیالات بدل گئے۔ بقایا تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کر دیا

جامعہ احمدیہ سے فراغت کے معاً بعد 1980ء میں بطور مربی میری پہلی تقرری ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ میں اپنے حلقہ کے ایک گاؤں میں پہلی بار گیا۔ وہاں صرف دو احمدی تھے۔ ایک تو بڑی عمر کے بزرگ تھے اور دوسرے ایک جوان پرائمری سکول ماسٹر مکرم سرور صاحب تھے۔ جو اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ مکرم ماسٹر سرور صاحب کہنے لگے کہ میرے ایک غیراز جماعت ہیڈ ماسٹر دوست ہیں ان کی خواہش پر ان کے لئے الفضل لگوادیں۔ چنانچہ میں نے اخبار الفضل ان کے نام جاری کروادیا۔

ایک دو ہفتوں کے بعد ماسٹر سرور صاحب کا خط آیا کہ مربی صاحب جب سے آپ ہمارے گاؤں کا چکر لگا کے گئے ہیں۔ اس وقت سے میرا بڑا بھائی میری مخالفت کرنے لگا ہے اور وہ مجھے بار بار دھمکیاں بھی دے رہا ہے کہ اگر تمہارا مربی اب دوبارہ آیا تو میں اس کی بے عزتی کروں گا اور یہ بھی کہا کہ ماردوں گا۔ وغیرہ۔ دوسرے میں اپنے حالات کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان ہوں نیز انہوں نے یہ بھی لکھا کہ آپ جلد از جلد مجھے ملیں۔

میں خط ملنے کے فوراً بعد احتیاط مدنظر رکھتے ہوئے ان کے گاؤں پہنچ گیا۔ ابھی چونکہ سکول میں چھٹی نہیں ہوئی تھی اور ماسٹر صاحب کسی اور گاؤں کے سکول میں گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا میں ماسٹر سرور صاحب کے غیراز جماعت ہیڈ ماسٹر دوست جو اسی گاؤں میں تعینات تھے انہیں ملنے ہائی سکول چلا گیا۔ انہوں نے آنے کا مقصد پوچھا تو میں نے اشارۃً انہیں بتایا کہ میں نے آپ کے نام اخبار الفضل لگوادیا ہے۔ اس پر وہاں موجود آفیسرز نے دریافت کیا کہ یہ کونسا اخبار ہے اور مجھ سے تعارف پوچھا۔ میرے تعارف کروانے پر انہوں نے جماعت کے متعلق سوالات شروع کر دیئے۔ اس طرح تقریباً پندرہ بیس منٹ ان کے سوالوں کے جواب دینے کا موقع مل گیا۔ وہاں عجیب الٰہی تصرف ہوا کہ ہمارے احمدی دوست ماسٹر سرور صاحب کے بڑے بھائی جنہوں نے مجھے دھمکیاں دی تھیں وہ بھی اسی سکول میں ماسٹر تھے۔ وہ بھی سارا وقت سٹاف روم میں ہی بیٹھے باتیں سنتے رہے۔ اس کے بعد میں ہیڈ ماسٹر صاحب کی مصروفیت کی بناء پر واپس آ گیا۔

الفضل کے حوالے سے جو دعوت الی اللہ کا ایک ماحول پیدا ہوا۔ مکرم ماسٹر سرور صاحب کے بارے میں ان کے بڑے بھائی کے خیالات بدل گئے۔ اس کے بعد میں بلاخوف وخطر خدا تعالیٰ کے فضل سے ساڑھے تین سال اس علاقہ میں بطور مربی خدمات بجالاتا رہا اور کئی دفعہ اس گاؤں میں دورہ پر جاتا رہا۔ اس طرح ماسٹر صاحب کی تربیت کا موقع ملتا رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہاں ایک اور دوست بھی احمدی ہو گئے۔

ایک اور واقعہ الفضل کے چندہ کے حوالے سے بھی تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ ربوہ میں میری رہائش فیکٹری ایریا اسلام میں ہے۔

1990ء کی دہائی کی بات ہے کہ میرے ذمہ الفضل کا اس دور کے لحاظ سے کافی بقایا ہو گیا۔ ایک دن میرے پڑوس میں مکرم عبدالمجید عارف صاحب (مرحوم) (جو سیکرٹری وقف جدید بھی ہوا کرتے تھے) کی دکان پر الفضل اخبار کے نمائندے مکرم ماسٹر رحمت علی صاحب ظفر بیٹھے ہوئے تھے۔ مکرم عبدالمجید صاحب نے مجھے آواز دی کہ یہ الفضل کے نمائندے ہیں۔ اس پر مکرم ماسٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ میرے ذمہ غالباً دو سال کا بقایا ہے۔ کہنے لگے کہ آپ ہر ماہ تھوڑے تھوڑے پیسے دیتے جائیں اس طرح محسوس بھی نہیں ہوگا۔ کہنے لگے بے شک پچاس روپے ماہانہ ہی دیتے رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک طرف الفضل کے مطالعہ کا شدید شوق اور دوسری طرف بقایا جات کی وجہ سے الفضل بند ہونے کا خدشہ۔ مکرم ماسٹر صاحب کی میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی نیکی تھی کہ انہوں نے مجھے بہت آسان راہ دکھا دی۔ چنانچہ میں ہر ماہ جہاں بھی محلّہ میں یا بازار میں کہیں بھی وہ مل جاتے انہیں باقاعدہ پچاس روپے دیتا رہا۔ کچھ ہی عرصہ بعد میرا سارا بقایا ختم ہو گیا۔ اب بھی میں ماہانہ تھوڑا تھوڑا چندہ دیتا رہتا ہوں۔ جس سے کوئی بوجھ بھی محسوس نہیں ہوتا اور الفضل بھی شوق سے پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مکرم ماسٹر رحمت علی صاحب ظفر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

تاریخ احمدیت کا خزانہ، جماعتی لغت اور انسائیکلو پیڈیا

مکرم انیس احمد ندیم صاحب۔صدر ومشنری انچارج جاپان

انور صاحب سے ملاقات ہوئی۔دوران تعارف جب خاکسار نے احمدیت کے بارہ میں بتایا تو موصوف کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ کو بچپن سے جانتا ہوں ،زمانہ طالب علمی میں میرے ایک احمدی دوست کے ہاں رسالہ تشحیذ الاذہان آتا تھا تو مزے مزے کی کہانیاں اور لطائف ہم مل کر پڑھا کرتے تھے۔پھر وہی دوست جوان ہوئے اور ہم ہوسٹل شفٹ ہو گئے تو یہ سلسلہ تشحیذ الاذہان کی بجائے الفضل میں تبدیل ہو گیا اور ان احمدی دوست کے ساتھ ساتھ الفضل کا مستقل مطالعہ میرا معمول بن گیا۔

الفضل ایک عالمگیر اخبار ہے اور دنیا بھر کے تمام براعظموں میں احمدی احباب کا اردو دان طبقہ الفضل کے مستقل قارئین میں شامل ہے۔احمدی احباب کے علاوہ دیگر دوستوں کے لیے بھی الفضل کا یہ تعارف کہ یہ اردو کا عالمگیر اخبار ہے ، غیر معمولی دلچسپی کا موجب ہوتا ہے۔خاکسار کا کوئی مضمون یا اعلان الفضل میں شائع ہو تو بعض دفعہ جاپانی دوستوں سے بھی share ہو جاتا ہے اور جب الفضل کا یہ تعارف کروایا جائے کہ ربوہ سے شائع ہونے والا یہ اخبار دنیا کے بیسیوں ممالک میں خریدا اور پڑھا جانے والا اخبار ہے یہ بات جاپانی دوستوں کے لیے بھی ایک غیر معمولی تاثر چھوڑتی ہے کہ شاید ہی دنیا میں ایسا کوئی اور اخبار ہو جو دنیا میں جہاں جہاں اردو بولی اور پڑھی جاتی ہے ان ممالک میں خریدا اور پڑھا جا رہا ہے۔

سوسالہ تاریخ کا حامل روزنامہ الفضل کئی ادوار سے گزرا۔1974ء اور 1984ء کے بعد بہت ساری غیر معمولی بلکہ غیر ضروری پابندیوں کی موجودگی میں الفضل کا جاری رہنا بلاشبہ الفضل کے کارکنان کے لیے ایک زبردست خراج تحسین ہے۔

ان پابندیوں کی موجودگی میں جب کہ اپنے مؤقف کے اظہار کے لیے الفاظ کے استعمال پر بھی بندش لگا دی گئی تو دیگر جماعتی رسائل اور کتب کے ساتھ ساتھ روزانہ شائع ہونے والا الفضل ہی ہے جس نے ہمیں ایک نئی لغت متعارف کروائی۔ اور اب روزمرہ استعمال میں آنے والے بعض الفاظ اور ان کے معانی دیگر لغات میں تلاش کریں تو شاید کہیں سے نہ مل سکیں لیکن احمدی معاشرہ ان الفاظ اور ان معانی سے بھی الفضل کے توسط سے خوب واقف ہو چکا ہے۔نئے اختیار کردہ یہ الفاظ احمدی لغت کے طور پر دنیا بھر کی جماعتوں میں معروف ہو چکے ہیں اور بعض الفاظ اور اصطلاحات تو اصل سے بھی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے بعض جگہ ان پابندیوں کے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ملتان قیام کے دوران میلسی میں موجود جھنڈیر ریسرچ لائبریری اور اس کی انتظامیہ سے تعارف ہوا تو انہوں نے کہا کہ کچھ عرصہ قبل تک الفضل ہماری لائبریری کی زینت ہوا کرتا تھا،لیکن اب ہمارے پاس نہیں آرہا اور انہوں نے مکرم چوہدری نذیر صاحب سابق امیر جماعت بہاولپور کا ذکر کیا کہ وہ مسلسل کئی سال انہیں الفضل مہیا کرتے رہے۔

ان پابندیوں کی وجہ سے اظہار رائے پر آزادی اور ایک علمی و تربیتی اخبار کی اشاعت اور پھیلاؤ کی آزادانہ اجازت نہ ہونے کے باوجود ایک کامیاب سفر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا نتیجہ ہے۔

ان بڑھتی ہوئی پابندیوں میں اللہ تعالیٰ کے افضال وانعامات کی رفتار بھی اسی طرح بڑھ جاتی ہے اور جب ہم انٹرنیٹ کی دنیا کو دیکھتے ہیں تو گویا وہ ان پابندیوں کا ایک توڑ ہے۔الفضل کی اشاعت پر کسی ایک ملک میں تو بعض پابندیاں عائد ہو سکتی ہیں لیکن ساری دنیا میں اس کے پھیلاؤ اور اشاعت کے آگے بند باندھنا ممکن نہیں رہا۔ پرنٹ اور ڈیجیٹل میڈیا کے ذریعہ الفضل دنیا کے تمام براعظموں میں پڑھا اور سمجھا جانے والا اخبار ہے اور شاید ایسا منفرد روزنامہ ہے جسے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے مربیان سلسلہ کو ہدایت فرمائی ہوئی ہے کہ جس علاقہ میں جائیں وہاں کی جماعت احمدیہ کی تاریخ سے واقفیت حاصل کریں۔اس ارشاد کے پیش نظر بطور مربی سلسلہ ملتان اور جاپان میں خدمت کی توفیق ملی۔ دونوں جگہ کے قیام کے دوران خاکسار نے حتی الوسع کوشش کر کے تاریخ احمدیت ملتان اور تاریخ احمدیت جاپان مرتب کی۔اس تدوین میں بلاشبہ سب سے نمایاں مدد اور کردار روزنامہ الفضل کا ہی رہا اور الفضل میں شائع ہونے والی رپورٹس اور تفصیلات اس موضوع پر کام کرنے والے احباب اور جماعتوں کے ایک بہترین خزانہ ہیں۔

الفضل کے آخری دو صفحات کے اعلانات تو گویا عالم احمدیت کی سیر ہے،لیکن بعض اعلان اپنی نوعیت میں نہایت منفرد اور حیران کر دینے والے ہوتے ہیں۔مثلاً اکثر یہ اعلانات شائع ہوتے ہیں کہ میری کوئی چیز،نقدی یا موبائل گم ہو گیا اور یہ بات شاید دنیا میں کسی اور اخبار یا رسالہ میں بھی شائع ہوتی ہو۔لیکن ایک دفعہ میرے ایک غیراز جماعت دوست جو مجھے ملنے آئے انہوں نے جب الفضل میں یہ اعلان پڑھا کہ مجھے بازار سے کچھ نقدی،موبائل یا پرس ملا ہے،جس کا ہو وہ نشانی وغیرہ بتا کر حاصل کر لیں تو وہ دوست کہنے لگے کہ شاید ربوہ وہ واحد شہر ہو یا الفضل وہ واحد اخبار ہو جس میں اس طرح کے اعلان شائع ہو رہے ہیں۔ گویا اہل ربوہ کی دیانت کا ایک اعتراف ہے جس کا برملا اظہار ان اعلانات سے ہوتا ہے۔

الفضل کے ساتھ میرا تعلق اور لگاؤ بچپن سے ہی رہا ہے۔سندھ میں جماعت کی زمینیں اور اسٹیٹس جب تقسیم کر دی گئیں تو بچ رہنے والے خزائن صرف کتب اور کئی سالوں پر مشتمل الفضل اخبار کی جلدیں تھیں اور ایک چھوٹے سے گاؤں میں یہ خزانہ بھی کسی نعمت سے کم نہ تھا۔ جب نہ انٹرنیٹ ہوتا تھا اور نہ موبائل فون۔ٹی وی کی سہولت بھی حاصل نہ تھی تو اس وقت کے میرے مشاغل میں سے بہترین مشغلہ الفضل کی کئی سال پرانی اخبارات کا مطالعہ ہوا کرتا تھا۔اس کے ساتھ نئی ڈاک جو ہفتہ وار موصول ہوتی ،اس کا شدت سے انتظار کرتے اور فوری طور پر جب تک جستہ جستہ تمام صفحات دیکھ نہ لیے جاتے دل کو تسلی نہ ہوتی تھی۔ ہمارے گھر میں والد صاحب کے علاوہ نانا جان بھی الفضل کے مستقل قارئین میں سے تھے اور اس کے اثرات اور گھریلو ماحول کا اثر ہے کہ یہ دلچسپی بچوں میں بھی منتقل ہوئی۔

مارچ 2011ء میں جاپان میں آنے والے شدید زلزلہ اور سونامی کے بعد خدمت خلق کے کیمپ کے لیے ہمیں کچھ ماہ گھر سے اور انٹرنیٹ سے دور رہنا پڑا۔اس دوران جب بھی گھر واپس آتے اور انٹرنیٹ تک رسائی ہوتی تو ضروری کاموں کی فہرست میں الفضل کے گزشتہ پرچوں کا مطالعہ بھی شامل ہوتا اور احتیاط سے کئی ہفتہ یا مہینہ بھر کے مکمل اخبار جب تک نظر سے گزر نہ جاتے تسلی نہ ہوتی۔

جاپان میں سب سے لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پانے والے مربی سلسلہ مکرم مغفور احمد منیب صاحب نے ایک موقع پر اپنے جاپان میں قیام کا احوال بتاتے ہوئے ذکر کیا کہ 1980ء کے اوائل میں جب کہ وہ یوکوہاما شہر میں مقیم تھے۔اور یہ اس وقت کی بات ہے جب انٹرنیشنل فون بہت مہنگا ہوتا تھا،ٹی وی ،ریڈیو یا اخبارات وغیرہ کا ایسا کوئی ذریعہ نہ تھا جس سے پاکستان کے حالات سے آگاہی ہو سکتی۔اس وقت الفضل کا ہفتہ وار بنڈل ہی انٹرنیٹ ،اخبارات اور ٹی وی کا کام دیتا تھا۔ ڈاکیہ کا عجیب شدت سے انتظار ہوتا اور بعض دفعہ تو اس دن سکول سے چھٹی کو بھی جی چاہتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈاکیا آکر چلا جائے اور انتظار مزید لمبا ہو جائے۔اور ایک ہفتہ کا الفضل پا کر خوشی کا عالم دیدنی ہوتا اور جب تک فوری طور پر اعلانات اور خبروں کا مطالعہ نہ کر لیا جاتا دل کو تسلی نہ ہوتی۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے تو یہ انتظار ہفتہ وار کی بجائے روزانہ ہوتا ہے اور انٹرنیٹ میسر ہونے کی صورت میں باقاعدہ الفضل کا مطالعہ ایک معمول ہے اور علمی مضامین کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ کے حالات سے آگاہی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جن گھروں میں الفضل باقاعدگی سے آتا ہے ،یا وہ انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ باقاعدہ مطالعہ کرنے والے ہیں تو ایسے گھروں کا تربیتی معیار اور جماعت سے تعلق ایسے گھروں سے نسبتاً بہتر ہوتا ہے جہاں الفضل نہیں پڑھا جاتا۔ایم ٹی اے کے پروگراموں کے بارہ میں شائع ہونے والے اعلانات ہوں،احمدیت کی خاطر جان دینے والوں کا تذکرہ یا علمی مضامین یہ تمام چیزیں بیرون ملک رہنے والوں کے لیے نہایت مفید اور تربیتی و علمی ضرورت کو پورا کرنے والی ہیں۔

اعلانات کا صفحہ تو گویا عالم احمدیت کی سیر ہے اور دنیا بھر میں رہنے والے احمدیوں کے حالات سے باخبر رہنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ایسے عزیز و اقارب بھی جن سے لمبے عرصہ سے رابطہ نہ ہو ان کے حال احوال بھی بعض دفعہ الفضل کے ذریعہ پتا چلتا ہے تو کسی کی عیادت کے بہانے ہی سہی رابطہ دوبارہ بحال ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایم ٹی اے کے اجراء سے قبل تو شاید الفضل وہ واحد ذریعہ تھا جو ساری دنیا میں احمدی احباب اور جماعتوں تک امام وقت کے ارشادات اور خطبات پہنچاتا تھا۔لیکن آجکل بھی الفضل میں شائع ہونے والے خطبات اور حضور انور ایدہ اللہ کے ارشادات تراجم ہو کر مختلف زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں اور دین حق کی اشاعت میں خواہ وہ کسی ملک میں ہو رہی ہے، الفضل بھی اس کے اجر و ثواب میں شریک ہے۔ اور آج بھی یہ تاریخ احمدیت کا بنیادی مأخذ ہے۔

55 سال سے الفضل کا ساتھ ہے

مکرم خواجہ منظور صادق صاحب راولپنڈی

میری عمر اس وقت 70 برس ہے اور الحمدللہ کہ میں گزشتہ تقریباً 55 سال سے الفضل کا باقاعدہ قاری اور خریدار ہوں۔ اس طویل عرصہ میں الفضل میرے ساتھ ساتھ رہا ہے نہ الفضل نے مجھے چھوڑا اور نہ میں نے کبھی الفضل سے ناطہ توڑا۔ مجھے یاد ہے کہ میں ساتویں یا آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا جب الفضل میرا رفیق اور ہمسفر بنا اور تب سے اب تک برابر شریک سفر ہے اور انشاء اللہ تاحیات میں اسے اپنا رفیق اور جان سے عزیز دوست رکھنے کی کوشش کروں گا۔

ہم لوگ ہجرت کے بعد گرمولہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہوئے۔ اغلباً 59-1958 میں الفضل میرے زندگی میں شامل ہوا۔ اور جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ میری ایک متاع عزیز بن گیا۔ گرمولہ ورکاں میں جماعتی انتظام کے تحت ایک الفضل آتا تھا جو شیخوپورہ سے ڈاکیہ دیگر ڈاک کے ساتھ سائیکل پر لاتا تھا، یہاں ڈاک خانے کا کام مقامی پرائمری سکول کا ایک ٹیچر جزوقتی طور پر سرانجام دیتا تھا۔ ڈاک بعد دوپہر تقریباً 3 بجے آتی تھی اور میں الفضل کی انتظار میں سکول ماسٹر کے پاس ڈاکیہ کے لئے گھنٹوں چشم براہ رہتا تھا۔ ڈاک میں اگر کسی روز الفضل نہ ملتا تو مجھے بے حد مایوسی ہوتی جبکہ الفضل ملنے پر خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ میں فوراً اخبار وصول کرتا اور گھر لے جا کر جب تک اسے اول تا آخر پڑھ نہ لیتا اس وقت تک کسی اور کے ہاتھوں میں اس کے جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ یہ الفضل سے میرے محبت اور پیار کا ابتدائی زمانہ تھا اور شائد الفضل سے یہ عقیدت و محبت ہی تھی جو مجھے بعد ازاں شعبہ صحافت میں لے کر آئی اور پھر میری ساری عملی زندگی اسی شعبہ کی نذر ہو گئی۔

سکول و کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم سے فراغت کے بعد 1967ء سے تاحال ایک طویل عرصہ میں خاکسار کو مختلف قومی روزناموں میں سب ایڈیٹر سے لے کر جائنٹ ایڈیٹر، ایگزیکٹو ایڈیٹر اور ایڈیٹر کے اہم عہدوں پر کام کرنے کی توفیق ملی مگر دن رات کی مصروفیات کے باوجود الفضل ہمیشہ میری متاع عزیز رہا۔ میں اگر رات کو اڑھائی یا تین بجے بھی دفتر سے گھر آیا تو سونے سے پہلے الفضل کو ضرور پڑھا۔ یہ سچ ہے کہ میں نے الفضل سے بہت کچھ سیکھا اور الفضل کے طفیل بہت کچھ پایا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ "الفضل" میں میرا پہلا مضمون اس وقت چھپا جب میں نویں یا دسویں جماعت کا طالب علم تھا۔ اس مضمون کا عنوان تھا "عربوں نے ایرانیوں سے کیا سیکھا" یہ ایک مختصر سا تحقیقی مضمون تھا مگر الفضل نے اسے شائع کر کے میری ایسی ہمت بندھائی کہ اس کے بعد میں الفضل کا ہی ہو کر رہ گیا اور اب تک سوائے الفضل کے میں نے کبھی کسی اور اخبار یا جریدہ کو اپنی کوئی تحریر برائے اشاعت نہیں بھیجی اور نہ کبھی اس کی خواہش رہی جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ میری تقریباً نصف صدی قومی اخبارات کی دنیا میں گزری ہے۔

الفضل جماعت کا آرگن اور ترجمان ہونے کی حیثیت سے احمدیت اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک مستند تاریخ ہے۔ اسے جماعتی لٹریچر میں ایک اتھارٹی اور سند کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ خاکسار کو چند سال قبل "تاریخ احمدیت راولپنڈی" کی تدوین و اشاعت کے سلسلہ میں کچھ خدمت کی توفیق ملی اس کے لئے مجھے بار بار ربوہ جانے اور خلافت لائبریری میں گھنٹوں الفضل کی پرانی فائلوں کی ورق گردانی کرنے اور خوشہ چینی کا موقع ملا اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کوئی باک نہیں کہ الفضل نے اس اہم کام کی انجام دہی میں میری سب سے زیادہ مدد کی۔ "تاریخ احمدیت راولپنڈی" اس کار خیر میں بھرپور ساتھ دینے اور اہم کردار ادا کرنے کے لئے الفضل کی ممنون و شکرگزار ہے۔

الفضل روزانہ اور بلاناغہ پڑھنا میری زندگی کا معمول ہے آج کل جبکہ بعض انتظامی وجوہات اور پابندیوں کے باعث الفضل باقاعدگی سے نہیں مل رہا اور ہفتے ہفتے بعد الفضل کا بنڈل ملتا ہے۔ میں اس بنڈل کو اپنے سرہانے رکھتا ہوں اور جب تک ایک ایک کر کے سب کو پڑھ نہ لوں اس وقت تک یہ بنڈل میرے بستر کے قریب سائیڈ ٹیبل پر پڑا رہتا ہے۔ یہ میری زندگی کا معمول بن گیا ہے، میرے گھر دیگر قومی اخبارات بھی آتے ہیں مگر جو تسکین الفضل پڑھ کر ہوتی ہے وہ دوسرے اخبارات میں کہاں؟

الفضل ایک روحانی مائدہ ہے یہ اپنی اور اہل و عیال کی گھر بیٹھے تربیت کا ایک آسان اور مستقل ذریعہ ہے جو میرے گھر میں دستیاب ہے۔ اس میں شائع ہونے والے بیش قیمت مضامین ازدیاد علم کے علاوہ ازدیاد ایمان کا بھی باعث بنتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں شاید ہی کوئی اخبار 100 سال سے زائد عرصہ سے چل رہا ہو، یہ اعزاز صرف الفضل کو حاصل ہے جو مخالفین اور معاندین کی ریشہ دوانیوں، سازشوں، شرارتوں اور کئی خوفناک آندھیوں اور طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے قائم و دائم ہے اس کے کئی رقیب اور حاسد آندھی کی طرح اٹھے اور بگولوں کی طرح مٹ گئے مگر الفضل 100 سال سے جاری و ساری ہے، اللہ اسے نظر بد سے بچائے۔ (آمین)

محترم آغا سیف اللہ صاحب سابق مینیجر روزنامہ الفضل

مکرم نسیم سیفی صاحب کے ساتھ جیل میں ایک ماہ

1994ء میں الفضل اور ماہنامہ انصاراللہ پر ایک مقدمہ کے سلسلہ میں ہم پانچ احمدی مکرم و محترم نورمحمد نسیم سیفی صاحب، مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب، مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب، مکرم قاضی منیر احمد صاحب و خاکسار آغا سیف اللہ رمضان المبارک کے مقدس ایام میں جیل کی ایک تنگ و غلیظ بیرک میں قانون شکنی کے الزامات میں زیر حراست تھے۔ اسی تنگ سی بیرک میں خاصی تعداد میں غیر از جماعت افراد کو بھی رکھا گیا تھا۔ دینی اخوت کی لڑی میں منسلک باہم مودت اور خیر خواہی کے جذبات ہماری اذیت میں کمی کا باعث ضرور بنے ہوئے تھے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی تعلیم و تربیت و طبیعت کی مناسبت سے صلوٰۃ مکتوبہ (فرض نمازیں) کے علاوہ ادائیگی نوافل۔ ذکر الٰہی قرآن کریم کی تلاوت اور پرسوز دعاؤں میں لگن اختیار کرتے ہوئے فضل خدا کے طلب گار اور تبدیلی ایام ابتلاء کے متمنی تھے۔

گرچہ سیشن جج صاحب نے 295-c میں اپنی طرف سے اختیار ایف۔آئی۔آر میں اضافے کے ذریعہ سے ہمیں سزائے موت کے خوف میں مبتلا کرنا چاہا تھا لیکن پوری سچائی سے بیان ہے کہ ہم میں سے کسی کے اعصاب پر بھی یہ خطرہ محیط نہ ہوا تھا۔ قید کوٹھری کی تنگی اور تعفن سے ضرور تنگ تھے چونکہ اس کے عادی نہ تھے۔ صبر و شکیبائی ہمت و جرأت اور مستقل مزاجی و استقامت کی صفات اپنائے مومنانہ شان بے نیازی کا مظہر ہمارے بزرگ و محترم نسیم سیفی صاحب ہم سب کے لئے عزم صمیم اور ایمان راسخ میں ایک نمونہ تھے۔ بڑھاپے اور ضعف جسمانی کے باوجود صدق ایمانی و باطنی روحانی قوت کے سہارے ذہن و فکر کو جلا دیتے ہوئے لحاف لپیٹے بستر میں لیٹے چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر سامنے رکھے ہوئے (ہر قسم کے قیدیوں کی خرافات کو نظرانداز کئے) اشعار کی آمد کو قطعات کی صورت میں ریکارڈ کرتے جن میں پیش آمدہ حالات کی کیفیت اور اپنے علاوہ اشخاص کے تعامل اور نظریات کو بھی اعلیٰ انداز میں پُرمعنی اور بعض اوقات ذومعنی الفاظ کی صورت میں نظم میں ڈھالتے۔ آفرین اور خراج تحسین ہے اس مرد مجاہد کی قوت حوصلہ، برداشت اور صحت ایمانی و فکری پر چونکہ بجز اللہ جل شانہ پر اعتقاد محکم اور نظریات دینی میں پہاڑ جیسی استقلال طبع کے ضعف الاعضاء سرد و گرم چشیدہ شیخ عمر رسیدہ کے لئے یہ سب کچھ بظاہر ناممکن تھا۔

اہل قلم کے نزدیک محترم المقام نسیم سیفی صاحب فن شاعری کی نسبت سے قوت متخیلہ اور مضمون افروزی میں منفرد شخصیت شمار ہوتے تھے۔ ایسے لطیف احساسات اور طُرفہ صلاحیتوں کے حامل شاعر کا وحشتناک ماحول میں قید و بند کی زندگی گزارنا غیر معمولی اور المناک حادثہ ہے۔ اسی دکھ سے متاثر ہو کر مکرم و محترم خواجہ سرفراز احمد صاحب ایڈووکیٹ نے ایک موقعہ پر قید کوٹھری سے باہر کھڑے ہو کر سیفی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سیفی صاحب کاش میرے بس میں ہو تو میں آپ کی جگہ پر ہوتا اور آپ میری جگہ پر۔ قید کوٹھری کی صورت احوال ایسی ہوتی ہے کہ جس میں نہایت معمولی رنجش پر تہذیب و باہمی تکریم و تعظیم چند لمحات میں ہی عنقا ہو جاتی ہے۔

پس ایک شاعر اور معزز معروف شخصیت کا جس نے عظیم المرتبت سیاسی لیڈروں، سماجی راہنماؤں اور دانشور فلاسفروں سرکردہ علماء بلکہ افریقہ کے سربراہان مملکت اور بادشاہوں کو نہایت دلیری اور وقار کے ساتھ پیغام حق پہنچایا ہو اور مختلف ممالک میں اس کی ادبی و علمی اور دینی خدمات کی تعریف و ستائش ہوتی آئی ہو اور جماعت کے اندر بھی انہیں نہایت مؤقر اور محترم سمجھا جاتا ہو اور ان کی انتظامی صلاحیتوں کو بنظر استحسان دیکھا جاتا ہو۔

تو ایسے سعید وجود کا ایام اسیری کو پُرسکون اور معتدل انداز میں گزار لینا ایک خارق عادت وقوعہ ہی سمجھا جائے گا۔ اللہ کریم ان کے صبر و دینی حمیت کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کا ذکر خیر ان کی خدمات و ایثار و قربانی کے لحاظ سے ہمیشہ جماعت احمدیہ میں زندہ و تابندہ رہے۔ آمین

مکرم آصف احمد ظفر بلوچ صاحب

میں نے ایک صدی کے اخبار الفضل پڑھے ہیں

اس میں ہمارے خاندانی حالات، دادا کے کلام اور والد محترم کے مضامین بھی ہیں

میری خواہش تھی کہ میں اپنے نیک فطرت پڑدادا حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی رفیق حضرت مسیح موعود اور آپ کے جملہ خاندان کے سوانح یکجا کروں اور بچشم خود عہد رفتہ میں جھانک کر دیکھوں کہ روشنی اور روحانی ارتقاء کا یہ سفر کب کیسے اور کہاں کہاں سے گزرتا ہوا ہمارے عہد تک پہنچا ہے۔علاوہ ازیں ایک اور خواہش بھی تھی اور وہ یہ کہ میں اپنے دادا جان حضرت مولانا ظفر محمد صاحب ظفر سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ کے اردو، عربی اور فارسی کے کلام کو اکٹھا کروں اگرچہ آپ کا شعری مجموعہ ''کلام ظفر'' کے نام سے چھپ کر آپ کی زندگی میں ہی منظر عام پر آ گیا تھا۔مگر ہمیں اس کے نامکمل ہونے کا شدید احساس تھا۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ جماعت کے پرانے اخبارات اور رسائل دیکھے جائیں اور انہیں اس دور سے دیکھا جائے جب ہمارے پڑدادا حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی رفیق حضرت مسیح موعود اپنے بیٹے کو دینی تعلیم کے حصول کے لئے بعمر 13 سال 23 مارچ 1921 کو قادیان چھوڑ کر آئے تھے۔اس مقصد کے حصول کے لئے میں نے جنوری 1921ء کے الفضل اخبار سے اس کام کا آغاز کیا۔یہ الفضل ہی کا کمال اور اعجاز تھا کہ میں نے ہر گم گشتہ باب کو اس کے دامن میں محفوظ پایا۔خلافت لائبریری میں جا کر الفضل کی پرانی جلدوں کا مطالعہ گویا میرے معمولات کا حصہ بن گیا۔ایک جہان تھا جو مجھ پر کھلتا چلا گیا۔کہیں مربیان کے احوال، کہیں اعلان بیعت کہیں نومبائعین کے حالات، کہیں امتحانات کے اعلانات اور ان کے نتائج، کہیں ولادت کی خبریں، کہیں وفات کی، کہیں دعائیہ اعلانات اور کہیں نکاح مسنونہ وغیرہ وغیرہ اور بقول غالب مجھے یوں لگنے لگتا کہ :ع

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا

الفضل دیکھنے سے اپنے بزرگوں کے حوالے سے بہت سی ایسی باتیں علم میں آئیں جو پہلے معلوم نہ تھیں ذیل میں چند کا ذکر کرتا ہوں۔

1921ء کے اواخر میں مجھے حضرت حافظ صاحب کے بڑے بیٹے حکیم غلام محمد خان صاحب مندرانی کی بیعت کا اعلان ملا اس کے بعد 1922ء میں حافظ صاحب کے بڑے بھائی حضرت نور محمد خان صاحب مندرانی رفیق حضرت مسیح موعود کی وفات کا اعلان بھی میری نظروں سے گزرا۔

9 جولائی 1929ء کے الفضل میں دادا جان کے مولوی فاضل کے امتحان کا رزلٹ شائع شدہ دیکھا۔یہ وہی سال تھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی پہلی جبکہ آپ کی دوسری پوزیشن تھی اور اسی سال ہمارے پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ نے بھی مولوی کا امتحان پاس کیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ مجھے قادیان میں آپ کی جماعتی خدمات کے حوالے سے بھی معلومات ملتی رہیں۔الفضل 2 ستمبر 1934ء نے لکھا۔''شیخ یوسف علی صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اور مولوی قمر الدین صاحب اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری نے طبی مشورہ کے ماتحت علی الترتیب ایک اور دو ماہ کی رخصت حاصل کی ہے۔ان کی جگہ صوفی غلام محمد صاحب بی ایس سی اور مولوی ظفر محمد صاحب بطور قائم مقام کام کریں گے۔''اس کے علاوہ 7 جولائی 1936ء کے شمارہ میں یہ اعلان تھا کہ'' جمعیۃ الناطقین بالعربیہ کے ہفتہ وار اجلاس میں گزشتہ جمعہ کو جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب اور مولوی ابوالعطاء جالندھری، خیر الدین محمود دمشقی اور مولوی ظفر محمد صاحب نے عربی میں تقاریر کیں۔''

20 دسمبر 1945ء کے الفضل نے لکھا۔

''جامعہ احمدیہ کی طرف سے جناب مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری پرنسپل جامعہ احمدیہ، جناب مولوی ارجمند خان صاحب پروفیسر اور جناب مولوی ظفر محمد صاحب پروفیسر 20 دسمبر لاہور میں السنہ شرقیہ کے متعلق منعقد ہونے والی اورینٹل کانفرنس میں کانفرنس کی دعوت پر تشریف لے گئے۔''

بعض ایسے اعلان بیعت بھی میری نظروں سے گزرے جو ہمارے بہت ہی قریبی رشتہ داروں کے بزرگوں کے تھے جب یہ اعلانِ بیعت فوٹو کاپی کروا کر اُن کی نسلوں تک پہنچاتا تو وہ حیران ہوتے کہ ہمیں تو بالکل نہیں پتہ تھا کہ ہمارے بزرگوں نے کب بیعت کی تھی ایسے مضامین بھی میری نظروں سے گزرے جو ہمارے قریبی دوستوں اور رشتہ داروں کے بزرگوں کے تھے۔جو انہوں نے مختلف مواقع پر الفضل میں تحریر کئے ان کی فوٹو کاپی بھی ان کی نسلوں تک جب پہنچاتا تو وہ خوش ہونے کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے نوازتے اور حیران بھی ہوتے جیسے کوئی گمشدہ چیز ان کو مل گئی ہو۔

دیگر علماء سلسلہ کی جماعتی خدمات کے حوالے سے بھی بہت مفید معلومات ملتی رہیں کہ کس طرح انہوں نے حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے دادا جان کا کلام بھی مختلف تاریخوں میں ملتا رہا۔

خاکسار نے یہ تمام الفضل اخبار جنوری 1921ء سے لے کر اپنے دادا جان کی وفات اپریل 1982ء تک باقاعدگی سے دیکھے۔اس سارے عرصہ کے دوران جماعتی طور پر بھی میری معلومات میں بہت اضافہ ہوا ایسے لگتا تھا کہ میں جیسے اُسی دور میں پہنچ گیا ہوں۔

جنوری 1921ء سے اپریل 1982ء تک جب یہ اخبار میں دیکھ چکا تو میری دلچسپی اور شوق کا یہ عالم تھا کہ میں نے فیصلہ کیا کہ الفضل کے پہلے شمارے 18 جون 1913ء سے لے کر دسمبر 1920ء تک بھی الفضل دیکھوں جب میں نے اس دور کے اخبار دیکھنے شروع کئے تو 1915ء اور 1917ء کے الفضل میں مجھے حضرت مولوی محمد شاہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے بارہ میں بھی کچھ معلومات ملیں۔آپ ان دنوں آسنور کشمیر میں تھے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے مربی بنا کر کشمیر بھیجا تھا۔آپ کا شمار اولین مربیان سلسلہ کشمیر میں ہوتا ہے حضرت مولوی محمد شاہ صاحب اور حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی کی مساعی سے بستی مندرانی میں پندرہ مرد و زن احمدی ہوئے تھے آپ حضرت حافظ صاحب کے (رشتے میں) برادر نسبتی تھے اور بستی مندرانی کے رہنے والے تھے۔اسی عرصہ کے دوران 1918ء میں میری پڑدادی کی وفات کا اعلان بھی میری نظروں سے گزرا اس طرح 1913ء سے 1982ء تک جب میں نے مکمل الفضل دیکھ لئے تو پھر میں نے 1982ء سے بقیہ اخبار دیکھنے کا بھی فیصلہ کیا اور 31 دسمبر 2009ء تک الفضل کے تمام شمارے دیکھے اس تمام عرصہ کے دوران بھی میری معلومات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔باوجود اپنی کاروباری اور گھریلو مصروفیت کے میں **روزانہ صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک یہ وقت خلافت لائبریری میں گزارتا۔اس عرصہ کے دوران الفضل کے ساتھ ساتھ مجھے دیگر جماعتی اخبارات اور رسائل بھی دیکھنے کا موقع ملا۔**اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں یہ کہہ سکتا ہوں **کہ آج کی تاریخ تک پوری ایک صدی کے الفضل اخبار میری نظروں سے گزرے ہیں اور اس کام کو مکمل کرنے کیلئے مجھے تقریباً 2 سال کا عرصہ لگا۔**الحمد للہ علیٰ ذالک

جن مقاصد میں بھرپور کامیابی ملی اب میں اس کا مختصر ذکر کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنے دادا جان کے کلام کو کافی حد تک اکٹھا کرنے کا موقع ملا بعض ایسی نظمیں ملیں جو آپ کے کلام میں شامل ہی نہیں تھیں کچھ ایسی نظمیں بھی ملیں جو شامل تو ہیں لیکن نامکمل ہیں۔ ''کلام ظفر'' کے تیسرے ایڈیشن میں تمام نظموں کو شامل کرنے کا ارادہ ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ کے قرآن کریم کے حوالے سے بھی بعض علمی مضامین ملے جو آپ کی کتاب ''معجزات القرآن'' میں شامل کرنے کا ارادہ ہے۔اس کے علاوہ مجھے اپنے والد محترم ناصر احمد ظفر صاحب کے کچھ مضامین بھی ملے۔ 1953ء میں جب آپ جامعہ احمدیہ احمد نگر میں پڑھتے تھے تو اُس دور سے لے کر آپ کی زندگی تک مختلف اوقات میں مختلف مضامین الفضل میں شائع ہوتے رہے اس کے علاوہ مجھے میرے والد محترم کے نانا جان صوبیدار میجر (ر) حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے بارہ میں بھی کافی معلومات ملیں۔ 21 ستمبر 1939ء کے روزنامہ الفضل نے آپ کے بارہ میں لکھا۔

''صوبیدار ڈاکٹر ظفر حسن صاحب 34 سال نیک نامی کے ساتھ ملازمت کرنے کے بعد انڈین ملٹری ہسپتال چھاؤنی بکلوہ سے ریٹائر ہو کر آ گئے ہیں ملازمت کے دوران میں انہوں نے متعدد میڈل اور بہادر کا خطاب حاصل کیا۔''نیز اپنے والد محترم کے خالو محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر آف ڈیرہ غازیخان کی دینی اور علمی خدمات کے بارہ میں بھی بہت مفید معلومات ملیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے بستی مندرانی، بستی بزدار، کوٹ قیصرانی کے وہ تمام بزرگ جو حضرت مسیح موعود کے رفقاء تھے اور جن کے نام ہم نے اپنے بزرگوں سے سن رکھے تھے۔اس کے علاوہ ان بزرگان کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا ان کے بارہ میں بھی بے شمار مفید معلومات ملیں۔ ان کے حالات زندگی، ان کی وفات کے بعد الفضل اور دوسرے رسائل اور اخبارات میں بھی شائع ہوئے جو میرے ذریعے اُن کی نسلوں تک بھی پہنچے۔سب سے بڑھ کر مجھے اپنے پڑدادا حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی رفیق حضرت مسیح موعود کے بارہ میں کافی معلومات ملیں جن کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی نعمت سے نوازا۔ان معلومات کی وجہ سے آپ کی پوری نسل میں سے اپنے والد صاحب کے بعد صرف مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ روزنامہ الفضل میں آپ کے کچھ حالات لکھنے کا موقع ملا۔یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اخبار الفضل دیکھنے اور پڑھنے کی وجہ سے ہی ممکن ہوا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس اخبار کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقیات سے نوازے تا آئندہ بھی الفضل کا یہ فیض ہم تک پہنچتا رہے۔آمین

روزنامہ الفضل کے سو سال مبارک ہوں

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و تندرستی درازی عمر کے لئے دعا گو ہیں

منجانب:

محمد جاوید بٹر زعیم انصار اللہ کرتو

و مجلس انصار اللہ کرتو

تحصیل مرید کے ضلع شیخوپورہ

خلیفہ وقت کا مہربان وجود
ہم سب احمدیوں کیلئے نعمت عظمیٰ ہے

چوہدری ڈاکٹر نعیم انور

قائد ضلع و اراکین عاملہ

و اراکین خدام الاحمدیہ ضلع

و اراکین اطفال الاحمدیہ ضلع

و قائدین مجلس خدام الاحمدیہ

ضلع بہاولپور

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر ادارہ الفضل اور تمام جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں

Waqar Brothers
Engineering Works

Surgical & Arthopedic instruments

W.B

Shop No.6 Shaheen Market Madni Road Mustfa Abad Dhurm pura Lahore

0300-9428050,0312-9428050

انگلینڈ جرمنی، کینیڈا، آسٹریلیا سمیت تمام ملکوں میں کوریئر بھجوانے کا مناسب ریٹ پر انتظام موجود ہے۔ احمدی احباب کے لئے خاص رعایت۔

نیز پک اینڈ ڈراپ کی سہولت موجود ہے۔

Tayyab Ahmad
Express Center Incharge
0321-4738874

INTERNATIONAL COURIERS & CARGO SERVICES

Lahore:

Al-Riaz Nursery D-Block Faisal Town Main Peco Road Lahore.Pakistan

PH:0092 42 35167717, 37038097

Fax:0092 42 35167717

35175887

مکرم ریاض احمد باجوہ صاحب۔ میر پور خاص

ایک نومبائع اور الفضل کے پروف ریڈر کی یادداشتیں

میرا راہنما۔ میرا مربی اور میرا سایہ دار درخت الفضل

میری عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے احمدیت کے نور سے منور فرمایا۔ میرا راہنما کوئی نہ تھا سوائے قادر مطلق خدا تعالیٰ کے۔ اسی نے مجھے خوابوں، قبولیت دعا اور تکمیل خواہشات کے ذریعہ احمدیت کی طرف مائل فرمایا۔

ایک رات میں اپنے گھر کی چھت پر سونے کے لئے لیٹا ہوا تھا کہ میں نے جاگتے ہوئے ایک نظارہ دیکھا کہ ایک وجود جو کہ کامل طاقتوں کا مظہر ہے آسمان سے زمین کی طرف آرہا ہے۔ میں نے گمان کیا کہ یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔ جب وہ وجود زمین اور آسمان کے درمیان پہنچا تو میں نے خود سے کہا کہ یہ فرشتہ تو نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا پاک وجود ہے۔ وہ وجود میرے پاس آیا اور میرے قریب آکر دایاں ہاتھ بلند کیا (جس طرح طمانچہ مارنے کا ارادہ ہو) اور کہا ''تو نے احمدی ہونا ہے یا نہیں''؟

یہ نظارہ میرے لئے دل ہلا دینے والا تھا۔ اگلے روز خوف و رجاء کی کیفیت میں میں اپنے آبائی گاؤں قاضی پہاڑنگ کی مسجد میں نماز عصر ادا کرنے گیا تو اس وقت میں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے علم نہیں کہ کس طرح احمدی ہونا ہے۔ اگر احمدیت سچی ہے تو کسی ایسے آدمی کو بھیج جو مجھے بتا سکے کہ احمدی کیسے ہونا ہے۔ جب دعا کرنے کے بعد میں مسجد کے صحن میں آیا تو عین اسی وقت ایک احمدی شخص مسجد کے قریب سے گزر رہا تھا، اس نے منادی کی کہ کل ہمارے مربی تشریف لائیں گے اور نماز عشاء کے بعد خطاب کریں گے۔ جو چاہے آکر خطاب سن سکتا ہے۔ یہ بارشوں کا موسم تھا۔ ہمارے گاؤں کے اندر سے ہی ایک نالہ جسے ڈیک کہا جاتا ہے گزرتا ہے۔ یہ برساتی نالہ ہے اور جب بارش ہو تو آس پاس کے دیہات بھی زیر آب آجاتے ہیں۔ ڈیک میں طغیانی آئی ہوئی تھی اور ہمارا گاؤں تو ایک کشتی کی مانند سیلاب میں تیر رہا تھا۔ گاؤں کے چار اطراف دور دور تک پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ ایسے میں کسی کا وہاں پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ امر محال نظر آتا تھا اور کسی اجنبی کا آنا تو وہم و گمان سے بھی بعید تھا۔ ان تمام نامساعد حالات کے باوجود اگلے روز ایک احمدی خادم مکرم خورشید احمد صاحب سیالکوٹی نمائندہ الفضل ربوہ عصر کے وقت ہمارے گاؤں قاضی پہاڑنگ پہنچے۔ میں اس روز تو انہیں نہ مل سکا لیکن اگلے روز میری ان سے ملاقات ہوئی۔ وہ دلائل کے ساتھ مجھے صداقت احمدیت سمجھانے لگے۔ میں نے عرض کی اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ خوابوں کے ذریعہ صداقت احمدیت سے آگاہ فرما چکا ہے۔ آپ بس یہ راہنمائی فرما دیں کہ میں کس طرح احمدی ہوسکتا ہوں؟ آپ نے مجھے بیعت فارم دیا، میں بیعت فارم لے کر گاؤں کی مذکورہ مسجد میں چلا گیا، دعا کی اور وہیں بیٹھ کر بیعت فارم پر کیا اور مکرم خورشید احمد صاحب سیالکوٹی نمائندہ الفضل کو دے دیا۔ انہوں نے میرا یہ خط حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ارسال کردیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد حضور کی طرف سے منظوریِ بیعت کا خط خاکسار کو ملا چنانچہ اس طرح محض خدا تعالیٰ کے فضل سے میں امام وقت کی جماعت میں شامل ہوگیا۔

قبولِ احمدیت کے بعد گاؤں میں میری مخالفت بڑھنے لگی جس کی وجہ سے میری علمی، عملی، اعتقادی اور روحانی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت تھی جو کہ قاضی پہاڑنگ میں رہتے ہوئے ممکن نہ تھی۔ میں نے ربوہ ہجرت کا پروگرام بنایا اور آخر ربوہ آہی گیا۔ یہاں میں برادرم مکرم ظہور احمد باجوہ صاحب کے ہاں رہائش پذیر ہوا۔ میرا ان سے خونی رشتہ یہ تھا کہ ہمارے پڑدادا ایک ہیں اور دوسرا لیکن سب سے اہم اور نیا تعلق یہ تھا کہ ہم دونوں ایک ایسے وجود کے ماننے والے تھے جس نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی کہ ''تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد9 صفحہ 13)۔ چنانچہ 1960ء کی دہائی کے پہلے پانچ سال میں نے آپ کے گھر میں ہی ایک فردِ خاندان کی حیثیت سے گزارے۔ ان کی خاص توجہ اور تربیت کی وجہ سے مجھے جماعت احمدیہ کے بزرگوں اور ربوہ کی علمی و ادبی مجالس سے فیضیاب ہونے اور اپنی اخلاقی اور روحانی حالتوں کو سدھارنے اور سنوارنے کے مواقع حاصل ہوئے اور جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ میں بحیثیت ناظم اطفال اور زعیم حلقہ دارالصدر غربی (ب) خدمت کی توفیق ملی۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ میں بحیثیت پروف ریڈر روزنامہ الفضل ربوہ سے منسلک ہوگیا۔ میری بیعت میں بھی الفضل کا یہ کردار تھا کہ مجھے جس شخص کے ذریعہ بیعت کی توفیق ملی وہ الفضل کا ہی نمائندہ تھا اور اب جب میں اپنی اس روحانی ولادت میں تربیت کے مراحل سے گزر رہا تھا تو ایک دفعہ پھر الفضل نے میری زندگی میں اہم کردار ادا کیا۔ الفضل میں پروف ریڈر کے طور پر تقرری کے نتیجہ میں میری علمی، تعلیمی، تربیتی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کا باقاعدہ دور شروع ہوگیا۔ میں تقریباً چار سال اس خدمت پر رہا اور اس دوران روزنامہ الفضل نے اور اس کے عملہ کے حسن سلوک نے میری تعلیم و تربیت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میری تربیت کا اس وقت سب سے بڑا ذریعہ اگر کوئی تھا تو الفضل ہی تھا تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ جس وقت دفتر الفضل میں میری تقرری بطور پروف ریڈر ہوئی اس وقت جو عملہ تھا ان میں سے چند کے نام مجھے یاد ہیں جو یہ ہیں:

مکرم روشن دین صاحب تنویر (ایڈیٹر)، مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی (اسسٹنٹ ایڈیٹر)، مکرم خورشید احمد صاحب (اسسٹنٹ ایڈیٹر)، مکرم گیانی عباد اللہ صاحب (مینیجر)، مکرم احمد حسین صاحب (ہیڈ کاتب)، مکرم سردار احمد صاحب (کاتب) مکرم محمد یعقوب صاحب (کاتب)

میرے مشاہدے کے مطابق دفتر روزنامہ الفضل کے تمام کارکنان بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ ان میں سے ہر فرد بڑی فرض شناسی، دلجمعی، لگن اور محبت و عشق سے اپنے فرائض ادا کرنے والا تھا۔ وہ بخوبی ادراک رکھتے کہ وہ ایک ایسے اخبار کے لئے کام کر رہے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں ترقی کے زینے عبور کرنا سکھاتا ہے، جو پڑھنے والوں کو خدا تعالیٰ اور اس کے برگزیدوں کے عشق سے روشناس کرتا ہے، جو قرآن کریم کی روشنی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف کچھ اس طرح سے راہنمائی کرتا ہے کہ اسے پڑھنے والے کو نیکی اور بدی کی راہیں صاف طور پر نظر آنے لگتی ہیں۔

پس یہ میری روحانی ولادت کے ابتدائی ایام تھے جو ربوہ کی پاک فضاؤں میں الفضل جیسے سایہ دار درخت کے نیچے گزرے اور مجھے سیکھنے کو بہت ملا۔ بطور پروف ریڈر میں الفضل کو ایک بار نہیں بار بار پڑھتا تھا یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کرام کی پاکیزہ تحریرات اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے تازہ بتازہ ارشادات، خطبات و خطابات پڑھنے کو ملتے اور اتنی دفعہ پڑھتے کہ جزو بدن بن جاتے تھے۔ اس وقت میری عمر 74 سال ہوچکی ہے لیکن ان تحریرات کا اثر آج بھی میرے رؤاں رؤاں میں سمویا ہوا ہے۔ وہ وقت آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا مربی میرا الفضل ہے۔

الفضل کے ساتھ میرا رشتہ بطور پروف ریڈر تقریباً چار سال تک قائم رہا۔ بعدہٗ مجھے مختلف جماعتی دفاتر میں بطور کارکن خدمت کی توفیق ملی اور پھر مجھے نظارت زراعت کے تحت سندھ بھجوا دیا گیا۔ اب میں الفضل کو ایک پروف ریڈر کے طور پر نہیں بلکہ ایک قاری کی حیثیت سے پڑھتا تھا۔ اپنے پیارے مرکز سے دور یہ ایک واحد ذریعہ تھا جو مجھے دربارِ خلافت، بزرگان جماعت اور ربوہ جیسی حسین بستی سے جوڑے رکھتا تھا اور الحمدللہ آج تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ میری زندگی میں کئی موڑ آئے، کئی تبدیلیاں ہوئیں لیکن اس روحانی سرچشمہ نے مجھے ہمیشہ فیضیاب کیا۔ پھر صرف یہی نہیں بلکہ میری مشکلات میں میرے لئے احباب جماعت کے جو دعاؤں کے انمول تحائف الفضل لایا جن کے نتیجہ میں میری مشکلات دور ہوئیں، یہ سب الفضل کے بغیر ممکن نہ تھا۔ طوالت کے خوف سے صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ میرا بیٹا ندرت ریاض بیمار ہوگیا یہاں تک کہ ڈاکٹرز نے جواب دے دیا۔ لیکن پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی دعائیں ہمارا سہارا تھیں۔ اسی طرح الفضل میں بھی بار بار اعلان دعا شائع ہو رہا تھا۔ اس اعلان کے نتیجہ میں ہم نے احباب جماعت کی دعاؤں کو خوب سمیٹا۔ ایسے ایسے لوگ تیمارداری کے لیے آئے جنہیں میں جانتا تک بھی نہ تھا۔ آخر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کی دعاؤں کو سنا اور میرا بیٹا الحمدللہ تندرست ہوگیا۔ پس یہ الفضل کی ہی برکات تھیں کہ میری تکلیف ساری جماعت کی تکلیف بن گئی اور ساری جماعت میرے لیے مجسم دعا بن گئی جس کا ثمرہ غیر ممکن کا ممکن ہو جانے سے حاصل ہوا۔

مکرم محمود احمد سلیم صاحب۔ ربوہ

روحانی تریاق

الفضل ایک ایسی حقیقت ہے جو خدا کے فضل سے احباب جماعت کی روحانی، تعلیم و تربیت کا اہم ذریعہ ہے۔ الفضل روحانی تریاق اور تشنہ روحوں کے لئے آب حیات ہے۔ خدا کے فضل سے واحد اخبار ہے جس سے روحانیت کے چشمے پھوٹتے اور زم زم کی نہریں بہتی ہیں۔ جو میرے جیسے لاکھوں کمزور انسانوں کی راہنمائی کا گوہر نایاب ہے۔ الفضل موجودہ مشکلات میں احمدیوں کے حوصلوں کو بلند رکھنے کا اہم ذریعہ ہے۔

خدا کے فضل سے الفضل کا اپنا ایک معیار ہے اور سچائی اور پاکدامنی کا روشن مینار ہے۔ جس کی مہک گلاب کی طرح دل و جان اور ذہن کو معطر کرتی ہے۔ الفضل کا روحانی پودا روحانی ہاتھوں سے اور اشکوں کی برسات سے سیراب ہوا تھا۔

الفضل تقسیم کرنے والے ایک ہاکر کی ہڈ بیتی

آپ بیتی تو قارئین اکثر پڑھتے ہی ہیں۔ ہڈ بیتی کم ہی پڑھنے کو ملتی ہے جس میں کسی شخص کے جسمانی اعضا یعنی ہڈ سِکے گئے ہوں۔ یہ کہانی اس شخص کی ہے جو اخباری صنعت کی زنجیر کا آخری سرا ہے یعنی ایک ہاکر کی ہے۔ جو گھر گھر ہر قسم کی موسم کی تلخی برداشت کر کے قارئین کی علمی و معلوماتی تسکین کے لئے کافی لمبا پینڈا کاٹ کر اخبار پہنچاتا ہے۔ یہ ہڈ بیتی فیصل آباد کے ہاکر میاں اصغر علی کی ہے۔ جنہیں چند ہفتے پہلے نام نہاد علماء اسلامی اور ان کے حواریوں نے ان کے ہڈ سیک کر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑے۔

فیصل آباد کے اس ہاکر کو اسلام کی سربلندی کا علم اٹھانے والوں نے مارا تا کہ ان کا ایمان تازہ رہے۔ اگرچہ آئین پاکستان احمدیوں کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ اس واقعے کی ایف آئی آر کٹ چکی ہے۔

مجھے اس واقعہ سے پہلے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ گزشتہ دو ماہ سے میری نقل و حرکت کا جائزہ لے رہے تھے کہ میں کن کن راہوں سے جاتا ہوں اور مخصوص اوقات میں کن گلیوں میں سے گزرتا ہوں۔

میں پندرہ دن پہلے جب ایک احمدی کے گھر دستک دے رہا تھا کہ روزنامہ الفضل اس کے حوالے کروں تو اچانک ایک مدرسے کا طالب علم مجھے ملا اور کہنے لگا مجھے بھی ایک الفضل خریدنا ہے میں نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی فالتو پرچہ نہیں ہوتا۔ میرے پاس مقررہ تعداد میں پرچے ہوتے ہیں۔ جو مستقل خریداروں کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ تھوڑا سا اصرار کر کے چلا گیا۔ ابھی میں چند قدم چل کر دوسرے گھر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ایک داڑھی والے صاحب نے مجھ سے الفضل طلب کیا۔ میں نے انہیں بھی پہلے والا جواب دیا۔ ابھی میں اپنے اگلے مقام کی طرف بڑھا ہی تھا تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرا پیچھا کر رہا ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک دوسرا مولوی میرے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ میں نے اپنی سائیکل کی سپیڈ تیز کر دی۔ مگر اس نے اپنے موبائل پر اپنے دوسرے ساتھی کو اطلاع کی جس نے چند گز آگے سے آ کر مجھے دبوچ لیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک موبائل تھا اور اطراف میں چھپے ہوئے اپنے ساتھیوں کو بلا لیا۔ چنانچہ اطراف سے آنے والے دس مولویوں نے مجھے گھیر لیا اور میں مجبوراً سائیکل سے اتر گیا۔ ان لوگوں نے مجھے سختی سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے قریبی مسجد میں لے گئے۔ سائیکل کے دونوں پہیے پنکچر کر ڈالے۔ میرا اخباروں کا تھیلا چھین لیا۔ مسجد میں جہاں اس کے ساتھی مولانا اپنے حواریوں سمیت بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پچاس ساٹھ مدرسے کے مولوی طالب علم وہاں جمع ہوئے۔

پہلے تو مسجد کے مولانا نے مجھے برا بھلا کہا۔ اس کے بعد مسجد سے باہر نکال کر انہوں نے اپنے جہاد کا آغاز کرتے ہوئے مجھے گھونسوں مکوں سے مارا اور لاتیں مجھ پر برسائیں۔ بڑی مہارت سے انہوں نے مجھے کئی مرتبہ زمین سے اٹھا کر زمین پر پٹخا۔ مجھے اس وقت رسول کریم ﷺ کے طائف کا واقعہ یاد آ گیا۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی یا رب میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہوں۔ خدا نے میری دعا اس وقت سن لی۔ جب مولانا تھک گئے کیونکہ وہ انسان ہی تھے تو انہوں نے اپنے خاص حواریوں کو جہاد میں حصہ لینے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد انہوں نے مدرسے کے مولوی حضرات کو جہاد میں حصہ لینے کا یہ طریق نکالا کہ مدرسے کے تمام طلباء کو اغلباً پچاس کے قریب ہی تھے کہا کہ لائن میں کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ ہر نوجوان باری باری اللہ اکبر کا نعرے لگاتا ہوا حسب توفیق جہاد میں حصہ لیتے ہوئے میرے سر پر جوتے مارتا چلا گیا اور ننگی گالیاں بھی دیتا گیا۔ مولانا نے اپنے جاں نثاروں سے اس خواہش کا ذکر بھی کیا کہ اس کافر کے بچہ کے منہ میں پیشاب کرو۔ تاہم وہ بچے کھلی جگہ پر بے حیائی پر آمادہ نہ ہوئے۔ نوجوان لڑکوں نے اپنے جہادی کمانڈر کی نگرانی میں جہاد لڑا اس جہاد و فساد کی خبر قریب کے کسی شریف انسان کو ہوئی اس نے پولیس کو بلایا پولیس کی دو تین گاڑیاں پہنچ گئیں اور مجھے زبردستی وہاں سے نکال کر وین میں ڈال کر تھانے لے آئیں۔

چند لمحوں میں یہ مولانا اور ان کے حواری پہنچ گئے اور پولیس پر دباؤ ڈالنے لگے کہ میرے خلاف توہین رسالت اور تقسیم لٹریچر کا مقدمہ بنایا جائے۔ شاید پولیس نے بھی اتفاق کر لیا کہ مجھ سے اسلام کو خطرہ ہے لہٰذا پولیس کو ان کی باتیں ماننا پڑیں اور میرے خلاف ایف آئی آر کٹ گئی۔ میں پہلے حوالات میں رہا اور بعد میں جیل بھیج دیا گیا۔ معاشرے میں بہت سے انصاف پسند ہوتے ہیں ان کی بدولت میری ضمانت منظور ہوئی اور میں رہا ہوا۔

(ہفت روزہ لاہور 7 اگست 2010ء ص10)

دفتر الفضل کے قدیم ترین خدمت گار

آپ نے دفتر کے لئے آتے اور جاتے ہوئے ایک لاکھ کلومیٹر سے زائد سائیکل چلایا

دفتر کا نظام تمام کارکنان کے حسن و خوبی سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے سے ہی بہتر طور پر چل سکتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے کارکنان اکثر نیک نیت اور وقت کی قربانی سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف کار رہتے ہیں۔ لیکن بعض افراد کو غیر معمولی خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ اس کی ایک مثال دفتر روزنامہ الفضل کے ایک مددگار کارکن محترم چوہدری غلام رسول صاحب آف احمد نگر ہیں۔

آپ 1939ء میں رام غوث گڑھ ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مکرم شیر محمد صاحب اور والدہ کا نام مکرمہ زینت بی بی صاحبہ تھا۔ آپ کے والد مکرم شیر محمد صاحب کے کزنز نے احمدیت قبول کی اور پھر ان کے ذریعہ سے جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے گئے اور پھر حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو گئے۔ مکرم غلام رسول صاحب پیدائشی احمدی ہیں۔ آپ نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد احمد نگر میں رہائش اختیار کی اور یہیں پر تعلیم حاصل کی اور 1954ء میں جامعہ احمدیہ میں بطور مددگار کارکن جماعت کی خدمت کا آغاز کیا۔ قریباً ایک سال تک آپ نے جامعہ احمدیہ میں خدمات کیں اور یکم نومبر 1955ء میں آپ کی روزنامہ الفضل میں ڈیوٹی لگا دی گئی۔ اس کے بعد تا حال آپ اسی دفتر میں مفوضہ امور سرانجام دے رہے ہیں۔

دفتر روزنامہ الفضل میں پہلے آپ کی ڈیوٹی مینیجر روزنامہ الفضل مکرم عباد اللہ گیانی صاحب کے ساتھ لگی۔ 1966ء میں ایڈیٹر روزنامہ الفضل مکرم روشن دین تنویر صاحب کے ساتھ آپ کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ 1966ء سے لے کر 1982ء تک آپ ہر روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی صحت کے متعلق اطلاع لے کر آنے کی ڈیوٹی دیتے رہے۔ آپ روزانہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے دفتر جاتے اور اطلاع لینے کے انتظار میں وہیں بیٹھتے۔ بعض اوقات حضور کی مصروفیات اور دوسری وجوہ کی بناء پر آپ کو ساڑھے گیارہ بجے تک خبر ملتی۔ آپ جب تک اطلاع لے کر نہ آتے اس وقت تک الفضل کا ٹائٹل پیج پریس نہیں جاتا تھا۔ آپ کے آنے کے بعد کاپی تیار ہوتی اور پھر مکرم غلام رسول صاحب خود ہی کاپی پریس چھوڑ کر آتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے علاوہ حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی صحت کی اطلاع بھی حاصل کرتے اور دفتر پہنچاتے تھے۔ اس کام کے سلسلہ میں آپ محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہتے۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی صحت کی اطلاع محترم صاحبزادہ صاحب موصوف ہی تحریر کر کے دیا کرتے تھے۔

محترم غلام رسول صاحب بتاتے ہیں کہ اطلاع لینے کے لئے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری صبح 9 بجے پہنچ جاتا تھا۔ اگر کسی دن اطلاع ملنے میں دیر ہو جاتی اور میں دفتر الفضل فون کر کے پوچھتا تو ایڈیٹر صاحب مجھے ہمیشہ یہی فرماتے کہ جب تک اطلاع مل نہیں جاتی انتظار کریں اور صحت کے متعلق اطلاع لے کر ہی آئیں۔

آپ گزشتہ 58 سال سے دفتر الفضل میں خدمات کرنے کی توفیق پا رہے ہیں اور اب جبکہ آپ کی عمر 74 سال تقریباً ہے۔ روزانہ اپنے گھر واقع احمد نگر سے سائیکل پر دفتر آتے ہیں۔ اس طرح آپ نے قریباً ایک لاکھ 30 ہزار کلومیٹر سے زائد سائیکل چلایا ہے۔ آپ آج بھی خدمت کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی صحت میں برکت دے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مرتبہ: محمد رئیس طاہر صاحب

صبحِ جمال

یہ ہے سبھی کے لئے اک حسین صبحِ جمال
فروغ حق و صداقت ہے اس کا حسن و کمال

کہاں ہے دنیائے علم و ادب میں ایسا نگیں
کہاں ہے سارے زمانے میں اس کی کوئی مثال

جبین وقت پہ روشن ہیں اس کی تحریریں
نہیں ہے جن کے مقدر میں کوئی خوفِ زوال

یہ وہ حسین دبستاں ہے عقل و دانش کا
کہ جس کی خوشبو سے مہکی ہے بزمِ فکر و خیال

سبھی کو دیتا رہا ہے یہ زندگی کی نوید
یہ کرتا آیا ہے سب کو سکوں سے مالا مال

یہ ترجماں ہے صداقت کا ہر زمانے میں
خدا کے فضلوں نے بخشا ہے اس کو استقلال

یہ اپنی ذات میں عزم و یقیں کا مظہر ہے
عظیم جہدِ مسلسل ہے اس کا ماضی و حال

نبھا رہا ہے یہ فرضِ وفا کو جرأت سے
بنا ہوا ہے یہ ہمت کی ایک آہنی ڈھال

خدا کے زندہ نشانوں کا اک امین ہے یہ
ہیں اس کے سامنے شاہوں کے سب عروج و زوال

ہیں اس کا حسن خدا اور رسولؐ کی باتیں
بس ایک چاہ میں گزرے ہیں اس کے ماہ و سال

ہمیش جاری رہا اس کا عظمتوں کا سفر
عدو کے سینے میں اٹھتے رہے ہزار ابال

ملا ہے اس کو ثمر اس کی استقامت کا
کہ آج شان سے پورے ہوئے اسے سو سال

یہ ''الفضل'' جو ہے اللہ کا فضل ہم پر
ہے یہ فراست فضلِ عمر کی زندہ مثال

بہارِ حسنِ خلافت سے مالامال ہے یہ
وہیں سے اس کو ملا ہے یہ سارا حسن و جمال

دلوں میں پیار جگانا ہے اس کا عزمِ صمیم
یہ چاہتوں کے سبھی سلسلے کرے گا بحال

اب اس کے فیض سے جاگیں گے بے خبر اک دن
یہی تو دور کرے گا سبھی کے حُزن و ملال

منا رہے ہیں ہم اک اور جشن صد سالہ
خوشی سے اہلِ وفا ہو رہے ہیں آج نہال

یہ اپنے نور سے ہر دور کو ضیاء بخشے
خدا کرے کہ یہ زندہ رہے ہزاروں سال

عبدالصمد قریشی

☆☆☆☆☆☆☆

نتیجہ مقابلہ مقالہ نویسی

(بسلسلہ صد سالہ تقریبات روزنامہ الفضل)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزنامہ الفضل نے 18 جون 2013ء کو اپنا سو سالہ سفر الٰہی برکات کو سمیٹتے ہوئے اور خلافت احمدیہ کی آواز کو دنیا میں پھیلاتے ہوئے مکمل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ آنے والی صدیوں میں اس کو ہر شر سے بچائے اور یہ اخبار تا قیامت احمدیوں اور نیک روحوں کے ایمانوں اور قلوب کو سیراب کرتا رہے اور اس کی اشاعت دائم جاری ہے۔

اس سلسلہ میں ادارہ الفضل کی طرف سے احباب جماعت کو مقالہ نویسی کے مقابلہ کی دعوت دی گئی تھی۔ احباب نے ذوق وشوق سے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ ان کے نتائج درج ذیل ہیں۔

☆ مکرم عبدالباسط صاحب بقاپوری کینیڈا۔ اول
☆ مکرم مشہود آصف صاحب ربوہ۔ دوم
☆ مکرم مرزا سفیر احمد صاحب ربوہ۔ سوم

اگلی نمایاں پوزیشنز حاصل کرنے والوں کے نام یہ ہیں

☆ مکرم ارسلان احمد فخر صاحب ربوہ
☆ مکرم اسرار احمد ناصر صاحب ربوہ
☆ مکرمہ جویریہ عنبر صاحبہ ربوہ
☆ مکرمہ درثمین خان صاحبہ لاہور
☆ مکرم انتصار احمد زکی صاحب اسلام آباد
☆ مکرم رانا غلام مصطفیٰ منصور صاحب کراچی
☆ مکرمہ ناصرہ ایوب صاحبہ ربوہ
☆ مکرم محمد اقبال بسراء صاحب لاہور

اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین

(الفضل 27 مئی 2013ء)

....

اسلامیات کے پرچہ میں اول آتا رہا

مکرم منیر احمد ملک صاحب ۔امریکہ

جب سے خاکسار نے ہوش سنبھالا ہے روزنامہ الفضل کو زندگی کا جزو بنے دیکھا ہے۔ابھی چھوٹا تھا اور لڑکپن کے زمانہ میں داخل ہو رہا تھا اس وقت والدین لاہور میں رہائش پذیر تھے اور روزانہ صبح یہ نظارہ دیکھتا جو میرے ذہن پر نقش ہوگیا کہ محترم والد صاحب علی الصبح نماز فجر بیت اسلامیہ پارک لاہور میں ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لاتے اس وقت گھر آکر جس چیز کا انتہائی شدت اور بے چینی سے انتظار کر رہے ہوتے وہ الفضل اخبار تھا۔ جو ہر صبح ہمیں ملتا تھا اور میں جونہی اخبار لانے والے کی آواز سنتا تو فوراً بھاگ کر دروازہ پر پہنچ جاتا اور الفضل اخبار اٹھا کر اپنے والد صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ جس سے وہ بہت خوش ہوتے۔الفضل اخبار ملتے ہی والد صاحب اس میں محو ہو جاتے اور جب ہم سب بہن بھائی جو تعداد میں پانچ تھے سکول جانے سے قبل باورچی خانہ میں والدہ صاحبہ کے پاس ناشتہ کے لئے جمع ہوتے تو والد صاحب سب سے اول الفضل سے حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت سے متعلق خبر پڑھ کر سناتے اور پھر پہلے صفحہ پر شائع شدہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں سے اقتباس پڑھ کر سناتے جو ہمیشہ یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا کہ ایک اچھے احمدی کی حیثیت سے اس زمانہ کے امام ہم سے کیا توقع رکھتے ہیں اور پھر خاکسار انہی خیالات میں گم اپنے سکول کے لئے روانہ ہو جاتا۔سکول سے واپسی پر گھر آکر دیکھتا کہ والد صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں نے شام تک ساری الفضل کا ایک ایک لفظ پڑھ لیا ہوتا اور ان میں سے ایسی تحریر جو بچوں سے متعلق ہوتیں ان کی نشاندہی کر کے والدہ صاحبہ مجھے پڑھنے کے لئے ترغیب دلاتیں اور یہی ہر روز کی روٹین تھی جس سے الفضل پڑھنے کا شوق بھی پیدا ہوا۔پھر محض خدا کے فضل ورحم کے ساتھ قائم رہا اور بڑھتا گیا اور الفضل سے پیار محبت اور لگن کا سلسلہ جاری وساری ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔

پیشتر اس کے کہ میں یہ تحریر کروں کہ ''الفضل'' نے خاکسار کی زندگی میں کیا کردار ادا کیا میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھوں گا جو الفضل سے متعلق ہے اور جس واقعہ نے اس وقت طفل کی حیثیت سے خاکسار پر گہرے نقوش چھوڑے اور اس کے اثرات دل ودماغ پر حاوی ہوگئے ۔یہ واقعہ اس دور کا ہے جب ہم سب بہن بھائی تعلیم کے مختلف مدارج میں کالج اور سکول میں ہمہ تن مصروف تھے اور تعلیم کے سارے اخراجات کا بوجھ والد صاحب کے اکیلے کندھوں پر تھا اور یہ سارے گھریلو اخراجات ماہانہ آمد سے بڑھنے کے باعث اباجی کی طبیعت پر بوجھ کا احساس تھا جس کا ذکر والد صاحب نے اپنے ایک قریبی دوست سے مشورہ کے لیے کیا جس نے اخراجات کو کم کرنے کے لئے باقی باتوں کے ساتھ یہ ذکر بھی کیا کہ الفضل اخبار کی خریداری کو کچھ عرصہ کے لئے بند کر دیں تا کہ جو رقم بچے وہ گھریلو استعمال میں آسکے۔

الفضل اخبار کو بند کرنے سے متعلق دوست کا مشورہ سننے کے بعد جو جواب والد صاحب نے مشورہ دینے والے دوست کو دیا وہ آج بھی نصف صدی گزر جانے کے باوجود میرے کانوں میں ایسا ہی گونج رہا ہے جیسے کل کی بات ہے اور سوچتا ہوں کہ کس قدر قیمتی اور خوبصورت بات والد صاحب نے جس کا ساری عمر خاکسار نے فائدہ اٹھایا اور اخبار الفضل کی قدر و منزلت دل میں دوبالا ہوگئی۔والد صاحب محترم نے اپنے دوست سے کہا کہ آپ مجھے میرے مالی بجٹ کی ضبط میں لانے کے لئے یہ تجویز کر رہے ہیں۔میں الفضل (یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل) کو گھر آنے سے روک دوں یہ ممکن نہیں۔پس الفضل بفضل خدا جاری رہا اور اسی کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل بھی برستے رہے اور ہم سب بہن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔

اب تو خدا تعالیٰ کی بے پناہ رحمت کے نتیجہ میں ہمارے پاس MTA کی نعمت موجود ہے جبکہ اس زمانہ میں MTA جیسی عظیم عنائت کا وہم و گمان بھی نہ کرسکتا تھا اور اس وقت جماعت کے پاس الفضل اخبار ہی واحد ذریعہ تھا جس کے ذریعہ سے ممبران جماعت مرد عورتیں اور بچے سبھی اسی الفضل کے ذریعہ ہی اپنے پیارے امام (خلیفہ وقت) کے تازہ ترین ارشادات اور ہدایات سے فیضیاب اور بہرہ ور ہوتے تھے اور ہر کوئی بڑی بیتابی سے الفضل کی آمد کا انتظار کر رہا ہوتا تھا۔اور ہنگامی اور نامساعد حالات میں تو الفضل کی ضرورت اور اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی کیونکہ الفضل واحد ذریعہ تھا جماعت کے ساتھ رابطہ کا۔

سال 1953ء میں جبکہ پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف ایک منظّم انداز میں نفرت اور فساد کا بازار گرم کیا گیا اور جماعت احمدیہ کے افراد کو چن چن کر تضحیک اور ایذا رسانی کا نشانہ بنایا گیا اس وقت خاکسار کی عمر صرف 9 برس تھی لیکن بگڑتے ہوئے سنگین حالات میں خاکسار والدین کی بے چینی اور پریشانی کو محسوس کر رہا تھا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان دنوں جب جماعت کے خلاف فتنہ زوروں پر تھا روزنامہ الفضل ہی واحد ذریعہ تھا خلیفہ وقت کے پیغام اور ہدایات کو جماعت تک پہنچانے کا۔جس کا والد صاحب باقی افراد جماعت کی طرح شدت سے انتظار کر رہے ہوتے تا وقت اور بدلتے ہوئے حالات میں خلیفہ وقت کی ہدایات پر عمل کیا جاسکے۔انہی دنوں جب فسادیوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف گھناؤنے عزائم کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے حکومت کو الٹی میٹم دیا اور الفضل بند کر دیا گیا اس کی بجائے ہفت روزہ فاروق آیا جس کے صفحہ اول پر جلی حروف میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ پرشوکت اور پرسکون پیغام تھا کہ ''خدا میری مدد کو دوڑا ہوا آرہا ہے'' جو والد صاحب نے سب افراد خانہ کو بلند آواز میں پڑھ کر سنایا جس سے دل اس یقین سے پُر ہوگیا کہ خداوند کریم اپنی قائم کردہ جماعت اور اس کے افراد جماعت کی خود حفاظت فرمائے گا اور پھر ویسا ہی ہوا اور دشمنان احمدیت کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان کے ساتھ اپنے وعدوں کے مطابق جماعت اور افراد جماعت کو محفوظ رکھا۔ان ہنگامہ آرائی کے دنوں میں اسی الفضل کے ذریعہ افراد جماعت احمدیہ کو خلیفہ وقت کی یہ ہدایت ملی کہ سب احمدی افراد اپنے گھروں میں ہی رہیں جس پر عمل کرنے سے افراد جماعت بفضل خدا محفوظ رہے۔پھر میں نے اپنی زندگی میں دیکھا کہ والد صاحب کی الفضل سے بے پناہ محبت پیار اور عقیدت تھی اور ہر روز الفضل پڑھنے کے بعد بڑی ہی ترتیب کے ساتھ اخبار الفضل کو بڑی فائلوں کی صورت میں جمع کرتے جاتے اس طرح یہ خزانہ علم منظّم انداز میں ہر وقت گھر میں موجود تھا۔

چنانچہ اس اعتبار سے اور جس ماحول میں خاکسار نے پرورش پائی اور بڑا ہوا میرا اور اخبار الفضل کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور انشاء اللہ رہے گا اور وقت کے ساتھ ساتھ میری توجہ اور رغبت اخبار الفضل سے بڑھتی گئی۔حضور کے تازہ ترین خطبہ جمعہ کے ساتھ ساتھ میں بڑے شوق اور انہماک کے ساتھ الفضل اخبار میں شائع ہونے والے قبولیت دعا کے واقعات مربیان سلسلہ کی بیرون ممالک اور دنیا کے کونوں میں دعوت الی اللہ اور غیر معمولی کامیابیوں اور خدا کے فضلوں کی بارش کے واقعات پڑھ کر دل بہت محظوظ ہوتا۔اسی طرح الفضل اخبار میں شائع ہونے والے ان دلائل اور حقائق اور معارف کو پڑھنے کا موقعہ ملتا جن کا تعلق آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک سے ہوتا یا صداقت حضرت مسیح موعود سے ہوتا اور دین کی خوبصورت ترین تصویر ان مضامین میں دیکھتا جو الفضل اخبار میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے اور یہ محض الفضل اخبار باقاعدگی کے ساتھ پڑھنے کی برکت تھی کہ خدا تعالیٰ نے ان مضامین کے طفیل اپنے فضل واحسان کے ساتھ اپنی دینی علمیت عطا فرمائی اور دین سے متعلق اتنی روشنی عطا فرمائی کہ جس کا میں نے اپنے کالج کے زمانہ میں اپنی دنیوی تعلیم میں بھرپور فائدہ اٹھایا اور یہ روزنامہ الفضل میں قرآنی تعلیمات پر مشتمل انتہائی اعلیٰ معیار کے مضامین پڑھنے کا ہی نتیجہ تھا کہ خاکسار جب 1962ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں F.A کا طالبعلم تھا اور اسلامیات میرا ایک مضمون تھا اس میں خاکسار چاروں سمسٹرز میں ہر بار اول رہا اور 400 طلبہ میں خاکسار اکیلا احمدی تھا جسے اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز عطا فرمایا اور اس وقت کے گورنر پنجاب ملک امیر محمد خان صاحب کے ہاتھوں پہلا انعام حاصل کیا۔الحمد للہ اس واقعہ کا دلچسپ ترین پہلو یہ ہے کہ اس وقت ہمارے اسلامیات کے پروفیسر خالد بزمی صاحب تھے جو سب سے سینئر پروفیسر ہونے کے ناطے اسلامیات کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ بھی تھے وہ ہمیں پڑھاتے بھی تھے اور وہی پرچے دیکھا کرتے تھے لیکن بدقسمتی سے احمدیت کے شدید مخالف تھے جس کا اظہار کئی بار مختلف پیرایہ میں کلاس میں کر چکے تھے۔اگرچہ انہیں اس بات کا قطعاً علم نہ تھا کہ میں بفضل خدا احمدی ہوں پروفیسر بزمی صاحب کے ہاتھوں اس خاکسار کا سارے کالج میں اسلامیات میں اول آنا اس بات کا زندہ ثبوت تھا کہ پرچہ میں میری تحریرات بزمی صاحب کو بہت پسند آئی تھیں۔جو خالصتاً حضرت مسیح موعود کی تعلیمات کی روشنی میں تھیں۔لیکن احمدیت سے انہیں بلاوجہ سخت عناد تھا۔میرے ہم کلاس دوست میرے ہر دفعہ اسلامیات کے پرچہ میں کثیر نمبروں کے ساتھ فرسٹ آنے پر مجھ سے ہمیشہ حیرت کے ساتھ یہ سوال کیا کرتے کہ آخر میں اسلامیات کے پرچہ میں کیا خاص بات تحریر کرتا ہوں کہ خالد بزمی صاحب مجھے ہر مرتبہ اتنے زیادہ نمبر دے کر فرسٹ کر دیتے ہیں لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ خاکسار باقاعدگی کے ساتھ روزنامہ الفضل پڑھتا ہے اور یہ ساری علمیت اسی کی مرہون منت ہے۔کاش میں اپنے ہم کلاس دوستوں کو یہ بتا سکتا کہ اگر دین حق کی خوبصورت ترین تصویر دیکھنا ہے تو احمدیت میں دیکھو لیکن بغض وعناد کی فضا میں یہ ممکن نہ تھا۔پھر وقت گزرتا گیا اور 1979ء میں خاکسار اپنے بیوی بچوں سمیت امریکہ میں منتقل ہوگیا جس کے باعث کچھ وقت کے لئے الفضل اخبار سے رابطہ منقطع ہوگیا جس کا طبیعت پر ہمیشہ بوجھ رہتا اور ان دنوں جب بھی کبھی الفضل کا پرچہ بیت میں یا کسی کے گھر میں مل جاتا تو ایسی خوشی محسوس ہوتی

جیسے کہ کوئی قیمتی کھوئی ہوئی چیز واپس مل گئی ہے۔

امریکہ میں قیام کے دوران غالباً 1984ء کی بات ہے کہ جب یہ افسوسناک اطلاع ملی کہ حکومت پاکستان نے الفضل اخبار کی اشاعت پر پابندی لگادی جس سے سخت قلق ہوا اور تکلیف ہوئی اور جماعت اپنی روایات اور دینی تعلیمات کی روشنی میں خلیفہ وقت کی ہدایات کے مطابق دعاؤں کے ساتھ سارے جائز ذرائع اور وسائل استعمال کرتی رہی تا الفضل اخبار کی اشاعت کی اجازت مل جائے اور پھر خدا تعالیٰ نے فضل فرمایا اور روزنامہ الفضل کی دوبارہ اشاعت ربوہ سے شروع ہوگئی جو باعث تسکین اور اطمینان کا باعث ہوئی اور پھر اسی الفضل میں خاکسار نے اشاعت کے لئے محترم والد صاحب کی وفات پر اور بعد میں محترمہ والدہ صاحبہ کی وفات پر تفصیلی مضامین لکھے تا اسی الفضل میں دونوں محترم والدین کا ذکر خیر کر سکوں۔ جس الفضل اخبار کو ان دونوں نے اپنی زندگی میں بہت ہی محبوب رکھا اور اس الفضل کی عزت اور محبت اپنے بچوں میں پیدا کی اور اس وقت ایڈیٹر صاحب الفضل نے کمال شفقت کے ساتھ میرے وہ دونوں مضامین جو خاصے طویل تھے من وعن الفضل میں شائع کر دیے جس کا میں تہہ دل سے اراکین الفضل کا مشکور اور ممنون ہوں۔

جب الفضل اخبار کا تعارف والدین کے توسط سے پہلی بار ہوا اس وقت بچپن کا دور تھا اور عمر بمشکل 5 یا 6 سال ہوگی اور اب اس وقت خاکسار 60 سال سے زیادہ عمر کا ہو رہا ہے لیکن اخبار الفضل سے عقیدت اور محبت جس کا آغاز بچپن میں ہوا اب بھی نصف صدی گزرنے کے باوجود نہ صرف قائم اور دائم ہے بلکہ بیتتے ہوئے سالوں میں ہر آن اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور اب تو یہ حال ہے کہ **خاکسار روزانہ رات سونے سے قبل اخبار الفضل ربوہ اور اخبار الفضل انٹرنیشنل لندن کا مطالعہ کرتا ہے اور الفضل پڑھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔** اور زبان سے ہزاروں ہزار دعائیں نکلتی ہیں ان محترم اراکین الفضل کے لئے جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں اس عظیم الشان ذمہ واری کو بے پناہ مسائل، دشواریوں اور پیچیدگیوں کے باوجود اپنے خلیفہ وقت کی ہدایت پر اس کو انتہائی کامیابی کے ساتھ جاری رکھا جو اللہ تعالیٰ کا فضل بن کر جماعت احمدیہ میں جاری اور ساری رہا۔

☆☆☆☆☆

مکرم نذیر احمد سانول صاحب۔ معلم سلسلہ

الفضل محض مدرسہ نہیں دینی یونیورسٹی ہے

ہمارے والد صاحب حافظ صوفی محمد یار صاحب احمدی ہونے سے پہلے حافظ قرآن، عالم دین اور پیر تھے۔ چوپڑ ہٹہ تحصیل کبیر والا ضلع خانیوال میں روحانی ہسپتال دارالذکر کے نام سے دینی مدرسہ چلاتے تھے۔ علاقہ میں آپ کی شرافت کا چرچا تھا۔ 1978ء میں خدائی اشارہ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دستی بیعت کر کے نور احمدیت سے منور ہوئے تھے ان کے مریدین وشاگردان میں سے بھی کچھ دوستوں نے احمدیت قبول کی تھی اس طرح خلافت ثالثہ کے بابرکت دور میں ضلع خانیوال میں ایک نئی جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔

1978ء میں ہم اپنے والد صاحب کے دینی مکتب میں زیر تعلیم تھے۔ چونکہ والد صاحب علم دوست اور مطالعہ کے شوقین تھے دستی بیعت کے جلد بعد الفضل کا اجراء بھی کرالیا تھا۔ میں نے 11-12 سال کی عمر میں پہلی بار الفضل کے درشن کئے تھے۔ اخبار ڈاک کے ذریعہ ملا کرتی تھی۔ دو میل کے فاصلہ پر دیہاتی ڈاکخانہ تھا اس کا بندوبست ایک مخالف احمدیت ماسٹر صاحب کے پاس تھا۔ خاکسار روزانہ پیدل جایا کرتا پہلے تو ماسٹر صاحب سے جھڑکیاں کھاتا بعد میں الفضل وصول کرتا اور پا پیادہ واپس آتا ہمارے گھر اخبار کیا آتی موسم بہار آجاتا گھر کا ہر فرد خوش ہو جاتا۔

ابا جی اخبار پڑھتے دوپہر کو ہماری والدہ صاحبہ بچوں میں سے کسی کو اخبار دیتیں وہ پڑھتا جاتا والدہ صاحبہ تلفظ کی تصحیح کراتی جاتیں چھوٹی عمر میں مشکل الفاظ، اصطلاحات، ادبی نکات اور دیگر ثقیل فقرات سے ذہن ناشنا سا ہونے کے باعث دقت محسوس ہوتی لیکن والدہ صاحبہ ان کے ہجے کر کے تلفظ درست کرادیتیں اور موٹا موٹا مطلب سمجھانے کی کوشش کرتیں۔ ہماری والدہ صاحبہ کا مدرسہ اخبار الفضل تھا جس سے سب کو پڑھاتی رہتیں۔ اس سے اردو زبان کے علاوہ ہر موضوع پر جامع معلومات حاصل ہوتیں۔ ہماری تعلیم و تربیت میں الفضل کا بنیادی کردار رہا ہے یہ ہمارے بچپن سے ہمارا استاد اتالیق اور رہبر ہے۔

ابا جی نے خاکسار کو اخبار الفضل کو محفوظ کرنے کا طریق سکھایا تھا۔ اخبار پڑھنے کے بعد ''سوئے'' سے سوراخ کر کے نتھی کیا جاتا اس طریق پر ہر سال کے حساب سے سب کے سب اخبار ترتیب سے محفوظ ہو جاتے اور بوقت ضرورت اس خزانہ سے استفادہ کیا جاتا یہ سارے بنڈل والد صاحب کی لائبریری میں محفوظ تھے علاقہ کے احمدی اہل علم فیض حاصل کرتے۔

الفضل نے ہمیں بہت کچھ عطا کیا۔ پہلا صفحہ پڑھنے سے دل عش عش کرتا روح میں وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی دلی کثافت دور ہوتی اور رب رسولؐ سے محبت کی لو جاگتی رہتی جس دن اخبار کا مطالعہ نہ ہوتا قلبی غفلت غلبہ پا لیتی گویا الفضل علمی زنگ دور کرنے کا نسخہ کیمیا ہے۔

الفضل نے صرف جماعت احمدیہ کے افراد کو ہی فائدہ نہیں پہنچایا غیروں کو بھی ہر قسم کے فیض سے مالا مال کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطبات جمعہ الفضل میں شائع ہوا کرتے تھے اور یہ 8 صفحات پر مشتمل ہوا کرتے تھے اور ساتھ پیارے حضور کی تصویر ہوا کرتی تھی، خوبصورت سفید چہرہ، سیاہ داڑھی، سر پر پگڑی اور بلند طرہ ہوا کرتا تھا۔

ہمارے علاقہ کے ایک غیر از جماعت مولوی محمد الدین صاحب ایک کتاب کے حوالہ کے سلسلہ میں ہمارے پاس آئے لائبریری سے کتاب کا مطالعہ کیا۔ الفضل پر حضور انور کی تصویر دیکھی دیر تک دیکھتے رہے پھر کبھی کبھار آتے الفضل کا مطالعہ کرتے اور خطبہ جمعہ پڑھتے۔ بعد میں خدا تعالیٰ نے انہیں نور احمدیت سے منور کیا اور خلافت رابعہ میں احمدی ہوگئے موصوف کی کافی مخالفت ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ثابت قدم رہے۔

الفضل ہمارے لئے ہیرے موتی لعل و جواہر سے زیادہ اہم اور قیمتی خزانہ ہے۔ ہم مرکز سے دور جنگلوں میں بود و باش رکھنے والے افراد کا مرکز سے رابطے کا واحد ذریعہ الفضل تھا۔ ایم ٹی اے نے بھی اس کمی کو پورا کرنے کی ایک بہترین سبیل نکالی ہے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں مگر وہ وہاں کام دے گا جہاں بجلی ہو۔ ٹی وی ہو، ڈش ریسور ہو، پھر لوڈ شیڈنگ اور الیکٹرانک آلات کی خرابی و مرمت کا مسئلہ بھی ہے۔ لیکن قربان جاؤں پیاری الفضل کے اس نے سارے علمی دکھڑے مٹا دیئے جب حوالہ کی ضرورت پڑے۔ دل میں آئے بنڈل اٹھاؤ مطالعہ کرلو اور یادداشت تازہ کر لو۔ گھر بیٹھے دنیا بھر کی سیر و سیاحت کر لو۔ ملک ملک کی معلومات لے لو۔ ورق گردانی کرو، دنیا کے قدیم و جدید کتب کے نام اور حوالہ، مذاہب عالم کے بانیان، شارحین، مصنفین سے تعارف کر لو۔ تاریخ اقوام عالم کو دیکھنا چاہو تو الفضل کی سیر کرو۔ تہذیب و تمدن، جنگیں، فتوحات، آزادی ممالک، دنیا والوں کے عروج و زوال سے آگاہی چاہو تو الفضل کی غوطہ زنی کرو۔ الفضل جہاں پڑھے لکھے انسانوں کا استاد ہے وہاں عام آدمی کے لئے بہترین رہبر اور قابل اعتماد ساتھی ہے۔ عام قاری الفضل سے بالمشافہ ہر مسئلہ پوچھ کر حل کر سکتا ہے۔ الفضل ایک مدرسہ ہی نہیں دینی یونیورسٹی بھی ہے یہی وجہ ہے کہ الفضل کے مستقل قاری ہر عنوان ہر شعبہ اور ہر دلچسپی کے امور پر آسانی سے بات چیت کر سکتا ہے۔ جس گھرانہ میں الفضل آتا ہے اس گھرانہ کے افراد کی معلومات عامہ خوشکن ہوتی ہیں۔

الفضل نیکی کی تعلیم دیتا اور نیکی پر ابھارتا ہے یہی وجہ ہے کہ الفضل کے مطالعہ نے ہمیں شوق دلایا کہ ہم اپنے خالق و مالک کے حضور زندگی پیش کر کے وقف زندگی کی تحریک میں شامل ہوں خدا کے فضل اور خلافت احمدیہ کی شفقت اور الفضل کی برکت سے ہمارے خاندان میں تادم تحریر 17 واقفین زندگی ہیں۔

الفضل دینی، مذہبی، تاریخی علوم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ اس نے ہمیں اور ہماری اولادوں کو سیراب کیا ہے ہم اس کے ممنون احسان ہیں اب تو یہ ہماری زندگی کا حصہ بن گیا ہے اگر ناشتہ نہ بھی ملے تو دن آرام سے کٹ جاتا ہے۔ لیکن الفضل کے درشن نہ ہوں تو سارا دن سونا سونا اور بے لطف گزرتا ہے۔ ضیائی دور میں الفضل کی اشاعت پر پابندی لگی تھی۔ مگر ہمارا حال کیا تھا؟ خون کے آنسو روئے اور زہر کے گھونٹ پیے بندش کے دن زخمی دل سے کاٹے پھر کچھ عرصہ اس کا مداوا جماعتی رسائل کے ضمیمہ جات کی شکل میں ہوا ہر ضمیمہ زخموں کو چھیل دیتا۔ دعائیں ہوتیں خدا تعالیٰ کے آگے روتے دعا کرنے کا مزا آجاتا اللہ تعالیٰ نے خلافت کی برکت سے جماعت کی آہوں کو سنا اور الفضل کی بندش ختم ہوئی۔

ہم خوشی سے پھولے نہیں سمائے اور خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گائے۔ اللہ کرے یہ پیاری اخبار قیامت تک شائع ہوتی رہے اور اس کے ایڈیشن ہر ملک سے شائع ہوں۔ اپنی صد سالہ تقریبات کے بعد ہزار سالہ تقریبات منانے کی توفیق پائے۔

اخبار الفضل کی خدمات۔ معاصرین کی نگاہ میں

1928ء میں حضرت مصلح موعود نے سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کی بنیاد رکھی اس موقع پر الفضل ہر سال خاتم النبیین نمبر شائع کرتا تھا۔ اس پر بعض تبصرے پیش خدمت ہیں۔

اخبار مشرق کا تبصرہ

اخبار مشرق اپنے 21 جون 1928ء کے پرچے میں لکھتا ہے:۔

12 جون کو خاتم النبیین نمبر الفضل نے شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت رسول کریم ﷺ کے سوانح حیات و واقعات نبوۃ پر بہت کثرت سے مختلف اوضاع و انواع کے مضامین ہیں اور ہر مضمون پڑھنے کے قابل ہے۔ ایک خصوصیت اس نمبر میں یہ ہے کہ ہندو اصحاب نے بھی اپنے خیالات عالیہ کا اظہار فرمایا ہے۔ جو سب سے بہتر چیز ہندوستان میں بین الاقوام اتحاد پیدا کرنے کی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتوں نے اپنے پیغمبر کے حالات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اس نمبر کی قیمت 4 آنے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہماری رائے ہے کہ 17 جون کو جو لیکچر دیئے جائیں ان سب کو ایک بڑی کتاب میں طبع کرنا چاہئے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان لیکچروں کے جمع کرنے کا انتظام کس طرح ہوگا۔ یہ بھی خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔

بہرحال جماعت احمدیہ نہایت اہم اور ضروری کام کر رہی ہے۔

(بحوالہ الفضل 3 جولائی 1928ء ص 3)

محمد بخش صاحب کا تبصرہ

جناب محمد بخش صاحب حنفی چشتی چک نمبر 36 شمالی سرگودھا تحریر فرماتے ہیں:۔

الفضل کا خاتم النبیین نمبر بہزار شکریہ قبول ہوا۔ حضرت نبی مبارک ﷺ کے شان مبارک میں احمدی فضلاء کے مضامین خاص کر طبقۂ نسواں کے بیش بہاء اور قابل لاکھ لاکھ تحسین کے ہیں لاریب جماعت احمدیہ جملہ فرقہ ...... میں ترقی اور اشاعت ...... میں پہلی قطار میں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ایسا عمدہ قیمتی نمبر 4 آنے کا پرانے خریداروں کو کس طرح مفت دے کر ایسے عظیم خرچ کا الفضل اور جماعت نے بار عظیم اٹھایا۔

(بحوالہ الفضل 31 جولائی 1928ء ص 11)

رام چند منچندہ ایڈووکیٹ

جناب لالہ رام چند صاحب منچندہ بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور تحریر فرماتے ہیں:۔

میں نے اہل قلم کے قیمتی مضامین کو جو تمام کے تمام حضرت رسول اللہ کی پاک ذات اور سوانح عمری کے متعلق ہیں۔ نہایت ہی مسرت اور دلچسپی سے پڑھا اور اپنی واقفیت کو بہت زیادہ بڑھانے کا نادر موقعہ حاصل کیا جس کے لئے میں آپ کا نہایت ہی مشکور ہوں اور اس لئے بھی کہ آپ نے میرے مضمون کو اس قدر اہمیت دی اور اپنے قیمتی اخبار کے ایک نمایاں صفحہ پر زینت بخشی۔ جس ارادے سے آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مضمون حضرت کی پاک ہستی کے متعلق مانگا۔ میں اس کی دل سے قدر کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لکھے پڑھے ہندوؤں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کے مشن کے متعلق صحیح واقفیت ہو اور وہ ہندو ہوتے ہوئے بھی ان کی عزت کریں اور ان کے کام کی قدر۔ اس وقت دونوں ہندو مسلم دل و دماغ تعصب کے روگ سے میلے ہو رہے ہیں اور انصاف اور حق کو برطرف کر کے سوائے ایک دوسرے کے لیڈروں کی برائیوں کے اور کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ اس صدیوں کی میل کو دور کرنا بیشک مشکل کام ہے اور میں چاہتا تھا کہ اس کی ابتدا...... بھائیوں کی طرف سے ہو۔ خوشی کا مقام ہے کہ اس کا آغاز ہو گیا اور اس کا اثر کچھ سالوں کے بعد اپنا اثر دکھلائے گا اور اگر استقلال کے ساتھ اس کو جاری رکھیں تو آج سے تیس سال بعد کئی ہندو گھرانوں میں پیغمبر صاحب کی برسی منائی جائے گی اور جو کام مسلم بادشاہ ہندوؤں سے نہیں کرا سکے وہ آپ کرا سکیں گے ملک میں امن ہوگا، خوشحالی ہوگی، ترقی اور آزادی ہوگی اور ہندو مسلم باوجود مذہبی اختلاف کے بھائیوں کی طرح رہیں گے۔

آج بذریعہ ڈاک الفضل کی ایک دوسری کاپی بھی پہنچ گئی ہے۔ مشکور ہوں پہلی کاپی میں نے ایک دوست کی نذر کر دی ہے تا کہ وہ بھی آپ کے کام کی قدر کریں۔ میں شکریہ کے ساتھ اس نیاز نامہ کو ختم کرتا ہوں۔

(الفضل 11 جون 1929ء)

ڈپٹی پریذیڈنٹ اسمبلی

محمد یعقوب

31 ہمالیہ کلب۔ منصوری۔ 6 جون 1929ء

آپ کا عنایت نامہ اور الفضل کا رسول نمبر پہنچے۔ الفضل کا یہ پرچہ کیا باعتبار مضامین کے اور کیا باعتبار چھپائی وغیرہ کے نہایت عمدہ ہے اور میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

خاکسار محمد یعقوب عفی عنہ

(الفضل 18 جون 1929ء ص 1)

انڈین ڈیلی ٹیلیگراف لکھنؤ

لکھنؤ کے مشہور انگریزی اخبار انڈین ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنے پرچہ 14 جون 1929ء میں الفضل کے خاتم النبیین نمبر پر ریویو کیا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"قادیان کے ہفتہ میں دوبار اخبار الفضل نے اپنا خاص نمبر 76 صفحہ کا بہت قلیل قیمت پانچ آنے پر بانی اسلام کے یادگاری دن جو کہ تمام ہندوستان میں 2 جون کو منایا گیا شائع کیا ہے۔ یہ خاص نمبر محمد ﷺ کی سیرت کے متعلق مسلم و غیر مسلم معززین کے مضامین اور نظموں پر مشتمل ہے اور قابل دید ہے۔

اخبار کشمیری لاہور

معاصر "کشمیری" (لاہور) 14 جون 1929ء میں رقمطراز ہے۔

الفضل کے خاتم النبیین نمبر کی کئی دنوں سے دھوم تھی۔ آخر 31 مئی کو یہ نمبر دیدہ زیب جاذب توجہ شکل اور صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھ شائع ہو گیا۔ اس میں تیس مردوں کے مضامین ہیں جن میں چار ہندو بزرگ بھی ہیں اور ایک عیسائی ہے باقی ...... کے مضامین ہیں۔ جن میں زیادہ حصہ احمدیوں کا ہے۔ چودہ خواتین نے رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ سیرت پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرتؐ کا عورتوں اور بچوں سے کیا سلوک تھا۔ سترہ نظمیں ہیں۔ جو مسلم و غیر مسلم اصحاب کی طرف سے ہیں۔ اس نمبر میں رسول کریم کی زندگی پر ہر پہلو سے بحث کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ وہ انسان تھے تو کس قسم کے تھے نبی تھے تو کس قسم کے تھے اور خاوند تھے تو کس قسم کے تھے۔ بیماروں سے بوڑھوں سے اپنوں سے غیروں سے غلاموں سے کس قسم کے پاکیزہ خصائل کا برتاؤ کرتے تھے۔ نظم و نثر کا یہ پاکیزہ مجموعہ جس کا حجم بڑے سائز کے 76 صفحہ تک ہے صرف پانچ آنہ میں مہتمم الفضل قادیان ضلع گورداسپور سے مل سکتا ہے۔

(الفضل 21 جون 1929ء)

اخبار سیاست لاہور

اخبار سیاست لاہور 16 جون 1929ء کے پرچہ میں لکھتا ہے۔

قادیان کے مشورے سے ہر سال ایک مقررہ تاریخ پر تمام ہندوستان میں جلسے ہوتے ہیں جن میں رسول ﷺ (فداہ ابی و امی) کے اسوہ حسنہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ امسال 2 جون کو یہ جلسے ہوئے اس موقعہ پر قادیان کے اخبار الفضل نے خاتم النبیین نمبر نکالا تھا۔ یہ نمبر ہماری نظر سے گزرا ہے۔ اس میں ملک کے بہترین انشاء پردازوں کے قلم سے اسوہ حسنہ رسول پاک کے متعلق مضامین موجود ہیں ہر مضمون اس قابل ہے کہ موتیوں سے تولا جائے۔ فاضل مدیر کی محنت قابل داد ہے کاغذ دبیز اور سفید، کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ (الفضل 25 جون 1929ء ص 1)

اخبار منادی دہلی

اخبار منادی 21 جون 1929ء کے پرچہ میں لکھتا ہے۔

اس سال بھی اخبار الفضل کا خاتم النبیین نمبر نہایت قابلیت اور عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے جو 4/(26x20) سائز کے 74 صفحات پر مشتمل ہے۔ مختلف اقوام کے اکابر و مشاہیر کے لکھے ہوئے 36 مضمون اور 16 نظمیں درج کی گئی ہیں۔ یہ مضمون مختلف عنوانوں کے ماتحت لکھے گئے ہیں اور ان میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک زندگی کے ہر پہلو پر مبصرانہ خامہ فرسائی کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے گونا گوں معلومات کے حصول کے علاوہ ایمان بھی تازہ ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اس اخبار کا یہ نمبر اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس کا مطالعہ کرے۔ کاغذ سفید لکھائی چھپائی خاصی۔

(الفضل 25 جون 1929ء ص 1)

اخبار مشرق

گورکھپور کا معاصر "مشرق" مسلمانوں کا ایک پرانا اور بااثر اخبار تھا۔ جو مسلمانوں کے مفاد اور بہتری کے متعلق صائب اور درست رائے رکھنے کی وجہ سے خاص طور پر شہرت رکھتا اور سنجیدہ و متین حلقہ میں قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے اپنے ایک پرچہ میں مسلمانوں کو الفضل کے مطالعہ کی حسب ذیل الفاظ میں تحریک کی۔

الفضل قادیان یہ پرچہ سہ روزہ قادیان سے نکلتا ہے اور سلسلہ احمدیہ کا آرگن ہے۔ آجکل مسلمانان ہند کے متعلق اس کا نقطۂ خیال بہت صحیح ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہر انجمن اسلامیہ اور ہر مسجد میں اس کی رسائی ہو۔ عقائد سے کوئی واسطہ نہ رکھو، نہ ان کو پڑھو، صرف اتحاد بین المسلمین کے مسئلہ کو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ آٹھ روپے سالانہ قیمت ہے اور...... جذبات کی پوری تائید کرتا ہے اور حضور انور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بڑا متبع ہے۔

(بحوالہ الفضل 2 ستمبر 1927ء ص4)

حکیم محمد عبدالرحمٰن صاحب

حکیم محمد عبدالرحمٰن صاحب مالک دواخانہ رحمانی ضلع حصار سے لکھتے ہیں:۔

الفضل میاں محمد ابراہیم صاحب کی دکان پر میری نگاہ سے گزرا۔ میں آپ کے آزاد اور پابند شریعت اور سچے خیالات کو نہایت عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور پرچہ ہذا...... کا سچا رہبر سمجھتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے پرچے اور خیالات کی تبلیغ کروں۔

چندہ سالانہ دس روپے پرچہ کی خوبیوں اور عظمت کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ بذریعہ وی پی چھ ماہ میرے نام جاری فرماویں۔

مولوی محمد سلیمان صاحب

مولوی محمد سلیمان صاحب غوری اسلامیہ سکول فاضل کا سے رقمطراز ہیں کہ

اس شورش اور فتنہ کانگرس کے ایام میں مسلمانوں کو آپ کے اخبار کی راہنمائی کی ازحد ضرورت ہے۔ مگر مسلمان ابھی ایسے تنگ نظر ہیں کہ مخالف عقیدہ جماعت کے اعلیٰ نمونہ کو بھی دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ قادیان سے خواہ کیسی ہی بہی خواہ...... آواز اٹھے۔ ان کے دماغوں میں نہیں سماتی۔

(الفضل 19 جون 1930ء ص2)

مفتی جلال الدین صاحب سرینگر

سرینگر 9 فروری مفتی جلال الدین صاحب سرینگر سے حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال فرماتے ہیں:۔

براہ مہربانی کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی طرف سے عید کی دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ مسلمانان کشمیر اس ہمدردانہ امداد کا جو آپ نے ہمیں دی اور اس گہری دلچسپی کا جو آپ نے ہمارے معاملہ میں لی۔ مخلصانہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔

(الفضل 14 فروری 1932ء)

☆☆☆☆☆☆☆

مکرم صوفی محمد اکرم صاحب۔ ملیر سٹی کراچی

میں بلند آواز سے الفضل سناتا تھا

عموماً لوگوں کو پرانے الفضل سنبھالنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ مگر مجھے اتفاق ہوا حضرت مرزا عبدالحق صاحب مرحوم کی لائبریری دیکھنے کا۔ کیا عشق تھا آپ کو سلسلہ کے لٹریچر سے۔ جس روز سے الفضل جاری ہوا اب تک ہر اخبار موجود، خواہ وہ بوجہ مجبوری کسی نام سے بھی شائع ہوا ہو۔ انہوں نے تین تین ماہ کی اخباروں کی جلد بندی کروائی ہوئی تھی اور سال کی چار جلدیں ان کو سال وار ترتیب سے شیشے کی الماری میں سجایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ 4۔اکتوبر 1974ء کو جب ان کے مکان کو آگ لگائی گئی اور بہت سارا سامان ان کا جل گیا مگر یہ خزانہ محفوظ رہا اور اگلے روز خاکسار کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

مجھے یاد ہے قادیان سے ہجرت کے بعد جب ہم سیالکوٹ مقیم ہوئے تو 50ء کی دہائی کے شروع میں ہمارے گھر کے سامنے ایک لکڑیوں کا ٹال ہوتا تھا جس کے مالک ایک شریف النفس غیر از جماعت دوست شیخ عبدالغنی صاحب تھے۔ ہاکر ہمارا الفضل وہاں دے جاتا تھا سارا دن اخبار وہاں رہتا جہاں پر ہر آنے والا اسے دیکھتا اور شام کو ہمارے پاس پہنچتا۔

1957ء میں جب ہم دارالہجرت ربوہ آگئے تو کچھ عرصہ بعد والد صاحب صوفی محمد عبداللہ مرحوم (ڈائل میکر) بیمار ہوگئے خود اخبار پڑھنا مشکل ہوگیا تو وہ اکثر مجھے الفضل سنانے کا کہتے۔ میں بلند آواز سے ان کو الفضل سناتا اور کوشش کرتا کہ اس زمانہ کے ریڈیو پاکستان کے نیوز کاسٹرز کا تلفظ اور لہجہ اپنایا جائے اس طرح بلند آواز سے الفضل پڑھنا مجھے زندگی میں بہت کام آیا اور کسی بھی موقع پر سٹیج پر بلند آواز سے کوئی مضمون پڑھنا یا تقریر کرنا یا جب مجھے 1980ء میں ڈیرہ غازیخان تعیناتی کے دوران محترم امیر صاحب نے اچانک خطبہ جمعہ پڑھنے کے لئے کہا تو کوئی جھجک یا تردد نہ ہوا اور سب احباب نے بھی خوشی کا اظہار کیا کہ ایک نوجوان خطبہ دے رہا ہے۔ ازاں قبل لاہور دفتر میں الفضل اخبار دیگر اخبارات کے ساتھ آتا تھا اور سب اخبارات ہمارے دفتر کے ہیڈ جوائنٹ ڈائیریکٹر محترم ایس اے نقوی صاحب (MBE) کے پاس جاتا۔ وہ باقی اخبارات کے ساتھ الفضل بھی پڑھ کر اس پر دستخط بھی کرتے اور پھر الفضل تمام دفتر گھوم پھر کر 12 بجے میرے پاس پہنچتا اور اگلے روز نیا اخبار آنے تک میری ٹیبل پر رہتا کبھی کسی کو الفضل کے متعلق غلط بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی کیونکہ میں کہتا تھا ہر کوئی اپنی مرضی کا اخبار منگواتا اور پڑھتا ہے یا تو باقی اخبارات بھی بند کرو۔ جب تک باقی اخبارات دفتر میں آتے ہیں الفضل بھی آئے گا۔

اکثر الفضل ایک تعارف کا موجب ہوتا اور دیکھ کر لوگ احمدیت کے متعلق معلومات حاصل کرتے۔

ایک وہ زمانہ بھی تھا جب الفضل چھپنے سے قبل سنسر والوں کو دکھایا جاتا وہ اس پر لائنیں لگا کر کانٹ چھانٹ کرتے اور پھر الفضل اسی شکل میں شائع ہوجاتا اور جب ہمارے پاس پہنچتا تو عجیب لطیفہ ہوتا آدھے سے زیادہ اخبار پر لائنیں تو لگی ہوتیں مگر نیچے سے پڑھا بھی جاتا۔

ربوہ لاہور یا قریب کے شہروں میں تو الفضل عام ہاکرز کے ذریعہ تقسیم ہوتی تھی۔ مگر دور کے شہروں یا دیہات میں بذریعہ ڈاک پہنچائی جاتی اور بذریعہ ڈاک آنے والی اخبار پر ٹکٹ نہ ہوتا تھا بلکہ ایک مہر Postage Paid کی لگی ہوتی جس کا مطلب تھا کہ ادارہ نے کسی ایگریمنٹ کے تحت ایک عرصہ کیلئے پہلے سے ہی ڈاک ٹکٹ کی قیمت ادا کردی ہے جو کہ غالباً صرف الفضل کا ہی اعزاز تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 1983ء کے ایک خطاب میں حسد کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ بہت بڑی شے ہے اگر کسی اور بات پر نہ چلے تو دشمنوں کا حسد ہماری ڈاک پر ہی چل جاتا ہے اور احباب کی بھجوائی ہوئی ڈاک کے بنڈل کوڑے کے ڈھیر پر سے ملتے ہیں۔

محکمہ ڈاک جس کی بنیاد کسی نہایت نیک نیت انسان نے رکھی تھی اور لاہور سے روانہ شدہ 9 پائی کا پوسٹ کارڈ چٹاگانگ تیسرے دن بحفاظت مکتوب الیہ کو مل جاتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ الفضل کی ترقی حاسدوں کو پسند نہیں اور اس نہر کو بند کرنے کے لئے ربوہ سے ہی الفضل کے بنڈل ادھر ادھر ہونا شروع ہوگئے۔ گزشتہ سال جب خاکسار کو الفضل کے پرچے لگاتار ملنا بند ہوگئے تو دفتر الفضل رابطہ کرنے پر معلوم ہوا کہ حاسدوں کے حملے الفضل پر ہو رہے ہیں اور اس روحانی نہر کے فیضان کو ہمارے تک پہنچنے سے پہلے ہی ضائع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

بہرحال روحانی آبپاشی کے لئے جو نہر حضرت المصلح الموعود نے الٰہی منشاء سے شروع فرمائی سفلی پھونکوں سے اسے روکنا ممکن نہیں اور اب کراچی میں ہمیں 6 اخباروں کا بنڈل بذریعہ کوریئر موصول ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ بھلا کرے جزائے خیر عطا فرمائے اور حفاظت فرمائے کوریئر والوں کی۔ تاہم انٹرنیٹ کے ذریعہ الفضل اسی روز دوپہر اکثر پڑھنے کو مل بھی جاتا ہے یعنی جو بذریعہ ڈاک ہفتے کے بعد پرچہ ملتا تھا دن غروب ہونے سے پہلے ہم کراچی میں اس روحانی نہر سے فیضیاب ہوجاتے ہیں۔

مکرم عبدالمالک صاحب مرحوم۔نمائندہ الفضل لاہور

جب ''الفضل'' 4 سال کے بعد جاری ہوا

روزنامہ الفضل پر 12 دسمبر 1984ء کو پابندی لگادی گئی تھی۔قریباً 4 سال کے بعد نومبر 1988ء میں یہ پابندی اٹھائی گئی اور نئے دور کا پہلا پرچہ 28 نومبر کو شائع ہوا۔اس عرصہ میں احباب جماعت بہت تشنگی محسوس کرتے رہے اور پابندی پر خاتمہ کی خبر سنتے ہی جذبات کا ایک سیلاب اُمڈ آیا۔اس کا ایک ہلکا سا نقشہ مکرم عبدالمالک صاحب مرحوم نمائندہ الفضل لاہور نے کھینچا ہے۔

نومبر 1988ء کی 23 تاریخ اور بدھ کا دن تھا۔شام ساڑھے تین بجے کا وقت تھا جبکہ الفضل کے ایک کارکن خاکسار کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے پہلے تو یہ خوشخبری سنائی کہ الفضل خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے جاری ہورہا ہے۔ عدالت سے اجازت مل چکی ہے اور پرچہ چند دنوں میں شائع ہوجائے گا۔ ساتھ ہی انہوں نے خاکسار کو یہ کہا کہ بطور نمائندہ الفضل احباب جماعت سے رابطہ قائم کرکے پہلے پرچے کے لئے اشتہار حاصل کرو۔اس وقت خیال تھا کہ پرچہ 26 نومبر کو شائع ہوگا۔اس لحاظ سے صرف اسی دن کی رات بلکہ شام تھی جو میرے پاس تھی۔

ابھی یہ گفتگو ہورہی تھی کہ میرے کمرے میں موجود ایک صاحب مکرم حمید احمد صاحب نے گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ کیا میں بھی کوئی مبارکباد کا اشتہار دے سکتا ہوں میں نے عرض کیا فوراً دیں۔انہوں نے اسی وقت جیب سے 300 روپے نکالے اور میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ تھا۔

پھر تو موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ دوسرا قطرہ اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب مینیجر شاہنواز میڈیکل سٹورز تھے۔اس کے بعد خاکسار نے الفضل کے کارکن کو ساتھ لیا۔ بازاروں کے چکر لگانے شروع کردیئے۔پھر ٹیلیفون پکڑ لیا اور رات 10,9 بجے تک جس شخص سے بھی رابطہ کیا اور اسے الفضل کے جاری ہونے کی مبارکباد دی اس نے بے اختیار ہوکر کہا کہ میرا بھی اشتہار دے دیں۔ غرضیکہ اس رات اور اگلے دن کے چند گھنٹوں میں اشتہارات کا ڈھیر لگ گیا۔

میں نے سوچا کہ ابھی تک کوئی پیمانہ ایسا ایجاد نہیں ہوا جس سے احباب جماعت کی اس بے ساختہ محبت کا اندازہ لگایا جاسکے جو انہیں الفضل کے جاری ہونے پر ہوئی۔بعض لوگ جن کو پتہ چلا ان کی آنکھوں میں فرط جذبات سے آنسو آگئے۔فوری تاثر یہی ہوتا تھا کہ احباب بے اختیار ہوکر بغل گیر ہوجاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد میں ان کی زبانیں رواں ہوجاتی تھیں۔

اگرچہ وقت قلیل تھا اور پرچہ فوری شائع کرنا تھا اس لئے جلدی میں کئی لوگوں سے رابطہ نہیں ہوسکا جنہوں نے بعد میں گلہ بھی کیا۔میں ان تمام احباب سے معذرت خواہ ہوں نیز جنہوں نے اشتہارات دیئے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے نیک جذبات کو قبول کرے اور مال میں بے پناہ برکت دے۔

میں الفضل سے دینی تعلیم حاصل کررہی ہوں

مکرمہ شائستہ ارشد صاحبہ لاہور

ہم نے پانچ سال قبل الفضل اپنے گھر لگوایا میرے سسر مکرم میاں محمد عمر صاحب (مرحوم) نے یہ روزنامہ الفضل بہت ہی شوق سے گھر پر لگوایا۔ شروع شروع میں مجھے اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوا۔ جب الفضل آنا شروع ہوا تو میرے سسر بہت ہی شوق سے روز اس کو پڑھتے اور بار بار پڑھتے میں اپنے سسر سے کہتی کہ ''آپ تو اس کو پڑھ چکے ہیں پھر آپ دوبارہ کیوں پڑھ رہے ہیں؟ وہ جواب دیتے میں جب اس کو پڑھتا ہوں تو مجھے بہت مزہ آتا ہے اور ہر بار کوئی نئی بات سیکھتا ہوں۔ مجھے بہت حیرانگی ہوتی تھی۔مجھے میرے سسر اس میں لکھی ہوئی نظمیں سناتے کبھی کوئی بات یا واقعہ بھی سناتے اور ساتھ ہی سبحان اللہ بھی بولتے جاتے۔ مجھے بھی کہتے کہ اس کو آپ بھی پڑھا کرو میں تب سرسری سی نظر اس پر مار لیتی تھی۔

جب میرے سسر اس دنیائے فانی سے کوچ کرگئے تو الفضل باقاعدگی سے آتا رہا کچھ دن تو اس کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا پھر میرے دل میں آیا کہ میرے سسر اس کو اتنے شوق اور محبت سے پڑھتے تھے اب ان کے جانے کے بعد اس کو کوئی نہیں پڑھتا یہ غلط بات ہے۔ میں نے الفضل باقاعدگی سے پڑھنا شروع کردیا آپ یقین جانیں مجھے اس کے ایک ایک لفظ کے پڑھنے سے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا ذہن کھلتا جارہا ہو اور ایسی ایسی علمی اور دینی باتیں مجھے اس میں پڑھنے کو ملیں جو مجھے بالکل بھی نہیں پتہ تھیں۔میں الحمدللہ پیدائشی احمدی ہوں مگر اکثر جماعتی تعلیم کی باتیں مجھے معلوم نہیں تھیں مگر اللہ کے فضل سے مجھے اس الفضل سے بہت دینی تعلیم حاصل ہوئی۔

الفضل میں جو پہلے صفحے پر حدیث اور قرآن کے حوالہ جات لکھے جاتے ہیں۔اس سے بہت رہنمائی ملتی ہے اور ہر ایک بات میں سبق ہوتا ہے پھر خطبہ جمعہ بھی جو الفضل میں شائع ہوتا ہے ازدیاد ایمان کا باعث بنتا ہے اور میں اپنے بچوں کو بھی پڑھ کر ضرور سناتی ہوں۔

میرے الفضل پڑھنے سے جو مجھے اس میں سے دینی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ اپنے شوہر سے بھی ذکر کرتی رہتی ہوں ان کو بھی بتاتی ہوں کہ آج میں نے یہ پڑھا یا یہ بات ایسے ہے وغیرہ وغیرہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ وہ بھی اب جب صبح ناشتہ کرتے ہیں ضرور الفضل پڑھتے ہیں۔

الفضل پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم جماعت کے ہر کام میں شامل ہیں اس میں جو حضور کے جلسوں کی کارروائی لکھی جاتی ہے اتنے اچھے مضمون ہوتے ہیں کہ پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے ہم بھی وہاں شامل ہیں۔پھر ان جلسوں میں شامل مہمان ہماری جماعت کے بارے میں جو بیان دیتے ہیں ان کی باتیں سن کر بہت اچھا محسوس ہوتا ہے اور جو **''درخواست دعا'' لکھی جاتی ہے میں ان کو بھی ضرور پڑھتی ہوں اور سب کے لئے دعا بھی کرتی ہوں** مجھے الفضل میں یہ بات بھی بہت اچھی لگتی ہے اس سے ہمیں اپنے جماعتی بہن بھائیوں کے لئے دعا کرنے کا موقع ملتا ہے اور یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ دنیا میں کتنا دکھ ہے اللہ تعالیٰ ان سب کے دکھ دور کرے۔(آمین)

الفضل میں مضمون ''حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی شفقتیں اور محبت بھری یادیں'' اتنا خوبصورت مضمون تھا اور تعلیمی نقطہ نظر سے بھی یہ بہت اچھا تھا میں نے اس مضمون میں سے بہت سی باتیں سیکھی ہیں اور اپنے بچوں کو بھی بتائی ہیں اور میرے دیور کے بچے بھی ہمارے ساتھ رہتے ہیں ان کو بھی یہ دینی باتیں بتائی اور سمجھائی ہیں کہ یہ کتنی عظیم عورت تھیں۔

الغرض الفضل سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور آگے بھی بہت کچھ سیکھوں گی اور جو بھی دینی علم اس سے سیکھوں گی آگے اور لوگوں کو بھی پہنچاؤں گی۔میں نے اس میں حضرت مسیح موعود اور خلفاء سلسلہ کے ارشادات اور پیغامات سے بھی بہت کچھ سیکھا بعض دفعہ میں پریشان تھی اور مجھے ان ارشادات کو پڑھ کر بہت حوصلہ وصبر ملا۔

مکرم جمال الدین شاکر صاحب۔ربوہ

الفضل کیا ہے؟

الفضل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی راہیں کھولتا ہے اور روزانہ جو افضال اللہ تعالیٰ کے نازل ہوتے ہیں وہ ہر قاری کے سامنے لاتا ہے۔ جماعت اور افراد جماعت پر آنے والے ابتلاؤں سے باخبر رکھ کر مناسب دعاؤں کی طرف توجہ دلاتا اور امام وقت کے ساتھ قدم قدم اطاعت گزاری پر ہمیشہ آمادہ رکھتا ہے۔اس کے علاوہ دینی علوم کی ترویج کے لئے ایک عظیم المرتبہ خادم کا کردار ادا کرتا ہے۔اس خبار کے بانی حضرت مصلح موعود کے اپنے الفاظ میں ہی اس کے لئے دعائیہ مصرعہ ہر قاری کے ورد زبان رہے۔ ع

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

شکرانۂ ''الفضل''

(بندش کے بعد دوبارہ اجراء پر)

چشمۂ ''الفضل'' جاری ہو گیا
آگہی پر وَجد طاری ہو گیا
انقلابِ وقت یوں گویا ہوا!
بے بسوں پر فضل باری ہو گیا

یعقوب امجد

حضور پرنور کو اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سوسال پورے ہونے پر دلی مبارک باد
چوہدری ناصر الدین
قائد مجلس خدام الاحمدیہ ڈسکہ کورٹ ضلع سیالکوٹ،
جملہ اراکین عاملہ وممبران مجلس خدام الاحمدیہ ڈسکہ کورٹ
حضور پرنور کو اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سوسال پورے ہونے پر دلی مبارک باد
چوہدری منظور احمد
زعیم انصار اللہ مجلس ڈسکہ کورٹ سیالکوٹ
اور جملہ اراکین عاملہ ڈسکہ کورٹ مجلس انصار اللہ ڈسکہ کورٹ

ہماری طرف سے
پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو
اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارک باد
اور ادارہ الفضل کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں
1۔ ارشد محمود ساہی ولد چوہدری طفیل احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ ڈسکہ کلاں
2۔ محمد افضل ولد عنایت محمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ جنڈو ساہی
3۔ برہان احمد خالد ولد مبارک احمد خالد صدر جماعت احمدیہ ڈسکہ کورٹ
4۔ قمر محی الدین ولد علی اکبر صدر جماعت احمدیہ ملیانوالہ
5۔ ماسٹر محمد نذیر ولد سلطان محمد صدر جماعت احمدیہ کنڈن سیان
6۔ محمد یاسین ولد صوفی محمد شریف صدر جماعت احمدیہ ندیم آباد
7۔ بشارت احمد صدر جماعت احمدیہ گوئندکے
منجانب: نعیم احمد بٹ امیر حلقہ ڈسکہ غربی ضلع سیالکوٹ
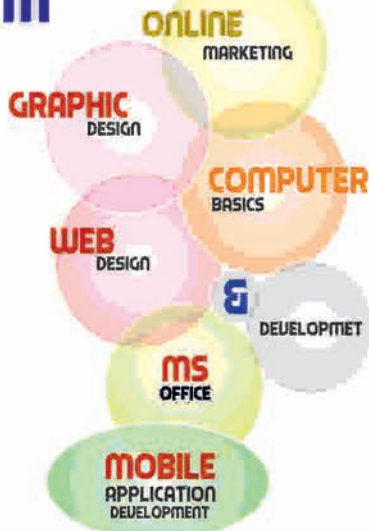
Get Certified in
ONLINE
MARKETING
GRAPHIC
DESIGN
COMPUTER
BASICS
WEB
DESIGN
&
DEVELOPMET
MS
OFFICE
MOBILE
APPLICATION
DEVELOPMENT
FROM
Skylite
Skylite Institute of Information Technology
4/14, 2nd Floor, Gole Bazar,
Rabwah
Mobile: 0333 440 7321
Tel: 047 621 1002

خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دن دگنی رات چوگنی
ترقیات عطا فرمائے۔ آمین
ہم اپنے ضلع کی طرف سے الفضل
کے سو سال پورے ہونے
پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
از طرف صدر لجنہ اماء اللہ و
عاملہ ضلع اوکاڑہ

پیارے آقا کی صحت وسلامتی اور
درازی عمر کیلئے دعاگو ہیں
امیر ضلع واراکین عاملہ ضلع
وصدران ضلع واراکین
جماعت ہائے احمدیہ
ضلع رحیم یار خاں

LEKI HARNESS
COMPANY
Talb-e-Dua:
Rana Farooq Azam, Rana Sikandar Azam,
Rana M Azam
شہاب پورہ روڈ سیالکوٹ

المجید پولٹری فارم
طالب دعا:
رانا حبیب اللہ، رانا غفار احمد، رانا فاران حسن، رانا رافع، رانا موعظ،
رانا شجاع احمد، رانا شہریار، رانا اسفندیار، رانا احمد یار
پنڈی بھاگو
موبائل: 0342-5446815,0342-4638945
کنگرہ موڑ روڈ سیالکوٹ

حضور پرنور کو اور جماعت ہائے
احمدیہ عالمگیر کو مبارک باد
عائشہ کفیل زوجہ کفیل احمد بٹ، اقراء عباس زوجہ انجم عباس
حرا ناصر بنت ناصر احمد، سعدیہ غفور بنت عبدالغفور
فوزیہ غفار زوجہ غفار احمد، مریم حبیب زوجہ حبیب اللہ
نسرین مجید زوجہ عبدالمجید (مرحوم)، صائمہ پرویز زوجہ پرویز احمد
شافیہ محمود زوجہ محمود احمد، رحمت سلیم زوجہ محمد سلیم
زاہدہ غفور زوجہ غفور احمد
عطیۃ النور بنت امجد اعجاز
ھبۃ الودود بنت امجد اعجاز
تمام لجنات اور ناصرات کی طرف سے
منجانب: صدر لجنہ مجلس پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ

حضور پُرنور اور
جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد
رانا مشتاق احمد ولد چوہدری نواب خان
صدر جماعت احمدیہ پنڈی بھاگو
رانا امجد اعجاز ولد رانا اعجاز احمد، رانا ریاض احمد ولد چوہدری نواب خان
رانا محمد آصف خاں ولد فیروز دین صاحب، رانا محمود احمد ولد محمد صادق صاحب
رانا اختر علی ولد ظفر احمد صاحب، رانا فہیم احمد ولد محمد سلیم صاحب،
کفیل احمد بٹ ولد محمود احمد بٹ صاحب، رانا نذر حسین ولد غلام احمد صاحب
رانا شہزاد احمد ولد رانا ریاض احمد صاحب، اوصاف احمد ولد رانا شہزاد احمد صاحب
مناف احمد ولد رانا شہزاد احمد صاحب، مصف احمد ولد رانا شہزاد احمد صاحب

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
روزنامہ ''الفضل'' کی اشاعت کے سو سال مکمل ہونے پر
جماعت احمدیہ ضلع ملتان
دلی مبارکباد پیش کرتی ہے
دعا ہے کہ خدا تعالیٰ روزنامہ الفضل کو تا قیامت
تربیت اور خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے
اور اپنی حفظ وامان میں رکھے

ڈاکٹر ظفر اقبال شاہد
الٹراساؤنڈ سپیشلسٹ
طلحہ کلر ڈاپلر
الٹراساؤنڈ سنٹر
لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں
068-5795353

دفتر الفضل کی چند بھولی بسری یادیں

1990ء تا 1998ء

مکرم مرزا محمد اقبال صاحب مربی سلسلہ (ر)

مکرم مرزا محمد اقبال صاحب نے 1990ء تا 1998ء دفتر الفضل میں کام کرنے کی توفیق پائی ان کی چند یادیں ان کے قلم سے پیش ہیں۔

1990ء کی پہلی سہ ماہی ختم ہونے کو تھی جبکہ خاکسار اصلاح وارشاد مرکزیہ کی ہدایت کے مطابق ناصر آباد بلاک ربوہ میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ ایک روز مجھے مکرم سید احمد علی شاہ صاحب مرحوم نائب ناظر اصلاح وارشاد کی طرف سے دفتر الفضل میں رپورٹ کرنے کی چٹھی موصول ہوئی۔ ان دنوں محترم نور محمد نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر تھے۔ رمضان المبارک شروع ہونے والا تھا۔ غالباً ماہ اپریل تھا معلوم ہوا کہ خاکسار کو مکرم حافظ محمد صدیق صاحب مربی سلسلہ کی جگہ بھیجا گیا ہے جو ان دنوں کسی دفتری کام کیلئے دورہ پر کراچی گئے ہوئے تھے۔ ان کا یہ دورہ ایک ماہ کا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کے آنے کے بعد مجھے واپس اصلاح وارشاد مرکزیہ میں آنا تھا۔ مختصر یہ کہ اس دفتر میں میری تعیناتی صرف ایک ماہ کیلئے بطور ٹرائل تھی۔ مجھے مکرم سیفی صاحب نے پروف ریڈنگ کا کام دیا۔ اس کام کا مجھے پہلے کوئی تجربہ نہیں تھا تاہم میرا کام آپ کو پسند آیا لہٰذا تھوڑے عرصہ بعد ہی مجھے اپنے دفتر میں بلا لیا۔ اس ایک ماہ کے دوران میں نے مکرم سیفی صاحب کو بہت اچھا افسر پایا یعنی ہمدرد، ملنسار اور ماتحتوں سے اچھا سلوک روا رکھنے والا افسر۔ ان دنوں مکرم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر الفضل ہوا کرتے تھے۔ میں انہیں ناصر ہوسٹل جامعہ احمدیہ میں اکٹھے رہنے کی وجہ سے کافی حد تک جانتا تھا۔ ایڈیٹوریل سٹاف کی میٹنگ مکرم سیفی صاحب کے ساتھ عموماً روزانہ ہوا کرتی تھی جس میں اکثر آغا صاحب بھی شامل ہوا کرتے تھے حالانکہ وہ انتظامی امور کے انچارج تھے چونکہ ان کے تعلقات مکرم سیفی صاحب کے ساتھ بڑے دوستانہ اور برادرانہ تھے لہٰذا اصلاح ومشورہ کیلئے میٹنگ میں شرکت کرتے تھے۔ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب مرحوم نائب ایڈیٹر تھے علاوہ ازیں ایڈیٹوریل سٹاف میں مکرم عبدالمغنی زاہد صاحب مکرم عبدالستار خاں صاحب مربی سلسلہ، مکرم سید ظہور احمد شاہ صاحب مرحوم اور مکرم غلام مصطفیٰ صاحب کاپی پیسٹر شامل تھے۔ پروف ریڈنگ میں میرے ساتھ مکرم میاں عبدالمجید صاحب مرحوم جو مکرم میاں عبدالحی صاحب مرحوم سابق مربی انڈونیشیا کے چھوٹے بھائی تھے۔ میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ میرے اور ان کے مزاج اور طبیعت میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے آئے روز آپس میں ہلکی پھلکی بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ وہ مجھ سے عمر میں کافی بڑے تھے لہٰذا ان کا ادب واحترام میرے دل میں بہت تھا۔ اس کے باوجود نہ جانے کیوں دونوں کے درمیان ذرا سی تلخ کلامی ہو جاتی تھی۔ ہمارے کیبن کے ساتھ ہی داخلی دروازہ کے دائیں طرف برادرم غلام مصطفیٰ صاحب کاپی پیسٹر کی میز اور کرسی پڑی ہوئی تھی۔ درمیان میں ہارڈ بورڈ کے ذریعہ سات فٹ اونچی پارٹیشن کی ہوئی تھی وہ ہم دونوں کی گفتگو سن کر خوب محظوظ ہوا کرتے تھے اور گاہے بگاہے دخل دے کر مزاح کا رنگ دے دیا کرتے تھے۔ نتیجتاً ہم دونوں تازہ ہو کر اپنا کام بخوشی ختم کر لیا کرتے تھے۔

ان دنوں الفضل کے تمام مضامین اور دیگر مسودات کی کتابت کئی کاتب حضرات کیا کرتے تھے جن میں سے مکرم منور احمد صاحب بنگالی، مکرم محمد اعظم صاحب لنگاہ، مکرم مظفر احمد صاحب بنگالی مکرم سید تجمل حسین بخاری صاحب اور مکرم ماسٹر منظور احمد صاحب قابل ذکر ہیں۔ یہ سب حضرات داخلی برآمدہ میں صفوں پر بیٹھ کر کتابت کیا کرتے تھے۔ ہمارا کام پروف ریڈنگ کے بعد ان سے غلطیاں ٹھیک کرانا بھی ہوتا تھا۔ اس دوران ان سے کافی دلچسپ مزاحیہ گفتگو بھی ہو جاتی تھی۔ 1993ء میں کمپیوٹر آیا جس کے انچارج مکرم عبدالباسط صاحب تھے ان کے ساتھ مکرم نصیر احمد صاحب چوہدری اور مکرم شفیق احمد صاحب کمپوزنگ کا کام کرتے تھے۔

دفتر کا ماحول مجموعی لحاظ سے بڑا ہی خوشگوار اور اچھا ہوا کرتا تھا۔ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب اور مکرم آغا صاحب کی آپس میں باآواز بلند طنز و مزاح اور شستہ مذاق والی ہلکی پھلکی نوک جھونک روزانہ ہی اس ماحول کو مزید خوشگوار بنا دیا کرتی تھی۔ اس گفتگو کو سن کر عموماً تمام کارکن لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مکرم سیفی صاحب بھی اس پُرلطف گفتگو کو سنتے اور کبھی کبھی میٹنگ میں ان دونوں سے دریافت کرتے کہ آج تم دونوں میں کس بات پر اتنی دلچسپ گفتگو ہوئی ہے یہ دونوں آپس میں بڑے بے تکلف دوست تھے اور ہم نوالہ ہم پیالہ کے مصداق بھائی بنے ہوئے تھے۔ سو آپ کے پوچھنے پر وہ میٹنگ جو پہلے سونی سونی ہوتی تھی وہ ہنسی اور مسکراہٹوں کے ساتھ کشت زعفران بن جایا کرتی تھی۔

ایک بات جس کا میں ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں اور جس نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا وہ ہے خاکسار کی مضمون نگاری کی کوشش اس ضمن میں مکرم سیفی صاحب اور مکرم یوسف سہیل شوق صاحب کی راہنمائی اور امدادی کتب مہیا کرنے کا بڑا دخل ہے۔ لہٰذا ان دونوں کی راہنمائی اور ذاتی دلچسپی نے مجھے اسی قابل بنا دیا کہ کچھ تحریر کر سکوں۔ چنانچہ عرصہ ساڑھے آٹھ سال میں اندازاً 60 کے قریب مضامین علمی، اخلاقی، معلوماتی، روحانی تربیتی دینی اور سیاسی موضوعات پر شائع ہوئے۔ ان مضامین کی اشاعت پر مکرم سیفی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”میرا دل چاہتا ہے اگر ان مضامین کو کتابی شکل دی جائے تو دیباچہ میں لکھوں گا۔“

یہاں ایک واقعہ لکھنا چاہتا ہوں جس سے مکرم سیفی صاحب کی نرم مزاجی، اخوت ومحبت اور درگزر کرنے کی جھلک نمایاں ہوتی ہے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے ماتحت کی کسی غلطی پر سزا دینے کے قائل نہ تھے بلکہ معاف فرمانا مناسب خیال کرتے تھے۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ 21 نومبر 1996ء کو جس روز جماعت احمدیہ کے ایک نامور احمدی اور دنیا کے عظیم سائنسدان مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا جسد خاکی بذریعہ طیارہ لاہور ائیر پورٹ پر پہنچنا تھا اور پھر اسے ربوہ میں سپردِ خاک کیا جانا تھا، خاکسار کی طبیعت ناساز ہو گئی تو دفتر اطلاع دیئے بغیر دوائی لینے ہسپتال چلا گیا جہاں ڈاکٹر صاحب کو چیک کرانے اور دوائی حاصل کرنے میں دفتر سے لیٹ ہو گیا۔ جب دفتر پہنچا اور اپنے کیبن میں داخل ہونے لگا تو مکرم غلام مصطفیٰ صاحب نے پیغام دیا کہ مکرم سیفی صاحب نے یاد فرمایا ہے یہ سن کر دل سے دعا نکلی کہ الٰہی خیر ہو۔ کہیں آج مولانا صاحب کے زیر عتاب نہ آ جاؤں۔ خیر دل میں دعا کرتے ہوئے مکرم سیفی صاحب کے کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنی کرسی پر تشریف فرما ہیں اور ان کے دائیں جانب مکرم آغا سیف اللہ صاحب کرسی پر بیٹھے ہیں۔ میں نے جاتے ہی سلام عرض کیا اور طلب فرمانے کا پوچھا۔ میری عرض سن کر مکرم سیفی صاحب نے مکرم آغا صاحب کو اشارہ فرمایا کہ ان سے دیر سے آنے کی وجہ پوچھیں۔ تعمیل ارشاد میں مکرم آغا صاحب نے مجھ سے وجہ پوچھی تو جواباً عرض کیا کہ آج میری طبیعت ناساز تھی لہٰذا اطلاع دیئے بغیر دوائی لینے ہسپتال چلا گیا۔ خیال تھا کہ دوائی لے کر وقت پر پہنچ جاؤں گا مگر دیر ہو گئی جس کیلئے معذرت خواہ ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ یہی جواب میں نے دو مرتبہ مکرم سیفی صاحب کی خدمت میں عرض کیا مگر تسلی نہ ہونے پر باادب عرض کیا کہ آپ دونوں میں سے میرا افسر کون ہے؟ مجھے پتہ تھا کہ میرا یہ پوچھنا گستاخی کے زمرہ میں آ سکتا ہے۔ یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا کیونکہ مکرم سیفی صاحب نے ذمہ داری مکرم آغا صاحب پر ڈال دی تھی۔ وہ پوچھ بھی رہے تھے اور مسکرا بھی رہے تھے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ میرے اس سوال کو سنتے ہی مکرم سیفی صاحب نے فرمایا جائیں اور اپنا کام کریں۔ آپ نے مجھے کوئی ڈانٹ ڈپٹ یا کوئی تنبیہہ نہیں کی بلکہ بڑے اچھے انداز میں اپنے دفتر سے اپنے کیبن میں آنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

اب کچھ تکلیف دہ اور دلآزاری پر مبنی ایسے واقعات کا ذکر ہو جائے جنہیں مجھے دیکھنا پڑا۔ مثلاً امتناع قادیانیت آرڈیننس جو 1984ء میں صدر مملکت ضیاء الحق نے محض ذاتی مذہبی تعصب و نفرت اور مخالف علماء کے کہنے پر جماعت احمدیہ کے خلاف جاری کیا تھا۔ اس کا عملی نفاذ میں نے دیکھا کہ مکرم قاضی منیر احمد صاحب جو الفضل کے پرنٹر تھے۔ مکرم آغا سیف اللہ صاحب جو پبلشر اور مینیجر تھے۔ مکرم نسیم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل۔ ان تینوں بزرگوں پر آئے روز پولیس کی طرف سے مختلف مقدمات بنتے رہتے تھے۔ نتیجتاً یہ تینوں نہایت پریشان رہتے تھے اور گرفتاری سے بچنے کیلئے نامعلوم مقامات پر روپوش ہو جاتے تھے مگر سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس دفتر الفضل اور گھروں پر چھاپے مارتی رہتی تھی اور گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھی وہ نہ عمر دیکھتی تھی اور نہ رمضان المبارک کے تقدس کا کوئی خیال رکھتی تھی۔ غرض حالات یہ تھے کہ ان تینوں بزرگوں کو گرفتار کیا انہیں کبھی تھانہ ربوہ کی چار دیواری میں مقید رکھا جاتا اور کبھی چنیوٹ کی حوالات میں نظر بند رکھا جاتا۔ میں نے ان تینوں کو چنیوٹ کی حوالات میں رمضان المبارک میں سلاخوں کے پیچھے نظر بند دیکھا۔ قصور صرف یہ تھا کہ بقول اکبر الٰہ آبادی کہ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنے کے 4 سال بعد مکرم سیفی صاحب تو 19 مارچ 1999ء کو وفات پا گئے۔ اور دوسرے دونوں بزرگ خدا تعالیٰ کے فضل سے ملک سے باہر جانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ دونوں بزرگ وہاں خدمت سلسلہ بجا لا رہے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ الٰہی جماعتوں کے افراد کو سنت یوسفی کو تازہ کرنا پڑتا ہے وہ تکالیف محض للہ اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے برداشت کرتے ہیں اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ایمان پر قائم رہتے ہیں۔ اسی بات کی نصیحت پیارے آقا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے اس شعر میں احباب جماعت کو فرمائی ہے۔

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

اب کچھ دیگر امور کا ذکر ہو جائے یعنی اس عرصہ کے دوران ایڈیٹوریل سٹاف کے ممبران رمضان المبارک میں اپنے اپنے گھروں پر افطاری کا انتظام کرتے تھے خاکسار کو بھی ایک دفعہ تمام ممبران کی افطاری کرنے کا موقع ملا۔ مکرم سیفی صاحب نے بھی ازراہ شفقت شرکت فرمائی۔ آپ نے میرے غریب خانہ کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار فرمایا نیز میری اولاد کے نیک ہونے اور ان کی دینی و دنیاوی ترقی کے لئے دعا کی۔ یقین جانئے کہ اس بہت بڑے عالم دین اور نیک بزرگ کا گھر پر تشریف لانا میرے لئے بڑے اعزاز اور شرف کا باعث تھا۔ ضمناً یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ ان کے والد محترم حضرت ماسٹر عطا محمد صاحب مرحوم جامعہ احمدیہ میں میرے استاد رہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین

مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب نہ صرف تقریر میں بلکہ تحریر میں بھی پورا ملکہ رکھتے تھے۔ اردو اور انگریزی میں آپ فی البدیہہ تقریر کیا کرتے تھے۔ آپ قادر الکلام مقرر ہونے کے علاوہ ایک نامور شاعر بھی تھے۔ آپ نے ان دونوں زبانوں میں کئی کتب تحریر فرمائیں۔ دی ٹرتھ (The Truth) نائیجیریا سے جاری فرمایا جو بفضل اللہ تعالیٰ آج بھی جاری ہے۔ آپ کی شفقت اور محبت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ مجھے تصانیف کا سیٹ تحفتاً عنایت فرمایا۔ اس سیٹ میں ایک درجن سے زائد کتب اور پمفلٹس شامل ہیں آپ کا یہ قیمتی تحفہ گاہے بگاہے آپ کی یاد دلاتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً ساڑھے دس سال آپ الفضل کے ایڈیٹر رہے۔ باوجود معمر ہونے اور پیرانہ سالی کے اپنے فرائض بڑی محنت کے ساتھ بطریق احسن سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ کی اہلیہ محترمہ سکینہ سیفی صاحبہ وفات پا گئیں۔ تو اس صدمہ کو بہت محسوس کیا اور جدائی کا دکھ زیادہ عرصہ برداشت نہ کر سکے۔ نتیجتاً دل کے مرض نے آ پکڑا اور صرف ڈیڑھ سال بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو غریق رحمت کرے آمین۔

مجھے یاد ہے کہ وفات سے ایک روز قبل خاکسار عیادت کیلئے ہسپتال میں حاضر خدمت ہوا تو صحت کا حال پوچھنے پر فرمایا کہ اب بفضل اللہ تعالیٰ اچھی ہے۔ دعا کا کہا۔ آپ کو لکھنے اور دوسروں کو ترغیب دلانے کا اس قدر شوق تھا کہ اس آخری ملاقات میں بھی مجھے لکھتے رہنے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اسی نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مکرم سیفی صاحب ایک بہت ہی منجھے ہوئے صحافی مصنف ادیب، فنکار اور جماعت احمدیہ کے بڑے نامور مشہور شاعر تھے کہ پاکستان کی بعض مایہ ناز صحافتی مشہور شخصیات گاہے بگاہے ادارہ الفضل میں تشریف لاتی رہی تھیں جن کے ساتھ اجتماعی گروپ فوٹوز ہوا کرتے تھے۔ جیسے منو بھائی صاحب اور مستنصر حسین تارڑ صاحب وغیرہ۔

بطور تشکر میں یہ عرض کرنا بھی مناسب خیال کرتا ہوں کہ مکرم نسیم سیفی صاحب کا دور ادارت بہت اچھا تھا۔ آپ جہاں اپنی ذمہ داری کا احساس رکھتے تھے وہاں آپ کے رفقاء کار بھی آپ سے ہر ممکن تعاون کرتے تھے۔ آپ کی فراغت 11 مارچ 1998ء کو ہوئی تو پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد پر مکرم عبدالسمیع خان صاحب نے اس ذمہ داری کو سنبھالا۔ آپ یہ کام بڑی محنت کے ساتھ نہایت ہی احسن رنگ میں ادا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید کامیابیوں سے نوازے۔ آمین

میں نے ان کے ساتھ قریباً سات ماہ تک کام کیا۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا گزرا۔ اس کی یاد دل میں تازہ رہے گی۔ جب 30 ستمبر 1998ء کو حدیقۃ المبشرین کا اختتام ہوا تو مجھے وکالت دیوان تحریک جدید نے واپس بلا لیا ادارہ الفضل کو الوداع کہنے کو دل تو نہیں چاہتا تھا کیونکہ رفقاء کار کے ساتھ بڑی الفت و محبت پیدا ہو گئی تھی۔

آخر میں برادرم مکرم غلام رسول صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو عموماً روزانہ چائے وغیرہ سے خاطر تواضع کرتے رہے نیز برادرم مکرم منیر احمد صاحب عرف لالہ جی کا بھی جو اپنی دل پسند ہنسی و مزاح والی گفتگو سے لطف اندوز کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کارکنان کو بسلامت رکھے اور بیش از پیش خدمت کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

شادی کے بعد سب سے پہلے الفضل لگوایا

مکرمہ شوکت اسد صاحبہ۔ ربوہ

میں بہت چھوٹی سی تھی جب نانا جان کے گھر پہلی دفعہ الفضل دیکھا۔ روزانہ آنے والی اس اخبار کا نانا جان قاضی عطاء اللہ مرحوم بہت دیر تک اور بہت دلچسپی اور شوق سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اور بعد میں نانی جان سے مختلف مضامین ڈسکس کرتے اور اس کے بعد امی جان سعیدہ بیگم مرحومہ وہ اخبار پکڑتیں اور شروع سے آخر تک بہت شوق سے اس کو پڑھا کرتی تھیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ اس اخبار میں نہ تو تصاویر ہیں نہ ہی کوئی کہانی مگر اس میں کیا ہے کہ امی یا نانا ہم پہ توجہ نہیں کر رہے اور ہم بور ہو جاتے۔ لیکن پھر کافی عرصہ کے بعد حالات ایسے ہوئے کہ امی نے بہت خوشی سے الفضل لگوائی اور نماز فجر ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرنے پر ہماری آنکھ کھلتی تو امی بے چینی سے دروازے کی طرف آتی جاتی نظر آتیں کیونکہ ہمارا اخبار صبح سویرے آجایا کرتا تھا۔ امی مکمل اخبار ہمارے اٹھنے سے پہلے ہی پڑھ لیا کرتی تھیں۔ پھر سارا دن دوبارہ نظر مارتی رہتیں۔

میری شادی تک امی کی یہی روٹین رہی۔ رات دیر تک نماز عشاء پڑھتی رہتیں۔ نماز تہجد کے لئے باقاعدہ اٹھا کرتیں پھر نماز فجر کے بعد قرآن کی تلاوت اور دعائیں یا نظمیں لیٹ کر گنگناتی رہتیں جب تک الفضل نہ آجاتا۔ میں ولادت اور وفات کے اعلان وغیرہ پڑھ لیا کرتی تھی زیادہ شوق نہیں تھا۔ لیکن شادی کے بعد بچے ذرا بڑے ہوئے مجھے دارالفتوح غربی گلی نمبر 7 میں تعلیم اور خطبات روزنامہ الفضل کا مطالعہ کرنے کی محلّہ کی سطح پر لجنہ کی طرف سے میری ذمہ داری تھی کہ روزنامہ الفضل کی خریدار اور اس کا مطالعہ کرنے والی خواتین کی رپورٹ تیار کروں اسی وجہ سے الفضل کا اتنا شوق ہوا کہ لوگوں کے گھروں سے الفضل لے کر پڑھا کرتی پھر گلی میں اپنا کام نمایاں کرنے کے لئے پورے محلے کے جن گھروں میں الفضل آتا تھا۔ ان سے الفضل لے کر جن گھروں میں لوگ پڑھنا چاہتے تھے مگر وہ خرید نہیں سکتے میں ان کو 4،4 اخبار ہر ماہ دیتی کہ یہ آپ کے ہیں ان کو پڑھو۔ لوگ ابھی تک اس بات کو یاد رکھتے ہیں کہ گھر بیٹھے الفضل کے مزے لیا کرتے تھے۔ میرا بڑا دل کرتا تھا کہ جیسے امی نے صرف الفضل کو ترجیح دی اسی طرح میرا ذاتی اخبار ہو جس کو میں فوراً پکڑوں اور شروع سے آخر تک پڑھوں۔ اور سارا دن دوسروں کو سناؤں۔

7 فروری 2012ء کو میں اپنے گھر میں آباد ہوئی اور سب سے پہلے اخبار لگوایا جو کہ میری زندگی کی ایک حسرت تھی۔ آج وہ معجزانہ طور پر قبول ہوئی اور اب میں امی کی جگہ کھڑی ہوں جب تک سارا اخبار مکمل پڑھ نہ لوں تشنگی رہتی ہے۔ ناغے والے دن گزرے ہوئے ہفتے کی جو اخبار رہ جائے وہ نکال کر پڑھتی ہوں آج ہمیں حضور کی روز مرہ مصروفیات اور دورہ جات اور جماعت احمدیہ کو ایک دوسرے سے جڑا رکھنے کا ذریعہ اخبار ہے۔ روز کی روز بات، سکولوں کے داخلے، امتحانات کے اعلان اور ان کے علاوہ روحانی خزائن، تذکرہ، ارشادات عالیہ، خطبہ جمعہ کا خلاصہ متن نیز ملکی حالات وغیرہ تفصیل سے پڑھنے کو ملتے ہیں۔

ہم خدا کی اس نعمت کا لاکھ بار شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وہ لذت جو کبھی میری ماں کو ملا کرتی تھی آج وہی لذت اور ذائقہ میں محسوس کر رہی ہوں۔ میں جب تک اخبار پڑھ نہیں لیتی بے چینی محسوس کرتی ہوں اور پڑھ کر دلی سکون ہو جاتا ہے جیسے کوئی اہم کام جیسے نماز ادا کرنے کے بعد نمازی اپنے آپ کو ہلکا پھلکا تصور کرتا ہے۔ میں اس موقع پر ایک اہم بات کہنا چاہتی ہوں جس کے لئے میں دل میں بوجھ محسوس کرتی ہوں کہ لوگوں کے گھر الفضل اخبارات اور رسائل تشحیذ الاذہان، خالد، انصاراللہ، مصباح وغیرہ آتے ہیں جو اتنی تعداد میں ہو گئے ہیں کہ ان کی حفاظت نہیں کی جا سکتی۔ کوئی ایسا ذریعہ بنائیں کہ یہ یا تو محفوظ کیے جائیں یا کوئی ایسی جگہ ہو جہاں یہ سب اکٹھے کر کے ان کو دوبارہ استعمال کے قابل بنایا جائے اور یہ پاکیزہ صفحات ضائع ہونے سے بچ جائیں گے میں اب بھی الفضل پڑھ کر دوسروں کو پڑھنے کے لئے دے دیتی ہوں۔

مکرم ظفر احمد طاہر صاحب۔ کیلگری کینیڈا

بہت پرانا رشتہ

الفضل اخبار نے خاکسار کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ بچپن سے جب سے ہوش سنبھالا اس اخبار کو اپنے گھر کے آنگن سے روز صبح اٹھایا اس طرح سے اس اخبار کے ساتھ رشتہ بہت پرانا ہے اور جب اس اخبار کو لے کر گھر کے اندر آتا تو سب سے پہلے دادا جان کو دیتے کیونکہ یہ میری ڈیوٹی تھی۔ اس کے بعد کوئی اور اخبار کو پڑھتا اور پھر ہر شام دادا جان ہم سب کو اس اخبار میں سے حضور کی نصائح یا کوئی حدیث وغیرہ سناتے۔ اس اخبار کی سب سے اہم بات خلفاء سلسلہ کی وقتاً فوقتاً کی گئی تحریکات خطبات کے خلاصہ جات اور ہر قسم کے فقہ کے معاملے ہیں۔ اور اب جب سے یہ اخبار کمپیوٹرائز ہو گیا ہے کوئی بھی حوالہ اور کوئی مضمون ڈھونڈنا اب مشکل نہیں رہا اور اس اخبار میں ہر قسم کے مضمون موجود ہیں اور ہر مسئلہ کا حل بھی موجود ہے۔ اس زمانہ کے حساب سے اگر دیکھا جائے تو یہ ایک بھرپور اور مکمل اخبار ہے خدا تعالیٰ مجھے اور تمام احباب جماعت کو اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق دے۔ آمین

پیارے آقا کی صحت وسلامتی وتندرستی درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں

امیر ضلع واراکین عاملہ ضلع وصدران جماعت ہائے احمدیہ ضلع
واراکین جماعت ہائے احمدیہ ضلع لودھراں
زعیم واراکین عاملہ شہر واراکین انصار اللہ شہر لودھراں
صدر لجنہ ضلع واراکین عاملہ ضلع وصدران لجنہ ضلع
واراکین لجنہ اماء اللہ واراکین ناصرات الاحمدیہ ضلع لودھراں
صدر لجنہ شہر واراکین عاملہ شہر واراکین لجنہ اماء اللہ
واراکین ناصرات الاحمدیہ شہر لودھراں
چوہدری عبدالحفیظ طاہر ابن چوہدری عبدالرحیم (قائد علاقہ)
وبیگم وقراۃ العین بیٹی، محمد احمد (بیٹا) عبدالواسع (بیٹا) ووالدین۔ بہاولپور
ملک عامر فاروق ابن ملک محمد خورشید نزد نیشنل بینک ملتان روڈ۔ لودھراں شہر
والدین وبیگم وبچگان
لقمان احمد سلطان ابن سلطان احمد
LDA۔ لال پل سکھ نہر۔ مغل پورہ۔ لاہور والدین وبیگم وبچگان
قائد واراکین عاملہ شہر واراکین خدام الاحمدیہ شہر واراکین اطفال الاحمدیہ شہر لودھراں

پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام اور روزنامہ الفضل کی صد سالہ جوبلی مبارک ہو۔ نیز حضور انور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

منجانب چوہدری حامد علی بٹر
صدر جماعت احمدیہ کرتو
ومجلس عاملہ کرتو
عمران احمد کاہلوں معلم وقف جدید
کرتو تحصیل مرید کے ضلع شیخوپورہ

ہاضمے کا لذیذ چورن
کھانا ہضم کرتا ہے
تریاق معدہ
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
Ph:047-6212434

اوقات 6:00 بجے شام تا 10:00 بجے رات
سراج کلینک
محلہ معظم شاہ چنیوٹ
طالب دعا: ڈاکٹر ساجد محمود: 0301-8604965

المعروف چوہدری سراج دین اینڈ سنز
نگینہ برتن سٹور
طالب دعا: چوہدری مبارک احمد
چوک جنتو تھاں۔ چنیوٹ فون: 047-6332870
0300-7714390

اعلیٰ کوالٹی کے چاول کی خرید وفروخت کا با اعتماد ادارہ
میاں ظفر احمد اینڈ سنز رائس ڈیلر
P-437 بیرون لسوڑی شاہ روڈ راجباہ روڈ۔ فیصل آباد
طالب دعا: میاں نور احمد: 0300-6609099
میاں بشیر احمد: 041-2640190-0323-5517736

مناسب دام ۔ با اعتماد سروس
اپنا چشمہ سنٹر
جنریشن آئی
لینز چوائس
سکول کالج و جامعہ دفتر کے کارکنان کیلئے خصوصی ڈسکاؤنٹ
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ
میاں سہیل احمد: 0345-7963067

طالب دعا:
میاں طاہر مصطفیٰ
0333-6962220
میاں اسد مصطفیٰ
0345-7517721
044-2521354
ایم ٹی اے جیولرز
MTA Gold Test Laboratory
سی بلاک، صرافہ بازار چوک دربارے والا اوکاڑہ

PTCL-V فرنچائز
EVO,Brodband,Vfone ہر وقت ہر جگہ
MTA دوران سفر یا گھر میں تیز ترین EVO انٹرنیٹ
Vfone موبائل میں بھی دستیاب ہے۔
تحسین ٹیلی کام حافظ آباد روڈ پنڈی بھٹیاں
میاں طارق محمود بھٹی آفس 0547-531201,2
حافظ اعجاز احمد بھٹی 0300-7627313,0547415755

اب انی معک یا مسرور گاؤ
یہی اب تو نغمے سنائے خلافت
بنا آزمائش کہاں امتحاں ہے
یہ احساس طاہر دلائے خلافت
طاہر سپیئر پارٹس اینڈ سلیم آٹوز
موٹر سائیکل ۔ کار پارٹس
گوجرانوالہ روڈ
بنگلہ میانوالی ضلع سیالکوٹ
طالب دعا: مرزا محمد نواز طاہر فون شوروم: 052-6280081

LC Rana Traders
Lace Centre
Atta Shopping Centre,Commercial Market,Rawalpindi
Rana Mubashir Ahmad
Tel:4456765,4452299
Mob: 0333-5103705,0321-5840362

مکرم احمد طاہر مرزا صاحب لائبریرین جامعہ احمدیہ ربوہ

الفضل کے بدلتے ادوار

مختلف زمانوں میں الفضل کے نئے کالموں اور تحریروں پر نظر

الفضل نے موقع و محل کے مطابق ہر دور میں ضرورت حقہ کے تحت اپنا بھرپور کردار ادا کر کے احباب جماعت کو اپنی دینی، علمی، ملی، قومی، سماجی اور مفوضہ ذمہ داریوں کو فرض شناسی سے نبھایا ہے۔ گزشتہ صد سالہ شماروں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس اخبار نے ہر دور میں حسب حالات غیر معمولی خدمات سرانجام دی ہیں۔ تاہم سلسلہ احمدیہ میں جس نے ہر یک کو ایک محبت کی لڑی میں پرویا ہوتا ہے ہر دور کے مدیر اپنی فہم و فراست کے مطابق جماعتی پالیسی کی روشنی میں الفضل نکالنے میں آزاد ہوتا ہے۔

1913ء اور 1914ء کے سالوں میں سیرت النبی ﷺ، تصدیق المہدی و المسیح، مکتوبات حضرت مسیح موعود، ملفوظات (علاوہ الحکم و بدر قادیان) جن میں سے بیشتر مضامین بانی الفضل کے قلم سے اور بعد میں دوسرے ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے قلم سے نکلے، کثیر تعداد میں شائع ہوئے۔ ان میں سے چند ایک سلسلے بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے جیسے تصدیق المہدی والمسیح از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ اسی طرح اس دور میں رفقاء احمد کے بعض حالات بھی شائع ہوئے۔

1914ء سے 1933ء تک کے دور میں بعض فتنوں کے رد میں الفضل کی عظیم الشان خدمات ہیں۔ اہل پیغام کی تردید میں سیدنا حضرت مسیح موعود کے عقائد و تحریرات بھرپور انداز میں پیش کی جاتی رہیں اور اس سلسلہ میں جید رفقاء کرام کے مضامین اس کی زینت بنتے رہے۔ الحکم، بدر، فاروق اور رسالہ احمدیہ جیسے جرائد کے ساتھ ساتھ الفضل نے بھی مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اعتراضات کی تردید میں اپنا رول ادا کیا۔ اور یہ سلسلہ کئی سال تک جاری و ساری رہا۔ اس اہم دور میں قدرت ثانیہ کی سچائی پر مشتمل بشارات ربانیہ اور احباب کے رؤیا اور خوابیں بھی الفضل کی زینت بنیں جس سے احباب جماعت کا ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' پر ایمان یقین محکم میں بدل گیا۔ اور ان بشارات ربانیہ کی اشاعت کا سلسلہ تو آج بھی جاری ہے۔

حضرت مصلح موعود کے عہد سعادت میں مربیان کرام کا سلسلہ زمین کے کناروں تک جا پہنچا۔ اس دور میں الفضل میں سلسلہ احمدیہ کی دعوۃ الی اللہ کی کاوشوں کی رپورٹ، اشاعت دین، اشاعت قرآن کریم کی رپورٹ زمین کے کناروں تک پہنچا دی گئی۔ 52 سالہ تاریخ کا ایک سنہری ریکارڈ اور ابتدائی ماخذ الفضل ہے۔ اور اس دور کی کوئی بھی مہتم بالشان تاریخی کتاب الفضل کے بغیر مکمل نہیں ہوگی۔

1920ء اور 1930ء کے عشروں میں چند معاندین اسلام نے نفرت انگیز اور روح ایمانی کو مجروح کرنے والا لٹریچر شائع کیا جس کے نتیجہ میں مسلمانان ہند کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک جذبات کو برانگیختہ کیا گیا۔ اس وقت امام جماعت احمدیہ عالمگیر کی اقتداء میں الفضل نے شان رسالت ﷺ کا بھرپور دفاع کیا اور کئی پُر مغز مضامین و مقالات الفضل میں شائع کئے گئے۔ پھر 1928ء میں جب بعض شر پسند اور پست ذہنیت کے مخالفوں نے رسالہ ورتمان، رنگیلا رسول میں اس قماش کا زہر اگلا تو اس کے دفاع میں ہمارا الفضل ہراول دستہ کے طور پر آگے بڑھا اور نہ صرف ہندوستان بلکہ امریکہ، یورپ افریقہ اور آسٹریلیا تک میں منعقدہ سیرت النبیؐ اور اخلاق النبیؐ کے بارہ میں جلسوں کی تمام رپورٹوں کو مسلسل شائع کرتا رہا۔ جس سے......کو دفاع دین کرنے کے نئے زاویے ملے، نئی سوچ پیدا ہوئی کہ جذباتی ردعمل کے ساتھ ساتھ محبت رسول کے اظہار کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ اور سیرت طیبہ کا پرچار کیا جائے۔ وہ نظارے کتنے حسین اور قابل دید ہوں گے جب ایک طرف بدوملہی میں جلسہ سیرت النبیؐ (جس میں کثیر مکتبہ ہائے فکر کے لوگ شامل ہوئے اور فرقہ واریت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے درود و سلام کا ورد کرتے تھے۔) دوسری طرف اڑیسہ اور بنگال میں جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی روئیداد شائع کی جارہی ہے۔ پھر مشرقی افریقہ، لندن اور جماعت احمدیہ کینیا کے جلسہ ہائے سیرت النبیؐ کی رپورٹیں شائع ہو رہی ہیں اور یہ سلسلہ کئی مہینوں پر محیط رہا۔ 1930ء کے عشرہ میں تو ہندوستان کیا دنیا کا کونہ کونہ سیرت و اخلاق النبی ﷺ کے جلسوں اور سیمیناروں سے گونج اٹھا اور ہر طرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔

الفضل ماضی کی طرح حال میں بھی اس میں اپنا حصہ ڈال رہا ہے۔ 2005ء سے 2013ء تک متعدد بار معاندین دین کی طرف سے کئی کتب، لٹریچر، کارٹون اور الیکٹرانک میڈیا میں بیہودگی کا مظاہرہ کیا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و اقتداء میں الفضل میں بروقت خطابات و خطبات امام کے ساتھ ساتھ ٹھوس مضامین بھی شائع کئے۔ اسی طرح حضور انور کے ارشاد پر سیدنا حضرت مصلح موعود کا ''دیباچہ تفسیر القرآن'' جس میں سیرت و سوانح نبی کریم ﷺ کو نہایت خوبصورت انداز میں تحریر کیا گیا ہے قسط وار شائع کیا گیا اور کئی اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق فاضلہ کے بارہ میں دیگر اہم مضامین بھی الفضل کی زینت بن رہے ہیں۔ 2012ء میں خصوصاً اس سلسلہ میں کاوش کی گئی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کے ارشاد کے مطابق قیامت تک جس طرح الحکم کے بغیر تاریخ سلسلہ احمدیہ کا کوئی مہتم بالشان ذکر مکمل نہیں ہو سکتا اسی طرح تاریخ احمدیہ، تاریخ و سوانح رفقاء کرام، اور بزرگان سلسلہ، تعلیم و تبشیر، احمدی وفات یافتگان، ریکارڈ وصایا، شہدائے احمدیت، مناظروں و مباحثوں کی تاریخ، مجالس سوال و جواب و مجالس عرفان، احمدیہ منظومات و شاعری، فتن کبیرہ و صغیرہ کی تاریخ و تدارک، براعظم ایشیا، و افریقہ و یورپ و امریکہ اور آسٹریلیا کی تاریخ احمدیت، الفضل کی خوشہ چینی کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

20؍اگست 1941ء کو جب حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کا وصال ہوا تو سیدنا حضرت فضل عمر نے رفقاء کرام کی روایات اور حالات زندگی محفوظ کرنے کی تحریک فرمائی۔

اگرچہ رفقاء کرام کی روایات و حالات زندگی محفوظ کرنے کی تحریک اس سے قبل حضور کئی مواقع پر فرما چکے تھے۔ جیسے 1935ء میں تحریک فرمائی۔ حضور کی تحریک پر رفقاء کی روایات جمع کرنے کیلئے باقاعدہ کام کا آغاز کیا گیا اور سینکڑوں رفقاء کے حالات جمع کئے گئے اور اس سلسلہ میں 15 رجسٹر روایات تیار ہوئے چنانچہ 1938ء سے 1947ء کے الفضل کی فائلوں میں ''ذکر حبیب'' کے عنوان سے ان رجسٹروں کی متعدد روایات شائع کر دی گئیں۔ جن میں سینکڑوں روایات رفقاء و حالات زندگی رفقاء محفوظ ہیں۔ یہ مقدس تحفہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے ہمیشہ تعلیم و تربیت کیلئے روح پرور ثابت ہوگا۔ اس سلسلہ میں ابتدائی بزرگان و علماء کے بعد حضرت مہاشہ فضل حسین صاحب، مولانا عبدالرحمٰن انور صاحب اور بعض دیگر احباب کی کاوشیں خاص طور قابل قدر ہیں جنہوں نے یہ خزانے مرتب کر کے الفضل میں شائع کر دیئے۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ 2012ء اور 2013ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات جمعہ میں رفقاء کرام کی روایات احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کیلئے بیان فرما رہے ہیں اور انہیں الفضل انٹرنیشنل اور روزنامہ الفضل محفوظ کرتا چلا جا رہا ہے۔

ہمارے ابتدائی بزرگان، بیرونی مربیان کرام سلسلہ نے بڑے بڑے دنیا کے نقشے بدلنے والے کام کئے ہیں موجودہ اور آئندہ نسلیں جب گہرائی میں جا کر سیرت و سوانح پر کام کریں گی تو ان کیلئے الفضل کلیدی ماخذ کی حیثیت سے غیر معمولی معین و مددگار ہوگا اور معلومات اور اعداد و شمار اور خطوط اور ریکارڈز کے انبار لگا دے گا۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال، حضرت قاضی محمد عبداللہ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد، حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس، حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی، حضرت صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی، حضرت صوفی غلام محمد صاحب مربی ماریشس، حضرت حافظ عبیداللہ صاحب، حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر، حضرت مولانا نذیر احمد علی، حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیر، مجاہد جاوا و سماٹرا حضرت مولانا رحمت علی صاحب محترم مولانا محمد صادق سماٹری صاحب، حضرت مولانا غلام احمد بدوملہوی، محترم مولانا محمد صدیق امرتسری، مکرم مولانا ملک عطاء الرحمٰن صاحب، مکرم مولانا ملک احسان اللہ صاحب، حضرت موسیٰ حسن خان صاحب اور دیگر کئی ابتدائی بزرگان کے سوانح و دعوۃ الی اللہ کے کارناموں سے الفضل کے صفحات مزین و معطر ہیں اور ان کے سوانح لکھنے والے جب الفضل سے استفادہ کرتے ہیں یا کریں گے تو یقیناً ان کے منہ سے الفضل کیلئے دائمی دعائیں نکلیں گی۔

الفضل قیام پاکستان سے موجودہ دور تک

قارئین کو جب موقع ملے تو الفضل کے 1945ء سے 1949ء کی فائلوں کا ضرور مطالعہ کریں۔ برصغیر کے ایک نازک دور میں جب یہ سرزمین دو حصوں میں تقسیم ہونے جارہی تھی۔ حضرت قائد اعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جماعت احمدیہ قیام پاکستان کے لئے بھرپور تعاون کر رہی تھی اور سیدنا حضرت مصلح موعود کی دوربین نگاہوں کے تحت مسلم لیگ کا شانہ بشانہ ساتھ دے رہی تھی۔ دوسری طرف کئی دینی جماعتیں قیام پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں۔ تاریخ پاکستان کا یہ باب موجودہ نصابی و غیر نصابی کتب میں سیاسی مقاصد

کے تحت خاصی حد تک دھندلا کر دیا گیا ہے۔ نہ جانے آئندہ مؤرخین پر کیا گزرے گی جب وہ صحیح واقعات کی کھوج لگانے بیٹھیں گے۔ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دور کے الفضل نے سچی تاریخ ریکارڈ کرنے میں اپنا ملی، قومی اور صحافتی فریضہ خوب نبھایا۔ موافقین و مخالفین پاکستان کے تبصرے، آراء اور خیالات محفوظ کئے۔ اور سب سے بڑھ کر خلیفۂ وقت کے پیغامات، ارشادات، خطوط اور خطبات و تحریرات ریکارڈ کیں جن میں قیام پاکستان کی بھرپور اور غیر مشروط تعاون کا نہ صرف اظہار ہے بلکہ عملی اقدامات کی بھی تاریخ محفوظ کی۔

قیام پاکستان کے بعد جو بھوک، افلاس، روٹی کپڑا مکان، اجناس، لائیوسٹاک، آبادکاری اور دیگر طبعی مسائل نے جنم لیا انہیں حل کرنے میں حکومت پاکستان کا بھرپور ساتھ دیا یہاں تک کہ حکومتِ مغربی و مشرقی پاکستان کی طرف سے جاری کردہ اشتہارات شائع کئے (جیسے ذخیرہ اندوزی کے خلاف مہم، چینی کی بجائے گڑ شکر کا استعمال، شلوار کی بجائے پاجامہ کا استعمال تا کپڑے کی بچت کی جاسکے اور اسی طرح امراء کو تحریک کہ وہ سادہ زندگی گزاریں تاکہ وہ اپنے محروم، ضرورت مند اور نو آباد کاروں کی مدد کرسکیں)

بالفاظ دیگر 1934ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تحریک جدید میں جن سادہ طرز زندگی جیسے مطالبات سے آگاہ فرمایا تھا عملاً قیام پاکستان کے وقت ان پر عمل پیرا ہونے کی اشد ضرورت محسوس کی گئی اور ان مطالبات پر عمل بھی کیا گیا۔

1949ء سے 1988ء تک الفضل سے ہر پہلو سے خدمت دین اور خدمت وطن کا سلسلہ جاری رکھا۔

نومبر 1988ء سے مارچ 1998ء کا دور مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب کا دور ادارت ہے۔ اس وقت الفضل کا جاری رکھنا ایک غیر معمولی کارنامہ تھا جو اس جوانمرد شخصیت نے بڑی جرأتمندی سے گزارا۔ چونکہ آرڈیننس کی وجہ سے کئی مسائل کا سامنا تھا اس دور میں آپ نے کئی طریقوں سے سلسلہ کی تاریخ محفوظ کی، ایڈیٹر صاحب نے کاغذی ہے پیرہن میں سلسلہ احمدیہ کی افریقہ کی تاریخ محفوظ کی اور بیسیوں دیگر احباب سے بیرونی ممالک میں سلسلہ احمدیہ کا ریکارڈ کرنے میں کئی مضامین تحریک کرکے لکھوائے اور الفضل کی زینت بنائے۔ اس دور میں ایک اہم یادگار میرے خاندان میں احمدیت تھی جس کی بدولت کئی خاندانوں کے حالات زندگی محفوظ ہوئے جن سے تا قیامت آئندہ نسلیں مستفید ہوتی رہیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس دور میں کئی نئے قلمکار اور مضمون نگار بھی پیدا ہوئے جن کی آمد میں ایڈیٹر صاحب کی حوصلہ افزائی کا بہرحال کردار ہے۔

موجودہ ایڈیٹر صاحب کا دور ادارت اللہ کرے کہ جدت پسندی کے ساتھ اسی طرح جاری و ساری رہے۔ اس میں کئی دلکش، دلچسپ اور ہر طبقۂ عمر کیلئے کئی سلسلہ ہائے تحریر جاری و ساری ہیں۔ احباب الفضل کا پہلا صفحہ بہت پسند کرتے ہیں کیونکہ اس میں بھی جدت لائی گئی، ملفوظات حضرت مسیح موعود کے علاوہ اخلاق عالیہ، سیرت النبی ﷺ، اخلاق صحابہ کرامؓ، اخلاق رفقاءِ کرام، حضرت بانی جماعت احمدیہ کی پُرمغز تحریرات، حدیث و علوم حدیث کے سلسلے، چھوٹی چھوٹی سرخیوں کے ساتھ نئے حوالہ جات اور کئی اور سلسلہ در سلسلہ تحریریں۔

بعض لوگ اطلاعات و اعلانات والا صفحہ اور بعض قارئین آخری صفحہ (خبروں والا) پسند کرتے ہیں۔ تاہم قارئین کا ایک بھاری طبقہ وہ ہے جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و خطابات اور خطبہ جمعہ کے خلاصہ کا بے تابی سے منتظر رہتا ہے۔ کیونکہ سب سے زیادہ تعلیم و تربیت اور اصلاح نفس کا خزانہ پیارے آقا کے ارشادات میں ہی ہوتا ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ 2002ء میں مکرم مدیر صاحب الفضل نے جماعت احمدیہ کا سفر منزل بہ منزل کے تحت ایک سلسلہ شروع کیا تھا جو 4 سال پر محیط رہا جس میں آپ نے نہایت عرق ریزی سے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ 1835ء سے شروع کرکے 2006ء تک رقم کی۔ جس میں سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کی ایک Outline پیش کردی۔ آپ کو کسی بھی حوالہ سے تاریخ احمدیت میں سے کوئی تاریخ درکار ہے، اہم شخصیات کی تاریخ ولادت و وفات، اہم واقعات، مربیان کرام، سرکردہ شخصیات، قدرت ثانیہ کے مظاہر کے ادوار کے واقعات، جاں نثاران احمدیت، اشاعت لٹریچر، احمدیت کا پیغام، اہم تالیفات و تصانیف کی تاریخ، نکاح و شادی کی تقاریب، سیرت و سوانح شخصیات اور جس تاریخی واقعہ کی آپ کو تلاش ہے آپ مکرم مدیر صاحب کے ان مضامین سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

موجودہ دور کے الفضل نے احباب جماعت کی ایک غیر معمولی خدمت یہ بھی کی ہے کہ الفضل کے اشاریہ جات (انڈیکس) شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ عملی کام 1998ء سے شروع کیا گیا اور اب تک 2012ء کے انڈیکسز سال بہ سال شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض احباب کے تعاون سے 1913ء سے 1965ء تک محیط ضخیم انڈیکس بھی موجودہ دور ادارت میں کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جو اہل علم احباب کیلئے قیمتی متاع ہے۔

28 مئی 2010ء کو لاہور شرپسندوں نے ہمارے 86 بھائی راہ مولیٰ میں قربان کردیئے۔ جن کا ذکر خیر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کئی مسلسل کئی خطبات میں فرمایا۔ الفضل نے اس المناک سانحے میں جان دینے والوں کے بارہ میں احباب جماعت بیسیوں مضامین و تأثرات شائع کئے اور ہمیشہ کیلئے آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کردیا۔ حقیقت یہ ہے الفضل کے بدلتے مزاج اور ادوار کی تفصیلات بیان کرنے کیلئے ایک جدا کتاب کی ضرورت ہے ایک آرٹیکل اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

الفضل اخبار نے روحانی علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی علاج اور اس کے فروغ کے لئے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

مکرمہ تنویر الاسلام صاحبہ ٹیکسلا

پہلا صفحہ پڑھتے ہی سارا الفضل پڑھنے لگی

میں ڈاکٹر عبدالعزیز اخوند کی بیٹی ہوں۔ میرے ابا جان کو دین سے ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا۔ ہوش سنبھالا تو دینی کتب کے ساتھ الفضل کا ہونا لازمی بات تھی ابا جان نے مجھے ایک بار کہا الفضل پڑھتی ہو۔ میں نے کہا کبھی کبھی۔ کہنے لگے یہ پہلا صفحہ لازمی پڑھ لیا کرو۔

پہلا صفحہ پڑھتے پڑھتے الفضل سارا ہی پڑھنے لگی۔ شادی ہوئی تو ابا نے کہا الفضل ضرور لگوانا۔ الفضل گھر میں آیا تو سمجھ گھر میں فضل آنے لگے گا۔ الفضل لگوا لیا۔ اب تو مجھے محسوس ہوا تا ہے۔ کہ الفضل میری زندی کا ایک حصہ ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی سوال میری زندگی میں ہو اور کسی سے پوچھ نہ سکوں تو یقین کریں الفضل پڑھنے پر مجھے میرے سوال کا جواب مل جاتا۔

حضرت مسیح کی کتابوں میں سے ایک چھوٹا سا پیرا پڑھنے سے ہمارے کئی سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔

اب تو بوڑھی ہوگئی ہوں۔ سارا الفضل پڑھتی ہوں بہت اچھے مضامین ہوتے ہیں۔ اکثر چیزیں اپنی بہو اور پوتیوں کو پڑھ کر سناتی ہوں۔ آج کے بچے بہت سستی کرتے ہیں۔ اپنے بچوں کو اپنے ابا کی بات کہتی ہوں کہ بیٹا الفضل کا پہلا صفحہ ضرور پڑھ لیا کرو۔

مکرم ڈاکٹر مطیع اللہ درد صاحب۔ لندن

75 سال سے الفضل کا قاری ہوں

قادیان کی مقدس بستی سے نکلنے والا یہ اخبار زمانہ جدید کی سائنسی ترقیات سے فیضیاب ہوکر تاریخ احمدیت رقم کرتا رہا اور قدرت ثانیہ کے مظہر حضرت مصلح موعود کی ہدایات، تقریریں اور راہنمائی کے ارشادات تمام دنیا کے احمدیوں کو پہنچاتا رہا۔ تحریک جدید کی ابتداء 1934ء میں ہوئی اور الفضل نے 18 ستمبر 1934ء کو میری پیدائش کا ذکر یوں کیا ''10 ستمبر کو برادرم برکت اللہ صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے اور خادم دین بنائے۔ خاکسار محمود احمد سلطان از قادیان''۔ حضرت مصلح موعود نے میرا نام مطیع اللہ عطا فرمایا۔ بچپن سے الفضل کو قادیان سے پڑھنا شروع کیا تھا اور گزشتہ 75 سال سے الفضل میری زندگی کا نہ صرف حصہ بنا بلکہ میری تعلیم و تربیت اور دل و دماغ کو احمدیت، ارشادات خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود اور خلفائے احمدیت کی زریں ہدایات سے معطر کررہا ہے۔ گو جماعت کے دیگر ذرائع ابلاغ بھی ہر احمدی کے لئے خبروں اور تعلیم و تربیت کے لئے تدریجی ترقیات زمانہ کے ساتھ ساتھ معرض وجود میں آتے رہے لیکن جو مقام اور عظمت الفضل نے میرے دل و دماغ میں بٹھائی ہے وہ کسی اور کی نہیں ہوسکتی۔ اب بھی جب تک الفضل کو پڑھ نہ لوں بے چینی دور نہیں ہوتی۔ الفضل کی گرانقدر خدمات کا ایک بیّن ثبوت یہ ہے کہ اس کی 100 سالہ عمر میں 75 سال سے خاکسار اس کی اشاعت سے نہ صرف استفادہ کرتا رہا بلکہ میری دعوت احمدیت میں فجی، نیوزی لینڈ، برطانیہ اور دیگر ممالک میں میرے دماغ کو جلا بخشتا رہا ہے۔

تاریخ احمدیت کی حفاظت اور محفوظ کرنے میں الفضل کا کردار ناقابل فراموش ہے اور تمام دنیا کے احمدیوں کو ایک دوسرے کے حالات موت و حیات سے باخبر رکھتا ہے جو لڑی کی طرح موتی جڑے احمدی ہیں۔ الفضل وہ مشترک ذریعہ ہے جو عالمگیر جماعت احمدیہ کے افراد کو ایک ہاتھ پر دین میں جوڑے رکھتا ہے اور ترقی کی دوڑ میں بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے چلانے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے اور دین حق کو تمام دنیا میں غالب کرنے میں کامیاب کرے۔ آمین

مبارک صد مبارک

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن ادریس الشافعی المطلبی غزہ فلسطین میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی سال ہے جس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ فوت ہوئے تھے گویا جس سال ایک امام فقہ اس دنیا سے رخصت ہوئے اسی سال ایک ایسے بچے نے جنم لیا جس کے مقدر میں کچھ سال بعد امام فقہ بننا لکھا تھا۔

آپ کے والد ایک ایسے فوجی دستہ میں ملازم تھے جو غزہ کی فوجی چھاؤنی میں مقیم تھا۔ والد کا گزارا معمولی تھا ان کا اصل وطن مکہ تھا جبکہ آپ کی والدہ یمن کے ازدی قبیلہ کی خاتون تھیں۔ شافعی ابھی بچہ ہی تھے کہ والد کا غزہ میں انتقال ہو گیا اور آپ کی والدہ بعض مصالح کے پیش نظر آپ کو مکہ مکرمہ لے آئیں تا کہ بچہ اپنے قبیلہ کے لوگوں میں بہتر نشوونما پا سکے اس وقت آپ کی عمر دس سال کے قریب تھی اور قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ آپ کا خاندانی تعلق قریش کے مشہور قبیلہ بنو مطلب سے تھا اور شافع آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ کا نام تھا جس کی طرف یہ خاندان منسوب تھا اور شافعی کہلاتا تھا۔

مکہ مکرمہ میں آنے کے بعد آپ نے وہاں اساتذہ سے پڑھنا شروع کیا اور جب کچھ پڑھ لکھ گئے تو مکہ کے مشہور محدث سفیان بن عیینہ اور مسلم بن خالد زنجی سے علم حدیث پڑھا۔ اسی دوران میں آپ مکہ کے قرب و جوار میں بسنے والے ہذیل قبیلہ کے ہاں جانے لگے تا کہ فصیح عربی میں مہارت حاصل کر سکیں۔ بنو ہذیل پہاڑوں میں رہتے تھے۔ فصاحت زبان اور شعر گوئی کے لحاظ سے سارے عرب میں سند مانے جاتے تھے۔ آپ نے ہذیل سے اعلیٰ عربی بھی سیکھی اور تیر اندازی کا سبق بھی حاصل کیا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ تیر اندازی میں میرا مقابلہ کوئی مشکل ہی سے کر سکتا ہے اگر دس تیر نشانے پر لگانا چاہوں تو ایک بھی خطا نہ جائے۔ آپ نے اس دوران علم نجوم اور علم طب سے بھی واقفیت بہم پہنچائی۔ آپ بہت اچھے شعر کہہ لیتے تھے اور اعلیٰ پایہ کے ادیب مانے جاتے تھے۔ زبان کی اس مہارت کا اثر آپ کی تحریر میں بھی تھا اسی لئے آپ کی کتب عربی ادب کا ایک نمونہ سمجھی جاتی ہیں حالانکہ وہ فنی کتب ہیں اور فقہ کے مباحث اور اصول کی تشریحات سے تعلق رکھتی ہیں۔

امام شافعیؒ بڑے خوش الحان تھے، آواز میں بڑا سوز تھا جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو رقت سے لوگوں کے آنسو رواں ہو جاتے۔ سلیس عربی بولتے اور بڑی روانی کے ساتھ تقریر کر سکتے تھے۔ تقریر میں ضرب الامثال سے خوب کام لیتے۔ مشہور محدث ابن راہویہ نے آپ کو خطیب العلماء کا خطاب دیا تھا۔

جب آپ کی عمر بیس سال ہوئی اور علماء مکہ سے علم پڑھ لیا تو آپ کی خواہش ہوئی کہ مدینہ جا کر عالم مدینہ حضرت امام مالکؒ سے مؤطا پڑھیں اور علم حدیث میں مہارت حاصل کریں۔ یہ زمانہ امام مالکؒ کے عروج کا تھا اور بڑی مشکل سے آپ کے مدرسہ میں کسی کو داخلہ مل سکتا تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو امام مالکؒ کے درس میں شمولیت کے قابل بنانے کیلئے خوب محنت کی۔ کسی سے مؤطا کا ایک نسخہ لے کر اس میں درج احادیث کو یاد کیا۔ والیٔ مکہ سے والی مدینہ کے نام سفارشی چٹھی لکھوائی اور اس تیاری کے ساتھ مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچے تو والیٔ مدینہ کی سفارش کچھ کام نہ آئی، لیکن اپنی قوت بیانیہ کے زور سے امام مالکؒ کے درس میں بیٹھنے کی اجازت حاصل کر لی اور پھر اپنی قابلیت اور شوق حدیث کی وجہ سے امام مالکؒ کی توجہ کا مرکز بن گئے، قریباً دس سال آپؒ کی خدمت میں رہے۔ مدینہ کے دوسرے علماء سے بھی استفادہ کیا اور ماہر عالم حدیث اور ایک بے مثل فقیہ کی حیثیت سے علوم مدینہ کے حامل بنے۔

امام شافعیؒ کا ابتلاء

حضرت امام مالکؒ کی وفات کے بعد آپؒ مکہ واپس آ گئے۔ روزگار کی تلاش میں یمن گئے وہاں آپؒ کا ننھیال بھی تھا۔ والی کی سفارش پر آپ کو نجران میں ایک معقول عہدہ مل گیا جو مالی سہولت کا باعث تھا، لیکن پبلک تعلق کے سلسلہ میں آپ کوئی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لوگ دھاندلی سفارش اور مفاد پرستی کے عادی تھے۔ خصوصاً علاقہ کے امراء من مانی کرنا جانتے تھے ادھر آپ کسی کی سفارش کی پرواہ نہ کرتے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق معاملات طے کرنا جانتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کے خلاف شکایتوں کا زور بڑھا۔ نجران کا نیا والی ظالم طبع اور جور پسند تھا وہ بھی آپ کا مخالف ہو گیا۔ ادھر عباسی علویوں کے بارہ میں بڑے حساس تھے اور انہیں ڈر لگا رہتا تھا کہ علویوں کی حمایت کہیں زور نہ پکڑ جائے۔ نجران کے والی نے عباسیوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور ایک سازش کے تحت ہارون الرشید کے پاس شکایت کی کہ نجران میں چند علوی شورش بپا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن میں محمد بن ادریس الشافعی بھی شامل ہے۔

ہارون الرشید نے فوراً اس شکایت کا نوٹس لیا اور حکم دیا کہ ان باغیوں کو گرفتار کر کے بغداد لایا جائے۔ چنانچہ سب ملزم جن میں محمد بن ادریس الشافعی بھی تھے پابہ زنجیر بڑی صعوبتوں کے بعد بغداد پہنچے اور ہارون الرشید کے سامنے پیش کئے گئے۔ رشید نے ایک ایک کر کے سب کا بیان لیا بالکل سرسری سماعت تھی۔ وہ سب کی گردنیں اڑاتا گیا۔ ایک ملزم نے کہا میں بے قصور ہوں لیکن اگر آپ مجھے قتل ہی کرنا چاہتے ہیں تو اتنی اجازت دیں کہ اپنی بیمار اور بوڑھی والدہ کو خط لکھ سکوں جو مدینہ میں لاچار میری واپسی کے انتظار میں بیٹھی ہوگی۔ لیکن رشید نے اس کی ایک نہ سنی اور فوراً گردن اڑا دینے کا حکم دیا۔ جب امام شافعی کی باری آئی اور رشید نے آپؒ کی طرف غصہ سے دیکھتے ہوئے کہا آپ لوگ خلافت کے خواب دیکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم خلافت کے اہل نہیں۔ شافعی کے سامنے نو آدمی خاک و خون میں غلطاں تڑپ رہے تھے اور بڑا بھیانک منظر تھا، لیکن آپ نے حوصلہ قائم رکھا۔ جواب کا موقع ملنے پر خداداد ذہانت سے کام لیتے ہوئے جچے تلے الفاظ میں کہا کہ دشمنی اور حسد کا شکار ہوا ہوں۔ مخالفین نے ناحق مجھے ملوث کیا ہے آپ غور فرماویں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتا ہوں جو مجھے اپنا غلام سمجھتے ہیں اور آپ کے خاندان کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں جو مجھے اپنا بھائی قرار دیتا ہے۔ امام محمد بن حسن دربار میں موجود تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شافعی نے کہا میں ایک علمی آدمی ہوں، علم سے شغف رکھتا ہوں، بغاوتوں سے مجھے کیا سروکار اور یہ قاضی، سب کچھ جانتے ہیں۔ رشید نے امام محمد بن حسن کی طرف دیکھا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ امام محمد نے جواب دیا شافعی ٹھیک کہتے ہیں میں ان کو جانتا ہوں۔ یہ شورش پسند طبیعت کے نہیں بلکہ بڑے عالم ہیں اور درس و تدریس کا شغل ہے۔ شافعی کی فصاحت اور امام محمد کی سفارش کام کر گئی اور رشید نے امام محمد سے کہا اچھا اسے اپنی نگرانی میں رکھئے اس کے بارہ میں بعد میں فیصلہ کروں گا۔ اس طرح امام شافعیؒ، امام محمدؒ کی سرپرستی میں آ گئے اور آپ کے گھر رہنے لگے۔ آپ سے حنفی فقہ کی تفصیلات پڑھیں اور آپ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس طرح آپ کا یہ ابتلاء علمی ترقی کا باعث بن گیا گویا آپ کو مدنی اور عراقی دونوں فقہوں پر جامع امام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ امام محمد کے اس احسان کی ہمیشہ آپ کے دل میں قدر رہی اور آپ ان کا ذکر بڑے احترام سے کرتے تھے۔

درس و تدریس

بغداد میں دو سال کے قریب رہنے کے بعد آپ واپس مکہ آئے اور مسجد الحرام میں اپنا حلقہ درس قائم کیا جس نے آہستہ آہستہ خاص ترقی حاصل کی۔ امام احمد بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ گیا تو میں نے محمد بن ادریس کو مسجد الحرام میں درس حدیث و فقہ دیتے سنا۔ آپ نے اپنے دوست اسحٰق راہویہ سے کہا میں نے ایک نوجوان کو دیکھا ہے اس کی باتیں جوں جوں سنتا گیا حیرت میں ڈوبتا گیا، آئیں آپ کو بھی دکھاتا ہوں۔ چنانچہ اسحٰق بن راہویہ نے بھی آپؒ کو درس دیتے سنا اور حیرت زدہ رہ گئے۔

مکہ میں آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تالیف و تصنیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ اپنے نئے فقہی مسلک کی وضاحت کیلئے قواعد استنباط مرتب کئے، نئے فقہی مذہب کی بنیاد رکھی۔ یہیں پہ آپ نے دو رسالے بھی لکھے جن میں سے ایک کا نام خلاف مالکؒ ہے جس میں اپنے استاد امام مالکؒ کے بعض فقہی نظریات پر تنقید کی اور اہل مدینہ کے عمل کے بارہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ دوسرے اخذ حدیث کے متعلق امام مالکؒ کی احتیاط کو بلاوجہ تشدد قرار دیا۔ دوسرے رسالے کا نام آپ نے خلاف العراقین رکھا اور امام ابوحنیفہؒ کے نظریات پر تنقید کی............اس طرح تدریس و تصنیف میں آپ نے قریباً بارہ سال مکہ میں گزارے۔ 195ھ میں جب آپ کی عمر 45 سال تھی آپ دوبارہ بغداد گئے۔ وہاں پہنچ کر امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر دعا کی، ساتھ کی مسجد میں دو نفل پڑھے اور صرف شروع میں رفع یدین کیا۔ جب پوچھا گیا تو فرمایا امام ابوحنیفہؒ کی عظمت کے اعتراف اور پاس ادب کی خاطر انہوں نے ایسا کیا ہے۔

بغداد میں رہ کر آپ نے دو اور کتابیں لکھیں ان میں سے ایک کا نام الرسالہ ہے جو دراصل اصول فقہ کے بارہ میں آپ کا منفرد کارنامہ ہے اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی تحریری کام نہیں ہوا تھا۔ دوسری کتاب کا نام آپ نے المبسوط رکھا اس میں بھی اپنے فقہی منہاج کی تفصیل پیش کی۔ یہ دونوں کتب 'الکتب البغدادیہ' کے نام سے مشہور ہیں اور آپ کے لائق شاگرد الحسین بن محمد الصباح الزعفرانی (م 260ھ) کے ذریعہ مروی ہیں۔ یہ کتب چند اور رسائل کو ملا کر 'الام' کے نام سے طبع شدہ اور درساً متداول ہیں۔

199ھ میں جب آپ مصر گئے اور وہاں مالکی علماء سے واسطہ پڑا تو آپ نے اپنی کتب میں کچھ ترامیم کیں جو آپ کے دوسرے لائق شاگرد الربیع بن سلیمان المرادی (م 270ھ) کی روایت ہیں اور 'اقوال جدیدہ' کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ دور جس میں امام شافعی اپنے مسلک کی تبیین وضاحت کر رہے تھے تدوین علوم کا دور تھا

اگر ایک طرف ابوالاسود دوئلی کے شاگرد عربی زبان کے قواعد وضوابط کی تدوین میں مصروف تھے تو دوسری طرف الاصمعی اور ان کے شاگرد ادب و لغت کے ذخائر اور اشعار عرب کے دیوان جمع کرنے میں لگے ہوئے تھے۔خلیل علم وعروض ایجاد کر چکا تھا۔جاحظ ادب عربی کی تنقید وتنقیح کے اصول بیان کر رہا تھا۔امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی حنفی فقہ کی تدوین میں مصروف تھے۔ مدینہ میں امام مالک کے علوم کا غلغلہ تھا۔احادیث کی روایت کو ایک فن کی حیثیت حاصل ہو رہی تھی۔ مختلف فرقے علمی طور پر منظم ہو رہے تھے۔ خوارج، شیعہ اور معتزلہ دست وگریبان تھے اور مناظرت ومجادلات کا ہر طرف شور تھا۔اس علمی فضا میں امام شافعیؒ بھی راہ حق کی تلاش میں مصروف تھے۔آپ نے اخبار آحاد کی حجیت کے بارہ میں زبردست دلائل مہیا کئے اور امت کی طرف سے 'ناصر سنت' کا خطاب پایا۔

علل قیاس کے استخراج میں اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقابلہ کوئی نہ کر پایا، لیکن امام شافعیؒ نے قیاس کے اصول وضوابط کے سلسلہ میں جو منفرد کام کیا اس کا اپنی جگہ الگ مقام ہے۔

آپ نے اس بات کو واضح کیا کہ اگرچہ اخبار آحاد اور قیاس علم ظنی کے ماخذ ہیں لیکن اس سے ان کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ہم اتنے ہی کے مکلّف ہیں اور تمام انسانی زندگی اسی علم ظنی کے گرد گھومتی ہے۔پس جب ہم اپنے اکثر مسائل زندگی اسی علم کی بنا پر حل کرتے ہیں تو شرعی امور میں ان سے کام لینا کیوں تردد کا باعث ہو۔آپ کا کہنا تھا کہ اول تو قرآن واحادیث سے اکثر مسائل کا حل مل سکتا ہے لیکن اگر کسی مسئلہ کے بارہ میں ان سے تصریح نہ ملے تو مسئلہ زیر بحث کو ان علل پر قیاس کیا جا سکتا ہے جو نصوص میں موجود ہوتی ہیں اور ایک ذہین مجتہد بآسانی ان تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔

احادیث کے بارہ میں آپ کا علم بڑا وسیع تھا۔ایک دفعہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن وحدیث سے دیتے ہیں۔بتایئے اگر ایک محرم زنبور مار دے تو کیا کفارہ ہے۔آپ نے سوال سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول جو بات تم کو بتائے اس پر عمل کرو اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اور میرے خلفاء کی پیروی کرو۔ طارق بن شہاب کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک محرم کو کہا کہ زنبور کو مار دو اس سے معلوم ہوا کہ زنبور مار دینے کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

جیسا کہ گزر چکا ہے امام شافعیؒ قیاس کے علاوہ رائے کے دوسرے مآخذ مثلاً استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ کو درست تسلیم نہیں کرتے تھے اور اس طرز فکر کو نقصان دہ قرار دیتے تھے۔

امام شافعی اختلاف مسلک کے باوجود دوسرے مکتبہ ہائے فکر کا احترام کرتے تھے اور بڑے غیر متعصب تھے۔ایک دفعہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ ابوحنیفہ کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے۔آپ نے جواب دیا وہ اہل عراق کے سردار تھے۔جب ابویوسف کے بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا وہ حدیث کا اتباع اور احترام کرتے تھے۔امام محمد فقہی تفریعات کے ماہر تھے، قیاس میں زفر کی مہارت مسلم تھی۔غرض حنفیوں کے ائمہ کے بارہ میں جو آپ کی رائے تھی اسے بڑی صفائی اور عقیدت کے ساتھ بیان کر دیا۔

امام شافعیؒ علم کلام اور جدل ومناظرہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔آپ کا کہنا تھا کہ ان مباحث کا کوئی فائدہ نہیں صرف زبان کا چٹخارہ یا ذہنی عیاشی کا سامان ہے۔ بڑی بیکار بحثیں ہیں۔قرآن و سنت کی اتباع میں ہی نجات ہے۔آپ اپنے شاگردوں کو کہا کرتے تھے۔ **ایاکم و النظر فی الکلام** یعنی کلامی مسائل کو کوئی اہمیت نہ دو اور ان میں انہماک سے بچو۔

سفر مصر

امام شافعیؒ تین سال کے قریب بغداد میں رہے۔کچھ زیادہ دل نہ لگا۔ یہاں معتزلہ کا زور بڑھ رہا تھا۔ مامون الرشید ان کی طرف جھک گیا تھا۔علاوہ ازیں الامین کی شکست کے بعد عربی عنصر کا اثر ورسوخ کم ہو گیا تھا۔مامون کی مدد فارسی اور خراسانی عنصر نے کی تھی اور وہ انہی کے زیر اثر تھا اس لئے قرآن و سنت کے حاملین کیلئے مشکلات بڑھ رہی تھیں۔ایسے حالات میں امام شافعیؒ نے بغداد میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور احباب کے مشورہ کے بعد آپ نے مصر چلے جانے کا ارادہ کیا کیونکہ ایک تو وہ مرکز یعنی بغداد سے دور تھا۔دوسرے وہاں آپ کے ہم سبق یعنی امام مالک کے شاگرد رہتے تھے جن سے تعاون کی امید تھی۔مصر میں ابھی عربی عنصر کا غلبہ بھی قائم تھا۔ایک اور وجہ یہ ہوئی کہ مصر کا والی عباس بن عبداللہ عباسی آپ سے عقیدت رکھتا تھا۔ان حالات میں آپ 199ھ میں بغداد سے مصر کے لئے روانہ ہوئے، سفر بڑا کٹھن اور لمبا تھا۔مصر میں کیا حالات پیش آئے اس میں بھی الجھنیں تھیں، خاصی بے چینی تھی۔سفر کے دوران میں ہی آپ نے اپنے ان جذبات اور سوچوں کا اظہار ایک قصیدہ میں کیا۔دو اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

مصر جانے کا شوق ہے۔راستہ خطرناک اور صحرائی ہے وہاں جا کر اطمینان اور آرام نصیب ہوگا یا تقدیر میں کچھ اور لکھا ہے کچھ معلوم نہیں۔کوئی اندازہ نہیں۔

جب آپ مصر پہنچے تو کامیابی نے آپ کے قدم چومے، والی مصر نے بیت المال کے شعبہ 'سہم ذوی القربیٰ' سے آپ کا معقول وظیفہ مقرر کر دیا اور امام مالک کے ایک شاگرد جو خاصے خوشحال اور حکومت کے بااثر افسر تھے یعنی عبداللہ بن عبدالحکم نے ہر طرح کی مدد کی اور آرام بہم پہنچایا۔ یہاں آپ کو اپنی کتب پر نظر ثانی کا موقع ملا۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا، لیکن قضاء وقدر نے زیادہ کام کرنے کی مہلت نہ دی۔وقت قریب آ چکا تھا' بواسیر کے شدید عارضہ کی وجہ سے سخت کمزور ہو گئے۔ کچھ مصر کی شورشوں اور بعض مالکیوں کی طرف سے شدید مخالفت کا اثر بھی تھا۔ ان حالات کا مقابلہ کرتا ہوا یہ آفتاب علم 204ھ میں جبکہ عمر صرف 54 سال تھی افق دار الآخرت میں غروب ہو گیا۔

شاگرد اور پیروکار

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے لائق شاگرد اور مخلص دوست عطا کئے تھے، بغداد میں بھی اور مصر میں بھی۔ بغداد کے شاگردوں نے فارس، خراسان اور ماوراء النہر میں آپ کے مسلک کی اشاعت کی۔یہاں حنفیت کا زور تھا جس سے سخت مقابلہ رہا۔سلطان محمود غزنوی فقہ میں آپ کا پیرو تھا۔اب بھی ایران کے سنی کردوں کی اکثریت آپ کے فقہی مذہب کو مانتی ہے۔

مشرق میں آپ کے شاگردوں نے بڑا نام پیدا کیا اور ان کو علمی خدمات کا موقع ملا۔خاص کر امام احمد بن حنبل تو مستقل مسلک کے امام بنے۔ الزاعفرنی کے ذریعہ آپ کی کتب بغداد یہ، ان علاقوں میں عام ہوئیں۔علاوہ ازیں سینکڑوں عالمی شہرت کے علماء آپ کے فقہی مسلک سے وابستہ تھے مثلاً امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی۔ حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی۔ علامہ فخر الدین رازی۔ ابو حامد الاسفرائینی۔ تقی الدین سبکی۔علامہ الماوردی صاحب الاحکام السلطانیہ۔ سلطان العلماء علاء عزالدین بن عبدالسلام ابن دقیق۔ نظام الملک طوسی اور علامہ نووی شارح صحیح مسلم سبھی شافعی المذہب تھے اور ان کی وجہ سے آپ کے فقہی مسلک کو بہت فروغ ملا۔

علم فراست

امام شافعیؒ بڑے قیافہ شناس بھی تھے اور علم فراست کا آپ نے مطالعہ بھی کیا تھا۔ایک دفعہ اس علم کے آزمانے کا آپ کو موقع ملا۔آپ یمن کے کسی شہر میں اپنے کام سے گئے۔شام کے وقت پہنچے۔بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا نیلی آنکھیں، عجیب سا چہرہ اپنے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔امام صاحب کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص خبیث فطرت اور بدطینت لگتا ہے۔بہرحال چونکہ شام پڑ رہی تھی آپ نے کہیں ٹھہرنا بھی تھا آپ نے اس شخص سے پوچھا کوئی رہائش کی جگہ ملے گی۔وہ شخص کہنے لگا بسم اللہ خاکسار کا گھر حاضر ہے۔اس شخص نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ صاف ستھرا بستر، عمدہ لذیذ کھانا، سواری کے جانور کے لئے چارہ، غرض رات بڑے آرام سے گزری۔آپ دل میں افسوس کرنے لگے کہ اتنے اچھے انسان کے بارہ میں خواہ مخواہ بدگمانی کو راہ دی۔یہ علم فراست تو بالکل فضول لگتا ہے۔صبح جب ناشتہ وغیرہ کے بعد آپ روانہ ہونے لگے تو آپ نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی وجہ سے انہیں بہت آرام ملا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔وہ شخص کہنے لگا شکریہ تو رہنے دیجئے، جزائے خیر بھی اپنی جگہ ہے لیکن میرے اخراجات جو میں نے آپ کو آرام پہنچانے کے سلسلہ میں کئے ہیں وہ اتنے ہیں۔رات میں نے اور میری بیوی نے بڑی تنگی سے گزاری ہے اور اپنا آرام دہ کمرہ آپ کو دیا ہے۔اس کا کرایہ اتنا ہے کھانے کے اخراجات یہ ہیں۔آپ کی سواری کے چارہ کے اتنے دام ہیں۔غرض عام اندازہ سے کئی گنا زیادہ رقم کا اس نے مطالبہ کیا۔امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ مجھے علم فراست کے درست ہونے کا یقین ہو گیا اور اپنے غلام کو کہا کہ جو کچھ مانگتا ہے اسے دے دو اور یہاں سے جلدی نکلو۔

حضرت امام شافعیؒ نے مدینہ منورہ سے واپس آنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک پوتی حمیدہ نامی خاتون سے شادی کی جس سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا، آپ نے اس لڑکے کا نام محمد رکھا اور کنیت ابوعثمان تجویز کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو حضرت عثمانؓ سے بڑی عقیدت تھی۔ امام شافعی متوسط القامہ بارعب شخصیت کے مالک تھے۔غنی النفس اور سخاوت پسند طبیعت پائی تھی۔جب بھی کسی خلیفہ یا دوست کی طرف سے بطور نذرانہ کوئی رقم آئی طلبہ اور مستحقین میں تقسیم کر دی یا خرید کتب میں صرف کی۔

امام شافعیؒ کا کام

امام شافعیؒ کا بنیادی مسلک یہ تھا کہ احکام شرعیہ کی بنیاد یا تو نصوص ہیں یا پھر قیاس جو ان علل اور وجوہات پر مبنی ہو جو نصوص میں مدنظر رکھی گئی ہیں اور ایک مجتہد کے لئے ان تک رسائی مشکل نہیں ہونی چاہئے۔

آپ کا ایک کارنامہ اصول فقہ کی تدوین اور ایسے ضوابط کی تعیین ہے جن پر احکام شریعت مبنی ہونے چاہئیں۔علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ علم اصول کے بانی ہیں۔دوسرے مکتبہ ہائے فکر نے آپ کے بعد اس علم کی تدوین کی طرف توجہ مبذول کی۔

☆☆☆☆☆☆☆

محترم شیخ عبدالقادر صاحب

قرآن مجید کی وجہ تسمیہ
اور مستشرقین کے ایک اعتراض کا جواب

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کا لفظ سریانی زبان کا ہے اور قریانا سے نکلا ہے جس کے معنے ورد اور تلاوت کے ہیں عربی میں قرأ کے معنے پڑھنا سریانی یا عبرانی سے مستعار لئے گئے ہیں خالص عربی نہیں ہیں۔

آج ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن سریانی لفظ ہے یا عربی۔ یہ لفظ عربی لغت کا سرمایہ ہے یا سریانی کا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کا روٹ قــرأ ہے۔ جس کے عربی میں دو معنے ہیں (1) پڑھنا (2) جمع کرنا یا اکٹھا کرنا۔ فُعــلان کے وزن پر اس کا مصدر قرآن ہے جیسے رَجَــحَ سے رجحان ہے یہ خالص عربی لفظ ہے اس لفظ کا استعمال عربی لغت میں ہمیں ملتا ہے۔

تورات میں بھی تلاوت صحف کو قَــــرأ کہا گیا۔

سریانی میں قرأ کے معنے پڑھنے کے ہیں۔ عبرانی وسریانی زبانیں عربی کے سرچشمہ سے نکلی ہیں۔ ان تینوں زبانوں میں سینکڑوں الفاظ مشترک معانی رکھتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ سامی زبانوں میں قدیم ترین عربی زبان ہے۔ پیکس بائیبل کومنٹری میں تسلیم کیا گیا ہے کہ سامی زبانوں کی ماں وہ قدیم زبان ہے جو کہ عرب میں بولی جاتی تھی۔ اندریں صورت اخذ واقتباس کا احتمال عربی کی بجائے دوسری شاخوں کے متعلق ہوگا۔ جرمن مستشرق ولہاسن اُلٹی گنگا چلاتے ہیں، سریانی کو عربی پر فائق سمجھتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نویس نے ایک پتے کی بات لکھی ہے دیکھا جائے کہ قرآن نے اس لفظ کا استعمال کن معنوں میں کیا ہے؟ لفظ قرآن کی لغت خود قرآن نے بیان کی ہے۔ ہمیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ سورۃ القیامہ میں فرمایا:۔

اس کتاب کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے اور اس کو (دنیا کے سامنے) سنانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھ لیا کریں تو بھی پڑھ لیا کر۔

سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

صبح کا پڑھنا یعنی تلاوت سحر اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقبول عمل ہے۔

ظاہر ہے کہ لفظ قرآن کے معنے پڑھنے یا پڑھ کر سنانے کے ہیں۔ اسم مطلق کی صورت میں اس کے معنے ایسی کتاب کے ہیں جو کہ سراسر پڑھی جانے والی اور سراپا تلاوت ہے۔

شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لفظ قَرَأَ کے متعلق قرآنی حوالے پیش کرنے سے پیشتر لکھا گیا ہے۔

قرآن نام کے حقیقی معنوں کیلئے ہمیں لازماً قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ جس میں مصدر قَرَأَ (پڑھنے کے معنوں میں) بتکرار آیا ہے۔

بہرکیف قرآن عربی لفظ ہے جس کے معنے پڑھنے اور سراپا تلاوت کے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال عربی زبان میں باہر سے نہیں آیا بلکہ اندر سے پھوٹا ہے۔ قرآن حکیم نے قرآن کے روٹ قَــرَأَ کی لغت جگہ جگہ بیان کی ہے۔ ام الالسنہ عربی زبان کی انگشتری میں یہ لفظ نگینے کی طرح جڑا ہوا ہے۔ یہ لفظ سریانی سے مستعار نہیں بلکہ عربی کا سرمایہ ہے۔

لفظِ قرآن کے معانی

عربی میں قَـرَأَ کے بنیادی معانی اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کے ہیں۔ چونکہ پڑھنے میں حروف نظر کے سامنے مجتمع ہوتے ہیں اس لئے پڑھنے کے عمل کو قَـرَأَ کہتے ہیں۔ پھر پڑھ کر سنانے میں کسی امر کا اعلان مدنظر ہوتا ہے اس لئے سامی زبانوں میں اس کے معنی اعلان کے بھی ہیں۔ قرآن کے معنے جہاں پڑھنے کے ہیں وہاں اس کے وسیع ترمعنے جامع' مھیــمن اور ایسی کتاب کے بھی ہیں جس میں ساری نسل انسانی کے لئے اعلان عام ہے۔

1۔ پڑھی جانے والی کتاب جو کہ سراپا تلاوت ہے۔

2۔ آسمانی صداقتوں کو اپنے اندر جمع کرنے والی کتاب۔

3۔ ایسی کتاب جس نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کا اعلان کیا۔ جو بجائے خود اعلان عام ہے۔

یہ ہیں لفظ قرآن کے مختصر معانی۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آخری آسمانی کتاب کا نام قرآن رکھنے میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض مناسبتیں قابل غور ہیں۔

نہایت موزوں نام

(1) لفظ قرآن کا روٹ نزول قرآن کی بنیاد اور اساس ہے۔ غار حراء میں سب سے پہلی وحی اِقْـرَأْ بِــاسْـمِ رَبِّکَ ...... کے الفاظ میں اتری۔ جبریل نے کہا اِقْرَأْ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَـا اَنَـا بِـقَـارِیٍٔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبریل امین نے بالآخر آپؐ کو زور سے بھینچا اور آپؐ کی زبان وحی ربانی کے تحت چلنے لگی اور اس پر قرآن جاری ہوگیا۔ یہ کتاب سبقاً سبقاً آپ کو پڑھا دی گئی۔ چونکہ قرآنی وحی تمام وکمال اِقْرَأْ کے بعد نازل ہوئی اس لئے اس کا آسمانی نام قرآن نہایت درجہ مناسب اور موزوں نام ہے۔

نبیوں کی بشارت

(2) یسعیاہ نبی کی ایک بشارت میں بھی وحی قرآنی کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے سرزمین عرب میں وحی ربانی کے نزول کی کیفیت کیا ہوگی لکھا ہے:۔

''پکارنے والے کی آواز! بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو۔ صحراء (عرب) میں ہمارے خدا کیلئے شاہراہ ہموار کرو۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے اور ہر ایک پہاڑ اور ٹیلہ پست کیا جائے اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ہر ایک ناہموار جگہ ہموار کی جائے۔ خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور تمام نوع انسان اسے دیکھے گی کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے (یہ) فرمایا ہے۔''

''سنو کوئی کہہ رہا ہے'' قَرَأْ'' ایک شخص (تمام تراجم میں ''ایک نے کہا'' کی بجائے ''میں نے کہا'' کے الفاظ ہیں۔ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن نے پہلا ترجمہ دیا ہے (اور یہی درست ہے) نے جواب میں کہا اَقْــــرَأْ دیکھو خداوند خدا بڑی قدرت کے ساتھ آئے گا اور اس کا بازو اس کیلئے سلطنت کرے گا وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرائے گا۔ وہ برّوں کو اپنے بازوؤں میں جمع کرے گا اور اپنی بغل میں لے کر چلے گا اور ان کو جو دودھ پلاتی ہیں آہستہ آہستہ لے جائے گا۔''

(یسعیاہ باب40 صفحہ 1 تا11)

یہ عظیم الشان بشارت پیغمبر عرب سید الانبیاء ﷺ کی شاندار فتوحات اور آپؐ کے ذریعہ برپا ہونے والے روحانی انقلاب کی آئینہ دار ہے اس بشارت کے شروع میں صحرائے عرب میں شاہراہ مستقیم کے تعمیر ہونے کا ذکر ہے جس عبرانی لفظ کا ترجمہ ''صحراء'' کیا جاتا ہے وہ ''عَـرَبَـہ'' ہے جس سے مراد بدرجہ اولیٰ ملک عرب ہے۔ پھر یہ بتایا کہ اس انقلاب کی بنیاد ایک غیبی آواز قرأ ہے جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے ''زور سے پکار یا منادی کر'' جواب میں مورد وحی کہتا ہے ''اَقْرَأْ'' ''کیا منادی کروں؟'' قــرأ وہی لفظ ہے جس کے معنے عبرانی میں پکارنے، منادی کرنے اور پڑھنے کے ہیں۔ (یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں دوسری جگہ ''لامورقرا'' آیا ہے۔ ''اس نے کہا یہ کتاب پڑھ'' (29/11) اس سے ظاہر ہے کہ قرأ کے معنے پڑھنے کے بھی ہیں۔)

نبی کریم ﷺ کو پہلی وحی میں اسی قسم کا تجربہ ہوا۔ جبریل نے پکارا اِقْـرَأْ آپؐ نے کہا مَـا اَنَـا بِقَارِیٍٔ جبریل نے دوبارہ آپ کو بھینچ کر ایسا کہا۔ آپؐ نے ایک ہی جواب دیا مَـا اَنَـا بِقَـارِیٍٔ۔ تیسری دفعہ جبریل نے آپؐ کو خوب زور سے دبا کر کہا:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ......

روایت ابن ہشام میں ہے کہ جب تیسری دفعہ جبریل نے مجھے بھینچا فَقَالَ اِقْرَأْ تو آنحضرت ﷺ نے کہا مَــا ذَا اَقْـرَأُ میں کیا پڑھوں؟ یہ روایت اور اس کے الفاظ یسعیاہ نبی کی بشارت کے عین مطابق ہیں۔

ورقہ بن نوفل نے جب یہ تفصیل سنی تو وہ پہچان گئے کہ یہ مثیل موسیٰ کی وحی ہے کیونکہ ان کے سامنے تورات کی مثیل موسیٰ والی پیشگوئی تھی۔ یسعیاہ کی بشارت کہ نبی موعود کی نبوت ہاتف جبریل کی پکار قَـرأْ سے شروع ہوگی۔ پھر اسی پیغمبر کی پیشگوئی کہ نبی عربی کو ہجرت کرنا پڑے گی ان کے پیش نظر تھی۔ وہ پہچان گئے کہ یہ وہی وحی ہے جس کی یسعیاہ نبی نے قــرأ کے لفظ سے خبر دی۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کاش میں بھی اس وقت زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔ یسعیاہ نبی نے ''عرب کی بابت الہامی کلام'' میں نبی موعود کی ہجرت کی خبر دی ہے اس تفصیل سے ظاہر ہے قرآنی وحی صحف سماوی اور خود قرآن حکیم کی رو سے اِقْــرَأْ کے بعد اور اس کے جواب میں نازل ہوئی اس لئے اس وحی کا نام قرآن اتنا پیارا اور موزوں نام ہے کہ ایک عظیم عاشق قرآن کی طرح ہر انسانی روح وجد کرتی ہوئی کہتی ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

مستشرقین کا اعتراف

(3) یسعیاہ نبی کی بشارت اور آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی کے نزول میں اتنی گہری مشابہت ہے کہ مستشرقین بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکے۔ پروفیسر السنۂ سامیہ Rev. Alphonse Mingana نے اس کا ذکر یوں کیا ہے۔

''ابن ہشام کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اقرأ کے جواب میں فرمایا مَاذَا اَقْرَأُ میں کس چیز کو پکاروں؟ ہمیں لامحالہ ان الفاظ کی طرف جانا پڑتا ہے جن کا ذکر یسعیاہ نبی کی بشارت میں ہوا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں:۔

ایک آواز نے کہا تو پکار (قَــرأ) اور اس نے

جواب دیا (اقرأ) میں کیا پکاروں؟
مصدر قَرَأ جو کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ...... میں قرآن شریف نے استعمال کیا ہے وہی مصدر یسعیاہ نبی نے استعمال کیا دونوں جگہ ایک ہی مفہوم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ اتفاقی توارد نہیں بلکہ نہایت عجیب بات ہے۔''
مستشرقین کا یہ اقرار قابل غور ہے۔

یسعیاہ نبی کی بشارت سے ظاہر ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے ڈیڑھ ہزار سال پیشتر دنیا کو یہ بتا دیا گیا کہ پیغمبر عرب پر وحی کے نزول کی کیا کیفیت ہوگی؟ جس آسمانی وحی کی اساس لفظ قَرَأ ہو اس کا نام قرآن، نہایت درجہ حکیمانہ نام ہے۔

منادی اور اعلان عام

تورات اور صحفِ انبیاء میں قرأ کے ایک معنی منادی کرنے اور اعلان کرنے کے آئے ہیں۔ یہ معنے دراصل ''پڑھنے'' کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ قرأ کے معنے خود پڑھنے اور بلند آواز سے پڑھ کر سنانے کے ہیں تاکہ دوسرے سن لیں۔ ظاہر ہے کہ اعلان، منادی اور بلند آواز سے پکارنے کے معنی اس میں شامل ہیں۔ قرأ کے معنے پیغام کے پہنچانے کے بھی ہیں۔ ''اقرأ علیہ السلام'' کے معنی ہیں۔ ''میرا اسلام اس کو پہنچادو۔''

پرویز صاحب کی کتاب لغات القرآن میں لکھا ہے:۔
''بعض کا خیال ہے کہ قرأ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی اعلان کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِقرأ باسم ربک کے معنی ہوں گے تو اپنے نشوونما دینے والے کی صفتِ ربوبیت کا عام اعلان کردے یہ وہی چیز ہے جسے سورۃ مدثر میں قم فانذر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے قرآن کے معنی اعلان عام کے ہوں گے۔

حل لغت سے ظاہر ہے کہ عربی میں قرأ کے معنے ''بلند آواز سے پڑھ کر سنانے''، ''پیغام پہنچانے'' کے ہیں۔ اعلان اور منادی کے معنی قرأ کے وسیع تر معانی میں شامل ہیں۔ عبرانی کی طرف رجوع غیر ضروری ہے جو کہ بجائے خود عربی کی خوشہ چین اور اس کی شاخ ہے۔

(5) منادی یا اعلان عام میں جس طرح بادشاہ یا حاکم کا فرمان پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح اقرأ میں حکم ہوا کہ اے بندے آج سے تو میرا منادی ہے اعلان کردے کہ ایک لمبے زمانہ کے بعد دوبارہ وحی کا نزول شروع ہوتا ہے اس پروردگار کے نام سے اعلان کر جس نے تجھے پیدا کیا، جس نے انسان کو اپنے تعلق محبت کے خمیر سے گوندھا۔ قرأ کے ان معنوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

''اقرأ وہ پہلا لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم ﷺ پر نازل ہوا اور جس میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی بعض عظیم الشان پیشگوئیوں کا اعلان کردیا گیا۔ اقرأ کے اصل معنے گو کسی لکھی ہوئی چیز کے پڑھنے کے ہیں مگر اس کے ایک معنے اعلان کرنے کے بھی ہیں۔ اور یہ دونوں معنے ایسے ہیں جو اس مقام پر نہایت عمدگی کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں۔''
(تفسیر کبیر سورہ علق صفحہ 249)

ان معنوں کے لحاظ سے قرآن وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ کر سنانے والی ہے جس میں نسل انسانی کی بہبود کیلئے اعلان عام ہے جس میں اوامر و نواہی کی منادی ہے۔

غزلات سلیمان

(6) بیسویں صدی کے شروع میں قرون اولیٰ کے نصاریٰ کی درثمین ''غزلات سلیمان'' کا انکشاف ہوا۔ یہ صحیفہ سریانی نظموں کا مجموعہ ہے بعض نظمیں حواریوں کی طرف اور بعض حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ غزل نمبر 23 میں ایک آسمانی کتاب کے نزول کی بشارت ہے۔ لکھا ہے:۔
''اللہ تعالیٰ کا ارادہ ایک خط کی مانند تھا۔ اس کی مرضی آسمان سے اتری اور وہ اس تیر کی طرح بھیجی گئی جو نہایت تیزی سے کمان سے چھوڑا گیا...... یہ خط دراصل ایک فرمان تھا جس میں تمام کے تمام علاقے مخاطب تھے۔
یہ خط دراصل ایک بڑی کتاب تھی جس کا ہر ہر حرف خدا کی انگلی نے لکھا تھا۔''
(Odes of soloman ode No,23)

The lost Books of the Bible by the Word Publishing Company New York.

اس غزل میں آسمانی خط کو حکم اور فرمان کا نام دیا گیا۔ قرآن اسی فرمان کا اعلان عام ہے۔

(7) قَرَا کے بنیادی معنی ہیں جمع کرنا (ابن فارس)
اقرأت الناقة کے معنی ہیں نر کا مادہ منویہ اونٹنی کے رحم میں قرار پا گیا اور جمع ہوگیا۔ قرأت الناقة اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ خون کے رحم میں جمع ہونے کو بھی قراء کہتے ہیں۔

زجاج نے کہا ہے قرآن بھی یہیں سے فعلان کے وزن پر مصدر ہے اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں قرآن کو قرآن اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ سورتوں کو جمع کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ کتاب اللہ کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے اپنے اندر قصص، امر، نہی، وعدہ، وعید اور آیات اور سورتوں کو باہم دگر جمع کردیا ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ اس کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں کے ثمرہ کو اپنے

بقیہ 243 پر

مدیران الفضل

حضرت محمود تھے الفضل کے بانی مدیر
دور تھا بے مثل ان کا اور عہد بے نظیر

حضرت مرزا بشیر احمد پھر آئے شوق سے
معترف ہے اک زمانہ جن کے علمی ذوق سے

بعد ان کے قاضی اکمل کا زمانہ آگیا
دست قارئین میں گویا خزانہ آگیا

ماسٹر احمد حسین آئے تھے پھر چوتھے مدیر
قدرت ثانی ، خلافت کے تھے سلطان نصیر

آئے تھے پھر مولوی صاحب محمد اسماعیل
جو کسی بھی معترض کو کوئی نہ دیتے تھے ڈھیل

خواجہ صاحب آگئے پھر جو نبی کے تھے غلام [1]
دین حق کے واسطے گویا تھے تیغ بے نیام

آگیا پھر دور روشن دین کی تنویر کا
یہ زمانہ شعر کا تھا۔ رنگ کا تصویر کا

بعد میں مسعود احمد دہلوی کا دور تھا
ان کی تو تحریر کا انداز ہی کچھ اور تھا

مسند الفضل پر بیٹھے تھے پھر سیفی نسیم
زود گوئی میں رواں تھی ان کی کیا طبع سلیم

آئے پھر عبدالسمیع خاں جوش اور جذبے کے ساتھ
کوئی موضوع ہو مگر رکتا نہیں ہے جن کا ہاتھ

عبدالکریم قدسی

1۔خواجہ غلام نبی

﴿بقیہ از صفحہ 242﴾

اندر جمع کئے ہوئے ہے بلکہ تمام علوم کے محاسن کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

ان معنوں کے لحاظ سے قرآن جامع اور مہیمن کتاب ہے۔ آیت کریمہ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ میں انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

(8) لفظ قرآن میں یہ پیشگوئی ہے کہ یہ کتاب سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ فلپ حتی اپنی کتاب تاریخ عرب میں رقمطراز ہیں:۔

''اگرچہ قرآن مجید عہد آفریں کتابوں میں سب سے کم عمر ہے لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے''۔

(9) اس وضاحت کے بعد اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن سریانی لفظ ہے یا عربی قرأ کی لغت سریانی کی مرہون منت ہے یا عربی کی؟ ولہا سن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرأ کے معنی عربی میں پڑھنے کے ہیں۔ اپنے اصل کے لحاظ سے یہ عربی معنی نہیں بلکہ سریانی ہیں ۔ سامی زبانوں میں چونکہ سینکڑوں الفاظ مشترک ہیں اس لئے اصلیت الفاظ کو پرکھنے کیلئے کوئی معیار ہونا چاہئے۔ علم اللسان کا مسلمہ معیار یہ ہے کہ جس زبان میں کسی لفظ کے مکمل معانی موجود ہوں ، بنیادی معنے بھی ہوں اور ثانوی بھی ہوں ، وہ لفظ اسی زبان کا سرمایہ ہے مثلاً قرأ کا روٹ لیجئے عربی میں اس کے بنیادی معنی جمع کرنا ، اکٹھا کرنا اور سمیٹنا کے ہیں۔ چونکہ پڑھتے وقت ہماری نظر میں سارے الفاظ مجتمع ہوجاتے ہیں حروف وکلمات کو یکجا کرنے کے بعد پڑھنے کا عمل شروع ہوتا ہے اس لئے عربی میں پڑھنے کے لئے بھی قرأ آیا ہے پھر چونکہ کسی فرمان یا حکم کا پڑھنا گویا اعلان عام ہوتا ہے اس لئے قرأ کے معنے اعلان کے بھی ہیں۔ عربی میں یہ سارے معنی اور دیگر ثانوی معانی مستعمل ہیں لیکن دوسری سامی زبانوں میں بنیادی معنی تو سرے سے مفقود ہیں ثانوی معانی بھی سب کے سب نہیں ملتے۔ مثلاً عبرانی میں قَرَاۡ کے معنی پڑھنے ، پکارنے ، چلاّنے ، اعلان یا منادی کرنے کے ہیں۔ جمع کرنے اور سمیٹنے کے بنیادی معنے نہیں ملتے۔ گویا صرف ثانوی معنی موجود اور حقیقی معنی مفقود ہیں۔ سریانی میں قَرَأ کے معنی پڑھنے کے ہیں دوسرے معانی نظر انداز ہو گئے۔ اس کے برعکس عربی میں مکمل معانی موجود ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ ہر عقل مند یہی نکالے گا کہ عربی چونکہ سامی زبانوں میں مسلمہ طور پر قدیم ترین زبان ہے اس لئے قَرَأ کے معنی عربی سے دوسری زبانوں میں گئے ہیں نہ کہ دوسری سامی زبانوں سے عربی میں آئے ہیں۔ قَرَأ روٹ کا مصدر فُعْلَانٌ کے وزن پر قرآن ہے۔ سریانی کا قِریانہ عربی میں آ کر قرآن نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ رجحان اور کفران کی طرح فُعلان کے وزن پر بہت سے الفاظ عربی میں موجود ہیں۔ قریانہ سریانی گرائمر کے مطابق ہے اور قرآن عربی قواعد کے مطابق۔

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ لفظ قرآن عربی خاتم کا نگینہ ہے عربی سے دوسری شاخیں پھوٹیں، خوشہ چینی انہوں نے کی نہ کہ عربی نے۔ ایک چشمہ کوہسار کی چوٹیوں سے نیچے گرتا ہے اور میدان میں آ کر ندی نالوں میں بٹ جاتا ہے اور راستے کی چیزیں اس میں شامل ہو جاتی ہیں کون شخص یہ کہے گا کہ یہ آلائشیں اوپر سے نیچے آئی ہیں اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مستشرقین نے جگہ جگہ ٹھوکر کھائی۔ لفظ قرآن پر تحقیق میں بھی یہی لغزش کارفرما ہے۔

الفضل کی وجہ سے بچی کو وقف جدید کی ننھی مجاہدہ بنایا

مکرمہ مبارکہ شاہین صاحبہ جرمنی

میں نے جب سے ہوش کی آنکھ کھولی، الفضل کو اپنے سامنے پایا۔ میرا پیار اس سے مثالی ہے۔ ''الفضل'' کے ساتھ چلتے بڑھتے اپنی زندگی آگے بڑھی۔ روزانہ ''الفضل'' کا شدت سے انتظار رہتا۔ مطالعہ کی عادت خاکسار کو شروع سے تھی۔ الحمد للہ کہ زیادہ تر دینی مواد ہی پڑھنے کی توفیق ملی۔ الفضل کے بغیر میرا گزارہ نہیں۔ بچپن کی عمر میں تو سمجھ آتی یا نہ آتی مگر باقاعدگی سے پڑھتی ضرور تھی۔ تھوڑی بڑی ہوئی تو اعلانات دعا اور وصایا پڑھنے میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ **پہلے پہل تو میں اعلانات صرف بطورِ ''خبر'' پڑھتی، مگر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے سمجھ دی تو اب الحمد للہ ہر اعلان پڑھ کر نام لے کر دعا کرنے کی توفیق ملتی** ہے۔ وصیت بھی خوشی خوشی اوائل جوانی میں کرنے کی توفیق ملی کہ علاوہ وصیت کی خوشی کے ''الفضل'' میں نام چھپے گا۔

ساری زندگی ہمارے گھر ''الفضل'' آتا رہا۔ گویا الفضل اور ہم لازم وملزوم تھے۔ اس نے عرفان کے بڑے بڑے در کھولے۔ آج سے تقریباً 24 سال پہلے ہم جرمنی آ گئے۔ ''مصباح'' تو لگوا لیا مگر ''الفضل'' نہ لگوا سکے۔ پھر لندن سے الفضل انٹرنیشنل جاری ہوا تو پانچ سات ماہ بعد وہ لگوا لیا جو آج تک باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ انٹرنیٹ نے مزے کر دیے۔ روزنامہ ''الفضل'' بھی اس کی وساطت سے روز پڑھتی ہوں۔ بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ انٹرنیٹ کھولتے ہی لوگوں کی پتہ نہیں کیا کیا دلچسپیاں ہوتی ہیں میرا تو پہلا کام ''الفضل'' پڑھنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انٹرنیٹ کے موجدوں پہ رحم وکرم فرمائے اور دنیا کو نیک ہدایت دے، جس نے جنت کو قریب کر دیا ۔ کبھی کبھی جاننے بوجھنے والے کہہ دیتے ہیں کہ لو ''الفضل انٹرنیشنل'' بھی تو انٹرنیٹ پہ آجاتا ہے، وہیں پڑھ لیں۔ تو ہمارا جواب ہے کہ جو مزہ پوسٹ بکس میں سے نکال کر، ہفتہ انتظار کر کے آتا ہے، وہ انٹرنیٹ پہ کہاں۔ اگر میرے میاں نیچے سے پوسٹ بکس سے نکال کر لاتے ہیں تو ہماری چھینا جھپٹی شروع ہو جاتی ہے۔ میری اوّلین تمنا ہوتی ہے کہ میرے سے پہلے کوئی اسے ہاتھ نہ لگا سکے۔ اگر وہ لے ہی لیں تو پھر کوئی نہ کوئی صفحہ اندر سے میں لینے میں کامیاب ہو جاتی ہوں۔ جب تک پورا پڑھ نہ لُوں، چین نہیں آتا۔ قیمتی نصائح، سبق آموز واقعات بچوں کو بھی پڑھ کر سناتی ہوں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات، خطابات بھی ضرور سناتی ہوں، گویا ''الفضل'' میری جان ہے، میری زندگی ہے، جس کے بغیر زندگی میں کوئی رنگ نہیں۔

جس طرح بھرپور طریق سے یہ ہماری پیاری اخبار ہمیں تمام دنیا کی جماعتی مساعی سے باقاعدگی سے آگاہ کرواتی ہے، اس کا کوئی جواب نہیں۔ تمام جماعت ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ مجھے گھر بیٹھے سب خبر ہوتی ہے کہ گھانا میں کیا ہو رہا ہے، امریکہ میں کیا ہو رہا ہے، کینیڈا میں کیا ہو رہا ہے، پاکستان کے کیا حالات ہیں، قادیان میں کیا شب و روز ہیں، ربوہ کا موسم کیسا ہے؟ بینن میں کہاں بیوت اور سکول بن رہے ہیں؟ کس کے گھر بچہ ہوا، کس کا نکاح، شادی ہوئی، کس کے ہاں فوتگی ہوئی، غرض برطانیہ، جرمنی کے حالات، ان سب کو جاننے میں MTA کے ساتھ ساتھ ''الفضل'' کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ الفضل تو میری روح کی غذا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے پاکیزہ ملفوظات پڑھ کر روح کو سرور اور اپنی اخلاقی حالت میں پاک تبدیلی پیدا کرنے کے مواقع ملتے رہتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ ''الفضل'' کا پہلا صفحہ ''الفضل'' کی جان ہے، تو بالکل بے جا نہ ہو گا۔ یہ پوری ''الفضل'' کا نچوڑ ہے۔ پھر خلفاء کے خطبات، خطابات بھی ہمیشہ اپنی اصلاح کی توفیق بخشتے ہیں۔ بزرگان کا ذکر خیر، میری دلچسپی کا بہت بڑا باب ہے۔ الحمد للہ اس کے ذریعے بھی مجھے ہمیشہ نیک تحریکات ہوئیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ لکھ دیتی ہوں۔

میری ایک بچی ناصرات میں ہے مگر وقف جدید کی ننھی مجاہدہ نہیں تھی۔ مختلف ذرائع سے مجھے تحریک ہوئی مگر بعض وجوہات کی بنا پر میں اسے ٹالتی رہی۔ ایک دن میں ''الفضل'' میں کسی صاحب کا ذکر خیر پڑھ رہی تھی ، جنہوں نے بہت نامساعد حالات اور قرض کے باوجود مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی رنگ میں ان کو ان چندوں کی ادائیگی کی توفیق بخشی۔ یہ پڑھ کر میرے آنسو نکل آئے اور الحمد للہ میں نے بچی کو اسی وقت ''ننھی مجاہدہ'' میں شامل کروا دیا۔

بزرگان جماعت کے عام روزمرہ کے واقعات پڑھ کر جہاں ان بزرگوں کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں، وہاں ہمیشہ ہی اپنی اصلاح کی بھی توفیق ملتی ہے۔ یہ الفضل کا بہت ہی دلچسپ حصہ ہوتا ہے۔ اپنے ملنے والوں کے حالات بھی پتہ چلتے ہیں اور پڑھ کر اپنے بزرگوں کے حالات لکھنے کی بھی تحریک ہوتی ہے۔ خاکسار نے بھی اپنے والد مکرم ومحترم شیخ ممتاز رسول صاحب کے مختصراً حالات لکھے تھے۔ اب انشاء اللہ بغرضِ دعا پھر لکھوں گی اور اپنی پیاری ساس مکرمہ رشیدہ زرینہ صاحبہ کے بھی۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے درجات اپنے حضور بہت بہت بلند فرمائے۔ آمین

''الفضل'' کے شذرے اور خبریں بھی خوب ہوتی ہیں۔ پڑھ کر علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ دور بیٹھے ملکی حالات پتہ چل جاتے ہیں۔ ربوہ میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ کا پڑھ کر دل بہت خراب ہوتا ہے۔

پیارے آقا کے شب و روز کی مصروفیات ، جلسوں کے پروگرام کا تفصیلی علم سب سے پہلے مجھے ''الفضل'' سے ہی پتہ چلتا ہے۔ جرمنی بیٹھے ہوئے ہمیں اتنی معلومات نہیں ہوتیں، جتنا تفصیلی پروگرام ہم ''الفضل'' میں سے پڑھ لیتے ہیں۔

آخر میں اپنی ایک دوست کا تبصرہ، جو ایک دفعہ اس نے باتوں باتوں میں اپنی بات کی لکھتی ہوں۔

ایک مرتبہ ہم دونوں جلسہ برطانیہ کے موقعہ پر اسلام آباد میں ٹھہرے ہوئے تھے، گھریلو باتیں ہو رہی تھیں۔ خاوندوں کے حسن سلوک کے قصے چھڑ گئے۔ کہنے لگیں ''میرے خاوند کا کسی دن موڈ بہت ہی اچھا ہو تو کہتے ہیں، آؤ اکٹھے الفضل پڑھیں'' یہ میرے لئے ان کی طرف سے سب سے بڑی تفریح ہوتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس پیاری اخبار کو ہمیشہ جاری رکھے اور اس کا فیض سب دنیا کو پہنچتا رہے۔ آمین

جائیداد کی خرید و فروخت کا ادارہ

Your Trust and Confidence is our Motto

ریلوے روڈ گلی نمبر 1 نزد صوفی گیس ایجنسی دارالرحمت شرقی الف ربوہ

آپ کی دعا اور تعاون کے منتظر راؤ خرم ذیشان

0321-7701739
047-6213595

گولڈ کراس کوریئر کی جانب سے خوشخبری

اپنے عزیز رشتہ داروں کو ہر خوشی کے موقع پر چھوٹے بڑے پارسل بھجوانے کے ریٹ میں نمایاں کمی

وہی سروس اور وہی معیار

جو آپ زیادہ ریٹ میں بک کروائیں۔ اب ہم سے سب سے کم ریٹ میں وہی سروس حاصل کریں۔

جرمنی اور یو کے ٹیکس نہ لگنے کی مکمل گارنٹی

بہترین سروس سب سے کم ریٹ

اعلیٰ اخلاق اور آپ کا بھرپور اعتماد تو پھر آپ زیادہ ریٹ پر پارسل بک کیوں کروائیں۔

آپ کے اعتماد کا نام

اسد رضوان گولڈ کراس کوریئر

ریلوے روڈ ربوہ

047-6215901,03156215901
03157250557

کھانوں کے اعلیٰ معیار اور بہترین سروس کی ضمانت دی جاتی ہے

کشادہ ہال 350 مہمانوں کے بیٹھنے کی گنجائش

لیڈیز ہال میں لیڈیز ورکرز کا انتظام

پروپرائٹر: محمد عظیم احمد فون: 6211412,03336716317

اخبار "الفضل"

حروفِ جانفزا "الفضل" کے نظروں سے ٹکرائیں
گل و گلزار بن کر یوں مرے سینہ کو مہکائیں

دریچہ ہے کہ جس سے آگہی کی کرنیں آتی ہیں
دیارِ جسم و جاں میں خوب آ کر جگمگاتی ہیں

بلندی سے نکلتا ہے یہ چشمہ علم و حکمت کا
چلائیں جو اِسے چمکا ستارا اُن کی قسمت کا

پیاسوں کو علوم و معرفت کے جام ملتے ہیں
کسی کو صبح ملتے ہیں کسی کو شام ملتے ہیں

یہ ہے ایسا گلستاں جس میں ہر اِک پھول مل جائے
تمنا پوری ہو کر پھر خوشی سے چہرہ کِھل جائے

سدا رشد و ہدایت کے لئے قطبی ستارا ہے
جو اِس کو پا کے بھی بھٹکا تو وہ قسمت کا مارا ہے

مضامیں سلسلہ در سلسلہ بھی اِس میں چھپتے ہیں
شجر علم و ہنر کے صورتِ شمشاد بڑھتے ہیں

رپورٹیں رُوح پروَر آقا کی جب اِس میں چھپتی ہیں
پھواریں دل پہ خوشیوں کی نہاں رِم جھم برستی ہیں

گھٹائیں فضل باری کی ہمیشہ اِس پہ نازل ہوں
دعا ہے دلربا کے عاشقوں میں سارے شامل ہوں

طاہر محمود احمد

الفضل کی ہو جوبلی صد سالہ مبارک

نعمت ہے مرے مولیٰ کی الفضل ہمارا
محمود کا اخبار ہے سو جان سے پیارا

ہر روز بڑے شوق سے پڑھتے ہیں شمارہ
مضمون بھی نظمیں بھی، عجب رنگ ہے سارا

یہ پودا جو محمود کے ہاتھوں سے لگا تھا
یہ پھولا پھلا اور بنا سب کا سہارا

یہ نہر ہے وہ جس نے کیا سب کو ہے سیراب
ہر سمت ہی بہتا ہے ، اسی نہر کا دھارا

الفضل نے بخشی ہے مرے شعروں کو برکت
الفضل کا مجھ پر بڑا احسان ہے بھارا

ہر آن حفاظت میں تو یا رب اسے رکھنا
چھپتا رہے ربوہ سے سدا دیں کا شمارہ

الفضل کی ہو جوبلی صد سالہ مبارک
روشن رہے دانش کا ادب کا یہ منارا

مومنؔ کے بھی اشعار سدا شائع ہوں اس میں
مومن کی بھی قسمت کا سدا چمکے ستارہ

خواجہ عبدالمومنؔ

الفضل اور مجلس شوریٰ 2013ء

مجلس شوریٰ 2013ء کی جو تجاویز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائیں ان میں سے ایک تجویز اردو کی ترقی اور ترویج کے بارہ میں بھی تھی۔ اس تجویز پر سفارشات کے سلسلہ میں شق نمبر 2,3,4 یہ ہے۔

☆ روزنامہ الفضل اردو زبان کی ترویج میں قابل تعریف کردار ادا کر رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ الفضل کی خریداری کو بڑھایا جائے اور اس سے استفادہ کی طرف جماعت توجہ کرے۔ اگر ایک خریدار اخبار پڑھ لینے کے بعد دوسرے گھرانے کو مہیا کردے اسی طرح اس کو آگے سے آگے مہیا جاتا رہے تو استفادہ میں وسعت پیدا ہوگی۔ الفضل بھی زبان کے فروغ و اشاعت اور ترقی کے لئے ایک مستقل کالم جاری کرے تو یہ بھی زبان دانی کے شوق میں اضافے کا موجب ہوگا۔

☆ الفضل میں اس امر کا التزام کرنا چاہئے کہ اردو زبان کو سکھانے اور اس کی ترویج اور ترقی کو پیش نظر رکھ کر ایک کالم بھی مختص کیا جائے جو صرف اسی غرض اور مقصد کے لئے ہو۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جماعت کو تحریک کی تھی کہ صبح کی سیر پر اپنے مشاہدات، تاثرات اور مناظر فطرت کو قلمبند کریں اور ایسے مضامین الفضل میں شائع ہو سکتے ہیں۔ یہ اردو زبان میں خیالات و تاثرات کے اظہار و بیان کا ملکہ پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ اس طرح کے مضامین کو الفضل کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔

(نوٹ) الحمدللہ کہ الفضل میں حسب ہدایت اردو کے بارہ میں کالم اور دیگر معلوماتی اور دلچسپ امور کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ خریداری بڑھانے کے سلسلہ میں ابھی بہت محنت کی ضرورت ہے۔

ابن کریم

مطالعہ الفضل اور اس کے اثرات

ایک ٹیچر کہیں ٹیوشن پڑھانے جایا کرتے تھے۔ بچے چونکہ آسودہ گھرانوں کے تھے وہ کسی طور پڑھائی کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ بالآخر استاد نے ایک یہ راہ نکالی کہ بارہ پندرہ سیب منگوا لئے اور دو دو کو الگ رکھ کر پوچھنے لگا یہ کتنے ہیں۔ بچے بتاتے گئے۔ یہ دو ہیں اور یہ چار ہیں پھر اس نے اس میں مزید رکھ دیئے اور کہا اب بتاؤ کتنے ہیں بچوں نے اسی ترتیب سے جواب دیا چھ، آٹھ، دس اور بارہ۔ ایک بچے نے ساتھی کو کہنی مارتے ہوئے کہا یار ٹیچر تو ہمیں پڑھا رہے ہیں اس چکر میں نہیں آنا۔

ہے تو یہ ایک لطیفہ مگر اگر اس کا مثبت پہلو لیں تو کئی دفعہ میں اپنے جاننے والوں اور عزیز و اقارب اور دوستوں کو کہنی مار کر کہا کرتا ہوں کہ الفضل ہے تو ایک اخبار لیکن یہ ایک ایسی جاری و ساری نہر ہے کہ واقعۃً ہمیں علم اور معرفت سکھاتی ہے وہی علم اور معرفت جس کے متعلق فرمایا گیا ہے

میرے فرقہ کے لوگ علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے۔

اس اخبار کا آغاز آسمان سے آئے ہوئے پیغامات اور ارشادات سے ہوتا ہے اور انتخاب ایسا دلفریب کہ تین چار سطریں یوں جیسے دل میں گڑ جاتیں یہ کیفیت ہو جاتی ہے ذرا ملاحظہ کریں آج کی حدیث۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صلہ رحمی کرو ...... سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے ملفوظات بھی ایسے چنیدہ ہوتے ہیں کہ بس یوں لگتا ہے کہ آج پہلی دفعہ ان پر نظر پڑی ہے۔ غرضیکہ علم اور معرفت کے عطا ہونے کا یہ ایک انمول ذریعہ ہے پھر اگلے صفحات پر تو گویا خزانے کے دروازے کھل جاتے ہیں کبھی رفقاء کے تذکرے اور کبھی سائنس کی، طب کی باتیں، کھیل اور کھلاڑی، خبریں اور متنوع عناوین پر منتخب مضامین جو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔

اب رفقاء حضرت اقدس مسیح موعود ہی کے مضامین کو لے لیں متعدد مضامین میں آپ کو ملے گا کہ فلاں رفیق سبز اشتہار پڑھ کر احمدی ہوئے فلاں کشتی نوح کے مطالعہ سے اور فلاں رفیق کسی اور کتاب کے ذریعہ سے۔ میں سمجھتا ہوں اس طرح ہمیں یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ ہم بھی ان کتب کے مطالعے کی طرف توجہ کریں اور انہی برکات کے وارث بن جائیں جن برکات کو ہمارے سابقین اولین نے حاصل کیا اور دراصل یہ ہتھیار ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک رفیق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے قبول احمدیت کے تذکرے کو میں نے ایک غیر از جماعت دوست کے سامنے رکھا۔ میں نے دیکھا وہ باتیں سن کر انہیں جھرجھری سی آ گئی اور انہوں نے مجھے کہا آپ کسی وقت میرے ڈیرے پر ضرور آئیں۔ بات اس میں یہ بیان تھی کہ اس رفیق کے بھائی نے احمدیت قبول کر لی تھی اور یہ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ ایک دن خیال آیا مخالفتوں سے مجھے کچھ حاصل تو ہوا نہیں اور سابقہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بہت سارے لوگ مخالفتوں کی وجہ سے اس کاروان میں شامل ہونے سے محروم رہے ہیں میں خواہ مخواہ مخالفت کر رہا ہوں کیوں نہ دعا کروں۔ چنانچہ کبھی ویران جگہوں پر کبھی جنگلوں میں اور کبھی قبرستانوں میں گریہ وزاری شروع کر دی۔ خدا کے حضور روتا اور چلاتا رہتا تھا کہ مالک اگر تو یہ سلسلہ تیری طرف سے ہے تو تُو میری رہنمائی فرما۔ بہرحال اس طرح گریہ وزاری سے اللہ نے رہنمائی فرمائی اور قادیان بھی خواب میں دکھایا گیا حضرت مسیح موعود بھی اور آئندہ ہونے والے خلیفہ بھی۔

میں نے یہ ساری باتیں اس معزز زمیندار کے سامنے رکھیں تو وہ سوچنے پر مجبور ہو گیا، میں نے کہا خدا تو بے نیاز ہے اگر کسی حق سچ کو پہچاننا ہے تو اس طرح گریہ وزاری کرنا ہوگی۔

اور پھر اور بھی نت نئے دلائل سامنے آتے رہتے ہیں مجھے گزشتہ دنوں مومن کے ایک شعر کی تلاش تھی۔ ''عالم روحانی کے لعل و جواہر'' میں وہ نمایاں طور پر موجود تھا

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومنؔ
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

میں تو اکثر اپنے دائرہ کار میں دوست احباب کو الفضل خرید کر پڑھنے اور اس کی ترویج کے بارے میں توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ میرے نقطہ نگاہ سے الفضل کی جان، خلیفہ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات ہیں۔ ایم ٹی اے کے ذریعے ہم دیکھ اور سن ضرور لیتے ہیں مگر جب وہ تحریری طور پر سامنے آتے ہیں تو پہلی سنی ہوئی بات تحریری طور پر نظر میں آنے سے کالنقش فی الحجر کی مانند ہو جاتی ہے۔ پیاسی روحوں کی تسکین کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔

مجھے بچپن کا سنا ہوا ایک واقعہ نہیں بھولتا۔ ہمارے ایک ساتھی مکرم حافظ عبدالوہاب صاحب بلتستانی مرحوم مربی سلسلہ کے والد صاحب کی قبول احمدیت کی داستان کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی دکان پر سودا سلف لینے گئے۔ دکان دار نے کسی اخبار میں سودا لپیٹ کر دے دیا اور وہ ٹکڑا سیدنا حضرت مسیح موعود کے ملفوظات کا تھا۔ جو کسی اخبار ہی کا حصہ تھا۔ اس طرح انہیں ان چند بابرکت الفاظ سے جماعت کی طرف ترغیب اور تحریک ہوئی۔

الفضل سے ہمارے بزرگوں کا کتنا اُنس تھا اور ذوق اور شوق ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو۔ چند دن پہلے ہمارے ایک نہایت مخلص اور داعی الی اللہ نے بتایا کہ میری والدہ محترمہ 95 سال کی ہیں اور عینک کے ذریعے مطالعہ کر لیتی ہیں۔ الفضل صبح صبح ہمارے گھر آتا ہے مگر اس سے کتنا عشق اور وابستگی اور وارفتگی کا تعلق ہے کہ ہمارے گھر ہماری والدہ محترمہ اپنے پوتے پوتیوں کے دسیوں چکر دروازے کی طرف لگوا دیتی ہیں کہ دیکھو الفضل نہیں آیا ان کے اس انداز کی وجہ سے میری اہلیہ کو بھی الفضل سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اب میں نے مجبوراً دو پرچے لگوائے ہوئے ہیں۔ جب دونوں پرچے بلکہ میں یوں کہوں گا باران رحمت جب ہمارے گھر آ جاتی ہے۔ دونوں الفضل سے اللہ کے افضال سمیٹنے لگ جاتی ہیں اور علاوہ علم و عرفان کی باتوں کے مریضان کے لئے شفا کی دعائیں اور وفات شدگان کے لئے بلندی درجات کی دعائیں اور نومولودگان کے لئے درازی عمر کی دعائیں مانگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ جس طرح آغاز میں میں نے عرض کیا کہ دوسروں کو بتانے کی ضرورت ہے کہ ہمیں علم سکھانے کے منصوبے الفضل کے ذریعے پورے ہو رہے ہیں اور یہ بات یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود نے یہ فرمایا ہوا ہے کہ جس نے میری کتب کو کم از کم تین بار نہیں پڑھا اس میں تکبر کے اثرات پائے جانے کا اندیشہ ہے۔

بات کرتے کرتے مجھے ایک اور پہلو کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں ایک خدا کی توحید اور دوسرے مخلوق خدا کی ہمدردی۔ الفضل ان دونوں مقاصد کی تکمیل میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ نمازوں اور عبادات کے متعلق احادیث اور ملفوظات کے ساتھ خلفاء سلسلہ اور سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے روح پرور خطبات حیرت انگیز بیداری کے سامان پیدا کرتے ہیں ایک اور اہم اور دلچسپ پہلو بیماروں کے لئے صحت وسلامتی کی دعا کے بارے میں ہوتا ہے میرا تو عموماً یہی معمول ہے کہ خاص طور پر ان بیماروں کے لئے دعا کا موقعہ ملتا ہے۔ پھر دیکھیں ساری دنیا میں احمدی جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو کس طرح اللہ تعالیٰ دعا کی قبولیت ظاہر فرما دیتا ہے شفا کے سامان پیدا فرما دیتا ہے اور عزیز و اقارب کے علم میں بھی بذریعہ الفضل آ جاتا ہے بلکہ دوسرے جاننے یا نہ جاننے والے اور جسد واحدہ میں پروئے ہوئے احباب تک بھی یہ پیغامات پہنچ جاتے ہیں اور پھر سارے دعاؤں میں لگ جاتے ہیں اور ظاہری لحاظ سے بھی ہمدردانہ پیغامات اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں بہت حد تک تکلیف آسان اور دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

مجھے یاد ہے چند سال پیشتر میری خوشدامن صاحبہ کا بائی پاس آپریشن ہوا۔ الفضل میں دعا کا اعلان شائع ہوا۔ محترم وکیل المال صاحب تحریک جدید کا بڑا ہی دعاؤں سے پُر اور شفقت بھرا خط آیا تمام گھر والے اتنے خوش دکھائی دے رہے تھے اور بار بار ہر کوئی خط پڑھتا اور خوش ہوتا کہ خدا نے ہمیں کیسا عظیم الشان نظام دیا ہوا ہے جو ہمارے ساتھ دکھ سکھ میں ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے میں نے ایک مخلص جماعتی کارکن کی بچی بعمر 14 سال کے گینگرین سے متاثر پاؤں کے آپریشن کا اعلان بغرض دعا شائع کروایا۔

انہی دنوں میں دفتر میں بیٹھا ہوا ضروری امور نپٹا رہا تھا وہ کارکن ایک چٹ لے کر آئے رقت کے غلبہ کی وجہ سے ان سے بات کرنا مشکل تھی میں نے ذرا توقف کے بعد پوچھا بات کیا ہے آپ کیوں اتنے جذباتی ہو رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا میری بچی کے آپریشن کا اعلان اخبار الفضل میں چھپا۔ ایک دوست نے مجھے تلاش کر کے یہ پیغام بھجوایا ہے کہ آپ مجھ سے فلاں فون نمبر پر رابطہ کریں میں نے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ اعلان پڑھتے ہی میں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا مختلف جگہوں پر بہت سارے فون کئے اب ڈرائیور کو تلاش کے لئے بھجوایا پھر دفتر الفضل سے پوچھوایا۔ بہرحال بتانا یہ ہے کہ اس دعائیہ اعلان کو پڑھ کر میں بہت رویا بہت دعا کی مجھے چونکہ خود پاؤں میں یہ عارضہ تھا میں اس تکلیف کو بآسانی سمجھ سکتا تھا کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ بہرحال میری درخواست ہے کہ آپ فلاں علاج کروائیں اس سے مجھے افاقہ ہوا ابھی آپریشن نہ کروائیں۔ اس کارکن نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ہم کتنے خوش قسمت لوگ ہیں خدا نے ہمیں خلیفہ وقت کی برکت سے ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

ہمارے ایک بزرگ جو کہ معروف داعی الی اللہ بھی ہیں اکثر و پیشتر روزنامہ الفضل کی بیان فرمودہ باتوں کے سحر میں گرفتار رہتے ہوئے بڑے مزے لے لے کر ان معرفت اور علم کی باتوں کی جگالی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک دن بتانے لگے احادیث ملفوظات اور خطبات مضامین کے علاوہ میں تو تمام اشتہارات تک پڑھتا ہوں گو مجھے اشتہارات سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں ہوتا مگر میں سمجھتا ہوں عالمگیر جماعت کے عالمی شہرت یافتہ

روزنامے میں شائع ہوئے ہیں۔ احترام اور محبت کا تقاضا ہے کہ انہیں بھی پڑھا جائے ان پر بھی نظر ڈالی جائے۔

میرے ایک نہایت ہی عزیز دوست نے الفضل ہی کے مطالعے کے سلسلہ میں بات آگے بڑھاتے ہوئے بیان کیا کہ میری والدہ محترمہ تو روزنامہ الفضل کی اتنی دیوانی ہیں کہ الفضل جب تک گھر نہ جائے ان کو عجیب بے چینی طاری رہتی ہے جب الفضل آجائے تو وارفتگی اور ایک گونہ بے خودی کی کیفیت میں اسے آغاز سے پڑھنا شروع کر دیتی ہیں اور اختتام تک پہنچے بغیر نہیں چھوڑتیں اور جس دن اخبار نہ ملے اس دن ان کی حالت دیدنی ہوتی ہے یوں لگتا ہے جیسے ان کی کوئی پسندیدہ چیز ہے مگر کہیں رکھ کر بھول گئی ہیں اور اُسے ڈھونڈ بھی رہی ہیں اور اُداس اور پریشان بھی ہیں۔ یہ حالت تقریباً اس وقت تک طاری رہتی ہے جب تک اگلے دن کا اخبار کا پرچہ ان کے پاس نہیں آجاتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں الفضل کے مطالعہ کرنے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مکرمہ ندا رفیق صاحبہ۔ ربوہ

الفضل نے حضرت مسیح موعود کی کتب پڑھا دیں

الفضل نے میری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں نے اس سے دینی اور دنیوی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور اٹھا رہی ہوں۔ اس میں شائع شدہ ہر مضمون ہی روحانیت اور دینی معلومات میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ صحابہ رسول کریمؐ اور رفقاء حضرت مسیح موعود کی بیعت کے واقعات اور ان کے خاندانی حالات پڑھ کر ایمان میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور دل میں خدا تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتی ہوں کہ ہم محض اللہ کے فضل سے پیدائشی احمدی ہیں۔ شہداء احمدیت اور خاص طور پر شہداء لاہور کے بارے میں ان کے لواحقین کے الفضل میں مضامین پڑھ کر ان کی عبادت اور کردار کے اعلیٰ معیار کا پتہ چلتا ہے۔ ہر شہید کی شہادت کی داستان پڑھ کر ایمان میں مضبوطی اور جان و مال کی قربانی کا جذبہ اور شوق پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان کے آج کل کے خراب حالات کی وجہ سے جلسے اور اجلاسات وغیرہ نہیں ہو رہے اس صورت حال میں ایم ٹی اے کے بعد الفضل ہی تربیت کا واحد ذریعہ ہے۔

الفضل نے حضرت مسیح موعود کی کتب کا پرچہ شائع کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ بہت ہی مفید اور معلوماتی ہے۔ نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ ہر سال کے لیے روحانی خزائن کی ایک جلد مقرر کرتی ہے اور اس کا پرچہ لیتی ہے جو الفضل میں شائع ہوتا ہے اس وجہ سے مجھے حضرت مسیح موعود کے کتب کو پڑھنے کی توفیق ملی۔ پہلے مجھے کشتی نوح، رسالہ الوصیت اور حقیقۃ الوحی، چشمہ معرفت، پیغام صلح، براہین احمدیہ حصہ پنجم، تذکرۃ الشہادتین، لیکچر لاہور، لیکچر سیالکوٹ اور لیکچر لودھیانہ پڑھنے کی توفیق ملی۔ اب میں روحانی خزائن جلد 20 کا آخری حصہ پڑھ رہی ہوں۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتب کو کم از کم تین بار پڑھنے کے ارشاد کے مطابق اس پرچہ کو حل کرنے کے لیے کتب کو کم از کم تین بار پڑھنے کا موقع ملا اور دینی علوم بڑھانے کی توفیق اللہ کے فضل سے مل رہی ہے۔

روزنامہ الفضل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مختلف ممالک کے دورہ جات کی تفصیلی رپورٹ جو قسط وار شائع ہوتی ہے یہ بہت ہی دلچسپ اور معلوماتی ہوتی ہے اس کو پڑھنے سے حضور کی ایک ایک پل کی مصروفیات کا پتہ چلتا ہے اور اس سے مختلف ممالک کی جماعتی ترقیات کا علم ہوتا ہے۔

دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے بھی الفضل اہم کردار ادا کرتا ہے احمدی طلباء طالبات کی کامیابی کی خبر جب الفضل میں شائع ہوتی ہے۔ یہ باقی احمدی طلباء طالبات کے اندر بھی کامیابی حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ جماعتی اور گورنمنٹ تعلیمی ادارہ جات کے نئے داخلے کی تاریخوں کا اعلان بھی شائع ہوتا ہے۔ جو گھر بیٹھے ہی معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے الغرض الفضل کا میری زندگی میں بہت اہم کردار ہے۔

میرے گھر الفضل 2011ء سے آتا ہے اس سے پہلے چار سال سے ہم اپنے ہمسائے سے لیتے تھے پہلے وہ پڑھتے پھر ہم کو دے دیتے اس کے دوران الفضل کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ ہم نے اپنے گھر خود جاری کروا لیا۔ میرے گھر کے سب افراد الفضل کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں ہر ایک کو انتظار ہوتا ہے کہ کب الفضل آئے اور وہ سب سے پہلے اس کو پڑھے اور معلومات حاصل کرے۔

مجھے الفضل آنے کا بہت انتظار ہوتا ہے بعض اوقات اگر دیر ہو جائے تو میں اپنے بھائی کو کہتی ہوں کہ دیکھو آج الفضل کیوں نہیں آیا۔ جب میں نے M.Sc میں داخلہ لیا تو مجھے ہوسٹل میں رہنا پڑا۔ جب میں نے پہلے دن ہوسٹل جانا تھا تو میرا بھائی کہنے لگا اب کون اس کو الفضل دینے جائے گا۔ میں اپنے چھٹی والے دن ہفتہ اور اتوار کو جب ہوسٹل سے گھر آتی ہوں تو پورے ہفتے کی الفضل کا مطالعہ کرتی ہوں اور معلومات حاصل کرتی ہوں۔

مکرم عبدالصبور نعمان صاحب۔ مشنری انچارج سپین

روزنامہ الفضل سپین میں

سپین میں الفضل کے حوالے سے جب میں نے تحقیق شروع کی تو مجھے علم ہوا کہ سپین کا ذکر الفضل میں فروری 1936ء سے آنا شروع ہوا۔ جب قادیان سے سپین کے لئے پہلے مربی مکرم چوہدری شریف احمد صاحب گجراتی کو بھجوایا گیا تھا۔ مکرم شریف احمد گجراتی صاحب سپین میں مارچ 1936ء سے نومبر 1936ء تک خدمات بجا لاتے رہے۔ پھر سپین میں خانہ جنگی شروع ہونے کی وجہ سے اور انگلش گورنمنٹ کے حکم سے مجبوراً سپین سے جانا پڑا۔ سپین چھوڑنے سے قبل ایک دفعہ انگلش گورنمنٹ کے سفیر نے آپ کو میڈرڈ میں اپنے سفارت خانہ میں بلا کر جان کی حفاظت کی خاطر سپین چھوڑنے کا کہا۔ مگر مولانا صاحب نے انکار کر دیا اور کہا کہ ''جب آپ چند پاؤنڈوں کے لالچ سے اپنی جان کو مصیبت میں ڈالنے کے لیے تیار نہیں تو مجھے اتنا ہی ذلیل سمجھتے ہیں کہ میں موت کے ڈر سے اس ملک سے چلا جاؤں۔ بعینہٖ اُس حالت میں جبکہ یہاں آیا ہی مرنے کے لیے ہوں۔''

میرے علم کے مطابق سپین میں باقاعدہ طور پر الفضل کے آنے کا وقت مجاہدِ سپین مکرم مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب اور مکرم محمد اسحاق ساقی صاحب کی سپین میں 1946ء میں آمد سے شروع ہوتا ہے۔ اور اُس وقت سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور احبابِ جماعت اس سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ اُس دور میں تو اس کے شمارے ڈاک کے ذریعے کافی دیر سے پہنچا کرتے تھے مگر اب تو انٹرنیٹ کی سہولت کی وجہ سے روزانہ کا الفضل اُسی دن پڑھنے کو مل جاتا ہے۔

امیر صاحب سپین مکرم مبارک احمد خان صاحب نے الفضل سے تعلق اور فوائد کے متعلق بیان کرتے ہوئے بتایا کہ الفضل کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے مرکز اور خلیفۂ وقت سے مستقل اور قریبی تعلق قائم رہتا ہے۔ حضورِ انور کے مختلف ممالک کے دورہ جات کی تفصیلی رپورٹس، جلسوں اور عاملہ کی میٹنگز کی رپورٹس سے نہ صرف معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اپنے اپنے ملک میں جلسوں کی تیاری اور کام کے لیے مفید نصائح اور طریقوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ جن میں سے اچھے کاموں اور طریقوں کی اتباع بھی کی جاتی ہے۔ جبکہ پاکستان اور خصوصاً ربوہ سے تعلق رکھنے والوں کو ملکی حالات اور ربوہ کی مقامی تعمیر و ترقی کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ مختلف بیماریوں کے شکار احباب کے لیے بھی الفضل نعمت سے کم نہیں۔ بیماریوں کے علاج کے نسخہ جات کا بیان، مٹاپا، شوگر، دل اور دیگر امراض کے علاج کے لیے مفید مشورے اور تمباکو نوشی سے نجات کے طریقوں کے بیان سے بھی ہر طرح کے طبقے کے لوگوں کے لیے فائدہ ہوتا ہے۔ نیز الفضل میں آنے والے اعلانات سے جان پہچان والے احباب کی خوشی اور غمی میں فون کے ذریعے شامل ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔

مکرم امیر صاحب کی طرف سے ایک تجویز بھی ہے کہ اب الفضل تقریباً تمام دنیا میں جاتا ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت کے پیشِ نظر کچھ حصّہ کسی دوسری زبان یا زبانوں میں بھی دیا جائے یا پھر رومن اُردو میں دیا جائے۔ اس سے اس کے پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔

مربیان کے لیے بھی الفضل کسی نعمت سے کم نہیں۔ خطبات کا خلاصہ، درسِ ملفوظات اور مختلف عناوین پر تقاریر سے استفادہ نیز موازنہ مذاہب کے مضامین سے نئے نئے طریقِ دعوت الی اللہ کا علم بھی ہوتا رہتا ہے۔ الغرض الفضل جہاں ایک عام احمدی کے علم میں اضافہ کا باعث بنتا ہے وہیں پڑھے لکھے طبقہ کے لیے بھی علم کی نئی راہیں کھولنے کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو الفضل سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گوندل کے ساتھ پچاس سال

★ گوندل کراکری سے گوندل بینکوئیٹ ہال
★ ترقی معیار اور خدمت کی گولڈن جوبلی

بکنگ آفس: گوندل کیٹرنگ گولبازار ربوہ
ہال: سرگودھا روڈ ربوہ

فون: 0300-7709458, 0301-7979258, 6212758

قابل اعتماد مفید و مجرب ادویہ

زدجام عشق	1500/-	شباب آور موتی	700/-
زدجام عشق خاص	9000/-	معجون فلاسفہ	120/-
نواب شاہی	9000/-	حب ہمزاد	100/-
سونے چاندی گولیاں	900/-	تریاق مثانہ	300/-

کامیاب علاج۔ ہمدردانہ مشورہ

ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

Ph:047-6212434,6211434

آندرے آس لینگوئج انسٹیٹیوٹ

جرمن زبان سیکھیے اور اب لاہور کراچی ٹیسٹ کی تیاری کیلئے بھی تشریف لائیں۔
گوئٹے انسٹیٹیوٹ سے سند یافتہ ٹیچر
فیصل آباد میں بھی جرمن کلاسز کا آغاز ہو چکا ہے

برائے رابطہ: طارق شبیر دارالرحمت غربی ربوہ
03336715543, 03007702423, 0476213372

الرحمٰن پراپرٹی سنٹر

اقصیٰ چوک ربوہ۔ موبائل: 0301-7961600
0321-7961600
پروپرائیٹر: رانا حبیب الرحمٰن فون دفتر: 6214209
Skype id:alrehman209
alrehman209@yahoo.com
alrehman209@hotmail.com

سٹار جیولرز

سونے کے زیورات کا مرکز

حسین مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ

طالب دعا: تنویر احمد 047-6211524
0336-7060580

starjewellers@ymail.com

ایکسپریس کوریئر سروس

کی جانب سے خوشخبری

جرمنی+ بیلجیئم+ برطانیہ+ امریکہ+ کینیڈا+ آسٹریلیا اور دیگر ممالک میں 20 کلو اور اس سے زائد پارسل بھجوانے پر حیرت انگیز کمی۔ فیصل آباد، سرگودھا اور دیگر شہروں اور اندرون ربوہ گھر سے پارسل پک کرنے کی سہولت

یورپ کے پارسل پر ٹیکس نہ لگنے کی گارنٹی

اعلیٰ سروس ہماری پہچان

Express Courier Service

گول بازار نزد مسلم بینک ربوہ فون: 047-6214955

برانچ: نزد سپر بگر بشارت مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
فون: 047-6214956
شیخ زاہد محمود: 0321-7915213

ڈینٹل ایکسرے کی سہولت — فکس دانت، پورسلین ورک — R.C.T دانت کو ڈیڈ کرنا

آرتھوبریس (ٹیڑھے دانتوں کو سیدھا کرنا) — فل سیٹ سپیشلسٹ

ڈاکٹر سید زبیر جنجوعہ	ڈاکٹر سید مبشر جنجوعہ	ڈاکٹر سید محمود جنجوعہ
D.T.C Dentist D.H.M.S	D.T.C Dentist D.H.M.S	D.T.C (P.B)Dentist
Mob:0300-8700730	Mob:0345-8604830	Tel:048-3713878

برانچ نمبر 2 (390-A مین روڈ گل والا سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا)

ایلو پیتھک ادویات ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہیں

واحد ٹریڈرز

0334-6538262

چوہدری میڈیسن مارکیٹ، چنیوٹ بازار، فیصل آباد

طالب دعا: چوہدری عبدالواحد گجر ابن چوہدری محمود احمد گجر

IMPORTERS

EXPORTERS

REPRESENTATIVES

HEAD OFFICE:

P-15, Rail bazar, faisalabad-Pakisatan

Tel: +9241 26143360, 2632483, Fax: +9241 2618483

کرنسی اور سونے کا لین دین ہول سیل ریٹ پر کیا جاتا ہے

گلشن سویٹس اینڈ بیکرز

اعلیٰ اور معیاری مٹھائیوں کا مرکز

اعلیٰ کوالٹی ہمارا معیار اور لذت ہماری پہچان

- چاکلیٹ کیک ● فریش کریم کیک ● پیسٹری
- کریم رول ● کوکونٹ بسکٹ ● سپیشل کیک رس
- کھتائی ● فروٹ کیک ● شیرمال ● رس

★ اور خستہ بسکٹ بھی دستیاب ہیں ★

پروپرائیٹر: چوہدری طارق محمود

بالمقابل ایوان محمود یادگار روڈ ربوہ

فون دکان: 6213823 موبائل: 0343-7672823

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
ہماری طرف سے الفضل اخبار کے سو سال پورے ہونے کی خوشی میں
پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دلی مبارک باد
پیارے آقا کی درازی عمر اور صحت و سلامتی کیلئے دُعا گو ہیں
طالب دعا:
چوہدری تنویر احمد صاحب
صدر جماعت احمدیہ شیخ پور وڑائچاں ضلع گجرات
چوہدری محمد نواز صاحب
سیکرٹری مال شیخ پور وڑائچاں ضلع گجرات

روزنامہ الفضل اخبار کی اشاعت کے سو سال پورے ہونے پر ہم سیدنا
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں
اور جماعت احمدیہ عالمگیر اور ادارہ الفضل کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
ہر قسم کے چاول
کی اعلیٰ ورائٹی کا مرکز
فوزیہ طاہر رائس ملز
مرید کے روڈ نارووال چوک داتا زید کا ضلع سیالکوٹ
طالب دعا: طاہر احمد باجوہ۔ مبشر احمد باجوہ
موبائل: 0345-63677750 آفس: 052-6632317

KOH-E-NOOR JEWELLERS
BAZAR KALAN, CHOWK SARAFA BAZAR SIALKOT
PH SHOP
052-4587020
052-4587508
03009613205
DEAL IN
ALL KIND OF
GOLD JEWELLERY
PARTNER
TANVEER AHMAD
PEARL JEWELLERS
Address: GALA NECHEY BANDA
SARAFA BAZAR SIALKOT
PROPERITER ZAHEER AHMAD
PHONE NO:
052-4587841
052-4596631
0300-6144823
DEAL IN ALL KIND
OF GOLD AND
ITALIAN SILVER
JEWELLERY
OPENING
IN JUNE

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ
1993ء سے خدمت میں مصروف الشیر گروپ آف کمپنیز
1۔ الشیر ایگرو سروسز
2۔ سالک سیڈ کارپوریشن
3۔ SSP فرٹیلائزر
زرعی ادویات اینڈ سیڈز ہول سیل پر خرید فرمائیں
خدا کرے کہ میری ارضِ پاک پر اُترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں وہ سبزہ اُگے جو ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
پروپرائیٹرز: چوہدری عبدالحی ڈوگر، چوہدری محمد سالک ڈوگر
آفس بنگلہ نمبر B-15 بلاک C لطیف آباد نمبر 6 حیدر آباد سندھ
موبائل نمبر: 03008375761 فون آفس: 0223818639

روزنامہ الفضل ربوہ کے سو سال پورے ہونے پر
صدر جماعت احمدیہ کھاریاں ضلع گجرات
مجلس عاملہ جماعت احمدیہ کھاریاں ضلع گجرات
اور
احباب جماعت کھاریاں
کی طرف سے
پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
اور
جماعت احمدیہ عالمگیر کو دلی مبارکباد

"انی معک یا مسرور"
ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کی صحت وسلامتی، درازئ عمر
اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کیلئے
نیز
جماعت احمدیہ عالمگیر
کی ترقیات کیلئے دعا گو ہیں
صدر وارا کین عاملہ حلقہ باغبانپورہ لاہور

Sheikh Sons
SHEIKHSONS
31,32 Bank Square Market Model Town,
Lahore-54700,Pakistan
Tell: 042-35832127, 35832358
Fax: 042-35834907
Web site: www.sheikhsons.com
Indenters, Suppliers
&
Contractors
(1) Gas & steam Turbines Spares (2) Boilers
(3) Speciality Chemicals for Oil & Gas and Power Industry

اعلیٰ کوالٹی کے باسمتی چاول دستیاب ہیں
نیز گندم، مونجی کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے
شاہین رائس ملز
مرید کے نارووال روڈ۔ قلعہ کالروالا
تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
طالب دعا: ارشد علی رحمانی: 0345-6362045
منیر احمد رحمانی: 0346-4397062
محمد اشرف رحمانی: 0346-4516808
آفس: 052-6900785 رہائش: 052-6632113

الفضل کے صد سالہ جوبلی نمبر کی اشاعت
کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
اور ساری
جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں
ہماری طرف سے دلی مبارکباد قبول ہو۔
جماعت احمدیہ حیدرآباد پاکستان

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا سلام اور الفضل کی صد سالہ جوبلی مبارک ہو۔
نیز حضور انور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست
مظہر محمود قیصر بھٹی صدر جماعت
وجاہت احمد قمر معلم سلسلہ و
مجلس عاملہ وارا کین جماعت ہائے احمدیہ
چک 45/R.B مرڑھ ضلع ننکانہ صاحب

اعلیٰ کوالٹی ہمارا معیار۔ لذیذ مٹھائیوں کا مرکز
صبح کا ناشتہ حلوہ پوری بھی دستیاب ہے
گاجر حلوہ سپیشل
شادی بیاہ اور تقریبات کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں
محمود سویٹ شاپ
اقصیٰ روڈ ربوہ
طالب دعا: ریاض احمد۔ اعجاز احمد
فون شوروم: 047-6215523-0333-6704524

فریش فوڈ، فریش کریم کیک، ڈرائی کیک، سپیشل گاجر حلوہ
شادی بیاہ و دیگر تقریبات کے لئے تیار مال دستیاب ہے
محمود سویٹ اینڈ بیکرز
اقصیٰ چوک ربوہ: 047-6214423
طالب دعا: اعجاز احمد: 0300-7716335
ریاض احمد: 0333-6704524

حضور پُرنور اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر
مبارکباد
روزنامہ الفضل ایک ایسی نعمت ہے جو
آج سوائے جماعت احمدیہ کے
کسی اور کو میسر نہیں
نصیر احمد ولد عبدالغنی صاحب
صدر جماعت احمدیہ ٹھٹھرو منڈی سیالکوٹ
اور ممبران مجلس عاملہ جماعت احمدیہ ٹھٹھرو منڈی
اور احباب جماعت احمدیہ ٹھٹھرو منڈی ضلع سیالکوٹ

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر حضور پُرنور اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کی صد سالہ جوبلی
مبارک ہو
منجانب
مکرم چوہدری مقصود احمد
صدر جماعت احمدیہ بھلیرانوالہ ضلع گجرات و امیر حلقہ ڈنگہ و احباب جماعت بھلیرانوالہ
مکرم چوہدری تنویر احمد ولد محمد بوٹا
صدر جماعت احمدیہ ڈنگہ ضلع گجرات۔ احباب جماعت ڈنگہ
مکرم چوہدری غلام احمد ولد چوہدری سلطان علی
صدر جماعت احمدیہ دھوریہ و احباب جماعت دھوریہ ضلع گجرات
مکرم چوہدری خضر حیات ولد چوہدری محمد اشرف
صدر جماعت احمدیہ چك سكندر و احباب جماعت چك سكندر ضلع گجرات
مکرم چوہدری محمد نواز ولد جلال خان
صدر جماعت احمدیہ پوڑانوالہ و احباب جماعت پوڑانوالہ ضلع گجرات
مکرم چوہدری ساجد محمود ولد سلطان احمد
صدر جماعت احمدیہ ڈھو و احباب جماعت ڈھو ضلع گجرات
مکرم چوہدری نذیر احمد ولد چوہدری فیض احمد
صدر جماعت احمدیہ اسماعیلہ و احباب اسماعیلہ ضلع گجرات

ہماری طرف سے
پیارے آقا
سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر
مبارک باد
حارث ٹریڈرز مین روڈ قلعہ کالروالہ سیالکوٹ
ڈسٹری بیوٹر: کولگیٹ، پامولو پاکستان + گائے سوپ + ہاکی ماچس
پروپرائٹر: رانا طاہر محمود انجم، حارث احمد رانا، سالک احمد رانا
0300-6144591 0342-6471664

الفضل کے سو سال
پورے ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
احمر رائس ملز
مریدکے، نارووال روڈ قلعہ کالروالہ سیالکوٹ
ہر قسم کے چاول اور گندم کی اعلیٰ ورائٹی کا واحد مرکز
پروپرائیٹر: طاہر منصور ولد رحمت علی، تنویر احمد ولد رحمت علی
0301-8614036 0300-8614036

انما الاعمال بالنیات کی حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے اوراسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو ایک تہائی اسلام قرار دیا ہے اور بعض نے ایک تہائی علم اور امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بڑھ کر پُر حکمت پُر معانی اور کوئی حدیث نہیں۔ (فتح الباری) بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دین کی ساری ماہیت اس ایک جملہ میں کوٹ کر بھر دی گئی ہے اور یہ جملہ درحقیقت بطور اس اصل الاصول کے ہے کہ جس سے انسان کو حیوان سے امتیاز حاصل ہوتا ہے اور جس کی بنا پر انسان کے طبعی افعال دائرہ اخلاق میں داخل ہو کر انسان کو ذمہ دار جواب دہ ہستی بنا دیتے ہیں اور شریعت کی تمام پابندیاں اس پر عائد ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس حدیث کی تھوڑی سی وضاحت از بس ضروری معلوم ہوتی ہے۔

علمائے اسلام نے فعل اور عمل کے درمیان یہ فرق بتلایا ہے کہ فعل طبعی حرکت کو کہتے ہیں۔ جس میں نیت کا دخل نہیں اور عمل وہ فعل ہے جس میں نیت کا دخل ہو۔ جو بالارادہ قصداً کیا جائے۔ جس کے کرنے پر انسان کا طبعی فعل اچھا یا برا کہلاتا ہے اور اس لئے وہ انعام یا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اس تعریف کو مدنظر رکھ کر انما الاعمال بالنیات کا یہ مفہوم ہوگا۔ طبعی افعال کو عملی حیثیت نیتوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان معنوں کے اعتبار سے بالنیات میں (ب) سببیہ ہے۔ یعنی انسان کے طبعی افعال نیتوں کے سبب اعمال ہوتے ہیں۔ یعنی دائرہ اخلاق میں آ جاتے ہیں۔ نیتوں کی بنا پر وہ برے یا بھلے ہو جاتے ہیں۔ دو شخص گولی چلاتے ہیں اور دو آدمیوں کو گھائل کر دیتے ہیں۔ کام تو بظاہر ایک ہے مگر ہوسکتا ہے کہ ایک نے عمداً چلائی ہو اور دوسرے نے عمداً نہ چلائی ہو۔ تو اس صورت میں ایک شخص کا یہ فعل اس کی نیت کی وجہ سے جرم ہو گا اور دوسرے کا یہ فعل جرم نہیں ہو گا۔ پہلا سزایاب ہوگا اور دوسرا بری۔

سخت پیاس کے وقت پانی نہ پینا ممکن ہے کہ حماقت یا جنون سمجھا جائے۔ مگر ایک دوسرے موقعہ پر یہی فعل یعنی پانی نہ پینا اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق میں شمار ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ان زخمی پیاس سے جاں بلب صحابہؓ کا خود پانی نہ پینا اور اپنے پیاسے ساتھیوں کو اپنے نفس پر مقدم کرنا۔ یہ ایثار نفس کے اعلیٰ نمونے اسلامی تاریخ میں روشن ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ نمایاں امتیاز محض نیت کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ ہوا۔ ایک پیاسے حیوان کے سامنے جب بھی پانی رکھا جائے گا۔ وہ اس کو بتقاضۂ طبیعت ضرور پئے گا اور یہ فعل اس کا طبعی فعل کہلائے گا مگر اسی طبعی فعل کو نیت کے چھوٹے سے تصرف کے ساتھ انسان اعلیٰ سے اعلیٰ قابل تعریف خلق بھی بنا سکتا ہے اور اس کو خودغرضی جیسا قابل مذمت فعل بھی بنا سکتا ہے۔ غرض اسی نیت کے فرق سے انسان کے طبعی افعال دائرہ اخلاق میں داخل ہو جائیں گے۔ نیت کے دخل سے ان کو برا یا بھلا کہا جائے گا اور نیت کی وجہ سے وہ ذمے وار ہستی کہلائے گا۔

دوسرا مفہوم اس حدیث کا یہ ہے کہ اعمال نیتوں ہی کے ساتھ سرانجام پاتے ہیں۔ کام کرنے کے لئے نیت کی ضرورت ہے۔ محض خیال یا آرزو یا میلان طبع۔ یا رغبت یعنی دل کی پسندیدگی یا چاہت کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے متکفل نہیں ہوسکتی۔ نیت (جس کا ماخذ نواۃ ہے) اعمال کے لئے گٹھلی یا بیج کا وہ درمیانی گودا ہے۔ جس میں ساری حیوانی قوتیں متمرکز ہوتی ہیں اور جس سے کونپلیں پھوٹتی ہیں اور اعمال کا درخت پھیلتا، پھولتا اور پھلتا ہے۔

خیالی پلاؤ جتنے چاہے انسان پکائے۔ آرزوئیں اور تمنائیں جتنی چاہے کرے۔ امیدوں کی ڈھارس جتنی چاہے باندھے رکھے۔ دل کی چاہت جتنی بھی ہو۔ جب تک نیت نہ ہوگی۔ کوئی عمل حیّز وجود میں نہیں آئے گا۔ انما الاعمال بالنیات اعمال تو نیتوں ہی کے ساتھ سرانجام پاتے ہیں۔ کسی کام کی نیت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ وہ جادۂ عمل پر آ کھڑا ہوا ہے اور قوت ارادی اپنے کام میں لگ گئی ہے۔

نیت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ انسان نے اپنے شعور وتمیز سے، اپنے علم سے اپنی قوت فیصلہ سے، کرنے یا نہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے کسی کام کے کرنے کے متعلق آخری فیصلہ کرلیا ہے۔ اس کی اس نیت کی گٹھلی کے اندر شعور وتمیز بھی ہوتی ہے۔ علم بھی ہوتا ہے قدرت بھی ہوتی ہے۔ قوت فیصلہ بھی ہوتی ہے۔ امید بھی ہوتی ہے۔ رغبت و خواہش بھی ہوتی ہے۔ قوت ارادی بھی ہوتی ہے۔ عملی جدوجہد بھی ہوتی ہے۔ اسی لئے (نویٰ) سعی و کوشش کے معنے بھی استعمال ہوتا ہے۔ غرض نیت میں وہ سارے عناصر جمع ہوتے ہیں۔ جو کام کرنے کے لئے ضروری ہیں اور جو انسان کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ نیت نہ ہونے کے ساتھ گولی چلانے والے کا فعل دائرہ مسئولیت سے باہر ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسے تمیز نہ تھی کہ یہ گولی ہلاک کر دیتی ہے یا اسے علم نہ تھا کہ کوئی انسان گولی کی زد میں ہے یا یہ کہ ایسے وقت میں ان کو علم ہوا۔ جبکہ گولی نہ چلانے پر اسے کوئی اختیار نہ رہا تھا۔ اس نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

نیت اپنے اندر وہ ساری فعالیت رکھتی ہے۔ جو کام کے لئے از بس ضروری ہے۔ حیوانات کے افعال میں یہ نیتیں کام نہیں کر رہی ہوتیں۔ بلکہ محض طبعی تحریکات کام کر رہی ہوتی ہیں اور انسان کے افعال کے ساتھ علاوہ طبعی تحریکوں کے نیتیں بھی کام کر رہی ہوتی ہیں اور انہی سے دونوں کے افعال میں مابہ الامتیاز قائم ہوتا ہے۔

غرض انسان مذکورہ بالا مقولے کو کام میں لاتے ہوئے ایک مقصد یعنی جہت حرکت معین کرتا ہے اور پھر اس کی طرف رخ کرتا ہے۔ اس کو نیت کہتے ہیں یہی اعمال کے ظہور پذیر ہونے کے لئے آخری اور اہم عنصر ہے۔ اس کے بغیر اعمال متحقق نہیں ہوتے۔

انما جو حصر کے لئے آتا ہے جس کا مفہوم اردو میں (ہی) کے لفظ سے ادا کرتے ہیں۔ اس لفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے انما الاعمال بالنیات کے یہ معنے ہوں گے کہ انسانی اعمال کے پیچھے ضرور ہے کہ نیتیں در پردہ کام کر رہی ہوں۔ یعنی یہ ہو نہیں سکتا کہ کام تو انسان کر رہا ہو اور اس کے پیچھے کوئی نیت نہ ہو گولی چلانے والے کی نیت گو کسی کو قتل کرنا نہ ہو۔ مگر اس نے گولی جو چلائی ہے۔ تو کسی نہ کسی نیت سے چلائی ہے۔

بعض علماء اس امر کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ انسان کے بعض افعال بغیر نیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سیر کے لئے نکلتا ہے اور وہ راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتا ہے۔ سٹیشن کا راستہ یا نہر کا راستہ ان کے نزدیک اس فعل میں نیت کا دخل کوئی اخلاقی معنے نہیں رکھتا۔ ایسا ہی اخبار پڑھنے والے کا اخبار پڑھنا بھی۔ اسی طرح اور بھی بہت سے انسانی افعال ہیں جو وقتاً فوقتاً انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ مگر کوئی نیت ان کے پیچھے کام نہیں کر رہی ہوتی اور نہ نیت ان میں کوئی اخلاقی اہمیت یا ذمے داری پیدا کرسکتی ہے۔ گویا ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ انسان کے سارے کام نیت کے ساتھ وابستہ ہوں۔ مگر یہ خیال ان کا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ جو تھوڑے سے تامل سے واضح ہو جائے گا۔ یہی اخبار کا پڑھنا اس کے ساتھ بیسیوں مقاصد وابستہ ہو سکتے ہیں۔ زبان دانی، روزمرہ کے حوادث سے باخبر رہنا حالات حاضرہ کے متعلق صحیح رائے قائم کرنا۔ سیاسی حالات میں اہل وطن کی رہبری کا صحیح راستہ معلوم کرنا۔ پس اخبار پڑھنے والا اگر اپنے اس فعل کو کوئی عملی حیثیت دینا چاہتا ہے تو اس کو کسی نہ کسی نیت سے وابستہ کرنا پڑے گا۔ ورنہ اس کا یہ فعل انسانی اعمال کے دائرہ سے باہر ہوگا۔ کہ شتر بے مہار کی طرح جدھر چاہا منہ اٹھا کر چل دیا۔

پس یہ مفہوم ہے انما الاعمال بالنیات کا کہ اعمال نیتوں کے ساتھ وابستہ ہونے چاہئیں اور وہ نیتوں کے ساتھ یقیناً وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی نیت مبہم ہو اس میں وضاحت اور کامل معین صورت نہ ہو یا اہمیت کے لحاظ سے کم ضروری ہو۔ جیسا کہ سیر کے لئے سٹیشن کا راستہ اختیار کروں یا نہر کا راستہ۔ گو اس کے متعلق فیصلہ کر کے کسی ایک راستے کو اختیار کرنے کی نیت کرنا۔ اپنے اندر اہمیت نہ رکھتا ہو۔ مگر تاہم یہ اختیار کرنے کا فعل بھی اپنے ساتھ نیت ضرور رکھتا ہے جو بہت سے چھوٹے چھوٹے ملاحظات کو مدنظر رکھنے کے بعد پیدا ہوئی ہوگی گو عالم شعور میں ہم اسے کھلے طور پر محسوس کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں کیونکہ شعور و احساس کا دارومدار تو کسی چیز کی اہمیت پر ہے جس قدر ضروری اور اہم بات ہو گی وہ زیادہ محسوس ہوگی اور جس قدر غیر ضروری ہوگی اسی قدر کم محسوس ہوگی۔

ایک چوتھا مفہوم ہے اس حدیث کا جس کی طرف امام بخاری علیہ الرحمۃ گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نتائج کے اعتبار سے اعمال کی اہمیت نیتوں پر موقوف ہے۔ جیسی جیسی نیتیں ہوں گی ویسے ویسے اعمال سرزد ہوں گے۔ جس قدر قوت، جس قدر بلندی، جس قدر سرگرمی وسچائی کسی نیت میں ہوگی۔ اسی قدر قوت و بلند پروازی سے عمل بھی ظاہر ہوگا نیز اسی نسبت سے انسان کے باقی اعمال متاثر ہوں گے۔ ایک طالب علم جس کی یہ نیت ہے کہ جس طرح ہو عین وقت پر مدرسے پہنچ جائے۔ اپنی نیت کے مطابق وقت سے پہلے تیاری کرے گا بستر سے اٹھنے میں منہ ہاتھ دھونے میں کپڑے پہننے میں کھانا کھانے میں ایسا ہی دوسری ضرورتوں کے پورا کرنے میں۔ بلکہ ممکن ہے کہ کھانے کی تیاری میں دیر دیکھ کر کھانے کا بھی انتظار نہ کرے اور جب وہ مدرسہ کی طرف جانے کے لئے نکلے گا تو اس کی رفتار میں چستی اس کی نگاہ سیدھی اپنے مقصد کی طرف اور اس کے ماتھے پر سنجیدگی واہتمام کے آثار نمایاں ہوں گے اور راستے میں ہر ایک روک سے احتراز کرے گا۔ گفتگو کرنے والوں سے جس قدر مختصر ہو سکے گا بات کر کے چلتا بنے گا مگر اس کے بالکل برعکس اس طالب علم کا حال ہے۔ جس کی نیت بھی ڈھیلی۔ تیاری بھی ڈھیلی رفتار بھی ڈھیلی وہ راستے میں چلتا چلتا یونہی کھڑا ہو جائے گا۔ ادھر ادھر دیکھنے کے لئے آنے جانے والوں سے خواہ مخواہ السلام علیکم کہہ کر باتیں کرنا شروع کر دے گا اور اس طرح مدرسہ میں پانچ دس

منٹ دیر سے پہنچ کر استاد کے سامنے ادھر ادھر کے عذر پیش کر دے گا غرض انسان کی نیت کے تھوڑے سے فرق سے اس کے باقی افعال بھی کم و بیش متاثر ہوتے چلے جائیں گے۔

ایک شخص جو گھر بنانے کی نیت کر لیتا ہے۔ اس نیت کے ساتھ معاً اس کے عام اخراجات میں اقتصادی حالت پیدا ہو جائے گی بلکہ وہ آمدنی کے اور نئے نئے ذریعہ سوچے گا اور اس کے لئے عمل کی نئی نئی صورتیں پیدا کرے گا۔ محنت و مشقت برداشت کرے گا۔ اس کے کھانے اور پینے، سونے اور جاگنے۔ اس کی خوشی و راحت کی گھڑیوں وغیرہ سب میں فرق آ جائے گا۔ غرض نیت میں جس قدر پختگی جس قدر وضاحت، جس قدر یقین، جس قدر وسعت، بلندی و ہمت ہو گی۔ ٹھیک اسی تناسب سے اعمال بھی متاثر ہوتے چلے جائیں گے اور ایک مختلف شکل اختیار کرتے چلے جائیں گے یہی ایک سربستہ راز ہے انسان کی ساری ترقی کا اس کی ساری عملی زینت کا۔

نیت ایک ایسا مؤثر محرک ہے انسان کے ہاتھ میں کہ جس کے ذریعہ سے وہ نہ صرف اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ جس کے لئے وہ نیت کرتا ہے۔ بلکہ اپنے سارے اعمال کی ہیئت مجموعی میں اس کے ذریعہ سے تاثیر ڈالتا ہے۔ اپنی عملی حرکت کی جونئی جہت مقرر کرتا ہے۔ اسی طرف اس کے عام قویٰ کا رخ ہو جاتا ہے اور اس کے ماتحت اس کے دوسرے اعمال بھی کم و بیش متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگر وہ صرف طبعی تحریک پر کفایت کرتا۔ تو آج اس کا گھر بئے کے گھونسلے کی طرح ہی ایک سا اپنی طبعی حالت پر رہتا۔ مگر چونکہ وہ مختلف حالات کو پیش نظر رکھ کر اپنے لئے ایک نئی جہت حرکت معین کرتا ہے۔ اس کو اپنے قدیم گھروں کی تنگی و تاریکی کا خیال ہوتا ہے۔ آئندہ ضرورتوں کا بھی خیال رکھتا ہے اور پھر جا کر اپنے ڈھب کے مطابق گھر کا نیا خاکہ تیار کرتا ہے اور اس گھر کی معین صورت مقرر کر کے اس کو کھڑا کرنے کی نیت کرتا ہے۔ اس لئے فن تعمیر میں وہ اپنی طبعی لکیر چھوڑ کر نئی شکلیں پیدا کئے جا رہا ہے اور یہی بڑا امتیاز ہے۔

☆...........☆...........☆

الفضل علم و معرفت کا ایک دریا ہے

مکرمہ صائمہ مریم ثمر صاحبہ ربوہ

میرے بچپن کی حسین اور خوشگوار یادوں میں ہمیشہ سے ہی الفضل ایک سنہری یاد کی طرح تر و تازہ رہا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب ہمارے گھر الفضل آیا کرتا تھا (اور اب بھی آتا ہے) تو اُس کی ترتیب اور جلد بندی کا کام میں، میری والدہ مرحومہ محترمہ صفیہ نعیم النساء صاحبہ سابقہ صدر دار النصر غربی اور میری چھوٹی بہن مل کر سر انجام دیا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں مجھے الفضل کی اہمیت وافادیت اور اس کے بابرکت ہونے کا صحیح ادراک تو نہیں تھا، البتہ اتنا ضرور اندازہ تھا کہ یہ ہمارے لئے کس قدر معتبر و محترم ہے، نیز یہ کہ عام دنیاوی اخبارات ورسائل کے تقابل پر ایک الگ اعلیٰ مقام و مرتبہ کی حیثیت کا حامل ہے۔

ہر سال کے اختتام پر تمام الفضل ایک جگہ جمع کر کے ان کو سب سے پہلے مہینے کے مطابق الگ کیا جاتا پھر ان کو تاریخ وار ترتیب دینے کے بعد سوئی دھاگے میں پرو دیا جاتا، یہ مجلد الفضل تب اپنی ایک الگ ہی بہار اور خوبصورتی دکھاتا۔ جلد بندی سے تو اس کو چار چاند ہی لگ جاتے، تب اس کے پڑھنے کا لطف اور بھی دوبالا ہو جاتا، یوں محسوس ہوتا کہ گویا دینی تربیت ومعلومات کا ایک خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔

علم ومعرفت کا ایک دریا ہے کہ جو بہتا چلا جا رہا ہے اور اپنے ساتھ تربیتی واخلاقی ودینی تعلیم وتربیت کے مضامین، کسی قیمتی و نایاب موتی، ہیرے جواہرات کی صورت بکھیرتا چلا جا رہا ہے۔

بچپن سے ہی اسے پڑھنے کی کوئی ایسی چاٹ سی لگی ہے کہ بس ایک دفعہ پڑھنا شروع کیا، تو دل ہی نہیں کرتا کہ پورا پڑھے بغیر رکھ دیا جائے۔

جب ذرا شعور کی دنیا میں قدم رکھا تو لکھنے لکھانے کا شوق ہوا، مگر اپنی کم مائیگی اور الفضل کا بلند مقام لکھنے میں مانع رہا، مگر پھر آخر کار ایک دن ہمت کر کے ایک عدد تحریر الفضل میں اشاعت کے لئے بھجوا ہی دی، امید نہیں تھی کہ شائع بھی ہوگی......کہاں میری تحریر کی ناپختگی......کہاں ایک مایۂ ناز مؤقر اور معتبر اخبار......مگر بھلا ہو اس وقت کے ایڈیٹر صاحب جناب محترم نسیم سیفی صاحب مرحوم کا کہ جن کی ہمت وحوصلہ افزائی سے میری تحریر الفضل میں شائع ہوگئی۔

الفضل کی حوصلہ افزائی نے میرے قلم کو کچھ سہارا دیا اور تھوڑی بہت لکھنے کی طاقت عطا ہوئی اور پھر یوں گاہے بگاہے کوئی نہ کوئی تحریر کسی نہ کسی طرح لکھ کر ایڈیٹر صاحب کو بھجوانے کی جرأت کرتی رہی۔

میں اکثر یہ بھی سوچا کرتی ہوں کہ الفضل کو ہماری دینی تعلیم وتربیت کا کس قدر خیال رہتا ہے۔ یہ تھکتا نہیں ماندہ نہیں ہوتا 1913ء سے اس کو یہی فکر لاحق ہے کہ احباب جماعت کی تعلیم وتربیت احسن رنگ میں ہوتی رہے۔ ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کتنے سست پڑ جاتے ہیں۔ یہ الفضل ہی تو ہے جو ہمیں جگائے رکھتا ہے۔ ہمارے ضمیر کو سونے نہیں دیتا۔ اگر ہم دینی معمولات میں سست روی کا شکار ہو بھی جائیں تو کتنے پیار ومحبت کے ساتھ احساس دلاتا رہتا ہے اور نیکیوں میں سبقت لے جانے کی تلقین وہدایت کرتا ہے۔

ذرا سوچئے تو! نیکیوں میں سبقت لے جانے کی تلقین وہدایت کرتا ہے، کس قدر خوبصورت اور پیارا کردار ہے اس کا ہماری زندگی میں۔ اور پھر یہ الفضل ہی تو ہے کہ جس نے ہمیں ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کے دُکھ درد، بیماری، کامیابی، زندگی وموت کا پتہ دیتا ہے۔ ہر اہم دن کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے۔ دنیا جہاں کی معلومات فراہم کرتا ہے۔ کس قدر خوش اسلوبی سے اپنے فرائض کو ادا کر رہا ہے۔

مگر کیا کبھی ہم نے یہ بھی سوچا ہے کہ اس کو کتنی رکاوٹوں، دکھوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کے سنگِ میل کو عبور کرنا ہوتا ہے۔ کیسے کیسے مصائب و پابندیوں کی آندھیاں چلتی رہتی ہیں۔ باوجود ان سب کے نہ صرف یہ استقامت واستقلال سے قائم و دائم ہے بلکہ ایک عجب شان وتمکنت کے ساتھ ہمارے گھروں میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔

ہمارا پیارا الفضل ایک ایسے 100 سالہ بزرگ ہستی کی مانند ہے کہ جس نے خود تو زمانے کے سرد و گرم حالات کا مقابلہ کیا اُسے برداشت بھی کیا مگر اپنے بچوں کو ہمیشہ ہمت، صبر، دعا، خلافت سے چمٹے رہنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا درس دیا۔ پھر کیوں نہ ہم اس کی اشاعت کو پندرہ ہزار تک پہنچا دیں کہ ہر احمدی گھر میں اس بزرگ اخبار کا نزول ہو۔ ہر ایک اس سے مستفید ہو۔ ہر کوئی اپنے کردار کو بہتر سے بہترین بنانے کی تگ ودو کرے۔

کیوں ہمیں ''الفضل'' سے اتنی محبت ہوگئی

کیوں ہمیں ''الفضل'' سے اتنی محبت ہو گئی
کیا نہاں اس میں کسی دلبر کی صورت ہو گئی

جب یہ آیا سامنے ایمان تازہ ہو گیا
روح کو فرحت ملی دل کو مسرت ہو گئی

کفر کو اور شرک کو پامال اس نے کر دیا
منہدم کفار کی ساری عمارت ہو گئی

زلزلہ گور نظامی میں اسی سے پڑ گیا
کرکری شیخی ہوئی زائل کرامت ہو گئی

آریہ☆ اہلحدیث و پترکا۔ پرکاش کی
خوب اس اخبار سے ظاہر حقیقت ہو گئی

دوست اس کی قدر سمجھیں اس کو منگوائیں ضرور
حیف ہے صد حیف ہے۔ جو پست ہمت ہو گئی

عملہ ''الفضل'' بیشک قابل تعریف ہے
ظاہر اس کے کام سے اس کی لیاقت ہو گئی

☆ آریہ گزٹ

(حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری)

(الفضل 17 /اگست 1918ء)

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات

اسوۂ حسنہ

آنحضرت ﷺ کی زندگی کے دن اور راتیں اگرچہ اس امر میں مساوی اور یکساں ہیں کہ آپ کی حیات طیبہ کا ہر لحہ ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا حقیقی محبوب و مطلوب سمجھتے ہوں۔ دنیا و مافیہا ان کی نظر میں ہیچ ہو یا چاہتے ہوں کہ ہیچ ہو جائے اور ان کی نظر بکلی آخرت پر ہو۔ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے منور و معمور ہوں اور ان کی زبانوں پر ہر آن اس کا ذکر جاری رہے۔ آپ کی ذات اطہر و ازکیٰ میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور اکمل و اجلیٰ نمونہ پیش کرنے کا کفیل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے لوگو! تم میں سے ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی امیدیں پیش کرنے والے ہوں اور یوم آخر ان کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوں۔ رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ پایا جاتا ہے۔

شادمانی کا سامان

جس طرح آپ کے دن کے اوقات معمور ہوتے تھے۔ اسی طرح آپ کی راتوں کی گھڑیاں بھی انہی کاموں کے لئے وقف تھیں اور اسی میں آپ کی خوشی کا راز مضمر تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے۔

اے پیغمبر! رات کے وقتوں میں اور دن کے اطراف وحصص میں اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کر جس پر تیری خوشی اور خوشنودی کا دارومدار ہے۔

رات اور دن کے مشاغل میں فرق

مگر آپ کے دن کے مشاغل اور رات کے مشاغل میں ایک امتیاز اور فرق بھی پایا جاتا ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ دن کے اوقات میں چونکہ تجھے بہت بڑی محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے۔ (مزمل ع 1) جو گو سراسر خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس پر مشتمل ہوتی ہے۔ مگر اس میں عملی پہلو غالب ہوتا ہے اور اس کی سرانجام دہی میں تجھے محنت شاقہ اور بہت تگ و دو سے کام لینا پڑتا ہے اور اس فرض کی ادائیگی میں براہ راست لوگوں سے تجھے واسطہ پڑتا ہے اور علیحدگی اور تنہائی میں دعاؤں اور تسبیح و تحمید ذکر الٰہی کا موقع کم میسر آ سکتا ہے۔ اس لئے مخلوق کے ساتھ معاملت سے فارغ ہو کر خدا تعالیٰ کی جناب میں مناجات اور دعائیں کرنے کا زیادہ تر موقع تجھے رات کے اوقات میں ہی مل سکتا ہے۔ پس رات کے اوقات سے یہ کام لیا کرو اور آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش حصہ قیام اور ناشئة اللیل میں بسر کیا کر۔ چنانچہ فرمایا:

اے وہ شخص جس کے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ ڈالا گیا ہے۔ رات کو قیام کرلیا کر۔ مگر کچھ قلیل حصہ (رات کا آرام بھی کیا کر) خواہ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا زیادہ۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے کجا وہ شخص جو رات کی گھڑیاں سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑا ہونے کی حالت میں اپنے رب کی عبادت میں گزارتا ہے اور ہر وقت آخرت کا خیال رکھتا ہے اور اپنے رب کی رحمت پر نظر رکھتا ہے (اور کجا اس نعمت سے محروم شخص)

رسول کریم ﷺ کے رات کے مشاغل کی تفصیل کی تو اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ اجمالی طور پر بطور نمونہ کسی قدر ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

رات کو کئی کئی بار نماز کے لئے اٹھنا

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ کی رات اس طرح گزرا کرتی تھی کہ آپ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر چند نوافل پڑھتے اور دعائیں کرتے اور پھر لیٹ جاتے۔ پھر اٹھ کر نوافل پڑھتے اور پھر لیٹ جاتے۔ ہر بار جتنا وقت آپ سوتے قریباً اتنا ہی وقت نوافل میں گزارتے اور اس طرح سے مجموعی طور پر قریباً نصف رات آپ کی دعاؤں میں اور نوافل میں گزرتی اور نصف کے قریب سونے اور آرام لینے میں۔

تہجد میں قراءت کا اندازہ

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو رات کے وقت اس طرح پر نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ آپ پہلے تین بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر کہتے کہ ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ۔ وہ بہت ہی بڑی حکومت اور بادشاہت کا مالک ہے۔ اس کی شان بہت ہی بڑی ہے اور عظمت اسی کے لئے ہے۔ اس کے بعد آپ نماز شروع کرتے جس کے متعلق میں نے یہ دیکھا ہے کہ پہلی رکعت میں آپ نے سورۃ بقرہ ساری کی ساری پڑھی اور اس کے بعد رکوع بھی آپ نے قریباً اتنا ہی لمبا کیا جتنا لمبا قیام کیا تھا اور پھر رکوع کے بعد اسی طور پر قومہ اور پھر پہلا سجدہ اور پھر قعدہ بین السجدتین اور پھر دوسرا سجدہ۔ غرض ان ارکان میں سے ہر ایک رکن قریباً آپ کے قیام اور رکوع کے برابر ہی لمبا تھا۔ اسی طرح سے آپ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ جن میں آپ نے چار سورتیں، سورۃ بقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ (اور ایک روایت میں چوتھی رکعت میں سورۃ انعام پڑھنے کا ذکر ہے) پڑھیں۔

آخر شب کی ایک دعا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ ام المومنین میمونہؓ کے گھر جا کر سویا۔ آنحضرت ﷺ کی باری اس رات حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھی۔ جب آپ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی وضو کر کے ساتھ شامل ہو گیا۔ آپ نے کل تیرہ رکعت نماز پڑھی اور پھر لیٹ گئے۔ جب لیٹ کر نماز کے لئے اٹھے تو آپ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔

اے اللہ میرے دل میں، آنکھوں میں، کانوں میں، دائیں بائیں، اوپر، نیچے، آگے، پیچھے نور ہی نور کردے اور میرے حصہ میں نور ہی نور ہو۔ اے اللہ خود مجھے مجسم نور بنادے۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت جس کا اظہار انبیاء کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور میں لانا ہی ہے پس یہ دعا دراصل ایک محیط اور جامع دعا ہے۔ جو تمام جن وانس پر حاوی ہے۔

عام دعا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ رات کو آنحضرت ﷺ کے گھر میں تھا۔ آپ نے اٹھ کر سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی آیات پڑھیں۔ پھر مسواک اور وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی جس میں آپ نے قیام اور رکوع و سجدہ بہت لمبا کیا۔ پھر لیٹ گئے۔ اسی طرح تین بار آپ نے اٹھ کر نماز پڑھی اور درمیان میں لیٹ جاتے رہے۔

اس حدیث میں سورۃ آل عمران کی جن آیات کا ذکر ہے۔ ان میں آنحضرت ﷺ کی تصدیق میں ظاہر ہونے والے آسمانی اور زمینی نشانوں کی طرف اشارہ کر کے اور ان سے فائدہ اٹھانے اور آپ کی تصدیق کرنے والوں اور بالمقابل ان سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کا انجام بتایا گیا ہے اور بدانجام سے بچنے کے لئے بعض دعائیں سکھلائی گئی ہیں۔ ان آیات کو پڑھ کر لوگوں کے لئے آپ دعائیں کیا کرتے تھے اور متکلم مع الغیر کے صیغہ میں دوسروں کی سیئات کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور میں بالالتزام شفیعانہ التجائیں کرتے تھے کہ یا الٰہی غافلوں کی آنکھیں کھول اور انہیں برے انجام سے بچا۔

زمانہ فتن کے لوگوں کے لئے دعائیں

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ قریباً ساری رات آپ نے اس دعا میں گزاری۔ ان تعذبهم فانهم عبادك ......

اور یہ وہ دعا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اپنی بگڑی ہوئی امت کے لئے بطور شفاعت کریں گے۔

تہجد اور تعلیم

رسول کریم ﷺ رات کو نہ صرف عبادت کرتے تھے بلکہ تعلیم و تربیت تعہد و نگرانی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی طرف بھی توجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رات کو ایک دفعہ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے اور باہر آکر یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ یہ دونوں صاحب اس وقت اپنی اپنی جگہ پر نماز میں مشغول تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمرؓ زیادہ اونچی آواز سے۔ اس کے بعد جب وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے پاس سے اپنے گزرنے کا ذکر فرمایا اور نماز میں دونوں کی آواز کی کیفیت بیان فرمائی۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں اس خیال سے پست آواز سے پڑھتا ہوں کہ جس ہستی کی جناب میں میں اپنی عرض پیش کر رہا ہوں۔ وہ پست سے پست آواز کو بھی اسی طرح سنتی ہے جس طرح بلند آواز کو اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میری غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ کوئی سوتا ہو تو سن کر جاگ پڑے اور جاگتا ہو تو اس ذریعہ سے اس کی غفلت دور ہو جائے جس پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ارشاد فرمایا کہ کسی قدر بلند آواز سے پڑھا کریں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو اٹھ اٹھ کر صحابہؓ کے حالات دریافت فرماتے اور تعہد کرتے رہتے تھے اور اس سلسلہ میں

بھی ان کی تعلیم و تربیت آپ کے پیش نظر ہوتی تھی۔

نوائب میں سب سے پہلے پہنچنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رات کو مدینہ شریف میں کسی طرف شور و غل ہوا جس سے کسی حادثے کا اندیشہ خیال کیا گیا۔ شور سن کر صحابہ کرامؓ اس طرف دوڑ پڑے۔ جب کسی قدر دور گئے تو دیکھا کہ آگے سے آنحضرتؐ اسی طرف سے واپس آرہے ہیں اور ابوطلحہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہیں اور تلوار لگائی ہوئی ہے۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ کوئی خوف اور فکر کی بات نہیں اور اس گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ گھوڑا کیا ہے ایک سمندر ہے۔

مسامرہ

رسول کریم ﷺ بعض اوقات گھر میں رات کو ازواج مطہرہ کی خوشی کی خاطر خوش طبعی کی باتیں بھی کیا کرتے تھے اور ان کے مناسب حال کہانیاں بھی سنتے اور سناتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بعض ازواج رات کو بیٹھی آپس میں کچھ باتیں کر رہی تھیں اور ایک دوسری کو متفرق قصے کہانیاں سنا رہی تھیں۔ اسی سلسلہ میں ایک نے کہا کہ سب سے اچھی کہانی تو خرافہ والی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جانتی بھی ہو کہ خرافہ کون تھا۔ وہ بنی عذرہ میں سے تھا۔ اسے کسی دوسرے ملک کے لوگوں نے اپنا اسیر اور غلام بنالیا تھا۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں چیرہ دست لوگ موقعہ پا کر ایسا کرلیا کرتے تھے۔ وہ ایک عرصہ دراز تک ان میں رہا۔ اس کے بعد انہوں نے اسے اس کی قوم کی طرف واپس بھیج دیا۔ وہ اپنی قوم میں واپس پہنچ کر وہاں کے عجیب و غریب واقعات جو اس نے دیکھے تھے بیان کیا کرتا تھا۔

اسی طرح ام زرع والی حدیث میں گیارہ عورتوں کا جو ایک لمبا قصہ مذکور ہے اور جسے آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے سنا اور فرمایا میرا تمہارے ساتھ اس سے کچھ کم اچھا سلوک نہیں جو ابوزرع کا ام زرع کے ساتھ تھا۔ یہ بھی آپ کے اسی حصہ سیرت کی ایک مثال ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ جب صبح کی نماز کی سنتیں پڑھ چکتے تو اس وقت اگر میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے تھے اور اگر میں ابھی سو رہی ہوتی تو آپ بھی لیٹ جاتے تھے۔

رسول کریم ﷺ کا بستر

حضرت امام جعفر صادقؒ سے روایت ہے کہ میرے والد ماجد حضرت امام زین العابدین نے مجھ سے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کا بستر کیسا ہوتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ میرے گھر میں جو آپ کا بستر تھا۔ وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ یہی سوال میں نے حضرت حفصہؓ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے گھر میں آپ کا بستر ٹاٹ کا تھا جسے دوہرا کر دیا جاتا تھا اور اس پر آپؐ سوتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ اگر اس کی چار تہیں کر دی جایا کریں تو کچھ نرم ہو جائے۔ چنانچہ اس کی چار تہیں کر دی گئیں اور آپؐ اس پر سوئے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ آج میرے نیچے کیا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ وہی آپؐ کا بستر تھا۔ ہاں ہم نے اس کی تہیں بجائے دو کے چار کر دی تھیں۔ تا کہ نسبتاً کچھ نرم ہو جائے آپؐ نے فرمایا اسے پھر اسی طرح کر دو کیونکہ اس آرام کی وجہ سے آج نماز تہجد کے لئے پہلے وقت پر میری آنکھ نہیں کھلی۔

لیٹنے کی کیفیت

براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ لیٹنے لگتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اپنے دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے تھے اور یہ دعا کرتے تھے۔

اے اللہ محشر کے روز مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

اور حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ بستر پر لیٹتے تو کہتے۔ اے اللہ تیرے نام پر ہی میری موت آئے گی اور اسی پر پھر مجھے زندگی ملے گی۔

اور جب سو کر اٹھتے تو کہتے تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ جس نے ہمیں موت کے بعد پھر زندگی بخشی ہے اور اسی کی طرف متوجہ ہونے کے لئے ہمارا جاگنا اور اٹھنا ہے۔

کروٹ بدلنے کے وقت کی دعا

سنن نسائی میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب رات کو سوتے وقت کروٹ بدلتے تو کہتے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی بھی قابل پرستش نہیں ہے وہ دیکھتا ہے اور ہر ایک پر اس کا کامل تصرف ہے وہ آسمانوں کا اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں پایا جاتا ہے اس کا پروردگار ہے اور غالب اور بہت بخشنے والا ہے۔

قبرستان میں دعا کرنا

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کی باری میرے گھر میں ہوتی تھی تو آپ ہمیشہ رات کے پچھلے حصہ میں مقبرہ بقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور وہاں جا کر کہتے

اے جماعت مومنین کے گھر کو آباد کرنے والو! السلام علیکم جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا وہ تم پر آگئی اور ابھی ایک منزل طے کرنی باقی ہے۔ جس کی میعاد تمہارے لئے کل کا دن ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی تم سے ملنے والے (ہی) ہیں۔

اے اللہ! بقیع کے رہنے والوں کو جو کیکر کے درختوں کے جھنڈ میں آپڑے ہیں۔ بخش دے۔

(الفضل 18 ستمبر 1930ء)

الفضل الحکم اور بدر کے بعد تاریخ احمدیت کا سب سے بڑا اور بنیادی مأخذ

مرتبہ: مکرم عطاء النور صاحب

خلفاء احمدیت وخلافت احمدیہ کے متعلق معلومات

خلفاء احمدیت کے خطبات، مضامین وتقاریر

حضرت خلیفۃ المسیح الاول۔
خطبات نور (آخری حصہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔
خطبات جمعہ، عیدالفطر، عیدالاضحی، نکاح (24 جلدیں)
انوار العلوم (23 جلدیں)، الازھار لذوات الخمار۔
مشعل راہ جلد اول۔ سبیل الرشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث۔
خطبات جمعہ (9 جلدیں)، خطبات عیدین ونکاح
مشعل راہ جلد دوم۔ المصابیح

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع۔
خطبات عیدین وجمعہ (10 جلدیں)۔ تقاریر قبل از خلافت۔
مشعل راہ جلد سوم۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
خطبات جمعہ (9 جلدیں)
مشعل راہ جلد پنجم، چہار حصص

- خطابات برموقع 50 سالہ جوبلی 1939ء
- صد سالہ جوبلی 1989ء
- خلافت جوبلی 2008ء

- خلفاء کی بیماری وصحت کی رپورٹس
- خلفاء کے سفروں کی رپورٹس
- خلفاء کے تاریخی مقامات کے دورہ کی رپورٹس
- خلفاء احمدیت کے پیغامات ونصائح
- خلفاء کی سیرت وسوانح
- خلفاء کے ادوار کا تاریخی جائزہ اور جماعتی ترقیات کا تذکرہ
- خلفاء کی وفات اور نئے خلفاء کے انتخاب کی اطلاعات
- خلفاء کی اولاد کی شادیوں اور ان کے بچوں کے اعلانات
- خلفاء کی احمدی احباب کی شادیوں و دیگر تقاریب میں شرکت

خلفاء احمدیت کی دعاؤں کا تذکرہ

مریضان، اسیران، بیوگان، مشکلات میں گھرے پریشان اور تنگدست احباب کے لئے دعائیں۔
پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کیلئے دعائیں۔
دین کی فتحیابی اور سربلندی کیلئے دعائیں۔
آفات میں مبتلا احباب کے لئے دعائیں۔
عوام الناس کی بھلائی کیلئے دعائیں۔

خلفاء احمدیت کی تحریکات

- روحانی تحریکات، علمی تحریکات
- مالی تحریکات
- دعاؤں کی تحریکات
- خدمت خلق کی تحریکات
- وسعت مکانی کی تحریکات
- تعلیم القرآن کے متعلق تحریکات
- وقف زندگی ووقف عارضی کی تحریکات
- قیام بیوت الذکر کی تحریکات
- کتب حضرت مسیح موعود کے متعلق تحریکات
- بدرسومات کے خلاف تحریکات
- بھوکوں، یتیموں، ناداروں کی امداد کی تحریکات
- صفائی اور شجرکاری کے متعلق تحریکات
- اخبارات ورسائل پڑھنے کے متعلق تحریکات
- نومبائعین کی تربیت کے متعلق تحریکات
- نظام وصیت میں شمولیت کی تحریک
- دعوت الی اللہ کی تحریکات

جنازے

شہداء، بزرگان، امراء، مربیان ومعلمین، کارکنان اور دیگر مخلص احباب جماعت کا ذکر خیر اور نماز جنازہ

MTA (ایم۔ٹی۔اے)

- ترجمۃ القرآن کلاس
- واقفین نو کی کلاسز
- سوال وجواب کے پروگرامز
- عالمی بیعت
- دروس رمضان المبارک واختتامی دعا
- ہومیوپیتھک کلاسز
- مجالس عرفان
- اردو کلاس
- غیراز جماعت احباب کے وفود سے ملاقاتیں
- جلسہ سالانہ و دیگر تقاریب کے انتظامات کا معائنہ ونصائح

مختلف تقاریب میں شرکت اور مصروفیات

- جلسہ ہائے سالانہ
- (یورپ۔امریکہ۔آسٹریلیا۔افریقہ۔ایشیا)
- مجالس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ ولجنہ اماء اللہ کے اجتماعات میں شمولیت
- بیوت الذکر کی افتتاحی تقاریب
- مشن ہاؤسز کی افتتاحی تقاریب
- جامعہ احمدیہ کی تقاریب
- مشاعروں میں شرکت
- تقریب آمین میں شرکت
- پیس کانفرنسز میں شرکت
- دیگر سیمینارز وحکومتی تقاریب میں شمولیت اور عمائدین سے ملاقاتیں
- پریس کانفرنسز میں شرکت
- ورزشی وعلمی مقابلہ جات میں خطابات
- تقسیم انعامات کی تقاریب میں شرکت

الفضل روزنامہ

پوچھو تو مجھ سے کیا ہے الفضل روزنامہ
ظلمت میں اِک دِیا ہے الفضل روزنامہ

ہر ایک پڑھ کے اِس کو مسرور ہو رہا ہے
کیا خوب روز کا ہے الفضل روزنامہ

اِس کے اِداریے سے دل جھومتا ہے میرا
گویا کہ مَہ لقا ہے الفضل روزنامہ

چشمہ یہ معرفت کا سیراب کر رہا ہے
اِک نعمتِ خدا ہے الفضل روزنامہ

اک بار چوم کر پھر سینے سے ہے لگایا
مجھ کو تو جب ملا ہے الفضل روزنامہ

گر پوچھتے ہو مجھ سے تو بتا ہی دوں میں سن لو
میرا تو دل رُبا ہے الفضل روزنامہ

ہر ایک اِس کا کالم آواز دے رہا ہے
دیکھو کہ حق نما ہے الفضل روزنامہ

بوڑھوں کا یہ عصا ہے بچوں کا رہنما ہے
بے کس کا آسرا ہے الفضل روزنامہ

تعلیم دے رہا ہے کیا خوب دینِ حق کی
ایماں بڑھا رہا ہے الفضل روزنامہ

آقا کی باتیں اِس میں ربوہ کی میٹھی خوشبو
ہر علم سے بھرا ہے الفضل روزنامہ

یہ راہِ اِتقا ہے ہر اِک کا مُدّعا ہے
اللہ کی عطا ہے الفضل روزنامہ

مرکز کی بات ہم تک پہنچا رہا ہے پیہم
دلکش ہے جانفزا ہے الفضل روزنامہ

آنکھوں کی ہے یہ ٹھنڈک بے چین کی ہے راحت
بستاں ہرا ہرا ہے الفضل روزنامہ

یہ تشنگی میں ٹھنڈا پانی پلا رہا ہے
بھوکوں کی تو غذا ہے الفضل روزنامہ

اندھوں کی آنکھیں کھولے بھٹکوں کو رہ دکھائے
کیا خوب رہنما ہے الفضل روزنامہ

اکسیر و کیمیا ہے اِس میں بڑی شفا ہے
بیمار کی دوا ہے الفضل روزنامہ

اِس کے مدیر نے تو دل موہ لیا ہے میرا
سارا ہی دل کشا ہے الفضل روزنامہ

چند اور روزنامے پڑھتا ہوں میں روزانہ
ہر ایک سے سوا ہے الفضل روزنامہ

خوش ہو کے دیکھ ناصؔر اب ہاتھ میں یہ کیا ہے
پرکاش ہے کھلا ہے الفضل روزنامہ

ابو مُعَوَّذ

میرا اور الفضل کا ساتھ

مکرمہ طیبہ محی الدین صاحبہ لاہور

میرا اور الفضل کا جنم جنم کا ساتھ ہے۔ مجھے یاد ہے الفضل ہمارے گھر بذریعہ ڈاک آتی تھی اور اُس پر 2 پیسے کی ٹکٹ لگی ہوتی تھی۔

سکول سے آتے ہی پہلا سوال یہ ہوتا تھا۔ امی جان کوئی خط آیا یا الفضل آئی۔ پھر ملفوظات یا جو کچھ پہلے صفحہ پر ہو۔ پھر کوئی نظم یا نعت ہوتی پھر جن لوگوں کی وصیت ہوتی پھر تھوڑی بڑی ہوئی تو چھوٹے چھوٹے مضمون بھی پڑھنے شروع کئے۔ پھر مقابلہ جات کی فہرست پڑھتی میکے میں سسرال میں الفضل پڑھی۔ پھر اپنے گھر میں آکر الفضل لگوائی۔ لاہور شفٹ ہوئے تو سب سے پہلے الفضل لگوائی الحمدللہ الفضل ایک نعمت خداوندی ہے۔ ہمیشہ بچوں کو کہتی ہوں کہ ایک حدیث ہی پڑھ لیا کرو۔ مگر الفضل پڑھا ضرور کرو خدا الفضل کو دِن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔

الفضل پڑھنے سے آپ نگری نگری گھر بیٹھے گھوم لیتے ہیں۔ بعض دفعہ کوئی اقتباس یا نسخہ آپ کے کام آجاتا ہے۔

④ سالہ بندش کے بعد
الفضل کا دوبارہ اجراء

مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ راولپنڈی

لاہور ہائی کورٹ نے روزنامہ الفضل کے ڈکلریشن کی منسوخی کا حکم غیر قانونی قرار دے کر کالعدم کر دیا جس کے نتیجہ میں تین سال گیارہ ماہ اور 9 روز کی جبری بندش کے بعد ''الفضل'' ایک بار پھر منظر عام پر آ گیا ہے۔

عدالت عالیہ کے جج جناب جسٹس ضیاء محمود مرزا نے یہ فیصلہ جماعت احمدیہ کی طرف سے دائر کردہ ایک رٹ پٹیشن پر 20 نومبر 1988ء کو صادر کیا۔ جس کے بعد 28 نومبر 1988ء سے ''الفضل'' کا از سرِ نو اجراء ہو چکا ہے۔

جماعت احمدیہ کے آرگن کی اس طویل جبری بندش کے بارے میں حقائق افادہ عام کے لئے اور ریکارڈ کی خاطر پیش خدمت ہیں۔

(29-8-1984)

روزنامہ الفضل کو حکومت پنجاب کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اظہار وجوہ کا ایک نوٹس جاری کیا گیا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ الفضل کے مختلف شماروں میں مبیّنہ طور پر قابلِ اعتراض مواد شائع کیا گیا ہے اس لئے کیوں نہ آپ کو تیس ہزار روپے کی ضمانت داخل کرنے کا حکم دیا جائے اس نوٹس میں جس قابل اعتراض مواد کا ذکر کیا گیا تھا وہ الفضل میں شائع ہونے والے یہ الفاظ تھے:

☆ ''نماز تراویح کے بارے میں ضروری اعلان''۔

☆ ''میں بنی نوع انسان سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہوں''۔

☆ ''اعمال کے باغ کی سرسبزی.....''

☆ ''اخبار احمدیہ۔ پیارے ابا جان مرحوم کا ذکر خیر''۔

☆ ''اخبار احمدیہ۔ علم کے تین مدارج''۔

(15-9-1984)

جماعت احمدیہ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ متذکرہ بالا نوٹس قانون کی متعلقہ دفعات پر غور کئے بغیر جاری کیا گیا ہے اور یہ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کی متعلقہ دفعہ کے دائرہ کار میں نہیں ہے۔

(4-12-1984)

الفضل کے پبلشر مسعود احمد صاحب دہلوی اور پرنٹر کو ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کی طرف سے نوٹس جاری کیا گیا کہ وہ دس روز کے اندر اندر تیس ہزار روپے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے پاس جمع کرائیں۔ اس نوٹس پر تاریخ اجراء 4 دسمبر 1984ء درج تھی۔ لیکن یہ دس روز کی مقررہ میعاد گزر جانے کے بعد پرنٹر اور پبلشر کو 15 دسمبر 1984ء کو ملا۔

(8-12-1984)

الفضل کے پرنٹر اور ضیاء الاسلام پرنٹنگ پریس کے کیپر (Keeper) کو اظہار وجوہ کا نوٹس دیا گیا کہ وہ 12-12-1984 کو ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب کے پاس حاضر ہو کر وجہ بیان کریں کہ کیوں نہ ان سے تیس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی جائے۔ یہ نوٹس بھی 15-12-1984 کو میعاد گزر جانے کے بعد موصول ہوا۔

(12-12-1984)

چنیوٹ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے آرڈر مجریہ 10-12-84 کے تحت پریس کو تین ماہ کے لئے سربمہر کر دیا۔ (یعنی نوٹس موصول ہونے سے تین روز پہلے)

(22-12-1984)

ادارہ الفضل نے پریس کو سربمہر کرنے کے متذکرہ بالا آرڈر کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن نمبر 5562/84 دائر کی۔

(23-1-1985)

رٹ پٹیشن زیر سماعت تھی کہ اسی دوران ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے ''الفضل'' کے ڈیکلریشن کو منسوخ کر دیا۔ اس طرح الفضل کی اشاعت جو پریس کے سربمہر ہونے کی وجہ سے جبراً بند تھی پریس کی مہر کھل جانے کے بعد بھی جاری نہ ہو سکی اور طویل عرصہ اخبار بند رہا۔

(20-11-1988)

لاہور ہائی کورٹ نے ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کے پریس کو سربمہر کرنے اور ڈیکلریشن کی منسوخی کے ہر دو احکامات کو غیر قانونی قرار دے دیا اور الفضل کا ڈکلریشن بحال ہو گیا۔

(28-11-1988)

''الفضل کا از سرِ نو اجراء ہوا''۔

عدالت عالیہ میں رٹ پٹیشن کی سماعت کے دوران الفضل کی طرف سے جو وکلاء پیش ہوتے رہے ان کے اسماء گرامی حسبِ ذیل ہیں:۔

1- عابد حسین منٹو۔ سینئر ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ

2- مبشر لطیف ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ۔

3- اے وحید سلیم ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ۔

جو وکلاء حضرات مختلف مراحل میں مشوروں اور دیگر خدمات میں شریک رہے وہ یہ ہیں:۔

1- مرزا نصیر احمد ایڈووکیٹ لاہور

2- مختار احمد بٹ ایڈووکیٹ لاہور

3- مبارک احمد طاہر مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔

اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

(الفضل 17 دسمبر 1988ء)

نسل در نسل الفضل کی برکات

مکرمہ سیّدہ بشریٰ خالد صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ناروے

ایک بچی جس کی عمر ابھی نا سمجھی کی تھی۔ ماں باپ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے، کھانا کھاتے ہوئے اور سُلاتے ہوئے ہمیشہ اُس نے ماں باپ کے ہاتھ میں چند صفحے کاغذ کے دیکھے جسے وہ پڑھ کر کبھی آپس میں تحریکات کا ذکر کرتے، کبھی دعا کا کبھی کوئی نہ کوئی تربیتی بات کر رہے ہوتے۔

جب بچی ناصرات کی عمر میں پہنچی اور جوں جوں شعور آنے لگا تو صحبت رنگ لائی۔ بظاہر اپنی دنیا میں مگن نظر آنے والی بچی نے اردگرد کے ماحول سے بہت کچھ لے لیا۔

ناصرات کی کلاس میں جب بھی کوئی بات پوچھی جاتی چاہے سیرت کے حوالے سے ہو، تحریکات کے حوالے سے ہو سب سے پہلا ہاتھ اس بچی کا اٹھتا۔ کیونکہ گھر میں والدین اِن باتوں کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

اِس کے بعد اِس بابرکت اخبار ''الفضل'' کو خود پڑھنے کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ آخری صفحہ میں کچھ باریک سا اعلانات کے طور پر لکھا ہوتا۔ جو اکثر سمجھ نہ پاتی۔ میں نے ابا جان سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ یہ وصیت کے حوالے سے منظوری کا ذکر اور دعا کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ پھر مجھے وصیت کے بارے میں امی ابو بتانے لگے۔ یہ پہلا بیج تھا جو میرے دل میں بویا گیا۔

جیسے ہی میں سولہ سال کی ہوئی فوراً اظہار شروع کر دیا کہ نظامِ وصیت میں شامل ہونا ہے۔ ہماری کزنوں کا آپس میں مقابلہ ہوتا تھا کہ کون پہلے شامل ہوگا اور کس کا نمبر پہلے الفضل میں آئے گا۔

خدا تعالیٰ نے نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی توفیق دی جو میرے محترم والدین کے لئے بہت بڑی خوشی کا دن تھا۔ اب روزانہ الفضل میں انتظار شروع ہو گیا۔ اُس وقت یہی ہمارا ایم ٹی اے اور یہی انٹرنیٹ تھا۔ روزانہ بے چینی سے انتظار کرنا، بڑے لمبے عرصے کے بعد خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا جب الفضل میں ہم کزنوں نے اپنا نام پڑھا۔ لگتا تھا جیسے جنت کا ٹکٹ مل گیا ہے۔

ایک دفعہ سکول کی عمر کی بات ہے کہ دیر سے گھر آئی بہت بھوک لگی تھی کھانا کھانے بیٹھ گئی اور عصر کی نماز لیٹ ہو گئی۔ ابا جان بیت میں تھے الفضل پڑھنے بیٹھی تو اُس میں نماز کے حوالے سے مضمون تھا۔ حضرت مسیح موعود کے اِن الفاظ نے جادو کا کام کیا کہ ''کام کے واسطہ نماز نہ چھوڑو بلکہ نماز کے لئے کام چھوڑ دو'' خدا تعالیٰ نے ایسے سنبھالا کہ وہ دن اور یہ دن پھر سستی نہیں ہوئی۔

ناروے میں آئے تو کچھ عرصہ الفضل سے رابطہ کٹ گیا۔ امی ابو نے یہ کمی بہت محسوس کی۔ جب الفضل کا سلسلہ شروع ہوا تو تب اُنہیں سکون آیا۔ ہر فی البدیہہ تقریری مقابلہ میں خاکسار ضرور انعام لیتی۔ کسی نے پوچھا کہ کیسے اتنی باتیں یاد رہ جاتی ہیں تو بڑے فخر سے بتاتی کہ حضرت مصلح موعود کی برکتیں اور دعائیں ہیں جو الفضل کے ذریعے ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔

جب میں اٹھارہ سال کی عمر میں سیکرٹری ناصرات ناروے بنی تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس الفضل نے واقعی فضل کا کام کیا۔ آج میرے چار بچے ہیں آج ہم کھانا کھانے بیٹھیں یا با جماعت نماز کے بعد آپس میں بیٹھیں اس مبارک اخبار کا ضرور ذکر ہوتا ہے۔ چاہے سیرت کے واقعات ہوں، تحریکات ہوں، دعائیہ اعلان ہوں ضرور یہ خزانہ اپنے بچوں پر لٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور تاریخ اپنا آپ دہراتی ہے۔

ڈھیروں رحمتیں اور برکتیں ہوں اس وجود پر جس نے اس مبارک رسالہ کا اجرا کیا اور اُن تمام مبارک خواتین پر جو اپنے زیورات بیچ کر اِس میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں اور ہمارے ان بزرگوں پر جنہوں نے ہمیں یہ پاک صحبت عطا کی اور اِس کی طرف رجحان بڑھایا۔

خدا کرے ہماری اولاد نسل در نسل سلسلہ سے وابستہ رہنے والی اور خلافت سے والہانہ محبت کرنے والی ہو اور صحبتِ صالحین حاصل کرنے والی ہو۔ خدا تعالیٰ تمام ان لوگوں کو جو اس اخبار کو کامیاب بنانے میں معاون و مددگار ہوئے اعلیٰ جزائے خیر عطا کرے۔ (آمین)

《مکرم مولانا محمد احمد صاحب جلیل》

رؤیا، کشف، الہام اور وحی کے لغوی اور اصطلاحی معانی

رؤیا

نیند کی حالت میں انسان جو منظر دیکھتا ہے اس کے لئے عربی زبان میں دو لفظ ہیں۔ رؤیا اور حُلم۔ لغت میں رؤیا کے معنے ہیں کہ خواب میں جو نظارہ دکھائی دیتا ہے اور حلم فی نومہ کے معنے بھی رای فی منامہ رؤیا ہیں اور حلمت بہ فی نومی کے معنے رأیت فی المنام کئے گئے ہیں۔ (منجد و راغب)

گویا رؤیا اور حلم دونوں لفظ مترادف ہیں۔ حلم کی جمع احلام ہے۔ احلام کا لفظ خواب کے علاوہ عربی محاورہ میں جھوٹی آرزوؤں اور خام خیالی کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ھذہ احلام نائم اے امانی کاذبۃ۔

اس لغوی تحقیق سے جہاں رؤیا اور حلم کا ہم منبع ہونا ظاہر ہے وہاں ان دونوں لفظوں میں ایک لطیف فرق بھی نظر آرہا ہے کہ جھوٹی اور پریشان خواب کے لئے عربی میں رؤیا کا لفظ استعمال نہیں ہوتا بلکہ حلم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ رؤیا عموماً سچی خواب کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ سورۂ یوسف میں آتا ہے۔

شاہ مصر نے کہا کہ میں نے رؤیا میں سات موٹی گائیں دیکھیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں سبز اور سات خشک دیکھیں۔ اس کے درباری علماء کو اس رؤیا کا مطلب سمجھ نہ آیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ 'اضغاث احلام' یہ پریشان خوابیں ہیں۔ انہوں نے رؤیا کی بجائے احلام کا لفظ استعمال کیا۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دکھائی ہوئی خواب رؤیا ہے اور شیطانی خواب کا نام حُلم ہے۔

رؤیا کے معنوں میں لغت اور اصطلاح میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے جو معنے عربی زبان میں ہیں وہی مفہوم دینی اصطلاح میں ہے۔ البتہ احادیث میں اور تفسیر و تصوف کی کتب میں رؤیا کی اقسام اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ خوابیں تین قسم کی ہوتی ہیں۔ حدیث النفس، شیطانی خواب اور رؤیائے حقہ۔

حدیث النفس ایسی خواب کو کہتے ہیں جو انسان کے اپنے خیالات، ماحول کے اثرات اور نفسی کیفیات بیماری، خوف وغیرہ کا انعکاس ہوتی ہے۔ سپر چولسٹ خاص قسم کی ریاضت کے ذریعہ جو خوابیں دیکھتے ہیں وہ بھی اسی ضمن میں آتی ہیں۔

شیطانی خواب وہ ہے جو شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں آتی ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح ملائکہ انسان پر اپنا نیک اثر ڈالتے ہیں اسی طرح شیطان بھی اپنا بداثر ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس نیک اور بداثر کو حدیث میں لمۃ من الرحمان اور لمۃ من الشیطان کہا گیا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی۔ جس کا انہیں سخت افسوس ہوا۔ سارا دن توبہ و استغفار کرتے رہے۔ اگلی رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص انہیں نماز کے لئے جگا رہا ہے انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا میں شیطان ہوں۔ آپ کو نماز کے لئے جگا رہا ہوں کیونکہ کل نماز قضاء ہونے پر آپ نے اس قدر استغفار کیا کہ آپ کے اعمال نامہ میں کئی گنا زیادہ ثواب لکھا گیا۔ آج میں خود جگا رہا ہوں تا کہ آپ ایک نماز سے زائد ثواب کے مستحق نہ ہو جائیں۔

اسی طرح حقیقۃ الرؤیا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ایک بیٹی تھیں جو بہت وظائف پڑھا کرتی تھیں۔ انہیں اس شغل میں اتنا انہماک ہوا کہ نوافل اور پھر رفتہ رفتہ سنتیں بھی چھوڑ دیں۔ ان کے ایک بھائی کو ان کی حالت دیکھ کر فکر ہوا۔ بہن کو بہت سمجھایا مگر اثر نہ ہوا۔ آخر انہوں نے لاحول ایک خاص طریق سے پڑھنے کا وظیفہ انہیں بتایا اس کے بعد ان کی حالت میں تبدیلی آ گئی اور وہ باقاعدہ نوافل اور سنتیں پڑھنے لگ گئیں۔ بھائی نے ایک دن اس تغیر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ میں آپ کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھ رہی تھی کہ اچانک شیطان بندر کی شکل میں آیا اور مجھے کہنے لگے کہ تم بچ گئی ہو۔ اگر تم یہ وظیفہ نہ پڑھتیں تو میں تم سے فرض بھی چھڑانے والا تھا۔

قرآن کریم میں نفسانی اور شیطانی دونوں قسم کی خوابوں کو "اضغاث احلام" کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اثر کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ دونوں انسان کے ذہن کو پریشان اور مشوش کرتی ہیں۔ نہ حدیث النفس کا کوئی نتیجہ ہوتا ہے اور نہ شیطان حقیقۃً کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے۔ صرف وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ڈراؤنی اور پریشان کن خواب آئے تو بائیں طرف تھوک دو اور استغفار کرو۔

رؤیائے حقہ کے صفائی اور اعلیٰ معارف اور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کے لحاظ سے دیکھنے والوں کی استعداد اور روحانی حالت کے مطابق بے انتہا مدارج ہیں۔ ایک عام مومن سے لے کر اولیاء و انبیاء تک سب کو رؤیا آتی ہے بلکہ درحقیقت ہر انسان کی فطرت میں رؤیا کی استعداد کم و بیش ودیعت کی گئی ہے۔ برے لوگوں کو بھی بعض دفعہ سچی خوابیں آتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود توضیح مرام میں فرماتے ہیں:۔

''بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری میں گزری ہے، کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے۔........... کیونکہ جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورۂ عالم پر حسب استعداد ان کی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو''

مگر انبیاء اور اولیاء اللہ کے رؤیا اور عام لوگوں کی خوابوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ عامۃ الناس کی رؤیا کی مثال قرآن کریم کی سورۂ یوسف میں یہ دو آدمیوں کی خوابیں ہیں ایک نے دیکھا کہ وہ سر پر کھانا اٹھائے جا رہا ہے جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں اور دوسرے نے دیکھا کہ وہ انگور نچوڑ کر شراب بنا رہا ہے۔ یہ خوابیں دو شخصوں کی اپنی زندگی اور موت کی خبر تک محدود ہیں۔ پہلی خواب میں دیکھنے والے کی موت اور دوسری میں رہائی اور زندگی کی طرف اشارہ تھا۔ اس کے بالمقابل انبیاء اور اہل اللہ کے رؤیا کا نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ رؤیا ہے آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ تم سوچ کر بتاؤ کہ اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اس عظیم الشان خواب کا نتیجہ یہ تھا کہ اس مقدس باپ کو جناب الٰہی سے "قد صدقت الرؤیا" کا خطاب ملا اور مقدس بیٹے کو "فدیناہ بذبح عظیم" کا صلہ عطا ہوا کہ اس وقت سے ہر سال ہزاروں جانوروں کی قربانی ان کی قربانی کی پیشکش کی یاد میں کی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ رؤیا ہے کہ انہوں نے گیارہ ستاروں اور چاند سورج کو اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا۔ اس رؤیا میں ایک عظیم بشارت تھی۔ جو "رفع ابویہ علی العرش" کی صورت میں پوری ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ حکومت بھی ملی اور پھر وہ وقت آیا جب انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس بلوا لیا اور اعزاز کے ساتھ اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور ان کے دشمن بھائی ان کے مطیع اور گرویدہ ہوگئے۔

پس رؤیائے صادقہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ عامۃ الناس کو ان کی استعداد کے مطابق خوابیں آتی ہیں جبکہ اہل اللہ کے رویا غیر معمولی معارف و برکات و مصفّٰی غیب اور پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے ''رؤیا الانبیاء وحی'' کہ انبیاء کے رؤیا بھی وحی ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''خواص اور عام کی خوابیں اور وہ مکاشفات اپنی کیفیت اور کمیت اتصالی و انفصالی میں ہرگز برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہیں وہ خارق عادت کے طور پر نعمت غیبی کا حصہ لیتے ہیں دنیا ان نعمتوں میں جو انہیں عطا کی جاتی ہیں صرف ایسے طور کی شریک ہے جیسے شاہ وقت کے خزانہ کے ساتھ ایک گدا دریوزہ گر ایک درم کے حاصل رکھنے کی وجہ سے شریک خیال کیا جائے۔''

(توضیح مرام۔ روحانی خزائن جلد 3 ص 96)

کشف

رؤیا کے بعد کشف کی تعریف عرض کرتا ہوں:

لفظ کشف کا لغوی مفہوم رفع حجاب ہے۔ کشف الشیی اور کشف عن الشیی کے معنے ہیں۔ کسی چیز کو ظاہر کرنا اور اس سے پردہ یا غلاف اٹھا دینا۔ چہرہ سے نقاب ہٹا دینا۔ کشف غمہ کے معنے ہیں اس کا غم دور کر دیا۔ قرآن کریم میں آتا ہے وان یمسسک اللّٰہ بضر (۔) ان آیتوں میں کشف کا لفظ تکلیف دور کرنے اور غفلت کا پردہ ہٹانے کے معنے میں آیا ہے۔ لفظ مکاشفہ کا مادہ بھی کشف ہے۔ کاشفہ بکذا کے معنے ہیں اطلعہ علیہ و اظہرہ لہ۔ کسی کو کوئی اطلاع دینا اور اس پر اس امر کا اظہار کرنا۔ لفظ کشف کے یہ لغوی معنی ہیں جو منجد اور مفردات راغب میں بیان کئے گئے ہیں۔

اب اس کے اصطلاحی معنے بیان کرتا ہوں:۔

میر سید شریف جرجانی اپنی کتاب التعریفات میں تصوف کی اصطلاح میں کشف کے یہ معنے لکھتے ہیں:۔

کوئی ایسا امر جو حقیقت ہے لیکن پردۂ غیب میں ہے اس پر باذن الٰہی اطلاع پانا صوفیاء کی اصطلاح میں کشف کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ کشف اصطلاحی مفہوم میں نہیں آیا۔ بلکہ صرف لغوی معنے میں آیا ہے۔ جیسا کہ دو آیتیں ابھی بیان کی گئی ہیں۔

رؤیا اور کشف میں یہ فرق ہے کہ رؤیا نیند کی

حالت میں آتی ہے اور کشف بیداری میں ربودگی کی کیفیت طاری ہوکر یا نیم خوابی کی حالت میں ہوتا ہے۔ کشف میں اہل اللہ پر روحانی اسرار اور غیبی معارف ظاہر کئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات دوسرے لوگوں کی موجودگی میں کشفی حالت طاری ہوتی ہے جس کا دوسرے لوگوں کو احساس نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات کوئی دوسرا شخص بھی صاحب کشف کے ساتھ بہ تصرف الٰہی کشف کی کیفیت میں شریک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یاساریۃالجبل والا کشف مشہور ہے۔ خطبہ پڑھتے ہوئے آپؓ پر کشفی حالت طاری ہوئی اور آپ نے بلند آواز سے

"یا ساریۃ الجبل" کہا (یعنی اے ساریہ اپنی فوج کو پہاڑ کے دامن میں لے جاؤ) یہ جملہ نہ صرف خطبہ میں موجود لوگوں نے سنا بلکہ سینکڑوں میل کے فاصلہ پر اسلامی فوج کے کمانڈر حضرت ساریہؓ نے بھی سنا اور اس کی تعمیل کی۔ بعض دفعہ کشف میں کوئی چیز مادی صورت اختیار کر لیتی ہے جو بعد میں بھی قائم رہتی ہے۔ اس کی مثال حضرت مسیح موعود کے کرتہ پر سرخی کے چھینٹے پڑنے والا کشف ہے۔

غرضیکہ کشف کے عجائبات ایک قلزم بیکراں ہیں۔ روحانیت کے غواص اپنی استعداد اور ہمت کے مطابق اس کے موتی اور جواہرات سے جھولیاں بھرتے رہے ہیں۔ صوفیاء رؤیا کشف میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کے شوق میں مختلف وظائف پڑھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کشف میں کثرت سے بزرگان کی زیارت سے فیضیاب ہوتے تھے۔ اپنے ایک عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں:۔

خدا کی قسم میں نے اس مجسم حسن و جمال کا دیدار اپنی ان جسمانی آنکھوں سے بحالت بیداری کیا ہے۔ مراد کشف میں زیارت کرنا ہے۔

الہام

رؤیا اور کشوف کے بعد الہام اور وحی کی تعریف بیان کرتا ہوں:۔

لفظ الہام، لھم سے باب افعال کا مصدر ہے۔ لغت میں لھم الشیی کے معنے ہیں۔ کسی چیز کو یک دفعہ نگل لینا لھم الماء کے معنے جرعہ ہیں (پانی ایک گھونٹ میں پی جانا) اور الھمہ الشیی کے معنے ہیں ابلعہ ایاہ (اسے کوئی چیز نگلوا دی)۔

وحی

لفظ وحی، وحی اور اَوحی کا مصدر ہے۔ وحی وحیا الی فلان کے معنے ہیں۔ کسی کو اشارہ کرنا یا پیغام بھیجنا) وحی اور اوحی الیہ کلاماً کے معنے ہیں کسی سے خفیہ اور رازداری میں بات کرنا امام راغب اپنی لغت قرآن مفردات میں لفظ وحی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

یعنی لفظ وحی کا اصل مفہوم تیزی سے اشارہ کرنا ہے جس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً رمز و تعریض میں کلام کرنا یا محض آواز سے اظہار مقصد کرنا، یا جسم کے کسی عضو سے مثلاً ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنا، یا لکھ کر مطلب بتانا۔ ان سب طریقوں کو عربی محاورہ میں وحی کہا جائے گا۔ قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق آتا ہے فَاَوحٰی الیھم یہاں وحی کے معنی رمز یا اشارہ سے بات کرنا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ لاتکلم الناس (۔) آیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں آیا ہے کہ شیطان اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں۔ اس جگہ وحی سے مراد خفیہ اشارے کرنا ہے۔ الہام کا لفظ قرآن کریم میں صرف ایک دفعہ آیا ہے۔ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا۔

لفظ الہام اور وحی کی اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ لغت کی رو سے ان کا مفہوم مختلف ہے لیکن جب لفظ الہام یا وحی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور یہ لفظ انسان کے متعلق استعمال ہوں تو یہ مترادف المعنے ہوتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی کتاب منجد میں وحی اللہ فی قلبہ اور اوحی اللہ الیہ کے معنے الھمہ ایاہ اور الھم اللہ فلانا خیرا کے معنے اوحی الیہ بہ ولقنہ ایاہ ووفقہ لہ کئے گئے ہیں۔ گویا الہام کے معنے وحی اور وحی کا ترجمہ الہام کیا گیا ہے۔ امام راغب لفظ الہام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہ لفظ الہام اللہ تعالیٰ یا ملائکہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، شیطانی القاء کو الہام نہیں کہا جاتا۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ الہام اور وحی جب القاء الٰہی کے معنے میں استعمال ہوں تو عربی زبان میں ان کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن علماء نے عموماً وحی اور الہام میں فرق کیا ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض روایات میں آنحضرت ﷺ کے بعد انقطاع وحی کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ ہی مبشرات اور محدثیت کا امت میں جاری ہونا بھی آتا ہے جیسے ایک روایت ہے انقطع الوحی و بقیت المبشرات اور ترمذی ابواب المناقب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جو مکالمۂ الٰہی سے مشرف تھے۔ اگر میری امت میں ایسے لوگ ہوئے تو عمر بن خطاب ان میں سے ہوں گے۔ اس قسم کی روایات کی بناء پر عام اہل علم کا یہ مسلک ہے کہ وحی کلام الٰہی ہے جو صرف انبیاء پر نازل ہوتی ہے، اور غیر انبیاء کو الہام ہوتا ہے جو بصورت کلام نہیں ہوتا بلکہ ملہم کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی امر القاء ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ سید شریف کتاب التعریفات میں الہام کی یہ تعریف کرتے ہیں:۔

الہام کسی امر کا الٰہی فیضان کے ذریعہ دل میں القاء ہونا ہے اور بعض علماء نے الہام کی یہ تعریف کی ہے کہ الہام وہ علم اور معرفت ہے جو کسی آیت قرآنی سے استدلال یا کسی دلیل پر غور و فکر کا نتیجہ نہ ہو بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل ہو۔ نیز وہ کسی عمل کا محرک اور مقتضی ہو۔

قرآن کریم کی بعض آیات میں غیر انبیاء کی طرف وحی ہونے کا ذکر ہے۔ مثلاً ام موسیٰؑ اور حواریاں مسیحؑ یہ لوگ ان آیات میں لفظ وحی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے یہاں کلام مراد نہیں بلکہ القاء فی الروع یعنی دل میں بات ڈالنا مراد ہے۔

علماء کا دوسرا طبقہ جن میں امام غزالی بھی ہیں اس سے کچھ آگے بڑھا ہے ان کے نزدیک غیر انبیاء پر بھی کلام کی صورت میں الہام ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کلام ملائکہ اور جبرائیل کے توسط سے نازل نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک ملائکہ کے ذریعہ کلام نازل ہونا انبیاء کی خصوصیت ہے اور قرآن کریم میں جہاں غیر انبیاء پر ملائکہ کے نزول کا ذکر آیا ہے اس کی یہ تاویل کرتے ہیں یہ ملائکہ وحی لے کر نہیں آتے بلکہ وفات کے وقت یا ویسے انزال سکینت کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ یہ علماء سورۃ النحل کی اس آیت سے استمساک کرتے ہیں۔ الذین تتوفھم الملائکۃ طیبین (۔) اس آیت میں وفات کے وقت نیک لوگوں پر ملائکہ کے نزول کا ذکر ہے۔ یہ لوگ اس آیت کو اصل قرار دے کر باقی آیات کی اس کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔

ان دو گروہوں کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ علماء محققین کا ہے۔ جو اس بات کا قائل ہے کہ انبیاء و غیر انبیاء سب اہل اللہ پر ملائکہ کے ذریعہ کلام نازل ہوتا ہے جس کی واضح دلیل سورۃ حٰم السجدہ کی یہ آیت ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ (۔) اس آیت میں وفات کے وقت ملائکہ کا نزول مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ اس سے اگلی آیت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ہم تمہارے دوست اور مددگار ہیں۔ حیاۃ الدنیا کے خاتمہ پر نحن اولیاؤ کم فی الحیاۃ الدنیا کی بشارت دینے کے کیے معنے؟

پس صحیح مسلک یہی ہے جو علماء محققین کا ہے کہ الہام و وحی میں لفظی فرق ہے حقیقت میں کوئی فرق نہیں۔ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جیسے نبی اور رسول لفظ مختلف ہیں لیکن مصداق ایک ہی ہوتا ہے۔ انبیاء اور غیر انبیاء کی وحی میں تفاوت کیفیت و کمیت میں ہوتا ہے۔ کلام الٰہی ہونے میں یا ملائکہ کے واسطہ سے نازل ہونے میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ حضرت امام محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔

ہمارے اصحاب میں سے امام غزالیؒ وغیرہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ نبی اور ولی میں فرشتہ کے نزول کا فرق ہے۔ نبی ولایت و نبوت کا جامع ہوتا ہے اس پر نزول ملک کے علاوہ بعض امور الہام بھی ہوتے ہیں لیکن ولی کو صرف الہام ہوتا ہے۔ یہ خیال میرے نزدیک درست نہیں اور اس کے قائلین کے عدم ذوق کی غمازی کرتا ہے۔ درحقیقت فرق اس وحی میں ہوتا ہے جو فرشتہ کے ذریعہ رسول اور نبی پر نازل ہوتی ہے۔ فرشتہ کے نزول میں کوئی فرق نہیں ہوتا فرشتہ جو وحی نبی پر لاتا ہے اس وحی سے جو تابع ولی پر لاتا ہے اپنی کیفیت میں ہوتی ہے۔

(فتوحات جلد سوم ص364)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:۔

یعنی سچی بات یہ ہے کہ نبیوں اور اولیاء کی وحی میں فرق صرف وحی کے مضمون اور کیفیت کا ہوتا ہے۔ فرشتہ کے نازل ہونے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (الیواقیت والجواہر جلد2)

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں:۔

"وہ الہام جو نبیوں پر اترنا ثابت ہے اسے وحی کہتے ہیں اور اگر وہ غیر نبیوں پر اترے تو اسے محدثیت کہہ دیتے ہیں اور قرآن کریم میں الہام کو ہی خواہ وہ انبیاء پر اترے یا غیر انبیاء پر، وحی کہا گیا ہے۔"

حضرت اسمٰعیل شہیدؒ قرآن کریم کی رو سے انبیاء اور غیر انبیاء کے الہام کو وحی کہتے ہیں جس کے کلام الٰہی ہونے یا ملائکہ کے ذریعہ نازل ہونے میں کوئی فرق نہیں ان کے نزدیک ولی کے الہام کو محدثیت اور نبی کے الہام کو وحی کہنا اصطلاحی فرق ہے۔ حقیقی نہیں۔ حضرت مولانا رومؒ اسی مضمون کو مثنوی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

کہ اولیاء اللہ کی وحی نجوم و خواب وغیرہ نہیں ہوتی بلکہ حقیقی وحی ہوتی ہے جسے مصلحۃً عوام الناس سے احتیاط کی خاطر صوفیاء وحی دل یا الہام کہہ دیتے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد
من نمی گویم مگر من عیسٰیؑ ثانی شدم

نزول ملائکہ کے متعلق حکم عدل حضرت مسیح موعود کا ایک ارشاد پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ توضیح مرام میں آپ فرماتے ہیں:۔

"جب کوئی شخص کسی خاص زمانہ میں اعتدال روحانی حاصل کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی روح اس کے اندر آباد ہوتی ہے۔ یعنی اپنے نفس سے فانی ہو کر بقاء باللہ کا درجہ حاصل کرتا ہے تو ایک خاص طور پر نزول ملائکہ کا اس پر شروع ہو جاتا ہے۔"

(توضیح مرام)

(الفضل 23،24 مئی 1968ء)

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب

روزہ کے ذریعہ جھوٹے اور سچے، امین اور خائن میں تمیز ہو جاتی ہے

تم جب رمضان کو پاؤ تو روزے رکھو تا کہ تم خدا تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہو جاؤ

خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں۔ اس سے کوئی خیال کر لیتا کہ یہ ہم پر ایک بوجھ لادا گیا ہے۔ اس لئے اس کی تردید میں فرمایا کہ یہ تمہارے لئے ہی نہیں۔ تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے تھے۔ گویا روزہ کی فرضیت عبودیت کا لازمہ ہے۔ اس کے متعلق کہا جاسکتا تھا کہ کسی کام کی ناگواری یہ کہنے سے دور نہیں ہوسکتی کہ یہ ایسا کام ہے جو پہلے لوگوں کے ذمہ بھی ڈالا گیا تھا۔ اگر ان کے ذمہ ڈالا گیا تھا۔ اس سے اس کا جائز ہونا کسی طرح ثابت ہوگیا۔ کہا جاسکتا ہے کہ ان کو بھی خواہ مخواہ جکڑ دیا گیا تھا اور اب بھی یونہی پھنسایا جا رہا ہے۔ اس کی نسبت فرمایا روزے ہم نے یونہی بے فائدہ فرض نہیں کئے اور نہ ہی تمہیں بھوکا پیاسا رکھنے میں ہمارا کوئی نفع ہے۔ بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

قرآن کریم سے ایک اہم بات کا پتہ لگتا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اپنی کسی امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں وغیرہ پر پیش کیا جنہوں نے اس کے لینے سے انکار کیا۔ مگر انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا اور کیوں نہ اٹھاتا۔ ظلوم وجہول جو ہوا۔ یعنی یہ ایسا ہے کہ خدا کی محبت میں اپنے آپ کو بھول سکتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تمہارے پاس جس کی امانت ہو اس کو پوری حفاظت کے ساتھ پہنچا دو۔

امانتیں دو طرح واپس کی جاتی ہیں (1) جب کوئی شخص امانت رکھتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ آپ اپنے پاس رکھیں جب میں مانگوں اس وقت آپ واپس کر دیں۔ ایسی امانت کا حسب الطلب واپس کرنا ہی امانت کا حفاظت کے ساتھ رکھنا ہوتا ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ ایک شخص کوئی امانت ہمارے سپرد اس غرض سے کرتا ہے کہ یتیموں اور مسکینوں پر اس کو خرچ کردو۔ اب جس کام پر صرف کرنے کے لئے امانت رکھنے والے نے ہمارے پاس امانت رکھی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس کے مطابق عمل کریں۔ اگر ایسا نہ کریں تو یقیناً ہم امانت میں خیانت کرنے والے ہوں گے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ ہمیں کونسی امانت سپرد کی گئی ہے۔ جو پہاڑوں، زمینوں اور آسمانوں کے پاس نہیں ہے۔ انسان وہ مخلوق ہے کہ اس میں تمام مخلوقات کے خواص پائے جاتے ہیں اور اس میں یہی ایک بات ایسی ہے کہ کسی اور مخلوق میں نہیں پائی جاتی کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے بااختیار بنایا اور عقل دی ہے اور بعض قویٰ ایسے دیئے ہیں کہ جن سے دوسری مخلوق محروم ہے اور ہم ان قویٰ کے ذریعہ عزت وشہرت و وجاہت حاصل کرتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں بطور امانت ہمارے پاس رکھی گئی ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگرچہ چاہئے یہی کہ جس کی امانت ہے اسی کو دی جائے یعنی اسی کی راہ میں خرچ کی جائے۔ مثلاً سب سے بڑی خدا کی دی ہوئی جو چیز روح اور بدن ہے۔ یہ خدا کی امانت ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کی راہ میں صرف کریں۔ عزت و مال وغیرہ یہ بھی اللہ کی امانت ہیں۔ یہ بھی اسی لئے ہیں کہ خدا کی راہ میں دے دی جائیں۔

اللہ تعالیٰ تو مال کا محتاج نہیں وہ تو بندوں کو اپنے حکم کے ماتحت خرچ کرتے دیکھنا چاہتا ہے۔

چنانچہ اس غنی ذات نے انسان کے لئے کئی مواقع رکھے ہیں۔ جن میں خرچ کر کے انسان اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کو خدا کی امانت دینے میں ذرا تامل نہیں ہے۔ روزہ انہی مواقع میں سے ایک موقعہ ہے جس سے مومن کے پاس ایک شہادت خدا تعالیٰ کے حضور اس بات کے متعلق پیش کرنے کے لئے مہیا ہو جاتی ہے کہ وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی امانتوں کو اس کی راہ میں دینے کے لئے تیار ہے اور نہ صرف تیار ہے بلکہ دیتا ہے۔

دیکھو انسانی بقا کے لئے تین چیزیں نہایت اہم ہیں۔ اول کھانا، دوسرے پینا اور تیسرے نسل کا چلنا۔ مگر روزہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ان تینوں چیزوں کو ایک خاص وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ تو یہ ثبوت ہوتا ہے اس امر کا کہ بندہ خدا کی امانتوں کو دینے کے لئے تیار ہے۔ کیونکہ جب وہ ان چیزوں کو جو اس کے لئے حلال اور طیب ہیں۔ خدا کے حکم کے مطابق ترک کر دیتا ہے تو بجائے اس کے کہ یہ ساری چیز خدا کے حضور میں پیش کرتا۔ اس کا تھوڑے عرصہ کے لئے خلوص نیت کے ساتھ ان اشیاء سے دستبردار ہو جانا ہی اس امر کی اللہ کے نزدیک شہادت بن جاتی ہے کہ اگر اس کو میری راہ میں اپنی جان اور اپنی عزت بھی دینا پڑے گی تو بیشک دے گا۔

اس کی غرض کیا ہے لعلکم تتقون تا کہ تم متقی بن جاؤ۔ روزہ ایک جامع حقیقت ہے روزہ رکھ کر انسان اس بات کا ثبوت بھی دیتا ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی شخص امانت رکھے گا تو یہ جوں کی توں اسے واپس کر دے گا۔ اس کے ذریعہ جھوٹے اور سچے امین اور خائن میں تمیز ہو جاتی ہے۔ روزہ کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ ہمت بندھاتا ہے کہ تم اس کو اپنے لئے چٹی اور بوجھ مت سمجھو۔ بلکہ یہ تو تم سے پہلے لوگوں پر بھی مقرر تھا۔ پھر تم یہ خیال نہ کرو کہ اب ساری عمر کے لئے روزے رکھنے پڑیں گے۔ نہیں بلکہ گنتی کے چند ایام ہیں۔ ان کے بعد تم آزاد ہو گے۔

پھر فرمایا کہ باوجود اس کے کہ یہ سب چیزیں جو تمہارے پاس ہیں ہماری امانت ہیں۔ پھر بھی ہم تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان روزوں میں تمہارے لئے آسانی مہیا کرنی چاہتے ہیں۔ یعنی اگر تم سفر پر ہو تو تمہارے لئے کوئی روزہ نہیں۔ جب سفر سے واپس آؤ اور مرض سے صحت پاؤ تو روزے رکھ لینا یہ اس لئے ہے تا کہ تم سمجھو کہ خدا تعالیٰ آسانی چاہتا ہے۔

ایک اور فائدہ اس رمضان کے مہینہ میں بیان کیا۔ فرمایا کہ یہ ایسا بابرکت مہینہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی روزے رکھے اور خدا کے انوار حاصل کئے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے مشرف ہوئے۔ اس لئے تم بھی جب اس مہینہ کو پاؤ تو روزے رکھو تا کہ تم بھی خدا تعالیٰ کے انعامات کے وارث ہو جاؤ۔

پس یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ جب بندہ خدا کے حضور جھکے گا تو خدا اس کی دعا کو قبول کرے گا۔ پھر اس مہینہ میں ایک وہ رات بھی ہے جس کو لیلة القدر کہتے ہیں اور یہ وہ رات ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:۔

بعض لوگ روزہ تو رکھتے ہیں دن بھر بھوکے اور پیاسے بھی رہتے ہیں مگر وہ روزہ دار نہیں ہوتے کیونکہ روزہ تو یہ شہادت مہیا کرتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت چل رہا ہوں۔ لیکن اگر اس شہادت کے اثناء میں ہی بعض ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے ان کی شہادت کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً حلال چیزوں کو تو چھوڑے، مگر دوسری چیزوں سے پرہیز نہ کرے۔ خدا کے حضور تو شہادت پیش کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ مگر گالی گلوچ وغیرہ شروع کر دے تو ایسے لوگوں کی شہادت کچھ اثر نہیں رکھتی۔ پس ایسے لوگوں کا روزہ فاقہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ہمیں چاہئے کہ روزے کی اصل حقیقت پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کے ذریعہ ہمیں موقعہ دیا ہے کہ ہم اس کے حضور اس امر کی شہادت پیش کریں کہ ہم اس کی راہ میں نثار ہونے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور ہم متقی ہیں اور خدا کی امانت کو ادا کرنے والے ہیں اور دوسری طرف اس شہادت کے ساتھ ہی اس کو ناراض نہ کریں تب روزہ روزہ کہلا سکتا ہے۔ پھر صدقة الفطر بھی روزے کے ساتھ لازمہ کے طور پر ہے۔ اس لئے اس کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ جو روزہ کی اصل غرض ہے۔ اس کو پورا کرنے والے ہوں۔

(الفضل قادیان 29 جون 1918ء)

غزل

درکار جنوں کی ہو جس راہ میں بے باکی
آتی نہیں کام اس میں کچھ عقل کی چالاکی

درگاہِ محبت میں کام آتی ہیں دو چیزیں
اک قلب کی بے تابی اک آنکھ کی نمناکی

آئین ہے فطرت کا آتا ہے کوئی موسیٰ
بڑھ جاتی ہے جب حد سے فرعون کی سفاکی

بے مائیگی ملت کی ہے فرد کی بے وقری
ہر قطرۂ دریا سے ہے آبرو دریا کی

بے راہروی دل کی ناعاقبت اندیشی
ہر عضو کی ناسازی ہے دل کی ہی ناپاکی

عبدالمنان ناہید

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

ہم دل کی گہرائیوں سے اپنے نہایت ہی پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کیلئے دعا گو ہیں۔

اخبار الفضل کے عظیم الشان سو سال پورے ہونے پر ہم سجدۂ شکر بجالاتے ہیں۔

اس بابرکت موقع پر ہم دل کی گہرائیوں سے اپنے پیارے آقا، احمدیہ عالمگیر ادارہ الفضل، نیز قارئین الفضل کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتی ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ یہ اخبار پہلے سے بڑھ کر ترقی کرے اور ہماری آئندہ نسلیں بھی اس سے بے شمار علمی وادبی فوائد حاصل کرنے والی ہوں۔

ہم دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقیات عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

طالب دعا:

صدر مجلس، عاملہ، ممبرات لجنہ اماء اللہ

واراکین ناصرات الاحمدیہ اور محترمہ عادلہ حسن صاحبہ

مجلس بیت العطاء راولپنڈی

میں سانگلہ ہل میں الفضل تقسیم کرتا اور چندہ وصول کرتا

دادا جان الفضل سن کے سب کے لئے دعا کرتے تھے

مکرم محمد مقصود احمد منیب ۔ مربی سلسلہ

میں نے جب آنکھ کھولی اور سوچنے سمجھنے کے قابل ہوا تو دیکھا کہ گھر میں بڑے ابا جان (دادا جان حکیم دوست محمد صاحب)، چھوٹے ابا جی (ابا جان مکرم ڈاکٹر محمد طفیل نسیم صاحب)، امی جان، پھوپھی جان مکرمہ غلام فاطمہ صاحبہ باقاعدہ کسی کتاب کو صبح صبح پڑھتے ہیں اور پھر دادا جان کہتے کہ ''پُتر ا! الفضل کتھے وے؟'' یعنی الفضل کہاں ہے؟ میں یہ لفظ روزانہ سنتا اور پھر ابا جان، دادا جان کو کچھ صفحات پکڑا دیتے اور دادا جان بڑی باجی سے کہتے کہ ''پُتر! ذرا پڑھ کر سناؤ کیا لکھا ہے؟'' وہ پڑھ سکتے تھے لیکن اُس وقت خاص طور سے بڑی باجیوں سے فرمائش کرتے اور باجیاں بھی باری باری بڑے شوق سے الفضل پڑھ کر سنایا کرتی تھیں۔ میرے دل میں بڑا احترام تھا اُس کتاب کا جو سب لوگ صبح صبح پڑھتے اور اُن الفضل نامی صفحات کا۔ میں الفضل کو ہاتھ لگا کر دیکھتا اور پڑھنا چاہتا تھا۔

پھر میں بھی خالہ جان اہلیہ مکرم صوفی سمیع اللہ صاحب مرحوم کے گھر اپنے تینوں بڑے بہن بھائیوں کے ساتھ سپارہ پڑھنے جانے لگا۔ میرے تینوں بڑے بہن بھائی روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے اور میں یسرنا القرآن پڑھتا تھا۔ پھر میں اس کھوج میں لگ گیا کہ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد بڑے ابا جان بڑی باجیوں سے کیا سنتے ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ یہ روزنامہ الفضل ہے جو احمدی احباب کی تربیت کے لیے ربوہ سے شائع ہوتا ہے۔ چونکہ سانگلہ ہل ربوہ کے قریب ہی ہے اور رات کو ماڑی انڈس نامی ریل گاڑی آتی تھی جو صبح تقریباً چار بجے سانگلہ ہل پہنچتی تھی اُس پر روزانہ کا اخبار صبح سویرے ہمیں مل جاتا اور نمازِ فجر سے واپسی پر ہمارے بڑے ابا جان لے آتے اور پھر باجیاں اونچی آواز میں پڑھ کر سناتی تھیں۔

میں نے جب سکول جانا اور پڑھنا شروع کر دیا تو یہ ڈیوٹی سنبھال لی کہ صبح نمازِ فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت اور پھر روزنامہ الفضل اونچی آواز میں سب کو سناتا۔ میں نے اپنا بچپن کا شوق پورا کرنا شروع کر دیا تھا۔ بڑے ابا جی کہتے کہ پہلے صفحے کے شروع سے لے کر آخری صفحہ کے آخری لفظ تک سناؤ۔ میں جب دعاؤں کے اعلان پڑھتا تو بڑے ابا جان فرماتے کہ ٹھہرو اِن کے لئے دعا کرلیں اور پھر وہ نام لے لے کر دعا کرتے اور ہم اُن کی اِس دعا میں شامل ہوتے۔ جب بھی کسی بچے کی ولادت کا اعلان پڑھتا تو الحمدللہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سعید رُوح کا اضافہ فرمایا ہے۔

مجھے اُن کا یہ طریق بہت پسند ہے وہ فرماتے تھے کہ بعد میں نہ تو نام یاد رہتا ہے نہ دعا کی وجہ اس لئے موقع پر ہی دعا کر دی جائے تو بہتر ہوتا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ الفضل کے ذریعہ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا فضل ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعائیں کرتے ہیں۔ یہ حضرت فضل عمر کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اور یہ بات کرتے ہوئے ان کی آواز بھرّا جاتی اور آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

ہمارے ابا جی کے مطب پر روزانہ الفضل آتا اور غیر از جماعت دوست بھی اس کو پڑھتے اور یہ دعوت الی اللہ کا ایک خاموش ذریعہ بن جاتا۔ بعض غیر از جماعت دوست اپنے گھر بھی لے جاتے کیونکہ وہ لوگوں کے سامنے پڑھتے ہوئے جھجکتے تھے اور میں اور بڑے ابا جی ایسے لوگوں کی ٹوہ میں رہتے اور ان کے نام اخبار جاری کروا دیتے جو میں دستی ان کے گھر پر پکڑا دیا کرتا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ 1986ء میں ایک مولوی صاحب ابا جی کے مطب پر تشریف لاتے۔ سلام دعا کے بعد بیٹھ کر صرف الفضل کا مطالعہ کرتے، کچھ نوٹ کرتے اور اُٹھ کر چلے جاتے۔ ابا جان کے ساتھ کوئی اَور بات نہ کیا کرتے تھے۔ میں اُس وقت کالج میں ایف۔ ایس۔ سی کر رہا تھا۔ ایک دن بڑے ابا جی نے فرمایا کہ اِن کا پیچھا کرو اور پتہ کرو کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آتے ہیں؟ وہ موٹر سائیکل پر آتے تھے سو میں اُن کے پیچھے ہولیا۔ میں بھی موٹر سائیکل پر تھا کافی فاصلہ رکھ کر اُن کا پیچھا کرتا رہا تو وہ ایک گاؤں چلے گئے اور ایک مسجد کے قریب والے گھر میں داخل ہوگئے۔ میں نے دُور ہی موٹر سائیکل روک لی اور ایک لڑکے سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ تو اُس نے مجھے بتایا کہ یہ ہمارے مولوی صاحب کا گھر ہے۔ میں نے واپس آکر بڑے ابا جی کو بتایا کہ وہ تو امام مسجد ہیں اپنے گاؤں کے اور ایک معتبر شخصیت ہیں۔ چنانچہ بڑے ابا جی نے مجھے مکرم چودھری فقیر اللہ صاحب کے پاس بھجوایا اور سارا واقعہ جب میں نے اُن کو سنایا تو مکرم چودھری صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی کہ مولوی صاحب کے بعض درس جو نماز فجر کے بعد دیتے ہیں ریکارڈ کرو اور جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے وقت تم نے اُس گاؤں کی مسجد کے قریب جا کر اُن کا خطبہ ریکارڈ کر کے لانا ہے کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ یہ الفضل میں سے جو کچھ نوٹ کر کے لے جاتے ہیں وہ اپنے درسوں اور خطبات میں بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اِس مقصد کے لئے مکرم چودھری صاحب نے مجھے ایک پاکٹ سائز ٹیپ ریکارڈر بھی مہیا کی سو میں نے تعمیل حکم میں اُن مولوی صاحب کے کچھ درس اور ایک خطبہ ریکارڈ کیا۔ ریکارڈ کرنا اس لئے آسان تھا کہ وہ لاؤڈ سپیکر پر درس دیتے تھے اور ساتھ ساتھ روتے بھی تھے سو میں مسجد سے باہر ہی موٹر سائیکل کھڑا کر لیتا اور ریکارڈ کر لیتا تھا۔ جب میں نے یہ درس ریکارڈ کیے تو میرا دل جوش سے بھر گیا کہ یہ تو ہمارے پیارے امام مہدی اور حضرت مسیح موعود کے فرمودات ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا بیان فرمودہ خطبہ جمعہ ہے جو مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ میں بڑے جوش کے ساتھ اپنا یہ فرض ادا کر کے واپس آیا اور جب مکرم چودھری صاحب اور بڑے ابا جی نے وہ سنے تو بہت خوش ہوئے کہ اُن کا اندازہ درست تھا۔ **مولوی صاحب کے درس اور خطبہ حضرت مسیح موعود کے ارشادات اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے خطبہ پر ہی مبنی تھے جو وہ مولوی صاحب روزنامہ الفضل میں سے نوٹ کر کے لے جایا کرتے تھے۔**

ایک بار بڑے ابا جی نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں احمدیت کا بابرکت پودا کس طرح لگا؟ اس ایمان افروز واقعہ میں انہوں نے اپنے تایا جان یعنی میرے پڑنانا جان حضرت میاں محمد مراد صاحب کا ذکر خیر فرمایا اور ہمیں بتایا کہ اُن کی یہ عادت تھی کہ وہ ہمیشہ اپنے پاس الفضل رکھتے تھے اور ہم سب کو نصیحت فرمایا کرتے کہ الفضل کو ضرور زیرِ مطالعہ رکھو اِسی بات کو اپنے خاندان میں جاری رکھتے ہوئے میں بھی یہی نصیحت کرتا ہوں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ میاں جی جب کبھی بس، ریل گاڑی یا تانگے میں سفر کرتے تو دیکھ لیتے کہ کوئی پڑھا لکھا نوجوان مل جائے تو اُس کے ساتھ بیٹھ جاتے اور اُسے الفضل تھما کر کہتے کہ نوجوان یہ اخبار تو پڑھ کے سناؤ۔ یوں دعوت الی اللہ کا سلسلہ چل نکلتا اور لوگ متاثر ہو کر احمدیت کے بارہ میں مزید تحقیق کرتے یا پھر احمدی ہو جاتے۔ اس طرح انہوں نے سینکڑوں انسانوں کو راہِ حق دکھائی۔ بعد ازاں میں نے یہ واقعہ تابعین احمد جلد اوّل میں بھی میاں جی کے حوالے سے پڑھا وہ درج کرتا ہوں:

مکرم عبدالعظیم صاحب درویش قادیان بیان کرتے ہیں: ''حضرت میاں محمد مراد صاحب کا اوڑھنا بچھونا دعوت الی اللہ تھا۔ ذاتی نقصانات جھیلتے لیکن قطعاً پروانہ کرتے۔ کاروبار تباہ ہو گیا۔ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمَل) کے .... ہونے کے باعث ہندو برافروختہ ہوئے اور بالآخر میاں صاحب کو بیرانوالہ بنگلہ سے بھاگ کر پنڈی بھٹیاں جانا پڑا...... میاں صاحب کا طرزِ دعوت الی اللہ تھا بہت پُرتاثیر اور جاذب تھا۔ میں تیرہ چودہ سال کا نوجوان تھا۔ مخالفین کے اعتراضات لے کر آیا۔ آپ نے مجھے الفضل پڑھنے کو دیا۔ اور جب بھی آتا الفضل پڑھنے یا سنانے کو کہتے اور میری تعریف کرتے .....اس طرح مجھ پر اَثر ہونے لگا۔''

(تابعین احمد جلد اوّل صفحہ نمبر 20، 21)

بڑے ابا جی نے مجھے بتایا کہ آپ کے پڑنانا جان میاں محمد مراد صاحب کی وفات 13 فروری 1968ء کو ہوئی اور تمہاری پیدائش اُن کی وفات کے ٹھیک ایک سال بعد 13 فروری 1969ء کو ہوئی۔ اس طرح بھی تمہارے اوپر زیادہ ذمہ داری بنتی ہے۔ اس بات نے مجھے میاں جی کے ساتھ ساتھ جماعتی جرائد اور رسائل کے زیادہ قریب کر دیا اور روزانہ جب تک میں الفضل کا مطالعہ نہ کر لیتا تھا مجھے سکون نہیں ملتا تھا۔ پھر جب میں کچھ بڑا ہوا تو بڑے ابا جی مکرم حکیم دوست محمد صاحب نے فرمایا کہ آپ الفضل کی خدمت کرو میں نے کہا کہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ سانگلہ ہل کے تمام احمدی گھرانوں میں پہنچایا کرو اور پھر مہینہ کے آخر پر بل بھی وصول کر لیا کرو۔ میں نے فوراً حامی بھر لی اور پھر ایک لمبا عرصہ جب تک کہ میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل نہیں ہوا میں نے یہ خدمت سرانجام دی اور اس خدمت کا مجھے بہت مزا آیا۔ ان دنوں ہمارے امیر جماعت مکرم چودھری فقیر اللہ صاحب تھے جو ایک دبنگ قسم کے بزرگ تھے سر پر کلاہ اور پگڑی پہنتے تھے اور ان کا سانگلہ ہل میں ہر ایک پر بہت رُعب اور دبدبہ تھا اور ہر کوئی ان کی عزت کرتا تھا اس وجہ سے بھی میں بے دھڑک ہر کسی کے سامنے الفضل اخبار رکھ دیا کرتا تھا۔ پھر ہماری جماعت میں مکرم حافظ محمود احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ تشریف لائے اور ایک لمبا عرصہ ہمارے پاس رہے۔ آپ نابینا تھے لیکن بہت بہادر انسان تھے میں اُن کی لاٹھی بن کر ساتھ چلتا تھا اور ان کو اپنے اُن زیرِ دعوت دوستوں سے ملواتا جو الفضل کی تقسیم کے دوران میرے زیرِ دعوت آئے تھے۔ یوں مجھے بھی سوال و جواب کی مشق ہوتی گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی ایک سعید روحیں احمدیت کے نور سے منور بھی ہوئیں۔ الحمدللہ

روزنامہ الفضل کے ساتھ ساتھ دیگر جماعتی رسالہ جات جن میں ماہنامہ تشحیذ الاذہان، ماہنامہ خالد، ماہنامہ انصاراللہ اور ماہنامہ مصباح بھی احمدی گھروں میں تقسیم کرتا اور مہینہ کے آخر پر بل بھی وصول کرتا۔ مجھے یاد ہے کہ معین چندہ جمع کروانے کے بعد مجھے کچھ پیسے بچ بھی جاتے تھے لیکن محترم بڑے ابا جی کی نصیحت کے مطابق وہ رقم میں مقامی فنڈ میں دے دیا کرتا تھا کیوں کہ اللہ کا دیا ہمارے پاس بہت کچھ تھا اور مجھے اِن پیسوں کی حاجت نہیں تھی میں تو برکت کی خاطر یہ کام کرتا تھا پھر یہ خدمت تو میں اپنا جدّی پشتی فرض سمجھ کر بجا لا رہا تھا۔ بعض غیر از جماعت دکان دار مجھے

چھیڑتے تھے کہ دیکھو حکیموں کا لڑکا چند پیسوں کی خاطر اخباروں اور رسالوں کی ہاکری کرتا ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت غیرت اور جوش آتا اور میں جان بوجھ کر اُن کے پاس بیٹھ جاتا اور اُن کو بتاتا کہ میں اللہ میاں اور اُس کے دین کی چاکری کر رہا ہوں آپ پڑھ کر تو دیکھو کہ اِن میں لکھا کیا ہے؟ میں اُن کو مفت اخبار مہیا کر دیتا جس کا بل میرے محترم بڑے ابا جی ادا کرتے تھے۔ چنانچہ اس بہانے وہ کچھ نہ کچھ پڑھ بھی لیتے اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ اُنہوں نے میری عزت کرنا شروع کر دی اور چھیڑنا بند کر دیا کہ یہ تو واقعی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاکری کر رہا ہے۔

ایک بار میں کچھ بیمار ہو گیا اور کچھ دن الفضل کی تقسیم سے رخصت ہو گئی تو کئی غیر از جماعت دوست میرے ابا جان کے مطب پر آئے اور پوچھا کہ مقصود کہاں ہے؟ دو تین دن سے وہ اخبار لے کر نہیں آیا؟ تو ابا جان نے اُنہیں بتایا کہ وہ تو بیمار ہے تو وہ سب احباب میرا پتہ کرنے ہمارے گھر پر بھی آئے اور اس بات نے میرے اندر ایسا جوش بھرا کہ میں نے بیماری کی پروا کیے بغیر اگلے ہی دن دوبارہ الفضل کی تقسیم کے لئے شہر میں پھرنا شروع کر دیا۔ ایک احمدی گھر کے سامنے جب میں پہنچا اور دستک دی تو جب وہ باہر نکلے تو میں اتنی دیر میں کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے اُن کے تھڑے پر گر گیا اور انہوں نے مجھے پانی پلایا اور ابا جان کو فون کر کے بلایا ابا جان اپنے ساتھ دوائیوں کا بکس لے کر آئے اور مجھے ایک انجکشن دیا اور اپنے ساتھ موٹر سائیکل پر بٹھا کر گھر لائے لیکن اُنہوں نے مجھے نہ تو ڈانٹا اور نہ ہی منع کیا بلکہ میری ہمت بندھائی جس سے اگلے دن جب میں نکلنے لگا تو ابا جان نے مجھے ایک انجکشن لگایا اور فرمایا کہ اب جاؤ۔ اس کے بعد مجھے یاد نہیں کہ کبھی میں نے ناغہ کیا ہو یا بیمار پڑا ہوں۔ حتیٰ کہ اگست 1988ء میں مَیں جامعہ احمدیہ میں انٹرویو کے لئے حاضر ہوا اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ الحمدللہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ روزنامہ الفضل کی ہاکری اور دیگر جماعتی تربیتی رسالہ جات کی تقسیم کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دین کی خدمت کے لئے وقف کی توفیق دی اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے بزرگوں پر رحمت کی چادر ڈالے رکھے اور بخشش کا سلوک فرمائے کیوں کہ انہوں نے خدمتِ دین کی یہ راہ دکھائی اور مجھے تادمِ آخر اس عہد کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مرے آباء کی مجھ پر ہے عنایت
مجھے اس در کا پتھر کر دیا ہے

میرے ابا جی جب تک زندہ رہے ان کے مطب پر روزنامہ الفضل اور دیگر رسالہ جات آتے رہے اور لوگ پڑھتے رہے۔

حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری

وصیت کی اہمیت

دین حق نے جو فرض عبادات مقرر فرمائی ہیں ان کے بجالائے بغیر تو کوئی انسان نجات اخروی پانے کا حق نہیں رکھتا۔ لیکن ان عبادات کے علاوہ بندے کی اخلاقی اور روحانی قدروں کو بلند کرنے اور اسے خدا تعالیٰ کا برگزیدہ اور مقرب بنانے کے لئے دین حق نے کچھ طوعی قربانیاں اور عبادات بھی مقرر فرمائی ہیں ان قربانیوں سے ایک وہ مالی قربانی ہے جو وصیت کی صورت میں دی جاتی ہے۔ آخری زمانہ کے لوگ چونکہ اس طوعی قربانی سے عملاً بالکل غافل ہو چکے تھے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے اس قربانی کو بھی خاص طور پر زندہ کیا ہے۔ تفصیل اس احیاء و تجدید کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

’’مجھے ایک جگہ دکھائی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی۔ اور اس کی تمام مٹی بھی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 316)

اس قبرستان کے متعلق حضرت مسیح موعود کو بڑی بھاری بشارتیں ہوئیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 318)

اس کے بعد حضور نے وہ تین شرطیں بیان فرمائی ہیں۔ جن میں سے دوسری شرط احیاء دین سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

’’دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہو گا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایات اس سلسلہ کے اشاعت (۔) احکام قرآن میں خرچ ہو گا اور ہر ایک صادق الایمان کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی وصیت میں اس سے زیادہ بھی لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہو گا۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 319)

حضرت مسیح موعود کے ان بیانات کو پڑھنے کے بعد ایک سچے اور مخلص صاحب استطاعت احمدی کے دل میں اس تڑپ کا پیدا ہونا ضروری ہے کہ وہ صدر انجمن احمدیہ کے حق میں وصیت کر کے اللہ تعالیٰ کی ان تمام رحمتوں سے حصہ پانے کا مستحق بنے جو اس قبرستان میں دفن ہونے کے مستحقین کا خاص حصہ ہیں۔ یہ امر وصیت حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا ایک امتحان ہے۔ اس لئے ہر صاحب حیثیت مخلص احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ جلد از جلد اس امتحان میں پورا اترے اور اپنے مال اور آمدنی کے کم از کم 1/10 حصہ کی صدر انجمن احمدیہ کے حق میں ضرور وصیت کرے۔ اگر کسی کو اس سے زیادہ حصے کی وصیت کی توفیق ہو تو وہ 1/3 حصہ کی وصیت کر سکتے ہیں۔ مگر اس سے زیادہ مال وصیت دین میں جائز نہیں تا دیگر ورثاء کا حق تلف نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

’’خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض خفیف خفیف امتحان بھی رکھے ہوئے تھے جیسا کہ یہ بھی دستور تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی قسم کا مشورہ نہ لے جب تک وہ پہلے نذرانہ داخل نہ کرے۔ پس اس میں بھی منافقوں کے لئے ابتلاء تھا۔ ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔ اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر کے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہو گی۔ اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔..........

لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے۔ اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔‘‘

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 328)

بالآخر حضرت مسیح موعود اس سلسلہ میں یہ وصیت فرماتے ہیں:۔

’’اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں۔ بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 ص 328)

اللہ تعالیٰ سب احمدی بھائیوں کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد بیعت وصیت کے رنگ میں بھی پورا کرنے کی توفیق دے۔ تاہم خدا تعالیٰ کی فہرست میں اس کے ان برگزیدہ بندوں میں شمار ہوں جو مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی ہر قسم کی رحمت سے حصہ پانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی بھائی کو دنیا سے محبت کر کے اس حکم کے ٹالنے سے محفوظ رکھے تا کہ کسی احمدی کو قیامت کے دن کف افسوس نہ ملنے پڑیں۔ آمین

(الفضل 19 مارچ 1958ء)

قبول احمدیت کے بعد الفضل علمی ترقی کا مؤثر ذریعہ بنا

مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب۔ فیصل آباد

خاکسار علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہے کہ ''الفضل'' پرچہ اپنے مقاصد کی نہایت اعلیٰ رنگ میں زمانہ کی ضرورتوں کے عین مطابق تکمیل کر رہا ہے اور جماعت احمدیہ کا دینی ترجمان ہے۔

خاکسار کا اس اخبار سے 1973ء سے تعلق چلا آرہا ہے۔ مئی 1973ء میں مجھے احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جبکہ اس وقت بی۔اے کا طالبعلم تھا۔ میرے گاؤں چک نمبر ج/433 دھیرو کے ضلع ٹوبہ میں بذریعہ ڈاک یہ اخبار آتا تھا۔ استاد مکرم مولوی محمد نعیم صاحب انصاری کے صاحبزادہ نصراللہ صاحب باقاعدگی سے اکثر پرچہ ڈاک خانہ سے لاتے اور احباب کرام استفادہ کرتے۔ خاکسار بھی اس دینی وعلمی پرچہ سے روحانی تشنگی دور کرتا۔ اخبار ''الفضل'' سے ایک قلبی لگاؤ ہو گیا تھا۔ اس لئے شدت سے اس کی آمد کا انتظار رہتا۔ دیگر ادبی وعلمی اور دینی موضوعات کے علاوہ جماعتی تحریکات اور ترقیات اور سرگرمیوں کا علم ہوتا رہتا تھا۔ خلفاء احمدیت کے خطبات جمعہ اور دیگر خطابات پڑھنے کا موقع اس کے ذریعہ میسر آتا رہتا۔ اس طرح میری زندگی میں ''الفضل'' علمی اور روحانی ترقی وارتقاء کا مؤثر وسیلہ اور ذریعہ چلا آرہا ہے۔

ایک وقت آیا کہ ''الفضل'' کے ساتھ قلمی رشتہ قائم ہو گیا۔ واجب الاحترام مدیران ''الفضل'' نے حوصلہ افزائی کی۔ خاکسار تو ''من آنم کہ من دانم'' کا مصداق تھا۔ لیکن ان بزرگ مرحوم ہستیوں کا دست شفقت میری معروضات میں معروضیت اور پختگی اور سلاست کا رنگ نمایاں کرتا گیا اور اس قابل ہو گیا کہ باوصف کوتاہی علم قلم پکڑنے لگا۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

مجھے کچھ لکھنے کے طور پر کسی مقام پر کھڑا کیا ہے۔ تو اس میں ''الفضل'' ہی کا اہم کردار اور مرہون منت امر ہے۔ نثر نگاری کی فیلڈ میں ان حوالوں سے بھی ''الفضل'' میری افتاد طبع پر اثر انداز ہوا ہے۔

نثر نگاری میں تربیت

روزنامہ ''الفضل'' نے نثر نگاری میں میری معاونت کا امر مفید انجام دیا۔ اس میں شائع ہونے والی تحریرات بالخصوص ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود اور خطبات جمعہ اور خطبات اجتماعات خلفائے احمدیت نے نثر نگاری میں بہت مدد دی ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری وساری ہے۔

اسلوب بیان میں رہنمائی

نگارشات میں اسلوب بیان کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ''الفضل'' کے اسلوب بیان نے بھی میرے فکر وتدبر کو جلا بخشی ہے۔ کوشش کی ہے کہ اسلوب بیان میں وہی جلا اور چمک ہو جو ''الفضل'' کا طرہ امتیاز ہے۔

مطالعہ کا ذوق وشوق

چونکہ ''الفضل'' سے وابستگی ہو چکی تھی۔ اس ربط وتعلق کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے مطالعہ کتب ورسائل ضروری تھا۔ مطالعہ کا شوق تو اوائل عمری سے تھا، تاہم ''الفضل'' نے اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ اب مطالعہ کتب سلسلہ کا چسکا بندہ عاجز کو بے تاب وبے قرار رکھتا ہے۔

دعوت الی اللہ کا ذریعہ

خاکسار کے لئے ''الفضل'' دعوت الی اللہ کا ذریعہ بنا۔ دوران ملازمت اپنے رفقاء کار کو حسب حالات مضامین شائع ہونے پر ''الفضل'' کا پرچہ ان کو پڑھنے کے لئے دیتا۔ مثلاً کوئی علمی مضمون ان کے ذوق کے موافق ''الفضل'' کی زینت بنا تو وہ پرچہ ''الفضل'' ان کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ''الفضل'' کے ذریعہ پیغام حق ان تک پہنچ جاتا۔ وہ خوشنودی کا اظہار کرتے۔

علم میں اضافہ ہونا

''الفضل'' چونکہ ایک اعلیٰ درجہ کا معیاری اخبار ہے۔ اس کے مضامین معرفت وعرفان کا خزینہ ہیں۔ حقائق ودقائق سے پُر ہوتے ہیں۔ ٹھوس معلوماتی ہوتے ہیں۔ اس لئے میرے علم میں اضافہ کا موجب بنتے چلے آرہے ہیں۔

طرز استدلال

خاکسار نے ''الفضل'' کے ذریعہ طرز استدلال سے آگہی حاصل کی اور پھر مطالعہ کتب سلسلہ نے اسے مزید روشنی عطا کی۔ جماعت احمدیہ کا علم کلام جو حضرت اقدس مسیح موعود کا تخلیق کردہ ہے۔ اس کی جھلک کا عکاس ''الفضل'' ہی ہے۔ یہی وہ طرز استدلال ہے۔ جس نے صلیب کو پاش پاش کیا ہے اور دجالیت کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ دین حق کا حسین وخوبصورت، خوشنما اور دلرُبا چہرہ دنیا کو دکھلا دیا۔

قلمی جہاد میں شرکت کا موقع دینا

میری حیاتِ مستعار پر ''الفضل'' کا یہ اثر بھی ہے کہ اس کے ذریعہ مجھے حضرت اقدس مسیح موعود کے جاری کردہ قلمی جہاد میں کسی حد تک شامل ہونے کا موقع ملتا آرہا ہے۔ یہ ایک سعادت ہے۔

بچوں کی تربیت

''الفضل'' کا مستقل قاری ہونے کے ناطے ''الفضل'' نے بچوں کی دینی اور جماعتی تربیت میں اہم رول ادا کیا ہے۔ کہ ان کی تربیت خدا تعالیٰ کے فضل واحسان سے احمدیت کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔

بچوں میں شوق مطالعہ

خاکسار ''الفضل'' ان کو دیتا اور بعض حصے ان سے پڑھنے کو کہتا۔ اس طرح وہ ''الفضل'' ان کی نظروں سے ضرور گزر جاتا اور پھر وہ اپنے مطلب وضرورت کی چیز بڑے شوق سے پڑھتے بلکہ خاکسار کو بھی توجہ دلاتے کہ آپ نے یہ مضمون پڑھا ہے۔ اس طرح ان میں مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ خاکسار کی بڑی بیٹی مکرمہ عطیۃ العلیم صاحبہ نے باقاعدہ ''الفضل'' کا اجراء کراچی سے کروایا ہوا تھا۔ جبکہ ان کی شادی سے قبل یہ سلسلہ نہ تھا۔ دوسرے دو بچے جو بیرون ملک مقیم ہیں۔ بذریعہ انٹرنیٹ ''الفضل'' سے وابستہ ہیں۔ اس لحاظ سے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ''الفضل'' بھی دینی تربیت گاہ ہے۔

خلافت کی ترجمانی

فیضانِ خلافت کے زیر اثر ''الفضل'' انہی خطوط پر اپنی پالیسی استوار کرتا ہے جو خلافت احمدیہ کا منشاء ومقصود ہے۔ خلیفہ وقت جماعت کی توانائیوں کے رخ کی سمت متعین فرماتا ہے تاکہ مقاصد جلیلہ اور اہداف عظیمہ بسہولت حاصل ہو سکیں ''الفضل'' روزنامہ اسی خلیفہ وقت کی طے کردہ سمت کی ترجمانی اور پاسبانی کرتا ہے۔

اخوت ومحبت پیدا کرنا

حضرت مصلح موعود نے اس اخبار کے جو مقاصد عالیہ اجراء کے وقت بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک احباب جماعت میں اخوت ومحبت کے جذبہ کو ابھارنا اور فروغ دینا بھی شامل ہے۔ ''الفضل'' اس میدان میں بھی نمایاں کارکردگی کا مظہر بنا ہوا ہے۔ شفقت علیٰ خلق اللہ کے پہلو کو اجاگر کرنے سے ہی اخوت ومحبت کے جذبات میں زندگی اور تابندگی پیدا ہو سکتی ہے۔ ''الفضل'' میں شائع ہونے والے اعلانات جو مختلف شعبۂ ہائے زندگی سے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور جس سے اخوت ومحبت کا باہمی رشتہ انسانوں میں مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً بچوں کی ''آمین''، ''ولادت'' کے اعلانات دینی واخلاقی ترقی کرنے میں دعا کا موجب بنتے ہیں۔ بیماری کا اعلان مریض کی شفایابی کی دعا کا محرک ہے۔ سانحہ ارتحال مرحومین کی مغفرت وبخشش کی دعا کا پیش خیمہ ہے۔ زندگی میں دیگر کامیابیاں اور کامرانیاں اور اعزازات مزید ترقی اور اقبال کے لئے دعا کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ یہ تمام امور دعا کی عادت راسخ کرتے ہیں۔ موقر روزنامہ ''الفضل'' کے ذریعہ سے دعا کے مواقع میسّر آتے ہیں جو زندگی میں ایک انقلاب کا درجہ رکھتے ہیں۔

المختصر یہ کہ روزنامہ ''الفضل'' کا میری زندگی میں اہم کردار چلا آرہا ہے۔ علمی وادبی، دینی، اخلاقی، تمدنی، سماجی اور جماعتی لحاظ سے اس نے میری زندگی پہ گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

دعا ہے کہ حضرت مصلح موعود کا جاری کردہ یہ چشمہ صافی اپنے اہداف کی تکمیل میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے۔ آمین

Shahtaj Sugar

is equally Sweet to Sugarcane Growers, Workers, Consumers and Shareholders

Fruits of success taste even sweeter when shared.
Sugarcane growers of our area get the best value for their crops at Shahtaj.
Our workers are happy that their toil and sweat turn to sweet bonuses.
Our consumers relish the richness of our product.

Above all the Shahtaj sugar-pot is yielding even sweeter dividends to its shareholders.

Shahtaj Sugar Mills Limited

Plant: Mandi Bahauddin, phones:(0546)501147-49, Fax:(0546501768)
Email: shahtaj@polmail.com.pk
Head Office: 72/C-1 M.M Alam Road, Gulberg-III, Lahore 54660, Ph: (042) 5710482-84
Email: ssml@pol.com.pk Fax:(042) 5711904
Regd. Office: 19, West Wharf, Karachi Phone: (021)200146-50, Fax: (021)2310623
Email:khi-snl@shahnawazltd.com

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا سلام اور الفضل کی صد سالہ جوبلی مبارک ہو۔
نیز حضور انور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست
امیر ضلع شیخوپورہ
و ضلعی مجلس عاملہ
عبدالحمید بھٹی

حضور پُرنور کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دلی مبارکباد
ماسٹر حمید خاں صاحب
امیر حلقہ داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ
چوہدری منیر احمد صاحب
صدر جماعت ہائے احمدیہ گھٹیالیاں خورد سیالکوٹ
اور ممبران مجلس عاملہ جماعت ہائے احمدیہ گھٹیالیاں خورد
اور
احباب جماعت احمدیہ گھٹیالیاں خورد ضلع سیالکوٹ

Fateh Jewellers
All new collection
All kinds
of Singaporean
Italian &
Indian Madrasi
Jewellery
Available in 22k & 23k
Alais Allah Rings
Silver Jewellery
For More Information
Contact us
+92 47 6216109
+92 333 6707165
fatehjeweller@gmail.com
www.fatehjewellers.com

روزنامہ "الفضل" کے مبارک، مبارک، سو سال مبارک
الحمد سیڈ کارپوریشن
کے ساتھ ساتھ اب
الحمد ایگرو کیمیکل
زرعی ادویات و بیج گندم، چاول، کپاس، مکئی اور چارہ جات
اعلیٰ کوالٹی میں دستیاب ہیں
ہیڈ آفس:۔ 75 انڈسٹریل اسٹیٹ فیز II ملتان
برانچ:۔ غلہ منڈی چیچہ وطنی ضلع ساہیوال
چوہدری نصیر احمد 0300-6902801
چوہدری محمد احمد 0300-6917801

تمام جماعت احمدیہ کو صد سالہ الفضل کی اشاعت پر مبارکباد

اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے۔

قائد مجلس خدام الاحمدیہ ڈسکہ کلاں

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ ڈسکہ کلاں

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و تندرستی درازئ عمر کے لئے دل کی گہرائیوں سے ہم دعا گو ہیں

ناظم ضلع و اراکین عاملہ ضلع و اراکین انصار اللہ ضلع مظفر گڑھ

قائد ضلع و اراکین عاملہ ضلع و اراکین خدام الاحمدیہ و اراکین اطفال الاحمدیہ ضلع مظفر گڑھ

حفیظ احمد شہزاد ابن نذیر احمد کوٹ دین محمد بدوملہی ضلع نارووال عظمیٰ شہزاد (بیگم)

نفیس احمد (بیٹا) سائمہ شہزاد (بیٹی) کاشفہ حفیظ (بیٹی)

مبارک احمد صابر ابن شریف احمد زعیم و بیگم و والدین و بچگان و اہل خانہ مظفر گڑھ شہر

طارق جمیل ابن عبدالرشید و بیگم و بجیلہ طارق (بیٹی) محلہ امین آباد جنرل بس سٹینڈ مظفر گڑھ

محمد شعبان احمد ابن فہید احمد ناصر آباد فارم ضلع عمر کوٹ سندھ حال مظفر گڑھ

نعیم سوپ فیکٹری

ڈیرہ لکھا۔ بہاولپور

محمد نعیم اللہ ابن چوہدری عطاء اللہ

چوہدری محمد ظفر اللہ ابن چوہدری عطاء اللہ

0300-8688570,0300-6850575
062-2872214

الفضل... تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سوا ہے

مکرمہ ریحانہ صدیقہ بھٹی صاحبہ۔ لاہور

یہ ان دنوں کی بات ہے جب نئی نئی لاہور شفٹ ہوئی تھی۔ جماعت سے نیا نیا رابطہ تھا۔ چونکہ ہماری والدہ کی بچوں کو پہلی نصیحت ہمیشہ یہی رہی کہ جہاں بھی رہو، گھر میں سب سے پہلے الفضل لگواؤ۔ چونکہ نیا نیا جماعت سے رابطہ تھا۔ اس لیے کئی دن لگ گئے مناسب شخص کی تلاش میں جو الفضل تک پہنچائے۔ امیقر یباً روزانہ ہی فون پر پوچھتیں ''الفضل لگوالی ہے؟'' آخر خدا خدا کر کے 'ہاں' میں جواب دیا...... اور خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت مصلح موعود کا یہ فقرہ جب بھی ذہن میں آتا ہے تو دل پسیج جاتا ہے اور آنکھیں بھر آتی ہیں۔

''الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا۔''

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ 18)

پھر ہم کیسے نظر انداز کر سکتے الفضل کی اہمیت کو۔ اس کے لیے تو دل میں محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔

نبوت کے ہاتھوں جو پودے لگے (الحکم، البدر) وہ نبوت کی سرزمین میں پھول کھلاتے رہے اور یہ پودا جو خلافت کے ہاتھوں لگا یہ خلافت کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا اب لندن تک جا پہنچا ہے۔

الفضل ہماری تربیت کا ذریعہ۔ ہمیں ہمارے پیاروں کی خبریں پہنچاتا ہے، رابطہ کا ذریعہ۔ ہماری تاریخ کا ایک معتبر اور مستند حوالہ۔ ہمارے اجلاسوں اور جلسوں کا مواد۔

الفضل تو میں ہوں الفضل میرے وجود کا حصہ ہے۔ میں ماں ہوں تو الفضل میرے لیے تربیت اولاد کا ذریعہ بن کر آیا ہے بیٹی ہوں تو مجھے والدین کے حقوق یاد دلانے آیا ہے۔ میاں بیوی کو ان کی ذمہ داریاں بتانے آیا ہے۔ دوسرے اخبارات خبروں کے ساتھ ساتھ بے چینی اور اضطراب بھی ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ لیکن یہاں تو خبروں کے ساتھ ساتھ ایسی پیاری پیاری تحریرات نظر سے گزرتی ہیں کہ انسان کا نیک ہو جانے کو اور گناہ ترک کر دینے کو جی چاہتا ہے۔

الفضل کا کردار تو رگوں میں دوڑتے خون کا ہے بلکہ شائد اس سے بھی کچھ بڑھ کر۔ جو ہر جگہ پہنچتا ہے اور (تازہ آکسیجن) زندہ رہنے کے لیے ضروری مواد اور زندہ رہنے کی وجوہات ہمارے گھروں تک لاتا ہے۔ ہم نے اپنے گھر میں اپنے بڑوں سے الفضل کی محبت ورثہ میں پائی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ اگر کسی اور نے الفضل پہلے پکڑ لی تو دل میں تھوڑا حسد سا محسوس ہوتا ہے۔

سختیوں کے کیسے کیسے دور دیکھے ہیں اس کاغذی پیرہن نے، خدا جانتا ہے...... یا خدا والے جانتے ہیں۔ لیکن یہی کہیں گے اہل انا کو کہ کیا یہ کاغذی وجود بھی اب دکھنے لگا ہے نظروں میں تمہاری۔

مکرم احسن اسماعیل صدیقی صاحب مرحوم گوجرہ

الفضل کا خطبہ نمبر

یوں تو الفضل کا میں بے حد شائق ہوں۔ مگر جس دن الفضل کا خطبہ نمبر ملتا ہے۔ فرطِ مسرت سے جھومنے لگتا ہوں اور کسی ایسی جگہ کا متلاشی ہوتا ہوں۔ جہاں میرے مطالعہ میں کوئی چیز مخل نہ ہوسکے تاکہ میں چپ چاپ اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے مبارک منہ سے نکلے ہوئے جادو اثر الفاظ پڑھوں۔ بار بار پڑھوں اور ایک کیف کے سمندر میں ڈوب جاؤں!!

میں نے ہرکارے کی آمد کے صحیح وقت کو معلوم کرنے کے لئے اپنے صحن کی دھوپ پر نشان لگا رکھا ہے۔ ہر پانچ منٹ کے بعد بے تابانہ اسے دیکھتا ہوں اور جونہی کہ دھوپ میرے مقررہ نشان پر آجاتی ہے۔ میں اپنے ڈرائنگ روم میں ہرکارے کے انتظار میں آبیٹھتا ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی راہگیر کے بوٹوں کی آواز سے ہرکارے کے آنے کا دھوکا ہوجاتا ہے۔ میں اس پھرتی سے دروازہ کھولتا ہوں کہ بچارا راہگیر خوفزدہ سا ہوکر رہ جاتا ہے۔ مگر میں ہرکارے کو نہ پاکر پھر دروازہ بند کرلیتا ہوں۔ وہ شریف آدمی اپنے ٹھیک وقت پر آتا ہے اور اپنے مخصوص لہجہ سے آواز دے کر مجھے میری ڈاک دے جاتا ہے۔

میری ڈاک، عزیزوں کے خطوط، دوستوں کے محبت ناموں، چند ایک ادبی رسائل اور مختلف اخبارات پر مشتمل ہوتی ہے۔ مگر میری نظر ہمیشہ ایک چھوٹے سے تہہ شدہ اخبار پر پڑتی ہے۔ اس کا نام ''الفضل'' ہے۔ کھولتا ہوں اور اس میں ایسا کھو جاتا ہوں کہ باقی ماندہ ڈاک میری میز پر پڑی کی پڑی رہ جاتی ہے۔!!

28 مارچ 1936ء کو حسب معمول میں اخبار الفضل کا منتظر اپنے دروازے کے سامنے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا کہ کسی کے بوٹوں کی آواز سنائی دی، پیچھے مڑ کر دیکھا تو پوسٹ مین نیچی گردن کئے۔ ڈاک کے تھیلے میں سے کچھ خطوط اور اخبارات وغیرہ نکال رہا تھا۔ یہ میری ڈاک تھی۔ سنبھالی اور ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کرکے تمام ڈاک کو پہلے کی طرح میز پر بکھیر دیا۔ میری نظر سرخ رنگ سے لکھے ہوئے الفضل پر پڑی۔ یہ خطبہ نمبر تھا۔ اٹھایا اور پڑھنے لگ گیا ایک ایک لفظ دل میں کھبتا جارہا تھا اور ایسا معلوم ہورہا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ میرے سامنے کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں۔ جی چاہتا تھا کہ پر ہوں تو اڑ کر قادیان کے مقدس مامور کی عظیم الشان یادگار اپنے پیارے آقا کے قدموں سے جا کر لپٹ جاؤں۔ جب میں خطبہ پڑھتے پڑھتے ان الفاظ پر پہنچا کہ آؤ ہم پھر اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جائیں اور اپنی سجدہ گاہوں کو۔ تو میری آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ خطبہ کی آخری دعا، بڑی مشکل سے ختم کی اور اسی وقت اپنے رب کے حضور سجدہ کے لئے جھک گیا اور بے اختیار میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

اے خالق دوجہاں اے بادشاہوں کے بادشاہ اے بےکسوں کے والی اے قادر مطلق خدا! تو اپنی ذات کے صدقے اور اپنے جلال کے صدقے ہم ناتوانوں اور مظلوموں پر رحم کر۔ رحم کر۔ رحم کر کہ تیرے سوا کوئی رحم کرنے والا نہیں تو ہی ارحم الراحمین ہے تجھے ہی دنیا میں امن قائم کرنے کی طاقت ہے۔ آہ! اے سمیع بصیر خدا! ناپاک روحیں تیرے پیارے فرستادہ مسیح کو گندی گالیاں دیتی ہیں۔ تیرے پیارے بندوں کے دل دکھاتی ہیں۔ تو اپنی ربوبیت کا جلوہ دکھا اور ان لوگوں کو ہدایت کا نور بخش۔ یا غضب کی آگ ان بدروحوں پر برسا کر پاک کردے۔ آمین آمین

(الفضل 7/اپریل 1936ء)

مکرم رانا مبارک احمد صاحب۔ لاہور حال لندن

روحانی ناشتہ۔ بچپن سے اب تک

جب تک الفضل اخبار ناشتہ کی ٹیبل پر نہ ہو ناشتہ کا لطف نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ایک روحانی ناشتہ ہے میرے والد محترم رانا محمد یعقوب صاحب ایک خواب کی بنا پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے اور جالندھر سے قادیان جاکر بیعت کی اور بڑی تکلیفیں اٹھائیں پھر میرے والد صاحب جالندھر سے فیروز پور آگئے۔ خاکسار کی پیدائش 1938ء کی ہے اور 46-1945ء سے الفضل کو دیکھ رہا ہوں۔ گھر آتا تھا والد صاحب محترم بڑے ہی شوق سے پڑھتے اور ہم چھوٹے چھوٹے بہن بھائی تھے مجھے اتنا یاد ہے کہ گھر کے بڑے ہمارے سامنے الفضل پڑھتے اس لئے بچپن سے الفضل اخبار سے عشق ہے جو کہ مرتے دم تک رہے گا۔ پھر ہجرت کرکے 1947ء میں لاہور پاکستان آگئے الفضل اخبار گھر میں آتا رہا۔ ہم بہن بھائی اور والد محترم الفضل کو پڑھتے رہے اور روحانی فیض حاصل ہوتا رہا اور ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی حاصل ہوتی رہی اس اخبار کو جاری ہوئے سو سال ہونے کو ہیں نہ صرف خاکسار کی تربیت میں معاون ثابت ہوا بلکہ ہر فرد جماعت کی تربیت کا باعث بنا۔ یہ ایک روحانی چشمہ ہے۔ اس کو پڑھنے سے روحانی غذا ملتی رہتی ہے۔

خاکسار الفضل سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے 1960ء میں لاہور سے بہاولپور چلا گیا اور وہاں پر بھی الفضل اخبار کو سینہ سے لگائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ 1964ء سے خاکسار نے دکھی انسانیت کو دیکھتے ہوئے الفضل اخبار کا سہارا لیا۔ اور دعاؤں کے اعلانات شائع کروانے شروع کئے۔ اب تک سینکڑوں اعلانات درخواست دعا احباب کے الفضل اخبار میں شائع کروا چکا ہوں جس کو پڑھ کر ہر کسی نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بیماروں کو شفا مل چکی ہے۔ اس طرح دوسرے اعلانات بھی الفضل کو اشاعت کے لئے بھیجتا رہا۔ اس کے علاوہ خاکسار کے سو سے زیادہ مضامین الفضل اخبار میں شائع ہوئے۔ یہ سب الفضل اخبار ہی کا کمال ہے کہ اس نے تحریر کے میدان میں میری تربیت کی خاکسار کو الفضل کے ایڈیٹر صاحب نے چھوٹے چھوٹے مضمون شائع کرتے ہوئے صحافت کے لائن میں کھڑا کیا۔ الفضل میں شائع ہونے والے مضامین کی روشنی میں خاکسار کو دو کتب ''یادیں اور قربتیں'' اور ''حرف عاجزانہ'' شائع کرنے کی توفیق ملی۔ جن کے بارے میں پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

سال بھر میں مختلف عنوانات سے خاص نمبر بھی شائع ہوتے ہیں جو کہ نہایت محنت سے تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ اخبار تربیت اولاد کے لئے بہت ضروری ہے بلکہ تربیت کی ایک درس گاہ ہے جس کے ذریعہ ہم خدا کے قریب ہوسکتے ہیں۔

1980ء میں خاکسار بہاولپور سے لاہور آگیا۔ 1983ء سے 2012ء تک صدر حلقہ علاقہ اقبال ٹاؤن لاہور کی خدمت کی توفیق ملی۔ یہاں پر بھی کئی پرچے الفضل جاری کروائے۔ اشتہار وغیرہ بھی لے کر دیئے کیونکہ خاکسار کی ہمیشہ خواہش رہی کہ الفضل کو مالی طور پر مضبوط بھی کیا جائے۔ چنانچہ ادارہ الفضل نے خاکسار کو اعزازی نمائندہ الفضل برائے لاہور مقرر کردیا۔ اس طرح خاکسار کو ایک اعزازی نمائندہ کے طور پر خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ اب خاکسار لندن میں الفضل سے مستفید ہورہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

مکرمہ صفیہ بشیر سامی صاحبہ۔ لندن

مری میں ربوہ کی خبریں الفضل سے ہی ملتی تھیں

میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ میں نے جب سے آنکھ کھولی ہے تب سے الفضل کو دیکھا ہے۔ مگر ہاں مَیں یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کہ جب سے شعور کی آنکھ کھولی ہے تب سے الفضل کو اپنے گھر میں ہی پایا ہے۔

مَیں اب نہیں جانتی کہ ربوہ کے گھروں میں اخبار کس وقت آتا ہے، جب کی میں بات کر رہی ہوں اُس وقت ہمیں ہر روز شام کو الفضل مل جاتا تھا اور وقت کا بھی ہمیں اندازہ تھا کہ کس وقت تک اخبار والا اخبار پھینک کر جائے گا تو ہم بہنیں انتظار میں ہوتیں جیسے ہی اخبار کے گرنے کی آواز آتی ہم اخبار کی طرف جھپٹتیں اور کوشش کرتیں کہ پہلے مجھے مل جائے۔ اُن دنوں کوئی بہت زیادہ دلچسپی کی اور چیزیں نہیں ہوتی تھیں یہی علمی ادبی اور معلوماتی اخبار تھا۔

اُن دنوں سب سے اوپر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صحت کے بارے میں اعلان ہوتا تھا جو ہم پہلے پڑھتے تھے۔ پھر پورا اخبار پڑھا جاتا۔ اُس کے بعد دوسرے اخبار بھی آنے لگ گئے مگر دینی معلومات اور اپنی جماعت کی خبریں اور دنیاوی خبریں صرف ہمیں الفضل اخبار سے ہی ملتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ شادی کے بعد ہم گرمیوں کی چھٹیوں میں اکثر پشاور سے مری چلے جاتے تھے وہاں میرے جیٹھ اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے میرے سُسر ابا جی (سردار مصباح الدین صاحب) بھی ہمارے ساتھ ہوتے تھے وہ جانتے تھے کہ میں الفضل اخبار کتنے شوق سے پڑھتی ہوں اور وہ خود بھی اخبار کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے ہر روز وہ بہت دور سے جا کر میرے لئے اخبار لاتے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اخبار ہمیشہ میں پہلے پڑھتی ہوں اس لئے وہ ہمیشہ دو اخبار لاتے ایک الفضل اور دوسرا مشرق اخبار، الفضل مجھے دیتے کہ مجھے ربوہ کی خبروں کی انتظار ہوتی تھی۔ بعد میں ابا جی الفضل پڑھتے اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔

ہاں جیسے مَیں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جب ہم بہنیں ربوہ میں شام کا انتظار کرتے تھے کہ کب اخبار آئے گا؟

لیکن اب تو میری یہ عادت بن گئی ہے کہ مَیں صبح کو اپنا کمپیوٹر آن کرتی ہوں تو الفضل میرے سامنے آجاتا ہے۔ ہمیں اتنی بڑی سہولت پہنچانے کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ الفضل کا مَیں شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ مَیں اس اخبار کی احسان مند ہوں کیونکہ اس کو پڑھ پڑھ کر مَیں نے کچھ نہ کچھ لکھنا سیکھا اور الفضل نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اخبار کو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقیاں عطا کرتا چلا جائے۔ آمین اور ہم ہمیشہ اِس سے علم حاصل کرتے رہیں۔ سچی اور آخری بات یہ ہے کہ الفضل سے ہم روحانی مائد حاصل کرتے ہیں۔

الفضل سے میں نے دینی مسائل اور اردو سیکھی

کینیا اور تنزانیہ میں الفضل کے مضامین کی اشاعت

محترم مولانا محمد منور صاحب مربی سلسلہ افریقہ

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے الفضل کو اپنے گھر آتے دیکھا ہے۔ ابتدائی قاعدہ کا سبق پڑھا کر ابا جان حروف تہجی کی شناخت 'الفضل' سے کرواتے تھے۔ چند سال کے بعد وہ مجھ سے 'الفضل' میں شائع شدہ چھوٹے چھوٹے آسان مضامین پڑھوا کر سنتے اور ساتھ ساتھ تصحیح بھی فرماتے جاتے۔ جب ہائی سکول میں پہنچا تو حضرت مسیح موعود کی مقدس تحریرات سے اقتباسات مندرجہ 'الفضل' پڑھنے کو کہتے۔ عربی اور فارسی الفاظ کی نہایت آسان اور قابل فہم تشریح میرے ذہن نشین کرواتے۔

اس طرح اردو زبان پر مجھے قدرت حاصل ہوگئی اور سمجھ کر پڑھنے کی عادت پڑ گئی۔ اپر پرائمری کی جماعتوں میں ہی مجھے صحت کے ساتھ اردو عبارت پڑھ سکنے کی استعداد حاصل ہوگئی تھی۔ ہمارے ایک احمدی استاد مولوی عبدالحق صاحب مجھے اپنے سے اونچی جماعتوں کے طلباء سے اردو عبارت پڑھنے میں مقابلہ کے لئے بھجواتے۔ مجھے ہمیشہ شاباش ملتی اور اس سے میرا حوصلہ بڑھ جاتا۔

جب دینی مسائل سمجھنے کی اہلیت مجھ میں نظر آئی تو ابا جان اختلافی مسائل کے بارہ میں مضامین پڑھنے کا حکم دیتے اور پھر مجھ سے اس کا مفہوم بیان کرنے کے لئے کہتے۔ جہاں ضرورت ہوتی وہاں مزید تشریح کر کے مسائل آسان بنا دیتے۔ ابا جان بہت اعلیٰ پایہ کے استاد تھے۔ قدم بقدم اس طرح مجھے آگے بڑھایا کہ مسائل از بر ہوتے گئے اور ذہن پر بھی بوجھ نہ پڑا۔

'الفضل' سے میں نے اردو زبان سیکھی۔ دینی مسائل کا ادراک حاصل کیا۔ میرا ذہن خدا تعالیٰ کے فضل سے روشن ہوتا چلا گیا اور احمدیت کے بیان کردہ مسائل کے بارہ میں مجھے کبھی شک یا تردّد پیش نہیں آیا۔ بچپن ہی سے گویا یہ عقائد میری گھٹی میں داخل ہوگئے جس کا فائدہ میں اب تک اُٹھا رہا ہوں۔

پاکستان سے باہر جانے کے بعد اپنا پیارا اخبار روزانہ پڑھنے کے لئے آنکھیں ترس ترس جاتیں۔ کیونکہ وہاں پورے ہفتے کا پیکٹ بذریعہ ہوائی جہاز بھجوایا جاتا تھا اور جس دن یہ پیکٹ ملتا وہ انتہائی خوشیوں کا دن ہوتا۔ گویا ہر ہفتے عید کا سا سماں ہوتا اور روحانی کیف و سرور اپنے عروج پر ہوتے۔

کینیا میں قیام کے دوران میں نے ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو معلمین کی میٹنگ کا دن بنایا ہوا تھا۔ 'الفضل' سے معلمین حضرات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات سناتا۔ جماعتی خبریں انہیں بتاتا اور مرکز کے حالات سے آگاہ کرتا۔ جب نیروبی منتقل ہوا تو اردو اخبار احمدیہ (ماہانہ) میں الفضل سے مضامین کا خلاصہ لکھتا اور اسے سائیکلوسٹائل کر کے احمدی جماعتوں کو بھجواتا تھا۔ ماہانہ سواحیلی اخبار میں بھی ضروری اور مفید مضامین کا خلاصہ پیش کرتا اور جماعتی خبریں عمدہ اور مختصر رنگ میں احباب تک پہنچاتا تھا۔

تنزانیہ تبدیلی ہوئی تو وہاں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ غرضیکہ الفضل ہر جگہ میرا ہمجولی اور ساتھی رہا۔ باہر جانے سے پہلے جب 1946ء میں میری تعیناتی کانپور (یو۔پی) میں ہوئی تو میں نے 'الفضل' میں مضامین بھجوانے شروع کئے جو شائع ہوتے رہے گویا 'الفضل' سے جو کچھ حاصل ہوا تھا اس سے میرا رُواں رُواں سیراب ہوگیا اور اب وہ پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے لگا۔

ریٹائرڈ ہونے کے بعد بھی الفضل سے پیار جاری رہا۔ مانگے تانگے کا اخبار تو ہر روز پڑھ لیتا تھا۔ لیکن اس سے سیر حاصل استفادہ نہ کر پاتا تھا۔ خدا بھلا کرے جناب آغا سیف اللہ صاحب مینیجر روزنامہ 'الفضل' کا کہ انہوں نے گزشتہ سال کے اواخر میں ایک پرچہ مجھے اعزازی طور پر بھجوانے کا اہتمام فرمایا۔ اب یہ میرا بچپن کا ساتھی سارا دن میرے پاس رہتا ہے اور اس سے مجھے روحانی سکون ملتا رہتا ہے۔

'الفضل' میں پہلے ''ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں'' کے عنوان سے آخری صفحہ پر ملکی و غیر ملکی خبروں کا عمدہ خلاصہ چھپتا تھا۔ میری معلومات عامہ کا ماخذ و منبع یہی آخری صفحہ ہوتا تھا جو مجھے ملکی اخبارات سے بے نیاز رکھتا تھا۔ یوں بھی مجھے بچپن ہی سے جماعتی جرائد و رسائل سے اتنا لگاؤ پیدا ہوگیا تھا کہ ان کے علاوہ کوئی چیز پڑھنے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا۔ ابا جان کی بھی یہی خواہش تھی کہ میں جماعتی اخبارات کو زیرِ مطالعہ رکھوں۔

اب بھی ہمارے مؤقر روزنامے کا آخری صفحہ ملکی و غیر ملکی خبروں سے مزین ہوتا ہے۔ یہ خلاصہ ایسے عمدہ طریق سے تیار کیا جاتا ہے کہ دوسرے اخبارات پڑھنے کی سر دردی مول نہیں لینی پڑتی اور ضروری باتوں کا علم بھی دو منٹ میں ہو جاتا ہے۔ اب تو میرے لئے پڑھنا بھی دشوار ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ 'الفضل' کے عملہ میں ایسے ذمہ دار کارکنان موجود ہیں جو کافی زحمت اُٹھا کر اور بہت سے اخبارات کی ورق گردانی کے بعد خبروں کا ایسا عمدہ جوس تیار کر دیتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

میری دلی خواہش ہے کہ ہر احمدی گھرانہ یہ اخبار منگوائے۔ تمام افراد خانہ اس کا اس طرح مطالعہ کریں جیسے میرے ابا جان مجھے کروایا کرتے تھے۔ میں تو کہوں گا کہ اس کام کے لئے ایک وقت مقرر کر کے اسے تسلّی اور اطمینان سے پڑھا اور پڑھایا جائے۔ مشکل عبارات اور الفاظ کے معانی ذہن نشین کرائے جائیں اور ضروری مسائل اتنے تکرار سے سمجھائے جائیں کہ دل و دماغ میں پیوست ہو جائیں۔ اس قیمتی اخبار کا مطالعہ دوسرے اخبارات کی طرح سرسری رنگ میں ہرگز نہ کیا جائے کہ اخبار اٹھایا جستہ جستہ سرخیاں دیکھیں، کہیں کہیں سے چند سطور پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم نے الفضل پڑھ لیا ہے۔

ہمارا اخبار ایک مربی اور معلم کا مقام رکھتا ہے۔ اس سے مکمل استفادہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس کے علمی اور روحانی مضامین کو ذہن و قلب کی لائبریری میں محفوظ کر لیا جائے اور ہر روز ان علوم میں اضافہ ہوتا رہے یہاں تک کہ دل و دماغ ان مضامین سے سیراب ہو جائیں اور جیسا کہ عرض کیا ہے یہ روحانی آبِ شفا چھلک کر باہر کی طرف بہنا شروع ہو جائے اور ہر قریب و بعید کی آبیاری کرتا چلا جائے۔

خدا کرے کہ میرا بچپن کا ساتھی میرے بعد بھی جماعت کے اطفال و خدام کی بھرپور رہنمائی کرتا رہے اور وہ بھی اسے اپنا ہمجولی اور دوست بنا لیں!

(الفضل 25 مئی 1993ء)

مکرم حکیم منور احمد عزیز صاحب۔ ربوہ

میاں غوث محمد صاحب کا قبولِ احمدیت اور الفضل

موضع کیلے ضلع شیخوپورہ میں ایک نہایت مخلص احمدی ان پڑھ دوست میاں عبدالعزیز صاحب گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ جناب حکیم عبدالعزیز صاحب آف چک چٹھہ سے ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور احمدیت کے سچے شیدائی تھے۔ احمدیت سے عشق کا یہ حال تھا کہ ان پڑھ ہونے کے باوجود الفضل کا پرچہ لگوا رکھا تھا۔ جو بھی آپ کے پاس دکان پر آ کر بیٹھتا آپ اسے کہتے ذرا یہ اخبار کا ورق مجھے پڑھ کر سناؤ۔ ایک دن ان کی دکان پر موجود الفضل کے پرچہ پر ایک غیر از جماعت مولوی ماسٹر میاں غوث محمد کی نظر پڑی جو نماز جمعہ پڑھا کر سیدھے آ رہے تھے اس پرچہ پر لکھے ہوئے قرآنی الفاظ نے ان کا دل روشن کر دیا۔ میاں غوث محمد صاحب نے اخبار الفضل کا مطالعہ باقاعدہ شروع کر دیا آہستہ آہستہ اخبار الفضل میاں غوث محمد صاحب کی روح کی غذا بننے لگی۔ حضرت میاں عبدالعزیز صاحب خود تو ان پڑھ تھے انہوں نے میاں غوث محمد صاحب کا رابطہ میرے والد محترم حکیم عبدالعزیز صاحب آف چک چٹھہ ضلع حافظ آباد سے کروا دیا۔ میاں غوث محمد صاحب سکول ٹیچری کے علاوہ فن طبابت سے بھی تعلق رکھتے تھے اس لیے آپ کی ملاقات جناب حکیم عبدالعزیز صاحب سے ہونے کی دلچسپی اور بھی بڑھ گئی پھر میاں غوث محمد صاحب وقت نکال کر چھٹی کے دن آ کر کئی کئی گھنٹے جناب حکیم عبدالعزیز صاحب سے تبادلہ خیالات کرتے آخر 1959ء کے قریب جناب میاں غوث محمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس نظام میں داخل ہو کر دعوت الی اللہ کرنے لگے۔ آپ بااثر اہل علم، خوش مزاج، عمدہ گفتگو کرنے والے اور دانش مند انسان تھے۔ آج ان کی اولاد نے بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے گہرا تعلق قائم کر رکھا ہے۔

کیا ہی مبارک اخبار الفضل کا وہ پرچہ تھا جو پورے خاندان کیلئے ہدایت کا موجب بنا۔ میری اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لائے اور حضور انور کی خواہش کے مطابق اخبار الفضل کی اشاعت لاکھوں اور کروڑوں میں چلی جائے۔

جناب حکیم عبدالعزیز آف چک چٹھہ ضلع حافظ آباد ہمیشہ اخبار الفضل کا مطالعہ کرتے۔ احمدیوں کے خلاف حکومتی آرڈیننس کی وجہ سے اخبار الفضل بند ہو گیا چونکہ الفضل کا مطالعہ آپ کی روحانی غذا تھی چنانچہ الفضل کا پرچہ نہ ملنا بھی آپ کی صحت کے لیے مزید نقصان دہ ثابت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب الفضل کا ضمیمہ شائع ہوا تو آپ کمزوری کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کے بیٹے مکرم حکیم قاضی نذر محمد نے اخبار الفضل کا ضمیمہ دکھاتے ہوئے کہا ابا جی اخبار الفضل آ گئی۔ آپ نے فوراً ہاتھ پھیلایا اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ مجھے الفضل دو الفضل کا پرچہ دیکھ کر آپ کو ایسی خوشی ہوئی کہ ایسے معلوم ہوا کہ آدھی بیماری اس کو دیکھ کر ہی غائب ہوگئی۔

الفضل کی معلومات سے اساتذہ کو حیران کر دیتی تھی

ن۔ن گلشن راوی لاہور

ابا کا یہ قول یاد آ رہا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ارشاد بتایا کرتے تھے کہ تم لوگوں کو الفضل کی قدر نہیں ہے اس کی قدر کیا کرو ایک زمانہ آئے گا جب الفضل کا ایک ایک شمارہ ایک ہزار روپیہ کا ملے گا۔انہیں وفات پائے 22 سال ہو چکے ہیں خدا ان کی مغفرت کرے (آمین)۔لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہماری زندگیوں میں آج الفضل کی اہمیت پہلے سے بڑھ کر ہے۔

ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے الفضل کو اپنے گھر میں آتے دیکھا۔ہمارے گھر میں الفضل پڑھنے کی چاٹ کیا چھوٹے کیا بڑے سب کو ابا جان نے ہی لگائی تھی۔صبح پہلے پڑھنے کے لئے ہم سب بہن بھائی ہاکر کا انتظار کیا کرتے تھے۔چھٹی والے دن الفضل پڑھنے کو نہ ملے تو لگتا تھا آج زندگی میں کچھ کمی سی ہے اور میری زندگی میں تو ہوش سنبھالنے سے ہی الفضل کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے میں نے تو پہلے دن سے ہی الفضل کو اپنے لئے حرز جان بنا رکھا ہے۔میں دوسرے اخبارات بھی شوق سے پڑھتی ہوں مگر جو تنوع الفضل کے مضامین میں وہ کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ الفضل میں آنحضورؐ کے اقوال بھی ہیں ملفوظات مسیح موعود بھی ہیں بزرگوں کے نیک اعمال کا ذکر بھی ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسان وقت کے ساتھ ساتھ بھول جاتا ہے اور عمر کا تقاضا بھی یادداشت پر اثر ڈالتا ہے مگر الفضل روزانہ ان اچھی باتوں کی یقین دہانی کرواتا رہتا ہے اور ہم انہیں زندگی میں جاری و ساری کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔گویا کہ اعمال کی اصلاح اور رشد و ہدایت میں الفضل کا بہت کردار ہے۔

الفضل میں کہیں خلفاء کی مجالس وعرفان ہیں کہیں ان کے نیک نمونوں کا تذکرہ کہیں بزرگان سلسلہ کی مزے مزے کی خلفاء کے بارے میں ایمان افروز یادداشتیں ہیں جنہیں پڑھ کر الفضل کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔خلافت کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا نظر آتا ہے۔نظمیں کیا مزا دیتی ہیں جو کہ احمدی مرد و زن کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔میں تو ان سب اچھے مضامین اور نظموں کی کٹنگ رکھ لیتی ہوں اور وقتاً فوقتاً پڑھتی اور مزا لیتی ہوں۔پھر الفضل میں دنیا کے ہر کونے کے احمدیوں کی خبریں ملتی ہیں کہیں بچوں کی اعلیٰ کامیابیوں سے حضرت مسیح موعود کا یہ قول پورا ہوتا رہتا ہے کہ میرے فرقے کے لوگ علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے اور اپنے دلائل سے مخالفوں کا منہ بند کر دیں گے۔ابھی چند دن پہلے فیصل آباد کے ایک مربی صاحب کے سب بچوں کی اعلیٰ کامیابیوں کی خبروں سے دل خوشی سے بھر گیا کہ یہ سب خدمت دین کی برکات ہیں۔

کہیں بیماری کی خبروں سے بیماروں کے لئے دعا کرنے کا موقع ملتا ہے۔غرض کہ دور دراز رہنے والے عزیزوں اور رشتہ داروں اور ایک عام احمدی کی خوشی غمی کی خبروں سے ان کے لئے دعائیں کرنے کا موقع ملتا ہے کہ یہ سب الفضل کی برکات ہیں۔ **میں تو اپنی ہر نماز میں الفضل کے بیماروں کے لئے دعائے صحت اور دنیا سے رخصت ہو جانے والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہوں خدا اس کی توفیق دیتا رہے۔آمین**

اب میں بڑھاپے کی حد میں ہوں مگر مجھے اپنے کالج کا وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ جب میں اپنے امتحانی پرچوں میں الفضل کے حوالے دے کر اسلامیات اور دوسرے پرچوں میں پہلی پوزیشن لیا کرتی تھی۔پھر یونیورسٹی کی کلاسز یاد آتی ہیں کہ **مخالفت کے طوفان میں الفضل کی معلومات سے اپنے اساتذہ کو حیران کر دیا کرتی تھی۔** ہماری ایم اے اسلامیات کی کلاس میں قراءت ،تلفظ اور عام معلومات کے لئے ایک قاری صاحب آیا کرتے تھے۔35 سٹوڈنٹس کی کلاس میں میں واحد لڑکی تھی جس نے نماز کا ایک حصہ صحیح سنایا۔الحمدللہ باقی 34 طلبہ نے اسے غلط تلفظ کے ساتھ ادا کیا۔

الفضل ربوہ سے شائع ہوتا ہے اس کی اشاعت نے بہت نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ابتدائی ربوہ میں ساکنان ربوہ کو ہر معاملے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ربوہ جو آج کل Lush Green ہے آجکل کی نسل تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ ابتداء میں یہاں کیسی مٹی ہوتی تھی جس میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ہمیں تو وہ مٹی بھی عزیز تھی اور آج کا Lush Green ربوہ بھی عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مرکز کی رونقیں تا قیامت قائم و دائم رکھے اور اس کے سارے ادارے چلانے والوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔آمین

الفضل کی محبت مجھے بزرگوں سے ملی ہے

مکرمہ مبارکہ افتخار صاحبہ۔ربوہ

میری زندگی میں الفضل کی بہت اہمیت ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس کی محبت میرے اندر نسل در نسل منتقل ہوئی ہے۔میرے نانا جان حضرت مرزا غلام نبی صاحب مسگر جو رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ جماعت کے ایک مخلص خادم تھے اور قیام پاکستان سے پہلے امرتسر میں رہائش پذیر تھے۔ نانا جان الفضل کے باقاعدہ قاری تھے۔ دن کے کاموں کا آغاز الفضل کے مطالعہ سے ہوتا تھا۔ یہیں سے الفضل کی محبت اور باقاعدہ پڑھنے کی عادت والدہ محترمہ امۃ القیوم شمس صاحبہ میں بچپن سے تھی۔ والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کرسی پر بیٹھے الفضل کا مطالعہ کر رہے تھے کہ پڑھتے پڑھتے ہی سر ایک طرف ڈھلک گیا اور آپ وفات پا گئے۔

میں نے جب سے ہوش سنبھالا امی جان کو الفضل بہت ہی دلچسپی اور محبت سے پڑھتے ہوئے دیکھا۔سب سے پہلے گیٹ کے پاس سے اُٹھاتی تھیں اور الفضل کا پہلا صفحہ اسی وقت پورا پڑھ لیتی تھیں پھر اگر اس وقت فارغ ہوتیں تو سارا ختم کر لیتی تھیں ورنہ کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اطمینان سے پورا الفضل پڑھتی تھیں۔

میری چھوٹی عمر میں والد صاحب فوت ہو گئے تھے امی جان نے تقریباً 33 سال کا عرصہ بیوگی کی حالت میں گزارا تھا۔ بچے بھی چھوٹے ہی تھے۔ امی جان سے اکثر یہ کہتے ہوئے سنا تھا میں بعض زندگی کے مسائل سے پریشان ہو جاتی تھی اور جب الفضل اٹھاتی تو اتفاق سے اس دن اسی موضوع پر حضرت مسیح موعود کے ارشادات ہوا کرتے تھے میری پریشانی فوراً دور ہو جاتی تھی اور دل ایک نئی قوت ارادی پکڑتا تھا۔ پوری زندگی اسی محبت سے الفضل کا مطالعہ کرتے دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں جس دن ہارٹ اٹیک ہو رہا تھا رات سونے سے پہلے کہنے لگیں آج کا الفضل نہیں پڑھا گیا اس کا پہلا صفحہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ میں نے حدیث اور ملفوظات سنائے تو انہیں اطمینان سا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں لپیٹے اور ہمیں اس قابل بنائے کہ ان میں موجود نیکیوں کو ہم اپنی زندگیوں میں جاری کرنے والے بنیں۔آمین

خدا تعالیٰ کے فضل سے امی جان اور گھر والوں کی الفضل سے محبت اور دلچسپی دیکھتے ہوئے میں بھی جلد ہی الفضل کی مستقل قاری بن گئی۔شادی سے پہلے بھی اس کا مطالعہ شوق سے کرتی تھی اور پھر شادی کے بعد بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے سب ہی الفضل کا باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ الفضل کا معیار گزشتہ سو سال سے قائم ہے اور اس میں چھپنے والا ہر سلسلہ اپنے اندر معلومات کے گہرے سمندر لئے ہوئے ہے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ جات کی تفصیل پڑھ کر دل ایمان سے بھر جاتا ہے۔ خطبہ نمبر اور خطبات کی تفصیل بھی ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ یادرفتگان کے سلسلہ میں ہماری بزرگ ہستیوں کے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔حضرت مسیح موعود کی کتب کا تعارف پڑھ کر دل خود بخود اس کی تفصیل پڑھنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور بعض موضوعات پر ہمارے علماء کی تحریرات بھی بہت تحقیقی ہوتی ہیں جو علم میں اضافے کا باعث ہوتی ہیں اور بعض بیماریوں اور ان کے علاج کے سلسلہ میں سوال و جواب کے ذریعہ معلومات دی جاتی ہیں جو بہت آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے۔

بچوں کے ساتھ اور گھر میں کام کاج میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ ملکی اخبارات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے لیکن الفضل میں چھپنے والی اہم خبروں سے جہاں ہم ملکی اور غیر ملکی حالات سے واقف ہوتے ہیں تو ساتھ ہی ہمیں سائنسی ترقی کے بارہ میں بھی معلومات مل جاتی ہیں۔خاص نمبر کا موضوع ہر دفعہ بہت اچھا ہوتا ہے اس میں چھپنے والا ہر مضمون بہت دلچسپ اور معلوماتی ہوتا ہے خاص طور پر پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نئی تصویر ہمیں مل جاتی ہے۔ اور دوسری رنگارنگ تصویروں سے مزین ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے جماعتی اہم دنوں کی مناسبت سے چھپنے والے خاص نمبر بھی بہت علمی اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ ہمارے احمدی شعراء کی اچھی اچھی نظمیں ہمیں پڑھنے کو ملتی ہیں جو ہمارے ادبی ذوق کو تسکین پہنچاتی ہیں۔خاص طور پر شہداء کے بارہ میں بہت اچھی نظمیں پڑھنے کو ملی تھیں۔ایسے لگتا تھا کہ جیسے یہ ہمارے دل کی آواز ہو۔

اعلانات والے صفحہ میں ہمیں اپنے اردگرد احباب کے بارہ میں علم ہوتا ہے اور خاص کر دعا کی درخواست پر مشتمل جو اعلانات چھپتے ہیں انہیں اپنے ہر روز کی دعاؤں میں ضرور یاد رکھتی ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور انہیں شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔آمین

مکرم زکریا ورک صاحب۔ ٹورانٹو کینیڈا

میں الفضل کا مطالعہ کیوں کرتا ہوں

جب سے الفضل انٹرنیٹ پر دستیاب ہونا شروع ہوا ہے۔ راقم بلا ناغہ اس کا مطالعہ کرتا ہے۔ جس دن الفضل کا نیا شمارہ دستیاب نہ ہو تو اس روز کوئی نہ کوئی پرانا شمارہ پڑھ لیتا ہوں کہیں کوئی کام کی بات نظر انداز نہ ہوگئی ہو۔

الفضل سے راقم کا تعلق کوئی نصف صدی پر ممتد ہے۔ جب میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کا طالب علم تھا تو بھائی جان مکرم اسحٰق خلیل صاحب نے ''شاہی فرمان'' جاری کیا تھا کہ ہمارا خلافت لائبریری جانا جملہ گھریلو ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے۔ چنانچہ الفضل کے مطالعہ کی نیک عادت خلافت لائبریری سے شروع ہوئی جب یہ بیت مبارک کے پاس قصر خلافت کے احاطہ میں واقع تھی۔ الفضل کے مطالعہ سے جماعت احمدیہ کے نامور اہل قلم وشعراء کے اسماء گرامی اور ان کی گراں قدر تصنیفات سے واقفیت ہوئی۔ ان میں سے جس عالم بے بدل کی لیاقت علمی، ذکاوت فہمی اور محبت رسول ﷺ ان کی تحریروں سے چھلکتی اس کا نام نامی محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب ہے۔ ان کے شستہ، جامع اور تحقیقی مضامین خاص طور پر عالم روحانی کے لعل و جواہر پوری دنیا میں کامل توجہ اور ذوق وشوق سے پڑھے جاتے تھے۔

میں الفضل کیوں پڑھتا ہوں؟ اس کا جواب ایک لفظ میں یہ ہے: چسکہ۔ جس روز اخبار نہیں پڑھتا ایسے محسوس ہوتا ہے کسی چیز کی کمی رہ گئی ہے۔ عاجز نے جن بزرگوں کو دیکھا، یا جن دوستوں کے ساتھ ربوہ اور کراچی میں وقت گزارا، ان کے بارے میں، ان کے خاندان، ان کے بچوں کے بارے میں اطلاعات مہیا ہوتی ہیں۔ یا جو دوست دادا یا نانا بن گئے ان کی اطلاع مل جاتی ہے۔ یوں یہ اخبار ہمارے لئے بین الاقوامی رابطہ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

راقم کی زندگی میں جن بھائیوں بہنوں اور قریبی رشتہ داروں نے داغ مفارقت دیا ان کی یاد میں جو مضامین عاجز نے قلم بند کئے وہ الفضل کی زینت بنے۔ اس حوصلہ افزائی نے میرے ذوق نگارش کو مہمیز کیا اور الفضل کے ساتھ قریبی تعلق قائم ہوگیا۔ اللہ کریم نے چار خلفاء احمدیت کی زیارت سے شرف یاب کیا، ان خلفاء کرام کے خطبات سننے کے علاوہ الفضل میں ان کا مطالعہ جس طرح میرے ذہن پر مرتسم ہوتا اور جو روحانی مائدہ حاصل ہوتا ان کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ بعض لوگ باتیں سن کر متاثر ہوتے ہیں بعض پڑھ کر متاثر ہوتے ہیں، میرا تعلق مؤخر الذکر سے ہے۔ جو مضامین پسند آتے ہیں ان کو پرنٹ کر کے اپنے پاس فائل میں رکھ لیتا ہوں۔ میرے پاس فائلوں میں الفضل قادیان 2 جولائی 1946ء کے پہلے صفحہ کی فوٹو کاپی ہے جس میں راقم السطور کی ولادت کا اعلان پیشانی پر شائع ہوا تھا۔ 22 جنوری 1972ء کے اخبار کے پہلے صفحہ کی فوٹو کاپی ہے جس میں راقم کے نکاح کا اعلان شائع ہوا تھا۔ 12 نومبر 1972ء کے الفضل میں آپا سلیمہ قدسیہ مرحومہ کی وفات پر جو میرا مضمون شائع ہوا تھا وہ بھی محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ درجنوں علمی پسندیدہ مضامین فائل کئے ہوئے ہیں۔

ربوہ سے 1965ء میں کراچی ہجرت کے بعد الفضل کا مطالعہ باقاعدہ کرتا رہا۔ 1971ء میں زیورخ (سوئٹزرلینڈ) آیا تو بھائی جان اسحٰق خلیل صاحب کے پاس ربوہ سے الفضل کا ہفتہ وار بنڈل آیا کرتا تھا۔ تب بھی الفضل سے تعلق قائم رہا۔ دو سال بعد کینیڈا آ گیا تو کچھ عرصہ اخبار سے تعلق منقطع رہا پھر پتہ چلا کہ ایک دوست کے پاس اخبار آتا ہے۔ جب میں کنگسٹن منتقل ہوا تو اخبار کا بنڈل ہفتہ وار میرے پی او بکس نمبر کے پتہ پر ڈاک سے آتا تھا اور میں لنچ کے دوران کنگسٹن پبلک لائبریری کے ایک گوشے میں عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہوکر اخبار کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ایک روز ایک کینیڈین نے مجھے ماحول سے بے خبر الفضل کے مطالعہ میں محو دیکھا تو پوچھا اتنے انہماک سے کیا پڑھ رہے ہو۔ بتایا کہ یہ میرے شہر کا اخبار ہے جس کا مطالعہ میں بچپن سے کرتا آیا ہوں اور جو مسرت اس کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

میرے لئے تو الفضل سرمہ نور بصیرت و بصارت اور ایک شفیق استاد کی طرح ہے۔ میں نے اس مؤقر اخبار سے بہت کچھ سیکھا، حکمت کے موتی پائے، باریک بینی سے ایمان افروز خطبات پڑھے، خود اس میں مضامین لکھے بلکہ کئی دفعہ تو یہ میری پہچان بن گیا۔ **مارچ 2012ء میں لندن حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے بغرض ملاقات حاضر خدمت ہوا۔ جب میں نے اپنا نام گوش گزار کیا تو آپ نے فرمایا آپ وہی زکریا ورک ہیں جو الفضل میں لکھتے ہیں۔** غرض یہ امر میرے لئے باعث نازش وافتخار ہے کہ الفضل میری شناخت کا ذریعہ بن گیا۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کے خلفائے کرام کے علم وعرفان سے معمور خطبات پڑھنے کا روحانی اور مادی فائدہ کا تعلق ہے ایک چھوٹی سی بات بیان کرتا ہوں۔ جب راقم التحریر 1972/73ء جرمنی کی گوٹنگن Gottingen یونیورسٹی میں طالبعلم تھا تو ان دنوں پولی ایسٹر کی قمیصیں پہننے کا رواج تھا۔ ایسی قمیص پہننے سے پسینہ زیادہ آتا تھا۔ ایک روز میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطبہ پڑھا جس میں آپ نے نائلون کی قمیصیں پہننے سے منع فرمایا تھا۔ اس کے بعد میں نے پولی ایسٹر کی قمیص زیب تن کرنی ترک کر دی اور یہ سنگین مسئلہ حل ہوگیا۔

آج سے چار سال قبل مارچ 2009ء میں ربوہ پہنچتے ہی الفضل کے دفتر گیا اور مکرم عبدالسمیع خاں صاحب کے آفس میں لمبی خیال افروز ملاقات ہوئی، پھر نائب ایڈیٹر فخر الحق شمس صاحب نے مستعدی سے تمام شعبہ جات کا تعارف کروایا اور نفیس الطبع کارکنان سے متعارف کرایا۔ بات سے بات یاد آتی ہے جب راقم نے میٹرک پاس کیا تو میرا ہم جماعت نصیر بیگ جن کا گھر گولبازار کے پاس ریلوے پھاٹک کے بازو میں ہوتا تھا اور جس کے بڑے بھائی کی وفات اندوہ ناک حالات میں ہوئی تھی وہ مجھے الفضل کے دفتر (واقع فیکٹری ایریا) بغرض ملازمت لے گیا۔ وہاں میں نے بعمر 15 سال ایک ہفتہ کام کیا تھا۔ یہاں پہلی دفعہ طباعت کیلئے پلیٹیں بنتی دیکھیں، کاتبوں کو زمین پر بیٹھ کر دیوار سے ٹیک لگائے کتابت کرتے دیکھا، روشن دین تنویر صاحب کو قریب سے دیکھا، اور پرنٹنگ کا پروسیس دیکھا جو اس کندہ ناتراش کیلئے موجب حیرت تھا۔

عالی ہمت، سادہ مزاج دہلوی صاحب سے ملاقات کا شرف 1978ء میں ٹورانٹو میں حاصل ہوا جب وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ہمراہ کینیڈا کے دورہ پر تشریف لائے تھے۔ 1989ء میں جب بشیر احمد آرچرڈ کی انگلش کتاب لائف سپریم Life Supreme کا میرا کیا ہوا ترجمہ منصۂ شہود پر آیا تو محترم نسیم سیفی صاحب نے پوری کتاب قسط وار الفضل میں شائع کی تھی۔ تصنیفی دنیا میں میرے لئے یہ خشت اول تھی اور اب تک خدا کے فضل سے اس حقیر پرتقصیر کی چودہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں جن میں سے تین نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی زندگی اور کارناموں پر ہیں۔ مولانا نسیم سیفی صاحب کے ساتھ 1997ء میں ربوہ میں ان کی قیام گاہ پر ملاقات کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا جب وہ مجھ سے بہت ہی پیار سے ملے، کھانا پیش کیا اور اپنی اہلیہ صاحبہ سے کہا کہ میرا فوٹو ان کے ساتھ اتاریں۔ میرے لئے یہ بات موجب انبساط تھی کہ انہوں نے اور میرے سسر نے پگڑیاں تبدیل کی ہوئی تھیں۔

کہتے ہیں انسان کے پہلے عشق کا گھاؤ بڑا گہرا اور ناقابل فراموش ہوتا ہے۔ میرے قلم کا پہلا عشق الفضل سے تھا۔ بندہ پرتقصیر کی نگارشات ہندوپاکستان، برطانیہ، امریکہ اور کینیڈا کے اخبارات اور جرائد کی زینت بن چکے ہیں مگر دل کو جو سکینت اور یک گونہ فرحت الفضل میں مضمون شائع ہونے پر پہنچتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ اس لطیف احساس یا واردات قلبی کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ اس لئے جب مجھ سے کہا گیا کہ الفضل کے سو سال مکمل ہونے پر اظہار خیال کروں تو یہ میرے لئے گویا نشان امتیاز تھا۔

مکرم مظفر احمد درّانی صاحب مربی سلسلہ

الفضل سے دن کا آغاز

خاکسار کے والد محترم محمد شریف دُرانی صاحب سابق معلم وقفِ جدید، اپنی سالِ بیعت 1944ء سے الفضل کے باقاعدہ قاری تھے۔ جماعتی خدمت سے رخصت کے بعد اپنی زندگی کے آخری سالوں میں علی الصبح ''دُرّانی منزل'' کے بیرونی گیٹ کے اندر چارپائی بچھا کر الفضل کے انتظار میں بیٹھ جاتے تھے۔ جونہی الفضل آتا آپ اس کا مطالعہ شروع کر دیتے اور شروع سے آخر تک لفظ بلفظ مطالعہ کرتے تھے۔ مطالعہ اس قدر انہماک سے کرتے تھے کہ ناشتہ بھی بھول جاتے۔ پھر سارا دن ملاقات کرنے والوں سے الفضل کے مندرجات ہی موضوعِ گفتگو رہتا تھا۔ آخری سالوں میں آپ کی قوتِ شنوائی کمزور ہو گئی تھی اس لئے MTA پر براہِ راست خطبہ سننے میں آپ کو دقت ہوتی تھی لیکن الفضل میں خطبہ جمعہ پڑھ کر آپ بے حد محظوظ ہوا کرتے تھے۔

ہر روز بڑے شوق سے پڑھتے ہیں شمارہ
مضمون بھی نظمیں بھی، عجب رنگ ہے سارا

مجھے ربوہ کے ایک دوست نے بتایا کہ صبح بچوں کو تیار کر کے جب سکول بھجوانے لگتے ہیں تو روزنامہ الفضل کا تازہ شمارہ بیرونی دروازے پر موجود ہوتا ہے۔ تو ہم برکت کے لئے اس کم وقتی میں بھی کھڑے کھڑے ہی الفضل سے سرورق کے اوپر چوکھٹے میں چھپنے والی آیت یا حدیث بچوں کو سنا کر سکول بھجواتے ہیں۔ کیونکہ الفضل نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہؐ سے اپنی پیشانی کو ہمیشہ سجائے رکھا تا کہ قاری کو سب سے پہلا سبق ہی قرآن و حدیث سے ملے۔ وہی آیت و حدیث اس دن کے الفضل کا عنوان ہوتا ہے۔ گویا الفضل نے یہ سبق ہر روز یاد کروائے رکھا کہ

''جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔''

راقم السطور نے جب سے ہوش سنبھالا روزنامہ الفضل کو اپنے گھر میں آتے دیکھا اور حسبِ شعور اس کا مطالعہ کیا، جماعتی حالات و واقعات اس سے معلوم کئے، علم و معلومات میں اضافہ کیا۔ خاکسار نے تقریر کرنا، خطبہ جمعہ دینا اور مضامین لکھنا الفضل کے انداز اور امداد سے سیکھا۔

چونکہ الفضل کی جلدیں محفوظ رکھنا اور انہیں سفروں میں دیس بدیس اُٹھائے پھرنا ناممکن ہے، اس لئے خاکسار الفضل میں شائع ہونے والے مضامین اور جلسہ سالانہ کی تقاریر کو الگ طور پر سنبھال لیا کرتا تھا اور ساتھ ساتھ مضامین و عناوین کے اعتبار سے گروپ بندی ہوتی رہتی۔ پھر موقع کی مناسبت سے حسبِ ضرورت اس مواد سے استفادہ کر لیا جاتا۔ حتیٰ کہ بیرونِ ملک جاتے ہوئے بھی یہ مواد اور ہتھیار خاکسار کے ہمراہ رہا۔ اس طرح جن جن ملکوں میں اس عاجز کو جانے کا موقع ملا، الفضل کا رنگ، اثر اور فیض وہاں پہنچتا رہا بلکہ مقامی زبان میں ترجمہ ہو کر اصلاح و ہدایت کا موجب بنتا رہا۔ یہ صرف ایک خاکسار ہی نہیں بلکہ اس راہ کا ہر مسافر الفضل کے فیض کو لے کر بستی بستی اور ملک ملک پہنچا اور پھیلا رہا ہے جس کے نیک عالمی اثرات ظاہر ہو رہے ہیں جو ان گنت بھی ہیں اور غیر محسوس بھی ہیں۔

مکرم فرید احمد صاحب۔ دارالفضل ربوہ

الفضل کا بقایا ادا کرنے کی برکت

اگست 1995ء کی بات ہے میں نے اپنے گھر الفضل اخبار لگوائی ہوئی تھی جو کہ روزانہ پڑھتا تھا۔ الفضل کا کچھ بقایا میرے ذمہ بن گیا کیونکہ میں پکوائی کا کام کرتا ہوں اور گرمیوں میں ہمارا کام کم ہوتا۔ میرے پاس صرف 500 روپے تھے جو کہ میں 20-15 دن سے بچا کر رکھ رہا تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر کے باہر بیٹھا ہوا تھا کہ الفضل اخبار کا نمائندہ آیا اور کہنے لگا کہ آپ کا بقایا ہے میں نے عرض کیا کہ کتنا ہے؟ کہنے لگا کہ 500 روپے ہے۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس 500 روپے ہیں اگر میں نے دے دیئے تو میں کیا کروں گا اور پیسے آنے کی کوئی امید بھی نہیں ہے۔ پھر میں نے سوچا اللہ مالک ہے میں نے وہ بقایا الفضل اخبار کا ادا کر دیا۔ اس نے مجھے رسید دی اور چلا گیا۔

میں رسید پکڑ کر ابھی گھر کے باہر ہی تھا کہ ایک آدمی آیا اس کا میں نے تین سال قبل کام کیا تھا اور پیسے نہیں دے رہا تھا اور میں نے چکر لگا لگا کر ناامید ہو کر جانا چھوڑ دیا تھا کہ پیسے نہیں ملنے۔ مجھے کہنے لگا کہ فرید صاحب معذرت خواہ ہوں میں نے آپ کا کچھ بقایا دینا تھا اس کی طرف 1500 روپے تھے جو کہ اس نے مجھے سارے پیسے دیئے اور چلا گیا ایک ہاتھ میں میرے الفضل اخبار کی رسید اور دوسرے ہاتھ میں 1500 روپے تھے اور میری نظروں کے سامنے الفضل کا وہ نمائندہ ابھی جا رہا تھا۔ تو میں نے خدا تعالیٰ کا اتنا شکر ادا کیا کہ میں نے ایک 500 روپے دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تین گنا روپے دے دیئے۔ اس وقت سے آج تک میں نے الفضل کا بقایا نہیں ہونے دیا بلکہ کئی دوستوں کو بھی الفضل اخبار لگا کر دی۔

میں احباب جماعت کو اور رشتہ داروں کو اور اپنے بچوں کو بھی الفضل اخبار پڑھنے کی توجہ دلاتا رہتا ہوں۔

....

علم و عرفان کی کہکشاں

دوستو! کیا پوچھتے ہو الفضل اخبار کا
یہ تو خوشبو ہے، محبت ہے، یہ عنواں پیار کا

منتظر اس کا صبحدم سے ہر اک پیر و جواں
جگمگاتی علم و عرفاں کی عجب ہے کہکشاں

ابتدا میں حضرت اقدس کے فرمودات ہیں
روح پرور پیارے آقا کے بڑے، خطبات ہیں

تذکرہ اس میں ملے گا جاں نثاران وفا
تھم نہ پائے گا کبھی یہ نور کا ہے قافلہ

ظاہر و باطن کے علموں کی بڑی اک کان ہے
فلسفہ، تاریخ اور شعر و ادب کی جان ہے

ساری دنیا سے ہے ممکن ''الفضل'' سے رابطہ
ہیں خوشی میں سب ہی شامل، غم میں بھی لب پہ دعا

دیکھ لو سو سال سے ہے یہ فروزاں روشنی
ایک دن مٹ جائے گی دنیا سے آخر تیرگی

بن گئے اہلِ قلم وہ، بے ہنر جو تھے ندیمؔ!
معجزہ کیوں کر ہوا یہ؟ الفضل پڑھ لے ندیمؔ!

انور ندیم علویؔ

مکرم تنویر احمد ناصر صاحب۔ جرمنی

میرا سارا خاندان الفضل کا عاشق ہے

بچپن میں ہمارے دادا جان محترم چوہدری احمد دین صاحب جو کہ خود زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن جماعتی اخبارات و رسائل کے سننے کا بے حد شوق رکھتے تھے۔ ہم بہن بھائیوں میں سے جو بھی سکول سے پہلے گھر آ جاتا تھا یا چھٹی کے دن جو بھی ان کے ہتھے چڑھ جاتا تھا اس پر لازم تھا کہ وہ دادا جان کے ہاتھ میں موجود الفضل یا کوئی رسالہ ہے تو اسے سارا پڑھ کر سنائے۔ کم عمری کی وجہ سے بعض اوقات دادا جان کا یہ فعل طبیعت پر گراں گزرتا لیکن ان کی ہم سب کے ساتھ محبت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ پورے ادب کے ساتھ ان کے حکم کی تعمیل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دادا جان کو غریق رحمت کرے۔ آپ کے اسی شوق کی وجہ سے جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے اپنے گھر الفضل کو رونقیں بکھیرتے ہی دیکھا ہے۔ دادا جان کی وفات کے بعد ہم نے ہمیشہ یہ فریضہ اپنی امی جان کو ادا کرتے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے گھر میں الفضل نے اسی وقت ناغہ کیا ہے جب اسے پابند سلاسل کیا گیا ہے۔ روزنامہ الفضل ہو یا الفضل انٹرنیشنل ڈاک سے موصول ہو یا انٹرنیٹ کا سہارا لینا پڑے جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے امی، ابا، بہن، بھائیوں میں تقریباً سب کو اس کا عاشق پایا ہے۔ اب دیار غیر میں ہوتے ہوئے بھی الفضل ہمارے سب ہی گھروں کا ایک ایسا فرد بن گیا ہے جو اگر ناشتے میں کسی وجہ سے شامل نہ ہو سکے تو پھر دوپہر کے کھانے کی بھوک الفضل ہی مٹائے گا۔

ہمارے دادا جان کے چھوٹے بھائی چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب تھے جن کا دو سال پہلے 90 سال سے زائد عمر میں وصال ہوا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت لمبا عرصہ بہاولنگر کی ایک جماعت میں صدر بھی رہے ہیں۔ دادا جان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بھی چوہدری صاحب کو الفضل کا دلدادہ پایا ہے۔ چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب گاؤں کے نمبر دار بھی تھے۔ 23 سال تک مجھے ان کے قریب رہنے کا موقع ملا ہے میں نے ہمیشہ ان کے ہاتھ میں اس وقت الفضل دیکھا ہے جب بھی آپ باہر سیر کو جاتے یا ملنے ملانے والوں کے درمیان بیٹھے ہوتے تھے۔ اکثر اوقات ملنے آنے والوں سے ہی الفضل سننے کی فرمائش کر کے سن لیا کرتے تھے۔

ان کے اس عمل کو دیکھ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر بھی الفضل کے پڑھنے کا شوق بھی پیدا کر دیا۔

بچپن سے ہی ہم نے اپنے ابا جان چوہدری نذیر احمد خادم صاحب کو الفضل میں لکھتے دیکھا ہے۔ یہ بات بچپن میں بڑی اہمیت رکھتی ہے بلکہ ابھی بھی ہے کہ گھر سے کسی فرد کا مضمون اخبار میں چھپے اور اخبار بھی وہ ہو جو آپ کی پسند کا تو اس کو پڑھنے کا شوق بڑھ جاتا ہے۔ 3/ اگست 2012ء کے الفضل میں یہ پڑھ کر کہ آپ بھی لکھیں خاکسار سے رہا نہ گیا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میری زندگی کو بنانے میں اور پھر عملی میدان میں آنے تک الفضل کا بڑا کردار رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم اخبار کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے اور ہم اور ہماری نسلیں بھی اسی طرح اس سے مستفید ہوتی رہیں۔

....

مکرم محمد ایوب صابر صاحب۔ شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین

جب سے ہوش سنبھالا گھر میں الفضل موجود پایا

جب سے ہوش سنبھالا روزنامہ الفضل اپنے گھر میں موجود پایا، والد محترم حکیم محمد افضل صاحب (مرحوم) جماعتی رسائل و اخبارات کے گرویدہ تھے۔ تمام رسائل انصار اللہ، خالد، تشحیذ الاذہان، تحریکِ جدید، لاہور رسالہ، تقاضے، اخبار روزنامہ الفضل اور جنگ ہمارے گھر آتے تھے۔ جب سکول سے آتے تو اخبار و رسائل ڈھونڈتے اور تمام بہن بھائی پہلے پڑھنے کے لئے دوڑ لگاتے، اپنی اردو درست کرتے، والد محترم یا بڑے بہن بھائی الفاظ و معنی کی وضاحت کرتے، اسی طرح گھریلو ماحول کی وجہ سے روزنامہ ''الفضل'' سے لگاؤ بڑھتا رہا جو اب تک جاری ہے۔

سال 1989ء میں ''الفضل'' کے ایڈیٹر مکرم نسیم سیفی صاحب نے الفضل میں مضمون لکھنے کی تحریک کی اور قارئین کو مضمون بھجوانے کا کہا۔ خاکسار ایک دن بیٹھ کر سوچتا رہا کہ کوئی نہ کوئی مضمون بھیجنا چاہیے چنانچہ مضمون بعنوان بجلی کا بل ہلکے پھلکے مزاح کے رنگ میں جو کچھ بل جمع کرانے کا منظر تھا لکھ کر ارسال کر دیا۔ جس میں لمبی لائنوں اور بنکوں کے رش کی وجہ سے لوگوں کے انتظار کی کیفیت اور اسے دور کرنے کے لئے ضروری مشورے لکھے۔ مکرم ایڈیٹر نسیم سیفی صاحب نے مضمون کی نوک پلک سیدھی کر کے اُسے شائع کر دیا۔ الفضل میں اپنے مضمون کو پہلی مرتبہ پڑھنے کے بعد جو خوشی حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے جیسے یہ میری زندگی کا کوئی خاص دن ہو۔ بس پھر کیا تھا ایک اور مضمون کی کوشش کی جو بابوں کے حوالے سے ذرا زیادہ مزاح میں تھا اُسے ہفت روزہ لاہور کے لئے مکرم ثاقب زیروی صاحب کو بھجوا دیا جنہوں نے اُسے "جہاں میں ہوں" کی زینت بنا دیا۔ بس اس طرح لکھنے کا یہ سلسلہ چل نکلا اور اِس کا سارا کریڈٹ روزنامہ الفضل کے ایڈیٹر مکرم نسیم سیفی صاحب کو جاتا ہے۔ پھر سال 2009-10ء میں بھائی محمد اعظم طاہر کی شہادت کے اور والد صاحب کی وفات کے حوالے سے اپنے واقعات یکجا کیے۔ جسے موجودہ ایڈیٹر مکرم عبدالسمیع خان صاحب نے الفضل میں شائع کیا۔ ایک اور مضمون ''خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر'' کے حوالے سے بھی شائع کیا۔

مکرم محمد افضل قمر صاحب۔ لاہور

الفضل سے مطالعہ اور تحریر کی عادت پڑ گئی

ہم سب بہن بھائیوں سمیت بہت سے دوسرے احمدی اور غیراز جماعت بچوں نے مکرم حافظ کرم الٰہی صاحب سے قرآن مجید ناظرہ اور پھر ترجمہ پڑھا۔ مکرم حافظ صاحب نے اپنی تعلیم (مولوی فاضل) قادیان سے مکمل کی تھی، آپ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے اردو ترجمہ، عربی صرف ونحو پر بھی عبور رکھتے تھے، آپ پوری روانی کے ساتھ عربی بول سکتے تھے۔ مکرم حافظ صاحب پوری زندگی بطور حافظ احمدیہ بیت الذکرمین بازار گنج مغل پورہ، لاہور میں ہی رہے۔ نمازیں اور جمعہ پڑھانے کے علاوہ پورا رمضان آپ نماز تراویح پڑھاتے اور پورے جوش اور ہوش کے ساتھ قرآن مجید سناتے، اس سے قبل دن میں قرآن مجید کی دہرائی بھی کرتے۔

جب خاکسار ساتویں یا آٹھویں کا طالب علم تھا تب ان کو روز صبح سویرے میری تلاش ہوتی کہ میں ان کو اخبار سے خبریں پڑھ کر سناؤں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ میں نے عملی زندگی میں قدم نہ رکھ دیا اور ملازمت کی وجہ سے میری مصروفیت اور طرح کی ہوگئی اور یوں اس طرح مکرم حافظ صاحب کو خبریں سنانے کی سعادت سے بھی محروم ہو گیا لیکن جو محبت اور احترام ہم جیسے شاگردوں کے دلوں میں تھا وہ ہمیشہ رہا اور آج بھی ہم ان کو پوری عزت کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ آپ کی اخبار سے خبریں سننے کی عادت نے ہی ہمیں اخبار بینی کے علاوہ رسائل اور کتب بینی کی راہ پر لگا دیا اور اب مطالعہ کرنا اور پھر اپنے خیالات کے اظہار کیلئے لکھنا ہمارا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے۔ اپنی قلیل سی زندگی میں خدا کے فضل سے اب تک ستاون کتب لکھنے کی توفیق مل چکی ہے جو سب کی سب چھپ چکی ہیں۔

ان دنوں مختلف ملکی اخبارات، رسائل، انٹرنیٹ اور ویب سائٹس پر مضامین لکھنے کی توفیق مل رہی ہے علاوہ ازیں گاہے بگاہے جماعتی رسائل میں بھی مضامین چھپ جاتے ہیں جن میں ہفت روزہ لاہور قابل ذکر ہے۔ لکھنے پڑھنے کی ہی دھن ہے کہ گھر میں اردو انگریزی اخبارات کے علاوہ جماعت کے تمام رسائل (انصار اللہ، خالد، تشحیذ الاذہان، مصباح، تحریک جدید، ہفت روزہ لاہور) کے علاوہ روزنامہ الفضل باقاعدگی کے ساتھ آتا ہے۔ اور جب تک ان تمام کو پہلے صفحے سے لیکر آخر تک پڑھ نہ لوں چین نہیں آتا۔ اگر کسی وجہ سے صبح دیر سے آنے کی وجہ سے پڑھ نہ سکوں تو پھر دفتر سے واپس آ کر پورا الفضل پڑھنا میرا معمول ہے مزید یہ کہ اگر دفتری کام کے سلسلہ میں شہر سے باہر جانے کی وجہ سے الفضل کے مطالعہ سے رہ جاؤں تو پھر گھر آ کر ایک ساتھ سارے کے سارے پرچے پڑھ کر ہی سوتا ہوں، ان سب کے پڑھنے سے ایمان میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ یہ دور پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کا ہے اور ہر چیز، ہر اطلاع اور ہر خبر پلک جھپکتے میں دوسروں تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کے باوجود بھی بہت کچھ ایسا ہے جس کے بعد بھی پڑھنے، جاننے اور سیکھنے والے کو تشنگی کا احساس رہتا ہے وہ یوں کہ میں روز ایم ٹی اے دیکھتا ہوں، مجھے براہ راست بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے مگر جب میں الفضل پڑھتا ہوں تو مجھے وہ سب کچھ بھی پڑھنے کو موقع ملتا ہے جو براہ راست ایم ٹی اے دیکھنے پر بھی نہیں مل پاتا اور یوں میرے علم میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا ہے۔ اب تو یہ حال ہے الفضل محض ایک اخبار ہی نہیں بلکہ ایک جہاں ہے جو میرا اپنا ہے، جو میرا ہر وقت کا ساتھی ہے اور دوست ہے جو اب اپنی اشاعت کے سو سال پورے کر رہا ہے۔

پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام اور روزنامہ الفضل کی

صد سالہ جوبلی مبارک ہو

قائد ضلع و نگران بلاکس و ضلعی عاملہ شیخوپورہ

مکرم لقمان محمد خان صاحب۔ وکیل المال اول

تمام اخبارات سے ممتاز

دنیا کا واحد اخبار جو ہمیشہ تازہ رہتا ہے

خاکسار 2006ء میں تحریک جدید کے سلسلہ میں دورہ پر کراچی گیا ہوا تھا۔ وہاں مکرم چوہدری حفیظ احمد صاحب سیکرٹری تحریک جدید کے ساتھ مل کر کام کر رہے تھے کہ ایک دن الفضل اخبار کی خصوصیات اور فوائد پر گفتگو شروع ہوگئی۔ باتوں باتوں میں انہوں نے اپنا بہت پیارا واقعہ سنایا۔ یہ واقعہ الفضل کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے کیونکہ اس واقعہ سے الفضل کی قدرو قیمت اور افادیت آج کی دنیا میں جاری اخبارات سے نکھر کر ممتاز ہو جاتی ہے۔

مکرم چوہدری حفیظ صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ ملتان اپنے عزیز رشتہ داروں کے ہاں گئے ہوئے تھے اور وہاں ایک دن بیت الذکر حسین آگاہی میں ایک دوست نے کسی سے تازہ الفضل پڑھنے کے لئے مانگی (کیونکہ ایک احمدی کی روزانہ روحانی غذا الفضل کے ذریعے سے بھی حاصل ہوتی ہے) وہاں ایک اور بزرگ احمدی مکرم میاں غلام رسول صاحب اعوان، ڈیرہ غازی خاں سے آئے ہوئے تھے اور اتفاق سے ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے فوراً اٹھے اور ایک الفضل جو چندروز قبل شائع ہوا تھا لے آئے اور فرمانے لگے کہ عزیزم یہ آپ کی نظر میں پرانا الفضل ہے مگر ذرا بتانا اس میں کون سی بات پرانی ہوگئی ہے۔ حدیث، حضرت مسیح موعود کا اقتباس، قرآن وسنت کی روشنی میں لکھے جانے والے مضمون، کون سی چیز ہے جو پرانی ہوگئی ہے کہ تم تازہ الفضل کی تلاش میں ہو کیونکہ الفضل دنیا کا واحد اخبار ہے جو ہمیشہ تازہ رہتا ہے۔

اس واقعہ کا چوہدری حفیظ احمد صاحب کراچی پر تو اثر پڑا ہی ہوگا مگر خاکسار کو جب مکرم چوہدری صاحب نے یہ واقعہ سنایا تو دل پر بہت گہرا اثر چھوڑ گیا جس سے الفضل کی قدر و منزلت اور اہمیت و افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

پس آئیے دنیا کے اس واحد روزنامہ اخبار الفضل کو جو ہمیشہ تازہ رہتا ہے اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔

مکرم خالد اقبال صاحب۔ لاہور

ایک ایک کاپی ہزار روپے کی

میری سن پیدائش 1961ء کا ہے اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے تب سے ایک اخبار کو ہمیشہ اپنے گھر میں موجود پایا اور وہ الفضل ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے اردو و انگریزی کے اخبار بھی ہمارے گھر میں آتے۔ شروع میں بذریعہ ڈاک الفضل آتی اب بذریعہ اخبار فروش یہ اخبار ہمارے گھر تک پہنچتا ہے۔

حضور انور کی صحت کے بارے میں تازہ اطلاع، احادیث، ملفوظات و روحانی خزائن میں سے اقتباسات، حالات حاضرہ پر جماعتی نکتہ نظر مختلف ممالک کا مکمل تعارف، جنرل نالج، دعا کی تحریکات پھر علمی مضامین بزرگان سلسلہ کی پُر وقار تقاریر و مضامین۔ جماعت کی مختصر تاریخ لمحہ بہ لمحہ۔ حضرت مصلح موعود نے بھی ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ ایک دن آئے گا کہ الفضل کی ایک ایک کاپی ہزاروں روپیوں کی ہوگی۔ یہ بات بالکل درست ہے۔ مجھے خود بہت ساری نئی باتوں کا علم الفضل سے ہوا۔

میرے والد صاحب مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب مرحوم نے الفضل میں مضامین لکھے۔ ان میں انہوں نے اپنے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب نوبیل انعام یافتہ پر لکھا۔ اسی طرح ابی جان نے رفقاء حضرت مسیح موعود سے اپنی ملاقات اور واقعات کا ایک سلسلہ شروع کیا اور اس کو بہت سے احباب نے پسند کر کے اپنے اپنے واقعات تحریر کئے۔

معلومات عامہ ہو یا دینی بات ان سب کے دیکھتے ہوئے مجھے بھی الفضل میں لکھنے کا موقع ملا جس کو مکرمی عبدالسمیع خان صاحب نے شائع کر کے خاکسار کی حوصلہ افزائی کی۔ خاکسار کی جو مختصر تحریرات الفضل میں شائع ہوئیں ان میں سڑک اور بچے، بسکٹ کی کہانی، ہوائی جہاز سے بننے والی بادل کی لکیریں، ٹریفک لائٹ۔ یہ زندگی کی آخری سبز بتی نہیں شامل ہیں۔ اس میں خاکسار کا مقصد احباب تک اپنا علم Share کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس اخبار سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایسی صدا پیدا کر

اے عزیز اپنے لئے بختِ رسا پیدا کر
تو بنے جانِ جہاں ایسی فضا پیدا کر

سامنے تیرے ہے میدانِ عمل کی وسعت
عزمِ شہباز دکھا بالِ ہما پیدا کر

آرزوؤں میں تیری روح ہو قربانی کی
اپنے ارمانوں میں تو ذوقِ وفا پیدا کر

بارگاہ صمدیت میں جگہ حاصل ہو
اس لئے سوزِ دل و جوشِ دعا پیدا کر

تیرے سینہ میں ہو تا نورِ خدائی داخل
دل کو آئینہ بنا صدق و صفا پیدا کر

جلوۂ یار حقیقی کا ہو ادراک تجھے
نکتہ چیں آنکھ میں وہ نورِ حیا پیدا کر

نام لیوا جو خدا کے تھے خدا کھو بیٹھے
ان کے سینوں میں نیا نورِ خدا پیدا کر

تیری آواز سے زندہ ہو یہ مردہ دنیا
ایسی آواز بنا ایسی صدا پیدا کر

پرورش پائی ہے جب دار شفاء میں تو نے
جا ہر اک ملک میں اک دارِ شفاء پیدا کر

اٹھ کہ ہے سعی و عمل ہی میں حیاتِ جاوید
رہبری کرکے نئے راہ نما پیدا کر

زندگی جو فقط اپنے لئے ہو بیکار ہے وہ
تو سر قافلہ بن بانگِ درا پیدا کر

پھنس گئی ظلمت الحاد میں ساری دنیا
گمرہوں کے لئے پھر راہ ہدیٰ پیدا کر

گوہرؔ خستہ ہے اک بندہ مسکین و ضعیف
مشکل آسان ہو یارب وہ قضا پیدا کر

محمد ذوالفقار علی خان گوہرؔ

مکرم محمد رفاقت احمد صاحب۔ اسلام آباد

الفضل ہمارا خاندانی ریکارڈ بھی ہے

خاکسار نویں دسویں کلاس کے طالب علمی کے زمانہ سے روزنامہ الفضل کا قاری ہے۔ اخبار کے مضامین، نیز ضروری خبروں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت سے متعلقہ خبروں سے عزیز و اقارب کو آگاہ کرتا تھا۔ عادت بن گئی کہ غیر از جماعت غیر متعصب دوست طلباء اور اپنے اساتذہ و پروفیسرز صاحبان کو بھی کسی نہ کسی دن کا الفضل مطالعہ کیلئے دیتا تھا۔ بعض پبلک لائبریریوں میں ان کی اجازت سے پرانے یا نئے الفضل کے پرچے رکھواتا اس کے علاوہ احمدیت کے بارہ میں شوق رکھنے والے لوگوں کو ان کی خواہش پر الفضل بذریعہ ڈاک روانہ کرتا۔ خداتعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کا بہت اچھا اثر ہوتا۔ کچھ لائبریری والوں، میرے اساتذہ اور جاننے والے غیر از جماعت احباب کو ایسا چسکا پڑ گیا کہ وہ خاکسار کے ذریعہ الفضل اخبارات کے پرانے فائل تک منگواتے اور پڑھ کر واپس کر دیتے۔ ان کی یہ ضرورت میں جماعت احمدیہ راولپنڈی میں لائبریری کے ذریعہ پورا کرتا۔ جماعت راولپنڈی نے ایک اچھی لائبریری بنائی ہوئی تھی جس میں پرانے الفضل، بدر، الحکم کے علاوہ بعض بڑی نایاب کتب موجود تھیں۔ جون 1974ء میں چند شر پسندوں نے یہاں آگ لگادی اور یہ ذخیرہ جل گیا۔

محکمہ ڈاک کی مواہیر اور خریداری نمبروں سے اندازہ ہوا کہ ہمارے خاندان میں الفضل بذریعہ حضرت میاں جمعہ خان صاحب، (رفیق مسیح موعود) مکرم عبدالکریم صاحب ڈرائینگ ماسٹر مکرم میاں عبدالرشید صاحب محکمہ پولیس اور مکرم شیخ بشارت احمد صاحب محکمہ تعلیم **1913ء** سے آرہا ہے۔

خاکسار کی پڑدادی حضرت عمر بانو صاحبہ بڑی دانا اور نیک خاتون تھیں ایک رات انہوں نے خواب (میں) دیکھا کہ کوئی بزرگ اونٹنی پر سوار آکر اعلان کر رہے ہیں کہ امام مہدی قادیان میں ظاہر ہو گئے ہیں۔ یہ بات اُن کے دل کی گہرائی میں پہنچ گئی۔ یقین ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود درست ہے۔ چنانچہ بیعت کر لی۔ ان کے ذریعہ سارا خاندان احمدی ہو گیا''۔

(تاریخ احمدیت بھیرہ ص 111)

یہ خاتون اخبار اکٹھے کر کے خود اور اپنے عزیز و اقارب اور غیر از جماعت رشتہ داروں کو اپنے پوتوں، نواسوں، بھتیجوں نیز ہمسایوں میں سے پڑھے لکھے نوجوانوں کے ذریعہ اخبار الفضل کے مندرجات کو بڑے شوق و اہتمام سے سنواتی تھیں اور اس کے بعد پنجابی میں ترجمہ کرواتیں تا کہ ہر مرد و زن کو سمجھ آ جائے۔

میری اہلیہ مکرمہ نصرت فرزانہ صاحبہ بنت مکرم میاں فضل الرحمان صاحب بسمل مرحوم سابق امیر جماعت بھیرہ کو جہاں خدمت خلق، دعوت الی اللہ اور خدمت دین کی توفیق ملتی ہے وہاں مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود، خلفاء احمدیت، بزرگان سلسلہ اور جماعتی رسائل و اخبار الفضل کا بھی بڑا شوق ہے۔ ان کتابوں رسائل اور اخبار الفضل سے موتی نکال کر اپنے بچوں بچیوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف عمل ہیں۔ اخبار الفضل ہمارے اور ہماری آئندہ نسلوں کیلئے بھی ایک تاریخی ریکارڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خداتعالیٰ کے فضل سے 1979ء میں مجھے SBP نے شعبہ بینکنگ میں ملک بھر میں اول آنے پر گولڈ میڈل دیا۔ میرے بیٹے عزیزم غالب احمد عدنان کو 2004ء میں Arid یونیورسٹی نے BCS (Hons) میں دوم آنے پر سلور میڈل دیا۔ اسی طرح خاکسار کے نکاح، دعوت ولیمہ، ہمارے وصایا کے مسلسل نمبرز، بیٹے بیٹیوں کے نکاحوں/ رخصتانے وغیرہ کی خبریں اخبار الفضل نے اشاعت کے ذریعہ ریکارڈ کر دیں۔ الحمدللہ۔ الفضل کے مطالعہ سے خاکسار کو خود بھی شوق پیدا ہوا کہ اپنی حقیر سی معلومات احباب تک اس اخبار کے ذریعہ پہنچائی جائیں۔ چنانچہ مختلف مضامین لکھے اور اخبار الفضل نے پذیرائی کرتے ہوئے شائع کئے۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم نے خاکسار کو ایک دفعہ نصیحت کی کہ الفضل میں مضامین لکھا کرو اس سے اپنا علم بڑھتا ہے اور دوسرے احباب کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس اخبار سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور الفضل کو مزید ترقیات عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

جہاں جہاں پہ کلی کلی شہید کی تم نے
وہیں پہ نکھر نکھر کے گلاب آئے ہیں

روزنامہ الفضل رفعتوں کی طرف محو پرواز ہے۔

اس کے سو سال پورے ہونے پر ہم

جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: منور احمد بابر، حماد احمد بولٹن UK

بتوسط مکرم حمید احمد صاحب کوٹری ضلع حیدر آباد

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

ضلع حافظ آباد میں جدید سہولیات کے ساتھ جدید ہسپتال کا آغاز (الحمدللہ)
ہسپتال میں شعبہ گائنی کیلئے ایک ماہر لیڈی ڈاکٹر (احمدی) کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر ناصر میڈیکل کمپلیکس

جلال پور روڈ۔ حافظ آباد
054-7422991-7522391
0333-8073391

مردوں۔ عورتوں۔ بچوں کی ہر مرض کا علاج کیا جاتا ہے

نرینہ اولاد (بیٹا) کیلئے "نعمت الٰہی" استعمال کریں۔

سفری سہولیات

شہر	براستہ	ربوہ بس سٹاپ سے روانگی	واپسی ربوہ کیلئے	کیفیت
ملتان	جھنگ، شورکوٹ پل باگڑ، کبیر والا	پہلا ٹائم صبح 8:29 بجے	سٹینڈ نمبر 16 لاری اڈا سے سہ پہر 2:45 بجے	ائرکنڈیشنڈ کوچ DVD پلیئر
کراچی	بہاولپور، پنوں عاقل سکھر، مورو، حیدر آباد	پہلا ٹائم دوپہر 1:00 بجے دوسرا ٹائم شام 6:15 بجے	کینٹ سٹیشن۔ سہراب گوٹھ	ائرکنڈیشنڈ کوچ DVD پلیئر
صادق آباد	بہاولپور، احمد پور شرقیہ خان پور	پہلا ٹائم سہ پہر 4:15 بجے دوسرا ٹائم شام 7:40 بجے	لاری اڈا	ائرکنڈیشنڈ کوچ DVD پلیئر
لاہور	براستہ موٹروے	صبح پہلا ٹائم 6:00 بجے دوسرا ٹائم صبح 8:30 بجے تیسرا ٹائم صبح 10:30 بجے چوتھا ٹائم دوپہر 2:00 بجے پانچواں ٹائم سہ پہر 4:00 بجے	سکائی ویز بکر منڈی	APV وین 7 سیٹر
فورٹ عباس	ساہیوال، عارفوالہ بہاولنگر، ہارون آباد	پہلا ٹائم رات 8:45 بجے	لاری اڈا	ائرکنڈیشنڈ کوچ DVD پلیئر
ڈاھرانوالہ	بورا، وہاڑی حاصل پور، چشتیاں	پہلا ٹائم رات 8:15 بجے دوسرا ٹائم رات 9:45 بجے	لاری اڈا	ائرکنڈیشنڈ کوچ DVD پلیئر
چونڈہ	حافظ آباد، گوجرانوالہ ڈسکہ، پسرور	پہلا ٹائم دوپہر 1:00 بجے دوسرا ٹائم دوپہر 2:00 بجے	پہلا ٹائم صبح 5:40 بجے دوسرا ٹائم صبح 5:50 بجے	ہائی ایس وین سروس
سیالکوٹ	حافظ آباد، گوجرانوالہ، ڈسکہ	پہلا ٹائم صبح 7:00 بجے دوسرا ٹائم دوپہر 2:00 بجے	پہلا ٹائم صبح 5:40 بجے دوسرا ٹائم دوپہر 1:30 بجے	ہائی ایس وین سروس
گجرات	سرگودہا، ہیڈ فقیریاں، پھالیہ	پہلا ٹائم دوپہر 12:00 بجے	لاری اڈا سے صبح 6:00 بجے	ہائی ایس وین سروس
گجرات	حافظ آباد، گوجرانوالہ	پہلا ٹائم صبح 5:45 بجے	لاری اڈا سے دوپہر 1:00 بجے	ہائی ایس وین سروس

رابطہ:۔ ربوہ لائنز بس سٹاپ ربوہ

RabwahLiners

شادی بیاہ، تفریحی پروگرامز کے لئے اے سی کوچز، کاریں، 7 سیٹر APV ہر وقت کرایہ پر دستیاب ہیں
(با اخلاق، با اعتماد عملہ کے ساتھ)

فون نمبرز:۔ 047-6211222☆047-6214222☆0345-7874222☆0334-7874222

جوڑائی اینڈ گولی میکرز

ایم وحید جیولرز

صرافہ بازار ڈی بلاک
اوکاڑہ
044-2514648

طالب دعا: میاں عبدالوحید 0300-7533438
0345-7506946

موٹر سائیکل سپیئر پارٹس

سہیل آٹوز 120 علی ٹاؤن سرگودھا روڈ فیصل آباد

طالب دعا: شیخ سہیل احمد: 03226035421

Rehman Rubber Rollers & Engineering Works

Manufacturers:

Paper, Chip Board and Tanneries Rolls

Marketing Managing Director:

Mujeeb-ur-Rehman
0345-4039635
Naveed ur Rehman
0300-4295130
Band Road Lahore.

روزنامہ الفضل کے سو سال مبارک ہوں۔

پیارے آقا کی صحت وسلامتی وتندرستی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں

- امیر ضلع وار اراکین عاملہ ضلع وصدران جماعت ہائے
  واراکین جماعت ہائے احمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خان
- ناظم ضلع واراکین عاملہ ضلع واراکین انصاراللہ ضلع ڈیرہ غازی خان
- زعیم اعلیٰ وزعماء حلقہ جات۔ زعیم حلقہ شہر
- زعیم حلقہ مجاہد آباد کالونی۔ زعیم حلقہ رکن آباد کالونی
  واراکین عاملہ حلقہ جات واراکین انصاراللہ ڈیرہ غازی خاں
- صدر لجنہ ضلع واراکین عاملہ ضلع واراکین لجنہ اماء اللہ ضلع
  واراکین ناصرات الاحمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خان
- صدر لجنہ شہر واراکین عاملہ شہر واراکین لجنہ اماء اللہ
  واراکین ناصرات الاحمدیہ ڈیرہ غازیخاں شہر
- صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماء اللہ
  واراکین ناصرات الاحمدیہ حلقہ مجاہد آباد ڈیرہ غازی خان
- صدر لجنہ واراکین عاملہ واراکین لجنہ اماء اللہ
  واراکین ناصرات الاحمدیہ حلقہ فرید آباد ڈیرہ غازی خاں
- خدا تعالیٰ ہمیں خدمت خلق کے میدان میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
- قائد ضلع واراکین عاملہ ضلع وقائدین ضلع واراکین خدام الاحمدیہ ضلع واراکین اطفال الاحمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خاں
- ملک منور احمد ابن ملک احمد دین محلّہ باھووالا لودھراں شہر حال ڈیرہ غازی خاں
- چوہدری عتیق احمد باجوہ ابن چوہدری منیر احمد باجوہ سابق صدر جماعت احمدیہ داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ
  والدین و بیگم و بچگان ڈیرہ غازی خاں

غزل

کارواں چل دے گا‘ گرد کارواں رہ جائے گی
ہم نہیں ہوں گے ہماری داستاں رہ جائے گی

لو بہارِ جاوداں کو مل گیا اذنِ نزول
ہاتھ ملتی باغ سے دور اب خزاں رہ جائے گی

بجلیوں سے ہے بنایا ہم نے اپنا آشیاں
برق اگر اس پر گری بن کر دھواں رہ جائے گی

زلزلے صدہا لئے پھرتے ہیں یہ کشکول میں
گر بگڑ بیٹھے گدا دنیا کہاں رہ جائے گی

ہوں گے تعمیر ان جگہوں پر تازہ اقلیموں کے شہر
خاک ان کے پاؤں کی جھڑ کر جہاں رہ جائے گی

آدمی چہرے بدل کر گر یونہی بکتے رہے
عظمت انسانیت باقی کہاں رہ جائے گی

رات کے چوروں کو سمجھا دو کہ پوپھٹنے لگی
جو چھپا دے جرم وہ ظلمت کہاں رہ جائے گی

اپنی کشتی کا ہے کیا! اُبھری‘ پھر آگے بڑھ گئی
بگڑے طوفانوں کی لیکن داستاں رہ جائے گی

یار نے جب اک نگاہِ خشم ڈالی بزم پر
کون منہ کھولے گا؟ کس منہ میں زباں رہ جائے گی؟

اک سے اک بڑھ کر تبسّم! یوں تو ہیں اہل سُخن
یاد تجھ مجذوب شاعر کی زباں رہ جائے گی

ڈاکٹر عبدالرشید تبسمؔ

روزنامہ الفضل کے نام

دل کے لئے بہار ہے، روح کے لئے قرار
اس کے نہیں اوصاف کا جگ میں کوئی شمار

تشنہ دلوں کی پیاس بجھاتا ہے خوب یہ
روحانیت کا یہ تو ہے اک بحرِ بے کنار

پنہاں ہیں اس میں علم اور حکمت کے باب بھی
اس کے تمام سلسلے ہیں خوب طرحدار

ہر لفظ ہے علوم کی بارش لئے ہوئے
ہر اک کڑی ہے دل نشیں، پُر کیف و پُر وقار

اِک علم و آگہی کا سمندر ہے جوش پر
عرفان و نور کرتا ہے ہر اک پہ آشکار

صد سالہ اس کی جوبلی کا سال آ گیا
رب کا ہی یہ کرم ہے بے حد و بے شمار

تعریف اس کی کس طرح اعظم کروں بیاں
الفضل ہے زمانے میں ایک فضل کردگار

اعظمؔ نوید

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
WEDDING | PARTY | EVERYDAY
Excelling in Gold jewellery for more than 60 years
15 London Road, Morden, Sm45 HT
0044-(20) 36094712
Aqsa Road, Rabwah
0092-(47) 6212515

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
بٹ فلنگ سٹیشن
اینڈ CNG
ظفروال بڈیانہ روڈ چونڈہ سیالکوٹ
بابر بٹ 0301-6131126
پروپرائٹر: بابر احمد بٹ ولد بشیر احمد بٹ صاحب
0526-210561

ہر قسم کے چاول کی
اعلیٰ کوالٹی کا واحد مرکز
شاہین رائس ملز
غلہ منڈی کوٹلی باوا فقیر چند تحصیل پسرور (سیالکوٹ)
طالب دعا
عبدالحمید بٹ ولد میاں محمد صادق صاحب 0301-6604208
شہباز احمد بٹ ولد میاں عطاء اللہ بٹ صاحب
ممتاز احمد بٹ ولد میاں عطاء اللہ بٹ صاحب 0300-6403332
عنصر حمید بٹ ولد عبدالحمید بٹ صاحب 0347-5777577
شاکر حمید بٹ ولد عبدالحمید بٹ صاحب Office:0526599332

پیارے آقا کی صحت و سلامتی و تندرستی
و درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں
محمد صدیق اینڈ سنز کریانہ سٹور قلعہ کالروالہ
پروپرائیٹر: صغیر احمد ولد محمد صدیق (مرحوم) قائد مجلس قلعہ کالروالہ
حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد
صغیر احمد
قائد مجلس خدام الاحمدیہ قلعہ کالروالہ سیالکوٹ
ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ قلعہ کالروالہ سیالکوٹ

P.O.BOX:635 Wazirabad Road,
Harar Sialkot 51310-Pakistan.
E-mail:wittex@skt.comsats.net.pk
Web:WWW.wittex.com

Tel :0092-52-3574262-63
Direct :0092-52-3574265
Fax :0092-52-3574266

ہر قسم کے چاول کی اعلیٰ کوالٹی کا مرکز
مرکز خریداری سورج مکھی، گندم، مونجی
BRM
بٹ رائس ملز اینڈ
رائس ڈیلرز
پروپرائیٹرز: مولا بخش بٹ، ناصر احمد بٹ، غفار احمد بٹ
بڈیانہ پسرور بائی پاس روڈ چونڈہ (سیالکوٹ)
فون آفس: 0526210542-6210316
موبائل: 03016150422

عنایت علی سنز
آپٹیشنز
کمپیوٹرائزڈ معائنہ نظر
AUTOMATIC COMPUTERIZED FITTING
Anayat Ali Sons OPTICIAN
گورنمنٹ کوالیفائیڈ آپٹو میٹریسٹ
منظور شدہ وزارت صحت حکومت پاکستان
ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن
دھوپ کے چشمے، امپورٹڈ فریم، کنٹیکٹ لینز
مصنوعی آنکھیں اور آلہ سماعت دستیاب ہیں
طالب دعا
(ر) کرنل ظفر علی۔ چوہدری فاروق احمد گل

کتب حضرت مسیح موعود کی کمپیوٹر پر منتقلی
اور الفضل اخبار کا انٹرنیٹ پر اجرا

مکرم چوہدری عطاء الرحمن صاحب جنرل منیجر واپڈا (ریٹائرڈ)

میں یہ چند سطور تحدیث نعمت کے طور پر رقم کر رہا ہوں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے سب سے پہلے مجھے اور میرے بچوں ڈاکٹر لطف الرحمٰن اور ڈاکٹر افضال الرحمٰن کو حضرت مسیح موعود کی کتب کو کمپیوٹر پر منتقل کرنے، انٹرنیٹ پر الفضل کے اجرا اور کتب حضرت مسیح موعود اور ملفوظات کی Audio بنانے کی سعادت عطا کی۔

کتب حضرت مسیح موعود

1996ء کے آخر میں دنیوی کاموں سے فراغت حاصل کر کے ربوہ میں رہائش اختیار کر لی۔ مارچ 1997ء میں تحریک جدید نے توسیع جامعہ کی ذمہ داری سونپ دی۔ جامعہ کی توسیع کے دوران میں گرمیوں میں دو تین ماہ کے لئے بچوں کے پاس امریکہ چلا جاتا تھا۔ اسی دوران میرے بیٹوں ڈاکٹر لطف الرحمٰن اور ڈاکٹر افضال الرحمٰن نے بتایا کہ ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب نائب امیر امریکہ نے انہیں حضرت مسیح موعود کی کتب کو کمپیوٹر پر منتقل کرنے کا کہا ہے۔ اس کام کے لئے انہوں نے اپنے پاس سے کتب کا ایک مکمل سیٹ دیا۔ بچوں کے پاس اس کام کو کرنے کے لئے اتنا وقت نہیں تھا۔ لہٰذا یہ ذمہ داری میں نے لے لی۔ مجھے اس کام کے لئے ایک scanner خرید دیا گیا۔ میں نے کتب کو صفحہ صفحہ کر کے scanning شروع کر دی۔ پہلی قسط میں روحانی خزائن، ملفوظات اور مجموعہ اشتہارات مکمل کر کے ان کی ایک pdf فائل بنائی۔ بچوں نے اس میں مزید پروگرام ڈال کر اسے Self operating CD میں تبدیل کر دیا۔ یہ CD جماعت احمدیہ امریکہ کے حوالے کر دی جو انہوں نے پرنٹ کروا کر عام استعمال کے لئے جاری کر دی۔ اس CD کی ایک کاپی میں نے ناظر صاحب اعلیٰ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ) کی خدمت میں پیش کی۔ جس پر انہوں نے اس کے انڈیکس کے متعلق استفسار کیا۔ اس پر خاکسار نے انڈیکس بنانے کی حامی بھرلی۔ ہر کتاب میں جو انڈیکس ہے اس کی مدد سے کئی سالوں کی محنت سے مضامین کا انڈیکس مکمل ہوا۔ اس انڈیکس کی یہ خوبی ہے کہ روحانی خزائن، ملفوظات اور مجموعہ اشتہارات کی تمام کتب کا ایک ہی Clickable انڈیکس ہے۔ اگر آپ کسی مضمون پر Click کریں تو جہاں جہاں بھی اس مضمون کے متعلق تمام کتب میں ذکر ہے وہ reference نکل آئیں گے اور ان پر click کرنے سے متعلقہ صفحہ سامنے نکل آئے گا۔ اس DVD میں حضرت اقدس کی تمام باقی کتب بشمول تذکرہ، تفسیر، مکتوبات اور درثمین اردو، فارسی، عربی، علیحدہ علیحدہ انڈیکس کے ساتھ شامل کر دی ہیں۔ انڈیکس والی DVD جماعت امریکہ نے صد سالہ جوبلی کے موقع پر جاری کر دی۔ یہ DVD جماعت کی مرکزی ویب سائٹ کے On Line سٹور پر دستیاب ہے۔ ایک کمی اس میں یہ ہے کہ جو کتب عربی یا فارسی میں ہیں وہ میری کم علمی کے باعث مکمل طور پر انڈیکس نہیں ہو سکیں۔

الفضل کا انٹرنیٹ پر اجرا

الفضل اخبار کی اہمیت احمدیوں کے لئے اسی طرح ہے جیسے روح کی جسم کے لئے۔ جب 2002ء میں امریکہ بچوں کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے Alfazal.com کی سائٹ Reserve کروالی ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ الفضل انٹرنیٹ پر ڈال دی جاوے۔ اس کے لئے انہوں نے ایک بڑا Scanner اور ایک کمپیوٹر جس پر Upload کرنے کا پروگرام تھا میرے حوالہ کیا جو میں اپنے ساتھ لے آیا۔ ان دنوں ربوہ میں انٹرنیٹ ٹیلیفون کے ذریعہ آتا تھا اور اس کی speed بہت کم تھی۔ الفضل اخبار شام کو مل جاتی اور میں اسے Scan کر لیتا مگر شام کو اسے upload کرنا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ انٹرنیٹ کنکشن بہت مصروف ہوتا اور بار بار رابطہ ٹوٹ جاتا۔ اس لئے میں صبح تہجد کے وقت اسے upload کر دیتا۔ پہلا اخبار 3/ اکتوبر 2002ء کو انٹرنیٹ پر ڈالا گیا۔ یہ سلسلہ تقریباً نو ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران سینکڑوں لوگوں نے اخبار سے فائدہ اٹھایا۔ آخر کار جماعت کی مرکزی ویب سائٹ نے اخبار کی ضرورت کو محسوس کیا اور امیر جماعت امریکہ نے ناظر صاحب اعلیٰ کی خدمت میں اخبار کو انٹرنیٹ پر ڈالنے کے لئے مدد چاہی۔ ناظر صاحب اعلیٰ نے مکرم سید عبد الحی صاحب ناظر اشاعت کو اس کی ذمہ داری سونپی۔ ناظر صاحب اشاعت کو علم تھا کہ کون یہ کام کر رہا ہے۔ انہوں نے مجھے بلایا اور دفتر الفضل میں اس نظام کو قائم کرنے کو کہا۔ اس طرح اب دفتر الفضل سے ہر روز اخبار انٹرنیٹ پر ڈالی جاتی ہے۔ جب الفضل کا اجرا باقاعدگی سے شروع ہو گیا تو ہم نے Alfazal.com کی سائٹ بھی انہی کے حوالے کر دی۔

آڈیو کتب حضرت مسیح موعود

احمدی بچے جو مغربی ممالک میں پروان چڑھ رہے ہیں بیشتر ان میں سے اردو پڑھ نہیں سکتے لیکن سن کر سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح وہاں وقت کی کمی کے باعث لوگ حضرت اقدس کی کتب کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ مغربی ممالک میں لوگ گھنٹوں گاڑی میں سفر کرتے ہیں۔ سفر کے دوران ان کے پاس کافی وقت ہوتا ہے جسے حضور کی کتب سننے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ IPOD کی ایجاد نے اسے اور آسان کر دیا ہے۔ کمپیوٹر سے کتب آسانی سے IPOD پر منتقل کی جا سکتی ہیں اور IPOD کو کار کے FM ریڈیو سے connect کر کے بڑی آسانی سے سنا جا سکتا ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور کی کتب کی آڈیو بنانے کی طرف توجہ ہوئی۔ جو اردو کتب علما نے MTA پر پڑھی تھیں ان کی آڈیو کیسٹ لے کر انہیں MP3 میں تبدیل کر کے کمپیوٹر پر ڈال دیا۔ اسی طرح جن کتب کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے انہیں لوکل انگریزی زبان بولنے والوں کو معاوضہ دے کر پڑھوا کر ریکارڈ کیا تا کہ تلفظ اور لہجہ درست ہو۔ اس طرح اردو اور انگریزی کی کتب کی CDs بنا کر جماعت امریکہ کو دیں۔ ان میں سے بیشتر مرکزی ویب سائٹ پر لگی ہوئی ہیں۔ یہ تمام کام میرے بیٹے ڈاکٹر لطف الرحمٰن ٹرانسپلانٹ سرجن نے کیا۔

ملفوظات کی آڈیو

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت نے MTA پر ملفوظات کا درس دیا ہے۔ ملفوظات کی تربیتی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت ہے کیونکہ اس میں حضور نے جماعت کو نصیحت کے علاوہ لوگوں کے سوالوں کے جواب بھی دیئے ہیں۔ اس کی آڈیو بنانے کے لئے میری درخواست پر MTA ربوہ نے درس ملفوظات کی وڈیو سے تقریباً 250 کیسٹ پر آڈیو ریکارڈ کر کے دیں۔ ان کیسٹس کو ایک آلہ کی مدد سے میں نے MP3 میں تبدیل کر کے کمپیوٹر پر ریکارڈ کر لیا۔ اس کے بعد ملفوظات کی کتاب کی مدد سے ان کی ترتیب درست کی۔ پھر لفظ بلفظ اس کو ایڈیٹ کیا اور جو حصے missing تھے ان کی لسٹ بنائی۔ MTA ربوہ سے رابطہ پر پتہ چلا کہ ان حصوں کو درس میں شامل نہیں کیا گیا۔ ملفوظات کی پانچ جلدوں میں سے تقریباً آدھی جلد کے قریب مواد کم ہے۔ اس آڈیو کو 106 Segments میں تقسیم کر کے ان کی ایک Audio DVD بنا دی۔ یہ آڈیو کئی سال میرے پاس رہی کیونکہ اس میں کچھ شور تھا۔ امریکہ میں میوزک کے ماہرین سے مل کر بڑی کوشش کی کہ کسی طرح یہ شور دور ہو سکے لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ IPOD کی ایجاد پر اسے جب IPOD پر ڈال کر سنا تو یہ قابل استعمال لگی۔ اس پر یہ آڈیو بھجوا دی جو اَب جماعت کی مرکزی ویب سائٹ پر لگی ہوئی ہے اور ان کے آن لائن سٹور سے مل سکتی ہے۔

الفضل کی برکتوں کا ہر احمدی کی زندگی میں اثر

مکرمہ سعیدہ تصدق صاحبہ واقفہ نو۔ واہ کینٹ

الفضل کا نہ صرف میری زندگی میں بلکہ ہر احمدی کی زندگی میں بہت اثر ہے۔ الفضل کی برکتوں کو چند لفظوں میں یا چند سطروں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ الفضل لگوانے کا شوق سب سے زیادہ میری والدہ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ کو ہی تھا۔ ایک بار میں نے اپنی سیکرٹری صاحبہ کے گھر الفضل پڑھی اور چند روز کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی الفضل گھر بیٹھ کر پڑھنے کی توفیق دی۔

الفضل میں لکھی جانے والی احادیث بہت اچھی ہوتی ہیں جن کو میں بہت شوق سے پہلے پڑھتی ہوں۔ اگر ان احادیث کو ہی ہم سب روزانہ ایک بار ایک حدیث پر عمل کر لیں تو یقیناً ہم اپنے اخلاق کے اعلیٰ نمونے قائم کر سکتے ہیں۔

الفضل سے ہی میں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے ہر پہلو سے سبق حاصل کیا اور کافی معلومات میں اضافہ ہوا۔

الفضل سے نہ صرف حضرت مسیح موعود کے فرمان سے آگاہی ہوئی بلکہ ان کی زندگی اور حقوق اللہ و حقوق العباد کے اعلیٰ نمونے پتہ لگے۔ جن کی طرف میری بھی توجہ ہوئی۔

خلفاء سلسلہ کی تحریکات سے مجھے ایسی باتیں پتہ لگیں جو کتب وغیرہ میں نہیں پڑھی تھیں۔ نیکیوں اور برائیوں کا فرق پتہ لگا۔ خلفاء سلسلہ کی تحریکات میں ہی لوگوں کے کافی سارے سوالات کے جوابات بھی مل جاتے ہیں۔

اطلاعات و اعلانات سے ہم گھر میں رہتے ہوئے باقی احمدی احباب کے بارے میں جان لیتے ہیں۔ جن میں نکاح، آمین، وفات، بیماروں کا پتہ چل جاتا ہے۔

M T A کے پروگرام پاکستانی وقت میں تبدیل کر کے تحریر کرنے سے نہ صرف مجھے بلکہ بزرگ خواتین و حضرات اور دوسرے احباب کو بھی فائدہ ہوا جس سے اب MTA کے پروگرام دیکھنے میں آسانی ہو گئی ہے۔

الفضل سے دنیاوی معلومات بھی ملتی رہتی ہیں اور بہت خوشی سے کہتی ہوں کہ ٹی وی اور باقی اخباروں میں خبریں سننے سے ساتھ ہی ساتھ ایک ''تحفہ'' سر درد بھی ملتا ہے مگر الفضل سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی سر درد نہیں ملتا اور تمام معلومات، خبریں بھی مل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ روزنامہ الفضل کو ایسے کئی اور صدیاں نصیب فرمائے اور ہم سب اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اس سے فائدہ اٹھانے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ الفضل شائع کرنے والے احباب کو اس کا اجر عطا فرمائے جو ہمارے لئے اتنا کچھ شائع کرتے ہیں۔ ہم سب احمدیوں کی طرف سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچھی خبریں پہنچائے۔ ہم جلد ان کو پاکستان میں ملیں۔ آمین

لاہور کے زمانہ میں الفضل کی خدمت

مکرم لعل الدین صدیقی صاحب۔ سابق کارکن الفضل

خاکسار 1947ء سے الفضل کا قاری ہے۔ الفضل خاکسار کی روح کی غذا ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد بلا ناغہ الفضل کا مطالعہ نہ کروں تو چین نہیں آتا۔ الفضل نے اس ناچیز کو بے حد روحانی فائدہ پہنچایا۔ باوجود مالی کمزوری کے الفضل خود خرید کر پڑھتا ہوں۔ عرصہ دراز سے گھر میں لگایا ہوا ہے۔ اس روحانی نہر سے مجھے اور میرے اہل و عیال کو بے حد فیض پہنچا ہے۔ خاکسار کو ایک یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ اس روحانی نہر کی تین سال بطور مددگار کارکن خدمت کی ہے اکتوبر 1947ء سے لے کر 30 نومبر 1949ء تک دن اور رات خدمت کی ہے۔ اس عرصہ میں خاکسار مینیجر صاحب اور ایڈیٹر صاحب کے دونوں دفتروں میں اکیلا مددگار کارکن تھا۔ دو غیر از جماعت دفتری تھے جو اخبار فولڈ کر کے اوپر چٹیں لگا کر چلے جاتے، باقی سارا کام خاکسار کرتا تھا۔ ٹکٹیں لگانی اور ڈاکخانہ لے جانا خاکسار کے ذمہ تھا۔ یہ کام کر کے تین بجے فارغ ہوتا تھا۔ پھر ایڈیٹر صاحب کے دفتر چلا جاتا تھا۔ رات 1:30 بجے کاپی تیار کر کے مکلیگن روڈ سے پیدل دہلی دروازے خان پریس تھا وہاں پہنچاتا تھا پھر پیدل ہی چل کر اپنے گھر سنت نگر پہنچتا تھا۔ رات 2 بج جاتے تھے۔ 5 بجے پھر اُٹھ کر دہلی دروازے جاتا تھا وہاں سے اپنا اخبار لے کر گیلانی پریس بالمقابل انارکلی جاتا، وہاں اخباروں کے تبادلے کر کے دفتر الفضل پہنچتا پھر پیدل گھر پہنچتا۔ ناشتہ کر کے 10 بجے پھر دفتر جاتا۔ اس وقت الفضل کے ایڈیٹر مکرم روشن دین تنویر صاحب اور مینیجر مکرم رحمت اللہ صاحب شاکر تھے۔ نائب ایڈیٹر مکرم شیخ خورشید احمد صاحب، منیر احمد صاحب وینس صاحب اور ثاقب زیروی صاحب تھے۔ ہیڈ کاتب مکرم احمد حسین صاحب تھے۔

میری تربیت الفضل نے کی

مکرمہ صادقہ کریم صاحبہ۔ اسلام آباد

جب میں نے ہوش سنبھالا تو پیارے ابا جان چوہدری عبدالکریم صاحب کو گھر میں اخبار پڑھتے اور بچوں کو سناتے پایا۔ میں ابھی اردو صحیح طور پر نہ پڑھ سکتی تھی کہ ابا جان الفضل تھما دیتے اور پہلا صفحہ بڑی محنت اور حوصلہ سے سنتے اور درستی فرماتے جاتے۔ پھر جوں جوں پڑھنے میں روانی آتی گئی روزانہ اخبار پڑھنے کی تاکید کرتے اور جائزہ کے طور پر چھوٹے چھوٹے سوالات پوچھ کر اپنی تسلی کر لیتے اور پھر درست جواب پر بہت خوشی کا اظہار کرتے اور وقتاً فوقتاً انعام سے بھی نوازتے۔ جب میں تیسری جماعت میں تھی غالباً 1955ء کی بات ہے تلفظ اور زیادہ تر الفاظ کے معانی میں اس حد تک جان چکی تھی کہ میری ٹیچر کہتیں ''تم نویں کلاس کی طالبات جتنی اردو جانتی ہو''۔ اسی لئے میری ہوش میں املاء میں کبھی غلطی نہ ہوئی۔

اب اصل فائدہ کی طرف آتی ہوں کہ اپنی جماعت کے متعلق پورا تعارف حاصل ہو گیا۔ دینی احکام سے نہ صرف آگاہی ہوئی بلکہ الحمدللہ کہ ان پر عمل کرنے کا سلیقہ بھی آ گیا۔ اپنے بزرگوں کے حالات اور قربانیاں پڑھ کر دل میں یہی عزم تھا کہ ایسے ہی بننے کی کوشش کرنی ہے۔ اپنے بزرگوں کی عظمتوں کو چھونے کا ظرف تو شائد مجھ میں نہ تھا لیکن پوری عمر پیچھے بھاگنے کی لگن ضرور لگی رہی۔ خلفائے وقت سے محبت اور ان کے ہر حکم کو حرز جان بنانے کا شوق بھی پیارے الفضل کے مطالعہ کا ہی مرہون منت ہے۔ مضامین لکھنے والوں اور نظمیں کہنے والوں کے نام حفظ ہو چکے ہیں۔ پھر ان سب لکھنے والوں سے ایک غائبانہ محبت پیدا ہوئی اور ان کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑی کہ ''اللہ کرے زور قلم اور زیادہ''

غرضیکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ دعا کرنا بھی الفضل کی بدولت سیکھا۔ احباب جماعت سے اس قدر غائبانہ تعارف حاصل ہوا کہ اکثر لوگ حیران ہو جاتے ہیں کہ میری اتنی واقفیت ہے۔ حالانکہ اتنے وسیع تعلقات میرے بس میں کہاں۔ میرے دل میں پیار اور نرمی کے جذبات بھی الفضل کے ہی مرہون منت ہیں۔ یقین جانئے مجھے یوں لگتا ہے کہ میری تربیت ماں باپ نے تو کی ہو گی لیکن میں ان کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے الفضل کی بے حد شکر گزار ہوں۔

یہ ذکر کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتی کہ میرا تعلق تدریس کے پیشہ سے تھا۔ میرے پیارے الفضل نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ ہر روز تازہ بتازہ مواد میسر آ جاتا اور ہر موضوع پر علم میں اتنا اضافہ ہو جاتا کہ میں اعتماد سے اور وقار سے کلاس رومز میں داخل ہوتی اور نصابی کتب کے علاوہ بھی بہت سی باتیں بچوں کو بتاتی تو ان کے چہروں پر خوشی اور ان کے شکر گزاری کے جملے سن کر اپنی نظروں میں بھی عزت بڑھ جاتی۔ الحمدللہ۔ جس جگہ بھی وقت گزارا بہت پیار ملا۔ بہت تعریفیں سننے کو ملیں۔ عاجزی میں اضافہ ہوتا گیا اور اپنی ذمہ داریاں خوشی سے پوری کرنے کا حوصلہ بڑھتا رہا۔ یہ کہنے میں بھی مضائقہ نہیں کہ اس دنیا میں ہی جنت کے نظارے لوٹنے میں میرا پیارا اخبار الفضل ہی میرا مددگار بنا رہا۔

پورا اخبار پڑھنے کی عادت پختہ ہو گئی کہ کوئی حصہ بھی رہ جائے تو تشنگی نہیں مٹتی۔ 1955ء سے لے کر 2012ء تک اس روحانی نہر سے مستفیض ہو رہی ہوں۔ سوائے اس وقفہ کے جو پابندی گورنمنٹ کی طرف سے عائد ہوئی ہو۔

پیارے والد مکرم چوہدری عبدالکریم صاحب مرحوم کے لئے دعا گو ہوں اور قارئین سے بھی طالب دعا کہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا جائے کہ الفضل کی چاٹ انہوں نے ہی مجھے لگائی۔ درد دل سے دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ احباب جماعت کو بصیرت عطا فرمائے کہ اس روحانی نہر کو اپنے گھروں میں جاری کر کے اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ آمین

پیارے ابا جان کا کہنا تھا کہ جب وہ سروس میں آئے تو پہلی تنخواہ ملنے پر ہی الفضل جاری کروا لیا تھا۔ غالباً 1922ء سے وہ الفضل سے استفادہ کر رہے تھے جو نومبر 1978ء تک (ان کی وفات تک) جاری رہا۔ ابا جان کی وفات کے بعد بھی گھر میں اخبار آتا رہا۔

الفضل سے وابستہ میری 60 سالہ یادیں

جماعت کی مستند تاریخ کا مخزن و منبع اور ایک منفرد فیملی اخبار

مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب امریکہ

اخبار سے یادوں کی وابستگی

یادیں زیادہ تر افراد یعنی اشخاص سے وابستہ ہوتی ہیں۔ یادوں کے تانے بانے والدین، بزرگانِ جماعت، اساتذہ، اہل و عیال، اعزہ و اقارب اور دوست احباب تک پہنچتے ہیں۔ بعض یادیں دینی، تاریخی اور تفریحی مقامات، مکانات یا تعمیرات سے وابستہ ہوسکتی ہیں۔ لیکن اخبارات سے اور وہ بھی ان میں سے صرف ایک اخبار الفضل سے وابستہ یادوں کا عنوان مجھے کچھ عجیب سا لگا۔ مگر جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ الفضل ایک عام اخبار نہیں۔ یہ اس سے بڑھ کر بہت اہم چیز ہے۔ مذہبی، دینی اور تاریخی پس منظر اسے اخباری دنیا میں ایک منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ جب میں نے اس حوالے سے الفضل سے اپنے تعلق کا جائزہ لیا تو تھوڑی ہی دیر میں یادوں کی قوسِ قزح کے رنگوں میں کھو گیا۔ مجھے یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ 75 سال کی عمر میں تقریباً 60 سال کی یادیں الفضل سے وابستہ ہیں۔ یہ مضمون انہی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے قلمبند کر رہا ہوں۔

ایام طالب علمی کی ابتدائی یادیں

میں نے میٹرک تک کی تعلیم بھیرہ میں حاصل کی۔ اس دور میں بھی سکولوں میں چھٹی اتوار کو ہوتی تھی۔ اس کے باوجود مجھے بیت النور بھیرہ میں جمعہ کی عبادت کے لئے جانا یاد ہے۔ الفضل سے وابستہ میری پہلی یاد یہی ہے کہ ہماری جماعت کے امیر صاحبان الفضل میں شائع شدہ خطبہ جمعہ سنایا کرتے تھے۔ مخدوم محمد ایوب صاحب مولوی محمد حسین صاحب استاذی المحترم چوہدری محمد یوسف صاحب کی باآواز بلند الفضل سے ان خطبات کی گونج کی یاد اب بھی تازہ ہے۔ یہ الفضل سے میرا پہلا تعارف ہے۔ ہمارے محلّہ کی بیت میں الفضل ڈاک کے ذریعے آتا تھا۔ اس یاد کا تعلق بھی طالب علمی کے دور سے ہے۔ میرے والد بزرگوار، پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب لاہور سے گرمی کی تعطیلات میں بھیرہ آیا کرتے تھے۔ ان کی دو باتیں مجھے اب تک یاد ہیں۔ ظہر اور عصر کے وقت بیت میں آ کر عبادت کے لئے ندا بلند کرتے اور باجماعت نماز کے بعد اخبار الفضل سے بعض حصے پڑھ کر سناتے۔ احباب ان کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔ گرمی کی تعطیلات میں یہ ان کا معمول تھا۔ الفضل کی اہمیت اور افادیت کا یہ تاثر میرے سکول کے دنوں سے جڑا ہوا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اخبارات کی افادیت اور عظمت میرے دل میں قائم ہوگئی ہے۔ ہمارے سکول میں نیوز سٹینڈز پر کئی روزانہ اخبارات لگائے جاتے تھے۔ تفریح (Recess) کے دوران ان اخبارات کو پڑھنے کی کوشش کرتا۔ اتنے بڑے سکول میں صرف گنتی کے چند لڑکے ہی ان اخبارات کی طرف توجہ کرتے۔ میرے شوق کو دیکھ کر میری والدہ مرحومہ نے مجھے روزانہ اخبار لگوا دیا۔ جس کی قیمت غالباً دو آنے ہوا کرتی تھی!! لیکن اخبار بینی کا اصل محرک روزنامہ الفضل ہی تھا۔

مرکز سلسلہ میں رہائش اور الفضل

میری زندگی کا غالباً سب سے اہم واقعہ جس نے میری سوچ، مستقبل کے ارادوں، پسند ناپسند، مزاج، یا یوں کہئے کہ شخصیت کی اٹھان کو یکسر بدل دیا، میٹرک کے بعد کالج کی تعلیم کے لئے مرکز سلسلہ، شہر قدسیاں میں رہائش کے لئے وارد ہونا ہے۔ نیکی میں مسابقت، ظاہر و باطن کی سادگی دینی اور علمی ماحول، اس بستی کی شہریت کے عناصر ترکیبی تھے۔ خوش قسمتی سے اس ماحول میں مجھے محبت پرور خیرخواہ اساتذہ، نیک ہمسائے اور اچھے دوست میسر آئے۔ وہاں الفضل ہاکر کے ذریعے باقاعدگی سے ملتا تھا۔ میرے دونوں دوستوں محمد شفیق قیصر اور شاہد احمد کو مطالعہ کا شوق تھا۔ دونوں کو الفضل اور دیگر جماعتی رسائل وجرائد سے بھی دلی لگاؤ تھا۔ انہوں نے مجھے بھی اس رنگ میں رنگ دیا۔ ''جمال ہم نشیں در من اثر کرد''۔ یہ دونوں دوست، گویا رواں دواں نیوز ایجنسی تھے۔ روزانہ شہر کی تمام خبروں سے آگاہ کرتے۔ ان دوستوں نے مجھے مرکز کی ایک اور نعمت کی لذت سے بھی آشنا کیا اور وہ ہے حضرت مسیح موعود کے رفقاء کی زیارت اور صحبت سے استفادہ۔ ہر محلّہ میں ایسے نافع الناس مبارک وجود موجود تھے۔ محلّہ جات کی بیوت میں ان حضرات کے دائیں بائیں اور قرب وجوار میں عبادت کے مواقع بھی ملتے رہے اور ان کی بابرکت مجالس سے فیضیاب ہونے کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا۔ سب سے بڑا اعزاز جماعت کے موعود امام ثانی کی امامت میں عبادت کی توفیق ارزانی اور حضور کے خطابات و خطبات سے مستفید ہونا تھا۔

اخبار بینی کا مضمون نویسی سے ایک بین السطور مخفی رشتہ ہے جو آہستہ آہستہ اجاگر ہوتا جاتا ہے۔ قیصر صاحب ایک آدھ سال بعد جامعہ احمدیہ کے جریدہ مجلۃ الجامعہ کے حلقہ مدیران میں شامل کر لئے گئے۔ عاجز کو تعلیم الاسلام کالج کے میگزین، المنار کے ادارہ تحریر میں شمولیت کا اعزاز ملا۔ پھر ہم ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے تشحیذ الاذہان اور خالد سے بھی وابستہ ہوگئے اور اس کے بعد عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔ سیرالیون جا کر The African Crescent (ہلال افریقہ) میں لکھنے کے مواقع ملے۔ جماعت کے دوسرے اخبارات وجرائد سے بھی رابطہ رہا۔ وہاں الفضل جماعت کے مراکز میں ڈاک کے ذریعہ باقاعدگی سے آتا تھا۔ تسلسل سے مطالعہ کی توفیق ملی۔ لیکن میں یقین کامل سے کہہ سکتا ہوں ان سرگرمیوں اور کاوشوں کا اصل محرک الفضل ہی ہے!

الفضل کی پرانی فائلوں کا مطالعہ

قیام مرکز کے دور میں شاہد احمد (ابن حضرت چوہدری محمد علی صاحب بی اے بی ٹی سابق ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) مجھے ایک اور جہان گم گشتہ میں لے گئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ خلافت لائبریری میں الفضل کے پرانے فائل دستیاب ہیں جن کا مطالعہ کر کے، ہم اپنی ولادت سے پہلے کے ادوار کے حالات اور واقعات کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس زمانے میں خلافت لائبریری احاطہ بیت مبارک میں قصرِ خلافت سے ملحق تھی۔ شاہد احمد نے مجھے خلافت لائبریری اور ان فائلوں سے متعارف کیا۔ یہ مجلد فائل علم و عرفان اور جماعتی تاریخ کا ایک نادر ذخیرہ ہیں۔ شاہد احمد کی چشم اشتیاق سے تو شاید ہی کوئی فائل بچی ہو۔ مجھے یہ دعویٰ نہیں۔ البتہ مجھے بھی اس عظیم علمی اور تاریخی مخزن سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ یہ پرانے فائل مجلد ہیں۔ کاغذ کافی خستہ ہیں۔ ہم لوگ بے حد احتیاط سے ورق گردانی کرتے۔

انہیں ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

احباب جانتے ہیں کہ تاریخ احمدیت 20 جلدوں میں دستیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے جو یہ گرانقدر خدمت سرانجام دے گئے ہیں۔ تاریخ احمدیت کی ورق گردانی کے دوران اکثر یہ محسوس ہوا کہ زیر نظر واقعہ تو پہلے بھی کہیں پڑھا یا سنا ہے جب غور کیا تو منکشف ہوا کہ یہ الفضل کی فائل گردانی کا کرشمہ ہے!

اس فائل گردانی سے مجھے الفضل کے بعض خاص شماروں کا علم ہوا جنہیں ہماری صحافتی زبان میں نمبر کہا جاتا ہے۔ خاتم النبیینؐ نمبر، جوبلی نمبر، ربوہ نمبر، مصلح موعود نمبر۔ اس کے علاوہ ہر سال الفضل کا سالانہ نمبر شائع ہوتا ہے۔ یہ تحقیقی مضامین نادر تصاویر منظومات وغیرہ کے حوالے سے خاص چیز ہوتا ہے۔ آنے والے ادوار کے مؤرخین کے لئے یہ خصوصی شمارے سنگ میل ثابت ہوں گے۔

فائل گردانی کے دوران 1929ء کے خاتم النبیینؐ نمبر (مورخہ 31 مئی 1929ء) کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی کہ اس نمبر کے لئے متعدد غیر از جماعت مشہور ادیبوں اور شاعروں نے بھی اپنے مضامین اور منظومات بھجوائیں۔

اس وقت مجھے الفضل میں علامہ اقبال کے اشعار دیکھ کر خوشی ہوئی۔ تاریخ احمدیت کی جلد 5 کے صفحہ 138 پر اس نمبر میں غیر از جماعت شعراء اور ادباء کے تعاون کا نام بنام ذکر موجود ہے۔ آج بھی میری خوشی کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ اس زمانے میں اختلافات نے گہرے تعصّبات کا روپ نہیں دھارا تھا اور اہل دانش وسعت قلبی کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ صحافت اور اشتہاری دنیا میں خیرسگالی اور بے تعصبی کی یہ روایت پاکستان میں لمبے عرصے تک قائم رہی۔ مجھے یاد ہے کہ پاکستان ریلوے کا ضخیم ٹائم ٹیبل خوبصورت کتابی شکل میں شائع ہوتا تھا۔ اس میں پورے صفحے کا اشتہار سالہا سال تک شائع ہوتا رہا ہے جس میں الفضل کی امتیازی خصوصیات کا ذکر موجود ہوتا تھا۔ پھر وہ دن بھی آئے کہ جماعت نے بعض امور کی وضاحت کے لئے Paid اشتہارات شائع کروانے کی کوشش کی مگر اس محبوب وطن کے کسی اخبار نے اس کام کے لئے آمادگی ظاہر نہیں کی!!

اخبار بینی سے خبر بننے تک

مرکز سلسلہ میں رہائش اختیار کرنے کے بعد ہم الفضل کے مستقل قاری بن گئے۔ مگر ہمیں یہ خبر

نہ تھی کہ اس مؤقر اخبار میں ایک دن ہماری ہی خبر لگ جائے گی۔ 1957ء یا 1958ء کی بات ہے۔ ربوہ کے اردگرد کے علاقوں میں سیلاب نے تباہی مچا دی۔ قریبی دیہات بری طرح متاثر ہوئے۔ پانی اترتے ہی خدام کی ٹیمیں منہدم مکانات کی مرمت کے لئے جانا شروع ہوگئیں۔ ایک ایسا ہی گروپ اس عاجز کے ساتھ گیا۔ شام کو ہم لوگ لوٹے۔ محترم شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر نے الفضل میں یہ خبر عاجز کے نام کے ساتھ شائع کی۔ مجھے یاد ہے کہ یہ خبر آخری صفحے پر شائع ہوئی۔ اس واقعہ کے چار پانچ سال بعد ہم ایک بار پھر خبر بن گئے۔ احقر کو بی ایڈ کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اول آنے پر گولڈ میڈل کا مستحق قرار دیا گیا۔ اس سال یونیورسٹی کانووکیشن کی تقریب میں جناب امیر محمد خان، گورنر پنجاب نے عاجز کو یہ میڈل عطا فرمایا۔ یہ خبر الفضل میں شائع ہوئی۔ اس مرتبہ ہمیں صفحہ اول پر جگہ ملی۔ ان یادوں پر پچاس ساٹھ سال کی گرد جم چکی ہے مگر میں ان کے خدوخال کو اب بھی شناخت کرسکتا ہوں۔ ان واقعات کے علاوہ ایک اور خوشگوار یاد بھی ہے۔ سیرالیون میرا وطن ثانی ہے۔ وہاں قیام کے ابتدائی سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے یکم جون 1969ء کو بیت مبارک میں اس احقر خادم کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ یہ خطبہ الفضل کی اشاعت مجریہ 29 جولائی 1969ء میں شائع ہوا اور بزرگان جماعت کی دعاؤں کو جذب کرنے کا باعث بنا!

الفضل کے دامن قرطاس سے وابستگی

میرا پنجاب کے اس علاقے سے تعلق ہے جس کی پنجابی کو بھی درست نہیں مانا جاتا۔ مگر یہ مرکز سلسلہ کے علمی و ادبی ماحول کا فیض تھا ہم نے اردو میں مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔ ان میں سے بعض الفضل میں بھی شائع ہوئے۔ چند خطوط ہفت روزہ لاہور اور روزنامہ نوائے وقت میں بھی شائع ہوئے۔ الفضل میں شائع ہونے والے پہلے مضمون کے بارے میں اب میری یاد دھندلا گئی ہے۔ غالباً محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سے سواحیلی ترجمہ قرآن کے موضوع پر انٹرویو کی شکل میں تھا۔ اس کے بعد وفات پا جانے والے بزرگوں، دوستوں اور محبوں کی یاد میں تحریک دعا کی نیت سے مضامین لکھنے کا موقع ملا۔

سیرالیون کے مرحومین میں سے مربی یوسف خالد ڈوروی (Dorwie)، احمد تیجان جالو (Jalloh) پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول Bo Town، عرب نژاد احمدی تاجر جمال سکائیکی (Sakaikay) پر الفضل نے خاکسار کے مضامین شائع کئے۔ ان میں سے بعض مضامین ربوہ میں قلمبند کئے۔ بعض سیرالیون سے بھجوائے، چند ایک امریکہ سے۔

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے مجھے ربوہ سے ایک علم دوست محبّ نے فون پر یاد فرمایا۔ اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا کہ اگر یہ عاجز ان کی زندگی میں اس دار فانی سے گزر گیا تو تحریک دعا کی نیت سے عاجز کا کچھ ذکر الفضل میں کریں گے۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہیں خوشی، خوشحالی اور درازیٔ عمر کی دعا دی اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر میری حیات مستعار میں آپ کی دائمی مفارقت کا سانحہ پیش آگیا تو یہ خدمت خاکسار بجالائے گا۔ یہ بھی میرے منہ سے نکل گیا ہے کہ مجھے اس کام کا تجربہ ہے۔ بلکہ میرا پارٹ ٹائم جاب ہے۔ یہ ذکر اس لئے بیچ میں آگیا ہے کہ اس فقیر کو بھی الفضل سے ایک قلمی نسبت ہے۔ یہ ایک ذرے کی آفتاب سے نسبت کا حوالہ ہے!

بات سے بات نکلتی ہے۔ یہاں تحدیث نعمت کے طور پر یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ غالباً 1961ء یا 1962ء کی بات ہے۔ اس وقت محترم شیخ خورشید احمد صاحب نائب ایڈیٹر الفضل دو ماہ کی رخصت پر تشریف لے گئے۔ ہائی سکول میں ان دنوں میں تعطیلات تھیں۔ صدر انجمن احمدیہ نے خاکسار کو عارضی طور پر الفضل کے دفتر بھیج دیا۔ وہ میری علمی و ادبی زندگی کے بہترین دن تھے۔ مجھے اس مختصر وقت میں، جناب شیخ روشن دین تنویر صاحب اور محترم مسعود احمد دہلوی صاحب سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ یہ باغ و بہار شخصیات علم و ادب، فن صحافت پر اتھارٹی اور جماعتی روایات کے حامل، محافظ اور امین تھے۔ یہ دونوں بزرگ اب ہم میں موجود نہیں۔ زندہ دلی، بذلہ سنجی اور ظرافت کے بلند و بالا مینار اب زیر زمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند فرمائے۔ (آمین)

امریکہ کے حوالے سے الفضل سے وابستہ ایک یاد

یہ یاد میری نہیں، میرے ایک محترم دوست ڈاکٹر شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے۔ انہوں نے مجھے اس واقعہ کی تفاصیل سے آگاہ کرکے گویا مجھے بھی اس کا گواہ بنالیا!

پاکستان کے ایک مشہور صحافی جناب قاسمی صاحب ہیوسٹن (Houston) تشریف لائے۔ ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ قاسمی صاحب نے صحافت کے کسی پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ احمدیوں نے مرزا صاحب کی نبوت تو چلالی مگر الفضل نہ چلا سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے قاسمی صاحب کی اطلاع کے لئے عرض کیا الفضل اب بھی ربوہ سے شائع ہورہا ہے بلکہ الفضل کا انٹرنیشنل ایڈیشن لندن سے شائع ہورہا ہے اور دنیا بھر کی جماعتوں کو جاتا ہے۔ اس تصحیح کے بعد قاسمی صاحب اور ڈاکٹر صاحب میں دوستی کا رشتہ بھی استوار ہوگیا اور وہ ان کا چیک اپ بھی کرنے لگے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر شیخ اعجاز احمد ہیوسٹن کے مشہور ماہر امراض قلب ہیں۔ ایک مرتبہ ہیوسٹن کے ریڈیو سٹیشن پر فیضان ختم نبوت کے موضوع پر جماعت کا ایک پروگرام نشر ہوا۔ جب عاجز دوستوں کے ساتھ ریڈیو سٹیشن سے باہر آیا تو جناب قاسمی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ غالباً اگلا پروگرام ان کا تھا۔ انہوں نے ایک قسم کی اپنائیت کا اظہار کرتے ہوئے استفسار فرمایا کہ پروگرام ہو گیا؟ یہ ان کی محبت و مروت تھی یا امریکہ کی آب و ہوا کی تاثیر ورنہ وطن عزیز کے موجودہ ماحول میں وہ یہ سوال پوچھنے سے پہلے سو بار ادھر ادھر دیکھتے!!

(قاسمی صاحب سے منسوب یہ بات اس سے پہلے مولانا عبدالمجید سالک صاحب نے بھی کہی تھی اور ان کے حوالہ سے یہ بات ہمارے لٹریچر میں موجود ہے۔)

الفضل کی بعض امتیازی خصوصیات

یہ جماعت کی مستند تاریخ کا مخزن و منبع ہے۔ یہ ایک منفرد فیملی اخبار ہے۔ اتنی ورائٹی اور اپنائیت شاید ہی کسی اور اخبار میں ہو۔ شاید ہی کسی اور اخبار کا اتنی محبت اور چاہت سے انتظار کیا جاتا ہو۔ انتظار کی اس لذت کی کیفیت ہم سے پوچھئے جنہوں نے حیات مستعار کا زیادہ حصہ مرکز سے دور دیگر ممالک و امصار و دیار میں گزارا ہے۔ ورائٹی کا یہ عالم آپ کو کسی اور اخبار میں نظر نہیں آئے گا۔ ولادت اور وفات کی خبریں، نکاح اور رخصتی کے اعلانات، نظام وصیت سے وابستگی کی اطلاعات، حتیٰ کہ وفات کے بعد تقسیم ترکہ کی تفصیل اور ورثاء کی فہرستیں، یہ سب کچھ مقدس اقتباسات، مقالات اور شذرات ان کے علاوہ مجھے سیرالیون (مغربی افریقہ) میں 29 سال رہنے کا موقع ملا۔ ایک لمبے عرصے تک مرکز سے دوری اور مجبوری کے باوجود الفضل کے ذریعے دوستوں کی غمی، خوشی کی خبریں باقاعدگی سے ملتی رہیں۔ اس کے بعد امریکہ میں 17 سال بیت گئے ہیں۔ اس طویل عرصے میں جو تقریباً نصف صدی پر پھیلا ہوا ہے۔ الفضل سے یہ خبریں اور اطلاعات پڑھ کر مبارکباد اور حسب موقع تعزیت کے خطوط لکھنے کی توفیق ملتی رہی۔ الفضل کی کرامت سے ”آپ دور ہو کر بھی نزدیک“ رہے ہیں۔

امریکہ کے بعض اخباروں میں وفات یافتگان کی دائمی مفارقت کی خبریں چھپتی رہتی ہیں۔ تصاویر کے ساتھ مگر یہ ان کے اعزہ و اقارب کی طرف سے ایک قسم کی اشتہاری مہم ہوتی ہے۔ الفضل میں شائع ہونے والی ایسی خبروں کو ایک وسیع تر بین الاقوامی فیملی کے فلاحی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔

بیماروں کی صحت یابی کے لئے دعا کی درخواستوں پر غور فرمایئے۔ ایسی گزارشات ”دفتر بے معنی“ نہیں ہوتیں۔ **بیماروں کی شفا اور درازیٔ عمر کے لئے ہمیشہ دعا کی توفیق ملی۔ کئی بار تو ایسا بھی ہوا کہ اس وقت دعا کے لئے ہاتھ بلند کر لئے اور باقی اخبار بعد میں پڑھا۔** میں یہ بات کسی قدر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اکناف عالم میں ایسا کرنے والے سینکڑوں ہزاروں قارئین ہوں گے۔ کبھی کبھار الفضل کو جھوٹی خبروں کی تردید کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ ایسے مہربانوں سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے۔

الفضل میں بھی بعض اشتہارات کی اشاعت ہوتی ہے۔ ان کی اپنی افادیت ہے۔ یہ چند خصوصیات الفضل کو ایک منفرد فیملی اخبار میں ڈھالتی ہیں۔ بین الاقوامی قارئین کا ایک وسیع حلقہ اس کے اردگرد خیمہ زن ہے!!

الفضل کا اس خاکسار پر اثر

عاجز نے جب اس پہلو پر غور کیا تو میرا دل الفضل کے لئے تشکر و ممنونیت کے جذبات سے لبریز ہوگیا۔ الفضل نے خاکسار پر درج ذیل اثرات مرتب کئے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ میں ان اثرات کو 60 سال کے تعلق اور ربط وضبط کا نتیجہ قرار دے سکتا ہوں۔

جماعت احمدیہ کے ائمہ سے محبت و عقیدت

الفضل کے مطالعہ کی سب سے بڑی برکت جماعت احمدیہ کے ائمہ عظام سے گہری محبت و عقیدت کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ امام وقت کے وجود کی مرکزیت، افراد جماعت کے لئے بےلوث محبت، دینی خدمات، خطبات جمعہ، دیگر تقاریر، مصروفیات کی رپورٹس، ملک کے اندر اور باہر کے للّٰہی سفر۔ ان تفاصیل سے فرسٹ ہینڈ واقفیت سے خلفاء و عظام کی محبت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ہر ایک سے ایک ذاتی تعلق استوار کرنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ خلفاء کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھنے کی توفیق ملتی رہی۔ ان خطوط کے جواب پا کر دلی

سکینت میسر آتی رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا زمانہ تو ہمیں میسر نہیں آیا۔ خوش قسمتی سے باقی چاروں خلفاء عظام کی امامت میں نمازیں بھی پڑھیں۔ خطبات بھی سنے، تقاریر سے بھی استفادہ کیا۔ پھر یہ خطابات اور تقاریر الفضل میں بھی شائع ہوئیں۔ وہاں بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ مراسلت کی برکت بھی شامل حال رہی۔ عاجز جماعت کے ائمہ عظام کی گہری محبت وعقیدت کو الفضل کا ایک گرانقدر عطیہ سمجھتا ہے۔

مرکز سلسلہ سے محبت وتعلق

دوسری بڑی نعمت مرکز سلسلہ سے محبت اور تعلق کی شکل میں ہویدا ہوئی۔ ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دعاؤں، جدوجہد، محبت اور گہری توجہ کا ثمرہ ہے۔ 1948ء میں نئے مرکز کی داغ بیل ڈالی گئی۔ 1954ء میں عاجز کو پہلی مرتبہ اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ 1955ء میں ہماری فیملی ربوہ منتقل ہوگئی اور اس مقدس بستی کے دینی وعلمی ماحول نے مجھے نئی منزلوں کی آگہی بخشی۔ اگر آج مجھے دین کے چند حروف کی شد بد ہے تو وہ اس بستی کا فیض ہے۔

دینی معلومات میں اضافہ

الفضل کے مطالعہ سے دینی اور علمی معلومات میں تسلسل سے اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تحصیل علم کی ایک نہ ختم ہونے والی تڑپ مہیا ہوگئی۔ جماعت کے ناقدین کے اعتراضات کو سمجھنے اور ان کے تسلی بخش جوابات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے قلب وذہن سرگرم ہوگئے۔ علماء کی مجالس میں بیٹھنے اور ان کے استفادہ کے لئے نئے ولولوں نے جنم لیا۔

جماعت عالمگیر کی تربیتی، تعلیمی اور طبی خدمات سے واقفیت

الفضل میں بیرونی ممالک میں جماعت کے مشنوں کی کارکردگی کی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔ رپورٹوں کے علاوہ ان ممالک میں کام کرنے والے خدام سلسلہ کے مضامین بھی طبع ہوتے ہیں۔ انہیں پڑھ کر محسوس ہوتا تھا کہ ہم بھی اس وسیع تر جدوجہد کا حصہ ہیں۔ اگرچہ ہماری حیثیت ایک معمولی سے پتے کی ہے مگر ایک عظیم شجر سایہ دار کا حصہ ہیں۔ کبھی کبھی دل میں یہ خیال بھی گزرتا تھا کہ کاش ایسا ہو کہ ہم بھی غیر ممالک میں جا کر ایسی خدمات بجالاسکیں اور پھر وہ وقت بھی آیا جب استعداد اور صلاحیت سے محرومی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تھوڑی بہت خدمت کی توفیق عطا فرمادی۔ بر کریما کارہا دشوار نیست!

ایک عظیم الشان عالمگیر جماعت سے نسبت

الفضل کے مطالعہ سے آہستہ آہستہ یہ سوچ دل میں راسخ ہوتی گئی کہ ہماری جماعت کی شاخیں سب براعظموں میں موجود ہیں اور پھر یہ کوائف بھی سامنے آئے کہ ہماری جماعتیں تقریباً 202 ممالک میں موجود ہیں۔ موجودگی کا مطلب یہ تھا کہ ایسے ممالک میں ہمارے دفاتر، اشاعتی ادارے، عبادت گاہیں، سکول، طبی مراکز وغیرہ اپنے رنگ میں انسانیت کی بے لوث خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ الفضل میں ان سرگرمیوں کا ذکر خیر پڑھ کر ہمیشہ ایک مثبت تموج محسوس ہوتا۔ قارئین الفضل خود کو اکناف عالم میں پھیلی ہوئی ان جماعتوں سے منسلک پاتے۔ یہ بھی الفضل کا فیض تھا کہ دور دراز ممالک میں مقیم جماعت کے ممتاز خدام کی رحلت کی خبر پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ اپنے گھر کا کوئی بزرگ داغ مفارقت دے گیا ہے۔ بلا مبالغہ عمری عبیدی صاحب (مشرقی افریقہ)، جناب بشیر آرچرڈ (برطانیہ) اور محترم عبدالسلام میڈسن (سکینڈے نیویا) کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھ کر میرے دلی جذبات کی یہی کیفیت تھی۔ اس بین الاقوامی اخوت کے قیام و استحکام میں الفضل کا ایک نمایاں کردار ہے۔

معاندین جماعت کے خیالات کا تجزیہ

الفضل کے مطالعہ سے توجہ ایک اور پہلو کی طرف منعطف ہوتی رہی ہے اور وہ ہے معاندین کے مخالفانہ رویے کے بارے میں خبریں۔ اگر دنیا کے کسی ملک میں جماعت کے پُرامن ارکان کے خلاف تشدد اور حقوق انسانی کی پامالی کی خبریں آتی ہیں تو لازماً اس کا دل پر اثر ہوتا ہے۔ پاکستان میں 1953ء 1974ء اور دس بارہ سال بعد مزید مشکلات پیدا کی گئیں۔ چند برسوں سے بعض اور ممالک بھارت، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملائشیا وغیرہ سے بھی جلاؤ، گھیراؤ، پتھراؤ اور تشدد کی خبریں آرہی ہیں۔ الفضل ان تمام خبروں کا ریکارڈ رکھتا ہے اور تحریک دعا کے لئے بھی اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ جانی اور مالی نقصانات، نیز تشدد کے بداثرات سے دل نے ہمیشہ افسردگی اور کوفت محسوس کی۔ مگر اس صورتحال سے احمدیت کی سچائی ابھر کر سامنے آتی ہے۔ ایسی عداوت اور مخالفت الٰہی سلسلوں کی تاریخ کی قدر مشترک ہے۔ کبھی بھی کسی باطل تحریک یا تنظیم کو ایسی مخالفت کے قابل نہیں سمجھا گیا۔

حرف آخر

روزنامہ الفضل اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 100 سال کا سفر طے کر آیا ہے۔ انشاء اللہ مزید کئی روشن صدیاں چشم براہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ادارہ تحریر قارئین اور اس کی ترقی و بہتری کے لئے مختلف کردار ادا کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازے اور اسے سلسلہ عالیہ کا مینارہ نور ثابت فرمائے۔ مجھے طالب علمی کے دور میں اور اس کے بعد بھی کئی اخبارات کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ مگر بہت سے اخبارات جو اپنے وقت میں بڑی کامیابی سے چل رہے تھے۔ اب قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ زمیندار، امروز، کوہستان، پاکستان ٹائمز اور سول اینڈ ملٹری گزٹ، اپنے عہد کے مشہور اخبارات تھے۔ اسی طرح ہفت روزہ جرائد اور ماہوار رسائل، قندیل، اقدام، نقاد وغیرہ کا بڑا مقام تھا۔ نقوش نے اپنے خاص نمبروں کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ مگر یہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے مشہور ہفت روزہ نیوز ویک نے جس کا میں تقریباً 25 سال تک قاری رہا ہوں اپنی اشاعت بند کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ الفضل اسی طرح زندہ و پائندہ ہے۔ اسے توانا دیکھ کر دل حمد و ثنا سے بھر جاتا ہے۔ اس شاہد صحافت کے حق میں یہی دعا لب پر آئی ہے۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

☆......☆......☆......☆

خادم سلسلہ، ماہر تعلیم، دانشور اور شاعر

محترم راجہ غالب احمد صاحب سے ایک ملاقات

اردو کے معروف احمدی شاعر، ادیب، دانشور اور ماہر تعلیم محترم راجہ غالب احمد صاحب آف لاہور 85 برس کی عمر میں بھی ماشاء اللہ بہت فعال اور ہر تقریب اور جماعتی پروگرام میں شریک ہوکر اپنے علم اور تجربہ سے فیضیاب کرتے ہیں۔ محترم غالب احمد صاحب بحیثیت شاعر، دانشور اور ناقد ملک کے مقتدر علمی اور ادبی حلقوں میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے اور پہچانے جاتے ہیں۔ روزنامہ الفضل کے ساتھ ساتھ ملکی اور بین الاقوامی جرائد میں ان کی نظمیں اور تحریریں اردو اور انگریزی میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ نصف صدی سے زائد عرصہ ادب وشاعری سے ان کا تعلق پھیلا ہوا ہے۔ ان کی کتب تشدد کا تاریخی پس منظر، راحت گمنام اور رخت ہنران کی زندگی کا اثاثہ ہیں۔ ان کا ایک تحقیقی مقالہ History of Circumcision گورنمنٹ کالج لاہور نے شائع کیا تھا۔ آپ نے آغاز میں پاکستان ایئر فورس میں ملازمت کی لیکن بعد ازاں محکمہ تعلیم کو 1962ء میں جوائن کیا اور تقریباً تمام کلیدی عہدوں پر فائز رہے جن میں سیکرٹری اور کنٹرولر بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن پنجاب، چیئر مین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکرٹری ایجوکیشن سرگودھا، چیئر مین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ اور مشیر تعلیم حکومت پنجاب نمایاں ہیں۔

مورخہ 2 مارچ 2013ء کو الفضل کا وفد ان سے ملاقات کرنے کے لئے لاہور میں ان کی اقامت گاہ پہنچا اور الفضل کے 100 سال پورے ہونے کے حوالے سے تفصیلی بات چیت ہوئی۔

انہوں نے بتایا کہ 1937ء میں جب انہوں نے قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کیا تو ایک تقریب آمین منعقد کی گئی جس کی رپورٹ روزنامہ الفضل میں شائع ہوئی، تو بس اسی کے ساتھ الفضل سے تعلق پیدا ہوگیا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ راولپنڈی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو بچپن میں قاعدہ یسرنا القرآن کا سبق پڑھایا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن خادم صاحب میرے ماموں تھے اور بچپن سے ہی ان کے ساتھ تعلق رہا ہے، اسی وابستگی کی وجہ سے ان کی علمی شخصیت کا اثر مجھ پر شروع سے ہی ہوتا چلا گیا۔ آپ نے شاعری کا آغاز دور طالبعلمی سے کر دیا تھا، انہوں نے بتایا کہ میری شاعری سکول کے دور سے ہی الفضل میں چھپنا شروع ہوگئی تھی۔ کیونکہ ہمارے گھر میں الفضل باقاعدگی سے آتا تھا اس لئے اس کے مطالعہ کی طرف رجحان رہا۔ آپ کے گورنمنٹ کالج لاہور کے کلاس فیلوز اور رفقاء کار میں احمد ندیم قاسمی، انتظار حسین، شہزاد احمد، مظفر علی سید، صوفی تبسم، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر اجمل قابل ذکر ہیں۔ آپ نے 1954ء میں G.C لاہور سے ایم اے نفسیات فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ کی جماعتی خدمات کا سلسلہ بھی بہت طویل ہے۔ جماعت احمدیہ ضلع لاہور میں آپ جنرل سیکرٹری اور کئی عہدوں پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

(انٹرویو: فخر الحق شمس)

☆......☆......☆......☆

بفضل خدا تعالیٰ تحقیق وتجربہ اور کامیابی کے 100 سے زائد سال
1907ء سے طب یونانی کا مایہ ناز ادارہ
ہمارے شفاخانہ پر مرض اٹھراء، مردانہ، زنانہ، بچگانہ پیچیدہ امراض کا تسلی بخش علاج کیا تا ہے
قادیان کے قدیمی مشہور شفاخانہ کی چند آزمودہ ادویات
اکسیر اٹھرا
ہر قسم کی مرض اٹھرا کیلئے مجرب دوا
گھر کا چراغ
اولاد نرینہ کیلئے بہترین دوا
قادیان کا قدیم مشہور عالم بے نظیر تحفہ
سرموں کا سرتاج
سرمہ نور رجسٹرڈ
مقوی دماغ
دماغی کمزوری، نسیان کو دور کر کے یادداشت
قوت حافظہ تیز کرتا ہے طالب علموں کیلئے خاص دوا
نورانی کاجل
آنکھوں کی صفائی اور
خوبصورتی کیلئے بہترین تحفہ
حیات ہیئر ٹانک
(بالوں کا حقیقی محافظ)
خشکی کو دور کر کے بال
لمبے اور خوبصورت کرتا ہے
بواسیری
خونی وبادی بواسیر
کیلئے آزمودہ دوا
مردوں کیلئے:
طاقت کی خاص گولی، شاہی کیپسول
کھوئی ہوئی طاقت مکمل کورس جراثیمی
عورتوں کیلئے:
سیلان الرحم، سیلان الرحم خاص
لیکوریا کیلئے بہترین دوا
فہرست ادویہ
مفت طلب کریں
برانچیں
گولبازار ربوہ فون نمبر: 047-6214777
0333-6719009
ٹرنک بازار سیالکوٹ فون نمبر:
0524598577
گلی آبشار والی چونڈہ فون نمبر:
052-6211753
شفاخانہ رفیق حیات رجسٹرڈ

احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام اور روزنامہ الفضل کی صد سالہ جو
مبارک ہو نیز حضور انور کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے
اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
تارا زرعی مرکز
نارنگ منڈی
نزد پولیس سٹیشن نارنگ منڈی
پروپرائٹر: چوہدری احسان اللہ
چوہدری ارشد علی

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر حضور پُرنور کو

مبارک باد

منجانب

محبوب احمد راجیکی ولد غلام علی صدر جماعت احمدیہ سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین

اور مجلس عاملہ جماعت احمدیہ سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین

اسیران راہ مولا اور تمام احباب جماعت سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین

انی معک یا مسرور

بسم اللہ میڈیکل سٹور

پل 318H.R مروٹ ضلع بہاولنگر

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد

منجانب

اوصاف احمد ولد شریف احمد قائد ضلع گجرات

فیضان اوصاف ولد اوصاف احمد آفاق احمد ولد اوصاف احمد

فیضان کریانہ سٹور دھیر کے کلاں ضلع گجرات

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

صد سالہ جوبلی الفضل تمام احمدی بھائیوں
اور ساری دنیا کی جماعت کو مبارک ہو

طالب دعا چوہدری طٰہٰ احمد کاہلوں

ڈیری وزرعی فارم رفیق احمد کاہلوں

109 ر۔ب ورکشاپ ضلع فیصل آباد

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

ہمارے ہاں 21K، 22K، 23K اور
خالص سونے اور چاندی کے زیورات آرڈر پر
تیار کروانے کے لئے تشریف لائیں۔

پروپرائیٹر: ضیاء الدین

نیو صرافہ مارکیٹ بلاک نمبر 1 لاہور روڈ جڑانوالہ
0300-6535507 0334-6535507
فون دکان نمبر: 041-4315507

تمام لجنات کی طرف سے حضور پرنور کو اور
جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد

امۃ القیوم صاحبہ اہلیہ نصر اللہ صاحب
صدر لجنہ اماء اللہ

نیو بن باجوہ ضلع سیالکوٹ

ممبرات مجلس عاملہ

نیو بن باجوہ ضلع سیالکوٹ

ہم خلیفۂ وقت کی
صحت اور لمبی فعال عمر کیلئے دعا گو ہیں
خدا تعالیٰ جلد از جلد دنیا میں احمدیوں کو
غلبہ عطا فرمائے (آمین)

چوہدری فارم ہاؤس

حاجی غلام ساہی فارم ہاؤس

88 ج۔ب ہسیانہ ضلع فیصل آباد

پروپرائیٹر: منظور احمد ساہی

موبائل نمبر: 0302-7987797

آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو
دیکھو رکنے نہ پائے قدم دوستو

روزنامہ الفضل کے اجراء کو 100 سال پورے ہو رہے ہیں
اس کے لئے ہر چڑھنے والا سورج ایک نئی نوید سناتا ہے۔

ہم اس مبارک موقع پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کی خدمت اقدس میں اور جماعت احمدیہ عالمگیر
اور ادارہ الفضل کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

امیر صاحب ضلعی عاملہ، صدران جماعت ہائے
ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر حضور پُرنور اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

دلی مبارک باد

منجانب

چوہدری مقصود احمد۔ چوہدری محفوظ احمد

المشہود انٹر پرائزز۔ گلیانہ روڈ کھاریاں

ہول سیل ڈیلر۔ غنی گھی۔ چاول۔ صابن۔ آیوڈین سالٹ

053-7531511 - 0334-4661398 - 034661398

الٰہی رکھ ہمیں پیوستہ ہر لمحہ اطاعت سے
نہ اک لحظہ بھی گزرے عمر کا باہر جماعت سے

روزنامہ الفضل رفعتوں کی طرف محو پرواز ہے اس کی اشاعت کے سو سال پورے ہونے پر ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اور جماعت احمدیہ عالمگیر اور ادارہ الفضل کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب:

چوہدری مبارک احمد سندھو زعیم اعلیٰ و
ممبران عاملہ مجلس انصار اللہ حیدر آباد

طالب دعا: عامر لطیف ابن میاں عبد اللطیف

حضور پُرنور کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد
اور ادارہ کے تمام کارکنان نیز شاملین کو
خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

محمد عارف ولد نذیر احمد ناظم مال
مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ

عرفان احمد ولد رشید احمد ناظم اصلاح وارشاد
مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ

ظفر احمد ولد ڈاکٹر محمد علی موسیٰ والہ ضلع سیالکوٹ

خلافت کے امیں ہم ہیں، امانت ہم سنبھالیں گے
جو نعمت چھن چکی پہلے وہ نعمت ہم سنبھالیں گے
خلیفہ کے لبوں سے جو گل و جوہر بکھرتے ہیں
بڑے انمول موتی ہیں یہ دولت ہم سنبھالیں گے

محمد صدیق ولد عبدالکریم

صدر جماعت احمدیہ کلاس والہ

ممبران مجلس عاملہ جماعت احمدیہ کلاس والہ

واحباب جماعت احمدیہ کلاس والہ سیالکوٹ

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سو سال پورے ہونے پر ہم دل کی گہرائیوں سے پیارے امام عالی مقام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو اور ادارہ الفضل کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب:

چوہدری مبارک احمد سندھو صدر حلقہ و

ممبران مجلس عاملہ حلقہ دارالبرکات حیدرآباد

ہر قسم ڈیزل گاڑیوں کے روٹری اور پمپ اور آٹو مائزر کا کام تسلی بخش کیا جاتا ہے۔

خان ڈیزل لیبارٹری

سٹیزن مارکیٹ بالمقابل کے بی سٹینڈ صدر روڈ۔ ڈیرہ اڈا ملتان

طالب دعا: ثمر احمد خاں: 0300-7376099

محبت سب کیلئے ☆ نفرت کسی سے نہیں

ہر قسم کی انگریزی و دیسی ادویات، جڑی بوٹیاں، عرقیات، مربہ جات بارعایت خریدیں

باجوہ میڈیکل سٹور بازار حکیماں ظفروال

طالب دعا:۔ ثناء اللہ باجوہ، اسد اللہ باجوہ

فون سٹور 054-2538325
فون رہائش: 054-2538250
054-2619212

تریاق مثانہ کثرت پیشاب کی مفید ترین دوا

ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

فون: 047-6212434

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا

طالب دعا: امتیاز الحق خاں

PSO
Pakistan State Oil

جناح پٹرولیم سروس

100 فٹی روڈ شاہ رکن عالم کالونی ملتان

0616564894

Love for All Hatred for None

الفضل منیاری اینڈ کھلونا سٹور

ایڈریس سی بلاک چوڑی گلی نزد چوک دربارے والا اوکاڑہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی منیاری اور کھلونے کی مکمل ورائٹی دستیاب ہے۔ ہول سیل خرید کیلئے تشریف لائیں۔

طالب دعا: شیخ بدر احمد: PH:03236662462

المبارک جیولرز چوک دربارے والا سی بلاک۔ صرافہ بازار اوکاڑہ

طالب دعا • میاں مبارک احمد 0331-7467452
• میاں نوید احمد: 0333-6961355
044-2511355-2521355

طاہر ہومیو سٹور اوکاڑہ

طالب دعا: محمد امین طاہر: 0333-6962781

گارڈر۔ سریا۔ ٹی آئرن۔ پلاسٹک رنگ وروغن۔ دروازے

چوہدری آئرن سٹور

بیرون غلہ منڈی سرگودھا

طالب دعا: چوہدری محمود احمد: 048-3713984

چکن بریزہ وول، اتحاد کھدر 5P.4P جرمن اتحاد لیلن، سٹار کھدر، اتحاد کاٹن، فردوس کاٹن، بے بی کاٹن، لیلن شرٹ، مرینہ شرٹ نیز شال کی تمام ورائٹی مناسب ریٹ پر

مردانہ کپڑے کی زبردست ورائٹی

ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ پاکستان

اعجاز احمد طاہر اٹھوال
0333-3354914

الرحیم سٹیل ڈیلر سی آر سی شیٹ اور کوائل

طالب دعا میاں عبدالرحیم

فون آفس: 042-37653853, 37669818
فیکس: 042-37663786 E-Mail: alraheemsteel@hotmail.com

139 لوہا مارکیٹ۔ لنڈا بازار لاہور

ڈیلر کھاد گندم چاول بیج زرعی ادویات

ملک خلیل احمد اینڈ سنز کہروڑ پکا موڑ لودھراں شہر

طالب دعا: ملک خلیل احمد 03008617039
ملک داؤد احمد ملک سعود احمد 0608364451

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنادیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنادیا

پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے احمدی بھائیوں
کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام

چوہدری محمد طفیل ناظم ضلع انصاراللہ نارووال
زعیم انصاراللہ مجالس اور اراکین عاملہ ضلع نارووال

حضور پرنور کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارک باد

چوہدری خلیل احمد

صدر جماعت احمدیہ گھٹیالیاں کلاں
ممبران مجلس عاملہ
گھٹیالیاں کلاں ضلع سیالکوٹ
اور احباب جماعت احمدیہ
گھٹیالیاں کلاں ضلع سیالکوٹ

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُرنور کو

مبارک باد

منجانب: شریف احمد (مرحوم) ولد محمد خان۔ اشفاق احمد ولد شریف احمد
احسان احمد ولد اشفاق احمد۔ نعمان احمد ولد اشفاق احمد۔
ارمان احمد ولد اشفاق احمد۔ دھیر کے کلاں ضلع گجرات

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُرنور اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

مبارک باد

منجانب

تنویر احمد ولد محمد شریف نمبردار قائد مجلس خدام الاحمدیہ سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین
ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین
اور تمام خدام کی طرف سے

حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سوسال پورے ہونے کی خوشی میں

دلی مبارک باد ہو

منجانب: مکرم حافظ جواد احمد۔ مربی ضلع گجرات۔ اسماء مربیان و معلمین ضلع گجرات۔ مکرم احمد توصیف باجوہ
مکرم جواد احمد مانگٹ۔ مکرم عبدالوھاب۔ مکرم ندیم احمد ناز۔ مکرم انور شہزاد۔ مکرم رضوان احمد طیب۔ مکرم سلطان احمد فرخ
مکرم محمد نواز لنگاہ۔ مکرم شابل احمد۔ مکرم قمر رضا۔ مکرم امتیاز احمد کاشمیری۔ مکرم مرزا عاشق حسین۔ مکرم رحیم الدین
مکرم ملک امان اللہ۔ مکرم حاجی ولائیت خان۔ مکرم عبداللطیف تبسم۔ مکرم سلطان احمد عامر
مکرم احسن فاروق گوندل۔ مکرم نور احمد شہزاد۔ مکرم شمیم احمد ثاقب۔ مکرم یوسف سلیم۔ مکرم لقمان احمد

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

شرائط بیعت میں شرط نہم میں فرماتے ہیں:

"یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا" (شرائط بیعت اشتہار تکمیل...... 12 جنوری 1889ء)

ہم دل کی گہرائیوں سے حضور پرُنور کو الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

منجانب: امیر جماعت احمدیہ و جملہ عہدیداران و ممبران جماعت احمدیہ ضلع مظفر گڑھ شہر

روزنامہ الفضل کے اجراء کو سوسال پورے ہو رہے ہیں اس کیلئے ہر چڑھنے والا سورج ایک نئی نوید سناتا ہے۔ ہم اس مبارک موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو اور ادارہ الفضل کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: حمید احمد کاہلوں، احسن احمد کاہلوں، محسن احمد کاہلوں،
خرم احمد کاہلوں کوٹری ضلع حیدر آباد

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
الفضل
پٹرولیم سروس
بہاولنگر بائی پاس
طالب دعا
چوہدری نعیم خالد
0300-7929616
Office:063-2297523

محبت سب کے لئے ☆ نفرت کسی سے نہیں
روزنامہ الفضل کے صد سالہ جوبلی نمبر کی
اشاعت کے موقع پر
ہم دعا گو ہیں کہ
اللہ تعالیٰ الفضل کو مزید ترقیات
عطا فرمائے اور یہ سنگ میل
آئندہ کامیابیوں کا پیش خیمہ ہو
منجانب
276 ر۔ب گوکھووال صدر جماعت و مجلس عاملہ ضلع فیصل آباد

جل رہا ہے ایک عالم دھوپ میں بے سائباں
شکر مولیٰ کہ ہمیں یہ سایۂ رحمت ملا
الفضل کے اجراء کو سو سال پورے ہو رہے ہیں۔ اس مبارک موقع پر ہم پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اور ساری جماعت اور ادارہ الفضل کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔
منجانب:
مرزا امتیاز احمد ناظم انصار اللہ
ضلع حیدر آباد
و ممبران مجلس عاملہ ضلع حیدر آباد

وہ جس کے مہکنے سے معطر ہیں ہوائیں
اس جیسا حسیں پھول زمانے میں کہاں ہے
ہر اپنے پرائے کو وہ دیتا ہے دعائیں
اک شخص کے سینے میں محبت کا جہاں ہے
ہم دل کی گہرائیوں سے
پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو
الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد
پیش کرتے ہیں
طالب دعا:
سید محمد اعجاز اسلم ہاشمی
امیر ضلع و مجلس عاملہ مربیان و معلمین اور صدران جماعت ضلع ڈیرہ غازی خان

پاکستان
کلاتھ ہاؤس
پروپرائٹر: عبدالوہاب خان اینڈ سنز
Cell:0300-6789445
064-2460294
064-2463102
بلاک نمبر 2 صدر بازار ڈیرہ غازی خان

چوہدری ناصر الدین اور اہل خانہ کی طرف سے پیارے آقا کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو روزنامہ الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دلی مبارکباد
چاول کی تمام اقسام نیز گندم کی خریداری کیلئے رابطہ کریں
ناصر ٹریڈرز
غلہ منڈی۔ڈسکہ (سیالکوٹ)
طالب دعا: چوہدری ناصر الدین
052-6615743-0300-6114068
0300-6431161

پوری دنیا میں بسنے والے
تمام احمدی احباب پیارے آقا کی
درازی عمر اور صحت وسلامتی کے لئے
دعا گو ہیں
شمسہ حفیظ بنت حفیظ احمد لبے
حفیظ احمد بھٹی لبے
نجمہ حفیظ اہلیہ حفیظ احمد بھٹی لبے

مینوفیکچرز: احمد چوک پٹی۔احمد انسٹالائٹ کاشف لائٹ۔کاشف انسٹالائٹ
اعلیٰ کوالٹی معیار میں اول Low وولٹیج احمد چوک پٹی بنانے والے
المنصور اینڈ برادرز الیکٹرک سٹور
گلی آبشار والی چونڈہ (سیالکوٹ) طالب دعا: محبوب احمد لون
فون 0526210409-6210423-0334-8012039

حضور پُر نور کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد
احمد ہومیو پیتھک سٹور
وارسن، مسعود، سونیکسو نیز جرمن سیل بند
ادویات کی تمام ورائٹی دستیاب ہے
ہول سیلز ڈیلر
گلی آبشار والی چونڈہ ضلع سیالکوٹ

چینی، پلاسٹک، شیشے، میلامین، الیکٹرونکس، ڈنر سیٹ، فینسی کراکری،
ٹی سیٹ وغیرہ کی ورائٹی دستیاب ہے۔ نیز امپورٹڈ ورائٹی خریدنے کیلئے
مشتاق کراکری سٹور
تحصیل بازار سیالکوٹ
طالب دعا مشتاق احمد: 0303-8144483

Manufacturer & Exporters
of Leather Gloves
and Leather Accessories.
A Brand Serving the European Market
for 30 Years through
Manufacturing & Export
of Quality Leather Products.
A Company
Where Every Stitch is Watched.
we are manufacturer & Exporters of all Categories of Leather Gloves
We have our own Tanning and Stitching Units.
If you would like to take advantage of the Services that Billoo Trading
Corporation has to offer your Company, Please go to our website at
www.billooco.com
Thank. you. We look forward to hearing from you. Best Regards.
MUAFFAR AHMAD / SAAD KHWAJA / AIZAZ KHWAJA
Billoo Trading. Crop. (est.1979)
P.O.Box 877,Sialkot 51310, Pakistan
Tel Off:+92524593756, Fax Off +92524592086
Cell No:+923338731113
Email:info@billooco.com
Web: www.billooco.com, www.leatherproducts.biz

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد
محبت سب کیلئے ☆ نفرت کسی سے نہیں
خواجہ رشید اینڈ سنز
ڈیلر: فریج ڈیپ فریزر، ائیر کولر، ائیر کنڈیشنرز، الیکٹرک اینڈ گیس اپلائینسز مشین
واٹر ہیٹر، روم ہیٹر، واشنگ مشین، سٹیبلائزرز، کوکنگ رینج، اٹلس یونیورسل
سپر ایشیا کی مصنوعات کی خریداری کا مرکز
احمدی بھائیوں کیلئے خصوصی رعایت
طالب دعا: خواجہ منیر احمد، ٹرنک بازار، سیالکوٹ
فون شوروم 052-4586576
cell:0345-6707303

روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے پر
حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارک باد
منجانب
ملک محمد خاں ولد محمد رمضان اور تمام اہل خانہ۔ شادیوال ضلع گجرات

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُرنور کو
مبارک باد
منجانب: ماسٹر افتخار احمد ولد ماسٹر غلام حیدر اور اہل خانہ
دھیر کے کلاں ضلع گجرات

اھدنا الصراط المستقیم
اے خدا تو ہم سے راضی ہو جا
اور ایسا راضی ہو کہ پھر کبھی
ناراض نہ ہونا

ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے پیارے آقا اور
جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سوسال پورے ہونے پر
مبارک باد پیش کرتے ہیں
طالب دعا: بیگم و شیخ مظفر احمد بمعہ پسران دنیا پور ضلع لودھراں

پیارے آقا کو سلام صد سالہ "الفضل"
کی اشاعت پر مبارکباد
صدر لجنہ و اراکین عاملہ و اراکین لجنہ اماء اللہ
و اراکین ناصرات الاحمدیہ چک 32/N.P
تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان

چوہدری طاہر محمود 0300-6278406
جرمن شوز سٹور
GERMAN
Shoes
ہمارے ہاں زنانہ مردانہ۔ بچگانہ۔ چائنہ اور سروس
کی مکمل ورائٹی دستیاب ہے
مین بازار۔ راوی روڈ۔ ڈنگہ

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے
احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے محبت بھرا اسلام
قائد مجلس خدام الاحمدیہ نارووال شہر اور
عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ نارووال شہر

انی معک یا مسرور
ہم دل کی گہرائیوں سے اپنے پیارے آقا اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو
الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
طالب دعا: رانا مبارک احمد صدر جماعت 168 مراد
رانا طارق محمود، رانا ناصر احمد حال جنوبی کوریا
رانا ندیم خالد، رانا فضل احمد 168 مراد ضلع بہاولنگر

پروپرائٹر: زین العابدین ولد افتخار احمد 0345-6364499
مون باجوہ ولد انیس احمد 0345-6362053
Office:052-6632561

حضور پُرنور اور
جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو
الفضل کے سوسال پورے ہونے پر
مبارک باد
صدر جماعت، اہل جماعت احمدیہ
ڈگری گھمناں ضلع سیالکوٹ

پروپرائٹرز
چوہدری خلیل احمد،
منظر بشیر ولد چوہدری لطیف احمد
0301-6101746

ناصر انجینئرنگ ورکس
پیکجز مشینری، کارلیڈ بورڈ مشینری، پیپر ملز مشینری اور ٹیکسٹائل مشینری و سپیئر پارٹس بنانے کے لئے
نزد ایس ایم سی ایلومینیم فیکٹری 16 کلومیٹر لاہور شیخوپورہ روڈ کوٹ عبدالمالک شیخوپورہ
طالب دعا: ناصر احمد: 0300-4173185 فون: 042-7970525

VOLTA-OSAKA, PHOENIX,EXIDEX,TOKYO,FB,AGS,MILLT
دیسی بیٹریاں 6 ماہ کی گارنٹی کے ساتھ تیار کی جاتی ہیں
مین ڈیلر
مرحبا بیٹری سنٹر
ریلوے روڈ ربوہ
طالب دعا: حفیظ احمد: 0333-6710869
عابد محمود: 0333-6704603

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ
اٹھوال فیبرکس

میاں سنز
رائس مرچنٹ
041-2610142 میاں لئیق احمد (ـ) مرحوم
2646307 میاں منیب احمد
0300-6677174
ہمارے ہاں اعلیٰ کوالٹی کے چاول دستیاب ہیں۔

Ph:042-35115821
042-35113670
پروپرائیٹر: مقصود احمد
بلال ٹریڈرز ہارڈ ویئر کمپنی
ڈیلر: تار کول تھرما پول شیٹ، ہارڈ ویئر کا سامان ڈور لاک ایلومینیم پٹی شیشہ، سلائیڈنگ، کیل قبضے، گلو اور ویلڈنگ کا سامان لاثانی ماربل وٹیاں اور اٹیلین وٹیاں دستیاب ہیں۔
23-1-C2 گوندل چوک کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور

ھو الشافی
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الشافی
نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی خاص امراض و نفسیاتی بیماریاں
بے اولاد، نرینہ اولاد سے محروم اور مرض اٹھرا میں مبتلا خواتین
نیز مردانہ امراض کی بفضلہ تعالیٰ
کامیاب علاج گاہ
مطب
حکیم محمد قدرت اللہ محمود چیمہ
بی کام (پنجاب)، فاضل الطب والجراحت رجسٹرڈ طبیب درجہ اول
صحیح اور مکمل تشخیص، قابل اعتماد و مفید اور مجرب ادویات
دنیائے طب میں ایک روشن نام
مفت فہرست ادویات اور نئے سال کی جنتری خط لکھ کر منگوائیں
بہترین دواؤں کی ریسرچ اور اعلیٰ معیار
دوسرے شہروں اور ملکوں کے مریض بذریعہ خط و کتابت/فون/ای میل استفادہ کر سکتے ہیں
محمود یونانی دواخانہ
Pure Herbal & Natural
MAHMOOD محمود
نزد بیت المہدی گولبازار ربوہ دواخانہ: 047-6215685، رہائش: 6211485
Cell: 0333-9791385 EMAIL: qudratullahonnet@hotmail.com

خالص سونے کے معیاری زیورات آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں
رانا جیولرز
صرافہ بازار۔ بدوملہی ضلع نارووال
طالب دعا: رانا نصیر احمد، رانا فرید احمد ظفر، رانا سلیمان احمد
054-2406236,0333-8719236,0333-4177955

روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

دلی مبارک باد

حضور پُر نور کی درازیٔ عمر کے لئے دعا گو

☆☆☆

منجانب

ظہیر احمد دراجی قائد مجلس خدام الاحمدیہ شادیوال ضلع گجرات اور اراکین مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ شادیوال اور تمام خدام

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُر نور کو مبارک باد

منجانب

ناصر احمد ولد اعجاز احمد قائد مجلس دھیر کے کلاں ضلع گجرات

اور اراکین مجلس عاملہ دھیر کے کلاں ضلع گجرات اور تمام مجلس کے خدام

حضور پر نور اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر

دلی مبارکباد

- احمد توصیف باجوہ مربی سلسلہ
- ڈاکٹر مبشر احمد صدر جماعت احمدیہ
- ممبران مجلس عاملہ جماعت احمدیہ
- نیز احباب جماعت احمدیہ

فتح پور ضلع گجرات

خدا کے ہاتھ نے سینچا تھا جو درخت وجود
صدی کے بعد بھی سایہ ہے اس کا گلشن میں

الفضل کی اشاعت کے سوسال پورے ہونے پر

ہم جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

الفضل اخبار احباب کی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

دعا ہے کہ مولا کریم اسے مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔

منجانب: محبوب احمد بھٹی، مرغوب احمد بھٹی بولٹن UK

بتوسط مکرم حمید احمد صاحب کوٹری ضلع حیدر آباد

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اور احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو ہماری طرف سے الفضل اخبار کو سوسال پورے ہونے پر دلی مبارکباد

عبد الحمید صدر جماعت احمدیہ

چک نمبر 40 گ۔ب فیصل آباد

ممبران مجلس عاملہ

چک نمبر 40 گ۔ب فیصل آباد

اور احباب جماعت

چک نمبر 40 گ۔ب فیصل آباد

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے

اپنے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی

صحت کاملہ و عاجلہ اور درازیٔ عمر کیلئے

ہر سانس ہر آن بدست دعا

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

مبارک باد

زعیم اعلیٰ و اراکین

مجلس عاملہ انصار اللہ سیالکوٹ شہر

نعمان پینٹ اینڈ ہارڈ ویئر سٹور

ہمارے ہاں ہر قسم کا ہارڈ ویئر اور پینٹ بازار سے بارعایت خریدیں

پروپرائٹر : چوہدری نعمان احمد وڑائچ

0307-6232044
0333-8407852
0533 310752

کاریگروں کی سہولت بھی موجود ہے

بالمقابل پوسٹ آفس شادیوال گجرات

مرے رہبر! مرے مرشد! ترے خدام کہتے ہیں
تمہیں چھاؤں میں رکھیں گے تمازت ہم سنبھالیں گے
جو بازو کٹ گرے اپنے دانتوں سے اٹھائیں گے
ہر قیمت لوائے احمدیت ہم سنبھالیں گے

پیارے امام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اور ادارہ ''الفضل'' اور
تمام احمدی احباب کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارک باد قبول ہو

اطہر حفیظ فرازؔ مربی سلسلہ

راشد علی قائد مجلس خدام الاحمدیہ کلاس والہ ضلع سیالکوٹ

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر

حضور پُرنور کو

اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

مبارک باد

انعام ٹریڈرز اڈا آدم کے چیمہ ضلع سیالکوٹ

تمام زرعی ادویات کھاد بیج کا با اعتماد ادارہ

پروپرائٹر

رانا رضوان احمد ولد رانا انعام اللہ

0334-8151348

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اور احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو
ہماری طرف سے الفضل اخبار کو سو سال پورے ہونے پر دلی مبارکباد

چوہدری حامد جاوید نائب صدر

194 ر۔ب لاٹھیانوالہ فیصل آباد

اور ممبران مجلس عاملہ

194 ر۔ب لاٹھیانوالہ فیصل آباد

اور احباب جماعت

194 ر۔ب لاٹھیانوالہ فیصل آباد

ہم دل کی گہرائیوں سے اپنے نہایت ہی پیارے امام کی صحت وسلامتی ودرازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں اور الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

☆ عبدالحمید گوندل ناظم ضلع وارا کین عاملہ ضلع وزعماء ضلع وارا کین انصاراللہ ضلع سیالکوٹ ☆ سعید احمد قائد وارا کین عاملہ وارا کین خدام الاحمدیہ وارا کین اطفال الاحمدیہ ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ ☆ صدر و ارا کین عاملہ و ارا کین جماعت احمدیہ اور ضلع سیالکوٹ ☆ زعیم و ارا کین عاملہ و ارا کین انصاراللہ اور اضلع سیالکوٹ ☆ صدر لجنہ وارا کین عاملہ لجنہ وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ اور اضلع سیالکوٹ ☆ قائد وارا کین عاملہ وارا کین خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ اور اضلع سیالکوٹ ☆ شمشاد احمد بھٹی، جمشید احمد بھٹی، وسیم احمد بھٹی جماعت احمدیہ اور اضلع سیالکوٹ 052-459517 ☆ نسیم منور صدر لجنہ وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ ڈسکہ کوٹ ضلع سیالکوٹ ☆ محمد رشید احمد سیکرٹری رشتہ ناطہ جماعت احمدیہ ضلع نارووال ☆ ذوالفقار احمد چیمہ خادم احمدیہ بیت الذکر بدوملہی ضلع نارووال ☆ ڈاکٹر جاوید اسلم بھٹی۔ بھٹی میڈیکل سٹور حافظ آباد ☆ طیب کریم۔ طیب جیولرز مین بازار حافظ آباد ☆ رانا سعید خالد۔ رانا فوٹو سٹوڈیو حافظ آباد ☆ چوہدری مبارک احمد ابن مولوی غلام احمد (محلّہ حسین پورہ) سابق سیکرٹری مال جماعت احمدیہ حافظ آباد شہر ☆ ڈاکٹر محمد ایوب زعیم اعلیٰ اراکین عاملہ وزعماء حلقہ اراکین انصاراللہ گرین ٹاؤن لاہور ☆ جمیل احمد طاہر معلم وبیگم وبچگان واہل خانہ۔ گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ ☆ ڈاکٹر سجاد احمد قائد علاقہ وارا کین عاملہ علاقہ وارا کین خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ وقائدین علاقہ سرگودھا ☆ عطیۃ الحمید صدر لجنہ و اراکین عاملہ وارا کین لجنہ اماء اللہ وناصرات الاحمدیہ خوشاب شہر ☆ صدر لجنہ وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ چنیوٹ ☆ میاں عمر احمد ابن حکیم مقبول احمد سابق صدر جماعت احمدیہ مقبول دواخانہ گوجرہ وبیگم وبچگان واہل خانہ نصیر آباد حلقہ رحمٰن ربوہ ☆ شیخ نعیم احمد، شیخ سلیم احمد، شیخ محمود احمد، شیخ ادریس احمد ابن شیخ محمد صدیق سابق سیکرٹری مال جماعت احمدیہ قبولہ ضلع پاکپتن حال شیخ مارکیٹ دارالعلوم وسطی ربوہ ☆ چوہدری محمد اقبال سابق قائد وبیگم وبچگان ابن چوہدری حبیب اللہ سابق قائد بیگم وبچگان کتاباں دی ہٹی قبولہ ضلع پاکپتن حال دارالعلوم وسطی ربوہ ☆ ڈاکٹر ارشاد باری سابق قائد بیگم وبچگان ابن ڈاکٹر اسلام باری سابق صدر وبیگم وبچگان ظفر میڈیکل سٹور قبولہ ضلع پاکپتن ☆ طاہر محمود ابن ڈاکٹر نصیر احمد بیگم وبچگان واہل خانہ قبولہ ضلع پاکپتن ☆ حکیم رحمت اللہ رفیق حضرت مسیح موعود دارالرحمت قادیان و دارالرحمت غربی غلہ منڈی ربوہ ☆ حکیم شہاب الدین رفیق حضرت مسیح موعود رتنے والا نزد کھڑ پیڑ ضلع قصور ☆ مولوی محمد صالح مربی سلسلہ سندھ (دارالرحمت قادیان) قبولہ ضلع پاکپتن ☆ شریفہ قدسیہ بنت حکیم رحمت اللہ (رفیق حضرت مسیح موعود) اہلیہ مولوی حکیم محمد صالح مربی سلسلہ سندھ سابق انچارج خلافت لائبریری قادیان ☆ محمد احمد مظفر علوی سابق قائد خدام الاحمدیہ علوی بکڈپو قبولہ ضلع پاکپتن ☆ محمد احمد مظفر علوی۔ علوی میڈیکل سنٹر شیر ربانی ٹاؤن اوکاڑہ ☆ محمد احمد مظفر علوی سابق صدر سابق زعیم قائد سابق سیکرٹری مال جماعت احمدیہ 52/2-L ضلع اوکاڑہ ☆ عذرا پروین سابق صدر لجنہ اماءاللہ کوٹ رسول پور فاضل چک 52/2L ضلع اوکاڑہ اہلیہ محمد احمد مظفر علوی۔ سابق صدر جماعت احمدیہ 52/2L چک 53/2L ضلع اوکاڑہ حال نصیر آباد (غالب) ربوہ ☆ فریحہ احسن اہلیہ محمد احسن علوی وبچگان ☆ محمد غیور احمد علوی ☆ محمد صہیب احمد علوی وقف نو ☆ حافظ محمد نوید الظفر احمد علی ابن محمد احمد مظفر علوی نصیر آباد (غالب) بالمقابل بہشتی مقبرہ ربوہ، ☆ مسرت بیگم صدر لجنہ وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ عارف والا قبولہ ضلع پاکپتن ☆ شاہدہ وحید صدر لجنہ وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ چک 52/2L ضلع اوکاڑہ ☆ یاسمین نوید صدر لجنہ وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ کوٹ رسول پور فاضل ضلع اوکاڑہ ☆ طاہرہ جبین سیکرٹری محاسبہ لجنہ اماءاللہ ضلع اوکاڑہ ☆ میاں غلام رحمٰن صدر وارا کین عاملہ وارا کین جماعت احمدیہ میرک ضلع اوکاڑہ ☆ میاں غلام مصطفیٰ زعیم وارا کین عاملہ وارا کین انصاراللہ میرک ضلع اوکاڑہ ☆ نصرت منان صدر لجنہ وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ میرک ضلع اوکاڑہ ☆ حماد احمد صابر قائد وارا کین عاملہ وارا کین خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ میرک ضلع اوکاڑہ ☆ صدر وارا کین عاملہ وارا کین جماعت احمدیہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال ☆ چوہدری محمود احمد وڑائچ مربی سلسلہ ضلع وبیگم وبچگان واہل خانہ چک 9-F.W ضلع بہاولنگر 0333-6139663 ☆ معلم (مسعود، طاہر، علوی) ایم ٹی اے احمدیہ ہال کوٹ رسول پور فاضل ضلع اوکاڑہ ☆ چوہدری شاہد احمد ابن چوہدری ظفر اقبال (سابق سیکرٹری تحریک جدید ضلع) صدر جماعت وارا کین عاملہ وارا کین جماعت احمدیہ کوٹ رسول پور فاضل و چک 52/2L ضلع اوکاڑہ ☆ صدر لجنہ ضلع وارا کین عاملہ ضلع وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ ضلع وصدران لجنہ ضلع لودھراں ☆ صدر لجنہ ضلع وارا کین عاملہ وارا کین لجنہ اماءاللہ وناصرات الاحمدیہ شہر لودھراں ☆ محمد احمد شاہد انسپکٹر مال آمد کوارٹر صدر انجمن احمدیہ فیکٹری ایریا (نصرت آباد) ربوہ ☆ تحسین احمد ابن یاسمین احمد طاہر رند بلوچ وبیگم بچگان بستی رنداں خادم بیت الصلوٰۃ ڈیرہ غازی خاں ☆ کرامت احمد حجانہ وبیگم وعطاء المجیب طاہر و طوبیٰ احمد۔ فریحہ احمد ڈیرہ غازی خاں ☆ محمد سلیم رند بلوچ ناظم مال خدام الاحمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خاں وبیگم وبچگان ڈیرہ غازی خاں ☆ نذیر احمد سانول معلم وبیگم وبچگان چودھٹہ ضلع خانیوال 0306-7988368 ☆ چوہدری نوید احمد ابن چوہدری محمد عطاء اللہ زرگر گلی پنسار والی اندرون کچہری بازار خانیوال ☆ شوکت محمود سیٹھی ڈسٹری بیوٹر فلپس (پاکستان) خادم علی روڈ سیالکوٹ ☆ شیخ سمیع اللہ ابن شیخ اشفاق احمد ابن شیخ مشتاق احمد۔ مشتاق جنرل سٹور۔ حق بازار اوکاڑہ ☆ اعجاز الٰہی ابن کرم الٰہی دارالیمن شرقی (صادق) ربوہ خادم بیت النور، ماڈل ٹاؤن لاہور والدین وبچگان ☆ شاہد محمود ابن عنایت اللہ ونڈالہ روڈ۔ شاہدرہ لاہور معاون خادم بیت النور۔ والدین وبیگم وبچگان

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حضور پرنور کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سوسال پورے ہونے پر دلی مبارکباد

مظفر احمد صدر جماعت احمدیہ چک 76 گ۔ب سنتوکھ گڑھ فیصل آباد
اور ممبران مجلس عاملہ 76 گ۔ب سنتوکھ گڑھ فیصل آباد
اور تمام احباب جماعت 76 گ۔ب سنتوکھ گڑھ فیصل آباد

نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں   ہمارے دین کا قصوں پہ ہی مدار نہیں

حضور پُرنور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی خدمت اقدس میں اور تمام روئے زمین پر بسنے والے احمدیوں کی خدمت میں اس پُرمسرت موقع صد سالہ جوبلی الفضل پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ درخواست دعا کے ساتھ

منجانب: جماعت احمدیہ گرمولا ورکاں ضلع گوجرانوالہ

انی معک یا مسرور

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں روزنامہ الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر بارکباد پیش کرتے ہیں۔

صدر جماعت احمدیہ وار اکین مجلس عاملہ وزیر آباد

احسان اس کے ہم پہ ہیں بے حد و بیکراں
جو گن سکے انہیں نہیں ایسی کوئی زباں

پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی خدمت اقدس میں روزنامہ الفضل کی اشاعت کو سوسال پورے ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اراکین مجلس عاملہ جماعت احمدیہ بھڑی شاہ رحمٰن

ضلع گوجرانوالہ

دکھلا کے ہم کو تازہ نشانات و معجزات
چہرہ خدائے عزو جل کا دکھا دیا

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سوسال پورے ہونے پر ہم

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو

مبارک صد مبارک پیش کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کینٹ ضلع گوجرانوالہ

روزنامہ الفضل کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر

ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: اراکین مجلس عاملہ جماعت احمدیہ سادھوکی

صداقت کو اب بھی نہ جانا تو پھر کب
کہ موجود اک ہم میں مرد خدا ہے

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب: جماعت احمدیہ گکھڑ منڈی

ہو رہا ہے کیا جہاں میں کھول کر آنکھیں تو دیکھ
وقت آ پہنچا ہے تیرے خواب کی تعبیر کا

روزنامہ الفضل کی اشاعت کے سوسال پورے ہونے پر ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو مبارک صد مبارک پیش کرتے ہیں۔

منجانب: جماعت احمدیہ چک پٹھان

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

روزنامہ الفضل کی پہلی صد سالہ جوبلی کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں۔

منجانب امیر صاحب ضلع و اراکین مجلس عاملہ ضلع گوجرانوالہ

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

جماعت ہائے احمدیہ کو مبارک باد

منجانب: نصیر احمد بٹ ولد محمد شفیع بٹ

عامر احمد بٹ ابن نصیر احمد بٹ اور تمام اہل خانہ

شادیوال ضلع گجرات

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُر نور کو

مبارک باد

منجانب: بشیر احمد ولد محمد بوٹا اور اہل خانہ دھیر کے کلاں گجرات

روزنامہ الفضل کے صد سالہ جوبلی پر حضور پُر نور

اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دلی مبارک باد

منجانب

منیر احمد اعلیٰ ولد غلام محمد اعلیٰ

فراز احمد ولد منیر احمد

زین احمد ولد منیر احمد

کاشف احمد ولد منیر احمد اور اہل خانہ

شادیوال ضلع گجرات

الفضل کے سوسال پورے ہونے کی خوشی میں

حضور پُر نور کو

اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو دلی مبارکباد

وطن ثانی حضرت مسیح موعود کے باسیوں کو

دعاؤں میں شامل رکھنے کی درخواست ہے

عبدالستار امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ شہر

جملہ عہدیداران وممبران

جماعت احمدیہ سیالکوٹ شہر

حضور پرنور اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر

مبارکباد

ڈاکٹر منیر احمد

صدر جماعت ہائے احمدیہ قلعہ کالروالہ سیالکوٹ

حنیف احمد ملک اور اہل خانہ کی طرف سے

روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

مبارک باد

اور ہمارے آقا کی صحت والی فعال لمبی زندگی کے لئے دعا گو ہیں

دی مغل ماڈل سکول

مالومہے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

سید مشہود خالد ولد سید محمود خالد

نصرت بیگم اہلیہ سید مشہود خالد

اور سیدہ ثناور پروین خالد

روزنامہ **الفضل** کے اجراء کو 100 سال پورے ہو رہے ہیں

اس مبارک موقع پر

ہم پیارے امام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز،

جماعت احمدیہ عالمگیر اور

ادارہ **الفضل** کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

دعا گو: بابو لطیف مرتضٰی ولد رانا عبدالغنی

پیرس پولٹری فارم

276 ر۔ب گوکھووال ضلع فیصل آباد

مریم میڈیکل اینڈ سرجیکل سنٹر
یادگار چوک ربوہ
047621394,0476214499
03156705199
انفرٹیلیٹی سنٹر: اولاد قدرت کی طرف سے حسین تحفہ ہے۔
بانجھ پن کا تسلی بخش جدید طریقہ علاج IUTPI & IUI
مردانہ بانجھ پن اور زنانہ بانجھ پن کیلئے ہمارے ماہر ڈاکٹرز سے مشورہ کریں۔
فیملی پلاننگ ڈاکٹر سے مشورہ کیلئے اور فیملی پلاننگ کیلئے تشریف لاویں۔
کلر ڈاپلر الٹراساؤنڈ: جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ وہ تمام الٹراساؤنڈ جن کے لئے لاہور یا فیصل آباد جانے کی ضرورت نہیں۔
انتہائی پرکشش فیس کے ساتھ
آپریشن تھیٹر و لیبر روم جدید ساؤنڈ پروف لیبر روم
زچگی کے تمام مراحل میں انتہائی قابل اعتماد سٹاف
جدید CTG مشین۔ ڈیجیٹل ٹرالی۔
LCD Fetal ڈاپلر Detector کے ساتھ
فارمیسی:۔ معیاری اور سستی ادویات۔ ہم معیاری کمپنی کی ہی ادویات DIS PENSE کرتے ہیں۔
جدید لیبارٹری، ای سی جی، فارمیسی
ہمارے ماہر ڈاکٹرز: آپ کی خدمت کے لئے ہر وقت کوشاں
آپ کی صحت کے لئے تمام سروسز ایک چھت کے نیچے آج ہی کال کریں

سعید بھائی چشمے والے
باجوہ مارکیٹ گولبازار ربوہ
(دکان گلی کے اندر ہے)
ہر قسم کے کنٹیکٹ لینز، نظر اور دھوپ کے چشمے بازار سے بارعایت خریدیں
کوالیفائیڈ آئی ٹیسٹنگ فری کی جاتی ہے۔ کارکنان کیلئے خصوصی رعایت
پروپرائیٹر: اسلم بھائی
0333-6712812
0333-6712331
047-6211160

I.F.G برانڈ کی تمام ورائٹی
ڈسکاؤنٹ مارٹ
پرفیوم۔ جیولری، کاسمیٹکس، ہوزری
مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ
0343-9166699
0333-9853345

داؤد شاپنگ سنٹر اینڈ کلاتھ ہاؤس
ریلوے بازار حاصل پور شہر
طالب دعا:
محمد نواز، محمد طارق جاوید
0300-7853146 0300-7852146

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر دلی مبارکباد
ہر عمر ہر فرد کے لئے
ضدی اور پیچیدہ لاعلاج امراض کیلئے
الحمید ہومیو کلینک
عمر مارکیٹ نزد اقصیٰ چوک ربوہ
فون: 0344-7801578

احباب جماعت کو الفضل کے سو سال مبارک ہوں
میاں کوثر کریانہ سٹور ربوہ
ڈیلر: چینی، مرچ، مصالحہ جات، ہول سیل پوائنٹ
اعلیٰ کوالٹی کے چاول دالیں مصالحہ جات گھی چینی اور صابن
تھوک و پرچون خریدنے کے لئے تشریف لائیں
ہمارے ہاں شادی بیاہ کا سامان
ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔
پروپرائٹر: طالب دعا
میاں عمران
0300-7711750
0332-7711750
047-6211978

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور عالمگیر
جماعت احمدیہ کو الفضل کے سو سال پورے ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد
HIC
HATIM IDRESS & CO
Contractors, Fabricators, Erectors,
Machinist & General Order Suppliers
Work Shop:
Shop No.3, Crystal Apartment,
Model Colony, Karachi
Office:
66, Humair Town Model Colony,
Karachi Ph:0345-3489089
03313489089
طالب دعا:
پروپرائیٹر چوہدری ادریس احمد ماڈل کالونی کراچی

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

مبارک باد

منجانب: مرزا منظور احمد ولد میاں نور احمد

مرزا ارشد محمود ولد مرزا منظور احمد

مرزا امجد محمود طارق ولد منظور احمد اور پوتے پوتیاں

لالہ موسیٰ ضلع گجرات

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُرنور کو

مبارک باد

منجانب: مبشر احمد ولد حیات محمد اور اہل خانہ

دھیر کے کلاں ضلع گجرات

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

الفضل کے 100 سال پورے ہونے پر مبارک باد

عمیر ستار

قائد مجلس خدام الاحمدیہ دار الفضل سیالکوٹ شہر

اور جملہ ممبران و عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ شہر کی طرف سے

ہم وقف نو کے مجاہد ہیں فتح کریں گے دنیا ساری

پیغام دیا ہے آقا نے جو ہر سو اسے پھیلائیں گے

روزنامہ **الفضل** کے 100 سال پورے ہونے پر

پیارے آقا اور جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو

مبارک باد پیش کرتے ہیں

طالب دعا: حاشر محمود، عاطف محمود، خاقان محمود

پسران کاشف محمود ولد محمود احمد، محمود احمد ولد سلطان احمد (مرحوم)

منڈیکی گورائیہ ضلع سیالکوٹ

تمام لجنات کی طرف سے حضور پرنور کو اور

جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر مبارکباد

نصرت یوسف صاحبہ اہلیہ محمد یوسف

صدر لجنہ اماء اللہ

چونڈہ ضلع سیالکوٹ

ممبرات مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ

چونڈہ ضلع سیالکوٹ

الفضل کی اشاعت کے سوسال مکمل

ہونے پر ہم جماعت احمدیہ ہائے عالمگیر کو

مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اخبار 'الفضل' احباب کی

تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے

دعا ہے کہ مولا کریم اسے مزید کامیابیوں سے

ہمکنار کرے

مجلس عاملہ و جماعت احمدیہ

چک نمبر 96 گ۔ب صریح ضلع فیصل آباد

طالب دعا:

رانا محمد نواز نمبردار ابن رانا انجم الدین

رانا فراز احمد ابن رانا محمد نواز خان

حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سوسال پورے ہونے کی خوشی میں

مبارک باد

منجانب

محمد نصر اللہ خان رانجھا ولد غلام محمد رانجھا

حق نواز ولد محمد نصر اللہ خان رانجھا

ارشاد بیگم زوجہ محمد نصر اللہ خان مرحوم

شاہ نواز رانجھا ولد محمد نصر اللہ۔ کامران رانجھا ابن حق نواز

عیشان رانجھا ابن حق نواز اور اہل خانہ

شادیوال ضلع گجرات

ہوزری کی دنیا میں بلند مقام ہے

لائل پور۔ فیصل آباد کا پرانا نام ہے

لائل پور ہوزری سٹور

کارنر جھنگ بازار چوک گھنٹہ گھر فیصل آباد

طالب دعا: چوہدری منور احمد ساہی :0412619421

روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے کی خوشی میں
مبارک باد
منجانب: چوہدری نوید احمد ولد عنایت اللہ
نبیل احمد ولد نوید احمد۔ وحید احمد ولد نوید احمد
فائزہ نوید بنت نوید احمد۔ شادیوال ضلع گجرات

چیتا، نائیک، ڈان کارلوس، ڈان سٹائل، کالزہ، لیزا، سکوز اور ٹاز برانڈز کے علاوہ سکول شوز کی ورائٹی ہر وقت دستیاب ہے۔ کریڈٹ کارڈ کی سہولت بھی دستیاب ہے۔

سروس شوز پوائنٹ

Servis
The star in your life
اقصیٰ روڈ سراج مارکیٹ ربوہ
طالب دعا: عامر نعیم طاہر: 0301-7970654-047-6212762

حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سو سال پورے ہونے کی خوشی میں

دلی مبارکباد ہو

منجانب: محترمہ ناصرہ افضال اہلیہ افضال احمد دراجی صدر لجنہ شادیوال ضلع گجرات
محترمہ امۃ المتین اہلیہ عبدالرزاق بٹ نائب صدر لجنہ۔ محترمہ مدثر بشریٰ اہلیہ عرفان احمد۔ جنرل سیکرٹری
محترمہ طاہرہ اسرار اہلیہ اسرار احمد۔ سیکرٹری لجنہ۔ محترمہ زبدہ منیر اہلیہ منیر احمد بٹ۔ صحت جسمانی
محترمہ کوثر بشارت اہلیہ بشارت احمد۔ مصباح۔ محترمہ امتیاز بیگم اہلیہ ماسٹر محمد اسلم۔ مال
محترمہ شازیہ کرن اہلیہ نجیب احمد۔ تعلیم محترمہ راشدہ نوید اہلیہ نوید احمد۔ وقف جدید
محترمہ امۃ الحی اہلیہ محمد انور شہزاد (معلم)۔ ناصرات۔ محترمہ ریحانہ فردوس اہلیہ ذوالفقار احمد۔ تحریک جدید
محترمہ طاہرہ وسیم اہلیہ وسیم احمد۔ اصلاح وارشاد۔ محترمہ سلیمہ بی بی اہلیہ محمد حسین۔ خدمت خلق

اور تمام لجنہ اماء اللہ شادیوال

حضور پرنور

اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

مبارکباد ہو

چوہدری بشیر احمد ولد طالع مند اور اہل خانہ

گھٹیالیاں کلاں ضلع سیالکوٹ

حضور پرنور کو اور

جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو

الفضل کے سو سال پورے ہونے پر مبارکباد ہو

صدر جماعت احمدیہ

داتا زید کا ضلع سیالکوٹ

اور ممبران مجلس عاملہ

جماعت احمدیہ داتا زید کا ضلع سیالکوٹ

اور

احباب جماعت کی طرف سے

الفضل اخبار کے 100 سال پورے ہونے پر

ادارہ الفضل کو

نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی

خدمت میں بہت بہت

مبارکباد پیش کرتی ہیں

ممبرات لجنہ اماء اللہ حلقہ لالہ زار

مجلس بیت العطاء راولپنڈی

پیارے آقا اور پوری دنیا میں بسنے والے

تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے

محبت بھرا اسلام

اور روزنامہ الفضل کی صد سالہ جوبلی مبارک

نیز حضور انور کی خدمت میں

دعا کی عاجزانہ درخواست ہے

شوکت بی بی صدر لجنہ اماء اللہ

و مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ چوھگ پور

ضلع سیالکوٹ

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُرنور کو

مبارک باد

منجانب: محمد اظہر ولد نذر محمد احمدی

زعیم مجلس انصار اللہ اسعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین

حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو الفضل کے سوسال پورے ہونے کی خوشی میں

دلی مبارک باد

منجانب

بشریٰ بیگم زوجہ شریف احمد صدر لجنہ دھیر کے کلاں ضلع گجرات

امۃ الرحمٰن زوجہ اعجاز احمد نائب صدر ۔ سعدیہ اشفاق زوجہ اشفاق احمد جنرل سیکرٹری

نسیم سعید زوجہ سعید احمد سیکرٹری مال لجنہ ۔ عابدہ راشد زوجہ راشد احمد سیکرٹری ناصرات

ثمینہ ارشد زوجہ ارشد احمد خدمت خلق ۔ حمیرا قمر زوجہ قمر احمد اصلاح وارشاد

تہذیب النساء زوجہ مظہر احمد تعلیم وتربیت

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

حضور پُرنور کو مبارک باد

منجانب: امان اللہ ولد نظام دین

فیضان اللہ ولد امان اللہ۔ جاذب احمد ولد امان اللہ

دانش احمد ولد امان اللہ۔ ادیب احمد ولد امان اللہ

مدیحہ امان ولد امان اللہ۔ لالہ موسیٰ ضلع گجرات

الفضل کے سوسال پورے ہونے پر حضور پُرنور کو

مبارک باد

منجانب: عارف احمد ولد افتخار احمد

دھیر کے کلاں ضلع گجرات

روزنامہ الفضل کی صد سالہ جوبلی نمبر

مبارک

عدنان اللہ ولد محمد نصر اللہ خاں

اوراہل خانہ

بمقام ماجرا P/O دیونہ منڈی تحصیل وضلع گجرات

روزنامہ الفضل کے سوسال پورے ہونے پر

حضور پُرنور کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو مبارک باد

منجانب

افضال احمد دراجی

ہاجرہ بیگم زوجہ افضال احمد اوراہل خانہ شادیوال ضلع گجرات

روزنامہ الفضل کو سوسال پورے ہونے پر پیارے حضور پُرنور کو اور جماعت ہائے احمدیہ عالمگیر کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ اسی طرح جاری وساری رکھے۔

زرقون یونانی فارما ظفروال (نارووال)

دعا گو: احسان اللہ باجوہ

0333-4845464-0307-4845464

کبھی بھی کسی کا برا نہ سوچیں

وردہ فیبرکس

گل احمد لٹھا کاٹن لان لینن سوس فینسی بوتیک ورائٹی اور گرم شال وغیرہ کا مرکز

بیرون ملک احمدی بھائیوں کیلئے خصوصی پیکیج

عاطف احمد 047-6213883 03336711362

(مرسلہ مکرم مینیجر صاحب روزنامہ الفضل)

100 سال۔ الفضل کے پرنٹنگ پریس مقام اشاعت، پرنٹرز اور پبلشرز

ضیاءالاسلام پریس قادیان سے الفضل کا آغاز ہوا اور 17 ستمبر 1947ء تک قادیان سے شائع ہوتا رہا۔15 ستمبر 1947ء تا 24 دسمبر 1954ء لاہور سے مختلف پرنٹنگ پریسز سے شائع ہوا۔ لاہور سے ابتداء میں اس کے پرنٹر پبلشر مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب بی اے تھے۔ 31 دسمبر 1954ء سے ربوہ میں اس کی اشاعت شروع ہوئی۔ جو خدا کے فضل سے اب تک جاری ہے۔ اس دوران الفضل پر متعدد کیس بھی بنے مکرم قاضی منیر احمد صاحب پر سو سے زائد مقدمات دائر ہوئے اور مکرم سلطان احمد ڈوگر صاحب پر بھی کیس بنا اور دونوں اسیر راہ مولیٰ رہے۔ الفضل کے ایڈیٹر نسیم سیفی صاحب اور پبلشر آغا سیف اللہ صاحب بھی اسیر رہے۔ نیز مورخہ 12 دسمبر 1984ء تا 25 مارچ 1985ء کل تین ماہ 14 دن ضیاءالاسلام پریس سیل رہا۔ الفضل پر پابندی کے دوران الفضل کے متبادل کے طور پر ماہنامہ انصاراللہ، خالد تحریک جدید اور مصباح کے ضمیمہ جات شائع کئے جاتے رہے اس طرح حضور انور کے خطبات اور ارشادات احباب جماعت تک پہنچانے کا سلسلہ جاری رہا۔ الفضل کے پرنٹرز۔ مطبع مقام اشاعت اور پبلشرز کی تفصیل درج ذیل ہے۔

	تاریخ	پرنٹرز	مقام اشاعت	مطبع
1	18 جون 1913ء	حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب	قادیان	ضیاءالاسلام پریس قادیان
2	3 دسمبر 1914ء	حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی	قادیان	ضیاءالاسلام پریس قادیان
3	15 ستمبر 1947ء	مکرم عبدالحمید صاحب	جودھامل بلڈنگ لاہور	گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور
4	24/ اکتوبر 1947ء	مکرم عبدالحمید صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	پریس ہسپتال روڈ لاہور
5	18 ستمبر 1949ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	پریس ہسپتال روڈ لاہور
6	یکم جولائی 1949ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس
7	30/ اگست 1949ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	کیپٹل پریس وطن بلڈنگ
8	یکم جنوری 1950ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس
9	14 جنوری 1950ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال
10	2/ اپریل 1950ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	کیپٹل پریس وطن بلڈنگ
11	8 ستمبر 1950ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	پاکستان ٹائمز پریس
12	7 مارچ 1952ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	پاکستان پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ
13	15 مارچ 1954ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	پاکستان پرنٹنگ ورکس
14	30 مارچ 1954ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	دستکاری پرنٹنگ پریس
15	16/ اپریل 1954ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	انصاف پرنٹنگ پریس
16	یکم اکتوبر 1954ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	3 میکلیگن روڈ لاہور	پاکستان ٹائمز پریس
17	31 دسمبر 1954ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب	محلہ دارالرحمت غربی ربوہ	ضیاءالاسلام پریس ربوہ
18	6 جولائی 1972ء	مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب	محلہ دارالرحمت غربی ربوہ	ضیاءالاسلام پریس ربوہ
19	11 جنوری 1989ء	مکرم قاضی منیر احمد صاحب	محلہ دارالرحمت غربی ربوہ	ضیاءالاسلام پریس ربوہ
20	28 نومبر 1988ء	مکرم قاضی منیر احمد صاحب	محلہ دارالنصر غربی چناب نگر	ضیاءالاسلام پریس ربوہ
21	10 مئی 2004ء	مکرم سلطان احمد ڈوگر صاحب	محلہ دارالنصر غربی چناب نگر	ضیاءالاسلام پریس ربوہ
22	4 دسمبر 2006ء	خاکسار طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ	محلہ دارالنصر غربی چناب نگر	ضیاءالاسلام پریس ربوہ

تاریخ	پبلشرز
18 جون 1913ء	حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب
3 دسمبر 1914ء	حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی
15 ستمبر 1947ء	مکرم عبدالحمید صاحب
18 ستمبر 1949ء	مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب
یکم اگست 1989ء	مکرم آغا سیف اللہ صاحب
4 دسمبر 2006ء	طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ

27 فروری 1953ء کو الفضل پر پنجاب گورنمنٹ نے ایک سال کے لئے پابندی عائد کردی اس دوران 30 مارچ 1953ء تا 23 مارچ 1954ء کراچی سے المصلح روزانہ شائع ہوتا رہا اس رسالہ کے ایڈیٹر پرنٹر اور پبلشر مکرم عبدالقادر صاحب بی اے تھے اور یہ کلیم پرنٹنگ پریس لارنس روڈ کراچی۔ آرمی پرنٹنگ پریس اور بعد ازاں علمی پرنٹنگ پریس سے طبع ہو کر میگزین لین روڈ سے شائع ہوتا رہا۔

ضیاء الاسلام پریس قادیان سے پہلی کتاب ضیاء الحق جون 1895ء میں طبع ہوئی جبکہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے پہلا رسالہ مصباح دسمبر 1954ء میں طبع ہوا۔

☆..........☆..........☆

تجدید عہد وفا از کارکنان الفضل و پریس

الفضل کے سو سال مکمل ہونے پر تمام کارکنان الفضل اور پریس اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہوئے خلافت کے ساتھ عہد وفا کی تجدید کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے امام کی بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں ''اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اُسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیے''
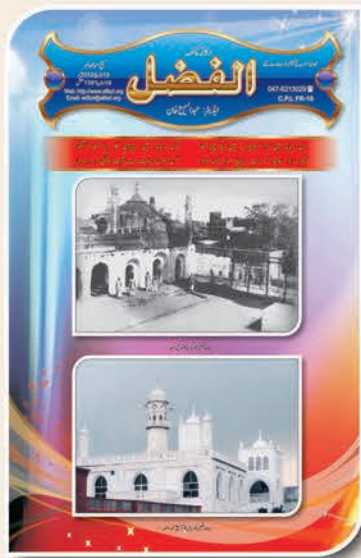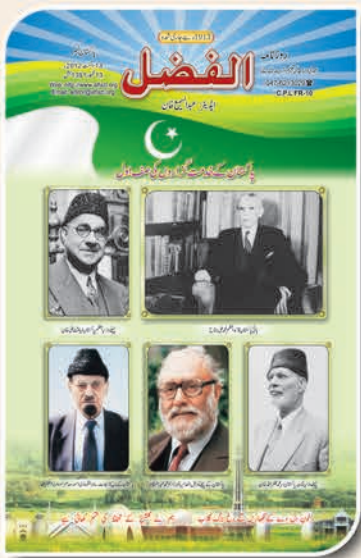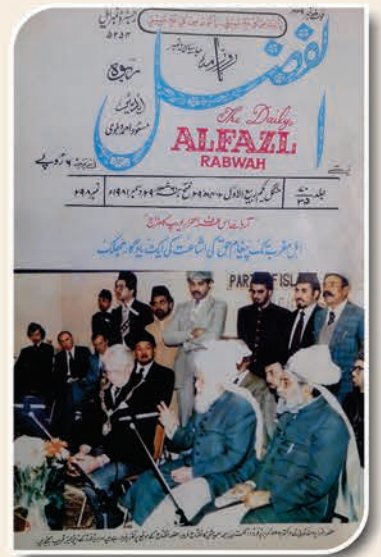
جماعت احمدیہ کا ترجمان اخبار الفضل 100 سالوں سے ترقی کے زینے طے کرتا ہوا دینی و جماعتی تعلیمات، علم و ادب اور خلیفۃ المسیح کے خطبات، خطابات اور تحریکات کو احباب جماعت تک پہنچانے میں سرگرم عمل ہے۔ مختلف شماروں کے نمونے